6545

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عہد حکومت

مولٰنا

السلطان عبد الحمید خان ثانی الغازی

شہنشاہ ٹرکی

مصنفہ شہزادی ایڈیلی ہلوگنن خاتون انگلستان

جسکو

مولوی محمد انشاء اللہ صاحب زمیندار انعام آباد ضلع گوجرانوالہ

و مالک و اڈیٹر اخبار وطن لاہور

نے

ترجمہ کرکے باضافجات کثیر تالیف کیا

طبع پنجم

سنہ ۱۹۰۱ء میں

حمیدیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپی

135833

١ فہرست تصاویر ان عہد حکومت امیر المومنین

١۔ اعلیحضرت امیر المومنین سلطان عبد الحمید خان ثانی ٢۔ سلطان عبد العزیز مرحوم ٣۔ سر ہنری ایلیٹ سابق سفیر انگلستان ٤۔ سر حسن بے ٥۔ سلطان مراد ٦۔ عبد الکریم پاشا ٧۔ گرینڈ ڈیوک نکولس ٨۔ غازی عثمان پاشا مرحوم ٩۔ جنرل ٹوڈلبین ١٠۔ اسلیمان پاشا ١١۔ محمد علی پاشا ١٢۔ جنرل سکوبلاف ١٣۔ غازی مختار پاشا ١٤۔ عمر پاشا ١٥۔ پرنس بسمارک ١٦۔ پرنس گارچکوف ١٧۔ ١٨۔ ہوبرٹ پاشا ١٩۔ مسٹر گلیڈسٹون ٢٠۔ قلعہ جناق قلعسی ٢١۔ قلعہ کلید بحر ٢٢۔ سلطان مراد کا استقبال ٢٣۔ پلیونا ٢٤۔ ممبران قسطنطنیہ کانفرنس ٢٥۔ قسطنطنیہ۔ قصر چراغان۔

135833

بست سالہ عہد حکومت خلیفۃ المسلمین سلطان عبد الحمید خان ثانی الغازی خلد اللہ ملکہ

(با تصاویر) اس نادر کتاب میں شہنشاہ روم کے عہد حکومت کے بست سالہ حالات بڑی وضاحت اور عمدگی سے درج کیے گئے ہیں یہ کتاب بوجہ عام پسند اور دلچسپ ہونیکے کئی دفعہ چھپکر ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو چکی ہے۔ بار دیگر سوانح حالات انگلستان کی ایک مشہور کتاب سے لیے گئے ہیں۔ اردو زبان کی کتابوں میں اس بات کا فخر صرف یہی کتاب کر سکتی ہے کہ اسے خلیفۃ المسلمین کے ملاحظہ ہمایون سے گذرنے کی سعادت اور نیز یہ شرف حاصل ہوا کہ ذات قدسی صفات حضرت شہنشاہی نے اسکا ترکی میں ترجمہ کیے جانیکا ایما فرمایا۔ حجم ٥٠٠ صفحہ۔ اس کتاب کو ١٨٧٦ء سے لیکر ١٨٩٦ء تک بیس سال کے زمانہ کے لیے تمام اسلامی ممالک اور نیز اسلامی دنیا اور دیگر دول (امریکہ۔ یورپ۔ افریقہ و ایشیا) کے باہمی تعلقات کی مفصل و کمال دلچسپ تاریخ سمجھنا چاہیے متنازعہ فیہ سوال کے ابتدائی حالات بھی اس میں درج ہیں۔ قیمت فی جلد دو روپے ... ... (عہ)

تاریخ خاندان عثمانیہ :۔ اس کتاب میں صرف خاندان عثمانیہ کے حالات پر ہی کفایت نہیں کی گئی بلکہ تمام دیگر اسلامی سلطنتوں کے تنزل و بربادی کے حالات و واقعات اور اسباب و یورپین پالیسی اور مشرقی مسئلہ پر بھی مفصل بحث کرنے کے ساتھ ہی اُن ضروری اوصاف اور خوبیوں کی توضیح کیگئی ہے جنکے بغیر کوئی قوم مقتدر اور زندہ قوم نہیں رہ سکتی۔ یقین ہے کہ تاریخ بالخصوص اسلامی تاریخ سے واقفیت پیدا کرنا اور دول یورپ اور اسلامی طاقتوں کے موجودہ سابقہ تعلقات کی اصل کو معلوم کرنیکے شائقین اس بسیط کتاب کا مطالعہ فائدہ سے خالی نہیں پائینگے آجتک اردو میں کوئی ایسی کتاب شائع نہیں ہوئی جسمیں مسلمانوں کی اس واحد مقتدر سلطنت کے حالات جو کئی صدیوں سے اسلام کی پولیٹیکل طاقت قائم رکھنے کا کام دے رہی ہے ایسی شرح و بسط سے جدید تاریخی اصول پر لکھے گئے ہوں۔ اس کتاب کی دو جلدیں ہیں۔ جلد اول میں ابتدائے خاندان سے سلطان محمد چہارم کے عہد تک کے حالات ہیں قیمت عہ۔ اور دوسری جلد میں سلطان سلیمان ثانی ١٦٨٧ء سے لیکر جلالتمآب سلطان عبد الحمید خان ثانی شہنشاہ حال کی تخت نشینی تک کے مفصل حالات قلمبند کیے گئے ہیں جسکی قیمت عہ ہے۔ قیمت ہر دو حصہ چار روپیہ چار آنہ۔۔ للعہ

المشتہر بندہ مخلص محمد انشاء اللہ عفی عنہ اڈیٹر اخبار وطن لاہور

Marfat.com

Marfat.com

فہرست مضامین اصل کتاب

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
عرض حال منجانب مترجم	۵ و ۶	فہرست مضامین	الف تا ھ	دیباچہ مصنفہ	۱ و ۲
فصل اول انجمن [illegible] و جنگ	۳-۴۲	فصل دوم برلن کانگرس	۴۳ تا ۵۶	فصل سوم اصلاح	۵۷ تا ۹۸
فصل چہارم معاملات مصر	۹۹-۱۱۶	فصل پنجم بلگیریا اور [illegible]	۱۱۷ تا ۱۲۶	.	.

فہرست مضامین حواشی یا فٹ نوٹس منجانب مترجم

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
قدیمی چراغ جو [illegible] سے جلتے تھے حاشیہ نمبر ۱۔	۱	وائنا پر ترکی فوج کشیاں حاشیہ نمبر ۲۔	۲	جان ڈریپر مصنف کتاب مجادلہ مابین العلم والمذہب حاشیہ نمبر ۳	۳
آرتھر کالفرڈ حاشیہ نمبر ۴	۴	ترکوں کی ترقی زمانہ وسطی میں۔ حاشیہ نمبر ۵	۴	ترکی کا نام مرد بیمار کس طرح پڑا۔ حاشیہ نمبر ۶	۴
گلیڈسٹون کا مشہور فقرہ [illegible] بقچہ ترکوں کو نکال دو" حاشیہ نمبر ۷	۵	بلایا کے پاگل خونی حاشیہ نمبر ۸۔	۱۲	جنگ کی خاصیت حاشیہ نمبر ۹۔	۱۳
روس کا قابو سلطان عبد العزیز پر۔ حاشیہ نمبر ۱۰۔	۱۷	سلطان عبد العزیز کی معزولی پر [illegible] کا استعفاء۔ حاشیہ نمبر ۱۱	۱۸	اولاد و [illegible] سلطان عبد الحمید [illegible] سلاطین عثمانیہ۔ حاشیہ نمبر ۱۲	۱۹ تا ۲۱
سرویا کے علم کا نشان حاشیہ نمبر ۱۳	۲۳	الکرمان کی لڑائی۔ حاشیہ نمبر ۱۴۔	۳۰	[illegible] ترکی کے قبضہ سے نکلا نمبر ۱۵	۴۴
پرنس بسمارک کی تعریف حاشیہ نمبر ۱۶۔	۴۵	[illegible] تاوان جنگ۔ حاشیہ نمبر ۱۷۔	۵۴	جیکوبس [illegible] کی مختصر سوانح عمری۔ حاشیہ نمبر ۱۸۔	۵۵
ترکی قومی [illegible] کی ابتدا حاشیہ نمبر ۱۹۔	۵۸	مصنفہ کی غلطی کی اصلاح حاشیہ نمبر ۲۰۔	۵۹	بیرونی قرضوں کی فہرست [illegible] مالی حالت [illegible]	[illegible]
جنگ بلغاریا و سرویا۔ حاشیہ نمبر ۲۲۔	۶۳	ترکی سلطنت میں مذہبی آزادی حاشیہ نمبر ۲۳۔	۶۵	[illegible] کی تشریح حاشیہ نمبر ۲۴	۶۷
ایشیائے کوچک میں [illegible] کی کثرت کی وجہ۔ حاشیہ نمبر ۲۵۔	۷۰	مترجم ترکی عورتوں کے بارہ میں مصنفہ سے اختلاف کرتا ہے نمبر ۲۶	۷۳	ترکی میں شفاخانے حاشیہ نمبر ۲۷	۷۸
[illegible] حاشیہ نمبر ۲۸	۷۷	سلطان [illegible] نمبر ۲۹	۷۹	[illegible] نمبر ۳۰	۸۰

؎ چونکہ فہرست حال تک درست کر کے ترکی کی موجودہ حالت میں دی گئی ہے اسلئے یہاں سے کاٹ دی گئی۔

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
زراعتی مدارس ورفارم نمبر ۳۳	۸۳	ٹرکی کی ریلیں تارگھر وڈاکخانہ نمبر ۳۴	۸۴	ٹرکی کی بحری فوج نمبر ۳۳	۸۸
ٹرکی کی بحری طاقت آہن پوش تحریر پروفیسر ویمبری کا لکچر حاشیہ نمبر ۳	۹۰	مصر کی مختصر تاریخ و موجودہ حالت نمبر ۳۵۔	۹۹	مصر پر انگریزی فرانسیسی دو عملی کا گلا حاشیہ نمبر ۳۶	۱۰۴
نہر سویز۔ حاشیہ نمبر ۳۷	۱۱۴	مسئلہ خلو مصر نمبر ۳۸	۱۱۵	بلگیریا کا تعبہ وغیرہ نمبر ۳۹	۱۱۶

فہرست ضمیمہ جات

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
ضمیمہ نمبر اول اعلیحضرت سلطان عبد الحمید خان کی زندگی کے حالات ترجمہ از رسالہ ریشیر آور۔	۱۲۷ لغایت ۱۴۰	مضمون سلطان المعظم و دنیاء اسلام منقول از رسالہ قیصر ضمیمہ نمبر ۲ بہ عبارت نیو حسب تقریر اسلام۔	۱۴۱ لغایت ۱۴۸	مضمون خلیفۃ المسلمین عبد الحمید خان غازی۔ ضمیمہ نمبر ۳ منقول از بعض اخبار	۱۴۹ لغایت ۱۵۲
سلطان المعظم کیسے جفاکش اور سادگی پسند ہیں ضمیمہ نمبر ۴	۱۵۳	اعلیحضرت امیر المومنین کی بے تعصبی ضمیمہ نمبر ۵	۱۵۴	سلطنت ٹرکی ترجمہ لنڈن ٹریبیون ضمیمہ نمبر ۶	۱۵۵
رعایا کے دلوں میں سلطان المعظم کی وقعت ضمیمہ نمبر ۷	۱۵۶	سلطنت ایران کی اجمالی کیفیت اور شاہ ناصر الدین کے مختصر حالات بطور حاشیہ متعلق ضمیمہ نمبر ۷	۱۵۷ لغایت ۱۶۴	اعلیحضرت کے کیریکٹر کا اجمالی بیان مرقومہ مسٹر سٹیڈ اڈیٹر ریویو آف ریویوز جسکی فصلیں حسب ذیل ہیں۔ اور جسکے ساتھ موقعہ بموقعہ توضیح مطلب یا تردید مسٹر سٹیڈ کیلئے مترجم نے حواشی بڑھا دیئے ہیں	۱۶۵ لغایت ۲۰۶
مضمون مذکور کے ترجمہ کی وجہ مختصر تمہید میں واقعہ مسٹر سٹیڈ کے حالات	۱۶۵ لغایت ۱۶۷	اصل مضمون کی تمہید اور اعلیحضرت کے القاب وغیرہ۔	۱۶۷ لغایت ۱۶۹	فصل اول۔ سلطان المعظم بزمانہ شہزادگی۔	۱۷۰ لغایت ۱۷۲
فصل اول سلطان عبد العزیز کا عزل	۱۷۳ تا ۱۷۴	فصل اول سلطان مراد کا عزل۔	۱۷۵	فصل دوم۔ سلطان المعظم بحیثیت فرمانروا۔	۱۷۶
فصل دوم۔ سلطان المعظم کا بالکل یکہ و تنہا ہونا۔	۱۷۶	فصل دوم سلطان المعظم کا قسمت پر شاکر ہونا۔	۱۷۷	فصل دوم۔ مدحت اور اسکی مجلس آئینی	۱۷۸ تا ۱۷۹
فصل دوم اقتدار شخصی واحد	۱۸۰	فصل دوم سلطان المعظم کی ہمت مردانہ	۱۸۱	فصل ۲ قسطنطنیہ کی صدیہ بندی اور حفاظت	۱۸۱

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
فصل دوم۔ سلطان المعظم پر وہ بھاگ جانے کی صلاح مستر کرتے ہیں۔	۱۸۲	فصل دوم۔ وہ روپیہ سے ترکی بیڑہ کو بھی بچا لیتے ہیں۔	۱۸۳	فصل دوم۔ وہ مامور من اللہ ہیں۔	۱۸۴
فصل سوم۔ سلطان المعظم کے اچھے کام۔	۱۸۵	فصل سوم۔ انکی خارجیہ حکمت عملی	۱۸۵	فصل سوم۔ مالی حالت کی درستی اور فوجی اصلاح۔	۱۸۷
فصل سوم۔ تعلیم و فنون	۱۸۸	فصل سوم۔ انتظامی اصلاح	۱۸۹	فصل سوم۔ سلطان المعظم کی بے حد مصروفیت	۱۹۰
فصل چہارم۔ سلطان المعظم کے غیر پسندیدہ کام۔	۱۹۱	فصل چہارم۔ بیڑہ جہازات کیطرف سے غفلت	۱۹۱	فصل چہارم بیڑہ کیوں حالت کس مپرسی میں ڈالا گیا۔	۱۹۲
فصل چہارم۔ انتظام ایک شخص کے ہاتھ میں ہے جس سے ابتری۔	۱۹۲	فصل چہارم۔ سلطان موجودہ تہذیب کے دق ہیں۔	۱۹۳	فصل چہارم انگلستان میں بھی ایک عبد الحمید موجود ہے	۱۹۴
فصل چہارم۔ مسٹر گلیڈسٹون اور سلطان المعظم	۱۹۵	فصل چہارم۔ اعلیحضرت سے مسٹر ہیوٹ کی ملاقات۔	۱۹۵	فصل چہارم۔ دہقانوں کا افلاس	۱۹۶
فصل چہارم۔ سلطان کا توکل۔	۱۹۷	فصل پنجم۔ سلطان المعظم کی پرائیویٹ زندگی۔	۱۹۸	فصل پنجم۔ یلدز کوشک	۱۹۸
فصل پنجم۔ اعلیحضرت کا روزانہ ضبط اوقات۔	۱۹۹	فصل پنجم۔ صبح سے شام تک کیا کرتے ہیں۔	۲۰۰	فصل پنجم سلاملق۔	۲۰۱
فصل پنجم۔ اعلیحضرت کا بشرہ۔	۲۰۲	فصل پنجم۔ قانون کا خوف	۲۰۲	فصل پنجم۔ جاسوسی عام ہے	۲۰۳
فصل پنجم۔ تار بنام لارڈ سالسبری۔	۲۰۴	فصل پنجم۔ سلطان کا چہرہ اور مسٹر سیڈ صاحب کی التماس محمد دول یورپ سے جواب جناب مترجم	۲۰۷ لغایت ۲۰۹	مضمون سلطان آف ٹرکی مترجمہ مولوی رفیع الدین احمد صاحب اعلیحضرت سے شرف اندوز ملازمت	۲۱۰ لغایت ۲۲۴

(بقیہ فہرست بر صفحہ (۴))

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
ٹرکی وانگلستان	۲۲۴	ایک ترکی سلطانہ کی ملاقات نوشتہ جمیلہ بیگم	۲۲۹	ہفتہ مختتمہ ۲۵ نومبر ۱۸۹۶ء کی بعض اہم تارخبریں اصلاحات آرمینیا کی نسبت ۔	۲۵
سلطنت عثمانیہ اور اس کی اندرونی حالت	۲۳۷	سکتین اور اس کا دارالسعادت	۲۴۹	خیرالدین پاشا	۲۵
ٹرکی کی عورتیں	۲۴۷	سلطان عبدالحمید خاں کی نسبت مسیو دی نوٹو کی رائے	۲۵۲	شاہ ایران کی شہادت	۲۵۴

سر فلپ کری اور ان کی لیڈی صاحبہ کی رائے دربارۂ سلطان المعظم ۔ ۲۵۴

چند مفید اسلامی کتابیں

سفرنامہ ایران — مصنفہ جنرل گارڈن کا اردو ترجمہ۔ قیمت ایک روپیہ (۱

تاریخ ایران — مؤلفہ بنجمن صاحب امریکن سفیر دربار ایران کا اردو ترجمہ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (۱۸

حالات وسط عرب و نجد — وسطی و شرقی عرب یعنی علاقہ نجد واحسا وصحرائے ... کی مفصل تاریخ اور چشم دید حالات۔ قیمت دو روپیہ آٹھ آ... مدارس میں تقسیم کرنے کے لیے بحث ... کمیٹی نے اس کے ایک سو نسخے خرید کیے تھے۔

تاریخ عرب و عراق — پادری زویمر کی کتاب کا اردو ترجمہ جس سے بے شمار تا... حالات کے علاوہ ان مساعی کا بھی علم ہو جاتا ہے۔ جو مسیح... پادری عرب میں اپنے مذہب کی اشاعت کے لیے سالہا سال سے کر رہے ہیں۔ قیمت دو رو...

مصر و انگلستان — مصنفہ لارڈ ملنر کا اردو ترجمہ۔ اس سے مصری مسئلہ خوب سمجھ میں آجاتا ہے۔ اور مصر کے قبضۂ انگریزی کے اسباب و بواعث نتائج اور موجودہ حالات نہایت شرح وبسط سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ (۲/۸

سفرنامہ سید علی ترکی امیر البحر — جسے ترکی سے انگریزی میں پروفیسر ویمبری نے ترجمہ کیا اور اب اردو میں کیا گیا ہے قیمت آٹھ آنہ ۔ ۔ (۸

Marfat.com

ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء

مصنفہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا اردو ترجمہ خلفاء راشدین کی مستند ترین تاریخ۔ یہ بالکل نادر الوجود تھی۔ کارکنانِ وطن نے خاص کوشش سے ایک نسخہ بہم پہنچا کر اس کا ترجمہ کرایا ہے۔ حصہ اول تین روپیہ (للعہ) حصہ دوم (عہ) حصہ سوم دو روپیہ (عہ) مکمل کتاب قیمت ... ... (سعہ)

تحقیقاتِ چشتی

لاہور کی تمام قدیم عمارات و مضافات کے علاوہ ایک طرح سے کل ہندوستان کے فرمانرواؤں کی جامع تاریخ۔ عہد ہنود سے عہد سکھاں تک دی گئی ہے۔ یہ کتاب بھی بالکل نایاب تھی۔ سو روپیہ کو ایک نسخہ نہ ملتا تھا۔ قیمت صرف چھ روپیہ ... ... (لعہ)

ترجمہ تفسیر کبیر

سورۃ الحمد کی تفسیر مؤلفہ امام فخر الدین رازی۔ اسے آج تک اردو کا جامہ پہنانے کی کسی صاحب کو ہمت نہ پڑی۔ مگر بعونہ تعالیٰ کارخانہ وطن نے اس بھاری کمی کو پورا کر دیا ہے۔ قیمت تین روپیہ ... ... (سعہ)

حسن زبیدہ

سلطان صلاح الدین فاتح بیت المقدس اور رچرڈ شیر دل کے معرکوں کا بیان ناول کے پیرایہ میں۔ قیمت چھ آنہ ۶/

اسرار حسن و صحت

اس میں تندرستی قائم رکھنے کے اسباب ایک فاضل انگریز ڈاکٹر نے دلچسپ پیرایہ میں بیان کیے ہیں۔ قیمت ۸/

حالات صدیق اکبرؓ خالد بن سعید

ایک تازہ عربی تالیف کا ترجمہ۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ ... ... (عہ۸)

گنجینہ تجارت

قابل دید کتاب ہے۔ سرمایہ داروں کے لیے اس سے بہتر راہ نما اب تک اردو میں تالیف نہیں ہوا۔ قیمت ایک روپیہ ... (عہ)

حقانیت عقائد اسلامیہ ترجمہ یقین الکلام

شام کے ایک زندہ فاضل اجل کی بیش قدر تالیف کا اردو ترجمہ۔ مصنف کی اس دینی خدمت پر خلیفۃ المسلمین سلطان عبد الحمید خان نے کمال خوشنودی کا اظہار فرمایا تھا۔ قیمت ایک روپیہ (عہ)

جواہر قرآنی

قرآن کے جواہر علوم و حکمت کا انوکھا دلفریب گلوسا بیان کرنے کے لائق علامہ شیخ طنطاوی جوہری مصری کی اس کتاب کا اردو ترجمہ جو شاہ جاپان اور جاپانی کانفرنس تحقیق مذاہب کو تحفۃً ارسال کی گئی تھی قیمت (عہ)

المشتہر: بندہ محمد انشاء اللہ عفی عنہ ایڈیٹر وطن لاہور

Marfat.com

عرض حال

جو تیسرے ایڈیشن کے ساتھ شائع کیگئی تھی

یہ کتاب انگلستان کی ایک منصف مزاج بیگم شہزادی این ڈی لوسگنان نے سلطنت عثمانیہ میں کئی برس اقامت رکھنے کے بعد ۱۸۸۸ء میں تصنیف کی تھی جس میں اعلیٰحضرت امیر المومنین کے عہد حکومت کے پہلے بارہ برسوں کے حالات درج کر کے والا منزلت مصنفہ نے یورپ اور ٹرکی کے پیچیدہ پالیٹکس کو عملی طور پر سلجھا کر عام فہم بنانے اور جو مشکلات عدیدہ یورپین طاقتوں کی مہربانی سے ہمارے مولانا سلطان عبدالحمید خاں کو ہر وقت در پیش رہتی ہیں انکے واضح کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ ایسی خاتون والا منزلت کی عالی دماغی اور واقفیت تامہ کا اس سے بڑھکر کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ یورپ کی دول عظام اور ٹرکی کے تعلقات اور انگلستان کے چند ناعاقبت اندیش مدبرین کی غلط حکمت عملیوں سے سخت خطرات پیدا ہونے کی نسبت شہزادی صاحبہ نے جو حکم لگائے تھے انمیں سے اکثر پورے ہوگئے ہیں یا ہوتے نظر آ رہے ہیں۔

اپنے ملکی بھائیوں کو اس نعمت عظمیٰ سے مستفید اور اپنے خلیفۃ المسلمین کی مساعی جمیلہ سے جو سلطنت عثمانیہ کی اصلاح کیلئے کیگئی۔ اور کیجارہی ہیں واقف کرنیکے لیے میں نے اس کتاب کا ترجمہ اردو میں کر کے مختلف مقامات پر اپنی طرف سے جابجا مختصر حواشی بڑھا دیے۔ یہ ترجمہ پہلی دفعہ ۱۳۱۳ھ میں مطبع خادم التعلیم پیسہ اخبار لاہور میں شائع ہوا۔ قبلہ سر سید اور اکثر دیگر اہل الرائے نے اسے بنظر استحسان دیکھ کر خاکسار کی حوصلہ افزائی کی۔ اور ملک نے اس کو ایسے اشتیاق سے خریدا کہ بہت جلد کتاب مذکور کو ضروری ترمیمات و ازدیاد کے بغیر ہی پھر دوبارہ چھاپ دینا پڑا۔ مگر اب تیسرے ایڈیشن میں مؤلف نے اس کمی کی تا بہ امکان تلافی کر دی ہے۔

پہلے دونوں ایڈیشنوں میں بعض مقامات پر انگریزی کا تحت لفظی ترجمہ ہونے کی وجہ سے محض اردو خوان ناظرین کو جن کی سہولت کیلیے ہی یہ کتاب تیار کیگئی تھی انکے سمجھنے میں بہت دقت درپیش آتی تھی۔ اس دفعہ ان کو جہاں تک ممکن ہو سکتا تھا۔ واضح اور صاف کر دیا گیا ہے۔ ۱۸۸۸ء سے لیکر ۱۸۹۶ء تک کے واقعات کی ایزادی سے یہ کتاب اعلیٰحضرت امیر المومنین کے عہد حکومت (جسے خداوند کریم بہت دراز کرے) کے بیس برسوں کی مکمل تاریخ ہوگئی ہے۔ اس مبارک عہد کا اگرچہ کوئی دن اور مہینہ واقعات عجیبہ اور حادثات عدیمہ کے وقوع سے خالی نہیں رہتا۔ لیکن ۱۸۹۵ء و ۱۸۹۶ء مفروضہ مظالم آرمینیا۔ بغاوت کریٹ و مہم سوڈان وغیرہ کی وجہ سے خاص طور پر بڑے معرکے کے دو برس گزرے ہیں۔ اس لیے انکے حالات و کوائف پوری شرح و بسط کے ساتھ

Marfat.com

کر دینے مناسب معلوم ہوئے۔ مگر ان سے کتاب کا حجم اس قدر بڑھ گیا ہے۔ کہ دیگر ضمیمہ جات جن کا حواشی میں حوالہ ہی دیا جا چکا ہے مجبوراً جیسا کہ معذرت میں عرض کیا گیا ہے علیحدہ رسالوں کی شکل میں شائع کرنے پڑے۔ ناظرین پبلشر کی مجبوری کو اس سے قیاس کر سکتے ہیں کہ اس ایڈیشن کا حجم پہلے دونوں ایڈیشنوں سے زیادہ ہے۔

ٹرکی کے متعلق ان کتابوں کا سلسلہ شائع کرنے سے میرا مدعا ہے اوسے میں رسالجات واقعات روم و مفروضہ مظالم آرمینیا کے عرض حال میں گذارش کر چکا ہوں۔

اگر ناظرین میری ان خدمات کو ملک و قوم کے لیے مفید خیال فرماویں تو مجھے امید ہے کہ وہ دعائے خیر سے دریغ نہ فرماویں گے۔ محمد انشاء اللہ عفی اللہ عنہ

عرض حال طبع پنجم

نحمدہٗ و نستعینہ و نصلے و نسلم علی نبیہ و آلہ و صحبہ اجمعین

امّا بعد۔ انگلستان کی ایک منصف مزاج شہزادی ایم۔ ڈی۔ لوسگنان کی مقبول تصنیف "دوازدہ سالہ عہد حکومت سلطان عبدالحمید خاں غازی" جسکو طبع سوم و چہارم میں خاکسار مترجم و مؤلف نے ۱۸۹۸ء سے ۱۹۰۶ء تک کے ہشت سالہ ضروری حالات کا اضافہ کر کے مکمل بست سالہ حکومت حمیدیہ کی تاریخ بنا دیا تھا اب قدردان ناظرین کی طلب کے باعث اسکے ختم ہو جانے پر پانچویں مرتبہ پھر طبع کرنے کا سامان کیا جانا ضروری ہوا۔

طبع چہارم میں جن حالات کا اجمالی تذکرہ ہوا ہے انکی تفصیل علیحدہ کتابوں میں ہونے کا جا بجا اشارہ کر دیا گیا تھا۔ اور اب اس پانچویں ایڈیشن میں اکثر طبع سابق کے صرف اہم ضمیمجات قائم رکھے جاتے ہیں غیر ضروری خبروں اور نوٹوں کا مجموعہ حذف کر دیا جاتا ہے۔ انکے عہد حکومت کے تیس سال کے واقعات مفصلاً نیازمند کی تازہ تصنیفات و مطبوعات۔ ترکوں کی موجودہ ترقیات تاریخ حجاز ریلوے مصر و انگلستان جدید ترکی دور وغیرہ وغیرہ میں آ چکے ہیں۔ اسلیے کسی خاص تکملہ کی احتیاج نہیں رہی آپکی معزولی کے واقعہ پر غم پر میں نے اخبار وطن میں جو مبسوط بحث کی تھی وہ کتاب جدید ترکی دور میں درج ہو چکی ہے۔ شائقین اوسے مطالعہ کریں۔ یہاں صرف یہ لکھنے پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ سلطان عبدالحمید خاں غازی" بمشیت ایزدی اواخر اپریل ۱۹۰۹ء میں ۳۳ سال تک بعزو

Marfat.com

قدیم الایام کی روایتوں کے مطابق انگریزی خارجہ پالیسی کو قایم رکھنے کی نیت سے ایسا رویہ اختیار کیا جو کنزرویٹو پارٹی کی رعایت میں تھا لبرل فریق کے سرگروہ یہ خیال مد نظر رکھکر کہ "مخالفت کرنا فریق مخالف کا ایک لازمی فرض ہے" فی الفور ٹرکی کے سخت جانی دشمنوں کے پلڑے میں جا چڑھے یعنی اونکے طرفدار ہوگئے۔ اور عام لوگوں میں حالت اضطراری پیدا کر کے کنزرویٹو گورنمنٹ کو جو ایسی بڑی مستقل مزاج نہ تھی اسکی اپنی مضبوط بندش وں سے ہٹا دینے میں کامیاب ہوئے اور اسکو مجبور کیا کہ وہ اپنے آپکو بجائے دولت عثمانیہ کا مضبوط مددگار ہونیکے صرف اسکا ایک سچا دوست ہونیکی وضع میں رکھے جیسا کہ ان حالتوں میں اکثر واقع ہوتا ہے پلیٹ فارم کے نوحہ و سینہ کوبی کے ایک موسمی ہنگامہ میں (جنہیں اجنبی حضرات مثلاً [illegible] ہیں مترجم) اور ملک کے اخبارات بقول ع

اگر شہ روز را گوید شب است این ببابد گفت اینک ماہ و پروین

اپنے اپنے پولیٹکل آقاؤں کے حقوق خدمت بجا لانے میں از سرتا پا غرق ہوگئے یہانتک کہ ہر ایک ترکی چیز پر طرفدارانہ حقارت اور خلاف بیانی کی دہوکہ دینے والی روشنی ڈالی گئی اور اس شعلہ انگیز پکار سے میں ترکی مدبروں کا ہر ایک قول و فعل بدنما اور بیجا ظاہر کیا گیا جس سے یہ نتیجہ پیدا ہوا کہ آج اس زمانہ میں بھی ایک ایسی سلطنت کے حالات واقعی معلوم کرنا جو وسعت میں بہت بڑی اور رعب و داب میں عظیم الشان ہے۔ اور جسکی قسمت کے ساتھ خود ہماری اپنی قوم کے نہایت ہی عزیز اور قیمتی تعلقات وابستہ ہیں قریب ناممکن کے ہے۔ ایک خاص نامہ نگار جس نے واقعی طور لکھے ہوں اگر کبھی خاص وقت انکا بیان کرنا اس پارٹی کی ان فوری فواید کے نامناسب ہو کہ جن پر اسکا آقا اسوقت گرویدہ ہو رہا ہے۔ تو وہ اپنے مضمون کے مسودہ کو بالکل مسخ یا تراشا ہوا بلکہ کبھی تو بالکل ہی نظر انداز کیا ہوا پائیگا اور اپنے آپکو ملازمت سے برطرف دیکھ لیگا۔

ان حالات کی ایسا ہونے اور اپنے ملک کے بہت ہی بڑے تجارتی اور مالی تعلقات کو جو اسوقت سلطنت عثمانیہ میں ہیں ان حالات میں مد نظر رکھکر یہ خیال میرے دل میں پیدا ہوا ہے کہ صداقت کی ایک تھوڑی سی خشک روشنی ان اشخاص کو جو ابھی قریباً نصف صدی عرب کی چکا چوند سے ماند نہیں پڑ گئیں بہت ہی مفید معلوم ہوگی۔ اسلئے میں نے اپنا یہ فرض سمجھا ہے کہ لوگوں کو وہ حالات اور سچے واقعات بتاؤں جو میں نے ترکی میں بہت سال رہکر حاصل کئے ہیں اور ساتھ ہی ان الطاف کریمانہ اور عنایات خسروانہ اور اس عزت و افتخار کی شکر و امتنان کے خیالات ظاہر کروں جو مجھے اس ملک میں نصیب ہوئے ہیں خاصکر اس نامور شہنشاہ کے ہاتھوں جو اسوقت اسلامبول کے تخت قیصری پر جلوہ افروز ہے۔ [illegible] ڈی کوسٹمان +

Marfat.com

فصل اوّل (۱)

تخت نشینی ۔ جنگ

ترکی تواریخ میں ایسے تھوڑے ہی صفحے ہونگے جو حیرت انگیز واقعوں سے معنوں اور تعجب خیز کیفیتوں سے مزین ہوں۔ خواہ وہ میدان جنگ یا ایوانِ شوریٰ کے ہوں۔ خواہ وہ وائنا[۱] کی دیواروں کے نیچے یورپ کی چیدہ افواج کے ساتھ نبرد آزمائی کر رہے ہوں۔ یا باسفرس کے کنارے پر مغربی سفراء سے حکمت عملی میں سبقت لے جاتے ہوں۔ اُن آدمیوں نے جن کے ہاتھوں میں اسلام کی قسمت کی باگ رہی ہے۔ اور تمام دلوں کی توجہ کو نہیں بہادرانہ اور حیرت افزا چیزوں سے ذرا بھی بس ہے اپنی طرف معطوف رکھا ہے۔ صرف اس قسم کے ہی دل نہیں ہیں جنہوں نے ہلال و صلیب کے مقابلہ میں اپنے آپ کو اول الذکر کی طرف کھنچے ہوئے پایا ہے بلکہ ڈریپر[۲] صاحب جیسے

۱؎ وائنا دار الخلافہ آسٹریا پر ترکوں نے دو دفعہ حملہ کیا۔ پہلی دفعہ سلطان سلیمان اعظم صاحبقران نے ۱۵۲۹ء میں ہنگری اور اس کے ملحقہ ممالک کو فتح کرکے وائنا کا محاصرہ کیا۔ اس وقت اسلامی طاقت یورپ میں درجہ کمال تک پہنچی ہوئی تھی۔ عیسائی بادشاہ اور فرمانروا سلطان المعظم کو مخاطب کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے۔ بلکہ سلطان المعظم کے وزیر اعظم ابراہیم پاشا [illegible] ہونا اپنے لئے باعث سعادت اور موجب فخر سمجھتے تھے۔ یہ محاصرہ چالیس دن تک رہا۔ لیکن بارشوں کی کثرت دریائے ڈینیوب کی بوجہ طغیانی اور افواج قاہرہ میں وبا پھیل جانے کے باعث فخر خاندان اعلیحضرت سلطان سلیمان اعظم قانونی کو واپس آنا پڑا۔ بار دوم سلطان محمد چہارم کے عہد میں اس کے وزیر اعظم قرہ مصطفےٰ نے ۱۶۸۳ء میں ممالک جرمن کا بہت سا حصہ فتح کرکے وائنا پر چڑھائی کی۔ مگر اُس نے اپنے افسران فوج کے مشورے اور صلاح پر عمل نہ کیا۔ اور آخر کار آسٹریا والوں سے ہزیمت اٹھا کر واپس آیا۔ [illegible] کا مشہور بادشاہ جان سوبی اسکی جو اپنے زمانہ کا اول درجہ کا بہادر بادشاہ اور سپہ سالار مانا گیا ہے اپنی کل [illegible] فوج [illegible] امداد کے لئے آیا تھا۔ اور [illegible] کی اعانت اور دلاوری کے باعث محاصرہ توڑ کر [illegible] مفصل حالات [illegible]

۲؎ جان ولیم ڈریپر عالم علم کیمیا بمقام سینٹ ہیلنز مضافات لورپول ۱۸۱۱ء میں پیدا ہوا۔ اس نے علم کیمیا نیچرل فلاسفی اور تواریخ وغیرہ میں کئی کتابیں لکھی ہیں۔ اور اس کی کتاب "تاریخ مجادلہ بین مذہب و علم" [illegible] Conflict-between Raligion & Science ۱۸۷۴ء میں شائع ہوئی۔ اس نادر کتاب کا اردو ترجمہ جس کے انگریزی میں ۱۶ ایڈیشن اور ترجمے دیگر زبانوں میں بھی چھپ چکے ہیں۔ دفتر حمیدیہ ایجنسی لاہور میں شائع ہونے والا ہے

Marfat.com

مؤرخانہ طبیعتوں اور کنگڈم کلفرڈ[4] Kingdom Clifford جیسے علمی دماغوں نے بھی تابعین اسلام کی حمایت کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ پایا۔ کتاب "مذہب علم کے مقابلہ" میں ہم بار بار یہی پڑھتے ہیں کہ ترقی و تنزل کے باہمی جنگ و جدل میں سلطانوں کی تلواریں ہمیشہ سابق الذکر کی تائید میں میان سے نکالی گئی ہیں۔ اور وہی مشہور عالم حکیم اپنے عمدہ مضامین میں سے ایک نہایت ہی بڑھے چڑھے ہوئے مضمون میں تصدیق کرتا ہے کہ زمانہ وسطی کی شدت کی تاریکی میں صداقت اور نورانیت پھر[5] مسلمانوں ہی کی تلوار کی دھار سے یورپ میں چمکی۔

مگر آجکل کے لوگ کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ تو بہت ہی قدیم زمانے میں واقع ہوا تھا۔ بہر حال فی زمانہ "مرد بیمار"[6] مر رہا ہے۔ وہ حیرت زا نورانی ہالہ جو کبھی خلیفہ کی مرصع دستار کے گرد بڑی آب و تاب سے چمکتا تھا۔ اب صرف ایک جھپکی سی بے نور روشنی دیتا ہے۔ وہ ہاتھ جو اسلام کا جھنڈا پکڑے ہوئے ہے حسب اقتضائے عمر کزور ہو گیا ہے۔ اب مغرب کی وضع اس کسی زمانے میں عظیم الشان رہنے ہوئی سلطنت کے ساتھ جس کے نام کے تذکرہ پر مدبران مغرب کے رنگ فق ہو جاتے تھے۔ اور اوس کے سپاہی اپنے اسلحہ کو دیکھنے لگ جاتے تھے۔

---

[4] آرتھر کلفرڈ ۱۸۴۵ء میں پیدا ہوا۔ اور ۱۸۷۹ء میں مرا۔

[5] جب یورپ جہالت کے قعر عمیق و تاریک میں ڈوبا ہوا تھا۔ تو ترک اُس زمانے میں ترقی و تہذیب و تمدن کے مدارج اعلیٰ کو حاصل کر چکے ہوئے تھے۔ انسائیکلوپیڈیا یعنی قاموس العلم سب سے اول ترکی زبان ہی میں سولھویں صدی میں تحریر ہوا۔ اُس وقت ترکی علم ادب کل یورپ میں نہایت ہی بڑھا ہوا تھا۔ اور چلپی آفندی ہی کی تصنیفات سے ڈالامبرٹ Dalembert کو انسائیکلوپیڈیا کا خیال پیدا ہوا۔ کنسرٹ یعنی سرنائی اور فوجی شفاخانوں کا انتظام پہلے پہل ترکوں نے ہی کیا۔ فوجی باجا کل یورپ نے ترکوں ہی سے سیکھا۔ توپخانہ کو بدرجہ کمال اونہوں نے ہی پہونچایا۔ فوج پیدل صرف اونہوں نے ہی کل دنیا میں سب سے پہلے قائم کی۔ انجینئرنگ میں کل زمانے پر ایسی فوقیت رکھتے تھے کہ اوس وقت کی عمارات اور قلعہ بندیوں کو دیکھکر آجکل کے انجینئر دنگ رہ جاتے ہیں۔ اشاعت تعلیم و ترقی صنعت و حرفت اور آزادی تجارت میں تو جو کچھ اُنہوں نے کر دکھایا تھا۔ اب تک بھی دوسرے ملکوں کو نصیب نہیں ہوا۔ مفصل کیفیت کیلئے دیکھو تاریخ روم مصنفہ ایڈورڈ گبن صاحب صفحہ ۹۹۔ و ذکر سلطان محمد ثانی الفاتح (اسکے بعد دیکھو ضمیمہ اول آخر کتاب میں) و تاریخ خاندان عثمانیہ۔

[6] ۱۸۵۳ء میں جنگ کریمیا سے کچھ عرصہ پہلے زار نکلس (زار حال کے پردادا) نے سر ہیملٹن سیمور سفیر انگلستان متعینہ دربار سینٹ پیٹرزبرگ کو اثنائے گفتگو میں کہا تھا کہ ٹرکی اب ایک مرد بیمار ہے۔ اور لازمی ہے کہ ہم اسکے مرنے سے پہلے ہی اُسکی جائداد کے حصے بخرے کر لیں۔ کیونکہ اوس کے یکلخت اور اچانک مر جانے سے کل دنیا میں ایک ابتری واقع ہو جائیگی۔

ایسی ہے کہ پاؤں اٹھائے ہوئے آخری لات مارنیکو تیار ہے جس سے وہ معہ اپنی "گٹھری بقچہ" کے آبنائے باسفرس سے پار جا پڑے گی۔

کیا ایک مرتے ہوئے شیر کو لات مارنا بخطر امر ہے؟ میں اس بات کو اونہیں کی رائے پر چھوڑتی ہوں جن کی انگلیاں اس شیر ببر کی وراثت لینی کو کھجلا رہی ہیں۔ اگرچہ میں خیال کرتی ہوں کہ وہ آخری سلطنت (یعنی روس) جس نے اس تجربے کو آزمایا تھا تسلیم کرے گی۔ کہ یہ اوسکے حق میں بہت گراں اور تباہی بخش تجربہ تھا۔ مگر میں امید کرتی ہوں کہ میرے وہ ہموطن جو ان صفحوں کے پڑھنے سے مجھے عزت بخشیں گے۔ جان جائیں گے کہ نہ تو زمانہ **نکلس کا مرد بیمار** ہے اور نہ میرا مندرجہ بالا استعارہ ہی ٹرکی حکومت واقع یوروپ کی حالت موجودہ کا درست خاکہ ہے۔

اعلیحضرت سلطان **عبدالحمید خان** ثانی کے ظل عاطفت میں ٹرکی کی حالت بجائے بیماری یا تنزل کی ہونیکے ایک بہت ہی مضبوط تندرستی اور قیام کی بیان کیجا سکتی ہے۔ یہ بیان کرنا امر واقعی سے ذرا بھی زیادہ نہیں کہ کل دنیا میں کسی اور طاقت نے گزشتہ دس سال میں بہبودی اور درستی کے رستہ میں اسقدر ترقی نہیں کی اور جبکہ ہم ان مہیب اور سخت رکاوٹوں اور تکالیف کا خیال کرتے ہیں جنکا منتظمان سلطنت کو مقابلہ کرنا پڑا۔ تو یہ امر اور بھی حیرت افزا اور قابل تعریف ثابت ہوتا ہے۔

اس مرد بیمار کے استعارے کو تھوڑی دیر کیلئے اور رہنے دیجئے جس کو انگریزی سپیکٹیٹر اور مضمون نگار ترکی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ہوجائے گی۔ اور ایک عظیم تہلکہ برپا ہوجانیکا نہایت ہی قوی اندیشہ ہے۔ اس وقت سے روم کے معاندین ومخالفین نے اسکا نام طنزاً رکھدیا ہوا تھا۔ مگر بفضل ایزد متعال وبکرم عنایت ذوالجلال مرد بیمار نہ رہا ہے اور نہ اوس کی حالت کچھ زیادہ ردی ہوئی ہے۔ بلکہ اب ہر طرح سے صحیح وسالم۔ تندرست اور چاق چوبند ہوکر اپنے دشمنوں کا قافیہ بند کرنے کو بالکل تیار ہے۔

۱۸۷۶ء میں جنگ روم و روس سے پہلے مسٹر گلیڈسٹون نے مذہبی تعصب یا کسی اور خیال سے بہت کچھ زہر اگلا تھا۔ ہرچند کہ مسٹر گلیڈسٹون پالٹیکس کے لحاظ سے لبرل یعنی آزاد خیال آدمی ہیں مگر ٹرکی کے پالٹیکس میں اونہوں نے [illegible] ہے اوس سے ظاہر ہے کہ ترکوں کی طرف سے بہت برانگیختہ ہیں۔ اسی سال ۱۸۷۶ء کے ماہ ستمبر میں اونہوں نے ایک رسالہ شایع کیا جس میں حضور تحریر فرماتے ہیں کہ "میری رائے میں ترکوں کو درست کرنیکے لئے صرف ایک ہی علاج باقی رہ گیا ہے کہ وہ اب یوروپ سے چلتے بنیں یعنی مع اپنے ضابطیوں (پولیس) مدیروں حکام ضلع یا کمشنروں بن باشیوں (صدباشی) یوزباشیوں (یکباری) قائم مقاموں اور پاشاؤں سب کے سب فرداً فرداً اور بالاجماع معہ اپنی گٹھری بقچہ لیکر آبنائے باسفورس سے پرے (یعنی ایشیا میں) جا بسیرا کریں"۔ اور اسی طرح کا بہت سا ہزیان لکھا تھا۔

معاملات کو بیان کرتے وقت سخت نفرت انگیز تکرار سے استعمال کرتے ہیں۔ ایک بیمار کی خطرناک حالت میں بروقت طلبی حکماء کی رائے تشخیص مرض میں خواہ کیسی ہی غلطی کیوں نہ ہو عموماً بہرحال نیک نیتی سے یہی کوشش ہوتی ہے۔ کہ مریض کی قوت بڑھائی جائے اور اسے صحت کی دوائی پلائی جائے۔ اور اگر قطع عضو جیسے زبردست معالجے کی بھی ضرورت پڑے تو وہ کم از کم کسی خطرناک ورم اور مہلک ورم کو دور کرنیکے لئے یا با فائدہ اعضاء کو قوت اور صحت بخشنے کی غرض سے استعمال میں لایا جاتا ہے۔ مگر ٹرکی کے بارے میں ہر ایک منصف مزاج کو اسبات کے معلوم کر لینے میں کوئی دقت نہیں کہ سفارتی طبیبوں نے ہر حال میں جب کبھی ان سے استمداد کیگئی۔ بیمار کو پہلے سے بھی بدتر اور خطرناک حالت میں چھوڑنے پر اپنی تدبیر و کوشش کو مبذول رکھا ہے۔ ہر ایک نسخہ جو عہد نامے یا پروٹوکول کی شکل میں تحریر ہوا۔ ہوش و حواس کو سلب کرنے اور مرگ سے بیشتر حالت سکتہ پیدا کرنیکے لئے تجویز ہوتا رہا۔ وہی استعارہ جاری رکھکر یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ مختلف کانفرنسیں جو باب عالی کے معاملات کی درستی کے لئے منعقد ہوتی رہی ہیں۔ اس مجمع متحدہ اطباء سے بالکل مشابہ ہیں جو ایک دولتی کے معالجے کے لئے طلب ہوں۔ مگر بجائے بیچارے بیمار کا معالجہ کرنیکے اوسکے اپنے وارثوں اور حقداروں کے لئے حصے بخرے کے انتظام میں مشغول ہو گئے ہوں۔ ان ناسور بخیہ پوش اطباء اور سرجنوں (یعنی سفرائے ممالک غیر) کی بابت جو قسطنطنیہ میں مرد بیمار کے بستر کے گرد اکٹھے ہوتے ہیں بجائے اوسکو روبہ اصلاح لانے کے اس کی خاتمہ بالخیر کرنے پر مبذول رہی ہے۔

یہ سلطان عبد الحمید ہی کا کام تھا کہ اوس نے ان مشیخت پناہ بزرگوں کی چالبازیوں کے ایما اور مکاریوں کی ادا کو اچھی طرح سے پا لیا۔ اور اونکو اپنی حضوری سے نکالکر علاج و معالجے کو اپنے لایق ہاتھوں میں لے لیا جس سے مدبران یورپ کچھ عرصہ رنجش اور بدگمانی پیدا ہوگئی۔ مگر اوسنے اپنی عیسائی اور مسلمان کل رعایا کو بیچا وفادار بنا لیا اور اونکا پورا اعتماد حاصل کر لیا۔

ان علاج معالجوں کو جو آجتک کامیابی کے ساتھ استعمال میں لائے جا رہے ہیں مفصل بیان کرنے سے پہلے اس شخص کے کیریکٹر اور اخلاق پر کہ جس کے دماغ میں وہ پیدا ہوئے ہیں۔ اور نیز ان واقعات پر کہ جو اس کے اس عظیم الشان اور بڑی ذمہ داری کے رتبے اور درجے کو حاصل کرنیکی باعث ہوئے ہیں اور ان مصیبتوں اور مشکلوں کی لسٹ پر کہ جن کے مقابلہ اور بیخکنی کرنیکو وہ کمر ہمت باندھے ہوئے ہے۔ غور کرنا ضروری ہے۔

۱۸۷۶ء ہی جس کے ماہ اگست میں سلطان عبد الحمید اپنے آباؤ اجداد کے تخت پر جلوہ افروز ہوئے ان تعجب خیز واقعات سے خالی نہ رہا جن سے کہ ٹرکی کی تواریخ جلیا کئیں اور جو بیان کر آئی ہوں ہمیشہ سے معمور رہی ہے۔

۱۳ جون سنہ مذکورہ کی صبح کو باسفرس کے کنارے پر جب کہ اوس کے جہاز عیسائی تیوہار وٹسن ٹائیڈ Whitsuntide کی خوشی میں پھریروں اور جھنڈیوں سے خوب آراستہ تھے۔ ایک محل میں ایک ایسا دردانگیز اور رقت خیز سانحہ واقع ہوا کہ اوسکی نظیر شاہان معزول کی تواریخ میں بہت کم ملیگی۔

آئینے کے سامنے بظاہر اپنی حجامت میں مشغول ایک آدمی کھڑا ہے جسکا غمگین اور اداس چہرہ زندگی سے بیزاری ظاہر کر رہا ہے گاہ بگاہ اوسکی نظر آئینے سے ہٹ کر اوس دریچے پر جا پڑتی ہے جس میں سے وہ ممالک غیر کے جہازوں کی دلفریب آراستگی اور چھوٹی چھوٹی کشتیوں کا بڑی بڑی لنگر انداز جہازوں کے بیچ میں ادھر ادھر لہراتے پھرنا۔ اور دوسری طرف کے ساحل کی رونق بہ حسرت نگاہ کو دیکھ سکتا ہے۔ دفعتاً ایک دروازے سے جو اس کے داہنی ہاتھ پر ہے ایک ذرا سی آواز اوسکی توجہ کو ادھر سے ہٹا دیتی ہے۔ وہ اپنے سر کو پھیرتا ہے اور حرم کی ایک عورت کو دیکھتا ہے جو سہمی ہوئی آنکھوں سے آمد و رفت والے دروازے کے شیشے میں اوسکی طرف جھانک رہی ہے۔ ایک مضطربانہ انداز اور وضع سے وہ اسطرف جاتا ہے۔ اور دروازے کا قفل بند کر دیتا ہے۔ اور محافظہ غائب ہو جاتی ہے وہ پھر آئینے کے پاس آکر قینچی سے اپنی چھوٹی سی گھنی داڑھی درست کرنی شروع کرتا ہے۔ مگر بار بار اپنے شانے پر سے دروازے کی طرف دیکھتا جاتا ہے کہ اب تو کوئی اوسکی نگرانی نہیں کرتا۔ ایک گھنٹے کے بعد پھر وہی آنکھیں دروازے پر نمودار ہوتی ہیں مگر وہ شیشے کے سامنے کوئی صورت نہیں پاتیں اور اس متحیر کے مضطرب کان اندر سے کوئی آواز بھی نہیں سنتے۔ وہ عورت کو اچھی طرح دیکھنے کے لئے گردن اونچی کرتی ہے اور ایک عثمقا (پلنگ) پر جو دیوار کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ ایک ایسا نظارہ دیکھتی ہے کہ خوف کے چیختی ہوئی ساتھ کے کمرے میں اپنی سہیلیوں کے پاس دوڑ جاتی ہے۔

دوسرے لمحے میں حرم روتا اور چلاتا ہوا آہ و بیقراری تمام رہداروں کو گونجا دیتا ہے۔ اور کمرے کے دروازے کو توڑتا ہے۔ دروازہ کھل جاتا ہے اور خوف زدہ عورتیں اوس کے پاس پہنچ جاتی ہیں جو چند منٹ پہلے انکا مالک تھا۔ بایں ہیئت کذائی کہ ایک پلنگ پر لیٹا ہوا چہرہ پر مردنی چھائی ہوئی آنکھیں بند جیسے کہ خواب ناز میں ہو۔ ایک ہاتھ ننگا اوسکی ایک طرف لٹکتا ہوا۔ مٹھی بند ہے جو چند گھنٹے پیشتر اوسکی جان و ایمان کا مالک تھا۔ اوسکی انگلی ابھی وہ قینچی پکڑے ہوئے ہے کہ جس سے وہ اپنی داڑھی تراش رہا تھا چند [illegible] پر پڑی رہا۔ مگر دوڑا خون اس سے چھپا جاتی ہے اونکے ہاتھ پیر ٹھنڈے ہوگئے ہیں۔ پلنگ کی چادر خون سے تر ہے تاہم جسم پر کوئی نشان جبر و تعدی کا نہیں پایا جاتا۔ ان روتی چیختی پریشان عورتوں میں ایک عورت ایسی ہے جو بہت خاموش بھی ہے جو سب سے ضعیف ہے۔ اور جو قانون قدرت کے مطابق آخر اس سے پہلے چل رہی ہے۔ یہ سلطان کی بڑھیا ماں ہے۔ وہ ایک جاہلانہ وضع سے رنج کے ساتھ ہاتھ کو اٹھا کر پیش کر رہا ہے کہ کوئی شخص چاہے وہ بیرا نہیں کر سکتا ہے کہ کبھی

سے نکالتی ہے جب وہ اپنے فرزند کی موت کا باعث معلوم کرتی ہے۔ دوسرے بازو پر جو جھکے ہوئے جسم سے چھپا ہوا تھا۔ ایک چھوٹا سا سوراخ قینچی سے بنا ہوا ہے۔ اور کہنی کے اندر کی طرف میں جگہ ہے جہاں شریان کی سطح پر ابھری ہوتی ہے اس قدرے سوراخ کے رستے سے اوسکی بیزار روح پرواز کر گئی ہے۔

تب محل کے خواجہ سرائے طلب کیئے جاتے ہیں۔ اور تھوڑی دیر کے بعد معزول سلطان عبد العزیز کا جسم فانی ایک دود آلود غیر مستعمل پست کمرے میں ایک موٹے کمبل پر ایک ہی سپاہی کے پہرے میں پڑا ہے۔ وہ آج وہ شخص ایک ہفتہ پہلے دنیا کی ایک عظیم الشان اور ساول وجہ کی سلطنت کا خودمختار حاکم اور مذہب اسلام کا سرتاج اور صدر اعلیٰ تھا جس کے جیب میں مشرق کی کنجیاں تھیں۔ اور جس کے اشارے پر دس لاکھ دلیران جنگ آزما مغربی دنیا کی حدود پر خوفناک اور مہیب تباہی ڈال سکتے تھے آج وہ ایسی کس مپرسی حالت میں پڑا ہے۔

اس روز کل دنیا میں ہر ایک تار اور بحری تار برقی اس خوفناک حادثے کی کہانی سنا رہی تھی کوچہ و بازار میں ہر کہ ومہ کے لب پر لفظ مقتول تھا۔ بلکہ اخبار ٹائمز مستند نے بھی کہ جس نے چند مدت پہلے اپنے ناظرین کو مژدہ سنایا تھا۔ کہ اب روم کا سلطان بغیر کسی فساد ہونے یا کوئی ناجائز طریقہ عمل میں لانے کے معزول کیا جا سکتا ہے کسی قسم کی تصدیق کرنے کے بغیر ہی عام رائے سے تطابق اور توافق کیا تھا۔

بعض اوقات سرسری رائے بہ نسبت ان فیصلوں کے جو نامکمل اور غریبانہ شہادت پر قائم کیئے جاویں۔ زیادہ تر درست ہوتی ہے چنانچہ سر فریڈرک بیچا حقیقت کے معاملات باسفورس پوری کی گاڑی لکھا ہے یا جو اس وقت قسطنطنیہ میں موجود تھا جب کہ آخر کار باغیوں کا مقدمہ ہوا اور گمان جاویگا۔ کہ بہرحال اس معاملے میں پرنٹنگ ہوس سکوئر . Printing House Square یعنی کارخانہ ٹائمز کی فوری رائے بیشک درست تھی اور عام مشتہر کردہ افسانہ یا کہانی قابل اصلاح ہے۔

اس مسئلہ خودکشی یا قتل کو میں یہاں کبھی اتنی جگہ نہ دیتی۔ اگر مسٹر ہنری ایلیٹ روم کے فرمانروائے حال پر اعتراض کرنے اور الزام لگانے کی تازہ کوشش سے ملک کی توجہ کو اس بحث کی طرف مبذول نہ کرتا۔

اپنے دوست مدحت پاشا کے کیرکٹر کو اجلا ثابت کرنے کے تردد نے سفیر سابق کو اس بات پر مجبور کر دیا کہ وہ انگریزی قوم کو واقعات الٹ پلٹ کر سنائے۔ ذاتی شاہدی کو وہ اپنی داستان میں اتنے تکرار سے بیان کرتا ہے۔ کہ گو میری ناظرین اس بحث سے اکتا جاویں تاہم میں اس واردات کو بالکم و کاست جس طرح مجھے معلوم ہے بیان کرونگی۔ اور اس شہادت کا لب لباب بیان کر کے جس پر ایک باقاعدہ عدالت کی رو سے باغی مجرم گردانے گئے تھے یہ بات ناظرین پر چھوڑ دونگی کہ وہ فریقین کے بیانات کو جانچ کر اپنی رائے خود قائم کر لیں اگر

میں اچھی طرح سے جانتی ہوں کہ میرا بیان ان اشخاص کی رائے پر کچھ اثر نہ رکھیگا جو پالٹیکس علم نظام سلطنت کے ان نئے خیالات سے روشنی لیتے ہیں۔ کہ "وہ لوگ جو بہرحال بحیثیت عہدہ یا موقعہ اطلاعیابی کے کل واقعات کی کیفیت سے بیخبر ہوں۔ اکثر ان لوگوں کی نسبت جو موقع واردات پر موجود ہوں زیادہ درست نتیجہ نکال لیتے ہیں جیسا کہ برمنگھم کا ایک شہری کونسل انتظام ہند کے کسی مسئلہ کے حل کرنیمیں بہ نسبت اُس عہدہ دار کے جسنے اپنی عمر کا بہت بڑا حصہ ہندوستانی ملازمت میں خرچ کیا ہو زیادہ قابلیت رکھتا ہے"

مگر میں اسبارے میں شک کرنیکی جرأت کرتی ہوں (اگر مسٹر گلیڈسٹون اجازت دیں) کہ کیا میرے ہموطنوں کا بہت سا حصہ اس نیشن ایبل مغالطے کی تقلید کرنیکے لائق ہو گیا ہے ہر گز نہیں) اور اسی لئے میں یہ بیان کرنا مناسب خیال کرتی ہوں۔ کہ باوجودیکہ میں نے اپنی زندگی کے گزشتہ دس سالوں کا بہت بڑا حصہ مشرق میں صرف کیا ہے۔ اور ایسے اکثر اشخاص سے رشتہ اتحاد و مودت رکھتی ہوں جنکے ہاتھوں میں سلطنت عثمانیہ کا انتظام ہے تاہم میں آجتک کسی ایک سے نہیں ملی جسنے سلطان عبدالعزیز کے قتل ہونے میں اسا بھی شبہ ہو تھوڑا ہی عرصہ گزرا ہوگا دیکی ایک بیوہ نے جو ایک ایڈیریا نوپل کے ایک ممتاز عہدہ دار کی بیوی تھی اثنائے گفتگو میں جب اس حادثے پر بحث چھڑی۔ بیان کیا کہ اس تمام جھگڑے اور بحث سے کیا فائدہ ہم سب اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ وہ (عبدالعزیز) قتل کیا گیا تھا۔

سلطان عبدالعزیز کی زندگی کے آخری گھنٹوں میں جو کچھ اس کمرے میں حقیقت واقع ہوا ہمیشہ کے لئے ایک بحث طلب امر رہے گا۔ اسقدر متضاد شہادتوں کے وقوع کے باعث امر واقعی معلوم کرنیکے لئے نتائج پر نظر کرنے کی بجائے اسباب و اغراض پر غور کرنا چاہیئے۔ اور اسی طریقے کو مسٹر ہنری اسٹ نے باوجود ان اطباء کے سارٹیفکٹ کے ذکر کرنیکے جنہوں نے سلطان کے مردہ جسم کا معاینہ کیا تھا پسند کیا ہے کیونکہ اس نے مقتول کے پاگل ہونے اور اس کے قتل کئے جانے کی کسی طرح کی غرض نہ موجود ہونے کے ثابت کرنیمیں بڑی بیقراری اور اضطرار ظاہر کیا ہے۔

اوّل سلطان کی دلی (دماغی) کیفیت اور خودکشی کے مسئلہ در بارہ میں نظر ہی [illegible] ہنری نہایت ہی سرسری اور بیہودہ امور کیطرف جھک کر ان سے بہت ہی بیانداز اور عموماً غلط نتائج نکالنے سے نہیں جھجکا مثلاً وہ لکھتا ہے "بعض اوقات وہ (سلطان) کسی چیز پر جو سیاہ روشنائی سے تحریر کیگئی ہو نظر تک نہ ڈالتا تھا۔ اور اسلئے ہر ایک کاغذ اس کے سامنے پیش کئے جانے سے پہلے سرخ سیاہی سے نقل کیا جاتا تھا سفیر متعینہ ممالک غیر اپنے اپنے مقام پر نہ جا سکتے تھے۔ اور ان کو بہت عرصہ تک انتظار کرنا پڑتا تھا کیونکہ سندات و مراسلونکو بجانب شاہان ممالک غیر سرخ سیاہی سے تحریر کرنا بیفائدہ تھا۔

اور وہ کسی ایسی سند پر دستخط نہ کرتا تھا جو سُرخ روشنائی سے تحریر نہ کیگئی ہو" اب کیا یہ بات قابلِ تسلیم ہے کہ سر ہنری ایلیٹ جو قسطنطنیہ میں عرصہ دراز تک اپنے ملک کا معتبر ایلچی رہا۔ اس امر سے ناواقف ہو کہ ترکی سفراء اور ایلچیوں کی سندات تقرری پر سلطان کبھی دستخط نہیں کرتا بلکہ وہ بابِ عالی کیطرف سے دی جاتی ہیں اور سُرخ سیاہی ہی سرکاری نوشتوں میں برتی جاتی ہے (کیونکہ سُرخی ہی شاہی خاندان بائی زینٹائن کا رنگ ہے) اور ہمیشہ سے شاہانِ مشرق اور سلطانِ اعظم اسی کا استعمال کرتے آئے ہیں اگر بادشاہوں کی ایک فہرست اپنی مناسب ہٹ تفصیلی بحث میں اونکے پاگل پنے کے ثبوت میں لیجا سکتی ہے تو بتاؤ تو سہی اس وقت یورپ کے تاجداروں میں سے کتنے ایک پاگلخانوں کی دیواروں سے باہر رہیں گے؟

سلطان کی مفروضہ مایوسی کے بارے میں جو لکھا گیا ہے اُس وہم کی ہونکی ذرا سی وجہ بھی نہیں پائی جاتی تقدیر کے مسئلہ کو جو ہر ایک ترک کے کیرکٹر میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ اور جس کی باعث وہ تکالیف اور مصائب کے پیش آنے پر پکا رہتا ہے "قسمت" اور فلسفیانہ سنجیدگی کے ساتھ آنے والے امور کا منتظر رہتا ہے اگرچہ خود سلطان اپنے سے پہلے بادشاہوں کی تواریخ اور قسطنطنیہ میں معاملات کی اصلی کیفیت سے معلوم نہ تھا۔ وہ بخوبی جانتا تھا کہ عثمانی سلطنت کی تواریخ میں یہ امر نادر نہیں کہ اگر کوئی بادشاہ آج امورِ سلطنت کے کسی نخیرے معزول کیا گیا ہے۔ بعد ازاں یا تو وہ دوبارہ تخت پر بٹھلایا گیا۔ یا اوسے اپنی بقیہ زندگی باشان و شوکت تنہائی میں گذرانے کی اجازت ملگئی مصطفیٰ اوّل ابراہیم اول محمد چہارم مصطفیٰ ثانی اور سلیم ثانی کی تواریخ کو جانتے ہوئے تاریخانہ گزشتہ واقعات مایوسی کی سرگوشیوں کے اوس پر غالب آجانے کے برخلاف تھے۔ نہ ہی پولٹیکل حالت اُس وقت کوئی ایسی بڑی مایوسی دہ تھی۔ اگرچہ جوان ٹرکی ایک اچانک حکمت عملی (چالبازی) سے غالب آگئی تھی۔ تاہم عبد العزیز خوب جانتا تھا کہ قدیم ٹرکی کیطرح ابھی بالکل ہی مر نہیں گئی۔ اور نیز یہ کہ بانیہ اوسکی اغراض و مقاصد کی روسی سفارت بڑے زور سے معاون ہے۔ اوس پر یاور کرنے کی بھی اوس کے پاس کافی وجہ تھی۔ کہ سپاہ کا بہت بڑا حصہ اوسکا دلی خیر خواہ ہے جن کی بہتری اور اصلاح کا وہ ہر وقت نگران خواہاں رہا تھا۔ ان دلایل پر یہ اور زیادہ کریہ کہ اوسے مراد کی صحت کا حال پورے طور معلوم تھا۔ اور باین وجوہ وہ جانتا تھا کہ اوسکی معزولی کوئی ہفتوں ہی کی بات ہے۔ اور یہ امر بھی اور ہر ایک شخص کو جو اُس وقت اسلامبول میں تھا۔ بخوبی واضح ہے کہ خودکشی کی اسباب و اغراض بالکل مفقود تھے۔ میں یہ بھی بتا دینا چاہتی ہوں کہ اسلام میں مذہب عیسوی کی طرح خودکشی ممنوع ہے۔ اور سلطان اپنے احکامِ شرعی کا سخت پابند تھا۔

ہاں البتہ وہ سبب تھے جو عبد العزیز کو اپنا وقت نگاہ رکھنے اور خاموش رہنے پر آمادہ کرتے۔ اوس کے

لصنیئے خیالات کے شیدا۔

Marfat.com

مخالفین کے لئے اسباب کی بھی کافی وجوہ تھے۔ کہ اوسے پولیٹیکل دورہ گردی کے دائرے سے دور کر دیا جاوے۔ وہ روسی سفارت وعیاری diplomacy کے انتھک استقلال اور اس امر کو کہ جبتک مادۂ سازش موجود ہے سازش رفع نہ ہوگی بخوبی جانتے تھے۔ اونہیں معلوم تھا کہ نئے سلطان کی صحت کا راز مدت تک مخفی نہیں رہ سکتا۔ وہ سپاہ کے بغاوت کر دینے سے ڈرتے تھے جسکا بہت سا حصہ (جیسا کہ بیان ہوا) اپنے قدیم آقا سے دلی الفت رکھتا تھا انکو معلوم تھا کہ دورہ گردی کی پالیسی کا اُدھر جانا کامیاب سازشیوں کے لئے صرف پولیٹیکل تباہی کا ہی باعث نہیں ہوتا۔ بلکہ جلاوطنی اور سُولی کا بھی۔ اور تاریخ ہمیں کھلاتی ہے کہ وہ اشخاص جو انقلاب سلطنت کے قضیئے کے صغری وکبری کو قبول کر لیتے ہیں۔ اس کے نتیجے پر کاربند ہونے سے کم جھجکتے ہیں۔

نفس الامری یعنے بادی النظری شہادتوں کے لئے اسی قدر کافی ہے۔ اب اس انقلاب کے کرنے والوں کے مقدمہ کیطرف رجوع کرنے سے پیشتر میں ایک دو لفظ سر ہنری ایلیٹ کے مضمون پر لکھتی ہوں جس کی ہی وجہ سے صرف میں اس واقع کو بطور کہانی کے لکھنے کی بجائے دلیل کی طرز میں تحریر کرنے پر مجبور ہوئی۔

جب کوئی مصنف پبلک کے سامنے گزشتہ دس سال کے واقعات کی داستان لیکر آوے جس میں اوس نے ایسے زندہ اشخاص پر جو بہ حیثیت اپنے منصب کے اوس کے ساتھ بحث کرنے یا اوسکی تردید میں شہادت پیش کرنے سے معذور رہوں سخت ناقابل برداشت حملے کئے ہوں۔ اور تہمتیں باندھی ہوں۔ تو نا ظرین کو جن کو اوس نے مخاطب کیا ہو۔ اُسکی ذاتی سچائی اور معتبری کا امتحان کرنا پڑتا ہے۔ اور اسکا دریافت حال کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اور اگر یہ ثابت ہو جاوے کہ اوس نے وہ واقعات چھوڑ دیئے ہیں جو اُس کے پیش شہادت کے برخلاف تھے۔ تو اس سے واضح ہو جاویگا۔ کہ اوس نے اس کتاب کو کم از کم اگر بڑی رعایت کیجائے تو ایک طرفداری کی پُرجوش حالت میں لکھا ہے۔ اور اگر یہ بھی ثابت ہو جاوے کہ اوس نے واقعات کی تفصیل بیان کرنے میں عمداً غلطی کی ہے۔ تو ہر ایک منصف مزاج کو اس کے اصلی اور بڑے مقولوں اور مسائل سے اگر کمال اعتباری نہ سہی۔ تو پوری بدگمانی تو ضرور ہو جائے گی خلاصتاً اور عمایتاً یہ کہا جائیگا۔ کہ وہ ایک غیر معتبر یا بے وزن شہادت ہے۔ اور یہ دونوں باتیں سر ہنری ایلیٹ کے بارے میں [illegible] ہیں جسکا مضمون مورخانہ طور پر واقعات بتلانے کو نہیں ہے بلکہ ایک ایسے کسی مقدمے کو از کجا ثابت کرنا اور تقویت دینے کے لئے ایک وکیل کی سی تقریر جانی ہوتی ہے۔

صرف سپاہی کے بڑے مسئلے میں ابھی بیان کر چکی ہوں کہ سر ہنری اپنے مقدمہ کو تقویت دینے کیلئے ایسے امور کو بھی جنکی اصلی کیفیت بالکل دوسری طرز پر ہے کیا جلد شہادت میں شامل کر لیتا ہے۔

Marfat.com

لیکن اس قسم کی ایک اور بھی بہت بڑی نظیر اس مضمون کے اس حصہ میں موجود ہے جس میں نوجوان سرکیشین افسر چرکس حسن پاشا کا حسین عونی پاشا کو مجلس شوریٰ میں قتل کرنے کا ذکر ہے۔ حسین عونی اور فوج کا جو متوفی سلطان کے مرنے کے وقت اس کے محل کی محافظ تھی افسر تھا۔ اس رات کو محل کا پرانا گارڈ ہٹایا جا کر نئی رجمنٹ مقرر کی گئی تھی جس سے عبدالعزیز کا کوئی ذاتی تعلق نہ تھا۔ اور جیسا کہ آخر کار تفتیش مقدمہ میں ظاہر ہوا سلطان عبدالعزیز کی جان لینے کی تجویزوں کو پورا کرنے میں باغیوں کا بڑا بھاری آلہ یہی تھا۔ سلطان کے مرنے کے دس دن بعد جبکہ حسین مجلس مذکور میں موجود تھا چرکس نے ایوان شوریٰ میں داخل ہو کر اسکو جس طرح بیٹھا ہوا تھا ویسے ہی گولی سے مار دیا پھر اوسکے ساتھی حاشی رشید پاشا کو قتل کیا۔ اور وزیر صنیعہ بحریہ کو علاوہ ان بہتوں کے قتل و مجروح کرنیکے جنہوں نے اسے پکڑنا چاہا زخمی کیا۔ آنریبل سر ہنری ایلیٹ نے اس کہانی کو بڑی تشریح سے۔ اور میں مانتی ہوں بڑی ہنرمندی لیاقت اور جانبازی سے لکھا ہے۔ اس افسانہ نویسی میں مشق کرنی چاہیئے مشہور ناول نویس ہو جائیگا وہ یہ صریحاً ظاہر کرتا ہے کہ میں اس وقت کے تمام واقعات سے بخوبی واقف ہوں اور میری قوی حافظہ کی یادداشت میں وہ اب تک برابر تازہ ہیں۔ وہ اس ماجرائے قتل کے اضافہ نما بیان آخیر پر لکھتا ہے کہ۔ سوائے اس ذاتی کاوش کے جو چرکس کو وزیر جنگ سے تھی کسی اور پولیٹکل خیال نے اسے برانگیختہ نہ کیا تھا۔ اب غور کرو کہ سر ہنری یہ بتلانے سے معذور رہا کہ اگر چرکس کی ذاتی کاوش صرف حسین عونی کے ساتھ تھی۔ تو اس نے بڑی ثابت قدمی اور استقلال سے عمداً وزیر صنیعہ خارجیہ کو کیوں قتل کیا۔ اور وزیر صنیعہ بحریہ کی جان لینے کے درپے کس لئے ہوا مگر میں اپنے ناظرین کو خاصکر اس امر کیطرف متوجہ کرتی ہوں کہ وہ یہ بیان کر جانا بالکل چھوڑ جاتا ہے کہ عبدالعزیز چرکس کا بہنوئی تھا۔ اب خیال کرنا سر ہنری کی صریح ہتک ہوگی۔ کہ وہ اس تنبیہ بخش حسرت افزا وقوعہ کے دیگر سب جزو و کل حال سے تو آگاہ ہو لیکن نوجوان سرکیشین اور سلطان کے اس رشتۂ قرابت سے نا بلد ہو۔ اس لئے باوجود جاننے کے رجیسا کہ وہ اس سے بہرحال واقف تھا۔ اور اچھی طرح اوسکا کچھ چھپا نہیں کیا علاقہ تھا کیا وہ یہ نہ تھا کہ اس ہی چرکس کے وزیر پر حملہ کرنیکی اصلی غرض جو پہلے پوشیدہ تھی ظاہر ہوتی ہے یعنی اپنے مقتول رشتہ دار کا عوض لینا۔

سر ہنری ایلیٹ نے شہادت کی قدر و منزلت کا ایسا اندازہ لگایا ہے جس سے ایک مُقنّن کے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس بات کی تائید میں کہ حسین عونی کو قتل کرنے میں چرکس حسن کی کوئی خاص غرض نہیں تھی۔ بلکہ وہ ایک ہندوستانی خونی کی مانند، اپنے آپکو بھنگ ۹ سے بالکل مدہوش کئے ہوئے تھا

۹ ۔ چرس یا ادنیٰ درجہ وغیرہ جو جزائر ہند میں یہ عام واقع ہوتا ہے کہ کوئی شخص اپنی جان سے بیزار ہو جاتا ہے باقی اگلے صفحہ پر

وہ نہیں بتلاتا ہے کہ حیرکس حسن نے پہلے وزیر کو اوس کے مکان پر تلاش کیا۔ اور اوسکو وہاں نہ پاکر مجلس شوریٰ میں اوس کے پیچھے آیا۔ بالتحقیق شہادت کے اِس حصے کا کل وزن پاگل خونی کی کیفیت کے ثابت کرنیکے بالکل متضاد ہے۔ سر ہنری اپنی طرفداری کے جوش میں بالکل کھلم کھلا ہے (یعنے وہ اوسے چھپانا تک نہیں چاہتا)۔

اس کے حافظے کی کوتاہی کا ایک اور بڑا ظاہر و باہر ثبوت تاریخوں کے اندراج کے بارے میں ہے وہ کہتا ہے کہ کانسٹی ٹیوشن کا اشتہار ۵ ٫ جون کو ہوا۔ مگر اسکی وجہ معلوم کرنا احاطہ عقل سے خارج ہے۔ کیونکہ وہ خود اُس کانفرنس کا جو بماہ دسمبر ۱۸۷۶ء قسطنطنیہ میں منعقد ہوئی ممبر تھا۔ اور جس کی پہلی نشست میں اُس ایک ایک توپ کی سلامی سے ہلچل پڑ گئی تھی۔ جو نئی کانسٹی ٹیوشن کی یادگار میں سر کی گئی تھی۔ اگر اوسکو توپوں کی شلک بھول گئی ہے۔ تو کیا اوسے مدحت پاشا کے معاونین کی وہ چیزیں اور خوشامدی ستائشیں بھول گئی ہیں یا جو کانفرنس کو ناکامیاب کرنے میں اوسکی مفروضہ کوششوں کے صلہ میں اوسے دی گئی تھیں۔

اب کچھ تھوڑا سا بیان اُس تحقیقات کا جسکو سر ہنری الیٹ نقلی تحقیقات کے نام سے پکارتا ہے) جسمیں قاتلانِ عبدالعزیز اپنے کیفر کردار کو پہونچے سنئیے۔ ہاں البتہ یہ خیال کرنا شاید حب الوطنی ہو کہ وہ کل تحقیقاتیں جو اولڈ بیلی[1] Pall Mall کی حدود سے باہر کی جاتی ہیں۔ انصاف کی صرف جھوٹی نقلیں ہیں اور وہ کل جج۔ جن کو انگلستان کے وزیر اعظم نے مقرر نہ کیا ہو۔ صرف ظلم پرست اور ستم کے غلام ہیں۔ لیکن باسوائے اِس کے کہ یہ انگریزی وہم ہمیشہ کیلئے درست مانا جاوے نقلی ہونیکی صفت اوس عدالت پر جسنے ۲۷ ٫ جون ۱۸۸۱ء کو قسطنطنیہ میں نشست کی تھی عاید نہیں ہو سکتی۔ بلکہ معمولی عدالتیں ان الزامات کی تحقیقات کی جوابدہی کے لئے جو اون پر لگائے گئے تھے پیش کئے گئے۔ اِس تحقیقات میں ہر فرد بشر کو بار عام تھا۔ اور عدالت کا پریسیڈنٹ ایک عیسائی تھا۔ اور کارروائی عدالت کیوقت کل سفرای دول خارجیہ کے وکیل اور نائب موجود ہوتے تھے۔ سب کچھ معمولی قانون کی مطابق کیا گیا۔ اور کوئی قانون جبریہ قیدیں سہولیت پیدا کرنیکے واسطے پہلے ہی سے نہ پاس کیا گیا تھا۔ جیسا کہ مہذب ممالک اور حکومتوں میں عموماً ہوتا ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ (۲) تلوار یا کوئی اور ہتھیار لیکر بے تحاشا شارع عام میں دوڑتا پھرتا ہے۔ اور جو سامنے نظر پڑے اوسی کا کام تمام کر دیتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ خود مقتول یا سخت مجروح نہ ہو جائے۔ کہ طاقت حرکت بھی سلب ہو جاوے۔

[a] ہنری صاحب کو ذرا علم طب سے واقفیت حاصل کرنا چاہیئے۔ عام مسئلہ ہے کہ بنگ کے نشے سے متہور بھی پہلے سے کا ڈرپوک ہو جاتا ہے۔ اور دوسرے کو قتل کرنا تو بجائے خود وہ اپنے سایہ سے ڈرا کانپتا ہے۔

[1] لندن کا ایک محلہ جہاں عدالتیں کھلتی ہیں۔

فرد جرم بہت لمبی تھی جس کے پڑھنے میں اڑھائی گھنٹے صرف ہوئے۔ اسمیں سب سے بڑھ کر مطلب خیز فقرہ وہ تھا جسمیں یہ بیان کیا گیا کہ سلطان مراد کی معزولی کے بعد سلطان **عبدالحمید** کی تخت نشینی پر محل سلطانی کے اخراجات کو کم کر دیئے جانیکا فیصلہ ہوا۔ اور اس غرض کے لئے کل عہدوں اور ملازمتوں کی پڑتال کیگئی۔ اس کے دوران میں معلوم ہوا کہ تین شخص جو نہایت ہی ادنی کاموں پر مامور ہیں ایک ایک سو پونڈ (پندرہ سو روپے) ماہوار تنخواہ پاتے ہیں عند التحقیقات ظاہر ہوا کہ یہ تنخواہیں اونکو معاوضہ ان خدمات کی جو اونہوں نے سلطان عبدالعزیز کے قتل کرنے میں کیں ملتی ہیں قصہ کوتاہ اونہوں نے اقبال کیا کہ ہم تینوں سے نوری پاشا نے حلف رازداری لیا تھا جو کونسل وزرا کا جو ارادہ سلطانی کے رو سے مقرر کیگئی تھی۔ اور جسکے حکم اور اجازت بغیر کچھ نہ ہو سکتا تھا) بمنزلہ ایک رکن وزراء کے تھا عبدالعزیز کو قتل کر دینے کی علاوہ کونسل وزرا نے باقی کل شہزادگان کو بھی مار ڈالنے کی ٹھان لی تھی چنانچہ اسی غرض کے لئے نا سپاتی کوشک میں مدعو کیا گیا تھا مگر اس سازش کی قدرے فاش ہو جانے پر شہزادگان نے دعوت قبول نہ کی تھی۔

پہلی شہادت مصطفٰے پہلوان کی تھی جس نے بیان کیا کہ "مجھے محمد جلال نے بلا کر اقرار کیا کہ وہ مجکو اور دو شخصوں کو ایک ایک سو پونڈ ماہوار دیگا اگر ہم عبدالعزیز کو اس چاقو سے جو محمد جلال ہمیں دیگا رگ کھولکر ہلاک کر دیں پھر نوری پاشا نے اس وعدے اور ان ہدایات کی تصدیق کی۔ اور ہم سے حلف رازداری لیا۔ اور ہم میں سے ہر ایک کو علاوہ سو پونڈ ماہوار کے تیس تیس پونڈ یکمشت بطور انعام کے ملے۔ گارڈ روم میں ایک رات بسر کرنیکے بعد ہمکو افسران نجیب بے و علی بے نے متوفی سلطان کے محل سکونت میں داخل کیا جرم کا ارتکاب فہری بے کے عین زیر نظر مطابق اس کی ہدایات کے ہوا جس نے سلطان کو شانوں سے پکڑ رکھا۔ اور جلال و آغا لاتوں کو قابو کئے رہے میں نے خود دونوں بازوئں کی رگوں کو کاٹا۔ اور نجیب و علی کمرے کے دروازے پر نگران رہے۔ پھر لاش کو کمبل میں لپیٹ کر گارڈ روم میں لے گئے جہاں اسے ایک بوریئے پر رکھ دیا گیا۔"

سوال از جانب عدالت "کیا یہ سچ ہے کہ گارڈ روم میں لیجاتے وقت سلطان میں ابھی تک علامات زندگی پائی جاتی تھیں؟" جواب "مجھے معلوم نہیں مگر میرے خیال میں وہ بالکل مر چکا تھا محض مردہ" دوسرے گواہ حاجی محمد آغا نے مسبوق الذکر کے بیانات کی جزو کل میں تصدیق کی۔

جلکنتی مصطفٰے نے جو سلطان کے قتل کرنے میں معاون ہونیکا پہلے اقبال کر چکا تھا۔ اب اپنا اقبال واپس لیا اور اس نے تسلیم کیا کہ "میں نے یہ بیان کیا تھا کہ نوری پاشا نے مجھ سے اور میرے ساتھیوں سے حلف لیکر ہمیں سلطان کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔ مگر یہ بیان درست نہیں مجھ سے غلطی ہو گئی تھی۔ بلکہ برخلاف

Marfat.com

اِس کے فوراً ہی پاشا نے ہمکو سلطان کی بنہایت درجہ خبرداری کرنیکا حکم دیا تھا۔ اور ہمنے ویسا ہی کیا لیکن بدقسمتی سے سلطان عبد العزیز نے دوسرے ہی دن خودکشی کرلی۔"

سوال "کیا تم سلطان کے قتل میں شامل تھے؟" جواب "نہیں میں نیچے تھا۔ مگر شور سنتے ہی اوپر دوڑا گیا۔ اور اُسوقت اِس حادثہ جانکاہ کو معلوم کیا۔" سوال "مگر تم اس کے عین برعکس اقبال کر چکے ہو۔" جواب "مجھ سے غلطی ہوئی۔"

مدحت پاشا کے عدالت میں داخل ہونے پر حاضرین پر ایک حالت سی طاری ہو گئی آپ بڑی متانت سے گفتگو کی اور بار بار یادداشتوں سے حوالہ لیتا جاتا تھا۔ اونے بیجا کہا کہ مجھے پیش از تحقیقات مجرم گردانا گیا ہے مگر ساتھ ہی اس نے سلطان کی اس انصاف پسندی پر داد دی۔ کہ جلالت مآب نے میری تحقیقات علی الاعلان میں کیے جانیکا حکم دیا ہے۔ اونے کسی ایسی کونسل وزراء کے موجود ہونے سے جسکا ذکر اوپر آچکا ہے۔ اور بغیر جسکے حکم کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ بالکل لاعلمی بیان کی۔ اونے انکار کیا۔ کہ سلطان کے قتل کے لئے کوئی حکم دیا گیا تھا۔ ہاں یہ مان لیا کہ اوس سے ہر قسم کے اسلحہ لیلئے جانیکا حکم دیا گیا تھا اونے یہ بھی بیان کیا کہ "جونہی سلطان کی خودکشی کی خبر میں نے سُنی مجھے ڈر تھا۔ کہ مجھ پر شک کیا جاویگا" سوال "تم نے باضابطہ تحقیقات لاش اور دریافت وجہ مرگ کا کیوں نہ حکم دیا" جواب "اور وزیروں سے بڑھکر یہ صرف میرا ہی کام نہ تھا۔ اگر مجھ پر الزام عاید ہو سکتا ہے تو ویسا ہی دوسرے وزراء پر ہے۔"

مارتیل آفندی نے جو ان اطباء میں سے تھا جنہوں نے عبد العزیز کے جسم کا معاینہ کیا حلفاً بیان کیا کہ "میں نے اور میرے ساتھیوں نے متوفی سلطان کے صرف بازو پاؤں اور چہرے کا ملاحظہ کیا۔ کوئی تحقیقات سرکاری نہ کی گئی اور نہ ہی پوسٹ مارٹم مُردے کے اعضا کا امتحان ہوا۔

ابراہیم آفندی محل سلطانی کے ایک افسر نے جو مراد کی طرف سے عبد العزیز کے پاس پیغام لیکر گیا تھا اُس تظلم اور بدسلوکیوں کی شہادت دی جو علی بے کے ہاتھوں سے عبد العزیز برداشت کر رہا تھا۔ اوسنے بیان کیا کہ طعام چاشت تک بھی کونسل وزراء کی اجازت کے بغیر معزول سلطان کو نہ ملتا تھا" اور حلفاً کہا کہ قتل کے تینوں مرتکب کونسل وزراء سے خفیہ طور پر ملے تھے۔

میجر احمد آفندی اور جرنل عثمان پاشا نے قسم اوٹھائی کہ تاریخ قتل کی ماقبل رات کو علی بے سلطان کے محل سکونت میں تھا۔

اِس مقدمے میں نہایت ہی نمایاں امر شاید ملزمان کے وکلاء کی تقریریں تھیں رفیع آفندی مصطفے پہلوان کے وکیل نے تو آخر میں خودکشی کی بحث ہی کو الگ رکھ دیا۔ اور گو اوس نے قتل کا صاف صاف

لہ مدحت انگریزوں اور اصلاح کے طریقوں کا بڑا مداح تھا۔

Marfat.com

اقبال تو نہ کیا۔ مگر اسبات پر زور دیا کہ اگرچہ میرے موکل فعلاً مجرم ہیں لیکن قانوناً نہیں کیونکہ انہوں نے صرف احکام مصدرہ کی پابندی کی ہے۔ وہ بمنزلہ ایک شمشیر کے تھے جو کسی ظالمانہ حکم کی تعمیل کرتا ہو۔

اقبالی ملزم کے وکیل نے بیان کیا کہ اسکا موکل اقبال کر دینے کی وجہ سے گو مجرم قتل ہی ہو لیکن برات کا مستحق ہے۔ مگر وہ ساتھ ہی اسپر بھی زور دیتا تھا۔ کہ قتل وقوع میں نہیں آیا۔ اور اوس نے اپنے بچاؤ کا زیادہ انحصار اقبالی ملزموں کی شہادت کے اس امر میں خلاف ہونے پر رکھا کہ درآنحالیکہ وہ سب بیان کرتے ہیں کہ قتل بذریعہ ایک چاقو کے واقع ہوا۔ لیکن ڈاکٹروں نے کہا ہے کہ زخم قینچی کی نوک سے کئے گئے تھے۔

کوئی شخص جو بچاؤ کی ان تقریروں کو پڑھے۔ یہ جانے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ تقریریں بڑے لائق اور چالاک آدمیوں کی ہیں جو ایک بڑی زبردست شہادت کے مقابلہ میں ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں شہادت کا خاصکر بڑا زبردست حصہ اطبا کا حلفاً اظہار ہے۔ جنہوں نے قسم اوٹھا کر کہا کہ جس آدمی نے اپنے ایک ہاتھ کی ایک رگ کو کاٹ دیا ہو ہرگز دوسرے ہاتھ کی رگ نہیں کاٹ سکتا۔ کیونکہ زخمی بازو بالکل ناکارہ ہو جاتا ہے۔

تحقیقات کا سب سے دلچسپ ماجرا عدالت اور مدحت پاشا کا مباحثہ تھا۔ جسنے اپنے بچاؤ کیلئے بڑی متانت اور سلیقے سے کوشش کی۔ مگر اوسکا مفصل بیان بالضرور بہت سی جگہ لیگا۔ اس لئے میں مجبوراً اوسے چھوڑ دیتی ہوں۔ ختتام تحقیقات پر کل ملزم مجرم ثابت ہوئے۔ مگر جرم کے مختلف درجوں کے۔ جب عدالت نے اپنا فیصلہ صادر کیا۔ تو محمود کے وکیل نے پھر زور دیا کہ میرا موکل قانوناً مجرم نہیں۔ کیونکہ یہ صاف ظاہر ہے کہ وہ اپنے سے بالادست حکام کے احکام کی تعمیل کر رہا تھا۔

میں پھر اوپر کہہ آئی ہوں کہ تحقیقات ایک معمولی عدالت کے روبرو ہوئی تھی۔ گو یہ امر ایک انگریز کو اتنا قابل غور نہ معلوم ہو لیکن یہ جتا دینے سے اوسکی اور بھی قدر و منزلت بڑھ جاوے گی کہ روم کی تواریخ میں یہ پہلا ہی مرتبہ ہے کہ سنگین پولٹیکل جرایم کے ملزموں کی اس طرح عام قانون مروجہ کی پابندی کے ساتھ خاص و عام کی حاضری اور وکلاء و نامہ نگاران ممالک غیر کی موجودگی میں تحقیقات کی گئی ہو۔

اب صرف یہی بیان کرنا باقی ہے کہ یہ تحقیقات متوفی عبدالعزیز کے بیٹے یوسف عزالدین کی دلسوز الحاح و منت پر شروع کی گئی تھی جسنے اپنے آپکو سلطان عبدالحمید کے قدموں پر گرا کر اپنے باپ کے قاتلوں سے قصاص چاہا تھا۔

کچھ عرصہ ہوا ترکی وزراء نے ٹھان لی ہوئی تھی کہ سلطنت کی بڑی بڑی اغراض موجودہ پولیسی میں ایک اچانک اور فیصل کن تغیر کی مقتضی ہیں۔ ہر ایک محب وطن ترک پر یہ ظاہر تھا۔ کہ ایک خاص مہربلا تاریخ

لہ اس کی مختصر سوانحعمری کتاب محاربات پلیونا میں درج ہے ۔

Marfat.com

بڑی تیزی اور سُرعت سے سلطنت کے شورے میں بے اندازہ اور خطرناک حد تک بڑھ رہا ہے خلاصۂ مطلب روس کا دخل روم میں بہت بڑھ گیا تھا۔ اور بڑھ رہا تھا جسے روکنا ضروری تھا۔ ایک عرصہ دراز سے روم کا حکمران اصل محمود پاشا تھا لیکن اوسکو بھی ہم مشکل سے (در اصل حکمران ہونیکا) خطاب دے سکتے ہیں۔ کیونکہ اگرچہ اِس مدبر نے اپنے آقا عبدالعزیز پر پورا قابو پایا ہوا تھا۔ مگر وہ بھی اپنی جگہ میں فی الحقیقت روسی سفیر کے ہاتھ میں صرف ایک کھلونا تھا پس جو تاریں باسفرس کے کنارے کی کٹ پتلیوں کو ہلاتی تھیں وہ اصل میں سینٹ پیٹرز برگ میں کھینچی جاتی تھیں۔

لہذا محب وطن پارٹی کے متفقہ حملے کا پہلا مدعا وزیر اعظم محمود تھا جس حملہ میں ظاہرًا اونکو کامیابی حاصل ہوگئی۔ محمود اپنے عہدے سے برطرف کیا گیا۔ اور روسی سازشوں کو معاندین اب اپنے روبرو کچھ روشنی دیکھنے لگ پڑے لیکن روسی رعب و سوخ کے غلیظ اجزات جو عرصہ مدید سے جمع ہو رہے تھے۔ ایک وزیر کی موقوفی اُسے سیدھے سادھے ذریعہ سے کب ہٹ سکتے تھے۔ روسی ڈپلومیسی سفارتی چالبازی شرارتی ہی تکار اور دلیر ہیں کہ وہ ایک مزاحمت کیسے کیلخت آپڑنے کو شکست یا ناکامیابی سمجھ بیٹھے۔ وہ جہاں دلیری تکمل اور مناسب ہو وہاں تو بیدھڑک ہے لیکن جس جگہ سرنگ لگانے اور خفیہ کارروائی کرنے سے زیادہ اُمید ہو تو وہاں زمین اپنی خفیہ سازشوں کو چلانا خوب جانتی ہے۔

نیشنل پارٹی کو اپنے ملک کو نئی اُمیدیں دلانے کی علانیہ خوشی ہی تھی یہ معلوم ہوگیا۔ کہ اگرچہ محمود اپنے عہدے سے گرادیا گیا ہے۔ تاہم اوس کے رسوخ و اقتدار میں کوئی فرق واقع نہیں ہوئی۔ اب تک اُسکی آہستہ اور کم آواز سرگوشیاں سلطان کے کان تک برابر پہونچتی ہیں اور اونکو تجربے سے معلوم ہوچکا تھا کہ جو کچھ وہ آج سلطان کو صلاح دیتا ہے۔ کل یہی پٹی روس نے اُسے پڑھائی تھی پس اونہوں نے

ؔلے سلطان عبدالعزیز خان مرحوم پر جنرل اغناٹیف سفیر روس متعینہ دربار قسطنطنیہ نے بڑا قابو پالیا ہوا تھا۔ کل امور سلطنت اوسی کی صلاح و مشورے سے طے ہوتے تھے۔ اور یہ بدباطن شریرالنفس لوہر تو سلطان مرحوم اور محمود پاشا کو فضول خرچیوں اور بیجا ظلموں کی پٹی پڑھاتا تھا۔ اور سلطان مغفور کو عیش و آرام میں بسر کرنے کی ترغیب دیتا تھا۔ اور اُدھر دوسری طرف عیسائی رعایا کو برانگیختہ کرتا جس کے ہی باعث ابتدا میں بلگیریا اور ہرزیگووینا میں فساد برپا ہوئے۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ روس کا ایک عرصہ تک معاملات ٹرکی پر ایسا ہی دخل رہا ہے جیسا کہ [illegible] تاریخ سے ثابت ہے۔ اگر سوائے میدان جنگ کی لڑائی کے روس بلطائف الحیل اور بانواع و اقسام کی [illegible] ٹرکی کے پولیٹکس کو زیادہ پیچیدہ بنانے میں اپنی بہت سی عقل اور محنت صرف نہ کرتا تو ٹرکی کو موجودہ صورت تک [illegible] نقصان بھی نہ پہونچا سکا ہوتا۔ عبدالعزیز کی مفصل سرگذشت کے لئے تاریخ خاندان عثمانیہ ترجمہ ہم کی جلد دوم [illegible]

پر رائے قایم کی اور وقایع مابعد نے ثابت کر دیا کہ اونکا فیصلہ درست اور مناسب حال تھا کہ ان کے ملک کے واسطے امور سلطنت داری کی آخیر دلیل یا چارہ جوئی (یعنے بادشاہ گردی) ہی میں کچھ امید باقی ہے۔

مگر یہ دکھا دینا مسلمان مدبران ملک ہی کا کام تھا کہ وہ ایک ایسی بڑی زبردست سلطان گردی بغیر ان کشت و خون کے ہنگاموں اور ارتکاب جرایم کے کر سکتے ہیں جو ان اقوام کے درمیان جنھیں اپنے پولٹیکل انسٹی ٹیوشنوں (قوانین ملکداری) کی بیحد خوبیوں اور فضیلتوں پر استعداد ناز ہے یائی پولیسی (درجہ اعلی کی چالبازی) کے ایسے ہی کارناموں میں ہمیشہ واقع ہوتے ہیں۔

آخرکار وزرار کو لاچار ہوکر مجبوراً یہ آخری بات قایم کرنی پڑی کہ اونکا شہنشاہ ضعیف الصحت دماغی اور جسمانی قوا میں بالکل کمزور اور اب معذور ہو گیا ہے اور سپرد کرنیکے ہرگز قابل نہیں رہا اور بجائے ان جزئی چارہ جوئیوں کے کچھ زیادہ بڑھ کر کارروائی کرنی ضروری ہے کہ اونکا ملک ایک روسی صوبے کی حیثیت میں جا پڑنے سے بچایا جاوے۔ یہ چوٹ لگانی ضروری تھی۔ اور انہوں نے مستقل مزاجی سے بغیر جھجک کے وہ چوٹ لگادی معزولی کے شاید کہ گذرنے سے پانچ دن پہلے عبدالعزیز نے وہ محل چھوڑ کر جسمیں وہ فرمانروائی کی تھی۔ اُس محل میں سکونت اختیار کی جسمیں وہ مر گیا۔ اور سلطان مراد پنجم روم کا فرمانروا ہوا۔

یہ تبدیلی اس کشت و خون کی نسبت جو دوال گذرے۔ لنڈن میں بازار ٹرفالگر سکوئر کی شورشوں کو دور کرنے پر ہوا بہت ہی کم ہنگامے ہونے پر واقع ہو گئی۔ اور مابعد کی سرگذشت نے بالایضاح تمام ثابت کر دیا کہ ٹرکی اور انگلستان کی پولیٹیکل طرز حکومت کے برخلاف یا موید کتنی ہی دلایل اور براہین کیوں نہوں تاہم اول الذکر کے مدبران ملک بہ نسبت بادشاہ کو بہت ہی آسانی سے معزول کر سکتے ہیں۔ بہ نسبت اس کے کہ آخر البیان کے وزیر صرف ایک پولیٹیکل مجمعے کو ہٹا سکیں۔

وزراء کی اس امید میں سلطنت کے کل ہمدرد شامل تھے۔ کہ سلطان مراد کی تخت نشینی سے مملکت اور قومی حکمت عملی میں ایک نئی جان پڑ جاوے گی۔ مشرق مغرب شمال جنوب جہاں کہیں ہرکارے نئے سلطان کی تخت نشینی کی خبر لیکر گئے قوم نے بڑی خوشی اور خرمی سے انکی آؤ بھگت کی۔ تمام اشخاص جو ۳۰ مئی ۱۸۷۶ء کو قسطنطنیہ میں موجود تھے ساتھ شہادت دینگے کہ شہر پر سے حزن و ملال کا ایک بڑا بھاری بادل رفع ہو گیا معلوم ہوتا تھا

(۱) وزراء نے سلطان عبدالعزیز خاں مرحوم کو معزول کرنے سے پہلے شیخ الاسلام سے یہ استفتا کیا تھا۔ اول اگر امیرالمومنین میں خبط جنون اور امور ملکداری سے ناواقفیت ہو اور نیز علامات پائی جاویں اور اپنے ذاتی مصارف کو وہ اتنا بڑھا دے جسکی قوم متحمل نہ ہو سکے تو کیا وہ سلطنت کو تباہ اور مصائب میں ڈالنے کا باعث نہ ہوگا؟ دوم کیا اسے معزول کیا جاوے؟ دونوں امور میں شیخ الاسلام نے اونکی رائے سے اتفاق کیا۔

مبارکبادیوں اور اظہار وفاداری کا ایک مسلسل دریا شاہی محل کے دروازے سے بہتا رہا۔ اور منجملہ انہیں سب سے زیادہ خوش آیند مگر نہایت ہی رقت آمیز سلطان عبد العزیز کا خاص دستخطی خط تھا جسمیں اونے اپنے بھتیجے کو اپنی وفاداری اور اوسکی نئی بادشاہت کی قبولیت کا یقین دلایا۔

مگر قوم اور وزراء کی نئی امیدوں کی قسمت میں نا کامیابی لکھی ہوئی تھی۔ مراد کو تخت پر بیٹھے چند ہی گذرے تھے جو ظاہر ہو گیا کہ اوسکی صحت اس قابل نہیں کہ وہ اس نازک اور پرفتن زمانے میں کاروبار سلطنت کی اسقدر بھاری بوجھ کو برداشت کر سکے جسکا متحمل ہونا سلطنت کی صدر کیلئے لازمی ہے۔ دماغی اور جسمانی امراض کی علامات جو عرصہ کی تنہائی اور ناامنی میں پوشیدہ رہی تھیں۔ کونسل جمہیر (ایوان شوریٰ) میں شدت سے نمایاں ہوگئیں۔ وزراء پر یہ رنجدہ امر واضح ہو گیا کہ انہوں نے ابھی روس کو صرف اسی لئے شکست دی تھی کہ ایک اور مصیبت کا سامنا ہو لیکن جس مصیبت کا مقابلہ کرنا اور اسے زیر کرنا نہایت ضروری ہے۔ انہوں نے اس مشکل کا مقابلہ کیا اور اسے زیر بھی کیا یعنی جس متانت اور مستقل مزاجی سے وہ ایک معزولی کر چکے تھے ویسے ہی اب دوسری معزولی کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔

حکمران سلطان کے سقم صحت اور ناقابلیت کا کل حال جتلا کر مذہب کے پیشوا شیخ الاسلام سے استصواب کیا گیا اور اوس سے ایک اور بادشاہ گردی کی اجازت حاصل کی گئی

تب ایک ڈیپوٹیشن مراد کے چھوٹے بھائی عبد الحمید کی خدمت میں یہ درخواست لیکر حاضر ہوا کہ وہ سلطنت کی اغراض و مقاصد کی بہتری کیلئے تاج و تخت روم کو قبول فرما کر سیف عثمانی کو زیب کمر کریں جسنے تھوڑے ہی عرصے میں قومی زندگی کے بچاؤ کے جنگ و جدل میں کشیدہ ہونا تھا۔ لیکن یہاں وزراء کو ایک اور مشکل درپیش آئی۔ عبد الحمید نے اوس کسر نفسی اور حیا کے ساتھ جو مضبوط صادق اور مستقل مزاجوں میں عموماً پائے جاتے ہیں اور یہ کُل صفات اوسکی تمام پبلک لائف کی کاروائیوں میں پائی جاتی ہیں، بادشاہی کی ان وقتی ذمہ داریوں اور فرائض کے بوجھ کو قبول کرنے سے انکار کیا تاوقتیکہ حکومت کرنیمیں اوس کے بھائی کی بالکل عدم لیاقت کا قاطع ثبوت پیش کیا جاوے۔ ۳۰ سال تک وہ تنہائی میں رہا تھا۔ اور سکوت کو تخت قیصری کی جاہ و جلال اور شور و غوغا سے مبدل کرنا پسند نہیں کرتا تھا۔ ان اشخاص کو جنہوں نے پیش کئے ہوئے تاج و تخت سے انکار کیا ہے قابل وقعت ہمیشہ عزت و قدر کی نظر سے دیکھا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ جب کبھی عبد الحمید کی تمام عمر کے کاروائیوں کا اندازہ لگانے کا وقت آویگا تو اوسکی پبلک لائف کا یہ پہلا سانحہ فراموش نہ کیا جاویگا کہ وہ آدمی جو ایک مہلک تر دشمن کی سازشوں پر غالب آچکے تھے۔ ایک باحیا شرمیلے شہزادے کی تقدیرات کے کب تک بانی ہو سکتے تھے اور مذہب اور ملک کے تمام کا معاملہ دلایا گیا جو آخر کار کامیاب ہوا۔ اور ماہ اگست ۱۸۷۶ء کی آخری تاریخ ان کو عبد الحمید ثانی اپنے بزرگوں کے تخت پر

ل اس غزل کے معنی راز دا سرار تاریخ خاندان عثمانیہ جلد دوم میں بتلائے گئے ہیں۔

Marfat.com

متمکن ہوا۔ اور اوس فلاح اور اصلاح کا دور شروع کیا جسکا مختصر خاکہ کھینچکر ناظرین کے روبرو پیش کرنا ان صفحوں کا مدعا ہے۔

کسی یوروپین مدبر کو آجتک ایسے تاریک منظر اور دھندلے مطلع کا سامنا نہیں کرنا پڑا جیساکہ اس نئے سلطان کے پیش نظر ہوا۔ اور نہ ہی کبھی ایسا دھندلایا ہوا آسمان ویسی ہی نڈر اور ثابت قدم نظر سے دیکھا گیا۔ خزانہ جو ہر ایک سلطنت کی پشت پناہ ہے۔ بیحالت میں تھا کہ یہی ایک لفظ "اس کے ٹھیک مناسب حال ہے۔ برباد"۔ حال ہی کے دیوالہ پن نے روم کی ساتھ ممالک یوروپ کی ہمدردی کو بالکل زایل کر دیا تھا۔ اور ضمناً ہم سرسری طور پر یہ ذکر کر دیتے ہیں کہ **مغرب کی ہمدردی اور دوستی کا بہت بڑا حصہ اسی بات پر منحصر ہے۔ کہ قرضے کے منافعے اور سود وقت پر ادا کئے جاویں**۔ اکثر صوبے نا اتفاقی اور دبی ہوئی بغاوت سے بھرے ہوئے تھے۔ سلطنت کی ہر ایک گاؤں اور قصبے میں روس کے برانگیختہ کرنے والے گماشتے اپنے کام میں مصروف تھے۔ اور ہر جگہ روسی سونا (یعنی رشوتیں) تھوڑی تھوڑی مقداروں میں روسی سنگینوں توپوں اور سپاہ کے لئے راستہ صاف کر رہا تھا۔ اول ماہ جولائی کو زار نے اپنا ایک پیادہ چلا دیا ہوا تھا یعنی سرویا نے روم کو اعلان جنگ دیا۔ اور اعلان جنگ کیساتھ ہی ممالک عثمانی پر حملہ کر دیا۔ مگر سرویا کی سابقہ جنگی خرمستیوں کی طرح اوسکی یہ غیر معقول حرکت بھی ناکامیاب رہی۔ باغی افواج بہت جلد پوری شکست کھا کر سرحد کے پار تتر بتر کر کے بھگا دی گئیں۔ مگر دول عظام کو بیچ بچاؤ سے ... ملکی حکمت اور ڈپلومیسی کی ضروریات کے موافق ہو تو ہو۔ مگر انصاف تو اوسے ہرگز قبول نہیں کرتا) ایک سرسری صلح جسکی میعاد ۵ ہر ستمبر تک تھی قایم کی گئی۔

پس عبد الحمید نے ایک واقعی جنگ و جدل کے زمانہ میں عنان سلطنت اپنے ہاتھ میں لی۔ یہ پولیٹیکل اصلاحوں کا وقت نہ تھا۔ بلکہ سب سے مقدم فرض سلطنت کی جنگی طاقتوں کو مضبوط اور درست کرنا تھا۔ کیونکہ کل عملی مدبر صاحبان کے نزدیک مثل مسلم ہے کہ ؎

جنگ کے وقت جبکہ آتے ہیں ✽ سارے قانون بھول جاتے ہیں

اور جب بحالت جنگ قانون تک معطل اور معرض التوا میں ہو جاتے ہیں تو ملکی اور تمدنی اصلاحوں کا رکجانا تو بدرجہ اولیٰ لازمی ہوگا۔ مگر واقعات مابعد نے ثابت کر دیا ہے کہ باوجودیکہ سلطان کو ضروریات جنگ سے ایک لمحے کی فرصت نہ تھی تاہم بھی وہ انتظام حکومت کی درستیوں اور اصلاحوں کو سوچنے اور تجویز کرنے میں جٹ کر لگا رہا۔ اور انکو وہ بڑی ثابت قدمی سے اپنی دوازدہ سالہ حکومت میں برابر زیر عمل لاتا رہا ہے۔ سرویا کے ساتھ پیمان التوائے جنگ بھی ازمنہ جاہلیت کے "عہد و پیمان" کے مانند تھا جسے ترکی اور اوسکے دشمنوں نے ہوا کر دیا ہے یورپ نے صلح کی غرض

کے لئے نہیں۔ بلکہ محض سرویا کی بھلائی کے لئے دخل دیا تھا۔ اور سرویا نے اس غیر مترقبہ موقعہ کا پورا فائدہ اٹھایا۔ اس تمام عرصہ میں روسی سامان حرب اور اسباب ضرب۔ روسی افسر اور سپاہی۔ روسی سوار اور روسی توپیں بلغیرہ کو بمقام الیکٹرینا تقویت دینے کے لئے سرحد سے برابر عبور کرتی رہیں جس سے تمام دنیا خیال کرتی تھی۔ کہ مہلت کے ختم ہونے پر لڑائی کا پانسہ پلٹ جاوے گا۔ اور سرویا کا شیر ببر[۱] اب کی دفعہ بجائے صرف زور سے غرا کر بھاگ نکلنے کے اپنے آپ کو اور طرح نمایاں کریگا۔ مگر واقعات نے جتلا دیا کہ سرویا کا شیر گو جھنڈوں اور سرکاری سٹامپوں پر بہت ہی خوشنما معلوم ہوتا ہے لیکن اصل میں ایک بڑی ہی بزدل بلی ہے اور پھیر بلی بھی ایسی گئی گذری جو کہ نیچے آگ میں سے وہ شاہ بلوط کے پھل بھی نہ نکال سکی جن پر شمال کی مقدس مہا تما مورت یعنے شہنشاہ روس للچا رہے تھے۔

لڑائی کے دوبارہ شروع ہونے کے ایک ہی ماہ کے اندر "بہادر ننھی سرویا" کی سپاہ جو روسی "والنٹیروں" کی بیشمار کمک سے بہت ہی مضبوط ہو گئی تھی۔ بالکل پسپا ہو رہی تھی۔ یا اگر امر واقعی کہیں تو یہ کہ نہایت ہی بے سامانی سے تتر بتر ہو گئی تھی۔ اور فاتح ترکی جرنیل (عثمان) کی فتحمند پیشقدمی کیلئے بلگریڈ تک راستہ کھلا پڑا تھا۔ مگر وہ وہاں تک کبھی نہ پہونچا۔ روس اور سرویا کی متحدہ سپاہ کی ہزیمت اور بے سروسامانی سے وہ پردہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا جس کی اوٹ میں ناٹک کی اصلی مورت نہاں تھی۔ جونہی ترکی افواج کی فتح وظفر کی خبریں سینٹ پیٹرز برگ میں پہونچیں۔ روسی سفیر متعینہ قسطنطنیہ کو بدیں مضمون ہدایات بھیجی گئیں۔ کہ فوراً سلطان کیخدمت میں حاضر ہو کر التوائے جنگ کے معاہدہ کو از سر نو شروع کئے جانیکی پُر زور درخواست کرے۔ اور بصورت انکار سفارتی تعلقات منقطع کر دیئے جائیں۔

امور مسلمہ کو بلا تردد فوراً قبول کر لینا ایک نہایت ہی لائق مدبر کی صفات عقلی میں داخل ہے۔ وہ پُر جوش جو اپنی محبوبہ (دلی) مدعا کی حمایت میں پختہ دیوار سے اپنے سر کو ٹکرا دے۔ گو ہماری تحسین و آفرین کا مستحق ہو۔ لیکن ہمارے اعتبار یا بھروسے کے لائق کسی طرح نہ ہو گا۔ انسانوں کے رہنما اس قسم کے نہیں ہوتے۔

سب سے بڑا اہم مسئلہ جو عبد الحمید کو پیش آیا یہ تھا کہ وہ اپنے زبردست جانی دشمن کی اس عدیم المثال ناجائز درخواست کا کیا جواب دے۔ مگر اسمیں بھی اسنے اپنے دلی میلان اور ذاتی عزت و تمکنت کی چھوٹے اور رواجی خیالات کا کچھ پاس نکر کے دکھلایا کہ اسنے اپنی زندگی کے ہر ایک فعل سے ثابت کیا ہے۔ بلکہ صرف اپنے

---

[۱] سرویا کے نشان علم پر شیر ببر کی تصویر ہوتی ہے جیسے کہ مختلف قومیں مختلف نشان اور امتیاز اپنے قومی علموں پر نصب کرتی ہیں +

Marfat.com

اُن کی بہبودی اور یوروپ کی رضامندی کو ملحوظ رکھکر اور پانچ ماہ تک التوائے جنگ کا ہونا منظور فرمالیا۔ زار روس نے اپنی جنگی تیاریوں کو مکمل اور پورا کرنے کے لئے اس طرح سے میعاد حاصل کرکے اب اپنا دوسرا پیادہ آگے بڑھایا۔ اوس کی طرف سے ایک ڈپلومیٹک مُراسلہ سینٹ جیمز کے دربار یعنی گورنمنٹ برطانیہ کو بدیں مضمون روانہ کیا گیا۔ کہ زار روس کو یوروپ کے حفظ امن کی اغراض کے لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ امن وامان کے قایم رکھنے کے لئے روس کا ایسا خواہشمند ہونا۔ سیاست مدن کے طالبعلم کے لئے سخت حیرت انگیز امر ہے) عثمانی سلطنت کی عیسائی رعایا کے حفظ وامان کے لئے اصلاحات کے سوچنے اور سلطان سے اون اصلاحوں کے جاری کرنے کے لئے جنکو کانفرنس تجویز کرے ضمانت لینے کیلئے ایک یوروپین کانفرنس منعقد کی جائے۔

اگر روس کی بدایانی کو کافی طور پر تحقیق کرنیکے لئے کوئی کسر باقی رہ گئی ہو تو اُس کی کوہراسلہ پیش کرنے کے متعاقب واقعات نے پورا کئے دیتے ہیں۔ اس درخواست کو پیش کرتے وقت جو چھ ماہ قبل ازیں شایدہ مناسب ہوتی۔ زار نے باسفرس کی بادشاہ گردی اور ایک نئی حکومت کے قایم ہونے کے امر کو بالکل بھلا دیا۔ قومی اوضاع واطوار کے جانی دشمن روس نے یہ جتلانیکی کبھی جرأت نہیں کی کہ اوسکی قوم (یعنی رعایائے روس)، اپنے سرکاری محکمہ خبر رسانی کے ذریعوں سے کبھی بھی متمتع نہیں ہوئی۔ یہ گمان کرنا بالکل ناممکن ہے۔ کہ زار کو اوس بادشاہ کے کیرکٹر اور ارادوں سے جسے حوادث زمانہ نے تخت روم پر بٹھلایا۔ ناواقفی محض ہو یعنے وہ یہ امر اچھی طرح سے جانتا تھا کہ میں سلطان سے دہمکیوں اور دباؤ کے ذریعہ سے وہ بات کرانی چاہتا ہوں جسے ابتدا ہی سے سلطان نے برضا و رغبت خود عملدرآمد کرنیکی ٹھان رکھی تھی۔ اور روس کی یہہ حکمت عملی کہ فریق مخالف کو بڑی تحملانہ طور سے تنگ اور برافروختہ کرے اِسبات سے بخوبی واضح ہوجاویگی کہ زار نے "حوادث غیر مترقبہ" کی پیشبندی کے لئے انتظام کرلیا۔ وہ کیا؟ یعنے ڈیڑھ لاکھ فوج اور چھ سو توپیں زیر کمان گرینڈ ڈیوک نکلس سرحد پر جمع کی گئیں۔

سلطان اپنی قوم اور مذہب کے دشمن ہونے سے کچھ ہی کم ہوتا۔ اگر وہ ان کارروائیوں کی اصلی مراد سے اغماض کرجاتا۔ مگر اپنی آنکھیں بند کرانا سلطان عبدالحمید کی عادت ہی نہیں۔ اونے عثمانی جنگی طاقت کو اور زیادہ مضبوط کرنے اور ایسی تقویت دینے کا جو سر دیا جیسی طاقت کے مقابلہ کی ضرورت سے بہت ہی بڑھ کر حکم دیا۔ اور جب آخر کار ۱۸۷۶ء میں کانفرنس منعقد ہوئی تو یوروپ میں کوئی ایک مدبر بھی اس سے ذرہ بھر مفید نتیجہ مترتب ہونے کا ممکن یقین نہ کرتا تھا۔ کانفرنس وہ سب کچھ کرکے برخاست ہوئی جو دراصل اوس کے بانی کا منشا تھا یعنی مطلق ہیچ۔

13833

ہاں یعنی روسی رعایا کو حقیقی حالات معلوم کرنیکا کبھی موقع نہیں دیا جاتا۔

اپنے سچے دوستوں یعنے انگریزوں (انگلستان) کی نصیحت کو رد کرکے اور اپنے علانیہ دشمنوں یعنے روسیوں کے دباؤ میں نہ آکر اطاعت کو نہ قبول کر کے عبد الحمید نے بغیر کسی دوسری طاقت کی مدد کے سر دیا کے ساتھ شرائط صلح مقرر کرنے کی طرف توجہ کی یہاں اونسے بحیثیت ڈپلومیٹ کے اپنی پہلی کامیابی حاصل کی۔ جو شرائط اونہوں نے پیش کیں۔ فوراً قبول کر لی گئیں۔ اور اس طرح امن کا وقفہ حاصل کرکے وہ اندرونی درستیوں میں مصروف ہو گیا۔

مگر ایک مصلح سلطان کو ایک مصلح زار کب گوارا کر سکتا ہے۔ ممالک عثمانیہ میں امن وحفاظت قائم ہو جانے سے روسیوں کے لئے کوئی حیلہ باقی نہیں رہ جاتا تھا۔ اور خاصکر بیرونی حملوں کا ہر ایک موقع چھن جاتا تھا اور گو روس میں نئی تہذیب کی ابتدا کو نہ روک سکتا تھا تاہم اوس سے لاعلمی تو ظاہر کر سکتا تھا۔ کانفرنس کے برخاست ہوتے ہی پرنس گورچیکاف نے کل دول عظام کیطرف ایک سرکلر کانفرنس کی ناکامیابی کے حوالہ سے کر روانہ کیا۔ بدیں مضمون:۔

"پس ایک سال سے زیادہ کی مشترک کوششوں کے بعد بھی جن سے دول عظام نے مشرق میں قیام امن کی سخت ضرورت اور باہمی اتفاق کا اظہار کیا تھا جو اونہیں بنظر قایم رکھنے امن عامہ کے حاصل ہوا اور جس کے عمل میں لانے کا بغرض قیام امن بخیت ارادہ ظاہر کیا تھا کل دربار ہائے یورپ اپنے آپکو اوسی کیفیت میں پاتے ہیں جیسی ابتدائے تنازعہ میں تھے۔ بلکہ اوسکی نوبت کشت وخون پرجوش تعصبوں بیحد حساب ویرانیوں اور سب چیزوں کی عبرتناک حالت کے ایک غیر محدود وقت بڑہ جانے کے منظر تک جو اس وقت تک تمام یورپ پر چھایا ہوا ہے بڑہ گئی ہے۔ اور اوسنے تمام قوموں اور گورنمنٹوں کی توجہ کو ہمہ تن اپنی طرف مصروف کر لیا ہے۔ باایں ہمہ باب عالی نے اپنے کل قدیم معاہدوں کو اور بحیثیت یوروپین سسٹم (نظام سیاسیہ یورپ) یعنے دول متحدہ کے ایک ممبر ہونے کے اپنے فرائض کے ادا کرنے اور دول عظام کی متفقہ خواہشوں سب کو بالائے طاق رکھا ہے مشرقی مسئلہ بجائے اس کے کہ باطمینان حل ہو جانے کی طرف ایک قدم بھی بڑھے۔ اور زیادہ پیچیدہ ہو گیا ہے۔ اور اسوقت تمام یورپ کے حفظ امن انسانیت کے ہمدردانہ خیال اور کل عیسائی اقوام کے ضمائر کے لئے تازہ بھیانک خطرہ موجود ہے"۔

اس کاغذ کی مکارانہ چالبازی کو معلوم کرنے کے لئے یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ کانفرنس کے انعقاد سے پیشتر ہی سلطان نے اندرونی انتظام کے مسئلے کو بڑی تندہی سے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہوا تھا۔ اور بمشورہ وزرا اصلاح حکومت کے لئے ایک سکیم (تجویز) تیار کی تھی۔ جو اکثر دول کے سفراء کو پہلی ہی نشست میں بتائی گئی تھی۔ توپوں کی سلامی اتارنے کی گرج کے ساتھ ہی صفوت پاشا نے بیان کیا تھا کہ "اس بڑے ایکٹ نے جو اس وقت

مکمل ہوئی ہے۔ آج ہماری شش صد سالہ طرز حکومت کو بدل دیا ہے۔ وہ کانسٹی ٹیوشن (آئین ملکداری کا بنیادی قانون یا ضابطہ) جسے سلطان نے اپنی ملک کو عنایت فرمایا ہے۔ اسوقت مشتہر ہو رہی ہے یہ اوسکی رعایا کے لئے خوشوقتی اور فارغ البالی کا نیا زمانہ شروع کرتی ہے"

اس کانسٹی ٹیوشن کی سکیم کتاب کے کسی دوسرے حصہ میں دی گئی ہے۔ کیا یہ سکیم نہایت ہی مناسب حالات میں بھی چل سکتی ہے کہ نہیں اسپر اسجگہ بحث کرنیکا میرا ارادہ نہیں ممکن ہے کہ ترکی مدبروں نے معلوم کر لیا ہو کہ کانسٹی ٹیوشنل آئین۔ ایسے طریقے ہیں۔ جو امتداد زمانہ اور پولیٹیکل اور انتظامی قوتوں کے فعل ہی سے سلجھ سکتے ہیں۔ وہ کسی کلکے پرزے نہیں کہ کوئی شخص اونکو ٹھیک ٹھاک کرکے کام پر لگا دے۔

اور نیز یہ بھی مسلمہ امر ہے (اگرچہ نئے جمہوریہ خیالات کی موجودگی میں ہمایں یہ بڑی آہستہ آواز میں بتانا مناسب ہے) کہ مختلف اقوام وملل کے لئے مختلف اوضاع ہی کی حکومت درکار ہے۔ مگر خواہ کچھ ہی ہو اسمیں کسی قسم کا شبہ نہیں کہ مدحت پاشا کی کانسٹی ٹیوشن کو کام کرنے اور کامیابی حاصل کرنیکا ذرہ بھی موقعہ نہ ملا۔ اور اوس کے راستہ میں اوسی سلطنت نے سب سے بڑی رکاوٹیں ڈالیں جسکی کل تواریخ اون طاقتوں کے ساتھ جانکش لڑائیوں کے لڑنے سے جنہوں نے آزادی کیطرف قدم بڑھایا۔ لبریز ہے ہر ایک ایسی چیز سے جو کانسٹی ٹیوشن کیصورت میں ہو۔ زار کی دلی نفرت معلوم کر لینا کچھ مشکل امر نہیں جبکہ یاد رکھا جاوے کہ کیسی سنگدلی اور بے پروائی کے ساتھ بادشاہان روس نے اون تمام زن و مرد کو جنہوں نے اپنے ملک میں اس قسم کی طرز حکومت ہونے کی کوشش کی پھانسی دے دی یا مدت العمر کے لئے اون کو حالت غلامی میں ڈال دیا۔

سلطان نے اُن مشکلات کو جن سے وہ گھرا ہوا تھا۔ دور کرنیکی جو خالص کوشش کی اسکو فراموش کرکے روس نے دوسری طاقتوں کو اسبات پر آمادہ کیا۔ کہ وہ روم سے ان اصلاحوں پر ایک معین عرصے میں کاربند ہونیکا جبراً اقرار قبول کرائیں۔ اور ساتھ ہی اوسکو یہ بھی سمجھا دیں کہ عیسائی رعایا کی فلاح کا یورپ ہر وقت نگران رہے گا۔ اور اوسکو اختیار ہوگا کہ امن عامہ اور رعایا کی بہتری کے لئے جب کبھی مناسب خیال کرے۔ ایک متفقہ عمل سے اسبات کی تائید کرے۔

اس نوٹ کے جواب میں انگلستان کے وزیر صیغہ خارجیہ نے روس سے یہ درخواست کی کہ وہ پہلے اس امر کا اطمینان کلی کر دے کہ یورپ کی اس قسم کی مداخلت کرنے پر وہ تمام روسی فوجیں جو ترکی سرحد پر جمع ہوئی ہیں۔ فوراً واپس ہٹالی جاویں گی۔ روس نے کسی متعینہ درخواست کا صاف صاف جواب نہ

Marfat.com

کی اپنی مدامی پولیسی پر چلکر اس تجویز کا یہ جواب دیا۔ کہ باب عالی کو متفقہ نوٹ بھیجنے کے بعد افواج ہٹالینے کا مسئلہ صرف سلطان اور زار کے باہمی فیصلہ پر بغیر کسی دوسری سلطنت کی دخل دہی کے چھوڑ دیا جاویگا۔ یہ امر منظور کیا گیا۔ اور ۳۰ مارچ ۱۸۷۶ء کو مندرجہ ذیل مراسلہ جسے ڈپلومیسی (آئین وکالت یا تعلقات باہمی کی تدابیر سیاسیہ سفارت۔ ایلچی گری) کی زبان میں پروٹوکول (مراسلہ معاہدہ اصل نوشتہ منقول منشہ) کہتے ہیں دول عظام کے سفراء نے سلطان کے روبرو پیش کیا۔

"دول عظام جن سب نے بالاتفاق مشرق کے امن کی ذمہ داری اٹھائی ہے۔ اور اسی غرض کے لئے جنہوں نے کانفرنس منعقدہ قسطنطنیہ میں دخل دیا تھا تسلیم کرتی ہیں۔ کہ اس مدعا کے حصول کے لئے سب سے بڑا ضروری امر اولاً اوس اتفاق اور اتحاد کو قائم رکھنا ہے جو خوش قسمتی سے اُن سب میں موجود ہے۔ اور نیز اوس متحدہ تردد اور خیال کو از سر نو مضبوط کرنا ہے جو وہ ترکی کی عیسائی رعایا کی بہتری۔ اور بوسینیا ہرزی گوئینا و بلگیریا میں اُن اصلاحات کے شروع کئے جانے کے لئے جنہیں باب عالی نے اس شرط پر منظور کیا ہوا ہے کہ وہ بطور خود اونکو رائج کرے گا رکھتی ہیں۔ وہ سرویا کے ساتھ تکمیل صلح کے معاملہ سے خوش ہیں۔ مگر ساتھ ہی مانٹی نیگرو کی بابت میں خیال کرتی ہیں کہ پایدار اور مدامی صلح و صفائی کی اغراض کیلئے سرحدوں کی درستی اور دریائے بوآنا کی بلا روک جہازرانی ضروری ہے۔ یہ دول عظام وفاقیں باب عالی کے ان دونوں ریاستوں کے ساتھ عہد و پیمان کے کل یا قریب التکمیل ہوجانے کو حفظ امن و امان عامہ کی طرف جو ہم سب کی خواہشوں کا متحدہ مدعا ہے۔ ایک نمایاں پیشقدمی خیال کرتی ہیں۔ وہ باب عالی کو درخواست کرتی ہیں کہ وہ طاقت جنگی کو حیثیت صلح میں کرکے اوس تعداد تک جو امن و امان کے قائم رکھنے کے لئے ضروری ہو گھٹا دے۔ اور اصلاحات کو جو صوبجات کے امن اور فلاح و بہبود کے لئے لابدی ہیں۔ اور جن کے مفصل کوائف کانفرنس میں زیر بحث رہ چکے ہیں۔ فوراً شروع کر دے۔ اور اپنی خوشنودی ظاہر کرتی ہیں۔ کہ باب عالی نے اون میں سے اکثر کو فوراً شروع کرنے کے لئے اپنے آپکو بالکل تیار اور آمادہ ظاہر کیا ہے وہ باب عالی کے سرکلر مورخہ ۱۳ فروری ۱۸۷۶ء اور عثمانی گورنمنٹ کے اون اقراروں کو جو کانفرنس میں کئے گئے تھے۔ اور جن کی تائید بعد ازاں بذریعہ اوس کے سفراء کے ہوتی رہی ہے [illegible] ہیں باب عالی کے ان نیک ارادوں اور اونکے فوراً عمل میں لانے کے ظاہر شوق کو مدنظر رکھ کر دول عظام یقین کرتی ہیں۔ کہ انکے پاس یہ امید کرنے کی کافی وجہ ہے۔ کہ باب عالی اس موجودہ امن سے پورا فایدہ اٹھاکر اپنی عیسائی رعایا کی حالت کی درستی میں جو یورپ کے تحفظ امن کے لئے سخت ضروری بتائی جاتی ہے بدل و جان مصروف ہو جائیگا۔ اور جب ایک دفعہ اوسکو شروع کر دے گا۔ تو اپنی عزت کا لحاظ اور تقاضائے ملکی کا پاس

کرکے نیک نیتی اور مستقل مزاجی سے اوسمیں لگا رہیگا۔ یہ دول تجویز کرتی ہیں کہ وہ بذریعہ انچے اپنے سفراء متعینہ قسطنطنیہ اور دیگر مقامی وکل قونصلوں اور ایجنٹوں کے ہر وقت نگران رہیں گی۔ کہ عثمانی گورنمنٹ اپنے وعدوں کو کیسے طور پر پورا کرتی ہے۔ اور اگر انکی امیدوں کی قسمت میں ایک دفعہ پھر بھی ناکامیابی لکھی ہوئی ہے اور سلطان کی عیسائی رعایا کی حالت ایسی عمدہ نہ ہو گئی جس سے کہ وہ مشکلات اور پیچیدگیاں جو وقتاً فوقتاً مشرق کے امن وامان کو ابتر کرتی ہیں رک سکیں۔ تو وہ یہ جتلا دینا اپنا فرض سمجھتی ہیں کہ معاملات کی ایسی حالت ان سب کے مقاصد کے خصوصاً اور کل یوروپ کے عموماً نہایت ہی برخلاف ہوگی۔ اس صورت میں وہ اپنا استحقاق سمجھیں گی۔ کہ امن وامان عامہ کے قیام اور عیسائی رعایا کی بہتری کے لئے جو چارہ جوئی وہ سب بالاتفاق مناسب خیال کریں عملیں لادیں۔"

یہ اس قیمتی اور نادر الوجود کاغذ کو جو کل یوروپ کی متفقہ ڈپلومیٹک سفارتی عیارانہ) لیاقت اور طبع آزمائی کا لب لباب ہے۔ پورا پورا درج کرنا ضروری خیال کیا ہے۔ کیونکہ میں جانتی ہوں کہ اسوقت اس کے پڑھنے کی بہت ہی تھوڑے لوگوں نے تکلیف گوارا کی تھی۔ اور اکثر لوگ یہہ خیال رکھتے تھے اور اب بھی رکھتے ہیں کہ روس نے صرف بامر مجبوری اوس وقت جبکہ تمام ڈپلومیٹک وسایل صلح کو قایم رکھنے میں ناکامیاب رہے اعلان جنگ دیا تھا۔ یوروپ کے امن وامان قایم رکھنے کا ذریعہ ہونیکے لئے میں خیال کرتی ہوں یہ پروٹوکل اشراشخاص کو صرف اس قابل معلوم ہوگا۔ کہ تعلقات باہمی کے علم ادب (طرز انشائے نامہ وپیام مابین شاہان) کے عجائب خانوں کی عجائب گھر میں کسی بچن ہول (لغظی معنی کبوتروں کا ڈربہ یعنی خانہ دار السارق) میں رکھ دیا جائے۔ جنوبی امریکہ کی اگر کسی چھوٹی سے چھوٹی جمہوری ریاست کو بھی یہ لکھا جاتا۔ تو اوسکی یہ ایک سخت ہتک ہوتی۔ مگر جبکہ ایک ایسے شخص کو جو لاکھوں سپاہ کا مالک ایک عظیم الشان قدیمی سلطنت کا شہنشاہ ہو۔ اور جسے تمبعوں برِ اعظموں کے کروڑوں مسلمان اپنے مذہب کا صدر اعلیٰ (خلیفہ) جانتے ہوں مخاطب کیا جاوے۔ تو یہ ایک ایسا پُرحماقت نامعقول فعل ہے جسکی نظیر اور مثل تعلقات باہمی کے نامہ وپیام کی تاریخ میں ہرگز نہ ملے گی۔

اگر اس پروٹوکل کے حوالے اور اشارے ٹھیک مطابق حال بھی ہوتے۔ تو بھی اوسکی دستخط کنندہ سلطنتوں نے اوسے ایسے برافروختہ کرنے اور بھڑکانے والی عبارت میں تحریر کیا جسقدر کہ اون سے ہو سکا لیکن جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ سب ہذیان بغیر کسی شہادت مدینہ کے جوادینے کے لکھے گئے تھے۔ اور جس کے ساتھ ظاہر طور پر کھلم کھلا دہمکی شامل تھی۔ تو ہم یہ نتیجہ نکالنے سے مشکل سے بچ سکتے ہیں۔ کہ دول عظام اس الٹی میٹم آخری نوٹس یا اطلاع (آخری بات) کے پیش کرنے میں کسی نہ کسی بے ایمان کے فریب میں

Marfat.com

آہنگیں جس کا اصلی مدعا، ظاہر امطلب کے عین متضاد تھا۔ پرنس گارچکوف کا جسنے اس پرٹوکل کو لکھا۔ اصلی مطلب یہ نہ تھا کہ امن وامان قایم رکھا جاوے جیسا کہ ظاہری طور پر جتلایا گیا تھا۔ بلکہ اوسکی عین مراد وہ مرا زگشت وخون انجام تھا جس کا یہ مراسلہ صرف ایک مقدمہ اور دیباچہ یعنی پیش خیمہ تھا۔

اُس شخص کی حالت پر ذرا غور کرو جسپر یہ ہتک آمیز حملہ کیا گیا۔ اور اُسکی آنکھوں سے اس معاملے کو دیکھنے کی کوشش کرو۔ تخت روم پر بیٹھتے وقت وہ اُس قوم کی جو کل جہان میں سب سے زیادہ وفادار اور جان نثار رعایا ہے کل بے اندازہ ذمہ داریوں اور فرایض کو بخوبی جانتا تھا۔ اور ان فرایض کو کماحقہ بجالانے کے لئے وہ جانتا تھا کہ سب سے اوّل مطلق العنانی اور امن وامان کا ایک زمانہ دراز بہت ضروری ہے۔ اوس کے مدبرانہ فہم وفراست نے معلوم کرلیا تھا کہ اُن مشکلات کی اسباب جو اُسکی سلطنت کو گھیرے ہوئے ہیں عرصہ بعید سے قایم ہیں۔ اور خوب جاگہ پکڑ گئے ہیں۔ اور سوا آزمائش اور آہستگی سے قایم شدہ علاجوں کے کسی طرح دفع نہیں ہوسکتے۔ وہ خوب جانتا تھا۔ کہ جو علاج باہر (غیر ملک والے) سے تجویز کئے جاتے ہیں۔ وہ مرض کے اصلی مزاج کی غلط تشخیص اور واقعی اصل علاجوں کی غلط فہمی پر مبنی ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی اوسے معلوم تھا کہ خاصکر ایک سلطنت جوان تجاویز کو بڑے کبر ونخوت سے پیش کرتی ہے صرف خودغرضی پر اڑی ہوئی ہے اور کہ اوسکو خود اپنے گھر کی انتظام کی نسبتاً بہت زیادہ ضرورت ہے بسلطان روس کے اندرونی انتظام کی ابتری سے نا واقف نہ تھا۔ وہ بخوبی جانتا تھا کہ روسی دہقان کی حالت بہ نسبت اوسکی عیسائی رعایا کے بدرجہا بدتر ہے۔ اور وہ عمداً اور مسلسل مظالم وشدائید جو خاص زار کے حکم سے روسی دہقانوں پر کئے جاتے ہیں اگرچہ کم حیرت افزا ہوں مگر باشی بوزک فوج کے کبھی کبھار کے مظالم سے کئی درجہ بڑھکر ہیں۔

اوس نے معلوم کیا کہ باوجود میری نیک نیتی اور صفائی باطنی کے دول یورپ مجھ سے بدگمان اور بے یقین ہیں ورنہ وہ نہ لکھتیں کہ اُن کے ایجنٹ میری اصلاح کرنیکی کوششوں کے نگران رہینگے۔ وہ اپنی سرحد پر اپنے ملت ومذہب کے قدیمی دشمن کی فوجوں کا اجتماع دیکھتا تھا۔ اور پھر اسے کہا جاتا اپنی اس چھوٹی سی فوج کو جو حال ہی میں ایک ناجائز اور بے سبب حملے کو ابھی روک چکی ہے۔ توڑ دے اور منتشر کردے۔ اپنی اور اپنے ملک پر اس بڑے نازک وقت کے وارد ہونے کی حالت میں وہ اس طرح مخاطب کیا جاتا ہے جیسے ایک شریر لڑکے کو کوئی شیخی خور معلم کرتا ہے۔ بالتحقیق بموجودگی ان حالات کے اگر وہ اُس دھمکی سے جو خواہ کل یورپ ہی نے کیوں نہ دی تھی دب جاتا۔ تو ہم تسلیم کرتے ہیں کہ وہ انسان سے بہت کم یا ایک غلام سے بھی بدتر ہوتا۔

Marfat.com

میں خیال کرتی ہوں۔ کہ دنیا کا کوئی بھی بادشاہ اس بے نصف ہتک پر بھی اپنے مزاج پر قادر اور حلیم نہ رہتا۔ اگر وہ کل سفرائے دول کو قسطنطنیہ سے فوراً نکلجانے کا حکم دے دیتا۔ اور یورپ کو کہدیتا۔ کہ جو کچھ کرنا ہے کرلو۔ تو تھوڑے ہی آدمی اس امر سے متعجب ہوتے۔ اور نہایت ہی تھوڑے اسے الزام دیتے۔ سلطان کے ہاتھوں میں چند ایسے پتے ہیں کہ جب اور جسوقت وہ ان سے کھیلتا یا انکو بانٹنا چاہے تو دنیا کے تینوں براعظموں میں تباہی اور آتش حرب بھڑکا سکتا ہے۔

المختصر وہ صرف دنیا وی بادشاہ ہی نہیں۔ بلکہ اپنے مذہب کا دینی پیشوا (خلیفۂ اسلام) بھی ہے۔ اور یہ اوس کے اختیار میں ہے کہ جہاں کہیں مسلمان اور عیسائی دوش بدوش رہتے ہیں۔ انکو آپسمیں ایک جانگداز جنگ و جدل میں ڈالدے (از مترجم۔ از مراسلۂ مسٹر لیرڈ سفیر انگلستان بنام وزیر خارجہ) اگر سلطان روم اپنیار کے پانچویں درجے کا بادشاہ ہی کیوں نہ رہجاوے پھر بھی وہ کل دنیائے اسلام کا خلیفۃ المومنین ہی رہیگا۔ اور اسکی طاقت سے بچتے رہنا چاہیئے وغیرہ وغیرہ) اگر کسی سلطان کو اس عظیم الشان طاقت کا استعمال میں لانا بھی جائز ہوسکتا تھا۔ تو وہ اس پروٹوکول کے پیش ہونیکے وقت سلطان عبدالحمید ہوسکتا تھا۔ مگر یورپ۔ ایشیا اور افریقہ اور خاصکر انگلستان کی خوش قسمتی سے عیسائی طاقتوں کو ایک ایسے شخص سے سابقہ پڑا جسکو بہ نسبت اپنے ازالۂ عزت کا بدلہ لینے کر (دیر بھی) بہت کچھ مدنظر تھا۔ اس نے اس وقت اس شخص کیطرح عمل کیا۔ (جیسا کہ وہ اسوقت سے برابر کررہا ہے) جس کی اصلی غرض صرف اپنی رعایا کے ہر فرد بشر کی بھلائی اور بہتری ہو۔ اوس نے غصہ کھا کر بھڑک اٹھنے سے اپنے آپکو روکا۔ اور ان (دول یورپ) کی صفت انصاف کی بابت جو صفت افسوس یوروپین درباروں میں مسلمان بادشاہوں سے تعلق رکھنے اور نامہ و پیام کیوقت بالکل ناپید ہوجاتی ہے۔ ایک آخر اپیل کی۔

پروٹوکول کے پیش ہونے کے ایک ہی ہفتے کے اندر دول یورپ کو اسکا جواب دیا گیا۔ اس میں باعالی نے پر ادب مگر سنجیدہ و متین الفاظ میں غیر سلطنتوں کی کسی طرح کی مداخلت کے مزاحم ہونیکے متعلق اپنا حق اور اپنی مطلق العنانی جتلا دی اور اپنا مستقل ارادہ اس چیز کے کرنیکا کیا جسکو کوئی اور طاقت نہیں کرسکتی ہے یعنی ان اصلاحوں کا بغیر کسی دوسری طاقت کی مدد کے رائج کرنا جنکا ضروری ہونا باعالی خود تسلیم کرتا ہے۔ اس جواب کے آخری الفاظ قابل اندراج ہیں جسکی طرز عبارت کا مراسلۂ دول کے پیرایۂ تحریر سے متضاد ہونا دیکھنے کے لائق ہے۔

"اپنے دعوی کی صداقت کی قوت اور خداوند کریم کی مدد کے بھروسے پر ٹرکی عیاں طور پر علانیہ کہدیتی ہے

کہ وہ ان تمام امور کو جو بغیر اوسکی اجازت کے یا اوس کے برخلاف قرار دیئے گئے ہوں نظرانداز کرتی ہے۔ اس مقام و منزلت کو جو قدرت نے اسکو بخشی ہوئی ہے قایم رکھنے کا مستقل ارادہ ٹھان کر وہ (ٹرکی) اُن تمام حملوں کو روکنے سے جو اُسکے حقوق تعلقات باہمی کے اصول اور اُن یورپین معاہدوں کے برخلاف کئے جاتے ہیں۔ جو اُس پروٹوکل پر جسکی ترکی گورنمنٹ کے نزدیک کچھ بھی وقعت نہیں دستخط کرنے والی دولتوں پر برابر ہی حاوی ہیں۔ ہرگز کوتاہی نہ کرے گی۔ آخر میں وہ یورپین درباروں کی کانشنس ضمیر کے پاس جنکی نسبت اُسے یقین ہے کہ وہ سب اُسی اتحاد خلوص اور مساوات کی اندازے اُس کے ساتھ برتاؤ کریں گے۔ جیسا کہ قدیم میں تھے۔ اپیل کرتی ہے"

اتحاد اور مساوات کے خیالات جو الگزینڈر دوم (زار روس) کے سینے میں نہاں تھے۔ ۲۴ اپریل ۱۸۷۷ء کے اعلان میں اس طرح ظاہر ہوئے جسمیں وہ بیان کرتا ہے کہ "یہ کل روسی قوم مشرق کے عیسائیوں کی حالت درست کرنے کیلئے بیقرار ہو رہی ہے" یہ دریافت کرنا ذرا مشکل ہے کہ زار نے اپنی رعایا کے اُس جوش کو کیسے معلوم کر لیا جبکہ نہ ہی مطابع و اخبارات کو آزادی حاصل ہے۔ اور نہ ہی پلیٹ فارم سے خطبوں و لکچروں کے ذریعہ سے (یعنی بذریعہ پبلک تقاریر) اُنکے خیالات ظاہر ہو سکتے ہیں۔ خیر قومی خیالات خواہ کچھ ہی ہوں وہ (زار) اور آگے چلکر کہتا ہے کہ "ٹرکی کی متکبرانہ ضد نے ہمیں تلوار کھینچنے پر مجبور کر دیا ہے" اور اوسنے اپنی ہی طرز میں اس اعلان کو اس فقرے پر ختم کیا "ہم اپنی بہادر فوجوں کو خدا سے برکت مانگ کے ٹرکی کی سرحد گذرنے کا حکم دیتے ہیں"

اس زمانہ کی یورپین تاریخ پڑھ کر کوئی بھی انگریز خجالت اور غصے کے آثار ظاہر کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اب دس سال گذر جانیکے بعد بھی ایک شخص اُسوقت کی انگریزی وزارت کی اس کمزوری۔ بے استقلالی ناعاقبت اندیشی بزدلی۔ اور اپنے ملک کی نہایت ہی قدیم اور باوقعت ذمہ داریوں کو بڑی بیدردی سے ترک کر دینے کے مضمون پر لکھتے وقت (جو سب امور اس نازک معاملے میں اُسوقت کی انگریزی گورنمنٹ میں پائے جاتے تھے) بڑی مشکل سے اپنے قلم کو جائز حد اور جائز لحاظ سے نکل جانے سے روک سکتا ہے۔ اس مضمون کے لکھنے پر ہونکی مطالعہ اور اُسوقت کی کے پورے علم سے لکھتے ہوئے اس امر سے کو ۱۸۷۷ء کی حالت کی لحاظ سے دکھایا ہے یہ ظاہر ہے جسقدر کہ لارڈ بیکنسفیلڈ کا دربار اگر ذرا سا استقلال اور جرأت بھی ظاہر کرتا تو یہ تمام تباہی کشت و خون ویرانی اور وہ کل اشکہائے غم جنہوں نے اس بدبخت سال کی تاریخ پر ایسا بُرا دھبہ چھوڑا ہے ہرگز واقع نہوتی۔ لارڈ بیکنسفیلڈ سلطان کیطرح بخوبی جانتا تھا کہ روم کو اندرونی معاملات کی درستی کیلئے ایک طویل زمانہ امن درکار ہے وہ جانتا تھا کہ انگلستان کا بڑے زبردست معاہدوں کی رو سے فرض تھا کہ وہ اپنے حلیف (روم) کو صحیح سالم اور

سنبھلنے کا موقع دلاتا۔ پارلیمنٹ کا بہت بڑا حصہ اور بیرونی قوم انگریزی (یعنی جو پارلیمنٹ میں شامل نہ ہو) کا ہر ایک دیانتدار اور محب وطن شخص لارڈ بیکنسفیلڈ کی اعانت پر تھا جس سے وہ اپنے پولیٹیکل حریفوں اور مخالفوں کی زبردست سے زبردست کوششوں کو بڑی آسانی سے رد کر سکتا تھا مگر بایںہمہ وہ اس لفظ کے بولنے کی جرأت نہ کر سکا جس کے بولے جانے سے کل یورپ میں امن و امان اور سلطان کی رعایا میں فلاح اور فارغ البالی قایم رہتی۔ بگر بیٹھے ہوئے دودھ پر چیلانا بے سود امر ہے۔ اور ایک ایسے بڑے وزیر کے (جو اکثر حالتوں میں بیشک بڑا تھا) افعال پر نکتہ چینی کرنا جسپر عرصے سے قبر بند ہو چکی ہو اگر شیطانی کام نہیں تو کفران نعمت یا امر ناشکر گذاری تو ضرور ہے۔ تاہم زندوں کے ساتھ انصاف کرنا ہمیں مجبور کرتا ہے۔ کہ امر واقعی بیان کرتے وقت مُردوں کا بھی لحاظ نہ کریں "دیانتداری سب سے عمدہ حکمت عملی ہے" ایک ایسی ضرب المثل ہے جو ڈپلومیٹک کاپی بک (سفارتی مشقیہ کاپی) میں بہت کم پائی جاتی ہے۔ اور اگر پائی بھی جاوے تو بہت ہی کم اسپر عمل ہوتا ہے لیکن افراد کی طرح اقوام کے معاملات میں بھی یہ امر درست ہے کہ گناہ اپنا بدلہ لینے کے لئے کوئی نہ کوئی راستہ ضرور نکال لیتا ہے۔ اور فی الحال یہ بتانے کے لئے کسی الہام کی ضرورت نہیں کہ انگلستان ابھی تک اپریل ۱۸۷۸ء کی مجرمانہ غلطی کے درست کرنے میں اپنا آخری پونڈ یا آخری جان صرف نہیں کر چکا۔ بلکہ ابھی بہت کچھ زر و مال اور جان و جوان خرچ کرنا پڑیگا۔

اعلان جنگ کے بعد کچھ دنوں تک تو رومینیا نے بالکل الگ رہنے کا منشا رکھا۔ مگر یہ دھوکہ کی ٹٹی چند گھنٹوں سے زیادہ نباہنی ناممکن تھی۔ اوس نے فوراً ہی گورنمنٹ روس کے ساتھ معاہدہ کر لیا جس کے رو سے ریاست کے کُل وسایل زار کے زیر حکم کر دیئے گئے۔ رومینیا کی سپاہ جو شمار میں پچاس ہزار تھی مغربی حد پر قایم کی گئی۔ اور روسیوں نے دریائے ڈینیوب عبور کر لیا۔ رومینیا کے وزراء کو روس کے ساتھ شامل ہونیکا الزام دینا نامناسب ہے۔ انھوں نے معلوم کر لیا کہ ہمارا ملک دو آہنی دیگوں میں ایک مٹی کی ٹھلیا ہے۔ پس ٹکر کے صدمے سے محفوظ رہنے کے لئے وہ زبردست کی حمایت میں آ گئے۔

اس وقت ترکی افواج کا کمانڈر جسکا فرض یہ تھا۔ کہ روسی فوج کی اس غاصبانہ پیشقدمی کو روکتا عبد الکریم پاشا تھا۔ اور خدا معلوم طبعی نالیاقتی یا کسی اور زیادہ مشتبہ امر کے سبب اوس نے اپنے آقا اور ملک کے فرض ادا کرنے میں قابل افسوس کوتاہی کی۔ اوس نے نہ کسی پل کو توڑا۔ نہ کسی ریل کو اکھاڑا اور نہ ہی کسی ایسے مقام پر قبضہ کیا جہاں سے وہ دشمن کو تکلیف دے سکتا۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ۲۸ جون ۱۸۷۷ء کو روسی جرنیل زمرمن معقول فوج لے کر ڈینیوب سے پار اتر آیا۔ اور ایک ماہ کے اندر ہی

Marfat.com

صوبہ ڈبروڈشا حملہ آوروں کے پورے قبضہ میں ہو گیا۔ عثمان پاشا جسے روسی پیشقدمی کے اصلی مقام کی خبر اپنے جاسوسوں سے درست نہ ملی تھی پلیونا پر ہٹ آیا۔ اور وہ کل ملک جو کوہ بلقان کے شمال میں تھا روسیوں کے قبضہ میں آگیا جنرل گورکو بہ ہمراہی دو بریگیڈ فوج سواران و چند توپخانہ کے روسی فوج زیر کمان گرینڈ ڈیوک نکلس کے ہراول میں تھا۔ وہ تھوڑی سی لڑائی کے بعد ٹرنوین داخل ہوا۔ پھر درہ ہنکوئی کیطرف بڑھا۔ جہاں اونسنے ترکی محکمہ خبر رسانی کی سستی سے (زیادہ سخت لفظ نہ سہی) وہاں کے محافظین کی چھوٹی سی جمعیت کو اونپر اچانک آپڑنے سے بھگا دیا۔ اور پھر کذ آنلک کیطرف جو درہ شپکا سے چھ میل پر ہے بڑھا۔ اسجگہ روسیوں کا کیقدر اصلی مقابلہ ہوا۔ ترک نہایت دلاوری سے لڑے۔ اور ایک دفعہ تو وہ جرنیل پرنس مرسکی اور دنٹب سپہ سالار کے حملے کو بالکل پسپا کرنیمیں کامیاب بھی ہو گئے۔ مگر آخر کار دغا شجاعت پر غالب آگئی اور اوسی ماہ کی ۱۸ کو دونوں جرنیلوں کی فوجیں بلقان کی جنوبی جانب آپسمیں اکٹھی ہو گئیں۔

جو فتح روسیوں نے اس دغا سے حاصل کی تھی۔ اوسی نے **عبدالحمید** کو یہہ موقع دیا کہ اپنے آپ کو مرد واقف امور جنگ ثابت کرے۔ چنانچہ روسیوں کی بڑی جلد آگے بڑھتے چلے آنیکی خبریں قسطنطنیہ میں پہونچتے ہی اس شہر میں ایک قسم کا تہلکہ برپا ہو گیا۔ ترکی وزراء نے جب دیکھا کہ ان کی اور حملہ آور فوج کے بیچ اب کوئی قدرتی روکاوٹ نہیں رہ گئی۔ تو اونکی ایسی حالت ہو گئی جیسے (سنہ ۱۸۷۰ء میں) ...ث ایک جرمن سپاہی کے دیکھنے پر فرانسیسی گانوں پہ طاری ہو جاتی تھی۔ وہ بیجا اس بارگاہ سلطانی حاضر ہوئے۔ اور اپنے بادشاہ سے التجا کی کہ وہ دار الخلافہ چھوڑ کر باسفرس کے ایشیائی ساحل پر اپنی ...ان سلطنت لیجائے۔ مگر انہوں نے بھی یوروپ کی طرح اپنے آدمی کو اچھی طرح نہ جانا جس حفاظت کی نظر ...ے اوس نے پروٹوکول کی تجاویز کو مسترد کیا تھا۔ اوسی طرح اوس نے ان مایوسی بخش شوروں کو رد ...دیا۔ یہہ دیکھ کر کہ اس نازک وقت میں اوسے اپنے پرانے معاونوں (انگریزوں) سے کوئی مدد نہیں مل ...تی۔ اور خاصکر اوس کے وزیروں کی دانائی او عقل بھی اب گم ہونے لگ پڑی ہے۔ اوس نے اپنی ...بادر دل اور اپنی سپاہ کے قدیمی طبعی جوش پر بھروسہ کیا۔ اونے ایسے خطرے کیوقت میں اپنی جگہ سے ...ٹرنے سے انکار کیا۔ اور کل امور کا انتظام خود اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ اس صورت انتظام کے ...یر کا اثر بہت جلد اکثر ویران شدہ روسی گھروں میں پایا گیا۔ حملہ آور جرنیلوں کو جلدی ہی معلوم ہو ...۔ کہ ایک بہادر مستقل مزاج شخص (عبدالحمید) کے دل کے مقابلہ میں اونکو اس قدر مصائب اور ...ستوں کو برداشت کرنا پڑا جن کے مقابلے میں ایک بڑے چوڑے دریا (ڈنیوب) اور کوہستانی ...لمہ (بلقان) کی قدرتی رکاوٹیں ایک سیل کے روبرو ایک پرکاہ کی روک کے برابر تھیں

Marfat.com

رشید پاشا وزیر جنگ اپنے عہدے سے الگ کیا گیا۔ اور عبد الکریم جسنے اپنے فرائض کے ادا کرنے میں اپنے ملک کو دغا دی تھا واپس بلایا گیا۔

(جن افسروں نے روس پر رشوت لیکر اپنے شہنشاہ کو دھوکہ دیا تھا اونکا سنا گیا ہی کہ سلطان نے حکم دیا[1] کہ ان کو سونے کی بھٹی میں سونا پگھلا کر انکے مونھ میں ڈالدو۔ جس سے وہ دارِ جہنم کو راہی ہوئے مترجم) مصطفٰے پاشا وزیر جنگ مقرر ہوا۔ اور محمد علی فوج کی کمان پر روانہ کیا گیا عبد الحمید کا جوش محبت اوس کی سپاہ کے دلوں میں بڑی سرعت سے اثر کر گیا۔ اور اس اثر کے کارناموں کو حملہ آوروں کی ایک غیر متوقع سہو سے اور بھی زیادہ مدد مل گئی۔ گرینڈ ڈیوک نکلس جو بجائے لیاقت کے صرف رتبے کے باعث (یہ زار کا چھوٹا بھائی تھا مترجم) اس عہدے پر تھا کسی نامعلوم غلطی سے پلیونا جیسے مضبوط مقام پر قبضہ کرنا بھول گیا۔ اور اس غلطی سے فایدہ اٹھانے میں عثمان پاشا نے (جسکا اس واقعہ سے بہت ہی جلد بعد ہمیشہ کیلئے بہادر دل کے ہر ایک مجمع میں جامِ صحت نوش کیا جانیکو تھا) کوتاہی نہ کی۔ اپنے شاہی آقا کی غلطی کو درست کرنیکیلئے جرنیل کروڈنر (جس کے حالات مجاربات پلیونا میں درج ہیں) نے تین رجمنٹیں بدیں حکم روانہ کیں کہ اس مقام کو بہر نہج فتح کرلیں۔ اور سپاہیوں نے اوسکے حکم کی تعمیل کی۔ مگر فتح صرف عارضی تھی۔ رجمنٹیں بے مدد تھیں اور وہ مورچوں کے اندر داخل ہی ہوئی تھیں۔ کہ عثمان نے اونکو بڑے نقصان کے ساتھ باہر نکال دیا اور اوس نے فوراً مورچہ بندی ڈالنی شروع کردی جسکی عالیشان حفاظت ہمیشہ کیلئے اوس کے نام پر وہ شفاف روشنی ڈالتی رہے گی جیسی کہ سباسٹوپول کی لڑائی ٹوڈلبین روسی سپاہ سالار کے نام پر۔ عثمان نے اپنے آپکو ایک لایق جنگی انجنیر اور متحمل و مستعد کارکن سے بھی زیادہ دکھلا دیا۔ کیونکہ اوس نے درہ ارکانیہ کے ذریعہ سے صوفیہ تک آمد و رفت کے رستے کو قابو کرلیا۔ اور ساتھ ہی لوفچے کے مضبوط مقام کو اور زیادہ محفوظ کردیا۔ پس اپنے خطاب دار عزیز کی دلداری نے زار روس سے نہایت ہی کار آمد مقام کروڑوں روپئے جو فاقہ کش دہقانوں کی مفلسی سے جبراً چھینے ہوئے تھے۔ اور اوسکی سپاہ کی لاکھوں جانیں ضایع کرادیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسلسل فتحیابی میں اس ناگہانی مزاحمت نے روسی جرنیلوں کے سر چکرا دیئے اور اونکو بجائے ماہران فن جنگ کی طرح کارروائی کرنے کے ایک بھڑکے ہوئے پاگل سانڈ کی کرتوتیں کرنے پر مجبور کردیا۔ وہ تیس ہزار فوج اور بھاری توپخانہ سے پلیونا پر چڑھے اور ۳۰ جولائی کو حملہ کیا۔ مگر اونکی قسمت میں یہ سبق سیکھنا لکھا تھا کہ غلطی تو بڑی آسانی سے سرزد ہو جاتی ہے لیکن سنوارنا ذرا مشکل ہے۔ اپنے مالک کی غلطی کو ایک دوسرے سے پہلے درست کرنیکی بیقراری اور تردد نے اس حملے کے نتایج کو بالمجموع اور بھی زیادہ خطرناک کردیا۔ حملہ کرنیوالے ڈیژن دو فرقہ یعنی دس ہزار کی فوج ہوتی ہے جنھوں نے بجائے ایک کے بیرکران

[1] یہ افواہ درحقیقت غلط محض ہے۔

Marfat.com

ہونے کے ایک دوسرے سے بالکل بے تعلق آگے بڑھے۔ اونکو ایسی گھاٹیوں میں سے ہو کر گذرنا تھا جن کی دو طرفہ بلندیوں پر ترکی توپخانے تھے۔ اس طرح تعلق باہمی کے ضروری رشتے کے بغیر ہی آگے بڑھنے پر ایک ڈویژن دوسرے سے آگے بڑھ گیا جس نے کسی کمک یا مدد کا انتظار کئے بغیر اکیلے ہی نے حملہ کر دیا۔ شاکافسکوئی (ایک روسی ڈویژن کے کمانڈر کو شومئی قسمت اور) بدبختی سے کامیابی اپنی لیاقت سے بڑھ کر ہوئی۔ وہ ایک یکلخت حملے سے حفاظت کر کے ایک مورچے کو دگو بڑا سخت نقصان اٹھا کر فتح کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ میں بدبختی سے اس لئے کہتی ہوں کہ اس کامیابی نے اوسکا اور اوسکی مالک کا بڑا نقصان کیا۔ فتحیابی سے مست ہو کر اوسنے دوسرے (دوسرے کمانڈر کے کمک لیکر آ پہونچنے تک مورچے کی) آڑ میں رہ کر انتظار کرنا پسند نہ کیا۔ اور اپنے آدمیونکو ذرا سا دم لینے کا وقفہ بھی نہ دیا تھا کہ اوس نے دوسرے مورچے پر حملہ کر دیا۔ روسی بڑی تہوّر سے لڑے۔ مگر اونکے مقابل بھی اونہیں کی ہم پلہ اور نسبتاً تازہ دم تھے۔ تین گھنٹے کی مہیب لڑائی کے بعد روسی بالکل پسپا کئے گئے۔ اور آخر کار بھاگ نکلے پسپا ہوتے ہی روسیوں کو ان گھاٹیوں میں سے نکلنے کیلئے جن میں سے وہ آئے تھے پھر دوبارہ ترکی توپخانونکی پوری زد میں آنا پڑا جو فراریوں پر برابر گولہ باری کرتے رہے حتّٰی کہ رات نے اونپر (روسیوں پر) رحم کھایا۔ اور تعاقب کنندگان اور بھگوڑوں کے درمیان حایل ہو کر کشت و خون کو بند کر دیا جب صبح ہوئی تو اس جرّار فوج میں سے جو اس بے پروائی سے پلیونا پر حملہ کرنے کو بڑھی تھی۔ صرف ایک بے سروسامان تھوڑا سا حصہ بچ گیا۔ جو چھوٹی چھوٹی جماعتوں میں متفرق ہو کر لڑکھڑاتا ہوا ڈینوب کی لائن کی طرف ہٹ رہا تھا۔

روسی سپاہ کی اس پہلی اور تباہ کن شکست سے روم کی دشمنوں کی دلوں میں سراسیمگی پیدا ہو گئی اور تمام روئے زمین پر اس کے محبوں کے سینوں میں امید کی شعاعیں چمک اٹھیں۔ یورپ کے کاروباری لوگونپر اس شکست سے جو اثر پڑا۔ اس امر سے معلوم ہو جاویگا کہ اس خبر کے مشتہر ہوتے ہی روسی دستاویزوں کی قیمت بہت ہی گر گئی۔ جو اس مثل (جسکی لاٹھی اوسی کی بھینس) کی اصول کو مانتے تھے مارے خوشی کے جاموں میں پھولے نہ سماتے تھے۔ اور روسی افواج کے دریائے ڈینوب سے عبور کر کے فوراً آ پہنچنے کا منتظر ہو گئے [illegible]

افسوس جو نقصان عبد الکریم پہلے کمانڈر کی بے ایمانی سے روم کو پہونچا۔ اوسکی برخاستگی سے دفع [illegible] ایسے بڑے مضبوط مقامات کو بغیر کسی لڑائی کے چھوڑ دینے سے عثمان پاشا کے لئے ناممکن ہو گیا تھا۔ کہ وہ اس فتح کے بعد جو اوس نے دشمنوں کی غلطی ذاتی لیاقت اور اپنی فوج کی کمال بہادری سے حاصل کی تھی۔ دشمنوں کا پیچھا کرے۔ وہ اپنی مقام کو قابو رکھنے کیلئے کافی مضبوط تھا۔ مگر نہ اسقدر کہ تعاقب کو جاری رکھکر دشمن کے ہیڈکوارٹر پر حملہ کرے۔ پس روسی جرنیلوں کو اپنی تتر بتر شدہ فوجونکو اکٹھا کرنے اور مدد حاصل کرنے کے عثمان کی قلعہ بندی

Marfat.com

پر پھر حملہ کرنیکا موقع مل گیا۔

پلیونا کی لڑائی نے کل نظروں کو اپنی طرف مصروف کرلینے سے جنرل گورکو کے وہ بڑے کارنامے جو وہ جنوب میں کر رہا تھا تمام شائقینوں کے دل سے کچھ عرصہ کے لئے بھلا دیئے۔ یہ افسر اس تباہی سے بے خبر جو اس کے ساتھیوں پر پڑی تھی۔ ادن دروں کیطرف جو اس چھوٹے سے سلسلہ کوہ سے گذر کر جسے قراداغ کہتے ہیں رومیلیا کے میدانوں کی طرف جاتے ہیں۔ برابر بڑھ رہا تھا۔ مگر اسے بھی اپنی باری میں ایک سخت مزاحمت کا مزا چکھنا تھا۔ یہ مزاحمت دراصل اسی طاقت کے باعث تھی جبکا اثر اسی وقت سے عبدالحمید لائق آدمیوں کو مناسب مقاموں پر مقرر کرنے سے معلوم کرنے لگ پڑا تھا جونہی سلطان نے کاروبار کا اہتمام اپنے ہاتھوں میں لیا۔ اوس نے سلیمان پاشا کو مانٹی نیگرو سے واپس بلا کر جسجگہ اوسکی قابلیت چند وحشی پہاڑیوں کے ساتھ چھوٹی چھوٹی لڑائیوں میں ضایع ہو رہی تھی۔ ترکی افواج متعینہ ایڈریانوپل کا افسر مقرر کیا۔ گورکو کی پیشقدمی کے انتظار میں سلیمان نے ایسے مقام پر ڈیرہ ڈالا جہاں سے وہ اسکو خواہ شرقی یا مغربی دروں سے ہو کر خواہ سامنے سے خواہ طرانی دروں سے ہو کر آوے روک سکے حملے کا نقشہ کی گورکو نے یوں تجویز کی کہ بلگیریا کی فوجوں کو دائیں اور بائیں طرف ترکوں کے یمین و یسار پر روانہ کرکے خود قلب لشکر کو قراداغ کے دروں میں سے لیکر چلا۔ مگر سلیمان پاشا جس نے اپنی ساری فوج کو مجتمع کیا ہوا تھا اسکی صفرا میں گورکو پر تیس ہزار فوج سے جا پڑا۔ اور اسکو آٹھ ہزار جانوں کے نقصان کے ساتھ درہ ہائے شپکا اور ہینکوئی سے بالکل پسپا کر دیا۔

یہ جتلا دینا مناسب ہے کہ یہ دوسری شکست بھی پلیونا کی شکست کیطرح ماہران فن جنگ کے نزدیک رومیوں کی شجاعت و لیاقت اور دلیر حملہ آوروں کی لاپروائی سے واقع ہوئی۔ روسی جرنیل حملے کی ابتدائی دنوں میں بالکل کمزور مزاحمت ہونیکے باعث اپنے دشمنوں کو حقیر سمجھنے لگ پڑے تھے۔ اور اسی لئے انہوں نے اس تغیر کا جو اس ایک ہوشیار اور ذہین آدمی (عبدالحمید) کی مسند سلطنت پر واقع ہوا تھا کچھ بھی خیال نہ کیا۔ مگر ان دو لڑائیوں نے روسی کارپردازان جنگ پر ثابت کر دیا۔ کہ رومی سپاہی کی قدیمی شجاعت ذرا بھی کم نہیں ہوئی۔ اور ابتدائے جنگ میں انکو پہلی کامیابیاں صرف ترکی کمانڈر (عبدالکریم) کی غفلت یا بڑھاپے ہی سے حاصل ہوئی تھیں نہ اپنی (روسی افسران جنگ کی) یا اپنے ماتحتوں کی کسی عجیب جنگی لیاقت سے۔ ۷۰ ہزار ترکوں کی مقابلہ میں جو فوجیں اور پلیونا میں جمع تھیں۔ گرینڈ ڈیوک نکلس سے سوائے اس کے اور کچھ نہ بن پڑا۔ کہ باوجودیکہ اوسکے پاس اسوقت بھی ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ روسی اور ۵۰ ہزار رومینیا کی فوج موجود تھی (تعداد جرنیل گورکو کی فوج سے علاوہ ہے مترجم) اس ایک لاکھ کی آمد کا جو روس سے طلب کیگئی تھی اور آنے

Marfat.com

اس وقت رومینیا سے گذر رہی تھی۔ انتظار کرے۔

نقشہ موقع کو ذرا غور سے دیکھنے پر ایک فن جنگ سے ناواقف دریافت کنندہ کو بھی یقین ہو جائے گا کہ یہاں اور اب ٹرکی کیلئے میدان جنگ کی قسمت کو اپنی طرف کرنے اور فوج مخالف کے ہر ایک دبشہر کو دریائے ڈینوب سے پار دھکیل دینے کا ایک بہت بڑا موقع تھا۔ اب بجائے بچاؤ کرنے کے ایک متفقہ حملہ کرنیکا وقت آگیا تھا۔ مگر یہہ دو وجہ سے ناممکن تھا۔ ایک تو محکمۂ خبر رسانی کی حالت بہت خراب تھی جس کے باعث میدان جنگ سے سلطان کو بہت دیر میں خبر ملتی تھی۔ اور دوسری وجہ کسی ایک بڑے جرنیل کا نہ ہونا تھا جسپر سلطان المعظم اعتماد کرکے لڑائی کا کل انتظام اوس کے سپرد کر سکتے۔ پس روسی درہ شپکا میں اپنے مقام کو مورچہ بند کرنے میں بغیر کسی مزاحمت کے چھوڑ دیئے گئے۔ جہاں وہ اُن کمیوں کو پورا کرنے کے لئے جو پلیونا کی جانگداز شکست سے واقع ہوئی تھیں۔ کمک کے منتظر رہے۔

۱۶ اگست تک دونوں فوجیں بیکار پڑی رہیں۔ سوائے اسکے کہ گاہ بگاہ کوئی گولہ دشمن کی جمعیت معلوم کرنے کو چلایا گیا۔ یا بیرونی پہرے کی چوکیوں میں کوئی لڑائی ہو گئی۔ مگر اس دن سلیمان پاشا نے اس درے کو حملہ کرکے پھر لے لینے کا ارادہ کیا۔ لیکن اُسوقت شپکا پر حملے کی کیفیت بالکل منعکس ہو گئی تھی۔ روسی مورچوں کی اوٹ میں تھے۔ اور ترک کھلے میدان میں۔ پانچ دن رات لڑائی ہوتی رہی۔ درہ گولہ باری سے دوزخ کا نمونہ بنا ہوا تھا۔ تاہم روسی مورچوں پر قابض رہے۔ اور سلیمان ہزار جانوں کا نقصان اُٹھا کر پیچھے ہٹ گیا۔ اس پسپا ہونے سے اوس کے ساتھی افسروں عثمان اور محمد علی پر کوئی مضر اثر نہ پڑا۔ اور اُنھوں نے بھی اپنی اپنی باری میں گرینڈ ڈیوک کی افواج پر حملہ کیا۔ اور باوجودیکہ اونکی افواج اُسی متہوّرانہ جرأت سے لڑیں جیسی کہ سلیمان کی سپاہ۔ مگر انکو آخرکار واپس ہٹنا پڑا۔ اسوقت روسیوں کو بہت بڑی کمک پہنچگئی تھی۔ اور پھر دوبارہ حملہ کرنیکے قابل ہو گئے تھے۔ جنرل سکوبیلاف روسیوں کا جنگی پیشوا جو ایک بڑا بہادر سپاہی اور بھارتی اس دنیا میں ایک بڑا خوبصورت شخص ہی ترکوں کی فوج سے تگنی سپاہ لیکر لوفچہ پر حملہ آور ہوا۔ بڑی سخت مقابلے کے بعد لوافتح ہو گیا۔ اور پلیونا کا رستہ کھلگیا۔

اِس وقت جنگ کا ایک قابل یادگار سانحہ واقع ہوا جسنے غالب و مغلوب دونوں کو کمال عزت دلا دی۔ اور اُن دونوں شخصوں کو جو افواج مخالف کے افسر تھے شہرت دوام بخشدی۔ ۷ ستمبر کو سکوبیلاف نے ایک سو پچاس توپوں سے پلیونا کے بیرونی مورچے پر گولہ باری شروع کی۔ دو دن تک روسی پہاڑی توپخانوں اور ترکی قلعوں سے گولے چلتے رہے۔ اول الذکر سے ایک گولہ آنے پر مابعد الذکر سے ایک شل دینے والا آہنی گولہ پھینکا جاتا تھا۔ ۸ ستمبر کی شام کو سکوبیلاف نے محصورین کے پہلے مورچے پر حملہ کیا مگر خطرناک شکست دی گئی۔

ے لوفچہ کا دوسرا نام۔

Marfat.com

دیا گیا۔ اور اوس نے گولہ باری مکرر شروع کر دی۔ اور دو دن تک پلیونا کے اوپر بھاری توپوں کی گرج سے آسمان پھٹتے رہے۔ اور اڑتے ہوئے گولوں اور غباروں سے ہوا تاریک رہی۔ ۱۱ ستمبر کو سخت گہر پڑ جانے سے گولہ باری ٹھنڈی ہو گئی۔ اور انکرمان[۱۳] کی طرح روسیوں نے ایک دفعہ اور اس قدرتی معاون کی مدد سے وہ امر بذریعہ سنگین حاصل کرنا چاہا جسے توپ نہ پا سکی تھی۔ انہوں نے تین مختلف مقاموں پر حملہ کیا۔ روسی فوج پیدل بار بار مورچوں پر جھپٹتی رہی۔ جہاں انکو فولاد اور شعلے کی جلتی ہوئی دیوار سامنے ملتی۔ وہ کم اور متفرق کئے جا کر کہر کی تاریکی میں پیچھے ہٹا دئیے جاتے جہاں سے پھر سنبھلکر وہ بار بار پاگلوں کی طرح حملے کرتے رہے۔ اس دن۔ اس رات اور پھر دوسرے دن یہ خوفناک ہنگامہ برابر جاری رہا۔ حملہ آوروں کی صفوں پر صفیں اس طرح کاٹی جاتی تھیں جس طرح کاٹنے والے کی درانتی کے آگے اناج کے خوشے۔ ان کے مردوں کے پشتوں سے مورچوں کی خندقیں بھر گئی تھیں لیکن روسیوں نے اپنی تاریخ میں پہلی ہی دفعہ اپنے مردہ ساتھیوں کے جسموں کو دشمنوں تک پہنچنے کے لئے بطور پلوں کے استعمال نہ کیا۔

اس تمام معرکہ کشت و خون اور آتشباری پر سکوبیلاف جنگ کے مجسم دیوتا کی طرح حکم کرتا پھرتا تھا۔ سکوبیلاف دبلی ہیئت کدالی ننگی سر۔ ٹوٹی تلوار ہاتھ میں۔ کوٹ شانوں پر سے بالکل پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہوا۔ اس کا خوبصورت چہرہ دھوئیں سے سیاہ۔ اسکی نازک لمبی مونچھیں آگ سے جھلسی ہوئیں۔ اسکی آنکھیں انگاروں کی طرح چمکتی ہوئیں اور اوسکی آواز جرات دلاتی ہوئی اپنے سپاہیوں کو ایک ہی وقت ہر جگہ معلوم ہوتا تھا۔ جب کوئی رجمنٹ ترکوں کے کسی نہایت ناقابل فتح شدہ مورچہ کو اندھی کمزور اور بے دل ہو کر لڑکھڑاتی تھی تو سکوبیلاف اپنے تحکمانہ آواز سے فوراً سنبھلنے کو پکارتا ہوا وہیں فی الفور موجود ہو جاتا۔ اور اسکی موجودگی سے رومینیا کی نو گرفتار خام رنگروٹ میں بھی ایک پرانے جنگ آزمودہ سپاہی کا تحمل اور لاپروائی پیدا ہو جاتی تھی۔ اور جبکہ سہ بارہ ہزیمت خوردہ پلٹن مکرر تازہ دم اور صف بندہ ہو کر پھر موت کی آتشبار طوفان کی گھمسان میں کود پڑنے کے حکم کی منتظر ہوتی تھی۔ تو ہمیشہ جرنیل ہی کی آواز تھی جو وہ حکم دیتی۔ اوس کے (سکوبیلاف کے) فراخ کندھے اگلی صف کی سنگینوں سے بھی چھ فیٹ اونچے ہوتے تھے۔ تا نہ کسی سکوبیلاف کی بر اندازہ کوششیں اور نہ ہی اوسکی پشا کی نڈر بہادری رجوع اوس نے ... [illegible] ... اجل کے اسلحہ حرب پھر جنکو ترکوں جیسے شجاع اور ثابت قدم سپاہی مورچوں کی اوٹ سے چلا رہے ... [illegible] ... سکتی تھیں پس تیسرے دن کی غروب ہونے پر جبکہ گولہ باری بند کرنیکے حکم سے بگل چلا رہے تھے۔ تاریخ جنگ کے اس بڑے بہادرانہ اور ہمت کا نتیجہ کیا ہوا۔ صرف ایک مورچہ کا فتح ہونا۔ یہ جیسا نہایت بڑا تہوانہ کام تھا ویسا ہی غالباً آخری ہوگا۔ آئندہ پھر کبھی سنگین بمقابلہ دو دکار توسی بندوق (

---

[۱۳] انکرمان ایک مقام پر ... [illegible] جنگ کریمیا میں روسیوں نے ذکر کی تاریکی میں انگریزی اور فرانسیسی افواج پر حملہ کیا تھا۔ مگر پسپا کر دیئے گئے۔

کا مقابلہ نہ کرے گا۔" روسی جرنیلوں نے یہ سبق سیکھ لیا۔ اور اس سے انہوں نے فائدہ اٹھانیکی کوشش کی۔ انہوں نے اب وہی ممکن الوقوع ذریعہ اختیار کیا جس سے ہی صرف فی زماننا ایک درحقیقت قلعبند مقام فتح کیا جا سکتا ہے یعنی محاصرہ اور فاقہ دہی۔ مگر اس ترکیب سے اتنی دیر اور تعویق ہوئی جسکی یورپ میں کسی کو امید نہ تھی۔ کیونکہ یہ ۱۰ دسمبر تک بالکل بے اثر رہی جس تاریخکو عثمان[1] پاشا نے یہ دیکھکر کہ رسد وغیرہ کے بڑی تیزی سے کم ہوتے جانے سے اب زیادہ عرصہ تک اس مقام پر قابو رکھنا ناممکن ہے۔ ایک بیباکانہ حملے پر لڑائی کے پانسے کو منحصر کر دینے کا فیصلہ کر دیا۔ اور اوس نے کل فوجکو لیکر حملہ کر دیا۔ اور محاصرین کی خندقوں کی پہلی لائن کو فتح کر کے کل سپاہ کو جو اوس پر متعین تھی۔ تہ تیغ بیدریغ کیا۔ مگر اوس کی سپاہی فاقوں اور اتنے بڑے محاصرے کی دن رات کی نگہبانی سے تھک کر بالکل کمزور ہو گئے تھے۔ اور وہ محاصرین کی بیشمار فوجکو جو گنتی میں ان سے بدرجہا بڑھ کر تھی۔ کاٹ کر باہر نہ نکل سکتے تھے۔ اس لئے اس نے اپنے مورچوں پر واپس ہٹ کر سفید جھنڈا کھڑا کر دیا۔ جب فاتح پلیونا میں داخل ہوئے تو بجائے ایک شہر کے انہوں نے اسے ایک مردہ خانہ پایا۔

اب ہم تھوڑی دیر کیلئے ان واقعات کی طرف مصروف ہوتے ہیں جو ایشیا میں ہو رہے تھے۔ کیونکہ یہ امر فراموش نہ کرنا چاہیئے کہ ترکی اپنی جان بچانے کے لئے دونوں براعظموں میں لڑ رہی تھی۔ روسی فوج نے ۲۵ اپریل کو زیر کمان گرینڈ ڈیوک میکائیل ایشیائی سرحد کو عبور کیا۔ اور قارص۔ بایزید۔ اردہان اور بڑے مشہور تجارتی شہروں باطوم اور ارض روم پر ایک ہی وقت حملہ کر دیا۔ انہیں سے اردہان ۱۷ امئی کو ایک سخت مقابلہ کے بعد مفتوح ہوا۔ اور بایزید کو ترکوں نے بغیر کسی مقابلہ کرنیکے چھوڑ دیا۔ مگر جیسا کہ یورپ میں ہوا۔ ابتدائی فتحیابیوں کا ایک مسلسل سلسلے میں برابر چلے جانا حملہ آوروں کی قسمت میں نہ بدا تھا۔ حملہ ملک کے ایک بڑے دشوار حصہ میں کیا گیا تھا۔ اور زمین کی قدرتی بناوٹ ایسی تھی کہ محافظین حملہ آور پر چھوٹے چھوٹے مگر نقصان دہ حملے کر سکتے تھے۔ ۲۰ جون کو مختار پاشا نے جو ترکی افواج کے سپہ سالار تھے روسی افواج کی بائیں حصہ پر بڑی جماعت سے حملہ کرنا شروع کر دیا۔ لڑائی پندرہ دن تک جاری رہی۔ اور ۵ جولائی کو روسی بڑی نقصان کے ساتھ سرحد سے باہر نکال دیئے گئے۔ ترکوں نے بایزید پر پھر قبضہ کر لیا۔ اور ۹ جولائی کو کل ضلع سے روسی بالکل خارج ہو گئے۔ اب مختار قارص کی مدد پر روانہ ہوئے جس کے نزدیک فوج محاصرہ کنندہ نے ایک پہاڑی پر اپنے مقام کو خوب قلعبند کیا ہوا تھا۔ اسجگہ سے روسیوں کو دست بدست لڑائی میں نکال دینے میں وہ کامیاب ہوئے۔ اور گو ان کا عام حملہ ناکامیاب ہی رہا۔ تاہم روسی اس قدر کمزور اور بے دست و پا کر دیئے گئے۔ کہ ان کو پھر حملہ کرنیکے لئے پہلی اکتوبر تک امدادی فوج کا انتظار کرنا پڑا۔ تب قارص کے گرد ۱۴ دن تک بھاری لڑائی کا سلسلہ جاری رہا۔ اور ۱۵ کو مختار ارض روم کو واپس

---

[1] افسوس یہ نامدار غازی ۵ اپریل ۱۹۰۰ء کو بقول بعض ۶۸ اور بروایت دیگر ۶۳ برس کی عمر میں بعارضہ ذیابیطس دمہ قسطنطنیہ میں فوت ہو گئے۔ ان کے کارناموں کے مفصل حالات کتب محاربات پلیونا۔ محاربات تھسلی۔ اور ترکوں کی موجودہ ترقیات میں جو دفتر حمیدیہ اجمیر ... سے ملسکتی ہیں درج ہیں۔

Marfat.com

ہٹ آئے۔ اور تارص پورے محاصرے میں ہو گیا۔ جو پہلی نومبر کو بڑے سخت دلیرانہ مقابلے کے بعد فتح ہو گیا۔ اس اثنار میں روسیوں نے جو ایشیا میں یورپ کی طرح بے اندازہ طاقت میں تھے مختار کی فوج کا ارض روم کی دیواروں تک تعاقب کیا۔ اور ۴ر نومبر کو ارض روم کی شمال اور مغربی بلندیوں پر قبضہ کر لیا جنوب مشرق کی طرف ساٹھ میل تک ولدلی ڈابریں تھیں جنکی وجہ سے ارض روم کا پورا محاصرہ ناممکن تھا۔ اور صرف چھوٹے چھوٹے حملے کئے جا سکتے تھے جن کا ترکی بہ ترکی جواب رومی جرنیل ۱۷ر دسمبر تک کامیابی سے دیتا رہا۔ جبکہ وہ قسطنطنیہ طلب کیا گیا تھا۔ تب تک در اصل باطوم اور ارض روم روسیوں سے ہرگز فتح نہ ہو سکے تھے۔ اور اگر تنازع فیمابین روم و روس ایشیائے کوچک میں لڑائی کے فیصلے پر چھوڑا جاتا۔ تو وہ مسئلے جو برلن کانگرس میں صلح کے لئے پیش ہوئے مختلف ہی صورتوں میں حل ہوتے (یعنی روس کو باطوم وغیرہ نہ ملتے)۔

اب بلقان کی طرف توجہ مبذول کر کے جنگ کے اس مختصر بیان کو ختم کرتی ہوں۔ ۱۷ر ستمبر کو سلیمان نے دوبارہ شبکا سے روسیوں کو نکالدینے کی کوشش کی۔ مگر روسی بڑی مضبوط قلعہ بندی میں تھے۔ پس اوس نے اس خیال کو بالکل چھوڑ دیا۔

پلیونا کے مفتوح ہو جانے پر روئے زمین کے کل حامیان امن نے خیال کیا۔ کہ یورپین مداخلت کا وقت اب آ گیا ہے۔ کل آنکھیں لنڈن گورنمنٹ کی طرف مداخلت کے کسی ارادے کو معلوم کرنیکے لئے جھکی ہوئی تھیں۔ مگر لارڈ بیکنسفیلڈ ابھی تک خاموش تھا۔ اور انگریزی بیڑہ جہانات ویسے ہی لنگر انداز تھا۔ اسمیں کچھ شک نہیں ہو سکتا۔ کہ زار بھی اس وقت ایسی مداخلت کو جو اس سے معزز شرائط پر صلح کرا دیتی دل سے پسند کرتا۔ اسکی شپاہ نے سخت نقصان اٹھائے تھے۔ اسکی مالی حالت بالکل تباہ ہو گئی تھی۔ اور سب سے بڑھ کر موسم سرما جس کے ہمرکاب لڑائی کی مصائب اور تباہیوں کو اور زیادہ کرنے کے سامان بھی آتے ہیں۔ سر پر آ پہونچا تھا۔ قسطنطنیہ سے نامہ و پیام کی کوئی سلسلہ جنبانی نہوئی۔ اور یہ ظاہر تھا کہ کسی بیرونی دوستانہ مداخلت نہ ہونے پر سلطان نے آخری دم تک لڑتے جانے کی ٹھان رکھی تھی۔ جاڑے کے لمبے مہینوں میں اپنی فوجکو بحالت موجودہ قایم رکھنا ناممکن تھا۔ اور ویسا ہی بلقان سے واپس ہونا ناممکن تھا۔ پس زار کو سوائے اس کے کوئی چارہ نظر نہ آیا۔ کہ فوجوں کو باسفورس کے ساحل تک بڑھنے کا حکم دے جسکی تعمیل کرنیکو جرنیل گور کو آگے بڑھا۔

ایک اور ہفتہ بھر کی سخت لڑائی کے بعد کوہ بلقان سے عبور کیا گیا۔ ۲ر جنوری کو صوفیا فتح ہوا اور کوہ شبکا کی لڑائی کا ۳۰ ہزار ترکوں کے ہتھیار رکھدینے سے خاتمہ ہوا۔ ۱۵ر کو روسی فلپ پولی میں داخل ہوئے اور حملہ آوروں کی پیشقدمی کو روکنے کے لئے ترکوں کی طرف سے ایک اور سخت بپا کا نہ حملے کے بعد ۱۳ر جنوری ۱۸۷۸ء کو

صلحنامہ تحریر کیا گیا عہد و پیمان مابعد پر ایک ماہ صرف ہوا۔ اور ۳ مارچ کو شہرہ عہدنامہ سین سٹی فانو پر دستخط کئے گئے جسپر سرسری نظر کرنے کے بعد میں اس فصل کو ختم کرونگی۔

اس کی پہلی شرط یہ تھی کہ سرویا۔ مانٹی نیگرو اور رومینیا مطلقاً آزاد کر دئیے جائیں۔ اسکی بڑی بھاری شرط بلگیریا کے متعلق تھی جسمیں اوس سے خود مختار باجگذار صوبہ بنانے کی تجویز کیگئی جس کا سلطان صرف باج خواہ شہنشاہ ہو نہ کہ براہ راست حکمران۔ اسکی حدود دریائے ڈینوب سے لیکر بحر الجزائر تک بلقان کے دونوں جانب مقرر کیگئی۔ اور معاہدہ ہوا کہ اسکا ابتدائی انتظام عرصہ دو سال تک کمشنر متعینہ زار کریگا۔ اور اس مدت تک روسی فوج اوسپر قابض رہے گی۔ بوسینیا و ہرزیگوینا کے متعلق جو اصلاحیں کانفرنس منعقدہ قسطنطنیہ نے تجویز کی تھیں۔ اور جن کو بابعالی نے مسترد کر دیا تھا۔ ان کی نسبت یہ شرط ہوئی کہ روس اور آسٹریا کی نگرانی میں جاری کی جاویں۔ صوبجات اپائرس تھسلی اور یوروپین ٹرکی کے دوسرے صوبوں کی حکومت جنکی نسبت پیشتر خاص طور پر فیصلہ نہیں ہوا تھا۔ یہ فیصلہ ہوا کہ آیندہ کے لئے ایک خاص کمیشن کے سپرد کی جاوے وہ بابعالی کو ہر امر کی رپورٹ دیا کرے۔ اور بابعالی اونکی تجاویز کو عملمیں لانے سے پہلے زار روس رضامندی حاصل کر لیا کرے۔ باقی شرائط یہ تھیں۔ کہ روم روس کو ایکسو اکتالیس ملین پونڈ (ملین = دس لاکھ کے دلپونڈ = سولہ روپے[1] کے) تاوان جنگ دے جسمیں ۱۰ ملین نقد ہو۔ اور باقی کے عوض ایشیائے کوچک کا وہ ٹکڑا ہو جس میں باطوم۔ اردہان۔ بایزید اور وہ زمین جو ساغان لو تک چلی گئی ہے۔ شامل ہے مصر بیبیا کا وہ حصہ جو جنگ کریمیا کے بعد روس سے لیا گیا تھا۔ واپس دیا جاوے۔ باسفرس اور آبنائے ڈارڈینلز بحیرہ اسود کے روسی بندرگاہوں کے ساتھ تجارتی جہاز رانی کے لئے کھلے رہیں عہدنامہ روسی فوج کے بتدریج ہٹائے جانے کی شرائط پر ختم ہوا۔

مشتہر ہونے پر یہ عہدنامہ جس نظر سے یوروپ میں دیکھا گیا۔ اوس سے اوس کی شرائط کے پورا ہونیکی ذرا بھی امید نہ رہی۔ انگلستان میں خاصکر اس نے ایسا جوش پیدا کر دیا جس سے امن و امان زیادہ دیر تک قایم رہتا معلوم نہ پڑتا تھا۔ انگلش پبلک کے ۳/۴ حصے نے اسے حقارت آمیز تمسخر اور غضبناک نفرت سے دیکھا۔ گورنمنٹ کے عملی فوجی مداخلت کرنے کے ذرا سے کنایہ نے عام جوش کو ابلنے کے درجہ تک پہنچا دیا۔ فریق مخالف کا سرگروہ (یعنی مسٹر گلیڈسٹون) اور اوس کے پیرو بھی "شمال کی مقدس مورت" کی درخواست کی تائید میں کچھ نہ کر سکتے تھے۔ انگلستان جیسا جوش یوروپ کے ہر ایک خلافیں کم و بیش پیدا ہو گیا۔ اور روس کو اب یہ جتانی دینی لگ پڑا۔ کہ گو وہ مغلوب دشمن کے ساتھ سلوک کرنےمیں انصاف کو بالائے طاق رکھدے۔ مگر ایسے عہدنامے پر جو یوروپ کے اہم مقاصد و اغراض کے عین برعکس ہو عملدرآمد کرانا اور چیز ہے اسکو فوراً مطلع کیا گیا کہ ۱۸۵۶ء و ۱۸۷۲ء

[1] اب پونڈ ۱۵ روپیہ کا ہے۔

کے عہد نامے بغیر ان طاقتوں کے مشورے اور اجازت کے فسخ نہیں ہوسکتے جن کے اوپر دستخط ہیں اور اس امر کی پیشبندی کے لئے کہ شاید روس فتح سے مخمور یوروپ کی بھی کچھ پروا نہ کرے۔ انگلستان نے خاص اپنے ذاتی فوائد و اغراض کی مضبوطی کے لئے تیاری شروع کردی۔ اور لارڈ بیکنسفیلڈ نے اپنی زندگی بھر کا بہت ہی بڑا اہم و لعزیز کام کیا۔ کہ اوسنے انگریزی جنگی بیڑہ جہازات کو قسطنطنیہ کے میناروں کے عین سامنے لنگرانداز ہونے کا حکم دیا۔

سفارتی نامہ و پیام میں بہت وقت خرچ کرکے زار کو آخر کار معلوم ہوگیا۔ کہ عہدنامہ سین سٹی فانو صرف ایک ابتدائی عہدنامہ ہے۔ اور مئی ۱۸۷۸ء میں دول عظام کے وکلائکے بمقام برلن کانگریس میں جمع ہونیکے لئے جو ماہ جون میں نشست کرنیکو تھی۔ تیاریاں ہونے لگیں۔

اس کانگریس کی کارروائی دوسری فصل میں بیان کیجاویگی

فصل دوم (۲)

برلن کانگریس[۱]

برلن کانگریس میں روس کی حالت بعینہ اُس درندہ جانور کے مشابہ تھی جس سے اُسکا شکار عین اُس وقت چھینا جائے جبکہ وہ لذیذ لقمے کو نگلنے پر تیار ہو۔ پس یہ تعجب کی بات نہیں کہ روسی فوج شرائط

[۱] عہدنامہ برلن کے مطابق مندرجہ ذیل رقبہ سلطان المعظم کی حکومت سے نکل گیا۔ ترکی ان یوروپ عہدنامہ سے پیشتر علاوہ رومینیہ سرویا اور مانٹی نیگرو کے (رقبہ ۱۳۸۲۶۴ میل مربع آبادی ۸۳۱۵۰۰) عہدنامے کے مطابق نکل گیا۔ بہ تفصیل ذیل:- (رقبہ ۶۲۲۳۶ - ۷ - آبادی ۴۳۳۴۰۰۰)۔ بلگیریا (رقبہ ۲۴۳۶۰ - ۲ - آبادی ۱۸۵۹۰۰۰) مشرقی رومیلیا (رقبہ ۱۳۵۰۰ - آبادی ۷۵۱۰۰۰) بوسینیا اور ہرزی گوینا (رقبہ ۲۸۱۲۵ - آبادی ۲۰۶۱۰۰۰) رومینیا سرویا اور مانٹی نیگرو کو جو زاید رقبہ ملا (رقبہ ۱۰۲۵۱) آبادی (۲۶۹۰۰۰) موجودہ خاص ٹرکی۔ ان یوروپ (رقبہ ۶۲۰۲۸ - آبادی ۴۲۷۵۰۰۰) علاوہ ازیں روس کو ایشیائی ٹرکی کے صوبہ آرمینیا میں سے ۱۱ ہزار میل مربع زمین ملی۔ عہدنامہ برلن سے پہلے رومینیا ۴ ہزار پونڈ سالانہ۔ سرویا ۲ ہزار پونڈ سالانہ اور مانٹی نیگرو پندرہ سو پونڈ سالانہ خراج سلطان کو ادا کرتے تھے باسوائے خراج ادا کرنیکے اور ہر طرح سے آزاد تھے۔ عہدنامہ برلن کے مطابق بالکل آزاد کئے گئے۔ اور علاوہ رقبہ سابقہ کے اونکو ۱۰۲۵۱ میل مربع زمین اور مل گئی۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

[۲] یہ عہدنامہ معہ دیگر عہدنامہ جات رسالہ مقروضہ مظالم آرمینیا میں درج ہے۔

Marfat.com

صلحنامہ عارضی سے اکثر بدعہدی کرتی رہی جس پر عارضی امن کے قایم رکھنے کے لئے دول اعظام کو عملی دباؤ ڈالنے کی ضرورت پڑی۔

مینے لارڈ بیکنسفیلڈ کے شان میں پہلے بھی سخت سست کہا ہے۔ اور اب بھی کہنے کی ضرورت پڑے گی۔ کیونکہ میں یقیناً کہتی ہوں۔ کہ کسی شخص کو جو واقعات کو بغور دیکھے۔ اس امر میں ذرا بھی شک نہ رہے گا۔ کہ سلطان عبد الحمید کی تخت نشینی پر اگر ذرا بھی لارڈ پالمرسٹن (یہ امیر جنگ کریمیا کے وقت وزیر اعظم انگلستان تھا) جیسا استقلال اور یک رائی استعمال میں لائی جاتی تو جنگ روم و روس کی ساری تباہیاں اور خون ریزیاں ہرگز وقوع میں نہ آتیں۔ روم کے عیسائی صوبوں کو پریکٹیکل سلف گورنمنٹ (عملی حکومت خود اختیاری) بھی مل جاتی اور وہ تمام مصائب اور خطرات جو تا ایندم مشرقی یورپ میں نمودار ہو رہے ہیں۔ بالکل دفع ہو جاتے۔ لیکن ایک متوفی وزیر کی یادگار کو بنظر انصاف دیکھنے پر میں یہ ساتھ ہی کہہ دیتی ہوں۔ کہ اگرچہ مجھے یقین ہے۔ کہ لارڈ بیکنسفیلڈ کے غیر مستقل ارادہ ہی سے یہ سب امور عمدہ حالت میں ترقی نہ کر سکے۔ لیکن تاہم یہ اسی کی پالیسی کی طفیل ہے۔ کہ وہ بہت بڑے بھی نہ ہونے پائے۔ اور سب سے قوی وجہ جس نے زار کو مجبور کیا۔ کہ اپنی فوجوں کو قسطنطنیہ پر بڑھنے سے روکے اور اپنی سالہا سال کی متخیلانہ اور مجوزہ پالیسی کے بالکل کامیاب ہونے سے محروم رہے یہی تھی۔ کہ ترکی دار الخلافہ لارڈ بیکنسفیلڈ کی عنایت سے انگریزی بیڑہ جہازات کی توپوں کی ٹپہ ہی نزدیکی میں تھا۔ انگریزی وزیر مناسب موقع پر کارروائی کرنے سے جھجکا۔ مگر آخر کار اس نے دست اندازی کی اور یہ سب اسکی اس دست اندازی کا نتیجہ تھا۔ کہ عہدنامہ سین سٹی فانو صلحنامہ برلن سے تبدیل ہو گیا۔ سفراء ۱۷ ارجون کو بمقام برلن اکٹھے ہوئے اور انہوں نے فی الفور ان صوبوں کی حالت پر جو روسی حملے کے نام نہاد اور ظاہری باعث تھے غور کرنا شروع کیا۔

جیسے کہ ہندوستان پر انگریزی قبضہ صرف وہاں کے باشندگان کے تمدنی اور مذہبی اختلاف ہی کے باعث ممکن اور پسندیدہ ہو رہا ہے۔ ویسے ہی سلطان کی حکومت ان صوبوں پر عیسائی مسلمان یونانی اور ترک رعایا کے آپس میں متفق ہونے کے راستے میں سخت اور مختلف مشکلات کی وجہ سے قایم ہے۔ یہ امر سینٹ پیٹرزبرگ میں ویسا ہی معلوم ہے جیسا کہ قسطنطنیہ میں۔ روس کی قدیم سے یہی پالیسی چلی آئی ہے۔ کہ ان اختلافات اور باہمی رشک و حسد کو نہ ظاہر کر کے دول عظام کے سامنے ان صوبوں کی باہمی اخوت اور اتحاد کا نقشہ پیش کرتا رہے۔ یوروپین مدبروں نے صرف اسی وجہ سے آج تک سلطان کی حکومت کو گوارا رکھا ہے۔ جیسے کہ انگریزی لبرل فریق انگریزی قبضہ ہندوستان کو محض

بایں وجہ روا دارہیں۔ کہ وہاں سے قبضہ اٹھا کر واپس آجانے پر بہ نسبت قبضہ کیئے رکھنے کے زیادہ خونریزی اور برہمیاں پیدا ہو جاویں گی۔ اگر مغربی سلطنتوں کا اس امر پر کلی اطمینان کر دیا جاوے۔ کہ سلطان کی عیسائی رعایا آپس میں متفق اور یک دل ہیں اور کسی اعلیٰ حاکم کے زبردست ہاتھ حکومت ہونے کے بغیر آپس میں صلح و امن کے ساتھ گذارہ کر سکتے ہیں۔ تو ہلال کی حکومت یوروپ سے بالکل معدوم ہو جاویگی۔ مگر آغاز جنگ سے کچھ عرصہ پہلے ہی۔ باوجود روس کی سخت کوششوں اور سازشوں کے ایک خطرناک تفرقہ (عیسائی اور ترکوں کے درمیان نہیں) بلکہ قوم سلیو یعنی صرب اور یونانیوں کے درمیان واقع ہوا تھا میں لارڈ سالسبری (جو اوسوقت وزیر صیغہ خارجیہ تھا۔ اب وزیر خارجیہ اور وزیراعظم انگلستان ہے۔ مترجم) کے وہ الفاظ جو اوس نے کانگریس میں اس بارے میں کہے تھے نقل کر دیتی ہوں۔

"سلیو جو پہلے کلیسیائے یونانی کے ماتحت تھے۔ اب ایک نئی مذہبی حکومت کے جسنے اون کے مذہبی مقتدا ہونیکا دعویٰ کیا ہے تابع ہو گئے ہیں۔ اس تفرقہ سے دونوں قوموں (سلیو و یونانی) میں اکثر تنازعات برپا ہو چکے ہیں۔ بلکہ نوبت بہ کشت و خون پہنچ چکی ہے۔ اور ہر ایک فرقہ کے مذہب کی اغراض و رسوم اور اوس کا کیریکٹر بلکہ اوس کا وجود تک دوسرے فرقہ کے ہاتھوں معرض خطر میں ہیں"

برلن کانگریس کے انعقاد کے وقت جنوب مشرقی یوروپ کے معاملات پر پوری پوری روشنی پڑجانے کی وجہ سے روس کیلئے اب ناممکن ہو گیا تھا۔ کہ وہ اس امر سے بالکل لاعلمی ظاہر کرے۔ کہ بالکل جدید طرز حکومت کے قایم کرنے میں سخت ابتدائی مشکلات حادث ہوں گی۔ اس کے وکلائے نے لارڈ سالسبری کے بیان کا بالمقابل جواب دینے کی بجائے یہ ٹیڑھا سا جواب دیا کہ زار کا مدعا یہ ہے۔ کہ بلقان کی عیسائی رعایا کو خود مختارہستی عنایت کیجاوے۔ اسکی حفاظت بڑی مضبوط ضمانتوں سے کی جاوے۔ اور بہ حیثیت ارضی و جغرافیہ ملکی تغیرات کو حتی الامکان کم کر دیا جاکر ساتھ ہی ان صوبوں کی حالت کو درست کیا جاوے۔ اور یوروپین ٹرکی کے صوبجات کی بہتری کیلئے جو حال ہی میں اسقدر افسوسناک تباہی کا مرکز بن رہے ہیں۔ پورا اطمینان کرایا جاوے"

ہم زار کی اس خواہش کی صداقت اور نیک نیتی کو "کہ ملکی تغیرات کم کر دیئے جائیں" بیشک مان لیتے۔ اگر پرنس گارچکوف کے پاکٹ میں عہدنامہ سین سٹی فانو کی نقل نہ موجود ہوتی۔ یہ ہے روسی ایماندار ی اور راست گفتاری"

لارڈ سالسبری نے بیان کیا کہ جو کچھ انگلستان کانگریس کو فرائض خیال کرتا ہے۔ وہ یہ ہیں۔

Marfat.com

"ہمارا کام یہ ہے کہ ہم ٹرکی کو اس طرح قایم کریں۔ (اُس کی سابقہ آزادی کے مقابلہ میں نہیں کیونکہ اس لڑائی کے اثر کو بالکل زایل کر دینا ناممکن ہے) کہ اُس کو نسبتاً آزادی حاصل رہے تاکہ وہ اُن تمام جنگی۔ پولٹیکل سیاسی اور تجارتی اغراض و مقاصد کو جنگی وہ نگہبان رہے گی محفوظ رکھنے کے قابل ہو"۔ اس اظہار سے میں بیان کئے دیتی ہوں۔ کہ عہدنامہ سین سٹی فانو کے پرخچے اڑ گئے۔ ان نیک ارادوں کے آخری اظہار و بیان کے بعد کانگرس کے پریسیڈنٹ پرنس بسمارک نے جو ایسا استاد ہے۔ کہ داؤگھاتیں دکھا کر اپنے اصلی مطلب پر آ پہونچتا ہے۔ بیان کیا کہ سب سے بڑا اصل طلب مسئلہ یہ ہے۔ کہ بلگیریا کا قانونی انتظام اور اُس کی حد و بندی کی تعیین کی جاوے۔ اور تحریک کی کہ اول عہدنامہ سین سٹی فانو کی اُن شرائط پر غور کرنے سے جنہیں بلگیریا کے لئے آیندہ کے واسطے نئے طرز انتظام کے قیام کا ذکر ہے۔ مباحثہ شروع کیا جاوے۔ یہ تحریک منظور ہو گئی جیسی کہ اور بہت سی تحریکیں جو ذات اقدس نے کیں منظور ہو گئیں۔ چند دنوں تک کانگرس کی کارروائی کا مباحثہ ایک طرح سے انگریزی اور روسی وکلاء میں ڈپلومیٹک (سفارتی) لڑائی تھا جس میں اول الذکر زور دیتے تھے۔ کہ اس قدر زیادہ۔ اور مؤخر الذکر کہتے تھے۔ کہ اس قدر اور کم حصہ بلگیریا کا سلطان کی براہ راست حکومت میں رہے جس کا آخری فیصلہ یہ ہوا کہ کوہ بلقان خود مختار صوبہ کی جنوبی حد مقرر ہوا۔

واقعات مابعد سے ثابت ہو گیا ہے کہ روس کا یوروپ اور انگلستان کے اس دباؤ سے دبنا اصلی ہونے کی بجائے صرف بناوٹی تھا۔ اُس وقت سے لے کر آج تک اُس نے اس امر کے چھپانے کی کبھی کوشش نہیں کی۔ کہ عہدنامہ برلن کو بجائے قطعی فیصلہ سمجھنے کے وہ اوسے کیسی بے وقعتی اور حقارت سے دیکھتا ہے۔ ان مجلسوں کے دوران تحریریں بھی ہر ایک بات برتی جو مشرقی یوروپ سے آتی ہے اس نئی ریاست بلگیریا میں روس کے ایجنٹوں کی ان تھک پھرتی اور چالاکی کی شہادت دیتی ہے مگر اُس نے یوروپ کی خواہش کو قبول کرتے وقت اپنی ناراضگی اور آیندہ کے ارادوں کا کافی اشارہ جتا دینے سے اپنا فرض ادا کر دیا۔ ۲۶ جون کو پرنس گارچکوف نے جو باعث بیماری [illegible] رہا تھا چند الفاظ بیان کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ جن کے کہنے پر امن خواہی اور صلح جوئی کے جوش نے اوس کو آمادہ کیا تھا۔ وہ صلح جوئی اور امن طلبی کے الفاظ یہ ہیں: "کانگرس کی ابتدائی نشست میں لارڈ بیکنسفیلڈ نے یہ خواہش ظاہر کی تھی۔ کہ سلطان کو اپنی ممالک میں مطلق العنان مالک رہنا چاہئے مگر

لہ یہ حضرت شاہ ولیم اول کے وقت جرمنی کے وزیر اعظم تھے اور اُس کی ناک کے بال بنے ہوئے تھے۔ اور وہ کل روئے زمین پر اول درجہ کے مدبر تھے۔ اور صاحب دماغ مشہور تھے۔ شاہ حال ولیم ثانی (باقی اگلے صفحہ پر)

میرے خیال میں اس اختیار کا وجود چند شرائط پر منحصر ہے۔ جن کے بغیر کوئی تدبیر کارگر نہ ہوگی وہ شرائط انتظامی اور پولیٹیکل ہیں۔ انتظامی حیثیت سے یہ ضروری ہے۔ کہ ان صوبوں کے باشندوں کو جن کو کانگریس آزاد نہ کرے گی یہ اطمینان دلایا جاوے کہ ان کی جان ومال اور جائیداد وغیرہ سب محفوظ رہیں گی۔ نہ صرف کاغذی اقراروں سے جو شاید سابقہ اقراروں کی طرح سے پورے نہ کئے جائیں۔ اور بدنظمی اور ناجائز مطالبات کو نہ روک سکیں۔ بلکہ ایک یورپین معاہدے سے ان اقراروں کے ایفاء کی تسلی کردی جاوے۔ اور باشندوں میں اعتماد پیدا کردیا جاوے۔ پولیٹیکل حیثیت سے پرنس گارچکوف نے یہ فرمایا کہ بجائے انگریزی۔ فرانسیسی یا روسی غلبہ ورسوخ کے جو مختلف اوقات میں فرداً فرداً حاوی رہا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آئندہ کے لئے مشرق میں روس کا یہ غلبہ ورسوخ بہ نسبت اور ریاستوں کے کسی طرح زیادہ نہ رہے۔ اور یہ ضروری ہے کہ قسطنطنیہ پر سے ان فرداً فرداً ادنے اور مضرت دہ کوششوں کو ہٹایا جاکر کل دول عظام کا متفقہ عمل جاری کیا جاوے۔ جس کے باعث باب عالی کئی مغالطوں اور غلطیوں سے بچ جاویگا۔"

پھر وہ یہ فقرہ استعمال کرتا ہے جو ماہران فن جنگ کو روسی افواج کی بہادرانہ کوششوں کی وجہ سے شاید جائز اور مناسب معلوم ہو۔ اور وہ یہ ہے "روس اس جگہ نشان فتحمندی لیکر آیا ہے۔ اور وہ اُمید کرتا ہے کہ کانگریس اُس کو امن وصلح کی علامت سے مبدل کردیگی"۔ اس نے یہ بھی بیان کیا کہ پچھلی دو نشستوں میں میرے دونوں ساتھیوں نے قیام صلح کے لئے جو یورپ کی طرح روس کو بھی دل سے منظور ہے بہت رعایتیں دی ہیں۔ انہوں نے اجتماع علیا (کانگریس) کے آگے صرف زبانی ہی فقرے پیش نہیں کئے۔ بلکہ عملی واقعات سے بھی ثبوت دیا ہے۔ اور میں اُمید کرتا ہوں۔ کہ کانفرنس اس بارے میں میرے ملک کی امن خواہی کی پوری داد دیگی۔ میں یہ اچھی طرح سے سب کو جتا دیتا ہوں۔ کہ اگر کوئی سلطنت خواہ وہ کوئی ہی کیوں نہ ہو۔ اپنی خواہشوں کو ایسی حدود تک بڑھالیجائے گی جن کو قبول کرنا اُس بڑے بادشاہ اور اُس کی زبردست قوم کے لئے جن کا وہ مالک ہے ناممکن ہو۔ تو وہ امن وصلح کے بڑے اہم نتیجے کو جو کل یورپ کی اغراض کے لئے یکساں ضروری ہے۔ روکنے والی ہوگی میں دہرائے دیتا ہوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳) کی تخت نشینی پر بھی انہوں نے اپنا رعب داب قائم رکھنا چاہا۔ جو اُس کے دادا کے وقت میں اُسے حاصل تھا۔ مگر یہ نوجوان والی سلطنت اس بوڑھے مدبر کے داؤ پیچ میں نہ آیا۔ اور اسے فوراً وزارت سے مستعفی کردیا۔ چنانچہ اب یہ اپنے ہی بادشاہ کے برخلاف بہت سخت زہر اگل رہے ہیں اور ملک کو اس جنگ کے بدنتائج سے آگاہ کر رہے ہیں (مترجم) وہ ۱۸۹۰ء میں فوت ہوگیا اسکی سوانحعمری تاریخ خاندان عثمانیہ میں درج ہے۔

Marfat.com

کہ ایسا امر جسکو کل معصر اور مورخ بہ نظر حقارت دیکھیں۔ ہرگز وقوع میں نہیں آسکے گا۔"

دو دن بعد ۲۸ جون کو کانگرس کے سامنے مشرقی مسائل کا وہ مسئلہ پیش ہوا جو آسٹریا ہنگری سلطنت کے مفاد اور اغراض کے متعلق تھا۔ اس سلطنت کے سفیر نے اس کو بڑی خوبی سے ایسے پیرایہ میں بوضاحت بیان کیا کہ میں اس کو اسی کی عبارت میں لکھتی ہوں۔ اس نے اسکو "مسئلہ بوسینیا و ہرزیگوینیا کے نام سے موسوم کیا" اور کہا "ان ممالک کی آبادی مسلمان عیسائی۔ یونانی اور رومن کیتھولک عیسائیوں سے مرکب ہے۔ جو اس مذہبی تفریق و اختلاف کی وجہ سے سخت متعصب ہو گئے ہیں اور مختلف ضلعوں میں الگ الگ نہیں رہتے۔ بلکہ ایک ہی مقاموں ایک ہی قصبوں ایک ہی دیہات میں ملے جلے رہتے ہیں۔ باب عالی کو ان متضاد اجزا کو خود مختار طریق حکومت کے سانچے میں جمع کرنا ہوگا۔ بشرطیکہ عہدنامہ سین سٹی فانو کی شرائط کو کانگرس تسلیم کرے اسے ان تمام فراریوں کو جو آسٹریا اور مانٹی نیگرو میں بکھرے ہوئے ہیں۔ پھر آباد کرنا پڑے گا۔ اور ان کے گذارہ کے لئے سامان مہیا کرنا ہوگا۔ انکو معمولی کاروبار از سر نو شروع کرانے کے لئے کاشت کاری کے واسطے تخم اور مکانات کی دوبارہ تعمیر کے لئے اسباب دینا ہوگا۔ اور اسے مسئلہ اراضی کی درستی اور اسکا سلجھاؤ کرنا ضروری ہوگا۔ جو ان ممالک کے تباہ کرنے والی بار بار کی بغاوتوں کا اصلی باعث ہے۔ یہ مسئلہ ایسی آبادی میں جو باہمی عناد اور رقابتوں سے لبریز ہو بڑا تکلیف دہ اور پر از مشکلات ہے۔ اس مسئلے کو ایسے ملک میں جہاں اصلی ملکیت اراضی مسلمانوں کے ہاتھ میں ہو اور آبادی کا بڑا حصہ عیسائی کاشتکار اور دہقانی مزدور ہوں۔ صرف ایک مضبوط اور بے تعصب سلطنت ہی درست کر سکتی ہے۔

"علاوہ ازیں باب عالی کو بیرون از استطاعت مصارف برداشت کرنے پڑیں گے۔ اور بے اندازہ رعایتیں دینی پڑیں گی۔ عہدنامہ سین سٹی فانو کی چودھویں شرط یہ ہے کہ محصول کے بقایائے وصول نہ کیے جائیں۔ اور یہ دفعہ باب عالی کو مجبور کرتی ہے کہ آئندہ دس سال تک ان صوبوں کے موجودہ مقررہ خراج بھی نہ وصول کرے۔ یہ بیان کرنا کہ وہ اس کام کو پورا کرنے میں متحمل نہیں ہو سکتا۔ [illegible] اوس کی نیک نیتی پر کوئی شبہ کرنا نہیں ہے۔ یہ کام اس لڑائی کے خاتمہ پر جبکہ ختم ہونا ہی مشکل ہے۔ اور بھی زیادہ ناممکن ہو جاویگا۔ خاصکر سب سے بڑھکر اوس مخالفت اور عناد کی ترقی کی موجودگی میں جو ان ضلعوں کے جن میں مسلمان آباد ہیں سرویا اور مانٹی نیگرو کے قبضے میں چلے جانے سے بھی زیادہ بڑھ جاویں گے۔ یہ تشویش بڑی مضبوط بنیاد پر قائم ہے کہ موجودگی ان حالات کے خود مختارانہ حکومت قائم کرنے سے ان صوبوں میں بجائے امن و امان ہو جانیکے اور تکالیف اور فساد [illegible]

Marfat.com

دار القرار بن جاویں گے "

روسی تجاویز کے ناقابل الترجیح ہونے کو اس خوبی اور خوش اسلوبی سے جتلایا اُن بڑ ایمانیوں کو جو ان تجاویز کو بنانے کی اصلی باعث تھیں ایسی اچھی طرح سے فاش کرنا سفیران روم کے لئے بھی ناممکن تھا روسی سفراء اس امر کو پا گئے۔ اور اونکی طرف سے کسی عذر یا اعتراض کے پیش کئے جانے کے بغیر بوسینیا وہرزی گوئینا کے خود مختارانہ انتظام کی تجویز ردی کاغذات کی ٹوکری میں ڈال دی گئی۔ اگرچہ کونٹ اینڈرسی (آسٹریا کا وزیر اعظم اور برلن کانگرس میں اپنے ملک کی طرف سے نائب تھا) نے روسی تجاویز کو اس عمدگی سے رد کیا۔ مگر یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ اسکا اسمیں کوئی اپنا مطلب یا غرض پنہاں نہ تھی۔ اوس نے اپنے بیان کو اون صوبجات میں مطلوبہ امن وامان قایم ہوجانے کی خواہش پر ختم کیا ہر ایک شخص جو ڈپلومیسی (ایلچی گری یعنی سفارتانہ بڑ ایمانی کے ٹیڑھے رستوں سے ناواقف ہو۔ اس صورت میں یہی خیال کرتا۔ کہ اب پریسیڈنٹ کو نہایت ہی قریبی تعلق رکھنے والے فریق یعنی سفرائے روم سے دریافت کرنا چاہیئے تھا۔ کہ باب عالی کے اس عقدہ کو سلجھا سکنے کی لیاقت واستعداد کی بابت انکی کیا رائے ہے۔ مگر آسٹریا کا وزیر مشکل سے ابھی اپنی جگہہ پر بیٹھا ہی ہوگا۔ کہ ظاہر ہوگیا کہ کانگرس کی کارروائی بہت سادہ اور کہیں علاوہ اس کمرے کے جہاں نشست کرتی ہے طے ہوجاتا ہے۔ گو کونٹ اینڈرسی شرم کے مارے خود اپنی زبان سے اپنے ملک کی اغراض کی تائید نہ کرسکا تاہم اوسنے اپنا اطمینان کرلیا ہوا تھا کہ ایک اور شخص یہ کام اسکی جگہہ کریگا۔ پس لارڈ سالسبری اٹھا۔ اور خود مختارانہ حکومت کے متعلق روسی تجاویز کو کانگرس سے مسترد شدہ مان کر اور یہ فرض کر کے کہ باب عالی اب بجائے صورت زیر بحث پر قابض ہونے اور انکے انتظام کرنیکے قابل نہیں ہا۔ اور یہ بھی فرما کر کہ اگر وہ ہو بھی تو اسے اُن سے کچھہ فایدہ نہیں اپنی دلایل بیان کرنی شروع کیں جو حسب ذیل ہیں :-

"بوسینیا وہرزی گوئینا باب عالی کی دولت یا قوت کو کچھ فایدہ نہیں پہونچاتے۔ کانفرنس متعینہ قسطنطنیہ میں یہ امر تصفیہ ہوگیا تھا۔ کہ ان صوبجات کے اخراجات اونکی آمدنی سے بڑھ کر ہیں۔ انکو محفوظ رکھنے کے لئے بیشک بہت خرچ برداشت کرنا پڑیگا۔ اور وہ روم کو بوقت جنگ حیثیت موقع کوئی ایسی کارآمد نہیں باب عالی اپنی عقلمندی کا بہت بڑا ثبوت دیگا۔ اگر وہ اس بوجہ ان استطاعت بوجہہ کی اٹھانے سے انکار کرے۔ باب عالی اس بوجھ کو کسی ایسی سلطنت کے سپرد کرنے سے جو اسکو برداشت کرسکتی ہو سلطنت روم سے بہت سے خوفناک خطرے کے ہٹا دے گا۔"

یہ دیکھکر کہ حسن زمانہ کس طرح اپنا بدلہ لے لیتا ہے۔ ایک شخص خواہ مخواہ مسکراپڑتا ہے۔ سالکسبرلارڈ

سالسبری کو آئرش ہوم رولز (آئرلینڈ میں حکومت خود مختاری) قایم کرنیکے حامی کی ایسی ہی دلایل کا کھیانہ ہو کر جواب دینا پڑتا ہے۔ خیر اس کی ساری تقریر تو سن لیجئے۔ اور آگے چلکر وہ آخر کار یوں ختم کرتا ہے
"ان وجوہات کے باعث ملکہ معظمہ کی گورنمنٹ کانگریس میں تجویز پیش کرتی ہو کہ یہ وہ فیصلہ کرے کہ بوسینیا و ہرزیگوینا پر آسٹریا قابض ہو۔ اور اوسکا انتظام کرے۔"

ڈپلومیٹسٹ (سفارتی چالبازوں) کی تماشا نا قابلیت اور قایم المزاجی اس درجے تک پہنچی ہوئی ہے کہ کونٹ اینڈرسی اس تقریر کے اثناء میں مسکرایا تک نہ تھا۔

لارڈ بیکنسفیلڈ جو ضرورت کے وقت اپنے چہرے کو قایم رکھنے میں کسی آسٹروی نژاد سے کم نہ تھا اور جو کئی دفعہ ناٹکوں کی نقلوں میں خوشی سے شامل ہو چکا تھا۔ اپنے وزیر صیغہ خارجہ کے بعد فی الفور اٹھا۔ اس نے ان دو نوں صوبوں میں امن و امان قایم کرنے میں ٹرکی کی بے استطاعتی اور اون کے ایک زیان بخش سودا ہونے کو بیان کر کے اپنے ساتھی کی تائید کی۔ اور ایسے انداز سے کہ عمر بھر کبھی ایسا نازک اور تمسخرانہ کلام اوس نے ایسے متین اور سنجیدہ چہرے سے نہ بیان کیا تھا کہا کہ "اسی لئے کوئی اور قوم سوائے آسٹریا ہنگری کے اس وقت ان صوبوں پر قبضہ کر لینے سے حفظ امن قیام فلاح و خوش حالی اور باب عالی کو یورپین معاملات میں اوسکی وقعت کو زیادہ تقویت دینے سے اچھی طرح محفوظ کر دینے کے فرض اعظم کو پورا نہیں کر سکتی"۔

پرنس گارچکوف کے قیام صلح کے بارے میں کچھ واہیات گفتگو کرنے کے بعد سلطان کے سفراء نے انگلستان کی تجویز کے برخلاف اپنے عذر پیش کر کے کہا کہ "باب عالی ان صوبوں میں امن و امان قایم کرنے کے لئے کافی مضبوط ہے اور اقرار کرتا ہے کہ وہ وہاں ایک ہی کمشنر کو پولیس کے قایم کرنے اور فراریوں کو تا وقتیکہ کاشتکاری کا کام شروع نہ ہو جاوے مکان اور گذارہ دینے کے لئے روانہ کر کے کام کو فی الفور شروع کر دیگا۔"

انگریزی سفراء کے اس اعتراض کے جواب میں کہ بھلا گزشتہ تین سالوں میں ٹرکی ان صوبوں میں کیوں امن قایم کر سکی۔ انہوں نے یہ کہا کہ "باب عالی اس سارے عرصے میں ملحقہ صوبوں ... کے ساتھ لڑائی کرتا رہا۔ اور پچھلے بارہ ماہ ایک ہی بھاری جنگ میں مشغول رہا اور باایں ہمہ عثمانی حکومت بوسینیا و ہرزیگوینا میں بغیر کسی تزلزل کے برابر قایم رہی ہے۔ اب ایسے وقت میں جبکہ صلح کی تکمیل ہونے پر ہے۔ اور باب عالی کو کافی فراغت ملجانے والی ہے کہ وہ اپنی کل قوت اندرونی اصلاحوں پر خرچ کرے کیا یہ صریح زیادتی اور ظلم نہیں کہ وہ ان صوبوں کو کسی دوسری طاقت کے سپرد کر دینے پر مجبور کیا جائے گو

یہ سچ ہی سہی۔ کہ بوسینیا عثمانی سلطنت کے نزدیک مالی حیثیت کی وجہ سے قابل وقعت نہیں مگر اس سے یہ نہیں پایا جاتا کہ اسپر غیر طاقت کا قابض ہو جانا بڑی تکالیف کا باعث نہو گا۔ مسایل ارضی کی مشکلات کے بارے میں جو کچھ کہا سُنا گیا ہے۔ اسکی بابت ہم (سفرائے روم) کانگرس کو یاد دلانیکی جرأت کرتے ہیں کہ بوسینیا ہی صرف یوروپ کا ایسا حصہ نہیں۔ جہاں اس قسم کی مشکلات پیش آتی ہوں۔ مگر اور کسی ایسی جگہ کے بارے میں اس قسم کی چارہ جوئی کو کسی نے پیش نہیں کیا۔ جواب بوسینیا کے متعلق پیش کیجاتی ہے" یہاں ایک چھوٹا سا جانور ہمیں تبلاتا ہے کہ لارڈ سالسبری کی مونہہ سے یہ فقرہ سنکر بے اختیار نکلگیا تھا" ایرلینڈ" "ہم (ترکی سفراء) اُمید کرتے ہیں کہ کانگرس ان اقرار ونکو مدنظر رکھکر جو ہم اپنی شاہی آقا کے نام پر پیش کرتے ہیں کسی غیر سلطنت کو قبضہ دینے کی تجاویز مسترد کر دے گی۔ جن سے بجائے موجودہ تکالیف رفع ہونیکے اور زیادہ دقتیں واقع ہو جاوینگی" جب کاراتھیوڈوری پاشا بیٹھ گیا۔ تو پرنس بسمارک نے سفرائے روم کو یاد دلایا کہ "کانگرس نقشہ یا جغرافیہ کے بعض خاص مقامات کے قایم رکھنے کے لئے جن کے قیام کا باب عالی خواہشمند ہی کیوں نہ ہو۔ نہیں منعقد ہوئی۔ بلکہ یوروپ کے امن کو حالاً اور استقبالاً قایم رکھنے کے لئے" شہزادہ بہادر نے اونکو یہ بھی جتلا دیا کہ "کانگرس کی مداخلت کے بغیر انہیں عہدنامہ سین سٹی فانو سے کلیۃً سابقہ پڑے گا۔ اس مداخلت سے اونکو بجائے بوسینیا کے ایک زیادہ زرخیز اور وسیع صوبہ ملتا ہے یعنی وہ زمین جو بحر الجزائر سے بلقان تک پھیلی ہوئی ہے۔ پس میں اُمید کرتا ہوں کہ عثمانی گورنمنٹ بہت جلد اپنے سفراء کو نئی ہدایات روانہ کریگی۔ جنکا کانگرس انتظار کریگی"

۹ر جولائی کو یہ ہدایات پہونچگئیں۔ اور سلطان کا آخری جواب کانگرس کے سامنے رکھا گیا۔ وہ یہ تھا۔ "امپیریل عثمانی گورنمنٹ نے بوسینیا و ہرزیگوئینا میں امن قایم کرنیکے مناسب طریق اور ذریعوں کے بارے میں کانگرس کی تجاویز کو بنظر غور ملاحظہ فرمایا ہے۔ اور وہ اُنپر پورا بھروسہ کرتی ہے لیکن حق محفوظ رکھتی ہے کہ اسبارے میں دربار وائنا کے ساتھ براہ راست خود سمجھوتہ کرلے"

عہدنامہ سین سٹی فانو کی باقیماندہ شرائط بہ نسبت شرائط متعلقہ بوسینیا و ہرزیگوئینا کی بہت جلد فیصل ہوگئیں۔ سرویا کی آزادی بغیر کسی مزاحمت کے قبول کرلی گئی۔ مگر اسپر کاراتھیوڈوری پاشا نے جو تقریر کی وہ قابل اندراج ہے" کانگرس میں عہدنامہ سین سٹی فانو کی شرائط متعلق آزادی صوبجات کے بیان ہونے کے اس پہلے موقعہ پر دکاراتھیوڈوری پاشا) اپنی رائے کے ساتھ چند الفاظ کہنے کی اجازت چاہتا ہے یہ امر ایک بہت بڑے یوروپین مقصد بلکہ خود سرویا کے مفاد کیلئے تھا۔ کہ یوروپ نے اس رشتہ محکومی کو جس سے آجتک سرویا اپنے آقا سے وابستہ تھی منظور کیا ہوا تھا۔ ٹرکی نے اُن حقوق کو جو اُسے بذریعہ

عہد نامجات حاصل تھے بڑی نرمی سے برتا ہے۔ جو نرمی ہر حال میں بلکہ سخت سے سخت آزمائشوں کے وقت بھی یکساں رہی تھی۔ اس حق سے وہ تکالیف جن سے وقتاً فوقتاً یوروپ کو سخت حیرانی پیدا ہوتی رہتی ہے۔ بڑی آسانی سے دور ہو جاتی رہیں۔ مگر باوجود اس شاہی حق کے جو ایسی نرمی میں نہاں تھا۔ سرویا کو دراصل ایک آزادی سی حاصل تھی۔ اس کے فوائد عظیمہ کا سرویا نے کئی دفعہ اقبال کیا ہے۔ یہ سب مسئلہ امور میں۔ عہد نامہ سین سٹی فانو نے اس صوبہ کو اور کئی دوسرے اسی طرح کے صوبوں کو اپنے مرکز قدیم سے ہٹا کر ایک نئی طرز پر قایم کیا ہے۔ اگر آزادی کا ہی خیال آجکل یوروپ کی کونسلوں میں اوج پر ہے تو ٹرکی اسکی مزاحمت نہیں کرتی۔ کیونکہ اسے اطمینان ہے کہ یہ آزادی جو اسکا کانگرس بخش رہی ہے سچی اور خالص ہوگی۔ اور یہ ریاستیں اس آزادی کو اپنے اپنے فرائض اور حقوق کو اچھی طرح سمجھ بوجھ کر اختیار کریں گی (کیونکہ اس وقت سے ہر ایک اس آزادی کی وقعت کی جا رہی گی) اور یوروپین حفظ امن کی وہ ضمانتیں کم نہ ہونے پاویں گی جو ابتک یہ متفقہ آقائی کے باعث موجود و قایم تھیں۔"

اس وقت روس کو بھی اپنے دعوی آزادی کی صداقت کو ظاہر کرنیکا موقع ملا۔ اور اس نے اپنی ہی طرز میں اوس کو بیان کیا۔

انگریزی اور فرانسیسی وکلا درستا پر زور دیتے تھے۔ کہ مذہبی آزادی کا اصول ان صوبوں میں ایک خاص ایکٹ کے ذریعہ سے پختگی قایم کیا جاوے۔ مگر پرنس گارچکوف نے ہر ایک قسم کی آزادی سے خواہ ملکی ہو یا مذہبی دلی و قدیم روسی نفرت کے منشاء کے مطابق یہودیوں کو اسمیں شامل کرنیسے عذر کیا جو اس کی رائے میں ویسی آبادی کے لئے فی الحقیقت ایک مستقل لعنت ہیں۔ مگر اور ہر ایک سفرائے متفق الرائے رہے تھے۔ اور اس بحث کا نتیجہ عہد نامہ برلن کی پینتیسویں دفعہ میں درج ہوا جس سے اس معاملہ کو بغیر کسی شک و شبہ کے باقی رکھنے کے طے کر دیا۔

بعد ازاں کانگرس یونانی سرحد کی درستی کرنیکی طرف متوجہ ہوئی۔ اور اس [illegible] یونان جو برلن میں پہلے ہی سے موجود تھی، کانگرس میں شامل کئے گئے۔ اور انکی [illegible] کا منشا تھا کہ یونان کے سفیر باقاعدہ طور پر کانگرس میں شامل ہوں۔ مگر یہ تجویز [illegible] روس روم اور فرانس [illegible] ترک کیگئی۔ ۲۹ جون کو ایم ڈیلیانس سفیر اور ایم رنگابی [illegible] ہوئے ایم ڈیلیانس نے بیان کیا کہ اوسکی قوم اس غرض کیلئے کہ امن اور امان اور قومی آزادی کا وجود [illegible] ان صوبوں کا جو یونان کی حد پر ہیں۔ الحاق چاہتی ہے [illegible]

Marfat.com

کہ یہ صوبے مدت سے ایک سلسل بغاوت کی حالت میں ہیں۔ ان ملکوں کی قومی امنگوں اور خواہشوں کو پورا کرنا جو ہر وقت ظاہر کی جاتی ہیں۔ انصاف اور ہمدردی کا کام ہوگا۔ اور آئندہ کے لئے اونکو اس تباہی اور مصیبت سے بچانا ہوگا۔ جو ان پر قومی وجود کے حاصل کرنے کی کوششوں میں عائد ہوتی رہتی ہے۔ اوس نے بڑے زور سے کل یونانیوں کے (جو مملکت یونان کے اندر آباد ہیں یا باہر) موجودہ خیالات کو بڑی لمبی چوڑی تقریر میں بیان کیا۔ ہمارے خیال میں اسی کی عبارت نقل کرنی بہت مناسب ہوگی۔

"عثمانی سلطنت کے یونانی صوبوں میں یونانیوں کی گنتی ہزاروں میں ہے۔ بہت سے گورنمنٹ کے ہر ایک محکمہ میں خواہ سول ہو یا بحری یا جنگی بڑے بڑے اعلیٰ عہدوں پر مامور ہیں۔ باقی تجارتی دنیا میں اعلیٰ حیثیت رکھتے ہیں۔ روم میں یونانی قوم کی بغاوتوں کی خبروں کا اثر ایسا نہیں کہ ان کے دلوں میں جنبش نہ پیدا کرے۔ بہتوں کو اپنی جانوں سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔ اور اکثر اپنی جایدادوں سے محروم ہو جاتے ہیں (یعنی بجرم بغاوت یا تو سرکار ٹرکی انکو پھانسی دیدیتی ہے۔ یا انکی جایدادیں ضبط کرلیتی ہے۔ مترجم) معاملات کی ایسی حالت سے ریاست یونان کے اندر برا خطرناک نتیجہ پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ اور گورنمنٹ یونان کو ایک بڑے مخمصہ میں پھنسنا پڑتا ہے۔ وہ زیر بحث صوبوں کی یونانیوں کے ساتھ جو آزاد یونانیوں تاریخ۔ قومیت اور عام مذہبی پشتینی رشتوں سے وابستہ ہیں ہمدردی کرنے سے نہیں رک سکتی۔ اور ساتھ ہی گورنمنٹ یونان چونکہ سلطنت روم کے یونانیوں کی ان جائز امیدوں کو جو وہ اپنے آزاد بھائیوں پر قائم کرتے ہیں زور سے دبا نہیں سکتی۔ اس لئے اس سیل کے روکنے سے معذور ہے۔ اگر وہ ایسا کرنیکی جرأت بھی کرے تو یہ سیلاب اسی تہ و بالا کر دے گا۔ اور تمام ملک کو باغی صوبوں کے ہنگاموں میں لے جا کر شامل کر دیگا۔ نیز اگر ہماری گورنمنٹ قومی جوش کو روکنے کی کوشش بھی کرے تو وہ اتنی استعداد نہیں رکھتی کیونکہ ملک کی صدود اس طرح واقع ہیں۔ کہ ایک لاکھ آدمی کی فوج بھی کافی طور پر محافظت نہیں کر سکتی۔ اور نہ ہی مجاہدین (والنٹیئروں) کی خفیہ روانگی کو روک سکتی ہے۔"

یہ بیان کر کے یونانی سفراء اٹھ گئے۔ اور ۵ جولائی کو اس یونانی مسئلہ کے پھر پیش ہونے پر ولیم وڈنگٹن فرانسیسی سفیر نے بحث شروع کی اور مندرجہ ذیل ریزولیوشن پیش کیا۔ تاکہ روم کو یورپ کا عندیہ معلوم ہو جائے اور یونان کو واضح ہو جائے۔ کہ وہ ان حدود سے آگے بڑھنے کا مجاز نہ ہوگا۔

"کانگرس باب عالی سے درخواست کرتی ہے کہ وہ تھسیلی اور اپیرس کی حدوں کی درستی کر کے یونان کے ساتھ تصفیہ کرلے۔ اور اپنی یہ رائے ظاہر کرتی ہے۔ کہ یہ فیصلہ ہر ایک ساحل کے کنارے پر اس خاص لین کے مطابق ہو (یا ان اچھی طرح سے بیان کیگئی)، کانگرس یقین کرتی ہے کہ دونوں فریق آپس میں مصالحت

کر لینے میں کامیاب ہوں گے۔ نامہ و پیام کے کامیاب ہونے میں سہولیت پیدا کرنیکے لئے دونوں فریقوں میں براہِ راست بیچ بچاؤ کرنیکے لئے دول عظام تیار ہیں"۔ اس تجویز پر عمل کیا گیا۔ اور یہ مسئلہ دونوں سلطنتوں کے آپس کے تصفیہ پر چھوڑا گیا ہے۔ اس بحث کے اثناء میں لارڈ بیکنسفیلڈ نے اپنے اکثر کلام تاریخی جملوں میں سے ایک کا پہلی دفعہ اظہار کر کے یونان کے متعلق کہا کہ "اس ملک کی حالت کے آیندہ کے بارے میں کسیکو شک نہیں ہو سکتا۔ مگر ریاستیں بھی ان افراد کی طرح (جنہیں حالت منتقبلہ سے سابقہ پڑنا ہو) انتظار کر سکتی ہیں"۔

اُس نے اپنی رائے بیان کی کہ سرحدوں کی درستی کے لئے دباؤ ڈالنے کو وہ ہرگز پسند نہ کرے گا اور کہا کہ "میری نظروں میں یہ سلطان ان بڑی بڑی مصیبتوں کی آزمائشوں کے بعد بڑی قوت اور ہمدردی کا مستحق ہے۔ اور مجھے امید ہی نہیں۔ بلکہ یقین ہے کہ سلطان سرحدی مسئلہ کے منصفانہ سلجھاؤ کو منظور فرمالیں گے"۔

عہدنامہ سین سٹیفانو کے اُن فقروں کے پیش ہونے پر جو رومینیا کی آزادی اور روس کے بیسرابیہ کے لے لینے کے متعلق تھے۔ روس اور انگلستان کے سفراء میں بڑی طول طویل اور سخت بحث ہوئی۔ انگلستان دریائے ڈنیوب کی آزادی جہازرانی پر زور دیتا تھا۔ یہ امر ابتدائی عہدنامہ میں والوں کی نظر سے کسی طرح رہ گیا تھا۔ اس بحث میں کونٹ شووالاف روس کے دوسرے سفیر نے رومینیا والوں کو [illegible] اس نئی انتظامی ردّ و بدل کی مخالفت کرنے پر سخت ناشکر گذار ہی ٹھہرایا۔ آخر کار فیصلہ ہوا کہ خود رومینیا والوں کی رائے سنی جاوے۔ تب ایم کلینسی آنور رومینیا کے سفیر کو دخل دیا گیا۔ اور اس نے صاف یہ اچھی طرح سے واضح کر دیا کہ "اسکی گورنمنٹ اپنے موجودہ مقبوضات کے کسی حصہ کو دینے ہی کی مخالف نہیں۔ بلکہ مزید برآں وہ اُن جزیروں کو بھی جو دریائے ڈنیوب کے دہانے پر واقع ہیں لینا چاہتی ہے"۔ اس کے چلے جانے پر پھر بحث شروع ہوئی۔ مگر پرنس گارچکوف اور کونٹ شووالاف نے بیسرابیہ کا ایک انچ زمین بھی چھوڑنے سے انکار کیا۔ اور چونکہ انہوں [illegible] قائم رہے۔ آخر کار روس [illegible] اور رومینیا کو اس کے عوض میں مطلوبہ جزائر میں ایک حصہ [illegible]

مانٹی نیگرو (جبل اسود) کی آزادی بغیر کسی بحث [illegible] جہازرانی کے مسئلہ کی طرف متوجہ ہوئی۔ جو بیسرابیہ کے جزیروں کے قبضہ میں آ جانے کے [illegible] کے لئے ایک بڑا تکلیف دہ اور پیچیدہ مسئلہ ہو گیا تھا۔ کونٹ اینڈراسی نے مندرجہ ذیل چار شرطیں پیش کیں جو آخر کار فیصلہ کی بنیاد قرار دی جانی منظور ہوئیں:-

(۱) دریائے ڈینیوب آہنی دروازوں تک کھلا رہے ۔

(۲) یوروپین کمیشن برابر قایم رہے ۔

(۳) کمیشن کے کاروبار میں رومینیا بھی شامل کیجائے ۔

(۴) بابِ آہنی پر ہر ایک قسم کی تعمیر کا حق صرف آسٹریا ہنگری کیلئے مخصوص رہے ۔

اب کانگرس عہدنامہ سین سٹی فانو کی ان شرائط کیطرف متوجہ ہوئی۔ جو تاوان جنگ کے قدرے نقدی میں ادا کئے جانے اور باقیماندہ کے عوض میں ملک دینے کے متعلق تھیں۔ جب تاوان جنگ کی آخری حصے یعنی بعوض بعض حصّہ تاوان جنگ ملک کے لینے کا فیصلہ ہو چکا تو کاراتھیوڈوری پاشانے کانگرس کو اس کے پہلے حصّہ نقد تاوان جنگ کیطرف متوجہ کرکے یوں بیان کیا" روس کو لڑائی سے اسقدر بیشمار فایدے حاصل ہوچکے ہیں کہ وہ اس کے مالی اخراجات کا کافی معاوضہ ہو سکتے ہیں۔ ہم اتنے بھاری نقصان اٹھانے کے بعد اس رقم مطلوبہ کے ادا کرنیکے شاید ہی قابل ہوں۔ اور اگر ہوں بھی تو اس کے ادا کرنے سے وہ آئین انتظامی اصلاحوں کے کرنے سے بالکل لاچار ہو جاویگا جنکو وہ خود اور کل یوروپ نہایت ہی ضروری مانتا ہے۔ پس اگر یوروپ نے علاوہ اس قدر ملک دینے کے روس کو اس قدر بھاری رقم وصول کرنے میں بھی مدد دی۔ تو اس سے نہ صرف رعایا کی حالت جس کی بہتری کیلئے یوروپ اپنے آپ کو ایسا متردد بناتا ہے۔ بالکل نازک ہوجاوے گی۔ بلکہ خود گورنمنٹ عثمانیہ بھی تباہ ہوجاوے گی جس کے قیام کو یوروپ اپنے اغراض عظیم میں سے بتلا چکا ہے۔"

ترکی سفیر کی اس تقریر نے جسمیں رعایا کی آیندہ حالت کا نقشہ جس ہی کی باعث مال ہی نہیں بلکہ ہزارہا پشت وخون اور روپے کی بربادی ہوئی تھی جتایا گیا۔ پرنس گارچکوف اور کونٹ شووالاف پر تو کچھ اثر نہ کیا۔ تاہم دوسرے سفراء پر پورا اثر کر دیا۔ اور یہ فیصلہ ہوا کہ عہدنامہ[1] کے متن میں نقد تاوان جنگ کا کوئی ذکر نہ کیا جائے ۔

---

(۱) مندرجہ بالا عبارت لارڈ سالسبری کے اس مراسلے سے انتخاب کیا گیا ہے۔ جو اس نے تاوان جنگ کی ادائگی کے بارے میں کانگرس کے ارادہ پر لکھا تھا۔ وھو ھذا:- تاوان جنگ کا مسئلہ جسپر روم کی گورنمنٹ نے بہت اعتراض کئے تھے عہدنامہ کے متن سے خارج کیا گیا ہے۔ کانگرس نے ایسے معاہدہ کو پڑتالنے سے انکار کیا۔ جو عہدنامہ پیرس کے صریح متضاد ہو اور جسے بایں وجہ صرف دونوں فریق ہی آپس میں کر سکتے ہیں لیکن تاہم کانگرس میں اس معاملہ پر تقریریں ہوئی ہیں۔ جو پروٹوکل میں لکھی گئی ہیں۔ ان سے اس کا عملی اثر بہت کم ہو جاویگا۔ روسی سفراء نے بیان کیا کہ وہ نقد تاوان جنگ کے عوض اور ملک لینا نہیں چاہتے۔ اور نہ ہی اس بات پر جھگڑا کرتے ہیں مگر اس کو دیا تی (باقی اگلے صفحہ)

Marfat.com

تمام سلطنت روم میں مذہبی آزادی کے قیام پر جو پریسیڈنٹ کے دسترخوان پر دوسری رکابی
ں۔ کاراتھوڈوری پاشا نے سلطان المعظم کا یہ پیغام پڑھا جسکو میں یہاں پورا درج کرتی ہوں۔
"مذہبی آزادی کی تائید میں جب کبھی کوئی بیانات مختلف اوقات میں کانگرس کے سامنے پیش
ں۔ تو ہمارے سفرا کو یہ بیان کرنیکا اختیار دیا جاتا ہے کہ باب عالی کا منشا اس بارے میں پورے طور پر
طلوبہ مدعا کے عین مطابق ہے۔ اسکی نہایت ہی مضبوط اور قدیمی مصلحتیں اسکی نیاوی پالیسی۔ اور
ڈاس کی رعایا کے خیالات اور خواہشیں سب اسی انجام کی طرف مائل رہے ہیں کل سلطنت میں
طان المعظم کی رعایا کے کروڑوں آدمی مختلف متضاد مذاہب کے پیرو ہیں لیکن آج تک کسی شخص کو اپنے
ہبی احکام کی پابندی کرنیکے باعث ذرا بھی تکلیف نہیں دی گئی"
کانگرس میں اس سلطانی مراسلہ کو پیش کرتے وقت کاراتھیوڈوری پاشا نے یہ توقع ظاہر کی کہ
ہدنامے کے اس آرٹیکل میں جو مذہبی آزادی کے مسئلہ کے متعلق تحریر ہو اس امر کا ضرور اشارہ کردیا
یگا کہ یہ اصول پہلے ہی سے میرے شہنشاہ کے تمام ممالک محروسہ میں آج اور جاری ہے۔ اسکی
اہش پوری کی گئی۔ چنانچہ عہدنامہ کا باسٹھواں آرٹیکل (دفعہ) یوں شروع ہوتا ہے۔ "باب عالی نے مذہبی
ادی کے اصول کو برابر قایم رکھنے بلکہ حتی الامکان اسکو اور زیادہ وسعت دینے کا منشا ظاہر کیا ہے
ہ کے لطیب خاطر اس امر کو ظاہر کرنے کی کل دول عظام دل سے قدر کرتی ہیں"
ایشیائی ممالک کے قبضے کی بابت جن کا مسئلہ اب کانگرس میں پیش ہوا۔ روسی اور انگریزی سفیروں میں پہلے
سے خفیہ طور پر فیصلہ ہوچکا تھا۔ روسیوں نے ارضروم۔ بایزید۔ اور وادی الوثرز کا دعوے تو چھوڑ دیا مگر
بن باطوم اور ارداہان لینے پر مصر رہے۔ پرنس گارچکوف نے باطوم کے متعلق مندرجہ ذیل منشا ظاہر کیا۔[۱]

[۱] حاشیہ صفحہ ۵۲) ان قرضخواہوں جن کی دوسری گورنمنٹوں نے ضمانت دی ہو۔ یا جن کی ضمانت میں شاہی گورنمنٹ
کا اصل بالفعل ہوچکی ہوں فوقیت دی جائے۔ انگریزی سفرا نے بیان کیا کہ وہ تاوان جنگ میں کوئی ایسا امر نہیں پاتے کہ
لوان قرضخواہ جواس سے پہلے کے ہیں کسیطرح فوقیت دی جائے۔ ان بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ ترکی قانوناً
کے اصول کے مطابق اسکو ادا کرنیکی ذمہ دار نہیں۔ اور نہ ہی وہ اوس کو ادا کرنے پر مجبور کیجا سکتی ہے تاوقتیکہ
قرضے جو تاریخ جنگ سے پہلے کے ہیں پورے نہ ادا ہوجائیں اگر روم کبھی کسی زمانہ میں ایسا خوشحال ہوجائے کہ
م قرضوں سے سبکدوش ہوجائے تو اوسوقت تاوان جنگ کا مطالبہ کرنا ناجائز نہ ہوگا کیونکہ ایسے وقت میں
ہ روم سے نہ ہی ناجائز ہوگا۔ اور نہ ہی کوئی تکلیف دہ۔ یہ عہدہ اصولاً تو ناجائز نہیں۔ مگر اسکی تعمیل عملاً موجودہ
انے سے بہت دور دراز عرصہ تک ملتوی کردی گئی ہے"

کی طرف میں ناظرین کو خاصکر متوجہ کرتی ہوں۔ کیونکہ اس سے ان کو روسی پالیسی کی کل کیفیت فراخ اور اس کے وعدوں کی ماہیت اچھی طرح سے معلوم ہو جاوے گی۔ اس نے کہا کہ "مجھے بیان کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ کہ میرا آقائے نعمت باطوم کو اپنے زیر حکومت لیکر سے ایک آزاد بندرگاہ قرار دیگا جس سے تمام تجارتی قوموں کو عموماً اور برطانیہ عظم کو خصوصاً جنکی تجارت میں نسبتاً بہت ہی زیادہ جہاز مصروف رہتے ہیں فوائد عظیمہ حاصل ہوں گے"۔

لارڈ بیکنسفیلڈ نے اس اظہار کی نسبت یہ رائے دی کہ "بہ حیثیت امن خواہی یہ امر بڑا قابل قدر ہے" اور لارڈ سالسبری نے تو یہ بھی کہہ دیا کہ "اگر باطوم کا قبضہ ایسی حالتوں میں رکھا جاتا جس سے بحیرہ اسود کی آزادی میں خلل واقع ہو سکتا۔ تو انگلستان یورپین طاقتوں کے ساتھ یہ معاہدہ ہرگز نہ کرتا۔ کہ وہ اپنے آپکو (یعنی اپنے جنگی بیڑہ جہازات کو) اس بحیرے میں داخل ہونیسے باز رکھیگا۔ لیکن چونکہ باطوم ایک آزاد اور تجارتی بندرگاہ قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے انگریزی گورنمنٹ اپنے سابقہ معاہدوں کو جیسے کہ وہ اب کانگرس کے فیصلوں سے ترمیم ہو گئے ہیں۔ از سرنو قایم و تجدید کرنے سے انکار کرے گی"۔

اب اس وقت باطوم ایک نہایت ہی مضبوطی سے قلعہ بند جنگی مقام ہے (یہ ہیں روس کے وعدے۔ مترجم)

کانگرس کی اخیری نشستوں میں پرنس گارچکوف اور کونٹ شووالاف کی ان تجاویز پر بحث ہوتی رہی (جنکا مطلب تھا) کہ عہدنامہ میں ایک خاص آرٹیکل درج کیا جاوے جس سے کل دول عظام ان کل شرائط کی تکمیل کی نگرانی پر مجبور کیجاویں۔ اور ان کو اختیار دیا جاوے کہ عندالضرورت ان شرائط کی کماحقہ تعمیل کرائی جانے کیلئے مناسب وسائل سوچیں۔ مگر کوئی طاقت بھی اس دوامی مداخلت کی پالیسی کو قبول کرنیکی طرف مایل نہ تھی۔ کارا تھیوڈوری پاشا نے یہ بیان کر کے کہ باب عالی ان تمام شرائط کو پورا کرنیکا اپنے آپکو ویسا ہی ذمہ دار سمجھتا ہے۔ جیسا کہ عہدنامہ پر دستخط کرنیوالی باقی سلطنتیں ہیں۔ اس تجویز کی سخت مخالفت کی۔ ایم ویڈنگٹن نے قابل یادداشت الفاظ میں جن سے معاملات کی حالت بڑی خوبی اور اختصار سے واضح ہوتی ہے۔ اسکی تائید کی اور کہا۔ "اس تجویز سے جو آج کانگرس میں پیش ہوئی عثمانی گورنمنٹ پر ایک ایسا داغ لگتا پایا جاتا ہے۔ جس کے ذریعے سے باب عالی کے کل فعلوں میں متواتر مداخلتوں کے لئے کافی بہانوں کا موقع مل سکیگا۔ ترکی گورنمنٹ کا خود اپنا فایدہ ہے۔ کہ وہ کانگرس کے تمام فیصلوں کی پوری طرح سے تعمیل کرے۔ اس لئے ٹرکی کے صاف بیان کردہ ارادوں پر شبہ کرنے سے پہلے دول عظام کو اسوقت تک منتظر رہنا چاہئیے جبتک کہ وہ اسکو ان کی تعمیل کرنے سے پہلوتہی نہ کرتے دیکھیں۔ کیونکہ یہ گمان کرنیکا انکو کوئی حق

عثمانی گورنمنٹ اُن شرائط پر جنہیں وہ منظور کر چکی ہے۔ عمل کرنا نہیں چاہتی۔ یا اُنکے پورا کرنیکی استعداد نہیں رکھتی"۔

یہ معلوم کرنا ناممکن ہے کہ آیا سفراء نے روس کی تجاویز کو نامناسب سمجھا۔ یا اُنہوں نے اپنی اپنی گورنمنٹوں وایسے امر کا ذمہ دار گردانا پسند نہ کیا۔ جسمیں تکلیفیں بہت اور فائدہ کچھ نہ ہو۔ تاہم یہ تجاویز باتفاق رائے رد کیگئیں اور ۱۲ر جولائی کو سفراء نے ایک دوسرے سے آخری ملاقات کر کے اپنی اپنی راہ لی۔ پرنس گارچکوف اپنے ساتھی کے سلطان کیلئے اور زیادہ مشکلات پیدا کرنیکی تجاویز سوچنے کیلئے سینٹ پٹیرزبرگ کو سدھارا۔ ترکی سفراء قسطنطنیہ کو واپس گئے۔ کہ وہاں اصلاح اور انتظام کی کونسلوں میں مدد دیں اور لارڈ بیکنسفیلڈ اور لارڈ سالسبری لنڈن کو چلتے بنے جہاں صلح اور باعزت صلح قایم کرنیکے باعث اُنکی بہت بڑی آؤبھگت اور خوش آمدید ہو نے کو تھی۔ سلطان عبدالعزیز و مراد کے عزل کے اسباب و واقعات متعلقہ۔ جنگ سرویا جنگ روم و روس اور برلن کانگریس کے مفصل حالات کے لئے دیکھو تاریخ خاندان عثمانیہ مفروضہ مظالم آرمینیا محاربات پلیونا محاربات تھسلی ◆

فصل (۳) سیوم

اصلاح

جونہی ملک کے سر پر سے جان فرسا مخمصہ دور ہوا۔ سلطان **عبدالحمید** اُن صوبوں میں جو اسکے پاس باقی رہ گئے تھے۔ امن و امان قایم کرنے اور اُن سلسلۂ اصلاحات کو جنہیں عمل میں لانیکا اُس نے تخت نشین ہوتے ہی ارادہ کرلیا تھا شروع کرنے میں مشغول ہو گئے۔

روپیہ ملک کا بحالت صلح پشت و پناہ اور بوقت جنگ اُس کا دست و بازو ہے۔ اس لئے سب سے پہلے سلطان سلطنت کی مالی صیغے کی طرف متوجہ ہوئے۔ اُس وقت سے کہ جبکہ نکر[1] نے انقلاب فتنہ فرانس کے قبل اس نے

---

[1] جیکوبس نکر۔ فرانس کا وزیر ایک آئرش خاندان کی نسل سے تھا۔ وہ اوائل عمر میں مدت کا سکی تلاش میں پیرس گیا۔ اور ایک بینک میں نوکر ہو گیا جس کا وہ رفتہ رفتہ حصہ دار بن گیا۔ اور تیرہ سال میں ٹھیکون اور ایجاد سے بے انتہا دولت جمع کی۔ اور مالی معاملات میں مشہور آفاق ہو گیا۔ اس اثناء میں وہ کاروبار سے د (باقی اگلے صفحہ پر)

بغاوت کر کے بادشاہ کو قتل کر دیا۔ اور سلطنت جمہوری قایم کر لی تھی یعنی ۱۷۹۲ء میں مترجم کے خزانہ ہاتھ میں لیا تھا۔ آجتک کسی انسانی فنانیشر دمحاسب دیوان مال کو ایسی بے امید اور مایوس مالی حالت سے سابقہ نہیں پڑا تھا۔ برسوں سے روم مالی دیوالیہ پن کی اس سطح مائل سے برابر پھسل رہا تھا جسپر اوس نے اپنا پہلا منحوس قدم جنگ کریمیا[19] کے وقت رکھا تھا۔ ۱۸۵۵ء سے لیکر سلطان عبد العزیز کی معزولی سے چند پیشتر ترکی نے وقتاً فوقتاً اسقدر بھاری رقمیں ممالک غیر کی تباہ لگا ہوا رکوٹھیوں سے قرض لیں کہ سلطان عبد الحمید کی تخت نشینی کے وقت اسکی نام نہاد تعداد بیس کروڑ پونڈ (پونڈ=۱۶ روپے) سے بہت بڑھ چکی تھی۔ یعنی نام نہاد تعداد اس لئے کہا ہے کہ کل رقم کے نصف سے زیادہ خزانہ عامرہ میں ہرگز داخل نہیں ہوا تھا۔ اور باقی پچاس فیصدی ان لائق نا دیانت دار فنانیشروں کے ہاتھوں میں رہا جنہوں نے ان مختلف قرضوں کو مہیا کیا تھا۔ مگر علاوہ ان بیرونی قرضوں کے ایک بہت بڑی رقم غلطہ کے سوداگروں اور ساہوکاروں کی اس جماعت سے قرض لیگئی تھی۔ جسکا عثمانیہ بینک کے سرغنہ ہونیکی وجہ سے سلطنت کے صیغۂ مال میں بہت کچھ دخل رہا ہے۔ سلاطین سابقہ کا یہ عام دستور ہو گیا تھا۔ کہ جب کبھی سود کی ایک بہت بڑی رقم واجب الادا ہو جاتی۔ تو اوسکو ادنہ نیا قرضہ لیکر ادا کر دیتے۔ مگر یہ طریق جو ہر زمانہ

(بقیہ صفحہ ۵۵) الگ ہو کر جنیوا واقع سوٹیزرلینڈ میں رہایش پذیر ہوا۔ جہاں کی کونسل کا وہ ممبر ہو گیا اور کونسل کیطرف سے پیرس میں سفیر مقرر ہوا۔ جہاں اوسنے بڑی بڑی عہدے حاصل کئے۔ ۱۷۶۵ء میں وہ فرنچ ایسٹ انڈیا کمپنی کا مہتمم مقرر ہوا۔ ۱۷۷۶ء میں شاہی خزانہ کا ڈائرکٹر تھا اور ۱۷۷۷ء میں فرانس کے کل صیغہائے مال کا ڈائرکٹر جنرل مقرر ہوا۔ فرانس اوس وقت سخت مالی مشکلات میں گرفتار تھا۔ لیکن اوسنے روپے پیسے کے معاملات میں اتنی ناموری حاصل کی ہوئی تھی۔ کہ تھوڑی مدت میں بے تعداد قرضوں کا انتظام کر لیا۔ اور سلطنت کو سنبھال لیا۔ آخر کار پروٹسٹنٹ مذہب رکھنے کے باعث اوسے عہدہ سے الگ ہونا پڑا۔ بادشاہ فرانس لوئیس شانزدہم نے اوسے دوبارہ بلا کر وزیر صیغۂ مال مقرر کیا۔ لیکن وہ چند ماہ رہ کر پھر اپنی مسکن کاپٹا واقع جنیوا میں چلا گیا۔ اوسنے مختلف مضامین پر بہت سی کتابیں اور فرانس کی مالگذاری اور مداخل پر تین جلدیں تحریر کیں۔ بمقام جنیوا ۱۷۳۲ء میں پیدا ہوا۔ اور سوئیٹزرلینڈ میں ۱۸۰۴ء میں مر گیا۔

[19] جنگ کریمیا سے پہلے روم میں قومی قرضہ کا نام تک بھی نہ تھا۔ یہ بلا صرف سلطان عبد المجید کے عہد میں یورپ ممالک کی تقلید میں روم پر نازل ہوئی ۱۸۵۴ء میں فرانس و انگلستان نے زاولاً سلطان عبد المجید نے روپیہ تیار ہونے کے لئے قرضہ لینا شروع کیا۔ اس زہر کی چاٹ ڈالی یہ رقم اس قلیل عرصہ یعنی سلطان عبد الحمید کی تخت نشینی کیوقت تک بڑھتی بڑھتی دو ارب تک پہنچ چکی تھی۔

Marfat.com

ور ہر قوم کے معاملات میں بڑا آسان اور خوش آیند معلوم ہوتا ہے۔ بہت مدت تک نہیں چلسکتا۔ ر سلطان عبد الحمید اپنے متقدمین کے اس آسانی بخش دستور پر چلنا بھی چاہتا جو امر وہ ہرگز نہ ا اس کو معلوم ہو جاتا۔ کہ یہ امر اب ناممکن ہو گیا ہے۔ کیونکہ سودی اقرار ناموں کے نہ ادا ہونیکے عث ٹرکی کا کریڈیٹ (مالی اعتبار) ممالک غیر اور خود اپنے ملک دونوں جگہوں میں بالکل زایل ہو گیا تھا۔ اس لئے سرمایہ داروں سے کسی مدد کی توقع نہ ہو سکتی تھی۔ اس کی اپنی ملکی آمدنی کا بہت بڑا منبع بھی (یعنے خراج و محاصل) ایک بڑی حد تک خشک ہو گیا تھا کیونکہ اس لڑائی سے بدنظمی و بدنسقی ایسی طرناک حالت پر پہونچگئی تھی۔ کہ محاصل کا وصول کرنا بڑا مشکل ہو گیا تھا۔ اور اگر وصول ہو گئے ہوں۔ تو مقامی تحصیلداروں سے اسے وصول کرنا اور بھی زیادہ مشکل تھا۔ پس جبکہ بیرونی قرضخواہ بھاری شرح سود اور کمیشن کے بہانوں سے خزانہ ٹرکی کو لوٹ رہے تھے۔ اور منتظمان صوبجات ذی شرا نہ علانیہ تغلبات اور خیانت سے۔ تو اس صورت میں یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ کہ کیوں روم روز بروز قرضہ کی گہری دلدل میں دھنستا گیا۔

غالباً سب سے پہلا کام جو سلطان نے خاتمہ صلح پر کیا یہ تھا۔ کہ اس نے سلطنت کی مالی صیغوں میں پوری باضابطہ تحقیقات کئے جانیکا حکم دیا۔ اس تحقیقات کا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ کل بیرونی قرضخواہوں وکلاء کی ایک کونسل قسطنطنیہ میں ٹرکی گورنمنٹ کے ساتھ اس بیرونی قرضہ پر بحث مباحثہ کرنیکو طلب ہوئی۔ اس کونسل کے تمام ممبر تجارتی اور مالی دنیا کے مردان آزمودہ کار تھے۔ انگریز اور ڈچ قرضخواہوں کا وکیل آنریبل بورک ایک لایق کنسرویٹو مدبر تھا۔ (اب انکا نام لارڈ کونیمارا ہے۔ وہ گورنر مدراس رہ چکے ہیں) ایم والفری فرانسیسی صیغہ خارجیہ کا ایک افسر فرانس کی طرف سے وکیل تھا۔ آسٹریا، جرمنی و اٹلی نے بھی بڑے بڑے لایق اور نامور وکلاء روانہ کئے۔ ان صاحبوں نے معیت سلطانی وزرائے صیغہ مال کانفرنس قایم کی۔ اور طول طویل مباحثوں کے بعد چند خاص تجاویز پر متفق ہوئے۔ کہ یہ اعلیحضرت سلطان معظم کی خدمت میں پیش کی جادیں۔ جب یہ تجویزیں عام معلوم ہو گئیں۔ تو (بقول اخبارات) سلطان نے متعلق قرضوں کے اجراء کے وقتوں کے متعلقہ حالات پڑھنے پر کمشنروں کی دیانتداری اور نصفت پسندی کو گوارا نہ کیا۔ کہ وہ کل نام نہاد قرضے کی وصولی کا مطالبہ کریں اور انہوں نے بالاتفاق اس رقم کو گھٹا کر ۹ کروڑ...

ہ شہزادی صاحب نے یا پرنٹر نے اعداد غلط لکھے ہیں۔ دراصل ۱۰۶٫۴۳۷٫۲۳۴ پونڈ ہیں۔ کمی ۴½ کروڑ کی نہیں ہوئی بلکہ کروڑ پونڈ کی یعنی اصل میں ۴۲٫۷۱ فیصدی کی تخفیف کیگئی تھی۔ اس کے متعلق اس کتاب کے ضمیمہ ٹرکی کی موجودہ حالت اور کتاب وقعت روم میں مفصل تذکرہ کیا گیا ہے۔

پونڈ مقرر کیا۔ مگر اسقدر رقم (۲½ کروڑ پونڈ) کے یکلخت دُور کر دینے پر اُنہوں نے اسبات پر زور دیا کہ اختتام قرضہ تک بالواسطہ محاصل یعنی محاصل نمک۔ تمباکو۔ اسٹامپ۔ شراب۔ ماہی گیری و ریشم کی آمدنی جو سب سے زیادہ فائدہ مند اور سب ہی سے زیادہ خرچ والی ہیں۔ بالکل اونکے لئے مخصوص کر دی جائیں ساتھ ہی اُنہوں نے خراج بلگیریا اور سائپرس و مشرقی رومیلیا کی آمدنیوں۔ ایرانی تمباکو کے محصول کا کچھ حصہ اور مداخل کی اُس زیادتی کا جو چنگی کے نئے محصولوں اور نئے لائسنسوں کی عطاء کرنے سے یا پروانجات پے ٹینٹ کی فیسوں سے حاصل ہو۔ دعویٰ کیا۔ اور نیز اُنہوں نے اُن رقوم کے لینے کی جو سرویا۔ جبل اسود بلغاریا۔ اور یونان سے قرضے کی ادائیگی کے متعلق وصول ہوں شرط کی۔ اُنہوں نے قسطنطنیہ میں قرضخواہوں کے ڈیلی گیٹوں کی ایک کونسل منتظمہ کے مقرر ہونے کی درخواست کی جس کو وصولی کا پورا اختیار ہو۔ اور جسکو

لے بیرونی قرضوں کی تعداد شرح سود اور اصل رقم وصول شدہ معہ سنہ اجراء کا نقشہ ذیل ہے :-

سنہ اجراء	نام نہاد تعداد قرضہ	شرح فیصدی	وصول فیصدی	سنہ اجراء	نام نہاد تعداد قرضہ	شرح فیصدی	وصول فیصدی
سنہ ۱۸۵۴ء	۳۰۰۰۰۰۰ پونڈ	۶	۸۰	سنہ ۱۸۵۵ء	۵۰۰۰۰۰۰ پونڈ	۴	۱۰۲ ½
سنہ ۱۸۵۸ء	۵۰۰۰۰۰۰ پونڈ	۶	۸۵	سنہ ۱۸۶۰ء	۲۰۷۰۰۰۰ پونڈ	۶	۶۲ ½
سنہ ۱۸۶۲ء	۸۰۰۰۰۰۰ پونڈ	۶	۶۸	سنہ ۱۸۶۴ء	۸۰۰۰۰۰۰ پونڈ	۶	۶۶
سنہ ۱۸۶۵ء	۳۶۳۶۲۳۶۳	۵	۴۷ ½	سنہ ۱۸۶۵ء	۶۰۰۰۰۰۰ پونڈ	۶	۶۵ ½
سنہ ۱۸۶۷ء	۲۵۰۰۰۰۰ پونڈ	۶	۶۳	سنہ ۱۸۶۹ء	۲۲۲۲۲۲۲۰ ؍؍	۶	۶۰ ½
سنہ ۱۸۷۱ء	۵۷۰۰۰۰۰ ؍؍	۶	۷۳	سنہ ۱۸۷۲ء	۱۱۱۲۶۲۰۰ ؍؍	۹	۹۲ ½
سنہ ۱۸۷۳ء	۲۸۰۰۰۰۰۰ ؍؍	۶	۵۸ ½	سنہ ۱۸۷۴ء	۴۰۰۰۰۰۰۰ ؍؍	۵	۴۳ ½

میزان کُل ۱۸۲۹۸۱۷۸۳ - پونڈ

یعنی سنہ ۱۸۷۴ء تک نام نہاد تعداد قرضہ بیرونی ۱۸ کروڑ ۲۹ لاکھ ۸۱ ہزار ۷ سو ۸۳ پونڈ تھی۔ جو سنہ ۱۸۷۶ء تک بیس کروڑ پونڈ تک پہونچگئی۔

ناظرین کو جدول مندرجہ بالا سے تعداد وصول شدہ بھی معلوم ہوگئی ہوگی۔ اس کے علاوہ دس کروڑ پونڈ سے زیادہ اندرونی قرضہ تھا۔ سلطان عبد الحمید کے تخت نشین ہوتے ہی رُوس سے جنگ چھڑ پڑی جسمیں رقم کا تخمینًا دس کروڑ پونڈ سے زیادہ خرچ ہوا۔ اور اعتبار کا یہ حال تھا کہ اب ایک کوڑی تک قرضہ نہ مل سکتا تھا۔ یہیں سے خیال کر لیجئے کہ سنہ ۱۸۷۷ء میں ترکی دستاویزات کی قیمت ۲۲ فیصدی تھی۔ مگر صد ہزار آفرین اس شہنشاہ بیدار مغز پر جس نے صرف اور زیادہ قرض لینا ہی ترک نہیں کر دیا۔ بلکہ سابقہ قرضہ بھی بہت سا ادا کر دیا ہے جو تاوان جنگ اور خرچ جنگ کے شامل ہو جانے سے ایک مہیب حد تک پہونچگیا ہوا تھا (باقی اگلے صفحہ پر دیکھو)

تمام پراونشل (مفصلاتی) اور سنٹرل (صدر مجلس کے) عہدوں پر جو عثمانیہ قرضہ قومی کی خدمات کی بجا آوری
کے لئے وضع ہوں پوری دسترس ہو۔ انکی یہ کل درخواستیں سلطان المعظم نے قبول فرمالیں۔ اور بزرگے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۸) اور باوجودیکہ ملک کے کئی زرخیز صوبے اوسکی حکومت سے نکل گئے۔ آمدنی کم ہوگئی خرچ ویسا ہی رہا۔ بلکہ اور زیادہ بڑھ گیا۔ اب اس وقت روم کا اعتبار بہت عمدہ حالت میں ہے۔ اور ترکی دستاویزوں کی قیمت ۸۵[1] فیصدی تک پہونچگئی ہے۔ اعلیحضرت سلطان المعظم نے اس حسن خوبی سے اپنے ملک کی مالی حالت کو سنوارا ہے کہ مداخل اور مخارج مساوی کر دیے ہیں۔ فوج اور ملازمین کے مشاہرے باقاعدہ ماہوار تقسیم ہوتے ہیں۔ بیرونی اور اندرونی قرضوں کا صرف سود ہی نہیں بلکہ اصل بھی ادا کیا جاتا ہے۔ فوجی اور بحری طاقتوں میں دن رات ترقی ہو رہی ہے۔ اور روم مالی حیثیت سے اگرچہ ایسا بہت دولتمند تو ابھی نہیں ہوا۔ مگر دیوالیہ پن کے حضیض ادبار سے نکلکر ایک خاصی فارغ البال حالت میں ہوگیا ہے۔ چنانچہ مہذب مطبوعہ یکم اگست ۱۹۰۰ء میں دولت عثمانیہ کی مالی حالت پر مضمون شایع ہوا میں اوس کی یہاں بجنسہ نقل کرتا ہوں:۔

"جس چیز نے دول یورپ کی نظر میں ترکوں کو ضعیف اور مریض ثابت کیا۔ در اصل وہ انکی مالی حالت ہے اعلیٰ کا تغیر زمانہ سے اب ترقی کا مدار صرف ریاست کے خزانہ کی مضبوطی پر ہے لیکن اب تسلیم کر لیا گیا ہے کہ ترکوں نے اپنی مالی حالت کو نہایت عمدگی اور شائستگی سے سنبھال لیا ہے۔ ابوانٹ ہیرالڈ نے عثمانیہ سلطانی بنک کے اٹھائیسویں سالانہ جلسہ کی رپورٹ شایع کی ہے اس رپورٹ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ دولت عثمانیہ کا مالی اعتبار جتنا اب بڑھ گیا ہے اور ترقی کر گیا ہے اسقدر اس سے پہلے کبھی نہ تھا۔ یہ خبر مشہور ہوئی ہے کہ دولت عثمانیہ اپنے مالی عمل میں کسی قسم کا تغیر و تبدل کرنیوالی ہے۔ جسپر لیونٹ ہیرالڈ تعجب کے ساتھ رائے دیتا ہے کہ یہ بالکل فرض کی حالت ایسی ہے کہ سلطنت اور رعایا کو اسپر کامل اعتبار ہے دنیا بھر میں اب ترکی قومی قرض یعنی پرامیسری نوٹوں کا بھاؤ فیصدی پانچ روپیہ کم ہے جو قریب قریب دیگر سلطنتوں کا حال ہے۔ انگریزی پرامیسری نوٹوں کا بھاؤ بھی اسی کے قریب رہتا ہے۔ ہز امپیریل مجسٹی سلطان عبد الحمید خان جب تخت پر بیٹھے تھے۔ اور سلطنت کی باگ اپنے ہاتھ میں لی تھی اسوقت بڑی مشکل سے دس روپے سینکڑہ پر ترکی پرامیسری نوٹ فروخت ہو سکتے تھے۔ اور اب اتنی ترقی ہوئی کہ پوری اعتماد اور اعتبار کے ساتھ زیادہ سے زیادہ پانچ روپیہ سینکڑہ کی کمی پر گورنمنٹ عثمانیہ کے نوٹ بکتے جاتے ہیں مقابلہ اس کے جبکہ حضرت محتشم الیہ کی سلطنت شروع ہوئی تھی تب دس روپے سیکڑہ کی کمی پر بھی کاغذ نہیں خریدا جاتا تھا پھر بھی بداعتباری رہتی تھی سلطان نے گزشتہ چودہ برس کی حکومت میں اپنا اعتبار اور اپنی مالی ساکھ دوگنے سے بھی زیادہ بڑھائی ہے۔ اس کے برابر ترقی دنیا کی کوئی سلطنت اور قوم نہیں دکھا سکتی۔ اسی بنا پر لیونٹ ہیرالڈ لکھتا ہے کہ جب ایسی بے مثل ترقی نمودار ہوئی تو پھر کسی جدید تغیر و تبدل کی کیا ضرورت ہے۔

"رپورٹ میں پریسیڈنٹ نے اپنی سپیچ میں صاف اقرار کر لیا ہے کہ بنک کا اتنا کم قرض گورنمنٹ پر کبھی کسی سال میں نہ تھا

[1] اسوقت ۱۰۴ فیصدی ہے +

Marfat.com

فرمان سلطانی مورخہ ۳۰ دسمبر ۱۸۸۱ء قوانین سلطنت میں شامل کی گئیں چنانچہ کمیشن نے اپنی رپورٹ میں جو سال اول کی کارگذاری کے اختتام پر لکھی۔ اس میں اس فرمان کے کل جزو و کل پر برابر عمل کئے جانے کو تصدیق کیا۔

یہ کل بڑے تغیرات ۱۸۸۱ء میں عمل میں لائے گئے۔ اور کمیشن کے ممبروں کو ان تکالیف کی حقیقت کا ایک ذرا سا شمہ معلوم ہونا شروع ہوا۔ جو ایک اصلاح کنندہ اور نیک نیت دیانتدار فرماں روائے روم کو پیش آتی ہیں۔

ان تکالیف کی چھوٹی سی مثال کیلئے میں محاصل تماکو کی کیفیت بیان کرتی ہوں۔ یہ سلطنت کے اٹھارہ صوبوں سے جو یورپ اور ایشیا میں واقع ہیں جمع کیا جاتا ہے۔ ہر ایک ضلع پر ایک اعلیٰ ایجنٹ ہوتا تھا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۹۔ جتنا اس سال ہے۔ یورپ میں مقروض ہونیکو دنیا کی کوئی سلطنت نہیں جو اپنے بینک کی مقروض نہ ہو اور قومی قرض کا قایم رہنا اصولاً ترقی و بقائے سلطنت کا ایک جزو لازمی تسلیم کر لیا گیا ہے۔ دولت عثمانیہ کی حالت نہایت نازک اسلئے ہو گئی تھی۔ کہ اوسپر قرض اعتدال سے زیادہ بڑھ گیا تھا جسکی ادائگی سلطنت کی حالت دیکھتے غیر ممکن خیال کیجاتی تھی سلطنت کے وعدوں کا رعایا کو اعتبار نہیں رہا تھا اور بینک کا قرضہ روز بروز گورنمنٹ پر بڑھتا جاتا تھا لیکن سلطان عبدالحمید خان نے نہایت بیدار مغزی اور سرگرمی کے ساتھ اس جانب توجہ کی۔ اور اسی توجہ کا آج ہم یہ نتیجہ دیکھ رہے ہیں کہ چودہ برس کے اندر سلطنت کی مالی حالت اسقدر سنبھل گئی۔ کہ اب اس کے نوٹوں کا بھاؤ دیگر دول یورپ کے برابر ہے۔ اور اوس کا اعتبار اس قدر ہو گیا کہ بلا عذر اور بے کھٹکے ہر شخص اپنا روپیہ گورنمنٹ عثمانیہ کو دے سکتا ہے۔"

مگر یہ کبھی خیال نہ کرنا کہ سلطنت روم بالکل نادار ہو گئی تھی اسمیں کوئی شک نہیں نقد روپیہ اس کے پاس کوئی نہیں رہا تھا مگر جو جواہرات طلائی اور نقرئی ظروف بیشمار اور بیحساب قیمت کے امیرالمومنین کے خزانہ عامرہ میں موجود ہیں کسی اور سلطنت کو ان کا عشر عشیر بھی نصیب نہیں ہوا چنانچہ تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے کہ جب شہنشاہ جرمن اسلامبول میں اعلیٰحضرت امیرالمومنین کی ملاقات کو گئے تو خلیفۃ المسلمین نے امپراطور اور شہنشاہ بیگم کو، کروڑ روپیہ کے قیمتی تحائف عنایت فرمائے جائے غور ہے کہ کتنا بے اندازہ خزانہ ہوگا۔ کہ اوسکا مالک ایسی فراخ حوصلگی سے صرف ایک ملاقاتی کو سات کروڑ کے تحائف عطا فرما سکتا ہے ناظرین ایسی دریا دلی اور تمول کی نظیر آپ کو ابتدائے آفرینش سے لیکر آجتک کہیں ملی ہے۔ ہرگز نہیں جواہرخانہ سلطانی میں اس آب و تاب اور قیمت کے جواہرات اور مرصع اشیا موجود ہیں کہ کوئی اور سلطنت دنیا میں اونکی ادنیٰ نظیر نہیں رکھتی خزانہ عامرہ سلطانی کا ادنیٰ الماس دیکھ لو تو کوہ نور کا نام تک نہ لو۔ مسٹر لین پول اپنی تواریخ روم میں صفحہ ۲۰۵ لکھتا ہے۔ کہ سلطان کے خزانہ عامرہ کی سونے چاندی کی اشیاء اور جواہرات کی چمک دمک دیکھ کر اور انکی خالص قیمت اور وزن کا اندازہ کر کے ہر ایک شخص سکتہ کے عالم میں ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

جس کے ماتحت دو سے لے کر تین سو تک افسران زیردست ہوتے تھے۔ جو قسطنطنیہ سے بغیر کسی کافی تعلق یا لگاؤ رکھنے کے بطور خود اپنے منصبی فرائض کو ادا کرتے تھے۔ اور اکثر اوقات انکو حکام ایشیائے کوچک میں ناجائز طریقے سے مال کو اخفاء محصول کر کے لانے والے کاروانوں کے ساتھ جو مقابلے کی نیت سے مسلح اور صف بند ہو کر آتے تھے۔ جنگ کرنی پڑتی تھی۔ یہ خیال باطل ہے کہ اجنبیوں کی ایک کمیشن معاملات کی ایسی حالت . . . روبراہ ہو سکتی۔ اگر اونکو سرکاری مقامی حکام سے عملی مدد نہ ملتی۔ یہ صرف سلطان المعظم کے براہ راست رعب اور ذاتی منشا ہی کی وجہ سے تھا کہ اونکو ایسی مدد ملی۔

آج تک اس کمیشن کو ½١٧ لاکھ پونڈ وصول ہو چکے ہیں۔ اور جبکہ کل سلطنت کی آمدنی اب صرف ¾١ کروڑ پونڈ رہ گئی ہے (علاوہ اُن آمدنیوں کے جو قومی قرضے کے ادا کرنے میں وقف ہیں) تو روم کا نہایت متعصب مخالف بھی یہ تسلیم کریگا۔ کہ روم نے ان قرضوں کے سود ادا کرنے میں جن کے ایک نصف سے اوس نے کوڑی بھر فایدہ نہیں اُٹھایا۔ بہر حال خالص اور سچی کوششیں کی ہیں۔ چنانچہ اس رقم میں سے ٥٢٦٣٦٣ پونڈ غلطہ کے سنڈیکیٹ کے (جسکا اوپر ذکر آچکا ہے) قرضہ سود اور قدرے اصل رقم کی بیباقی میں ادا کئے گئے ہیں۔ جس قرضہ کی کفالت میں بھی یہی بلا واسطہ محاصل مستغرق ہیں۔ یہ قرضہ ٢٤ سال میں ادا ہو جاوے گا۔

یہ تو معلوم ہو گیا کہ سلطان نے اپنے قرضخواہوں سے کیسا سلوک کیا۔ اب ایک لمحہ کے لئے یہ بھی دیکھئے کہ اوس کے مقروضوں نے اپنی جگہ اوس کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔ اور دول عظام نے مالی معاملات میں اپنے پختہ وعدوں اور اقراروں کو کیسا پورا کیا۔

عہدنامہ برلن کی نویں دفعہ کے مطابق بلگیریا کے سالانہ خراج کی رقم کا تعین کل دول شمولہ کانگرس کو کرنا تھا۔ اس آرٹیکل کا مضمون یہ ہے نئے انتظام کے شروع ہو جانے سے ایک سال بعد ریاست کی اصلی آمدنی کا لحاظ کر کے یہ رقم معین کیجاوے گی۔ اور چونکہ بلگیریا کو سلطنت کی قومی قرضے کا ایک جزو ادا کرنا ہوگا پس جس وقت سلطنتیں خراج کی رقمیں معین کرینگی۔ اُس وقت وہ حالات پر غور کر کے یہ بھی فیصلہ کر دینگی۔ کہ بلگیریا قومی قرضے کا اسقدر حصہ ادا کرے۔

اب تک باوجودیکہ اس دفعہ پر سفرائے دول کو دستخط کئے نو سال گذر گئے ہیں۔ اُس کی تعمیل کرائی جانیکے لئے ایک ذرہ سی کوشش نہیں کیگئی۔ مگر ترکی گورنمنٹ ان سالوں میں برابر بلگیریا کے خراج کے علاوہ اپنی چند باقیماندہ مدات آمدنی میں سے بھی ایک آمدنی (یعنی پیداوار تمباکو کا عشر) اپنے قرضخواہوں کو دیتی رہی ہے۔ اس سے زیادہ اور کون سا ثبوت ہو سکتا ہے کہ عہدنامہ برلن کی شرائط کیسی نیتی سے دستخط کنندگان

عہدنامہ ذیل ہیں۔ اور تمام کا ان سب کو پورا کرنے کا کیسا سچا منشا رتھا (یعنی بالکل نہ تھا)

ہرایک مالی مطالبہ جو بابعالی پر تھا بڑے زور سے پورا کرایا گیا۔ اور میں کہتی ہوں کہ بڑی خوشی سے ادا کیا گیا۔ مگر ترکی کے مطالبے بڑی سنجیدگی کے ساتھ نظر انداز کئے گئے۔ بلگیریا نے قومی قرضہ کے حصے کو ادا کرنے کی استطاعت سے کبھی انکار نہیں کیا۔ کیونکہ اوسکو ایسا کرنے کیلئے کبھی کہا ہی نہیں گیا۔ دول عظام ذیکسیوقت اتنی تکلیف بھی تو گوارا نہیں کی کہ اس رقم (حصۂ قومی قرضہ) کو معین کرنے سے اس مسئلہ کو چھیڑتے۔ یہی سلطان کو وزرا کی ہرایک تاکید اس بارے میں پس پشت ڈالدی گئی ہے (یہ ہی یورپ کی ایمانداری) مگر صرف یہی نہیں بتیتیسویں دفعہ میں درج ہے کہ "کیونکہ مانٹی نیگرو کو بروئے عہدنامہ نیا قطعات اراضی ملی ہیں اوسکو عثمانی قومی قرضے کا کچھ حصہ ادا کرنا ہوگا سفرائے دول متعددہ متعینہ قسطنطنیہ بمشورہ بابعالی اس رقم کو معین کریں گے"۔ اسی طرح چالیسویں دفعہ میں سرویا کو قومی قرضہ کے ایک حصے کے ادا کرنیکا ذمہ دار گردانا گیا۔ اور اگرچہ آخر الذکر ریاست کو حال ہی میں ایک غاصبانہ جنگ بلگیریا[۲۲] کے ساتھ کرنے کے لئے سامان ہوگیا۔ لیکن دونوں ریاستوں سے ایک حبہ بھی وصول ہوکر سلطانی خزانہ میں داخل نہیں ہوا۔ میری ناظرین جب کبھی انگریزی روزانہ اخباروں کو شرائط متعلقہ آرمینیا وغیرہ کے حرف بحرف نہایت سختی سے پورا کرائے جانے کی بابت میں غل غپاڑا کرتے دیکھیں۔ تو میں درخواست کرتی ہوں کہ وہ مندرجہ بالا امور پر بھی ایک نظر باطنی کرلیا کریں۔

ان تکالیف اور دقتوں کے سادے اور سچے بیان سے جو سلطان کو صرف بالواسطہ خراج کے تصفیئے کو درست کرنے میں پیش آئیں۔ ناظرین کو اس مشکل کی حقیقت بھی معلوم ہوجائے گی۔ جو سلطان کو شاہی حسابات میں آمدنی کے اکثر ذخیرہ وسایل کے معدوم ہوجانیکے باعث بدخل وخراج کو برابر کرنے میں پیش آئی۔ یہ ایک ایسا کام تھا جس سے لایق سے لایق چینسلر آف اکسچیکر (سرکاری خزانہ کا صدر الصدور) بھی جو آج تک سینٹ سٹیفنس (انگریزی وزیر صیغہ مال کی درگاہ) کی چوکی پر بیٹھا ہو۔ چکرا جاتا۔ مگر اس کام سے عبدالحمید بالکل نہ جھجکا۔ ظاہر ہے سب سے پہلا کام خرچ کو ممکن الوقوع درجہ کمی تک اس طرح گھٹانا تھا کہ اس سے قومی محافظت اور انتظامی قوت میں خلل نہ پڑے۔ پھر اس کے بعد دوسرا کام بدنظمی خیانت اور غبن کی اس قدیمی باقاعدہ طرز کو جو برسوں میں رفتہ رفتہ سخت ضرر ناک حد تک بڑھ گیا تھا۔ بہت جلد رد کردینا تھا۔ ان دونوں امروں کو سرانجام دینے کے لئے ایک لایق اور دیانتدار آدمیوں کی ضرورت تھی۔ کیونکہ یہ مسئلہ ایسا نہیں تھا

[۲۲] سرویا نے ۱۸۸۵ء میں خواہ مخواہ بلگیریا پر فوجکشی کردی تھی۔ مگر پرنس الکسنڈر والی بلغاریہ نے شاہ میلان والی سرویا کی افواج کو پے در پے شکستیں دے کر اپنے ملک سے نکالدیا تھا۔

Marfat.com

کہ صرف قرآن جاری کر دینے سے رو باصلاح ہو سکتا۔ اور دوسرے امن وصلح کے ایک دراز زمانہ کی احتیاج تھی جس میں وہ باطمینان کام کر سکیں۔ کیونکہ صدیوں کی ابتریاں اور بدنسقیاں مہینوں میں دور نہیں ہو سکتیں۔ مگر سفرائے کے برلن کانگرس کو ختم کرکے چلے جانے سے لیکر تا ایندم مشکل سے کوئی ہفتہ ایسا گزرتا ہے جس میں گورنمنٹ کی توجہ اصلاحوں کے کام سے ہٹائی نہ جاتی ہو۔ اس کا باعث وہ بغاوتیں ہیں جو تنخواہ دار بھڑکلنے والے گماشتوں اور جاسوسوں کی کارستانیوں کی فی الحقیقت واقع ہوتی ہیں۔ یا فرضی اور بے بنیاد بغاوتوں کی جھوٹی افواہیں ہیں جن کو ممالک غیر کے مقنن اور بے خبر تفصیل شتہر کرتے ہیں۔ تاہم باوجود ان سب مصائب اور سخت مزاحمتوں کے اور باھر سے بغیر کسی ایک آدمی کے مددگار ہونے کے اصلاح کا کام بڑی مستعدی اور تیزی سے چلتا رہتا ہے۔ اور میں اس جگہ یہ بیان کرنے کے قابل ہوں جیسے میں آگے چلکر ثابت بھی کردوں گی۔ کہ یورپ کے کسی دوسرے ملک نے اس ہر ایک چیز میں جو شائستگی اور تہذیب کی رکن سمجھی جاتی ہے۔ ایسی جلد اور اتنی ترقی نہیں کی جتنی کہ سلطنت عظمیٰ عثمانیہ نے اعلیٰ حضرت سلطان **عبدالحمید خان** کے مضبوط مستقل اور رہنما دست مبارک کی طفیل کی ہے۔

اب تک میں موجودہ تاریخ روم کے واقعات کو تاریخوار بیان کرتی آئی ہوں۔ اب بہبودی عام کے اُن امور کو بیان کرتی ہوں جن کو سلطان المعظم نے شروع کیا۔ اور اُن کے وزرا نے اُن سے براہِ راست حکم احکام لیکر انکو تکمیل کیا۔ میں اس طریقہ کو گڑبڑ کر دینے والا خیال کرکے چھوڑ دیتی ہوں اور ہر ایک اصلاح کا بیان فرداً فرداً بالکل مکمل طور پر الگ تحریر کرتی ہوں۔

سب سے پہلے میں اُن چند غلط فہمیوں کی تردید کرتی ہوں جو ایشیاء کوچک[1] کے مسلمان اور عیسائی علایا

---

[1] جس قدر آزادی غیر مذاہب کی رعایا کو سلاطین عثمانیہ کے زیر سایہ حاصل ہی ہے۔ آجتک نہ کبھی اور سلطنت میں نصیب ہوئی اور نہ ہوگی۔ اِس کے ثبوت میں چند اور عیسائی مصنفوں اور مدبروں کی رائے کو مختصراً قلمبند کرتا ہوں۔ یہاں تک تو ہمنے سلطنت ٹرکی کی صرف اسیقدر آئین وقوانین بیان کئی ہیں۔ جو مسلمانوں کے متعلق تھے۔ اب ہم اُن کے وہ حصے جو عیسائی رعایا کے بارے میں ہیں تحریر کرتے ہیں۔ قرآن مشرکین پر جنگ کرنیکا حکم کرتا ہے۔ مگر ساتھ ہی اُن اہل کتاب کی جو جزیہ دینا قبول کریں حفاظت کرنے کی سخت تاکید کرتا ہے (جزیئے کے بارے میں مولوی شبلی صاحب نعمانی کا رسالہ ملاحظہ کرو جسمیں صاف طور پر واضح کیا گیا ہے کہ عیسائیوں پر یہ ٹیکس نسبت اُن ٹیکسوں کے جو مسلمانوں کو ادا کرنی پڑتی ہیں۔ بدرجہا ہلکی اور کم خرچ ہوتی ہے۔ اور علاوہ ثقیل اور دیگر ان ٹیکسوں کے مسلمانوں پر فوجی خدمت بھی لازمی ہوتی ہے۔ مترجم) ترکی قانون ہے کہ مطیع سر کو جدا مت کرو۔

(باقی دوسرے صفحہ پر)

کی حالت نسبتی کے بارے میں عام مشہور ہو رہی ہیں۔ سب لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پختگی سے جا ہوا ہے کہ گو یوروپین ٹرکی میں عیسائی اپنی حفاظت آپ کرنے کے لئے کافی مضبوط ہیں مگر ایشیا میں آبادی کا بہت تھوڑا حصہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۳) مفتی سے ایک دفعہ استفسار کیا گیا کہ اگر گیارہ مسلمان ایک عیسائی کو جو بادشاہ کی رعایا ہو اور خراج ادا کرتا ہو ناحق جان سے مار دیں تو اُن کے بارے میں کیا حکم ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ اگر ایک ہزار مسلمان بھی ایسا کریں تو اُن سب کو پھانسی دو۔ عیسائی رعایا کا جان و مال اور جائیداد ہر طرح سے مصئون ہے۔ اور انکو اپنے مذاہب کے احکام کی بجا آوری میں پوری آزادی ہے (از تاریخ روم مصنفہ کریسی صاحب صفحہ ۱۰۶)۔

۱۰ نومبر ۱۴۴۴ء کو سلطان مراد اور شاہ بوسینیا و دیگر شاہان یوروپ کے درمیان بمقام وارنا سخت لڑائی ہوئی۔ جسمیں بوسینیا کا بادشاہ مارا گیا۔ اور تقریباً کل افواج عیسائی تہ تیغ ہوئیں اس لڑائی سے پہلے سرویا کے بادشاہ جارج نکو و نے شاہان یوروپ کی افواج متفقہ کے نامور کمانڈر انچیف جان ہن یاڈس سے کہا کہ اگر تم کامیاب ہوگئے تو رعایا کے مذہب کے بارے میں کیا فیصلہ کروگے۔ اوس نے جواب دیا کہ میں جبراً کل رعایا کو رومن کیتھولک بناؤنگا۔ سلطان مراد سے یہی سوال کرنے پر جارج کو یہ جواب ملا کہ میں ہر ایک مسجد کے دوش بدوش ایک ایک گرجا تعمیر کردونگا۔ کہ میری رعایا میں سے جو چاہے مسجد میں جاکر خدائے واحد کے حضور میں سجدہ گذرانے اور خواہ کلیسا میں جاکر صلیب کی پرستش کرے۔ (از تاریخ کریسی صاحب صفحہ ۱۷۱)۔

مہمانداری اور سچی میزبانی اپنے اصلی جوہر اور شرافت میں سوائے روم کے اور کہیں نہیں پائی جاتی عیسائی مسافر اور رعایا کے جان و مال کی خلوص دل سے حفاظت کیجاتی ہے۔ اور سلطانوں نے سچی فیاضی اور علو حوصلگی سے بیرونی تجارت کو ہر زمانے میں کمال آزادی اور بیحد سہولت بخشی ہے الخ۔ دیکھو تاریخ روم کریسی صاحب صفحہ ۲۰۰۔ جان ڈیونپورٹ اپنی کتاب مظاہر الحق یا اپولوجی فار محمد اینڈ قرآن یعنے تائید المحمد والقرآن میں تحریر فرماتے ہیں کہ دیانتداری راستبازی نصفت شعاری سوائے ترکوں کی اور کسی قوم میں ویسی پائی نہیں جاتی۔ اگر تمہاری کوئی چیز راستے میں گر پڑی ہو تو خواہ وہ مہینے گذر جاویں۔ اوس کو کوئی نہ چھوئے گا۔ اور جب واپس لوٹو تو تمکو اوسی جگہ پڑی ملیگی۔ دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ اگر تم کسی یہودی دکاندار سے کوئی سودا خرید و۔ تو قیمت مطلوبہ سے چہارم پر تمکو ملجاوے گی یعنی وہ دکاندار پہلے اصل قیمت سے چوگنی طلب کریگا۔ اور اگر وہ دکاندار عیسائی ہے تو قیمت مطلوبہ سے نصف پر راضی ہو جاویگا یعنی وہ دوگنی جھوٹھ بولیگا لیکن اگر کسی ترک دکاندار کی پاس جاؤ تو بلا عذر قیمت مطلوبہ ادا کردو کہ تمہاری قیمت مطلوبہ میں سے ایک پائی بھی کم کہنی پر وہ پھر تم سے بات کرنیکا بھی روادار نہ ہوگا۔ اور خواہ ہزاروں کا بیوپار ہو۔ یا پیسہ کا سودا۔ ایک پائی بھی اصل قیمت سے زیادہ نہ طلب کرے گا۔ یہ ترکوں کی بےتعصبی اور نیک نیتی ہی کے باعث ہے کہ کل ممالک عثمانیہ میں عیسائیوں کی اپنی زبانیں۔ اون کے تعلیمی مدرسے اور اونکی مذہبی حکومتیں (باقی آگے صفحہ پر)

Marfat.com

ہونے کے باعث مسلمان ظالم اون پر بڑے سخت تشدد کرتے ہیں۔ لیکن یہ امر واقعی ہے کہ ایشیائے کوچک میں اعلیٰ عہدوں پر عیسائیوں کی تعداد اس سے بدرجہا زیادہ ہے۔ جو آئرلینڈ میں کیتھولک ننشنلسٹ مجسٹریٹوں کی ہے۔ اور ملکہ وکٹوریہ کی حکومت کی نسبت سلطان عبد الحمید کے علم کے نیچے مذہب کسی شخص کی ترقی میں بہت کم مانع ہوتا ہے۔ ایشیائی روم میں اکثر صوبوں کا انتظام عیسائی گورنروں کے سپرد ہے۔ اور بیشک تکالیف کا بہت سا حصہ صرف ان ہی عیسائی گورنروں کے تعصب اور مذہبی عداوت کے باعث سرزد ہوتا ہے۔ تمہارا ایشیائی عیسائی برادر اپنے یوروپین بھائی کی طرح اپنے آقا حضرت مسیح کی تعلیمات کا صرف وہی حصہ مانتا ہے۔ جو اوسکی اغراض و مقاصد کے موافق ہو۔ وہ حضرت مسیح کی اس مقولے کو۔ کہ "قیصر کا حق دو" بڑی جلدی ہی جھٹلا دیتا ہے۔ اُن شکایتوں اور اپیلوں کا جو وہ یوروپین عیسائی اقوام کے پاس کرتے ہیں۔ دو تہائی سے زیادہ حصہ صرف اُن خراجوں اور محاصل کے ادا کرنے کی عذرات پر مبنی ہوتا ہے جن کو ترک بغیر ذرا سی چون و چرا کے ادا کر دیتے ہیں میں اقرار کر چکی ہوں کہ میں اپنے کہے بیان کو ساتھ ہی ثابت کرتی جاؤں گی۔ اس جگہ میں اپنے ناظرین کو دو چھوٹے سے واقعات کیطرف متوجہ کرتی ہوں جنسے ہر ایک منصف مزاج مرد یا عورت کے دل میں اُن جوش پیدا کرنے والی رپورٹوں کے اثر کو جو یوروپ میں روس سے ہو کر آتی ہیں متضاد اثر پیدا ہو گا۔ پچھلے سال ایسٹر (حضرت مسیح کے جی اُٹھنے کی یادگار کا دن) کے تیوہار پر میگیر عزیز ین کیتھولک آرمینن کے بطریق اعظم نے (وہ قوم جو پاشا کے ظلم کے ظلموں کے نیچے ستائی ہوئی بیان کیجاتی ہے) سانکزاونجاح کے بڑے گرجے میں ہائی ماس (رومن کلیسیائی عبادت اعلیٰ) کا جشن کیا اس میں اس ملت کے تمام سربرآوردہ اراکین شامل تھے۔ اس عبادت عظمیٰ کے اختتام پر ہیز ایمیننس بطریق اعظم نے اُن بیشمار مذہبی رعایتوں کو جو سلطان عادل فراخ دلی کیساتھ اون پر فرمائیں بڑے زور و شور سے بیان کیا اور کہا کہ اعلیحضرت سلطان المعظم کا تمام سامعین کو تہہ دل سے ممنون احسان رہنا چاہئیے۔ اعلیحضرت کی درازی عمر کی دعائیں مانگی گئیں اور بطریق اعظم نے یہ تین دفعہ باواز بلند پکار کر وعظ کو ختم کیا ہمارا پیارا شہنشاہ **عبد الحمید** مدت تک جیئے"۔ چنانچہ اس عبارت کا کچھ تھوڑا سا اندازہ جو آرمینیا کی عیسائی سلطان کی بابت رکھتے ہیں۔ مندرجہ ذیل واقعہ کے بیان کرنیسے معلوم ہو جائیگا پچھلے نومبر میں انہی قوم میں ایک تنازعہ پیدا ہوا جسکی بنا کچھ تو مسئلہ وراثت اور کچھ مذہبی رعایتوں کے سوال پر تھی۔ یہ ایک خاص خانگی معاملہ تھا۔ مگر آرمینیئنوں نے اسکو

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۴) آج تک قائم ہیں اگر ترک بھی روس و دیگر اقوام کیطرح غیر مذاہب پر تشدد کرتے اور اونکو جبراً اپنے مذہب میں شامل کر لیتے یا اونکو جلاوطن کر دیتے تو بلگیریا اور آرمینیا اور کریٹ وغیرہ کے عیسائی کہاں سے آج روس وغیرہ کے بہکانے سے فتنے اور شورشیں برپا کرتے۔ ✱ انگریز پروٹسٹنٹ ہیں اور آئرلینڈ میں اکثر رومن کیتھولک عیسائی آباد ہیں۔ مترجم

محکمہ قومی مذاہب کے وزیر کے فیصلے پر چھوڑا۔ اور باب عالی نے امور متنازعہ فیہ پر انصاف کرنیکے واسطے فوراً ایک کمیشن مقرر کر دی۔

پچھلے سال بیرٹ کا میرنائیٹ میگیر یوسف دبعس روما کو گیا۔ وہاں اس نے پوپ لیو سیزدہم کی زیارت کی اس ملاقات میں اس نے اُن تمام بڑی مذہبی آزادیوں کا ذکر کیا جو خلافت پناہ سلطان المعظم نے اسکے میرنائیٹ فرقے کے تمام پیروؤں کو عنایت فرما رکھی ہیں۔ اس نے اسی کیوقت قسطنطنیہ میں سلطان کی قدمبوسی کی اور شرف ملازمت حاصل کرکے اُس جان نثاری اور دلی جوش کا اظہار کیا جس سے تمام میرنائٹ ملت کے دل بھرے ہوئے ہیں۔

لیکن اس قسم کی ترکی خبریں اپنے مالکوں کے پاس روانہ کرنا "ہمارے خاص اپنے نامہ نگاروں کی"[۲۴] عادت ہی نہیں مگر ہاں یہ سچ ہے کہ روس کے دوسرے مذاہب رامسولنے مذہب کے (جو یونانی کلیسا کا پیرو ہے) کسانوں یا پیشواؤں کے اسی قسم کے اظہار وفاداری بڑی جلدی سے قبول کر لئے جاتے ہیں اور مذہبی بے تعصبی کے لئے زار کی خواہش کی صداقت کو فوراً مان لیا جاتا ہے۔

امیر المومنین عبدالحمید سے پہلے سلاطین کی ایام حکومت میں ترکی سلطنت کی عجبتوں میں سے ایک[۲۵] اہرنی تھی اور اگرچہ اُس نے حاصل کرنیکا یہ عجیب الماہیت اور دلفریب ذریعہ صرف سلطان کے ممالک محروسہ ہی تک محدود نہیں بلکہ نجات یافتہ اطالیہ اور آزاد یونان بھی ان سے نہیں بچے ہوئے تاہم اس میں کچھ شک نہیں کہ ایشیائے کوچک میں یہ اُس حد تک پہنچ گیا ہوا تھا جو مہذب دنیا کے دوسرے حصوں میں نا پید ہے۔ اُس جگہ یہ عجبت ایسے کمال درجہ کو پہنچ گئی ہوئی تھی کہ ایک حیلہ باز نامہ نگار کو فوراً اس نتیجے کے نکال لینے کے واسطے کافی بہانہ مل سکتا تھا۔ کہ یہ قزاق یا تو مقامی سلمان حکام کو بھاری رشوتیں دیتے تھے۔ یا فی الواقع انکی ملازمت ہی میں ہوتے تھے۔ اعلیحضرت سلطان المعظم نے قزاقوں کے کماحقہٗ انتظام کو بڑی مستعدی سے اپنے ہاتھوں میں لیا جس سے دیار بکر کے کبوتر خانوں (جھونپڑیوں) میں عجیب پھڑپھڑاہٹ اور کھلبلی مچ گئی۔ اور بہت سے دلچسپ امور میں سے ایک یہ بھی امر ظاہر ہو گیا۔ کہ وہ نامی قزاق جو بڑے فتنہ انگیز اور امن میں زلزلہ ڈالنے والے ہیں دراصل کالکیشیا کی جلاوطنوں

---

[۲۴] یورپ کے اخبارات کا قاعدہ ہے کہ وہ عموماً دنیا کی بڑی بڑی شہروں میں دو دو ایک نامہ نگار مقرر رکھتی ہیں اور انکی مرسلہ خبروں یا مضامین کو درج اخبار کرتے وقت عنوان خط و صدائی میں یہ عبارت لکھدیتے ہیں ہمارے خاص اپنی نامہ نگار کیطرف سے۔ شہر لودی میا جو اس عبارت کو طنزاً لکھکر اپنی خاص نامہ نگاروں کی ایمانداری اور دیانتداری کی قلعی کھول رہی ہیں۔

[۲۵] ملک روم میں اب ایسا امن ہے کہ سونا اچھالتے چلے جاؤ کوئی نہیں پوچھتا۔ اور زمانہ گزشتہ میں بھی یہی حال تھا۔ دیکھو مظاہر الحق مصنفہ لیون پورٹ صاحب۔ تعزاقی پچھلے دس بارہ سال میں جو اسقدر بڑھ گئی تھی رباقی دوسرے صفحہ پر)

Marfat.com

کی چھوٹی سی چیدہ فوج ہے جسکی تعداد ہزاروں تک ہے۔ اور جسکو رحیم گورنمنٹ روس نے اسجگہ دھکیل دیا ہے روس کے لایق منتظموں نے جب یہ دیکھا کہ وہ اس نہایت ہی سست قوم کو کام کرنے پر نہیں اکسا سکتے۔ اور نہ ہی اس کثیر تعداد کو ہیلسٹونکی طرح پھانسی دے سکتے ہیں تو انہوں نے اپنے کوڑے کرکٹ کو ہمسائے کے باغ میں پھینک دینے کی قدیمی مکار پالیسی پر عمل کیا۔ ان جلاوطنوں نے کردوں کے ساتھ ملکر ایشیائے کوچک میں قزاقی کا طوفان عظیم برپا کر رکھا تھا۔ ان مسلح آدمیوں کے گروہ در گروہ اپنے اپنے افسروں کی زیر کمان سلطان کی امن خواہ رعایا کے ساتھ عملی جنگ کرتے رہتے تھے اور جب قزاقی سے تھک کر یا امن زندگی کے حظوظ حاصل کرنا چاہتے تھے۔ تو زمینداروں کے گھروں میں خواہ وہ ارمنی ہوں یا مسلمان۔ کیونکہ یہ قزاق مذہبی تعصبوں سے مبرا ہیں۔ فروکش ہو جاتے تھے۔ اور ان لوگوں کو مہینوں تک اپنے اور اپنے گھوڑوں کے لئے رسد و سامان دینے پر مجبور کرتے تھے۔

معاملات کی ایسی حالت تھی جس کی معالجہ کی طرف سلطان نے اپنے آپکو متوجہ کیا۔ یورپین صلاح دینے والوں سے کسی عمدہ چارہ جوئی کا حاصل کرنا بغایت تھا بس انکا یہی شور ہے کہ کل بے ایمان مسلمان گورنر جو ریاستوں ہی بیکس عیسائیوں کو لوٹ رہے۔ اور برباد کر رہے ہیں۔ یک قلم موقوف کر دیئے جائیں۔ مگر اون کی رعایا کی خوش قسمتی سے اعلیحضرت سلطان **عبد الحمید** کو تخت پر بیٹھے تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا کہ انکو وہ باتیں معلوم ہو گئے جو یورپین طاقتوں کے خیال میں بھی نہ آئے تھے۔ گو ان کے بڑی بڑی تنخواہ دار نامہ نگار ... خل نہیں خبریں دیتے رہتے ہیں۔ قزاقی کو دور کر دینے کے لئے امیر المومنین کی تجاویز کی نسبت سلطنت کے عیسائی اور ترکی اخبارات دونوں نے اور ہر شخص نے جو واقعات سے اچھی طرح سے واقف ہو تسلیم کر لیا ہے۔ کہ اس مطلب کو پورا کرنے کے لئے یہ نہایت ہی مناسب اور شایان ہیں سلطان نے اس بات کے امکان سے کبھی انکار نہیں کیا۔ لنڈن کی مجسٹریٹوں اور ججوں کی طرح روم کے مجسٹریٹ اور جج بھی شاید بعض اوقات ناجائز افعال کے مرتکب ہوتے ہوں۔ اور اسی لئے پہلے ہی تمام والیوں (گورنروں) اور متصرفوں (کمشنروں) کے نام حکم جاری کیا۔ کہ وہ اپنی اپنی گورنمنٹوں کی عدالت ہائے ماتحت پر اور پولس پر سخت نگرانی رکھیں اور ذرا سی ... بھی معلوم ہو جانے پر وزیر صیغہ عدالت عامہ کے حضور میں رپورٹ کریں۔ اس حکم کی تعمیل سے اگرچہ ضرور ہی ... کی بے ایمانیوں کا پردہ فاش ہو جاویگا۔ اور بہت سے جنہوں نے عہدہ دار کیفر کردار کو پہنچیں گے۔

حاشیہ صفحہ (۶۶) یہ صرف ان حرکتیا نہ افعال کی کرامت تھی جن کو روسی گورنمنٹ نے اپنی غرض کے لئے اپنے ملک کے اکثر حصہ میں دیکھی پیدا کر رکھی تھی۔ یا ان نہایت ہی ناشائستہ حرکات سے جو یونانیوں سے سرزد ہوتی تھیں جو عمداً ان ملک کو کسی نہ کسی فساد کا شکار رکھنا چاہتے ہیں۔

Marfat.com

تاہم اکثر تغیر پذیر اصلاحوں پر عمل شروع ہو جانے پر ممالک غیر کے برانگیختہ کرنے والے ایجنٹوں کے بھی بیشمار فایدے اور مالی منافعے رک جاوینگے۔ کون نہیں جانتا کہ ہمارے انگلستان کے دہقان بھی اپنے آنریری دبتے تنخواہ بڑے بڑی عہدہ داروں پر اس قسم کی نگرانی کئے جانے کے کیسے دل سے خواہاں ہیں؟ بیشک بقول ایک مشرقی اخبار یعنی لیونٹ ہرالڈ۔ مورخہ ۲ نومبر ۱۸۸۹ء کو بدچلن قاضیوں کی تحقیر اور اون کے مربیوں کی بیعزتی کا نظارہ بہت ہی بڑا اطمینان بخش ہوگا۔!

دوسری عملی اصلاح یہ ہوئی۔ کہ ملکی پولیس اور جنگی پولیس اونہی اضلاع سے بھرتی کیجانی شروع کی گئی جنکی اونہوں نے حفاظت کرنی تھی۔ کیونکہ ایک جنگلی ملک کی پہاڑیوں اور گھاٹیوں میں قزاقوں کا گرفتار کرنیکا کام تب ہی کامیابی سے چل سکتا ہے جبکہ شکاری ملک کے نشیب و فراز سے اپنے شکار کی طرح واقف ہو۔ اسی لئے قزاقی کے روکنے کے لئے باقاعدہ فوج کی نسبت باشی بوزک (بیقاعدہ فوج) زیادہ کارآمد ثابت ہوئی ہے وہ اسی ملک کی زبان بولتی ہے۔ اور اپنے دوستوں اور رشتہ داروں میں ہونیکی وجہ سے ہر قسم کی خبریں پاکر اون کمینگاہوں میں جا پڑنے سے بچ جاتی ہے جنمیں وہ آدمی جو فاصلے سے آویں اچانک پھنس جاتے ہیں۔ اس موسم سرما میں قزاقوں کی بیخکنی کا کام بڑی عمدگی سے جاری رہا ہے۔ اپنی پہاڑی بلندیوں سے سردی کے مارے نکلکر وہ اُن دیہات اور چھوٹے چھوٹے قصبوں میں پناہ گزین ہونے پر مجبور ہوئے جنمیں وہ اپنی بیکاری کے موسم میں لکڑوں کیطرح بسر کرنیکے عادی تھے۔ اور جونہی وہ ایک دفعہ وہاں آئے زمینداروں نے جو ان ظالموں کے ہاتھوں سے تنگ آچکے تھے۔ فوراً انکو عدالت کے حوالہ کر دیا۔ چند ماہ اسی طرح کام جاری رہنے پر جیسا کہ اس موسم سرما میں رہا ہے۔ ایشیاے کوچک لورپین سیاحوں کے لئے ویسا محفوظ ہو جائیگا جیسی کہ سکاٹلینڈ کی سطحات ہیں۔ اور لطف یہ کہ اُن سے خرچ بہت کم ہوگا۔

اب میں اس تمسخرانہ انسٹی ٹیوشن (آئین دستور) یعنے قیام قونسلان ممالک غیر کے بارے میں کچھ کہنا مناسب سمجھتی ہوں۔ قونصل بظاہر اس واسطے مقرر کئے جاتے ہیں۔ کہ اپنے اپنے ممالک کی رعایا کی جن کی طرف سے کہ وہ مقرر ہوں حفاظت کریں مگر روم میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وہ صرف اپنے محفوظین کے ہموطن ہی نہیں ہوتے۔ بلکہ اُن کی زبان تک بھی نہیں بول سکتے۔ ایک دفعہ مجھے کسی تجارتی معاملے پر کچھ معلوم کرنے کی ضرورت ہوئی۔ انگریزی قونسل سے دریافت کرنے پر مجھے یہ عجیب و غریب نامعقول انگریزی جواب ملا "کاش کے میں انگریزی بول سکتا"! Wish I could speak English میں بیان کئے دیتی ہوں کہ اُس کی اس ناقابلیت کیوجہ سے مجھے بڑا نقصان اُٹھانا پڑا۔

اور دان کر ... سے ... ایک خاص ... سلطنت کا قونسل کا ذکر آگیا

اوس ذات اقدس اور اوسکی گورنمنٹ کا میں نام نہیں لیتی - وہ اپنی بدچلنی کی وجہ سے برا مشہور ہو رہا تھا۔ گورنر نے بیان کیا کہ یہ ایک ایسی ملک کیطرف سے قونسل ہے جس میں یہ آجتک کبھی نہیں گیا۔ اور نہ اُس ملک کی زبان کا ایک حرف تک بول سکتا ہے - اُس ملک کا صرف ایک ہی باشندہ اس جزیرے میں رہتا ہے - جو بڑا شریف آدمی ہے - اور مجھے یقین ہے کہ اس نے آج تک اپنے قونسل سے گفتگو تک نہیں کی ہوگی۔

مینے سوال کیا کہ اس قونسل کی گورنمنٹ اسکی نسبت کچھ تو جانتی ہوگی؟ جواب ملا۔ "ہرگز کچھ نہیں۔ وائس قونسل کا عہدہ جو یہ شخص رکھتا ہے - اِس ضلعے کے قونسل جنرل کے اختیار میں ہے - اور جب قونسل بوجہ لیاقت یا رعایتاً کسی طرح مقرر کیا جاتا ہے - تو صرف بابِ عالی سے فرمان منظوری حاصل کرنا باقی رہ جاتا ہے جو فقط ایک ضابطہ کی بات ہے پس فرمان کے حاصل ہوتے ہی وہ اپنے عہدے پر قایم ہوجاتا ہے اور اپنے لوازم منصبی برت سکتا ہے" مینے کہا "جناب! اس قونسل کی نسبت کچھ ایسا اچھا خیال رکھتے نہیں معلوم ہوتے" جواب ملا "کچھ ایسا بہت نہیں میں جانتا ہوں اس کا گھر قزاقوں کے لئے پناہ ہے - اور اس کے کل ملازم قزاق ہیں خلاصہ کلام مَیں اسکو جزیرے بھر میں ایک بڑا خطرناک ٹھگ سمجھتا ہوں مینے اس کی حرکات کی نگرانی کیلئے پولیس اور فوجی سپاہیوں کی ایک جماعت مقرر کی ہوئی ہے" مَیں نے کہا "اگر اسکی گورنمنٹ کو یہ سب حال معلوم ہو جائے تو کیا اوسے موقوف نکرے؟" انہے جواب دیا "میں نہیں جانتا۔ قونسلوں اور خاصکر وائس قونسلوں کی تقرری قونسل جنرلوں کے اختیار میں ہے۔ اور اکثر کسی عورت کی سفارش پر یا اوسکی خواہش کے مطابق مقرر ہوتے ہیں یہ لوگ عموماً مقامی حکام کے ساتھ ایک قسم کی ملکی لڑائی کرتے رہتے ہیں۔ اور اجرائے کاروبار میں خونوں کی طرح مخل ہوتے ہیں" مینے کہا "باب عالی ان معاملوں میں ضرور دخل دیتا ہوگا" اونے کہا "ہرگز نہیں جب کوئی قونسل یا نائب قونسل مقرر ہو جاتا ہے - تو باب عالی کو خواہ نخواہ فرمان منظوری عطا کر دینا پڑتا ہے - اگر وہ ایسا نکرے - تو اسپر قونسلی تقرریوں اور قونسلی عدالتوں کی قیام کے متعلقہ عہدنامہ کی خلاف ورزی اور انحراف کا الزام عاید ہوتا ہے - حاصل کلام عثمانی گورنمنٹ ناواجب تعلقات باہمی کر معاملہ میں اسقدر [illegible] کہ کوئی اور گورنمنٹ ایسی پابندیوں میں آنا کبھی قبول نکریگی - اسی قونسل کی نظیر لے لو جسکا ابھی ذکر ہو رہا تھا - پولیس کی کتاب پر اسوقت اُس شخص کے برخلاف آسایش عامہ میں مخل ہونے کے چونتیس جرم موجود ہیں - مگر میں اسے سزا نہیں دے سکتا - وہ ایک نائب قونسل ہے - گو وہ ایک ایسی گورنمنٹ کی حفاظت میں ہے جسکی وہ رعایا نہیں - اور جس گورنمنٹ کا صرف ایک ہی باشندہ اس جزیرے میں رہتا ہے - مگر یہ آدمی اس طرح حفاظت پاکر مقامی گورنمنٹ کو ایک تنکے کے برابر نہیں جانتا

گھر میں ڈاکوؤنکو آتا ہے۔ اور اُن سے اپنے ذاتی دشمنوں پر حملہ کرانے لوگوں کے عمدہ عمدہ جانور چوری کرا لینے اور اسی طرح کے اور کام لیتا ہے۔ اپنی قونسلی جھنڈے کی پناہ میں کھلم کھلا ڈاکوؤنکو پناہ دیتا ہے اور ویسا ہی کیلم کھلا میرے اختیار گورنری کا مقابلہ کرتا ہے۔ اگر آپ کہیں تو میں جناب کو چونتیس جرموں کی ایک نقل بھیجدوں۔ جو اسوقت ہمارے اس وائس قونسل پر عاید ہیں"

میرے دوست نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ اور دوسری دن مجھ کو اُن جرمونکی نقل جو پولیس رجسٹر میں اُس وایس قونسل (نائب قونسل) کے برخلاف درج تھے بھیجگئی۔ کیا بلا کی فہرست تھی منڈی میں کتو نکو بندوقیں جھونکدیں۔ کیونکہ انہوں نے اس کے ایک پیارے تازی پر بھونکنے کی جرات کی تھی شکار ماہی میں ڈاینامیٹ کا استعمال کیا۔ اور اتنے اتنے وزن میں کیا۔ کہ نہ صرف چھوٹی چھوٹی کشتیاں بلکہ گورنر کا خاص جہاز بھی اس طرح تھرتھرایا۔ کہ گویا ایک بڑے زلزلے نے اُسے تہ وبالا کردیا ہے۔ ایک معزز خاندان کے شریف آدمی نے جو اپنے چار بچوں کے ساتھ شام کو گھر آرہا تھا۔ اس مہیب آبادی کے ایک کتے کو اپنی ایک چھوٹے بچہ پر کود پڑنیکے باعث لاٹھی سے مارا۔ اس جرم پر قونسل صاحب اُس بیچارے پر لپک پڑے اور اُس کے سر کو ایسا مضروب کیا۔ کہ اب تک باوجود کئی سال گذر جانیکے وہ شخص ان صدموں کے سبب سے بہرہ ہے۔

مندرجہ ذیل کہانی کو جو کہ مینے ایک حاضر الوقت کی چشمدید بیان سے سنی ہی بیان کرکے میں اجنبی دول کے قونسلوں کے ناپسندیدہ مضمون کو ختم کرتی ہوں۔ جب اسمعیل پاشا بحر الجزائر میں سفر کر رہا تھا۔ وہ ایک دن جزیرہ توس میں وارد ہوا۔ اسکی آمد کے دوسرے دن انگریزی قونسل نے سرکاری طور پر ملاقات کی پاشا نے ترجمان کی ذریعہ اس سے گفتگو کی۔ اور اُس سے کئی معقول سوال کئے کیونکہ اسمعیل ایک بڑا زیرک آدمی ہے اور اُن مقامات کے متعلق جنمیں اسکا گذر ہو پوری واقفیت حاصل کرلیتا ہے۔ شیرینی اور چاء کی تقسیم کے بعد ہمارا معزز قونسل معمولی آداب بجا کر رخصت ہوا۔ آدھ گھنٹے کے بعد فرنچ نائب قونسل حاضر ہوا۔ اور اسکی بھی ویسی ہی تواضع کی گئی جیسی اُس کے انگریزی ساتھی کی ہوئی تھی۔ اور پاشا نے اُسکے ساتھ بھی ویسی ہی گفتگو کی جیسی اس کے پہلے ساتھی کیساتھ۔ مگر چند منٹوں کے بعد وہ یکلخت رُک گیا۔ اور قونسل کو بنظر غور دیکھکر کہا مجھے خیال پڑتا ہے کہ مینے تمہارا چہرا پہلے بھی دیکھا ہے۔ مگر یاد نہیں پڑتا کس جگہ دیکھا ہے" اسنے جواب دیا۔ "ہاں حضور مینے اسی صبح ہی بحیثیت انگلش قونسل جناب سے ملاقات کرنیکا فخر حاصل کیا تھا"

اہا اہا کیا تم انگلش اور فرنچ دونوں کی قونسل ہو؟ جواب ملا۔ ہاں حضور ایسا ہی ہی۔ پاشا نے پوچھا اور کتنی ایک سلطنتوں کے وکیل ہو۔ جواب ملا اور پانچ کا یعنی میں جملہ سات سلطنتوں کی طرف سے قونسل ہوں۔ اور اس بڑے قونسل بھلے مانس نے ان ساتوں سلطنتوں کو گن دیا"

سوال اسمعیل "تم بہ حیثیت انگلش اور فرنچ قونسل کے مجھ سے ملاقات کر چکے ہو۔ کیا تم باقیماندہ سلطنتوں کی حیثیت میں بھی ملاقات کرنیکا ارادہ رکھتے ہو؟

جواب "ہاں جناب۔ ایسا کرنا میں اپنا فرض قرار دیتا ہوں"

اسپر اسمعیل نے ہنسکر جواب دیا کہ میں تمہاری انہی ملاقاتوں سے جو تمنے دو بڑی سلطنتوں کے نائب ہونے کی حیثیت میں کی ہیں۔ ایسا خوش ہو گیا ہوں کہ اب تمہارے باقیماندہ پانچ سلطنتوں کے نائب کی حیثیت میں ملاقات کرنے کی ضرورت نہیں جب شام کے وقت اسمعیل سیر کیواسطے سوار ہوا تو اسنے اس شدشریف قونسل کے مکان پر سات مختلف قومی جھنڈے لہراتے دیکھکر خوب قہقہہ اُڑایا۔

دوسری سلطنتوں کے جائز دعووں کے پورا کرنے اور انکو کسی قسم کی رنجش نہ پہونچانے میں باب عالی کی بعید تردد سے اکثر اوس کی اپنی رعایا کو بہت تکلیفیں پہونچتی ہیں۔ ان تکالیف کی ایک نظیر تھوڑا ہی عرصہ ہوا مجھے معلوم ہوئی ہے جزیرہ مٹی لین کے سواحل پر شکار ماہی کا ٹھیکہ دو ہزار پونڈ سالانہ پر بعض یونانی ماہی گیروں نے لیا ہوا ہے تھوڑی مدت گذری ہے کہ چند اٹالین ماہی گیروں نے انکی محفوظ شکار گاہوں میں چوری سے شکار کیا۔ اسپر قدرتی طور پر فساد ہوا۔ اور جیسا کہ عموماً ایسے فسادوں کا انجام ہوتا ہے زدوکوب تک نوبت پہونچ گئی۔ اور اٹلی والوں کو سخت ضربیں آئیں جسپر انہوں نے اپنے قونسل کے پاس یہ کہکر شکایت کی کہ ناحق انکے ساتھ یہ سلوک کیا گیا ہے۔ اس بھلے مانس نے اپنے ہموطنوں کے دعوی کی اس زور سے تائید کی۔ کہ یونانی جو صرف اپنے حق کے بچاؤ کے واسطے جس حق کیلئے کہ وہ روپیہ ادا کر چکے تھے لڑے تھے جیلخانہ میں ڈالے گئے جہاں سے چھ مہینے کے بعد محض ایک لیڈی کی رسوخ سے نکالے گئے حالانکہ تمام واقعات کی اچھی طرح خبر تھی۔ اور جبتی بڑی تکلیفوں اور تعویقوں کے بعد اس معاملہ کو امپیریل گورنمنٹ کی خدمت میں پہونچایا۔ اس اثنائے میں جزیرہ کا ترکی گورنر معطل کیا گیا تھا اور وہ تمام معززین جنہوں نے یونانیوں کی طرفداری کی تھی جیلخانے میں ڈال دیئے گئے ہوئے تھے مگر جونہی اس معاملے کی واقعی کیفیت قسطنطنیہ میں معلوم ہوئی (امرواقعی کا قسطنطنیہ میں پہونچنا بہت مشکل ہے کیونکہ اس کے چھپانے میں اکثر کسی نہ کسی کا ضرور فائدہ ہوتا ہے) گورنر بحال کیا گیا اور قیدی رہا کئے گئے اٹالین قونسل جنرل متعینہ سمرنا موقوف کیا گیا۔ اور کونٹ کورٹی اٹالین سفیر متعینہ قسطنطنیہ نے جسکا چلن کم از کم بہت ہی ظالمانہ رہا تھا۔ سخت دھمکی دیگئی۔ اس مقدمہ میں یہ بھی ظاہر ہوا کہ اس وائس قونسل کے اس جو اس تمام ناانصافی اور تکالیف کا باعث ہوا تھا۔ کوئی سرکاری فرمان تقرری کا موجود نہ تھا۔ بلکہ وہ اصلی عہدہ دار کا جو اس وقت غیر حاضر تھا صرف ایک قسم کا قائمقام تھا۔

ان چھوٹے چھوٹے واقعات سے جن کی صداقت کیلئے میں بذات خود ذمہ دار ہوں۔ میرے ہموطنوں پر اچھی طرح

Marfat.com

واضح ہو جاویگا۔ کہ قبل اس کے کہ مغربی دول ترکی گورنمنٹ پر اصلاحیں جاری کرانیکے لئے اس قدر پُر جوشی سے زور دیں اور سلطان کی آنکھ میں سے تنکا دور کرنمیں اتنا اضطراب ظاہر کریں۔ اونکو پہلے اپنی آنکھوں میں سے تو نسلی شہتیر کے دور کرنیکی کوشش کرنی چاہیئے۔

سوشل فلاسوفی (فلسفہ تمدنی) میں یہ عام مسئلہ ہے کہ کسی قوم کی شائستگی کا اندازہ اس کی عورتوں کی حالت کے موازنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ اور یہ اکثر کہا جاتا ہے کہ جنوب مشرقی یورپ میں عورتوں کی حالت اُس شائستگی کا ایک بہت ہی تھوڑا درجہ بتلاتی ہے۔ جو انہوں نے ترکوں کے زیر حکومت حاصل کی ہے آجکل کے زنانہ نزد مسئلہ عورات کو بغور دیکھکر (اگرچہ مجھے اب تک معلوم نہیں ہوا کہ یہ مسئلہ جسکہ کہا جاتا ہے کہ ہم عورتیں بڑا شور و غل کر رہی ہیں ہے کیا چیز؟) مجھے یہ مجبوراً کہنا پڑتا ہے۔ کہ قبل اس فیصلہ کرنے کے کہ آیا میں ان عورتوں کو ترجیح دوں جو اعلیحضرت امیر المومنین عبد الحمید کے زیر حکومت ہیں یا اونکو جو ہماری مہربان ملکہ کے ماتحت ہیں مجھے ایکبار دوبار بلکہ سہ بار سوچنے کی ضرورت ہے۔ ایک امر پر تو میں بیشک قایل ہوں کہ مغربی یورپ میں عورتوں کی طرز زندگی اسلامی ممالک کی عورتوں کی طرز زندگی کی حالت سے کئی درجے بڑھکر ہے مگر ساتھ ہی یہ بھی خیال رکھ لینا چاہیئے کہ یہ فوقیت صرف اعلیٰ ترین[26] اور اعلیٰ تر درجوں ہی میں پائی جاتی تھی ہماری مخنتی

[26] ملکہ میں اسجگہ شہزادی حبیبہ کی رائے سے متفق نہیں ہوں کیونکہ جو اقتدار اور رعنائی درجہ اعلیٰ میں بھی ترکی مخدرات کو حاصل ہیں وہ بھلا مغربی امیر زادیوں اور لیڈیوں کو کہاں نصیب ہیں یہ سچی بات ہے کہ انہیں آزادی نہیں کہ غیر مردوں کے ساتھ اپنے خاوندوں کے روبرو کمر میں ہاتھ ڈالکر ناچتی پھریں مسٹر آرکیوہارٹ اپنی کتاب "مشرق اور مشرقی خیالات" کی جلد دوم کے صفحہ ۱۱۴ میں لکھتے ہیں۔ کہ "ہم خیال کرتے ہیں کہ مشرق میں عورت اپنے خاوندوں سے ہر وقت خائف اور ارزاں رہتی ہیں مگر مجھے یہاں آکر اس کے عین برعکس معلوم ہوا ہے۔ اور خود ترکی لیڈیوں کی شہادت سے میں ایک ترکی لیڈی کی رائے کو ہی اسکے الفاظ میں نقل کرتا ہوں " فاطمہ خانم کہتی ہیں کہ ہماری حالت کسی امر میں مردوں سے کم درجہ پر نہیں اگر ہم اونکے جلسوں میں شریک نہیں ہوتیں تو ویسے ہی وہ بھی ہماری محفلوں میں دخل نہیں پاتے۔ اور اس میں خسارہ انہی کو ہے۔ خاوند محنت کرکے روپیہ کماتا ہے۔ اور اُس کی بیوی اُسے خرچ کرتی ہے۔ عورت اپنے خاوند کے جاہ و حشمت اور مال و متاع سے کافی حصہ لیتی ہے بلکہ اوس سے زیادہ شان و شوکت میں بسر کرتی ہے اگر وہ متمول ہے۔ اور اوسکی سلاملق (مردانہ نشستگاہ) ملازموں اور ملاقاتیوں سے پر ہے تو ویسے ہی اسکی بیوی کے کمروں میں بھی اوسکی ویسی ہی خدمتگاریں موجود ہیں۔ اور اوس کے پاس بھی ملاقاتنیں آتی ہیں۔ اگر وہ وزیر ہے اور امرائے سلطنت اسکی سلام کو حاضر ہوتے ہیں تو اسکی بیوی کے پاس بھی ان امرا کی بیویاں آتی ہیں۔ اگر اُس کا خاوند شہنشاہ کے دربار (دیوی) میں شامل ہوتا ہے۔ تو اسی طرح اسکی بیوی بھی اپنی شہنشاہ بیگم کو سلام کرتی ہے یعنی بیگمات اور مخدرات (قادین اور سلطانہ) کی حضوری میں باریاب ہوتی ہے۔ ایک ترکی لیڈی کی زبانی آگے

صفحہ

جماعتوں کی حالت پر تھوڑا سا غور کرے پھر بھی ایک متعصب عیسائی کو واضح ہو جائیگا کہ وہ تنگدستی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۲) پولیٹیکل مصائب اور خطرات سے بالکل محفوظ ہیں جن میں اوسکا خاوند گرفتار ہو سکتا ہے۔ اس کی زندگی اوسکی جائیداد بلکہ اوس کا کل مکان ضبطی وغیرہ سے مصئون اور محفوظ ہے۔ اوسکی زبان اُس کی ملک ہے۔ اور خاوند۔ پاشا یا سلطان کوئی اوسکو نہیں کرسکتا ہے۔ اگر خاوند بیوی کو طلاق دے سکتا ہے تو بیوی بھی اپنے خاوند سے خلع کرسکتی ہے۔ اور فرزند نرینہ کی ماں تو گھر کی مالک ہے۔ مذہبی عبادت میں مرد اور عورتیں برابر ہیں دونوں کے لئے نماز یکساں ہے دونوں حاجی کہلا سکتے ہیں۔ اور مراسم حج ہر ایک کے لئے مساوی ہیں عورتوں کو ویسی ہی آزادی ہے جیسے مردوں کو بلکہ سیر وسیاحت میل ملاقات۔ خرید وفروخت اور حمام کرنے میں یہ مردوں سے بدرجہا زیادہ تفریح اٹھاتی ہیں۔ ہر ایک عورت کی جائیداد مردوں کی طرح مامون ہے۔ بیوی کی جائیداد اوسکی اپنی رہتی ہے۔ اور تمہاری یعنی (عیسائیوں) کی طرح شادی پر خاوند کی نہیں ہو جاتی۔ عورتوں کو بھی مردوں جیسی تعلیم ملتی ہے۔ بلکہ مدارس میں لڑکیوں کی تعداد لڑکوں سے زیادہ ہے۔ نہایت ہی مشہور زندہ شاعروں میں تین عورتیں ہیں۔ ان میں سے ایک شیخ خانم سلطان مصطفیٰ کی پرائیویٹ سیکرٹری تھی محمد علی پاشا خدیو مصر کی خفیہ خط وکتابت کرنیوالی سیکرٹری دو لیڈیاں تھیں۔ عورتوں کا مرد اتنا ادب کرتے ہیں جتنا کہ وہ نہیں کرتیں۔ اور جب کوئی عورت کسی مرد سے ہمکلام ہوتی ہے تو وہ مودبانہ اپنی آنکھیں نیچی کرلیتا ہے۔ ذوالعسکر پاشا جو کل سلطنت میں اعلیٰ عہدہ دار ہے اور سلطان کے دودمانوں کا سرپرست یا بابا ہے۔ وہ اُس کے غلام تھے اور ترکی غلاموں کو فرزندوں سے زیادہ عزیز اور محترم رکھتے ہیں۔ مترجم، گل خانم کے سامنے کبھی نہیں بیٹھتا۔ مشہور حسن پاشا کی جو عسکر پاشا کا سرپرست یا بابا ہے بہن ہے کہا کہ بتاؤ ہم کس چیز میں اپنے خاوندوں کی غلام ہیں؟ اور کس امر میں یورپ کی مستورات سے کم ہیں؟ کیا صرف اس لئے کہ ہمارے چہروں کو مرد بیگانے سے بالمقابل اور عینکوں میں سے نہیں گھورتے؟ تم خاوندوں اور بیویوں کے ایک دوسرے کو حسب دلخواہ پسند کرنے پر بڑا فخر وناز کرتے ہو۔ مگر کیا تمہارے ازدواج ہم سے زیادہ راحت بخش ہیں؟ اور کیا تمہارے پاس بصورت نا چاقی ہو جانے کے یا مرضی نہ ملنے کی الگ ہو جانیکا بھی کوئی وسیلہ ہے؟ بھلا بتاؤ تو سہی اس خاوند کی کون بیوی ذرہ بھر بھی پرواہ کریگی جو غیر عورتوں کے ساتھ اونکو بغل میں دبائے ہوئے ناچتا اور کودتا پھرتا ہے۔ اور کون خاوند ایسی بیوی کو محبت اور پیار کرسکتا ہے جسکو دوسرے مرد انگلیاں دیتے اور نچاتے پھرتے ہوں“۔

اسی کتاب کے صفحہ ۲۹ میں مصنف موصوف تحریر فرماتے ہیں ”میں بڑا حیران ہوں کہ وہ یورپین بھی جو مدتوں مشرق میں رہے ہیں اوس عزت واحترام سے جس سے ترکی لیڈیاں بسر کرتی ہیں بہت کم واقف ہیں“۔ مردوں کا عورتوں کے بدرجہ کمال فرمانبردار ہونے کی مندرجہ ذیل مثال دیکر وہ لکھتے ہیں کہ زبردست سے زبردست اور بڑے سے بڑا کوئی شخص خواہ کتنا ہی بڑا ہو ماں کی رضا سے جو والدہ کو اپنی اولاد پر حاصل ہے خلاصی نہیں پا سکتا۔ خیال کرو کہ ابراہیم پاشا فاتح یونان شام وحجاز ایک ہفتہ تک اپنی والدہ کے حرم میں سفارش یا دعا کرنے کے لئے مناسب موقعہ کی تاڑ میں رہا۔ اور جب اوس کو اندر آنے کی اجازت ملی تو اس نے (باقی اگلے صفحہ پر)

کی غلامی جس سے ہماری تنگ دست عورتیں تکلیف اٹھا رہی ہیں اور جس غلامی کیحالت میں وہ محنت کرتی ہیں۔ بدزبان ترک کی بیویوں اور لڑکیوں کی تکالیف سے وہ بدرجہا بڑھکر ناقابل برداشت اور نیز وہ ہی منکوحہ عورت کی جائیداد کے ایکٹ کی شرائط جو انگلستان میں نافذ ہوا ہے۔ مدتوں سے ٹرکی میں بطور قانون کے جاری ہیں۔ ایک ترکی لیڈی کی جائیداد شادی کے بعد بھی اُس کی اپنی رہتی ہے۔ البتہ اُس قسم کی آزادی جو کارخانجات کی ملازمہ عورتوں۔ دھوبنوں اور درزنوں کو حاصل ہی خوش قسمتی سے اُن کی مشرقی بہنوں کو معلوم نہیں ہے۔ اور یہہ کہنے سے ذرا نہیں جھجکتی کہ جتنے عرصہ تک اونکو معلوم نہ ہو اتنا ہی اچھا ہے۔ ایک ایسے شخص کی بیوی کی عزت جو کہ ہفتے میں ایک پونڈ سے کم کی ثبات آمدنی رکھتا ہو۔ اور اوسی میں بچوں کو کھلاتا اور پرورش کرتا ہو۔ اس قسم کی عزت ہی جس سے میں سچے دل سے التجا کرتی ہوں کہ ترکی عورتیں عرصہ دراز تک نا آشنا رہیں عیسائی اور مسلمان ملکونکے غربا کیحالت میں جو اختلاف ہی اور یہہ سب جانتے ہیں کہ دونوں قسم کے ممالک میں غربا ہی آبادی کا بہت بڑا حصہ ہیں"

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۳) اپنی والدہ کے پاؤں چوم کر بیٹھنے سے انکار کیا۔ اور ڈیڑھ گھنٹے تک والدہ کے حضور میں دست بستہ کھڑا رہا۔ اوسکی درخواست کا مضمون بھی عجب سبق بخش ہی۔ چندسال پیشتر محمد علی پاشا نے اپنے ملک کی راہ و رسم کی پرواہ نہ کر کے معمولی عادت سے اپنی بیوی کی (جو ابراہیم پاشا کی ماں تھی) ایک خادمہ سے راہ و رابطہ پیدا کر لیا۔ امیر قادین نے سخت ناراضگی ظاہر کی۔ مگر محمد علی نے بجائے معافی طلب کرنیکے اوسکی خفگی کی کچھ پرواہ نہ کی جیپر اوس نے اوس کے مکان کو چھوڑ دیا اور اُس وقت سے قلعہ میں اپنے الگ مکان میں رہایش اختیار کر لی۔ اتنی بڑی بہاری بدنامی اور بے عزتی کو محمد علی جیسا شخص بھی برداشت نہ کر سکا۔ اوس نے صلح کی درخواست کی۔ مگر اوس کی تمام کوششیں بے اثر رہیں۔ اوس قادین نے جس نے محمد علی کے لئے فرزند ہی نہیں بلکہ اشجع دوران اور شیران نرینہ جنے تھے۔ ایسی گستاخی کے بعد جو محمد علی سے سرزد ہوئی اس کی درخواستوں کا خیال تک بھی نہ کیا۔ اور یہی جواب دیتی رہی میں نہیں جانتی محمد علی پاشا کون ہے لیکن اسی اثناء میں اوس کا بیٹا توسن پاشا مر گیا۔ اور اِس صدمے سے محمد علی کو ایسا رنج ہوا کہ وہ سخت بیمار ہو گیا۔ اور اوس کی جان کے لالے پڑ گئے۔ اُس وقت وہ اُس کے پاس گئی۔ اور جبتک اُسکی زندگی خطرے میں رہی اُس کے سرہانے سے نہ ہلی لیکن جس وقت وہ تندرست ہو گیا تو پھر اپنے مکان میں چلی گئی۔ اب محمد علی نے دوبارہ صلح کی کوشش کی۔ قادین نے جواب دیا۔ گو محمد علی پاشا نے اپنے فرائض ادا کرنے میں کوتاہی کی۔ مگر اس وجہ سے میں اپنے فرائض میں کوتاہی نہ کر سکتی تھی میں نے اپنا فرض ادا کیا ہے۔ وہ اب تندرست ہو گیا ہے۔ اور میری خدمت کی اسے احتیاج نہیں رہی اور اب میں اُس کا منہ نہ دیکھنا چاہتی ہوں۔ اسی دوبارہ صلح جوئی کی موقعہ پر ابراہیم پاشا اپنی والدہ کے در دولت پر حاضر ہوا تھا۔ اِس فاتح شام اور ایشیائے کوچک نے اپنی محترم والدہ کی خدمت میں نہایت عجز سے التجا کی کہ والیء مصر کی خطا معاف کریں۔ مگر اوسکی درخواست نامنظور رہی۔

ایک ایسا اختلاف ہے جو آخر الذکر کی طرفداری میں ہے۔ اور انکی فوقیت کو ثابت کرتا ہے۔ ہاں اس ایک بات سے انکار کرنا بیفائدہ ہوگا کہ اعلیٰ درجہ کی یوروپین لیڈیاں ٹرکی کے اعلیٰ درجہ کی جماعتوں کی مردوں کی بیویوں سے تعلیم و تربیت اور سلیقے میں کئی درجے بڑھی ہوئی ہیں۔ اور یہ ابھی نہیں کہا جاسکتا کہ سابق الذکر اور کب تک اپنی فوقیت کا گھمنڈ کرسکیں گی۔ شاید ابھی اور چند نسلوں تک۔ کیونکہ ترکی بہن کو بہت سی کمی پوری کرنی ہے۔ لیکن عبدالحمید کے مضبوط ہاتھ نے اس نیک کام کو شروع کردیا ہے۔ اور تعلیم نسوان نے اوسکی حکومت میں جو ترقی کی ہے وہ اعجاز سے کم نہیں۔

بہت برس نہیں گذرے کہ ایسی ترکی لیڈی سے ملنا بہت مشکل تھا جو کتاب پڑھ سکتی ہو۔ یا معقول گفتگو میں شامل ہوسکتی ہو۔ مجھے اچھی طرح سے یاد ہے کہ جب میں پہلے پہل مشرق میں گئی جبکو صرف نو سال ہوئے ہیں تو میری ترکی سہیلیاں مجھے ہاتھ میں کتاب لئے ہوئے یا اُسے فی الحقیقت پڑھتے ہوئے دیکھکر سخت متعجب ہوتی تھیں جو باتیں اور بے فایدہ گفتگو تب ہم حرم کی نازنینوں سے سُنا کرتے اون سے اُن کی قابلیت یا واقفیت کا ایسا بہت عمدہ خیال پیدا نہ ہوتا تھا۔ مگر اب جب کبھی مَیں باسفورس پر جہازوں میں ادھر ادھر جاتی ہوں ترکی لیڈیوں کو وہ عورتیں جنکو کہ اکثر انگریز خیال کرتے ہیں کہ حرم سرا کے پردوں سے باہر نکلنے کی ہرگز اجازت نہیں) موجودہ علم ادب اور مخصوص الوقت مسئلوں پر بحث کرتے ہوئے اور ناطق انسانوں کی طرح گفتگو کرتے ہوئے سُنتی ہوں۔

مگر ان بے ترتیب عمومیتوں کو چھوڑ کر مَیں اُن چند واقعات کو جو میری نظر سے گذرے ہیں بیان کرتی ہوں۔ ان سے روم میں تعلیم نسوان کو جو ترقی ہوئی ہے۔ وہ بخوبی واضح ہوجاویگی۔ کیونکہ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ تعلیم اور صرف تعلیم ہی کے ذریعے سے ترکی عورت آزادی حاصل کرسکتی ہے۔ جبتک کوئی جماعت یا جنس بے علم ہو وہ ضرور بے وقر رہیگی۔ اُسکو ضروری ضروری تعلیم دو اور پھر اگر وہ مقام مطلوبہ تک نہ پہنچ سکے تو اسکی اپنی کوتاہی ہے۔ اعلیحضرت سلطان کی پولٹیکل دانش اسی سے اچھی طرح ثابت ہوجاتی ہے کہ اُنہوں نے اس سچے اصول کو جو کہ ہمارے بہت سے تمدنی مصلحوں کی نظر سے مفقود رہا ہے۔ تاڑ لیا۔ اور ان کو ... نے مسئلہ تہذیب عورات پر اندر کی طرف سے حملہ کیا۔ اور اندرونی حالات کو نظرانداز کرکے صرف بیرونی حالات کو تبدیل کرنے کی کوشش نہیں کی۔

اگر ایک ترکی عورت کو جو بے علم اور طرز زندگی سے ناواقف ہو دفعتاً اپنی مغربی بہن کے درجہ مساوات پر لیا جائے تو اُسکی حالت اُس مچھلی کی سی ہوگی۔ جسکو پانی سے باہر رکھ دیا جاوے۔ اور اس بدبخت جانور کی مانند اوسکو تکالیف برداشت کرنی پڑیں گی۔ اُس کو مغربی آزادی میں دخل دینے سے پہلے

اُس اخلاقی سطح تک پہونچانا چاہیئے جس میں وہ آزادی کو بغیر تکلیف کے برداشت کرنے یا بے وقر بننے کے برباد سکتی ہو۔ اسکو نئی ضروریات کے لایق بنانے کے واسطے جو کچھ کارروائی ہو رہی ہے اُسے مندرجہ ذیل امور صاف بتائے دیتے ہیں۔

۱۸۸۵ء کے اوایل میں مینے لڑکیوں کے ثانیہ ترکی سکول کا ملاحظہ کیا۔ یہ ایک عالیشان مدرسہ ہے اس کی امپیریل گورنمنٹ امداد کرتی ہے۔ اور سلطان کی خاص نگرانی میں ہے۔ اسمیں داخل ہونے کیلئے ایک کی دار دروازے سے گذرنا پڑتا ہے جس کے اوپر روم کا شاہی نشان منقش کیا ہوا ہے بڑے دروازے سے دربان مجھے ایک فراخ کمرے میں لیگیا میرے دائیں ہاتھ پر ایک خوبصورت اور مکلف کمرے میں داخل ہوئی جسکے وسط میں ایک لمبی میز بچھی ہوئی تھی۔ اس کے گرد میں کے قریب چھوٹی چھوٹی لڑکیاں بیٹھی ہوئی یا اگر زیادہ درستی سے کہا جاوے تو یہ کہ معاینہ کنندگان کی تعظیم کے لئے کھڑی ہوئی تھیں۔ میز پر سادہ کام کی کچھ مقدار پڑی ہوئی تھی جس میں یہ جوان بنی والیاں مشغول تھیں۔ یہ انکی اپنی پوشاکیں تھیں۔ اسوقت میں یہ آرزو کئے بغیر نہ رہ سکی۔ کہ کاش انگلستان میں بھی سکولوں کے معائنے کے وقت انسپکٹروں کو ایسا نظارہ دکھائی دے۔ میں اس پر تکلف کمرے اور اس کی سجاوٹوں کی تعریف ہی کر رہی تھی کہ مجھکو ایک لیڈی معلمہ نے بتلایا کہ یہ تمام عمارت پہلے ایک نہایت عالی محل تھا۔ اور گورنمنٹ نے ترکی لڑکیوں کے مدرسے کیواسطے اسے عطا کر دیا ہے۔ یہ سنکر خواہ مخواہ مجھے اپنا نارتھمبرلینڈ ہاؤس کا خیال آگیا کہ اب اُس کی جگہ کیسا مزیدار ہوٹل بنا ہوا ہے۔

مجھیوں لیڈی معلمہ جنہیں سے چار فرانسیسی بول سکتی تھیں مجھے ہر ایک امر پر آگاہی بخشتی جاتی تھیں مدرسے کی ڈائریکٹرہ لیڈی کلاوس اسوقت آ پہونچی۔ اور مجھکو تمام جماعتوں کے کمروں اور خوابگاہوں میں لے گئی اور ایک ان کمروں کی دریچوں میں سے جو نظارہ میری آنکھوں کے پیش نظر ہوا۔ وہ نہایت ہی لطیف اور دلآویز تھا۔ یہ سکول سامنے خلیج قسطنطنیہ واقع تھی۔ بادنسیم گولڈن ہارن سے گذر کر دریچوں میں داخل ہو رہی تھی اور وہاں ترکی معماروں نے ہواداری کے اس پیچیدہ مسئلے کو کمال خوبی سے سلجھایا ہوا تھا۔ جو انگلستان میں بورڈ سکولوں کے تعمیر کنندگان کی نہایت ہی زبردست کوششوں کو عجب مخمصے میں ڈالے دیتا ہے۔ تعداد ۲۳۰ ہے جنمیں سے نو اشی ہیں سب کو مدرسے کے خرچ سے سکول میں کھانا ملتا ہے۔ خوابگاہیں بہت وسیع خوب ہوادار ہیں۔ ہر ایک بچی کو ایک آہنی چارپائی ملی ہوئی ہے جس کے بچھونے اور چادریں دودھ کیطرح سفید ہیں۔ اور شاید ہی کوئی سکول انگلینڈ میں معاینہ کنندہ کو ثانیہ سکول جیسی خوابگاہیں دکھلا سکے تعلیم لازمی یہ ہے۔ ترکی زبان دانی، پڑھنا، انشا، حساب، علم موسیقی (پیانو)، گانا۔ اور علاوہ از یں کشیدے کا کام بھی طالب علم

جو زینہ نصف دائرہ کی شکل کا بنا ہوا تھا زینے پر سے ہو کر اور ہال سے گذر کر میں ایک خوبصورت

Marfat.com

لیاقت آزمائی کے لئے امتحان لینے کی درخواست کی جسے معلمہ نے بڑی خوشی سے منظور کیا۔ آٹھ جوان لڑکیوں نے جن کی عمر نو سے چودہ برس تک تھی قالین پر گھٹنوں کے بل اپنی ایڑیوں پر بیٹھکر تحریری یادداشتوں سے جو کہ اونکے ہاتھوں میں تھیں گانا شروع کیا۔ اور وقت اور سُر کی درستی کا خوب لحاظ رکھا۔ ذاتی طور پر میں ترکی راگ کو بہت پسند نہیں کرتی مغربی سامع کو وہ تقریباً بے سُرا معلوم ہوتا ہے۔ مگر ان بچوں کو عمدہ تعلیم دی گئی تھی۔ اور انہوں نے یادداشتوں کے مطابق گایا۔ نہ کہ سماعت کے ذریعہ سے۔ پیانو (ایک قسم کا باجہ) پر بھی انہوں نے قابل آفرین مشق کی۔ مگر نقاشی اور کشیدے کے کاموں سے مجھے خاصکر بہت ہی خوشی حاصل ہوئی۔ ان دونوں چیزوں میں ہنر اور خوب صورتی کا سلیقہ ایسی عمدگی سے دکھلایا گیا جو درحقیقت تعجب خیز تھا متعجب تو میں پہلے ہی ہوگئی تھی۔ مگر میرا تعجب حیرت سے بھی بڑھ گیا جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ ثانیہ سکول صرف ایک سال سے قایم ہوا ہے۔ اور اس سے پہلے ان طالب علموں میں سے ایک نے بھی جنکی مشقوں کا میں نے ابھی جائزہ کیا۔ ان فنون سے جن میں انہوں نے اتنی بڑی ترقی کرلی ہے۔ ذرا بھی واقفیت نہ رکھتی تھی تعلیمی اسٹاف چار مقامی معلمات اور چار ہیڈ فی معلمہ پر مشتمل ہے۔ ماسٹر گانا بجانا نقشہ کشی لکھائی سکھلاتے ہیں اور استانیاں دوسری چیزیں۔ شاگردنیں یا تو اعلیٰ ترین یا ادنیٰ ترین جماعتوں میں سے ہیں۔ انکا لباس صاف مگر سادہ ہے۔ اور سوتی یا اونی کوٹ پہنے جاتے ہیں۔ مدرسہ کا ماہواری خرچ ۲۵۲۰ روپیہ ہے جسمیں معلموں کے مشاہرے اور نوکروں کی تنخواہیں شامل ہیں۔ یہ رقم سلطان کی سرپرستی میں جنھوں نے اس سکول کو قایم کیا ہے گورنمنٹ ادا کرتی ہے۔

اس معائنے کے بعد میں امیر گیہان کے زنانہ سکول کی تعلیم انفتاح کے وقت بھی موجود تھی اور اتنی بڑی ترقی پر جو تھوڑے ہی برسوں میں حاصل کر لی گئی سخت حیران رہ گئی تھی شریک مجلس عموماً ترکی لیڈیاں تھیں جو کارروائی میں بڑا ذوق لیتی رہیں۔ کتابیں اور تمغے انعام میں تقسیم کئے گئے معلمہ فرحت خانم کی اس وقت کی خوشی کو دیکھنا بڑی فرحت بخش تھا جبکہ اسکی شاگردنیں اپنی محنتوں اور اسکی کوششوں کے نتیجوں کے انعام کے لئے جو اسنے انکے ساتھ کی تھیں آگے بڑھتی تھیں۔

مندرجہ بالا دلایل کی وجہ سے جیسے کہ تعلیم قوم کی شائستگی کا بہترین ذریعہ ہے اور تعلیم نسوان کا خاص طور پر ذکر کیا ہے جس جگہ لڑکیوں کی تعلیم کا اس قدر شوق ہو وہاں لڑکوں کی تعلیم کیطرف سے بھی غفلت نہیں ہو سکتی اور روم اس قاعدے سے مستثنیٰ نہیں ہے میں اسجگہ ان سکولوں کی فہرست دیتی ہوں جو اسوقت قسطنطنیہ میں موجود ہیں اور جن سب کو سلطان عالی نے قایم کیا ہے۔

(۱) امپیریل سول کالج (۲) اس کا پریپریٹری سکول (۳) لا سکول (قانونی مدرسہ) (۴) مدرسہ تجلیدات

(۵) آرٹس کالج رئوتھ کنسلٹس کے ٹکنیکل کالج کیطرح) (۶) مدرسہ صنعت وحرفت (لڑکیوں کیلئے ٹکنیکل سکول) (۷) صنعت وحرفت کا بورڈ سکول (یہ بھی لڑکیوں کے لئے ہے)۔

علاوہ ان کے فائن آرٹس (فنون لطیفہ) کے بہت سے سکول ہیں۔ ایک کالج علاج مویشی کا۔ اور ایک سکول مختلف زبانوں کے حاصل کرنیکا ہے کئی طبی۔ سول جنگی مدرسے اور بہت سے اور سول سکول موجود ہیں جن کو سلطان عبدالعزیز شہید نے قایم کیا تھا۔ دار الخلافہ میں بیس کے قریب ٹی سکول ہیں۔ اور صوبوں میں ھائی سکولوں کی تعداد جن کو امیر المومنین **عبدالحمید** نے قایم کیا ہے۔ سو سے زیادہ ہے۔ اور بے اتقدر پرائمری سکول انہوں نے قایم کئے ہیں۔ اور ایسے سکول جن میں طالب علم اعلیٰ کالجوں اور یونیورسٹیوں کیلئے تیار کئے جاتے ہیں سلطان المعظم نے مندرجہ ذیل مقاموں میں قایم کئے ہیں سمرنا۔ میگنیشیا۔ مناسطر۔ جینیا۔ بروصہ۔ کاراصہ۔ آدانہ۔ کاستاموني۔ اڈریانوپل۔ طرابزون۔ اسمد۔ داناس۔ گردنل۔ چین۔ گیلی پولی۔ سالونیکا اور خرپوت ؛

مندرجہ ذیل مقاموں میں پریٹری سکول ہیں۔ جن میں طلبا تعلیم پا کر دار الخلافہ کے نارمل سکولوں میں داخل ہوتے ہیں :۔

اڈریانوپل۔ سالونیکا۔ کاسووا۔ البانیا۔ مناسطر۔ سمرنا۔ بروصہ۔ دیار بکر۔ خرپوت۔ سیواس۔ قونیہ۔ توکاد۔ ارض روم۔ کاستامونی۔ موصل۔ حمص۔ نوبلی۔ دانطلس۔ انگورا۔ اور کریٹ۔ ان مقاموں میں اور نئے سکول یا تو تعمیر ہو گئے ہیں۔ یا زیر تعمیر ہیں۔ ایدن۔ طرابلس۔ روڈس۔ کوٹیاہ۔ ارض روم۔ انگورا۔ یوزگد۔ قیصریہ۔ کرچلیکہ۔ حلب۔ سیواس۔ سرفیجہ۔ بیگاہا۔ مکہ[۲۵] اور یروشلم

قومی تعلیم پر سلطان کی کوششوں کو ٹھیک ٹھیک یا اس بڑی کام میں اس کی ان تھک مستعدی کو بیان کرنیکے لئے کئی جلدیں چاہئیں۔ شاید ہی کوئی دن گذرتا ہوگا جسمیں اسکی فیاضی اور خواہش ترقی تعلیم کا ثبوت نہ ملتا ہو۔[۲۶] حال ہی میں اس نے کریٹ کی جزیرہ میں چھ پرائمری (تمہیدی) مدرسوں کے امداد کیلئے ڈھائی لاکھ پیاسٹر

[۲۴] شفاخانے بکثرت پہلے ہی سے موجود تھے۔ اب اور نئے بھی جاری ہو رہے ہیں۔ اور سابقہ کی بھی ایزادی ہو رہی ہے۔ مطالعہ اخبارات روم سے اس طرح کی کل خبروں سے واقفیت ہو سکتی ہے چنانچہ حال ہی میں جو ہسپتال شہر بینکوئی میں غیر مسلمان خاتونوں کے لئے تھا۔ اس کی عمارت پختگی تکمیل کو پہنچ گئی ہے۔ اور رادسکا نا یہ کل تو مول اور ربت ہبو پر عام کر دیا گیا ؛

[۲۵] مکہ معظمہ اور کریٹ وغیرہ میں بھی ایسے مدارس کھل گئی ہیں۔ صرف ۱۳۰۱ ہجری میں فقط پرائمری مدارس کل سلطنت میں پانچسو کے قریب جاری ہوئے۔

[۲۶] خود حضرت سلطان المعظم بنفس نفیس طلباء کے حال پر حسب عادت شفقت فرماتے ہیں۔ وہ ذیل کی کیفیت سے جو ایک اخبار کے نامہ نگار مقیم قسطنطنیہ نے لکھی ہے معلوم ہوسکتی ہے :۔

"حضرت سلطان اعظم خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ بنظر رعیت پروری ملک و ملت کی ترقی کی ہمیشہ طرح طرح کی عنایتیں (باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

خود بخود عطا فرماتے جبکہ اس کے مختلف قصبوں کی رعایا کی کمال ممنونیت سے بھری ہوئی ایڈریس پہونچے یہہ اور اسی قسم کے اور واقعات قسطنطنیہ کی تمام اخباروں میں ترکی ہوں خواہ اجنبی برابر چھپتے رہتے ہیں مگر کوئی خاص نامہ نگار دنکا خدا کے انگلستان میں اپنے مالکوں کے پاس بھیجنے کی تکلیف نہیں اٹھاتا۔ یہی وجہ ہے انگریزی قوم کا اب تک یہی خیال ہے کہ ٹرکی میں ہر ایک چیز ویسی ہی ہے جیسی کہ ڈیڑھ صدی گزشتہ میں تھی۔

بیشک میں دعوی نہیں کرتی کہ ٹرکی کے طریقہ تعلیم کو اس کے ہمسایوں کی تعلیمی سسٹم کے ہم پلہ کرنیکے لئے اب اور کوشش کی ضرورت نہیں رہی۔ مگر میں اس بات پر قایم ہوں کہ ان تھوڑے سے مندرجہ بالا بیانات سے اچھی طرح سے واضح ہو جائیگا کہ سلطان کی مملکت نے پچھلے دس سال میں بہ نسبت کسی اور حصہ دنیا کے قومی تعلیم میں بہت ہی بڑی ترقی کی ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ کل ترقی باوجود ان رکاوٹوں اور تکلیفوں کے جو کسی دوسری سلطنت کو عائد نہیں ہوئیں واقع ہوئی ہے۔ اور ان رکاوٹوں اور تکلیفوں کا بہت بڑا حصہ صرف اس بادشاہ[1] کے نوکروں اور گماشتوں نے ظاہر کیا ہوا ہے جبکی آٹھ سالہ حکومت میں اسکی حکومت کی اندر در حقیقت تعلیم

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۸) اور نوازشیں اپنی رعیت پر ارزانی فرماتے رہتے ہیں چنانچہ طالب علموں کو ان سیرگاہوں کی سیر سے مستفید کرنیکے لئے اس موسم میں ہر ایک جماعت کے طالب علموں کو بمعہ معلمین اور پرنسپل وغیرہ متعلقین کالج کے کاغذخانہ نام سیرگاہ پر ضیافت دیتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ شاہی ضیافت کس قدر پر تکلف ہوگی۔ ان کو لئے لب دریا شاہی اگبوٹ آکر تیار رہتا ہے جب سب سوار ہو جاتے ہیں تو شاہی باجے بجتے ہوئے انکو اس سیرگاہ تک پہنچاتے ہیں۔ وہاں ہر طرح کے سامان خورد و نوش نہایت تکلف سے مہیا ہوتے ہیں۔

گو ہر کالج کے طالب علم اور معلمین کی کل تعداد چار یا پانچسو آدمی سے کم نہیں ہوتی۔ مگر سب کے لئے سیرگاہی اور سب سامان خورد و نوش مہیا رہتا ہے۔ اور ان سب کی تصویر خاص شاہی فوٹوگرافر اتار لیتا ہے۔ وہ تصویر حضرت سلطان المعظم کو پیش کیجاتی ہے۔ اس ضیافت میں سب حاضرین کو حضرت سلطان المعظم اپنے ایک اے ڈی کانگ کی معرفت اپنا سلام تبلیغ کرتے ہیں۔ وہاں کھانے کیوقت بھی باجے بجتا ہے اور شام کا کھانا بھی وہیں تناول کرکے پھر اسی دھوم دھام سے لوگ واپس آتے ہیں۔

چونکہ یہاں بہت سے کالج ہیں۔ اسلئے دوسرے تیسرے روز ضرور ایک ضیافت کا ناغہ خانہ پر ہوتی رہتی ہے چنانچہ میں نے دارشفقۃ نامی کالج کی ضیافت دیکھی۔ اس کالج میں صرف یتیم لڑکے تعلیم پاتے ہیں۔ اور خود آپکے شاہی کی بہت ... ہے چنانچہ اس ضیافت میں ایک لڑکے نے حضرت سلطان المعظم کی ہمدردی اور محبت ... کی نسبت بہت عمدہ سپیچ کہی اور طالبعلموں نے سپیچ ختم ہونے پر باواز بلند "پادشاہم زندہ باش" کرکے پکارا۔ (ملت اخبار ۱۷ جون ۱۸۹۳ء)

[1] یعنی زار سکندر ثالث والی روس جو ۱۸۸۱ء میں اپنے باپ کے قتل ہونے پر تخت نشین ہوا۔ یہ کتاب شہزادی صاحبہ نے ۱۸۸۹ء میں لکھی تھی اسلئے اس کی حکومت تب تک آٹھ سالہ ہی ہوئی تھی ورنہ در اصل وہ ۱۸۹۴ء تک حکمران رہا تھا۔

Marfat.com

بہت ہی پیچھے جا پڑی ہے۔

سلطان کی اکثر عطیات کا جو اسکے روم کی تعلیمی قیام گاہوں کو عطا کئے ہیں اوپر ذکر آچکا ہے یہ عطیے برعکس اور بادشاہوں کے وہ اپنی ذات پر تنگی اوٹھا کر دیتا ہے سلطان عبد الحمید نے اپنی محدود سول لسٹ میں صرف ایک دو دفعہ ہی بہت

نکتہ امیر المومنین کی کفایت شعاری اسی سے معلوم ہو جاویگی کہ اونہوں نے سول لسٹ کو جو سلطان عبد العزیز مرحوم کے وقت بہ لاکھ پونڈ یا چھ کروڑ روپئے مقرر تھی نصف سے بھی زیادہ کم کر دیا ہے۔ اور اس رقم میں سے ہی دیگر شہزادوں اور حرم سرا کا خرچ نکالتے ہیں اور کوئی دن خالی نہیں جاتا جسمیں کوئی نہ کوئی چندہ مسجد یا مدرسے یا اور خیراتی امور میں دیا جاتا ہو۔ انہوں نے شاہان مشرق کے بیہودہ طمطراق اور محمد شاہی فضولخرچیوں کو پاس تک نہیں پھٹکنے دیا۔ مگر اپنے مذہب میں راسخ الاعتقاد اور عالم باعمل ہیں اور دینی مراسم کو جاہ وجلال شاہانہ سے ادا فرماتے ہیں۔ ہر جمعہ کو مسجد میں نماز ادا کرنیکو تشریف لیجاتے ہیں ذیل میں دو ایک قابل غور مثالیں نقل کیجاتی ہیں:- ایک ہندی سیاح لکھتا ہے۔

"کئی دن رات اسواسطے سفر کیا تھا کہ قسطنطنیہ میں جمعہ کو پہنچیں۔ چنانچہ ہم وہاں جمعہ کو آٹھ بجے صبح کے پہونچے گو تھکے ہوئے تھے لیکن کچھ کھانا کھا کر اور کپڑے بدلکر ہم سلطان کی محل کیطرف گئے۔ اور وہاں ایک ایڈیکانگ سے ملاقات کی کہ جنہوں نے نہایت مہربانی سے ہمکو ایک جگہ آرام سے بٹھا دیا جہاں سے ہم سلطان کو جمعہ کی نماز کے واسطے جاتے دیکھ سکیں مسجد بھی ہمارے سامنے تھی صبح سے بحری اور بری فوج ادہر اودہر سے آرہی تھی۔ بارہ بجے تک کئی ہزار فوج معہ باجوں اور جھنڈیوں کے سڑک پر محل سے لیکر مسجد تک آموجود ہوئی ہمنے انگلستان فرانس سوٹیزرلینڈ۔ اٹلی۔ آسٹریا اور جرمنی کی فوجیں دیکھی ہیں لیکن جلد اکا شکر ہے قواعد میں صحت میں بہادری میں مسلمانوں کی فوج بحری بری سب سے عمدہ ہے۔ انگلستان کی فوج کا لباس زیادہ قیمتی ہے لیکن ذرا غور کیجئے کہ انگلستان کی تمام دنیا بھر کی ریاستوں میں صرف کوئی چھ لاکھ فوج ہے۔ اور انگلستان کے پاس ٹرکی سے لاکھ درجہ روپیہ زیادہ ہے روم میں بحری اور بری ملاکر سوا دس لاکھ سے زیادہ فوج ہے اور ٹرکی امیر نہیں جب سوچئے تو معلوم ہوتا ہے کہ فوج سلطانی کتنی عمدہ ہے کہ سوائے انگلستان کے اور سب ملکوں سے اسکا لباس بھی بہتر ہے اتنی عمدہ پلٹن اور رسالے کبھی نہیں دیکھی۔ خیر جب ٹھیک بارہ بجے کو نیر ہانی چیتر دیا جا چکا اور فوج تمام کھڑی ہوگئی۔ تو گاڑیاں نہایت عمدہ آئیں انمیں سلطان کی بی بیاں بیٹھی تھیں اور ماں انکی خود ہیں آئیں ان گاڑیوں کے ساتھ کچھ سوار آئے اور تمام فوج نے سلامی اوتاری۔ مسجد کے پاس جا کر سب اتر گئیں اور اندر چلی گئیں وہاں انکے واسطے ایک جگہ ہے جسکے آگے چلمن پڑی ہے اس کے بعد سلطان کے بڑے لڑکے اور بحری فوج کے ایک جہاز کی افسر کے لباس میں ننگی تلوار لیکر کھڑے ہوئے پھر سلطان کے دو چھوٹے لڑکے ایک کوئی چھ برس کا اور دوسرا کوئی سوا آٹھ برس کا اسی طرح چھوٹی چھوٹی تلواریں لئے کر کھڑے ہوئے۔ اسکے بعد باجا بجا اور بگل کی آواز آئی محلکیطرف جو دیکھا۔ تو دل خوش ہو گیا۔ فوجکے بڑے بڑے افسر سب جنرل جو بڑی بڑی لڑائیاں لڑ چکے ہیں دو لمبی قطاروں میں آئے یعنی اس طرح !! اور یہ کیطرف گئے اور دونوں قطاروں کے بیچ میں سب سے جو بڑی جنرل تھے آئے۔ ہر ایک کے سینے پر پانچ پانچ چھ چھ تمغے سونے اور چاندی کے لگے ہوئے تھے۔ انکے پیچھے ایک نہایت ہی عمدہ چوکڑی میں سلطان آئے۔ (باقی اگلے صفحہ پر دیکھو)

Marfat.com

بڑی بڑے عطیے نہیں بخشے۔ ایک موقع پر اس نے اپنے ظروف اور زیورات اور جواہرات کی بہت بڑی حصے کو غربا و امرا کی امداد کے لئے نقدی سے متبدل کر دیا۔ دوسرے موقعے پر اس نے اپنے ذاتی نوکروں کی بہت بڑی تعداد کو تخفیف

بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۰) اور ان کے سامنے غازی عثمان پاشا بیٹھے تھے۔ عثمان پاشا کا سینہ تمغوں سے بھرا ہوا تھا۔ اور گو کوٹ تمام و ناہی سونا تھا تاہم تمغے قریب قریب اوس سنہری کام کو چھپا لیتے تھے۔ سلطان صرف سیاہ کپڑے پہنے تھے فقط ایک تمغہ مجیدی اونکے سینے پر تھا۔ اور معمولی ترکی ٹوپی تھی جیسے ہی سلطان کی سواری گذری فوج نے سلامی دی اور پھر تین چار دفعہ زور سے نعرہ تحری چیریادے۔ سلطان کو سب سلام کرتے جاتے تھے مجھ پر تو عجیب اثر ہوا میں نے سلام کیا اور سب نے بھی سلام کیا یا ٹوپی اُتاری کہ دان کبھی میرے دل سے نہ بھولیگا۔ سلطان کے مسجد میں جاتے ہی سب لوگ مسجد میں جانے لگے۔ اور باہر تمام فوج کا مجمع تھا اور مجھ اندر بھی زیادہ لطف تھا سوا پانچ برس کے بعد مسجد میں نماز میں تھا اور خدا کا شکر ادا کیا نماز کے بعد پھر میں ہی آگیا جہاں پہلے بیٹھا تھا۔ اور سلطان کو واپس آتے دیکھکر اوس کے بعد اپنے مکان کو واپس آیا۔ اور کھانا کھا کر آرام کیا چونکہ بہت تھک گیا تھا دوسرے دن سینٹ صوفیا کی مسجد دیکھی نہایت عمدہ جگہ ہے اور سلطان ہی عید کو جاتے ہیں (مسٹر محمد احمد کا سفرنامہ مندرجہ اودھ پنچ اگست ۱۸۹۲ء)

ساتھ ہی حضرت سلطان ہر ایک تقریب میں کفایت لیکن باشان و شوکت خرچ کرتے ہیں جیسا کہ حال میں حضرت اعلیٰ کی تین لڑکوں کے ختنے کی تقریب سے ظاہر ہے جس کی کیفیت ایک لکھنؤ کے اخبار میں ۱۸۹۱ء میں اس طرح شایع ہوئی تھی:۔

وہ ہمارے اگر اپنے دیسی رئیسوں کی مجنونانہ حرکتیں اور بیعقلی کی نمائشیں دیکھنا چاہوں تو ہم اس وقت ختنے کی دو رئیسانہ اور شاہانہ رسموں کا مقابلہ کرتے بہت اچھی طرح سے دیکھ سکتے ہیں ایک تقریب تو ہمارے اودھ کے نامور رئیس مہاراجہ امیر حسن خان بہادر تعلقدار محمود آباد اور جہانگیر آباد کے لڑکے کے ختنے کی تھی دوسری تقریب ابھی چند روز ہوئے قسطنطنیہ میں سلطان روم کے تین بیٹوں کے ختنے کی خوشی میں ہوئی دونوں رئیسوں میں نیز زمینداری کی حیثیت سے اور نیز عقل کی حیثیت سے تضاد کی نسبت ہے۔ ہمارے بھولے راجہ صاحب نے تیرہ چودہ لاکھ سالانہ منافع پر تقریباً دس لاکھ روپیہ غارت کیا۔ اور قسطنطنیہ میں کروڑوں روپیہ حاصل کرنے والی اور کروڑوں نفوس پر حکومت کرنیوالی باعظمت و جبروت سلطنت کو شہزادوں کے ختنے کی تقریب میں صرف تین لاکھ روپیہ صرف ہوا۔ یہاں کا روپیہ زیادہ تر رنڈیوں بھانڈوں اور ڈوم ڈھاریوں کو (جو کہ) بابوانوں خوشامد کرنے والوں اور پر تکلف جوڑوں کی عام تقسیم میں صرف ہوا تھوڑا بہت راجہ صاحب کی گھر کی برجوں کو دیا گیا۔ اور کسیقدر قبلہ و کعبہ کی نذر ہوا اگر لیا عزت بخشی جبکہ لڑکے کو بسم اللہ پڑھاتے وقت اونکو کانوں (میں) بلا۔ اور اسی تقریب میں مفضل حسین کو بھی جو لکھنؤ کے بھانڈوں کا ایک عمدہ ذی لیفہ ہے کچھ صلہ میں گاؤں دیا گیا۔ شاید سید جو مولوی سید نصرت حسین صاحب نے جو ابھی کم عمر ہیں اور مرحوم میر حامد حسین صاحب مجتہد کے نواسہ رحمۃ اللہ نے قطعی انکار کر دیا۔ اب اسکے مقابل میں دیکھئے کہ قسطنطنیہ میں کیا کارروائی ہوئی وہاں پندرہ سو روپیہ مختلف گروہوں کو تقسیم پانی دعوت خاص قصر یلدز میں ہوئی تھی اس میں تمام دولتوں کے سفیر اور تمام اعلیٰ عہدہ داران دولت عثمانیہ شریک تھے اس کے بعد جو روشنی ہوئی وہ ایک سبز مقام میں ہوئی جو سویٹ واٹرز آف یورپ کے نام سے مشہور ہے لیکن یورپ کا مشہور عثمانی یتیم خانہ اور اوس کے متعلق سکول جو دارالشفقہ کے نام سے نامزد ہے ونکو تمام پیڈیوں دیا تھی (باقی صفحہ ۸۲)

Marfat.com

میں لاکر بچت کو مناسب خیراتی کاموں پر خرچ کیا۔ اور اسوقت یورپ کا کوئی بھی بادشاہ اس سے زیادہ شان و شوکت اور عیش و آرام کے ساتھ اپنے ملک پر اس سے تھوڑا مالی بوجھ ڈالنے کی حالت میں بسر نہیں کرتا۔ اور یہ امر بھی قابل وقعت ہے کہ سلطان کی آمدنی کے بہت بڑے حصے کو پولیٹیکل اکانومی کے پروفیسر انتظام اور نگرانی کی تنخواہ سمجھیں گے۔ کیونکہ جس حال میں کہ اکثر بادشاہ صرف سلطنت کی زیبائش کا کام دیتے ہیں یا بیکار کٹھ پتلیاں ہیں جو بعض اوقات اور زبردست وزیروں کے نچائے ناچتے ہیں سلطان **عبدالحمید** بذات خود اپنی سلطنت کی مستعد اور محرک مصلح قوت ہے اور اس کے وزیر صرف ماتحت افسر ہیں جو اس کے احکام اور ہدایات کی تعمیل کرتے ہیں۔

تعلیم کے مضمون کو بیان کرتے وقت میں اس کی ایک نئی شاخ کے اجرا کا بیان کرنا بھول گئی جو زراعتی سکولوں کے قیام میں ہوئی ہے اور جن کی ملک کو از حد ضرورت تھی جنہیں اسکو نہایت ضروری تبلایا ہے۔ کیونکہ یورپ کی تمام زمینوں میں اس سے بڑھکر کوئی زرخیز نہیں اور جو مستعمل طریقہ کاشت کا بہت بھدا اور بیہودہ ہونے کے باعث سب سے کم بار آور ہوتی ہے۔ پچیس سال گذرے بمقام سین سٹی فانو ایک آزمایشی فارم مقرر کرنے سے اس کام کی ابتدا کیگئی تھی اور اوس کی قیام کیوقت تازہ سے تازہ اصلاح یافتہ کاشتکاری کے اوزار اور کلیں مہیا کی گئی تھیں۔ اور اس کا اہتمام ایک سپیشلسٹ زابوحش بدوادیان کے سپرد کیا گیا چند برسوں تک اس سے عمدہ عمدہ نتیجے حاصل ہوئے مگر کسی نہ کسی طرح اسکا خیال چھوڑا گیا۔ اور وہ بالکل ترک کیا گیا جس سے روپیہ اور محنت دونوں ضایع ہوگئے۔ مگر موجودہ سلطنت میں آغوب پاشا سول لسٹ کے وزیر کو یہ خیال گذرا کہ اس فارم کو درست کر کے اسکو اسی طرح کے یورپین انسٹی ٹیوشنوں کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۱) مدرسوں اور طلبہ کی دعوت ہوئی۔ گولڈن ہارن کمپنی کے دو سٹیمر اپنے سامان کے ساتھ موجود تھے جو سب لوگوں کو کاغذ خانہ میں لے گئے۔ جہاں دعوت کا سامان کیا گیا تھا۔ اور خاص شاہی باورچیخانہ کا کھانا کھا کر وہ لوگ مسرور و محظوظ ہوئے دوسرے روز بحری بری سکے کی پروفیسروں اور طلبا کی دعوت ہوئی۔ اس کے بعد مدرسہ صنعت و حرفت کے پروفیسروں اور طلبا کی دعوت تھی اور یونہی سلسلہ وار سب طبقے اور ہر گروہ کے لوگوں کی دعوتیں ہوئیں سلطان المعظم نے اس تقریب کی خوشی میں حکم دیا کہ دار السلطنت کی تمام مسجدوں کے اماموں اور موذنین میں سے ہر ایک کے پاس کچھ زر نقد اور نیز کوئی اور چیز ہدیۃً ہماری طرف سے بھیجی جاوے۔ اس حکم کی تعمیل بذریعہ حسین فکری آفندی متولی محکمہ اوقاف عمل میں آئی۔ پندرہ روز تک جو مسلسل دعوتیں جناب شیرین یورپ ہوئیں انہیں سے ہر ایک کا فوٹو عبداللہ برادر کمپنی سلطانی فوٹوگرافر نے لیا۔ یہ سب فوٹو ایک خاص البم میں ترتیب کے ساتھ آراستہ کئے جاویں گے جو بعد تکمیل ملاحظہ سلطانی میں پیش ہوگا۔"

لئے ہر ایک صوبہ میں زراعتی فارم قایم ہوگئے ہیں۔ اور ایک زراعتی بنک بھی قسطنطنیہ میں قایم ہوگیا ہے جسکی شاخیں ہر ایک صوبے اور جزیرے میں کھولی گئی ہیں حال ہی میں اس کی ایک شاخ جزیرہ کریٹ میں زیر اہتمام قرابت

Marfat.com

بنا پر قایم کیا جاوے۔ سلطان نے بڑی خوشی سے اس بات کو منظور کر لیا۔ اور اب یہ سرنو قایم شدہ فارم بڑے زور شور سے کام کر رہا ہے۔ اور اس زراعتی سکول کی جڑ ہے جسکی شاخیں بہت جلد سلطنت کے ہر ایک حصہ میں پھیلنے والی ہیں۔ ان طلباء کو جو حصول تعلیم کے اختتام پر ڈپلومے حاصل کریں گے جنہی باتعریف کامیاب ہونگے سول سروس کے زیر مختلف صوبوں میں سرکاری فارموں کے انتظام کیلئے بھیجا کریں گے۔ اور اس طرح اندرونی ممالک کے تمام فارم بڑی بڑی لایق ڈاکٹروں کے اہتمام میں ہوجائیں گے۔

دشمن کی فوج کے سرحد سے ہٹ جانے پر سلطان کی توجہ خاصکر اس امر کیطرف متوجہ ہوئی کہ اسکی وسیع سلطنت کے مختلف حصوں کی آمد و رفت کے رستوں کو درست کیا جاوے۔ اجرا ریلوے کے زمانے سے پہلے ٹرکی کی حالت ایسی تھی کہ نہ ہی بہت بری اور نہ ہی بہت اچھی تھی سڑکیں ہر ایک ملک میں بعض صورتوں کے سوا مسافر کو سہولت دینے کی بجائے تکلیف دہ ہوتی تھیں اور روم کی سڑکیں آسٹریا اور روس کی سڑکوں سے بہت مختلف نتھیں مگر جب انگریزی یا اور انگریزی محنت نے آہنی گھوڑا ایجاد کیا اور دوسرے تمام عیسائی یورپ پر پھیلکر ایسی لائنیں بنا دیں جنپر آہنی گھوڑا اندھا دھند دوڑنے لگا تو روم بہت پیچھے رہ گیا۔ اسکا تجارت کی بیشمار بوجھوں کو ہزار دو آدمیوں کو کھینچتا ہوا دوڑنے والا تھا۔ تو روم اپنی یورپین ہمعصر سلطنتوں سے تجارتی فوقیت کے معرکے میں سینکڑوں میل پیچھے رہ گیا۔ اور اسی سخت درماندہ حالت میں رہا جبتک کہ موجودہ فرمانروا نے عنان حکومت کو اپنے ہاتھ میں نہ لیا۔ تعمیر ریلوے میں معتدبہ ترقی کرنا نہایت ہی مشکل کام تھا کیونکہ الٹا ملک ایسا تھا جو بالکل ویران۔ بدانتظامی اور منصوبہ بازیوں سے تقریباً دیوالیہ یہ ملک ایک معمولی انگریزی سڑک بنانے کیلئے بھی فنڈ مہیا نہ کرسکتا تھا۔ بیرونی سرمایہ کے بغیر اب کوئی اور چیز مزدوروں۔ نجاروں۔ لوہاروں کی توجہ کو کام پر نہیں لگا سکتی تھی جن کے مضبوط بازوؤں کی حرکت کی بڑی ضرورت ہے قبل اس کے کہ ایک فٹ لوہا بچھایا جاوے یا ایک پہیہ گھڑا جاوے۔ بیرونی سرمایہ جو ہمیشہ سے ڈرپوک اور بزدل ہے عبدالعزیز کے زمانہ کے انتظام کیوقت ادائگی کی عدم ادائیگی سے بالکل ہی ڈر گیا تھا تاہم باوجود نہایت ہی زبردست رکاوٹوں کے اس صیغہ میں بھی کچھ ترقی کی گئی ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل اعداد سے ظاہر ہوجائیگا۔ سنہ ۱۸۷۸ء میں کل سلطنت میں ۹۰۰ میل ریلوے تھی جسمیں سے ۶۹۰ میل یورپین ٹرکی اور ۲۱۰ میل ایشیائے کوچک میں تھی۔ ۱۸۸۶ء میں یہ تعداد ۱۰۰۰ میل تک بڑھ گئی۔ اور ۱۸۹۶ء میں ۱۲۵۱ میل تک ترقی پذیر ہوئی جسمیں سے ۸۴۶ میل ایشیائے کوچک میں ہے۔ جہاں کہ چار لائنیں ہیں۔ ایک سمرنا سے لیکر ایڈن تک۔ ایک سقوطری سے ایسمڈ تک۔ ایک مینشیا سے کرطوس اور زواتک۔ اور ایک مودانیہ سے بروصہ تک۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۲) آفندی کھولی گئی ہے اور ساتھ ہی ایک زراعتی فارم بھی ایک سند یافتہ ڈاکٹر کے زیر اہتمام قایم کیا گیا ہے۔

(۱) علاوہ ان چار لائنوں کے اب ایک لائن جافہ بندرگاہ یروشلم سے لیکر ملا ہوئی ہے یعنی یروشلم تک۔

Marfat.com

سلطنت کی آخرالذکر حصہ یعنی ایشیائی روم میں آیندہ کے لئے بہت بڑی وسیع ترقی ہونیکا منتظر رہنا چاہیئے۔ کیونکہ سلطان کا دلی منشا ہے کہ اس ملک کی آمدورفت کو بہت درست اور اُسکی فراخ اور بیشمار آمدنی کے منبعے ظاہر کئے جائیں۔ سرمایے والوں کے واسطے دنیا کے اس حصے کی طرف اس وقت میں جبکہ سُود کی شرح دن بدن بڑی جلدی سے گھٹتی جاتی ہے۔ بڑی بھاری رقمیں یوروپ کے تبادلوں میں بھیک مانگ رہی ہیں۔ اور لوگ صرف ساڑھے تین یا چار فیصدی سالانہ منافع کی شرح رہجانے پر مجبور رہے ہیں توجہ کرنا بڑا فایدہ مند ہو گا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۳) تک کھل گئی ہے جسکا طول تقریباً تیس میل ہے۔ اب کل تعداد ریلوے ۳۰۰۰ میل کے قریب ہے اور بغداد سے سمرا تک بنا ہونے والی ہے۔ کیونکہ اس کمپنی نے جسکا ذکر اصل کتاب میں ہے سلطان کی شرائط کو قبول کر کے کام شروع کر دیا ہے۔ بغداد سے لیکر کربلا معلےٰ تک دخانی ٹریموے پہلے ہی سے جاری ہے۔ ابھی باقی بات سمرنا کی حمیدیہ کمپنی کے ڈائرکٹر اور صوبہ ایڈین کے محکمۂ رجسٹری کے سابق ڈائرکٹر علی آفندی نے باب عالی میں تجویز پیش کی ہے۔ کہ سمرنا میں برقی قوت کی ٹریموے جاری کیجائے جو ایڈین کے سٹیشن سے شروع ہو کر حمیدیہ تک ختم ہو۔ علاوہ ازیں بیغوم زادہ حسن آفندی کو بیروت سے لیکر دمشق تک دخانی ٹریموے جاری کرنے کی اجازت ملگئی۔ ۱۸۷۹ء میں ۹۸۵ میل ریلوے جاری تھی بدیں تفصیل:- یوروپین ٹرکی میں (۱) قسطنطنیہ سے ایڈریانوپل تک ۲۱۲ میل۔ ایڈریانوپل سے سرمبے تک ۱۵۲ میل (۳) سالونیکا سے اسکپ تک ۱۵۰ میل (۴) اسکپ سے میتروزا تک ۷۵ میل (۵) قلول سے دمینانی تک ۶۰ میل (۶) ٹرنوات سے جامبولی تک ۶۵ میل (۷) بنجالک سے نووی تک ۶۴ میل = ۸۷۶ میل یوروپین میں۔ ایشیائی روم میں (۱) سمرنا سے ایڈن تک ۱۲۵ میل (۲) سقودا سے اسمید تک ۸۸ میل = ۲۰۰ میل۔ ایشیائی روم میں ۱۸۸۳ء میں ۷۰۰ میل ریلوے جاری تھی ۱۸۸۶ء میں ۱۵۲۰ میل تک بڑھائی گئی۔ اور وسط ۱۸۹۱ء تک ۲۱۴۰ میل ریلوے جاری ہوگئی۔ اور ایک ہزار میل زیادہ زیر تعمیر ہے۔ یاد رہے کہ صوبجات ماتحت مصر، بلگیریا، مشرقی رومیلیا وغیرہ کے سلسلہائے ریلوے اس تعداد میں شامل نہیں۔ تاربرقی ۱۸۸۱ء میں ۱۷۰۵۰ میل تھی جسکی تاروں کی لمبائی ۳۱۷۸۲ میل تھی۔ کل پیغاموں کی تعداد اس سال ۳۴۴۷۰۲۳ تھی جنمیں ۱۵۳۰۰۱۹ سرکاری ۵۲۲۲۳۰ اندرونی اور ۲۹۱۷۵۲ بیرونی تھے۔ تارگھر یکم جنوری ۱۸۸۱ء کو ۱۴۱ تھے اور ۱۸۸۰ء میں انکی آمدنی ۲۱۳۲۱۳ پونڈ ہوئی اور خرچ ۱۱۹۰۰۵ ہوا۔ اسوقت تاربرقی ۳۰ ہزار میل سے متجاوز ہے۔ اور تارگھر ۵۰۰ سے زیادہ ہیں یکم جنوری ۱۸۷۹ء کو ۲۰۴ ڈاکخانے تھے۔ اس سے پہلے بیرونی خط وکتابت کی ترسیل غیر ممالک کے ڈاکخانوں کے سپرد تھی مگر دسمبر ۱۸۹۶ء میں [illegible] سے نکال دی گئی ساری یہ کام بھی سلطانی ڈاکخانوں کے سپرد کیا گیا اسوقت ڈاکخانوں کی تعداد چھ سو کے قریب ہے۔

توسیع ریلوے کے متعلق دیکھو کتاب واقعات روم و نیز ضمیمۂ ٹرکی کی موجودہ حالت دکتب ترکوں کی موجودہ ترقیات ملاحظہ کیجئے۔ دمشق سے مکہ معظمہ تک سرکاری روپیہ سے ریل بنانیکا حکم بھی جلالتمآب نے اپریل ۱۹۰۰ء میں صادر فرمادیا۔

Marfat.com

ہاں البتہ یورپین ٹرکی میں علاوہ مالی مشکلات کے اور بھی بہت سے امور تعمیر ریلوے کے مزاحم ہیں یہ مزاحمتیں مالی بھی ہیں۔ اور پولیٹیکل بھی۔ انگریز جو کہ بمبئی ریل تک چاروں طرف طوفان خیز سمندر کی آڑ میں محفوظ ہیں اس بات کو جلد بھول جاتے ہیں۔ کہ براعظم پر قبل اس کے کہ کوئی لائن بچھائی جائے سرمایہ داروں اور ریلوی انجنیروں کی تجویزوں کے ساتھ ہی بادشاہوں اور مدبروں کی تجاویز کو بھی سوچنا پڑتا ہے۔ اور اُن شخصوں کا جو بادشاہتوں کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔ یہ خیال کر لینا بھی فرض ہوتا ہے کہ اور کون کون سی چیزیں (یعنی فوجیں اور سامان جنگ) اسباب تجارت یا ڈاک اور عام مسافروں کی علاوہ مجوزہ لائن سے جانے کے قابل ہو گی۔ مہذب دنیا کے کسی اور حصے میں یہ سوال اتنا قابل غور نہیں جتنا کہ یورپین ٹرکی میں ہے۔ اس جگہ گو ایک لائن بہ حیثیت تجارتی مفاد کے ترکوں کو شاید بہت ہی فائدہ مند ہو لیکن شاید ساتھ ہی روسیوں کو حملہ کرنے میں بڑی عمدہ مدد دے۔ اور یہ آخر البیان وجہ پہلے امر کو بالکل بے وقعت کر دیگی۔ مگر ایشیائے کوچک میں اس قسم کی پیش بندیوں یا سوالوں کی کچھ ضرورت نہیں۔ وہاں زرخیز اور آباد صوبوں میں راستوں کے کھولنے کی کوئی بات مزاحم نہیں۔ بجز اس کے کہ امریکن اور یورپین سرمایہ داروں کی بےحوصلگی اور ناواقفیت۔ یہ امر مسلم ہے۔ کہ زردار اپنی ہمدردی کو اپنی جیب تک ہی محدود رکھتا ہے۔ تاہم معلوم کرکے کہ ابتک کوئی ایسی کمپنی قائم نہیں ہوئی۔ جو ایشیائے کوچک کے مغربی ساحل کے کسی ایک مقام سے لیکر (قبرص کے ہی مقابل سے سہی) خلیج فارس تک ریل جاری کرنے کے لئے آمادہ ہوئی ہو۔ ہر ایک شخص متعجب ہوتا ہے۔ اس قسم کی لائن سے انگلینڈ کو بہ حیثیت ملکی بہت بڑے پولیٹیکل فائدے حاصل ہو سکتے ہیں۔ اور حصہ داروں کو مالی منافعے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ سلطان المعظم سے چند پولیٹیکل رعایتیں مانگی جائیں گی۔ مگر اپنی ذات میں ہر قسم کے کام کو رائج کرنے میں اونکی بیحد خواہشمندی کے باعث انکی جانب سے چند مناسب رعایتوں کی عطا کئے جانے میں کسی طرح کا شک نہیں ہو سکتا۔ اگر ہماری گورنمنٹ ایسی ہوتی جسکی آنکھیں ٹریفالگر سے پرے تک دیکھ سکتی ہوتیں یا فریق مخالف (یعنی لبرل فریق) ہی ایسا ہوتا جو آئرلینڈ کے سوا کسی اور چیز کو بھی مد نظر [illegible] (یعنی انگلستان کے دونوں فریق جو یکے بعد دیگرے حکمران ہوتے رہتے ہیں۔ اگر خود غرضی سے خالی اور وسیع الخیال ہوتے) تو نہ ہی روم کو اور نہ ہی انگلینڈ کو ایک ایسی کمپنی کا انتظار کرنا پڑتا جو کم سے کم قابل امکان منافعے کی قومی ضمانت پر کام شروع کر دیتی۔ کچھ عرصہ ہوا ہے۔ پال مال گزٹ میں جو لنڈن میں نیم سرکاری پرچہ ہے۔ دیکھا کہ وہ سلطان کا اس بات پر مضحکہ اڑاتا ہے کہ انہوں نے ایک جرمن قارون کے ساتھ ملاقات کی درخواست کی جس کی کشتی قسطنطنیہ کی خلیج میں لنگر انداز ہوئی تھی۔ اگر یہ بات عام طور پر معلوم نہ ہوتی کہ [illegible] آجکل نہایت مستقل مزاج ایڈیٹر کا کمزور دماغ ایک پسندیدہ روسی ڈپلومیٹ (سفیر) کی خوشامدوں اور

ولادیزیوں سے بالکل جکڑ میں آیا ہوا ہے۔ تو یہ مشکل سے قابل اعتبار معلوم ہوتا کہ اپنی رعایا کو فائدہ پہونچانے کے لئے کسی بادشاہ کی کوششوں کو لنڈن کا کوئی اڈیٹر اس کے برخلاف تہمت لگانے میں استعمال کرتا۔ خیر اگر عیسائی یا یہودی سرمایہ کبھی ایشیائے کوچک میں داخل بھی ہو تو موجودہ سانحوں سے یہ امر ثابت ہو گیا ہے کہ اعلیحضرت سلطان المعظم عبد الحمید کو اس بات کا ضرور خیال رکھنا چاہیئے کہ تمام فائدے اور محاصل حصہ داروں اور مجوزوں کی آہنی صندوقوں ہی میں نہ داخل ہو جائیں۔ مگر سلطان نے تلخ تجربے سے معلوم کر لیا ہے کہ زردار شکاری لوگ اُن کے ملک کو ایک بڑا عمدہ شکار خیال کرتے ہیں اور اسی لئے اُن کی رعایا اطمینان رکھے کہ کبھی کوئی ایسی رعایتیں نہ عطا کی جائیں گی تا وقتیکہ اُن کے خاص خاص فوائد اور محاصل کا معتد بہ حصہ[1] عثمانی سلطنت کو نہ ملجائے۔ وہ سوانح جنکا میں نے ذکر کیا ہے اُس ریلوے سے متعلق ہیں۔ جو میسرز آئر لینگر۔ آرلٹ اور سیفیلڈر صاحبان کے روپے سے بننے کو تھی۔ سلطان نے بہت بڑی رعایتیں دینے کے عوض میں ان شرائط پر زور دیا تھا۔ (اوّل) ٹھیکہ دار اسمد اور انگورا سے ایک ہی وقت کام شروع کر کے لائن کو مقام آخر الذکر سے لیکر بغداد تک لے جائیں۔ (دوم) گورنمنٹ کا اختیار ہو گا کہ تاریخ عطائے ٹھیکہ سے نہ کہ اجرائے ریلوے کی تاریخ سے تیس سال بعد لائن کو خرید لے (سوم) یہ خریداری تاریخ خرید کے ما قبل پانچ سالوں کی کل آمدنی کی سالانہ اوسط کے پچاس فیصدی کے برابر سالانہ اقساط میں داخل کیا جائیگا۔

یہ شرائط باوجود ایسی نرم ہونیکے کہ شاید ہی کوئی اور سلطنت کسی اجارے کے عطا کرنیکے عوض میں انہیں پیش کرتی مسٹر آئر لینگر نے منظور نہ کیں۔ اور اس وقت تک یہ امر معرض التوا میں ہے۔ میں شرط نمبر ۲ کو خاصکر جتلاتی ہوں۔ اس سے سلطان کے اس پولیٹیکل فہم و فراست کا پتہ ملسکتا ہے جسکا میں نے پہلے بھی ذکر کیا ہے۔ اگر ایسی ہی شرائط انگلش گورنمنٹ بڑی بڑی ریلوے لائنوں کے اجارے عطا کرتے وقت کر لیتی تو آج ہماری انگریزی قوم سر ایڈورڈ وٹکن جیسے اشخاص کی ظلموں کی برداشت کرنیسے بچی رہتی۔ فرنچ گورنمنٹ اپنے وقت میں زیادہ دانا رہی۔ چنانچہ تھوڑے ہی سال گذرنے کے بعد فرنچ قوم اپنے ریلوے سلسلے کی آپ مالک ہو جائے گی۔ ریلیں زمانہ موجودہ کی شاہراہیں ہیں اور یہ ایک بڑا ظلم ہے۔ کہ خاص خاص پرائیویٹ اشخاص آمد و رفت کے ان دائمی اجاروں پر قابض ہوں۔ سرمایہ دار کا بڑے سے بڑا یہ حق ہے۔ کہ وہ اپنے صرف شدہ سرمائے کو مع ایک مناسب فائدے کے ان خطروں اور جوکھم کے عوض جو اُسے برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ واپس لینے کا دعوے کرے۔ سلطان المعظم نے بیرونی قرض دہندوں کے فائدے کے لئے اپنی رعایا کی کمائی اور محنت کو ہمیشہ کیلئے مکفول کر دینے سے انکار کرنے سے ثابت کر دیا ہے کہ وہ موجودہ سوشل ازم

[1] بغداد و انگورا لائن کا اجارہ نہایت مناسب شروط پر ستمبر ۱۸۹۹ء میں جرمنوں کو دیا گیا ہے۔ بڑی شرط یہ کہ ترکی جب چاہے لائن کو خرید سکیگی۔ مفصل حالات کیلئے دیکھو کتاب [illegible]
[illegible]

(مساوات حقوق بنی انسان) کے خیالات سے جو دن بدن مدبروں کے افعال اور اقوام کی خواہشوں میں شامل ہو رہی ہے۔ پورا ظاہر ہے۔ مگر صرف ریلیں ہی آمد و رفت کے وہ ذریعے نہیں (اگرچہ یہ سب سے ضروری ہیں) جن پر عثمانی گورنمنٹ نے توجہ کی ہو۔ بلکہ مصنف کو اچھی طرح یاد ہے کہ ایشیائے کوچک اور بعض جزیروں کی عام سڑکیں سال کے خاص خاص موسموں میں بالکل ناقابل گذر رہتی تھیں۔ اب وہ یوروپ کی سڑکوں کی طرح بہت عمدہ ہو گئی ہیں۔ اور انسان و حیوان آسائش سے اون پر سفر کر سکتے ہیں۔ انہیں سے اکثر سنگ مرمر سے پاٹی گئی ہیں۔ اور سخت سے سخت برساتی موسم میں بھی بڑے آرام سے اون پر سفر ہو سکتا ہے۔ خود ہماری ہائی لینڈ کی شمالی شاہراہوں کے متعلق ایک پرانا بیت زبانزد عام ہے جسکا ترجمہ یہ ہے:۔

"اگر تم نے یہ سڑکیں بننے سے پہلے دیکھی ہوتیں تو تم اپنی ٹوپی اتار دیتے۔ اور جنرل ویڈ کا دلی شکریہ ادا کرتے"

اگر یہ بیت ترکی میں ترجمہ ہو جائے۔ اور متوفی جنرل کی جگہ موجودہ سلطان کا نام درج کیا جائے۔ تو بھی اس ملک کے باشندوں اور سیاحوں کے خیالات کو جس جگہ کہ یہ نئی اور عمدہ سڑکیں تیار ہوئی ہیں بڑی عمدگی سے ظاہر کرے۔

ملک[۲۳] کا وہ صیغہ جس میں خرچ کی تخفیف بالکل ناممکن ہے۔ سلطنت کا صیغہ جنگ ہے۔ اس کی

---

[۲۳] سنہ ۱۸۸۶ء سے فوجی ملازمت ہر ایک مرد پر (بجز چند مستثنیات مثلاً باشندگان قسطنطنیہ) جو ۲۰ سال کی عمر کا ہو جاوے لازمی کر دی گئی ہے اس سے پہلے اختیاری تھی۔ اور اشخاص متعینہ میں سے جو کوئی چاہے پچاس پونڈ جرمانہ ادا کر کے فوجی ملازمت میں داخل کئے جانے سے آزادی حاصل کر سکتا تھا۔ اب یہ ایسی شرط نہیں رکھی گئی جس سے سلطنت کی بری طاقت میں کمال قوت پیدا ہو گئی ہے پچھلے جنگ روم و روس کے وقت ترکی افواج کی تعداد کاغذ میں سات لاکھ تھی۔ مگر میدان جنگ میں لڑائی کے آغاز کے وقت صرف ۲۳۰۰۰۰ فوج موجود تھی۔ بدیں تفصیل:۔ بلقان کے شمال میں ۱۲۸۰۰۰ یا تقسیم بمقام ویدن ۵۰ ہزار۔ روسچک میں دس ہزار سلسٹریا میں ۱۵ ہزار۔ ڈوبروڈشا میں ۲ ہزار شوملا میں ۱۸ ہزار۔ اور ورنا میں ۱۳ ہزار اور بلقان کے جنوب میں ۳۰ ہزار فوج تھی۔ جو صوفیا اور اوس کے گرد و نواح میں جمع تھی۔ اور ایشیائی روم میں ۶۰ ہزار فوج بایں حساب موجود تھی:۔ باطوم میں ۲۲ ہزار ... ہزار۔ اردہان میں ۱۲ ہزار۔ اور ارض روم میں ۲۰ ہزار۔ علاوہ ازیں ۱ ہزار سرکیشین سوار اور بہت سی فوجیں ہرزیگووینا۔ البانیا اور قسطنطنیہ وغیرہ میں مقیم تھیں۔ پس ترکی واقع یوروپ میں کل تعداد فوج ۲۱۴ بٹالین فوج پیدل اور ۵۰ سکواڈرن فوج سوار اور ... توپیں تھیں یعنی ۲ لاکھ ۹ ہزار فوج پیدل۔ ۱۲ ہزار فوج سواران ... ہزار سرکیشین اور ۱۲ ہزار البانیا والے تھے اور ایشیائی ٹکڑے زیر کمان غازی احمد مختار پاشا ۷۰ بٹالین پیدل ۲۴ رسالے اور ۹۰ توپیں تھیں یعنی ۵۰ ہزار فوج پیدل ۳۰۰۰ فوج سوار تھی۔ باقی ایشیائی فوج سرحدی قلعوں سے علاوہ دیگر مقاموں کے لئے ضروری تھی۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

ایسی حالت میں جبکہ ایک سخت اور بے رحم اور موروثی دشمن ہر وقت سر پر موجود ہے۔ اور مزید برآں کسی ایک سلطنت کی بھی اعانت کی امید ہو تو جو بادشاہ حملے کو روکنے والی طاقت کو گھٹاوے۔ وہ اپنے ملک کا بہت ہی دشمن اور

بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۷۔ مندرجہ بالا حساب سے معلوم ہو جاویگا کہ کل فوج روم میدان جنگ میں لا سکتا ۳۶۳۰۰۰ فوج پیدل ۱۵۱۰۰۰ فوج سوار اور ۳۲۰۰۰ ہزار فوج بے قاعدہ اور ۲۰۶۰ توپیں تھیں۔ اور اسی قلیل فوج سے اس نے سرویا کو ۱۸۷۶ء میں دو بار مغلوب کیا۔ مانٹی نیگرو کو زیر کیا۔ بوسینیا ہرزی گوینا اور بلگیریا کی بغاوتوں کو فرو کیا۔ اور آخر کار روسیوں کے ساتھ جو میدان جنگ میں ۸ لاکھ اپنی اور ایک لاکھ رومینیا کی کل ۹ لاکھ فوج لائے۔ آٹھ ماہ تک جنگ نمایاں کیا۔ اور اگر جرمنی اس آڑے وقت زار روس کی پولینڈ کی حفاظت کا ذمہ اٹھانے سے مدد نہ کرتی۔ تو عاقبت معلوم ہو جاتی۔ اور بعض ترکی جرنیلوں کی نمک حرامی بالائے طاق رہی۔ جو اگر نمک حرامی نہ کرتے تو ممکن نہ تھا کہ روس قسطنطنیہ کا منہ دیکھ سکتا۔ تو اب اسوقت جبکہ سلطان المعظم ۱۰ لاکھ سے زیادہ فوج میدان جنگ میں لا سکتے ہیں اور کل مسلمان عموماً اور ترک خصوصاً پچھلے ننگ کے داغ ندامت کو محو کرنے پر ادھار بیٹھے ہیں تو روس یا کسی اور دشمن و معاند ہمسایہ کا کیا مقدور ہے کہ ادھر دھیان کرے۔ چنانچہ ۱۸۹۷ء میں جب یونان نے ذرا سر اٹھایا تو امیرالمومنین نے ایک ماہ کے اندر ۳ لاکھ ۲۰ ہزار فوج پیدل اور ۵۰ ہزار فوج سوار ان سرحدوں پر جمع کر دی جس سے تمام یورپ میں تہلکہ پڑ گیا۔ اور ہر کہ و مہ کے لب پہ یہ جاری ہو گیا۔ کہ مرد بیمار بالکل صحتیاب ہی نہیں بلکہ توانا اور مضبوط ہو گیا۔ دو سال ہوئے ہندوستان میں بمقام دہلی ہماری گورنمنٹ عالیہ نے کیمپ آف اکسیرسائز قائم کیا تھا ناظرین کو بخوبی یاد ہوگا کہ کل کتنی فوج جمع ہوئی تھی جملہ ۵۴ ہزار۔ اور کتنا عرصہ بھاری تگ و دو اور تردد ہوا تھا۔ اور پھر یہ ابھی جنگ مصنوعی تھا اور ہماری گورنمنٹ کے تمول کا مقابلہ بھی سلطان کی دولتمندی سے کر لینا۔ اور جو سفر و حضر میں آسائش بار برداری اور نقل و حمل کی آرام اور سہولتیں اس جگہ ہیں روم کو ایسی نصیب نہیں۔ ہر سال ایک خاص تعداد افسروں کی پرشیا میں تکمیل کیلئے روانہ کی جاتی ہے چنانچہ اسی سال ۱۸۹۶ء میں چودہ نوجوان ترکی افسر جرمنی بھیجے گئے ہیں جو وہاں کی مختلف فوجوں میں دوسرے درجہ کے لفٹنٹ مقرر ہوئے۔ سرحدوں پر اور مناسب کارآمد مقاموں میں بڑی بڑی مضبوط قلعے تعمیر کرائے گئے ہیں۔ حال ہی میں صرف ولایت جینیا میں چودہ چھوٹی چھوٹی جدید قلعے تعمیر کئے گئے ہیں دو آبنائے کے راستے پر۔ چار ساحل ایشیا پر چار ساحل یورپ پر دو ساحل بلاتیس پر ایک سمرنا میں اور ایک کنیا میں۔ ترکی فوجوں کو ریٹینگ بندوقیں بھی تقسیم کی گئی ہیں نقل و حرکت افواج میں سہولیت پیدا کرنیکے لئے تجاویز سوچی جاتی ہیں چنانچہ دولت عثمانیہ کے جدید قانون نقل و حرکت افواج کی بناء پر ممالک محروسہ کے ہر شہر میں ایک کمیشن ۱۸۹۱ء میں بٹھایا جانیوالا تھا کہ جسکی ابتداء سب سے پہلے دمشق میں شہزادہ احمد پاشا کی صدارت سے ہوئی تھی مدارس حربیہ ہر ایک صیغے کے جدید قائم کئے گئے ہیں چنانچہ اللہ کی مدرسہ حربیہ سے ۱۸۹۱ء میں ۲۰ طلباء نے امتحان پاس کیا جنمیں سے ۶ کو جنرل اسٹاف کے لئے مزید تعلیم حاصل کرنیکا حکم ہوا چار دیا پانی سیکھنے کی لئے عبدالحلیم نوری آفندی کو سپرد کئے گئے۔ اور ابتک فوج میں نئی عہدے دیئے گئے سلطان المعظم کی افواج قاہرہ ہارٹینگ سنگین بندوقوں سے مسلح کی گئی ہیں۔ کروپ کی توپیں توپخانوں میں داخل کی گئی ہیں۔ چنانچہ اسی سال ۱۴ کروپ توپیں محکمہ بحری میں تیار ہوئی ہیں۔

Marfat.com

ندار ہوگا مگر یہاں بھی سلطان کا مصلحانہ ہاتھ کسی قدر خرچ ایسی طرح گھٹانے سے کہ طاقت بھی کم نہ ہونے پائی ہے۔
دوسرے ملکوں کی طرح جبریہ فوجی خدمت کے اصول کو برتنے سے عثمانیہ گورنمنٹ اس روپے کا بہت بڑا حصہ جو
القیٹر فوجوں کو دینے میں صرف ہوتا تھا بچا کر افسروں کی درستی تعلیم اور تبری بحری فوجوں کی درستگی میں خرچ کرتی
ہے۔ ترکی افسروں کی ایک خاص تعداد وہ فنون جنگ سیکھنے کیلئے جن کو اس فن کے بڑی بڑی پروفیسر عملیں
لاتے ہیں ہر سال پرشیا کو بھیجی جاتی ہے سٹاف افسروں کے مختلف گروہ ہر سال کل سلطنت میں جنگی دورہ
رنیکے لئے بکثرت بھیجے جاتے ہیں کہ وہ ملک کی قدرتی کیفیت سے واقف ہوں۔ ترکی ایجنٹ متعینہ ممالک
غیر اُن ایجادوں کی کیفیتیں جن کے استعمال سے جنگی طاقت کو زیادہ تقویت پہونچے برابر قسطنطنیہ کو بھیجتے
رہتے ہیں۔ اور اگر یہ نئی اصلاحیں مناسب معلوم ہوتی ہیں تو فوراً استعمال میں لائی جاتی ہیں موجودہ جنگ و جدال
کا نہایت ضروری چیزوں میں سے ایک ریلوے بلٹن ہے۔ یہ بھی قایم ہو رہی ہے۔ اور ٹرکی کی جنگی تیاری اب اس
درجہ کی ہے کہ وہ شخص جو فنون جنگ سے پورے ماہر ہیں بتلاتے ہیں کہ اگر اب کوئی دوسری شمال کی
روحانی مقدس مورت (یعنی زار) خونریزی اور آتش فروزی کی کسی دوسری نئی مہم کیلئے چڑھائی کرے گی
تو اس کی آؤ بھگت اُس لڑائی سے بہت ہی مختلف ہوگی۔ جو کہ اُس کے پچھلے غاصبانہ صلیبی حملہ
کے وقت کی گئی تھی۔

ترکی بیڑہ جہازات ہر وقت سلطنت کا ایک مضبوط بازو رہا ہے۔ اور یہ صرف موقع نہ ملنے کے باعث تھا

۳۱ سنہ ۱۸۸۸ء میں سلطان المعظم کے محکمہ بحری میں پندرہ بڑے اور ۲۰ چھوٹے آہنی جہاز ۱۱ انانیٹر ۱۵ سٹیمر اور ۷۰ ادنیٰ
جہاز اور ۲۰ تارپیڈو کی کشتیاں تھیں اور اب وقت اُن میں ترقی ہو رہی ہے جو کہ مطالعۂ اخبارات روم سے معلوم ہوسکتی ہے
بحری افسروں کے لئے جزیرہ خلکی میں خاص مدرسہ ہے۔ اور قسطنطنیہ اور اسمیہ میں تعلیم متعلقہ توپخانہ کے لئے انگریزی طرز پر ایک
ایک تین ہزار ٹن کا جہاز مقرر کیا ہوا ہے۔ مسٹر ای جے ریڈ صاحب ملکہ معظمہ کے محکمہ بحری کے سابق چیف کنسٹرکٹر لکھتے ہیں کہ
اگرچہ باب عالی نے اپنے آہنی جہازات کی بیڑہ کو بالکل مستوی طرز پر بنانے میں بڑی غلطی کی ہے۔ تو بھی جنگی کارروائیوں
کے لئے یہ بڑی ہی زبردست اور پایدار طاقت ہے ✦

سنہ ۱۸۸۰ء میں سلطنت عثمانیہ کی بحری و تجارتی بیڑہ کی جو حالت تھی وہ معہ اُس وقت کے بڑے بڑے آہنی جہازوں کی
فہرست کے ذیل میں درج ہے۔ اور چونکہ آہن پوش جہازات کی بیڑہ میں بہت رد و بدل ہو چکا ہے چند پرانے آہن پوش
فروخت کر دیئے گئے ہیں اور کئی جدید تیار کئے گئے ہیں اسلئے اُنکے جدول معہ تجارتی بیڑہ کی مجمل کیفیت کی جسمیں حیرت
انگیز ترقی ہوئی کتاب اقعات روم و معاہدات خصلی ٹرکی کی موجودہ حالت میں درج کر دی گئی ہے۔ یہ پرانی
جدول سلئے رہنے دی گئی ہے کہ ناظرین کو نسبتی حالت معلوم ہو جائے ✦ {باقی اگلے صفحہ پر}

Marfat.com

پچھلی لڑائی میں وہ قوم کی نمایاں خدمت نہ کرسکا۔ مجھے معتبر ذریعوں سے خبر ملی ہے کہ وہ ایسا کبھی مضبوط
جنگ کے لئے ہر وقت تیار نہ تھا جیسا کہ اس وقت ہے۔ بائیس اوّل درجے کی تارپیڈو کشتیوں کی حال ہی کی ایزادی

بقیہ حاشیہ صفحہ (۸۹)

پندرہ بڑے آہنی جہازوں کے نام جو ۱۸۸۹ء میں عثمانیہ جنگی بیڑہ میں تھے

نمبر شمار	نام جہاز	سطح آب پر آہنی چادر کی دبازت	توپ: تعداد	توپ: وزن	طاقت اسپ	وزن ٹن میں	درجہ
۱	مسعودیہ	۱۲-انچ	۱۲ ۹	۱۸ ٹن ۶½ ٹن	۵۵۰۰	۹۱۴۰	اوّل
۲	نصرتیہ	۱۲-انچ	۱۲ ۹	۱۸ ٹن ۶½ ٹن	۵۵۰۰	۹۱۴۰	〃
۳	مہندوزیہ	۱۲-انچ	۱۲ ۹	۱۸ ٹن ۶½ ٹن	۵۵۰۰	۹۱۴۰	〃
۴	عزیزیہ	۱۰-انچ	۱ ۱۵	۱۲ ٹن ۶½ ٹن	۴۸۰۰	۶۴۰۰	دوم
۵	ارخانیہ	۱۰-انچ	۱ ۱۵	۱۲ ٹن ۶½ ٹن	۴۸۰۰	۶۴۰۰	〃
۶	محمودیہ	۱۰-انچ	۱ ۱۵	۱۲ ٹن ۶½ ٹن	۴۸۰۰	۶۴۰۰	〃
۷	عثمانیہ	۱۰-انچ	۱ ۱۵	۱۲ ٹن ۶½ ٹن	۳۰۰۰	۴۲۰۰	〃
۸	آثار توفیق	۹-انچ	۸	۱۲ ٹن	۳۰۰۰	۴۲۰۰	〃
۹	فتح بلند	۹-انچ	۴	۱۲ ٹن	۱۸۰۰	۳۷۶۰	سوم
۱۰	مقدمہ خیر	۹-انچ	۴	۱۲ ٹن	۱۸۰۰	۳۷۶۰	〃
۱۱	اجلالیہ	۷-انچ	۴	۱۲ ٹن	۱۶۵۰	۲۴۰۰	〃
۱۲	آثار شوکت	۷-انچ	۱ ۵	۱۲ ٹن ۶½ ٹن	۱۶۵۰	۲۴۰۰	〃
۱۳	نجم شوکت	۵½-انچ	۱ ۵	۱۲ ٹن ۶½ ٹن	۱۵۰۰	۲۲۲۸	〃
۱۴	عون اللہ	۵½-انچ	۴	۱۲ ٹن	۱۲۰۰	۱۴۰۰	〃
۱۵	معین ظفر	۵½-انچ	۴	۱۲ ٹن	۱۲۰۰	۱۴۰۰	〃
۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰

۱۸۸۵ء میں جنگی بیڑہ جہازات میں ۲۰۴۶۴ ملاح اور ۲۰۶۰ بحری سپاہی تھے۔ ترکی تجارتی بیڑہ جہازات کا جون ۱۸۹۵ء
میں کل وزن ۱۰۱۵۰۰ ٹن تھا جن میں بعد ساز تک سفر کرنے والے ۲۰۳ بادبانی جہاز وزنی ۳۴۵۰۰ ٹن اور ۱۰۵ اسٹیمر
وزنی ۳۳۵۰۰ ٹن تھے۔ موجودہ بحری و تجارتی جہازات کی تعداد کے لئے دیکھو کتاب ٹرکی کی موجودہ حالت۔

یہاں ایک آرٹیکل ترکوں کی موجودہ حالت پر ایک اردو اخبار سے نقل کیا جاتا ہے۔ جو اپنی حالت آپ ظاہر کردیگا

Marfat.com

دس کے کمانڈر اس قابل ہو گئے ہیں کہ ہر ایک بحری لڑائی میں بےخوف و خطر شریک ہو سکیں اور عثمانی بحری طاقت کے پرانے جلال و شوکت کو پھر تازہ کریں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۰ "ترکوں نے اپنے تمام انتظاموں کے ساتھ اپنی فوجوں کو بہت ترقی دلا دی ہے۔ انگریزی عبارات جو اکثر ہمیشہ انکی عیب جوئی میں رہا کرتے ہیں اب وہ بھی اعتراف کرتے جاتے ہیں۔ کہ ترکی فوجیں اب بہت قوی ہیں پونیر بحوالہ ڈیلی کرانیکل لکھتا ہے کہ گو کیسا ہی خراب انتظام ٹرکی کا ہے۔ مگر سلطان بہرکیف اپنی فوج کو آراستہ رکھتے ہیں تھوڑی ہی مدت کے بعد چھ لاکھ ریٹینگ رائفل بندوقیں فوج کے ہاتھ میں یا میگزین یا سلح خانے میں ہونگی۔ توپخانے میں چند توپیں ریکے کارخانہ کی ہیں جن سے بہتر یورپ میں نہیں ہیں۔ انچاس رسالے ایشیائی ٹرکی میں بھرتی ہو کر اب فوج میں شریک کئے گئے ہیں سلطان کے جہازوں کا بھی حال بہت عمدہ حال ہے۔ یہ سب انتظام موجودہ سلطان المعظم کی بیدار مغزی اور سرگرمی سے عمل میں آئے ہیں۔ ان سے پیشتر انتظام مملکت دراصل خراب تھا۔ ترکی اخبارات اور وہاں کی خبروں کے ذریعے سے معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ سلطان نے بہت اچھی طرح سمجھ لیا۔ کہ یورپ کی عام رفتار کیا ہے سابق میں ترکوں کو یورپ سے نکالنے کے لئے کروسیڈ کے نام سے بڑی بڑی معرکہ آرائیاں ہو چکی ہیں بڑے بڑے اتفاق ہوئے۔ بڑی بڑی فوجیں جمع ہوئیں لیکن ترکی فوج نے ہمیشہ سارے یورپ کا مونہہ پھیر دیا۔ اور کبھی ترکوں کے مقابلہ میں کسی قوم کو کامیابی نہیں ہو سکی یورپ نے ان علانیہ کوششوں میں تھک کر زمانہ حال کی حکمت عملیوں کے مطابق ایک ایسا کروسیڈ شروع کیا جس کی بنا صرف باہمی نفاق اور ترکوں کی اندرونی حدود میں پھوٹ ڈالنے پر تھی۔ ترکوں میں جو اب ضعف بتایا جاتا ہے اسکی وجہ یہی ہے اور ہمکو خواہ مخواہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ روس وغیرہ کو اس قسم کی حکمت عملیوں میں ایک حد تک کامیابی ہوئی گزشتہ صدیوں کی حالت دیکھنے والا بہ مشکل سمجھ سکتا ہے کہ ترک ان دنوں کیوں اسقدر ضعیف ہو گئے ہیں جو کہا جاتا ہے کہ ترکوں میں عشرت پسندی اور دولت کی کھیل پیدا ہو گئی۔ گو ہم اسکو مان لیں مگر اس حد تک ہرگز نہ مانیں گے کہ انکا تنزل انہی باتوں سے ہے۔ صرف وجہ یہ ہے کہ یورپ جن دنوں الحظرف مذہبی کروسیڈ کے نام سے مسلمانوں کا مقابلہ کر رہا تھا۔ اُسی وقت وہاں ایک دوسرا کروسیڈ بھی شروع ہو گیا تھا جسکی غرض خود دین مسیحی سے مقابلہ کرنا تھا۔ اس کروسیڈ پر بہت سے فلسفیوں۔ بہت سی مذہبی بہادروں اور نیز مذہبی رفارمروں کی قربانیاں چڑھیں آخرکار کرسچنٹی کو نکلی کے مقابلے والے کروسیڈ میں یورپ ناکام رہا لیکن اس دوسرے کروسیڈ میں اسی کامیابی ہوئی۔ دین مسیحی برائے نام کا رہگیا۔ چرچ کی حکومت تباہ ہو گئی۔ پوپ کی وقعت میں بٹہ لگ گیا۔ اور وہی لوگ جو اپنے آپکو دین عیسوی کا پابند بتاتے ہیں۔ خود ہی مذہب کا فیصلہ کرنیوالے بن گئے۔ یورپ اسی بنا پر آج کسی مذہبی حکم کا پابند نہیں وہ اپنی ضرورت دنیاوی کیلئے ہر کام کو جائز کر لیتا ہے۔ اور پوری عقلی اصول کی پابندی کر سکتا ہے لیکن مسلمانوں نے خدانخواستہ کبھی ایسا بہانہ نہیں کیا جس کے حملوں کا اثر خود اپنے دین پر پڑتا ہو۔ ترک کسیطرح اور کسی حال مذہبی حکام کی مخالفت نہیں کر سکتے (باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

سر ہنری ایلیٹ سابق سفیر متعینہ قسطنطنیہ نے بھی اپنے آرٹیکل میں جسکا اوپر ذکر کیا ہے۔ ان
کو بیان کیا ہے جن کی نسبت میں نے بھی لکھا ہے کہ وہ عبد الحمید کی تخت نشینی کے باعث ہو

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۱) اور یہی فرق ہے جو آج ترکوں کو بمقابلہ یورپ ضعیف ثابت کر رہا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ
ترکوں نے بہت ترقی کی ہے اور روز بروز ترقی کر رہے ہیں۔ اس بیان کیلئے ہم صرف ڈیلی کرانیکل ہی کی شہادت کافی
بلکہ ایک اور یوروپین کے خیالات کی طرف توجہ کریں گے جسکو دولت عثمانیہ کی حالات پر غور کرنیکا زیادہ موقعہ ملا ہے۔
پروفیسر ڈیمبری ہیں جنہوں نے اپنے گزشتہ لیکچروں کے علاوہ ایشیائی مذہب فی الحال ایک جدید لیکچر دیا ہے۔ اس لیکچر
ٹائمز آف انڈیا نے شائع کیا ہے۔ اور ہم اوسے اخبار سے نقل کرتے ہیں:-

"پروفیسر ڈیمبری نے دوبارلس سٹریٹ مانچسٹر میں ۳ مئی کو انجوکیشن کے سامنے "مغربی تہذیب کا اثر مشرقین" کے متعلق
پر ایک لیکچر دیا۔ پروفیسر نے بیان کیا کہ ترک دیگر ایشیائی اقوام میں سے نہایت سربرآوردہ اور ترقی یافتہ ہیں۔ بظاہر وہ بالکل
یوروپین معلوم ہوتے ہیں۔ اور عادات اور قواعد بھی یوروپین کی مانند ہیں مگر افسوس تبدیلی نسوان کے گروہ میں نہیں ہوئی
عورتیں اپنی قدیم عادات اور رسومیں قائم ہیں۔ جو صدہا برس سے چلی آتی ہیں یعنی انکو یوروپین قاعدوں اور عادات کی
کلی نفرت ہے۔ تیس برس ہوئے جب میں ترکی مکان میں رہتا تھا تو مجھے حیرت ہوتی تھی کہ عورتوں میں کیسی ضد ہے لیکن اب
سلطان حال کے ظل عاطفت میں انہوں نے تہذیب کے ترقی کے لئے بہت کچھ تدابیر کی ہیں میں یہ فخر سکتا ہوں کہ میں سلطان
کا ذاتی دوست ہوں جو مغربی خیالات اور یوروپین طریقہ بود و باش سے کامل واقف ہیں۔ اور ٹرکی سلطنت میں زمانہ حال کی تہذیب
قائم کرنا چاہتے ہیں سکول کالج۔ یونیورسٹی حال کے ترکی زمانے میں بہت کچھ بڑھ گئے ہیں۔ اعلیٰ فرقہ کے لوگوں میں کوئی
شخص ایسا نہیں ہے جو فرانسیسی زبان خود بول نہ سکتا ہو۔ اور انگریزی۔ فارسی۔ بلکہ جرمنی بھی کچھ لکھ پڑھ نہ سکتا ہو
زمانہ کے علوم کو سبب درجے کے لوگوں میں بہت ترقی ہو رہی ہے ترکی انشا پردازی میں مغربی خیالات پیدا ہونیکے سبب عمدگی پیدا ہوتی
جاتی ہے تھوڑا ہی زمانہ ہوا کہ میں نے شکسپیئر کے خاص خاص ناٹکوں کا ترجمہ ترکی زبان میں بہت ہی عمدہ دیکھا تھا بہت سی انگریزی
معرکہ آرا کتابوں کا بھی ترجمہ ہو چکا ہے سلطان جدید سکولوں کے لئے صرف خاص سے دیتے ہیں یہ نوعمروں کو یورپ بھیجتے ہیں
الغرض یہ اپنے لوگوں میں روشنی پھیلانیکے لئے سعی کوشش کرتے ہیں۔ اس ترکی فرمانروا کی نسبت میں خوشی سے دیکھتا
ہوں کہ لارڈ سالسبری نے اپنی سپیچ گلاسگو میں اونکی نہایت درجہ تعریف کی ہے۔ یہ قابل حیرت ایشیائی شخص ہے اس سے
بہتر کبھی مجھے نہیں ملا۔ یہ ملکی انتظام اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے۔ اسی وجہ سے محنت میں مصروف رہتا ہے علی الصباح بیدار ہوتے
اور معاملات سلطنت شروع کر دیتے۔ بعض مرتبہ تین بجے سے پہر تک مصروف رہتا ہے اور کم خوراک ہے اور شراب نہیں پیتا اور
وہ فی الطبیعت سے محنت اپنے پر قادر ہے۔ شاید تم خیال کروگے۔ کہ ایسے اعلیٰ رئیس کی حکومت میں ترکی کو ترقی کیوں
نہیں ہوتی ہے۔ تو میرا جواب یہ ہے کہ مثل شخص کے قومیں بھی یکایک ترقی نہیں کر سکتی ہیں (باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

مگر اس موقع پر مسٹر ہنری ایلیٹ کی تواریخی صداقت اور اوس کی پولیٹیکل فراست چوک جاتی ہے۔ اور اُس کے مضمون کا کل لب لباب صرف مدحت پاشا کے تنزل اور اس کی مجوزہ کانسٹی ٹیوشن کی ناکامیابی پر نوحہ کرنا ہے۔ وہ سلطان پر بڑے زور سے اتہام لگاتا ہے کہ اُس نے وہی پرانی اور قدیمی پالیسی اختیار کرلی۔ اور اپنی رائے ظاہر کرتا ہے کہ اگر کانسٹی ٹیوشن کو کارروائی کرنے کی مہلت ملتی تو قوم میں اصلاح کی ترقی بہت ہی جلد اور بہت ہی اطمینان دہ ہوتی۔

میں مدحت یا اس کے تعریف کرنیوالوں کی نسبت سخت الفاظ کہنا نہیں چاہتی۔ اول الذکر بیشک ایک لایق اور مستعد مدبر تھا۔ اور آخر الذکر یعنی کانسٹی ٹیوشن، ایسی ہی اچھی اور ایسی ہی بری تھی جیسی کہ یکلخت گھڑی ہوئی کانسٹی ٹیوشنیں ہوتی ہیں۔

مدحت کی کانسٹی ٹیوشن کی بڑی تجویزیں جو کہ کانفرنس متعینہ قسطنطنیہ کی پہلی نشست پر مشتہر کیگئی تھیں یہ تھیں کہ چیمبرز مقرر کئے جائیں ایک سینیٹ (دیوان امراء) اور دوسرا چیمبر آف ڈیپوٹیز (مجلس وکلاء) سینیٹ کے ممبروں کو جو ملک کے بڑے بڑے رئیسوں سے منتخب کئے جائیں گے سلطان نامزد کریگا چیمبر کے ممبر قرعہ اندازی سے منتخب کئے جائیں گے۔ اور یہ دونوں کل کاروبار سلطنت دوسری یوروپین کانسٹی ٹیوشنوں کیطرح کریں گے۔ اسلام سرکاری مذہب مقرر کیا گیا مگر دوسرے مذاہب کو بھی اپنے طریقہ عبادت کی عام اجازت دیگئی۔ آزادی مطابع اور آزادی تعلیم عطا کی گئی ابتدائی تعلیم لازمی گردانی گئی۔ تمام اشخاص اختلاف مذہب کے لحاظ کے بغیر کل ملکی عہدوں کو حاصل کرسکنے کے مستحق گردانے گئے۔ جائیداد محفوظ کی گئیں خانگی مکانات بالکل مصئون کئے گئے اور آخری قاعدہ یہ بنایا گیا۔ کہ تمام ملکی عہدیدار بغیر کافی اور جائز وجوہات کے موقوف نہ ہوسکینگے۔

تاریخ نے عرصہ قدیم سے کانسٹی ٹیوشن بنانیوالوں کی تجاویز کی ناقابلیت کو ثابت کردیا ہے اور علم سوشل ازم نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۲) جس طرح کوئی تنخواہ دار کرائی ترقی نہیں کرسکتا اسی طرح تربیت بھی ترقی نہیں کرسکتی۔ ترک مثل اور ایشیائی اقوام کے آج اس درجہ پر ہیں جس درجہ پر ہم بارھویں تیرھویں صدی میں تھے جس طرح سے ہم تیرھویں صدی سے ایک کرنال کی تہذیب یافتہ نہ اسکتے تھے۔ اسی طرح ترک بھی نہ آسکتے ... نے لئے زمانہ اور تحمل درکار ہے۔ یورپ میں اس فرمانروا سے رعایت نہیں ہوتی ہمیشہ بتاتے ہیں کہ ترکی نظام برا ہے ملک برباد ہوتا ہے صنعت و حرفت اور علوم سے بے پروائی کی جاتی ہے۔ مگر وہ یہ فراموش کرتے ہیں کہ ہمنے یہ باتیں بڑی محنت اور مشقت سے حاصل کی ہیں ہمنے بڑی بڑی مشکلات سے تعصبات دور کئے ہیں دیوانگی اور پولیٹیکل ظلم کو موقوف کیا۔ اگر ترکوں کو وقت مناسب ملے جس میں رفتہ رفتہ عمدگی کی ترقی ہو تو مجھے شک نہیں کہ سلطنت سنبھل جائے گی۔ اور بہت بڑے مشرقی مسئلہ کی مشکل آسان ہو جائیگی +

ہیں پڑھا دیا ہے کہ سلطنت ایک ایسی ترکیب ہے۔ جو کہ اُدھڑتی بھی ہے۔ اور بنتی بھی ہے۔ نہ کہ وہ ایک عمارت ہے کہ کسی معمار یا انجنیر کی لیاقت یا مرضی سے بنائی جاسکے۔ یا تبدیل کیجا سکے۔ اسمیں کوئی شک نہیں۔ کہ مدحت پاشا کی نیک نیتی کی تجاویز کو عمل میں لانیکی مہلت نہ ملی لیکن اسکا بہت بڑا سبب ہنری ایلیٹ کی اپنی ہی گورنمنٹ تھی۔ مگر علم سوشل ازم کے جاننے والے کو ساتھ ہی یہ اچھی طرح معلوم ہوگا۔ کہ اسکی ناکامیابی کی بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ قوم جسپہ یہ جبراً داخل کی گئی تھی پولیٹیکل ترقی کی اس سطح پر ابھی تک نہیں پہونچی تھی۔ جس پر ہی صرف ہر ایک قسم کی کانسٹی ٹیوشنیں چل سکتی ہیں۔ ہمارے انگریز بھائی جنمیں صدیوں ہی سلف گورنمنٹ جاری ہی جو اپنے بادشاہوں سے کئی دفعہ لڑائی کر چکے ہیں۔ جو سرکاری عہدوں کو بُری نظروں سے دیکھتے رہے ہیں۔ اور جو مختلف مجلسیں۔ کونٹی کونسلیں انتظام کلیسیا۔ قرعہ اندازیوں کی صندوق اور ناجائز عملوں کے انسداد کے ایکٹ اور کیا کیا کچھہ نہیں رکھتے۔ یہ بہت جلد خیال کر لیتے ہیں کہ کانسٹی ٹیوشنل حکومتیں کوہ سینا (۶) پر دی گئی تھیں۔ اور وہ تمام بادشاہ بدذات ہیں جو انہیں قایم نہیں ہونے دیتے۔ اور وہ کل قومیں بیوقوف ہیں جو اُن کے قیام کی درخواست نہیں کرتیں۔ ہمارا وہ ہموطن جو طبقہ درمیانی کا فرد ہے (وہ آدمی جو سفید ٹوپی پہن کر جو بہتہ گاڑی میں سوار ہوتا ہے)* کیا یہ بھول گیا کہ حکومت کے مختلف طریقے مقصد حاصل کرنیکے ذریعے ہیں۔ اور یہ کہ جو وسایل ایک قوم یا رعایا کے ہاں اس مقصد تک بہت جلد پہونچا دیتے ہیں دوسری قوم کے ہاں بالکل ہی اُلٹا نتیجہ پیدا کر دیتے ہیں۔ ایک امر جو لنڈن یا نیویارک میں بدچلنی کو روکتا ہے قسطنطنیہ اور بغداد میں اُسے اَور بڑھاوے گا۔

اس لئے مجھپر جو کہ ایک انگریز عورت ہوں اور جسے آزادی سے کچھہ تھوڑی سی محبت نہیں ہے جو مطلق العنانی کو بھی ایسی بہت پسند کرنیوالی نہیں یہ امر بخوبی واضح ہے کہ وہ شخص جو عبد الحمید پر الزام لگاتے ہیں کہ اُس نے اپنے ملک کی اُٹھتی ہوئی آزادی کو بالکل لتاڑ دیا۔ اور قدیم تاریک پولیسی اختیار کر لی ہے۔ یا تو بہت ہی بڑی بے ایمانی کا مجرم ہے یا پولیٹیکل قابلیت اور علم حقوق انسانی سے بالکل بے بہرہ ہے۔ بات یہ ہے کہ سلطان المعظم ان دونوں امروں میں ان پولیٹیکل عالمان خود فروش کی نسبت بہت ہی زیادہ فوقیت رکھتے ہیں۔ اِس لئے اُنہوں نے صورتوں سے واقعات کو اور نقلوں سے اصلیتوں کو معلوم کر لیا۔ اور یوروپ کی نیک نیتی (طنزاً) سے بتائی ہوئی اصلاحوں کو نظر انداز کر کے اپنی ہی ذات میں طرز حکومت کو محدود رکھا۔ اور صرف یہی امر اُس رعایا کے مذاق اور احتیاجات کے مناسب تھا جسکی بہتری اور آسایش کیلئے خداوند کریم نے اُنکو ذمہ دار بنایا ہے۔

---

(۶) کوہ سینا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جانے اور اُس احکام ربی کے حاصل کرنیکی طرف اشارہ ہے کہ انگریز لوگ آئینی حکومتوں پر ایسے فریفتہ ہیں کہ گویا اُن کے قیام کا بھی اس موقعہ پر خداوند کریم نے حکم دیدیا تھا۔

* یعنی گلیڈ سٹون۔

زمانہ گزشتہ کے ایک بڑے مشہور مشرقی مدبر (حضرت سلیمان) نے جسے عموماً خیال کیا جاتا ہے کہ اس دنیا کی دانائی کا بڑا حصہ عطا ہوا تھا۔ بیان کیا ہے کہ "مشوروں کی کثرت میں ہمیشہ ابتری ہے" پس ایسی ابتری اور اسکے خوفناک نتائج سے سلطان عبد الحمید نے اپنی رعایا کو بچایا ہے۔ اور میں بڑی اطمینان سے ہر ایسے شخص کے پاس اپیل کرتی ہوں جو روم میں رہا ہے۔ اور جو اُس کے باشندوں کی خیالات اور خواہشوں کو جان سکتا ہے کہ وہ بتائیں کہ اگر روم کی قسمت ایک واہیات پارلیمنٹ کے سپرد کی جاتی تو کیا اُنکے خیال میں یہ ممکن تھا کہ میں اُن صلاحوں کی اتنی بڑی لمبی فہرست لکھہ سکتی۔ جبکہ اُن فیاض اور فائدہ رسان کاموں کی بہت بڑی تعداد کا ایک تھوڑا سا حصہ ہے جسکو سلطنت عثمانیہ کے موجودہ صدر نے شروع کیا ہے۔ اور جو یا تو مکمل ہوگئی ہیں یا قریب التکمیل ہیں۔

میں اس سے انکار نہیں کرسکتی بلکہ سچے دل سے یقین رکھتی ہوں کہ وہ دن ضرور آئیگا جب روم سلف گورنمنٹ خود حکومت کرنیوالی سلطنت ہوگی۔ مگر یہ دن مدحت پاشا کی تجاویز کی نقلی سلف گورنمنٹ سے بجائے بہت جلد آنے کے اور زیادہ پیچھے پڑ جاتا۔ اور اُسی طریقے سے جو سلطان اور اُس کے وزراء نے اختیار کیا ہوا ہے وہ وقت جلد آسکتا ہے۔ امیر المؤمنین عبد الحمید کے چال چلن کی نسبت ایک چشم خود دیکھنے والے نے اسکی سلطنت کے پہلے ہی مہینے کے اخیر میں اس طرح پر لکھا ہے:۔

"ہر ایک اہم ملکی معاملے میں سلطان عبد الحمید کی ذاتی راؤں نے ایک بہت بڑا اور قطعی اقتدار حاصل کرلیا ہے جو اقتدار دن بدن بڑھ رہا ہے۔ مگر یہ اُس کے متقدمین کے رعب سے بالکل ہی مختلف قسم کا ہے یہ طفلانہ یا متلون مزاجوں کیسی مداخلت نہیں جو عارضی ترنگوں یا خفیہ مشورہ یا پوشیدہ دباؤ کا نتیجہ ہو۔ بلکہ یہ مداخلت سلطان کی طرف سے تمام امور سلطنت پر ہر ایک قسم کی آگاہی وقدرت حاصل کرنے اور پھر اُس آگاہی کی بنیاد پر اپنی رائے قایم کرنیکی باقاعدہ کوشش ہے۔ وہ کدورت جو شروع شروع میں اُس کے دل میں اُن وزیروں سے پیدا ہوگئی تھی جو اُس کے ماقبل حکومت کی اخیر میں بہت کچھہ چالاک ہوگئے تھے پوری واقفیت پیدا ہونیکے بعد بالکل دور ہوگئی ہے اور وہ تعلقات جو اُس کے اور اُنکے درمیان قایم ہوگئی ہیں عجب ہی قسم کے ہیں۔ صدیوں کے قواعد وآداب کی مطابق سلاطین [illegible] ل دنیا کی طرح اپنے وزیروں کے ساتھہ بھی بہت کم خلا ملا رکھتی ہیں۔ مگر موجودہ سلطان نے اس تنہائی کی عادت کو توڑ دیا ہے۔ وہ اُنکو اپنے حضور میں بیٹھنے کی اجازت دیتا ہے۔ اور کونسل میں معاملات پر بحث کرتا ہے۔ حال ہی میں تجارت وحرفت کو ترقی دینے۔ زراعتی مدارس کے کھولنے اور آزمایشی زراعتی فارم قایم کرنیکی بڑی خواہش ظاہر کی ہے (اور اسکی یہ خواہش پوری ہوگئی ہے) اور اس نے اپنی ذاتی خدمات کے لئے اُن افسروں کو منتخب کیا ہے جنہوں نے یوروپین تعلیم پائی ہے۔ اور جو صرف اِن زبانوں کو ہی بول سکتے ہیں۔ بلکہ یوروپ کے مہذب ملکوں کے بڑے بڑے اعلیٰ خیالوں سے بھی واقف ہیں۔"

Marfat.com

اگر سوائے مندرجہ بالا دلائل کے کسی اور ثبوت کی بھی ضرورت ہو کہ ایسے شخص کی براہ راست حکومت روم جیسی ملک کی رعایا کے لئے منتخب مجلسوں کی حکومتوں کی نسبت بہت اچھی ہو تو مجھے یہ ثبوت بلگیریا کی حالت سے مل سکتا ہے جس برس سے عہد نامہ برلن کے مطابق وہ خود مختار رہا ہے اُس سال سے لیکر آجتک یہ بد قسمت صوبہ سازشوں اور بد امنی کا آتش کدہ بن رہا ہے ہر ایک سرکاری عہدہ خالی ہونے پر بہکانیوالی اجنبی ایجنٹوں کو سازش کرنیکا ایک نیا موقعہ دیتا ہے کہ اپنی سلطنت کی اغراض کا کوئی ہوا خواہ مقرر کرا دیں اور وہ لوگ (یعنی ایجنٹ) ہر ایک نئے منتخب کنندے* سے رشوت دیکر اپنا مطلب نکال لینا ممکن سمجھتے ہیں پچھلی لڑائی میں روسی سپاہیوں میں یہ عام گفتگو ہوتی تھی۔ کہ ان دہقانوں کیحالت جن کو ہم آزاد کرنے کے لئے آتے ہیں۔ ہمارے باپوں اور بھائیوں کیحالت سے جن کو ہم (روسی سپاہی) پیچھے چھوڑ آئے ہیں بدرجہا اچھی ہے اگر یہ خوشحالی بلگیریا کے کسانوں میں اب نہیں پائی جاتی۔ (اور کل شہادتیں ثابت کر رہی ہیں کہ یہ روز بروز غائب ہو رہی ہے) تو اُنکو اپنے آزاد کنندوں اور خود اپنی مجلس (مجلس وکلاء) کا اِس تبدل کے لئے شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔

تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے کہ تمام انگریزی اخباروں میں ایک فقرہ شایع ہوا تھا جسمیں بادشاہ اٹلی کی ایک سرگزشت بیان کی گئی تھی جس پر انگریزی جمہوریہ خیالات والوں نے بادشاہ موصوف پر بڑی تحسین و آفرین کی اسمیں یہ بیان تھا کہ جب بادشاہ ہمبرٹ نے چند باغوں کا معائنہ کرتے وقت خیال کیا کہ اُسکی وفادار رعایا میں سے یہاں کوئی بھی موجود نہیں ہے تو کہا معلوم ہوتا ہے کہ میرے لوگ اِس جگہ کی خوبیوں اور آسائشوں کا بہت ہی کم حظ اُٹھاتے ہیں۔ جب اُسسے یہ کہا گیا کہ اُس کے معائنے کے دوران تک عام لوگ باغ سے نکالے گئے ہیں تو اُسنے اُنکو فوراً داخل کئے جانیکا حکم دیا اور طرفۃ العین میں باغ ایک شکر گذار اور وفادار انبوہ سے بھر گیا۔ مگر عبد الحمید کی زندگی کا ایک ایسے ہی واقعے نے کوئی ایسی مشکورانہ شہرت نہ پائی یلدز کوشک کے باغ میں جو کہ اُسکی پیاری جائے رہائش ہے۔ ایکدن کھانا کھاتے وقت اسنے دروازے کے باہر ایک بڑے انبوہ کو مجتمع دیکھا جو کہ ان باغوں کو ایک نظر دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسنے فوراً دروازے کے کھولے جانیکا اور اُن تمام لوگوں کو جو اسجگہ اکٹھے ہوئے تھے۔ داخل کئے جانیکا حکم دیا۔ اور اس وقت سے لیکر پبلک اِن باغوں میں جو تبتک بالکل ممنوع الاجازت تھے۔ برابر داخل پاتی ہے بعض خاص مغربی بادشاہ (مثلاً شاہان روس) جو خیال کرتے ہیں کہ برقعہ پوش پیغمبر کی وضع (یعنی رعایا سے بالکل الگ رہنا) اُنکے آداب سلطنت کے شایاں ہے ایسا ہی عمل کریں اُس خونریزی کو جو ہو نیوالی

* منتخب کنندہ یا الیکٹر وہ لوگ ہوتے ہیں جو پارلیمینٹ یا کسی اور ریپریزنٹیو جماعت کو ممبروں کو انتخاب میں رائے دینے کا استحقاق رکھتے ہیں پر الیکٹر یا رائے دہندہ کہتے ہیں اور اُن لوگوں کو اکثر رشوتیں دیکر اپنے حسب پسند ممبر کے انتخاب پر آمادہ کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

ہو رہی ہے۔ شاید کسیقدر سنبھال سکیں۔ یہ صفحے اُن خانگی رازوں کے بیان کرنیکے لئے نہیں ہیں۔ جن کی حفاظت ایک شہنشاہ اور ایک بھنگی کو یکساں مدنظر ہوتی ہے۔ مگر میں صرف ایک ایسا امر بیان کئے دیتی ہوں جسکو قسطنطنیہ کا ہر ایک باشندہ جانتا ہے یعنی کہ سلطان کی پرائیویٹ زندگی بجائے ایک مشرقی شہزادہ کی حالت کے عام مروجہ خیالوں کے مشابہ ہونیکے بالکل ایک انگریزی جنٹلمین سے ملتی جلتی ہے۔ منجملہ اور ملکی اصلاحوں کے اُسنے حرم کے خرچ کو بہت ہی کم کردیا ہے۔

وہ نہایت ہی خطرناک ذمہ داری جو مطلق العنان بادشاہوں کی قسمت میں لکھی ہے۔ انکو اُن فیصلوں کے قایم کرنے میں ہے جنپر اُنکی بدقسمت خطاوار رعایا کی جانیں منحصر ہوتی ہیں زندگی اور موت کے اختیارات کو استعمال کرنیکے ہر ایک موقعہ پر ہمیشہ مدعائے رحم کو مدنظر رکھا۔ اُس نے سنگدل انصاف کے دعووں کے خلاف فیصلہ کیا ہے اور اپنی تخت نشینی کیوقت سے لیکر آجتک اُسنے ایک بھی حکم موت پر دستخط نہیں کیا۔

سلطان کی پالیسی کو پورا کامیاب کرنے اور اُسکے ایام حکومت کو اُسکی وسیع سلطنت کی کروڑوں رعایا کے لئے ایک خالص بابرکت زمانہ بنانیکے لئے اب صرف ایک ہی چیز کی بڑی ضرورت ہے یعنی یورپین حملہ آوری اور تخریبی سازشوں سے ایک امن و امان کا زمانہ۔ اگر انگلستان اور اُس کے مددگاروں نے اپنی رعایا کے بہت بڑے حصوں میں سے تباہی اور پریشانیوں کو خارج کردیا ہے اور اپنے جیلخانے اور غریب خانوں کو خالی کردیا ہے اور اپنے گرجوں اور کارخانوں کو نمازیوں اور مزدوروں سے پُر کردیا ہے اور اپنے انسانی ہمدردوں اور پولیٹیکل اور سوشل مصلحوں کی زائد طاقت کو کوئی نیا شغل دینا چاہتے ہیں تو اُن کو نیکی اور ہمدردی کی قسم ہے کہ وہ برائے خدا اپنی توجہ اُس سلطنت (روس) کیطرف مبذول کریں جو ایک بڑے سیاہ بادل کی طرح آرکنجل سے لیکر بحیرہ اسود تک پھیلی ہوئی ہے وہ اپنی منت کی یادداشتیں اپنی مناسب نصیحتیں اور اپنی دھمکیاں اُس بادشاہ کو دیں جس کی فاقہ کش اور ظلم رسیدہ کروڑوں رعایا کی زبانوں سے سینوں و تباہیوں کی بہت بڑی آہ و زاری کا سلسلہ ہر وقت ان ناخوش آسمانوں پر چڑھ رہا ہے۔ سائبیریا کی کانوں میں انتظام ملکی کے باعث جلاوطن شدہ اور بڑے بڑے شہروں کی تاریک زندانوں میں پولیٹیکل قیدی اُس شمالی مقدس مورت کو جنکے جی سے اپنی رہائی کیلئے دن رات دعا مانگتے ہیں خواہ وہ اس [illegible] کیوں نہ ہو کہ انکی تمام باقی ماندہ عمر وحشی ترک کی مملکت میں صرف ہو لیکن اگر شاہان [illegible] نے عیش ایک نہایت ہی ظالم نہایت ہی غدار اور نہایت ہی [illegible] ظلم کے معاملات [illegible] اخبار دنیا کی میں کوئی پلید لعنت نہیں ہوئی مداخلت کرنیسے ڈرتے ہیں تو وہ اتنا ہی جا کر کہیں کہ وہ اُس بادشاہ کو [illegible] جو اپنی تمام رعایا کو اُن تمام شخصوں کی جن کی [illegible] نظارہ دکھلا رہا ہے جسکی ہماری بڑی نادر شاعرانہ دلی آرزو کی تھی یعنی [illegible] ایک عالم آشوب طوفان [illegible] ایک مضبوط بازو قائم ہے

Marfat.com

(۴)

باب چہارم

معاملات مصر[۳۵]

یہانتک سلطان روم کی ذمہ داریوں اور فرائض کو بیان کرتے ہیں اور اس طریقے کو جتانے ہیں جس سے

[۳۵] مصر ۱۵۱۷ء میں سلطان سلیم اول نے مملوکوں سے فتح کرکے داخل ممالک محروسہ عثمانیہ کیا جس وقت سے لیکر ۱۸۰۵ء تک برابر راست سلطان کے زیر حکومت رہا۔ محمد علی پاشا ۱۸۰۵ء میں سلطان سلیم ثالث کے وقت مصر کا وائسرائے مقرر کیا گیا۔ جس نے ۱۸۱۱ء میں باغی ہوکر مصر میں خود مختار حکومت قائم کی اور شام کو بھی فتح کرلیا اور مقام کونیہ پر عساکر سلطانی کو ہزیمت فاش دی۔ آخرکار ۱۸۴۰ء میں سلطان عبدالمجید کے وقت اسکی افواج کو بمقام عکہ شکست کامل ملی۔ اور محمد علی پاشا نے اطاعت قبول کی۔ بذریعہ فرمان موضہ ۱۳ فروری ۱۸۴۱ء کے رو سے مصر کی گورنری محمد علی کے خاندان میں ہمیشہ کیلئے قائم کیگئی۔ وراثت کا طریقہ خاندان عثمانیہ کیطرح مقرر کیا گیا یعنی سابقہ حکمران کی جگہ خاندان کا سب سے بڑا تخت نشین ہو۔ اور محمد علی پاشا اور اسکے جانشینوں کو والی یا وائسرائے کا خطاب دیا گیا مگر یہ خطاب سلطان عبدالعزیز کے وقت فرمان شاہی مورخہ ۱۸۶۶ء کے مطابق خدیو مصر سے تبدیل کیا گیا اور اسی فرمان شاہی کے مطابق مصر کا خراج ۳۷۶۰۰۰ پونڈ سے ۷۲۰۰۰۰ پونڈ تک بڑھایا جاکر طرز وراثت تخت نسلاً بعد نسل یعنی باپ سے بیٹے کو ملنے کی قائم کیگئی۔ اور خاندان عثمانیہ کا طریقہ منسوخ کیا گیا۔ اور سب سے اخیری فرمان مورخہ ۸ جون ۱۸۷۳ء کے رو سے سلطان نے اسمٰعیل اول کو ممالک غیر سے عہدنامہ کرنے اور اپنی علیحدہ افواج قائم رکھنے کے اختیارات بخش دیے۔ اسمائے خدیوان مصر حسب ذیل ہیں:۔

نام خدیو	تولد	وفات	ایام حکومت	نام خدیو	تولد	وفات	ایام حکومت
محمد علی بانی خاندان	۱۷۶۹ء	۱۸۴۹ء	۱۸۱۱ تا ۱۸۴۸ء	اسمٰعیل[غ]	۱۸۳۰ء	۲ مارچ ۱۸۹۵ء کو قسطنطنیہ میں فوت ہوئے	۱۸۶۳ء [illegible]
ابراہیم پاشا ابن محمد علی	۱۷۸۹ء	۱۸۴۸ء	جون تا نومبر ۱۸۴۸ء	توفیق پاشا	۱۹ نومبر ۱۸۵۲ء	۷ جنوری ۱۸۹۲ء	۸ اگست ۱۸۷۹ء تا ۷ جنوری ۱۸۹۲ء
عباس حلمی نبیرہ محمد علی	۱۸۱۳ء	۱۸۵۴ء	۱۸۵۴ء	عباس ثانی[*]	۱۴ جولائی ۱۸۷۴ء	زندہ	۷ جنوری ۱۸۹۲ء
سعید بن محمد علی	۱۸۲۲ء	۱۸۶۳ء	۱۸۵۴-۱۸۶۳ء	..	..	..	(باقی برصفحہ ۹۹)

[غ] ۱۲ ۔ مارچ کو قاہرہ کی مسجد الرفاعیہ میں دفن ہوئے۔

[*] ۲۰ فروری ۱۸۹۹ء کو اُن کے ہاں ایک حرم سے لڑکی تولد ہوئی۔ تھوڑے عرصہ بعد خدیو مصر نے اس سے شادی کی۔ جولائی ۱۸۹۹ء کو اسی بیگم کے بطن سے ایک اور لڑکی پیدا ہوئی۔

اس عہدہ کے موجودہ قابض نے انہیں بنایا ہے جس نے اس لکھا ہے کہ وہ ومہ داریاں گویا صرف دونوں ہی بے غلطیوں تک محدود ہیں اور اگرچہ یہ امر مغربی پولیٹیکل ممالک مغربی کی حکمت عملی) کی خواہش کے عین مطابق ہو کر

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۸) نوجوان خدیو عباس نے بہ ادلہ توفیق کی بعد تعلیم چھوڑ کر تخت پر بیٹھ گیا۔ اس کا ایک چھوٹا بھائی محمد علی بھی اسکی ہمراہ یورپ میں تعلیم پاتا رہا ہے۔ خدیو کی اپنی تنخواہ سالانہ ۱ لاکھ پونڈ اور اسکے دادا اسمٰعیل معزول کی ۵۰ ہزار پونڈ اور اسکے علاوہ ان کے خاندان کے کل لوگوں کو ۰۰ ہزار پونڈ سالانہ ملتا ہے۔ ۱۸۹۲ء میں کل آمدنی ۲۲ ۱۱۹۲ ۵۸ پونڈ اور خرچ ۲۲ ۱۱۹۲ ۷۰ پونڈ تھا۔ بنی ۶۵۰۰۰ پونڈ کی خالص بچت رہی اب بھی تقریباً اسیقدر آمدنی اور خرچ ہے کل بیرونی قرضہ جس کی ضمانت میں مختلف صیغۂ آمدنی کے مکفول ہیں ۳۰۹۰ ۹۷۹۵ پونڈ ہے اور جس کی ضمانت میں کوئی مد مکفول نہیں ..... پونڈ ہے روم کے جنگ کے اختتام پر فوج صرف ۱۸ ہزار رہگئی تھی اور اب ۸ رجمنٹ فوج پیدل کی ہیں ہر ایک رجمنٹ تین بٹالین کی ہے اور ۹ پلٹنیں انفل کی اور ۱۴۴ توپیں ہیں جون ۱۸۹۳ء کے اخیر میں مصری محکمہ بحریہ میں کارڈ تین بڑی بڑی کشتیاں خدیو کیلئے ہیں ایک کروزر ۴ ہزار ٹن وزنی اور ۸۰۰ کی طاقت والی ہے اور ۴ اگن بوٹ ہیں جنکا وزن مجموعی ۱۹۲۷۶ ٹن ہے سلطنت مصر کا رقبہ و آبادی جبکہ ممالک سوڈان وسط افریقہ جو ۱۸۲۰ء میں فتح کیے گئے اور ۱۸۸۳ء میں مطلقاً آزاد ہوگئے ۴۰۰۲۲۰ میل اور آبادی ۱۶۹۵۲۰۰۰ ہے خالص ملک مصر کی آبادی بدیں تفصیل ہے۔

ملک مصر	مرد	عورت	میزان
...بی مصر البحر	۱۳۸۵۲۸۵	۱۴۳۸۷۰۰	۲۸۲۳۹۸۵
...یانی مصر الوسطے	۳۲۲۶۲۲	۳۲۰۴۴۷	۶۵۳۰۶۹
...الی مصر الصاعد	۷۳۸۵۳۹	۷۳۰۸۰۰	۱۴۷۱۵۹۸
...مار	۲۷۸۷۱۱	۲۹۰۴۰۴	۵۶۹۱۱۵
میزان کل	۲۷۲۵۲۳۰	۲۷۹۲۳۸۸	۵۱۱۷۸۲۷

نوبیا دارفور وغیرہ ممالک کا رقبہ جو ۱۸۷۶ء میں اسمٰعیل کے وقت مفتوح ہوئے اور ۱۸۹۵ء میں مطلقاً آزاد ہوگئے ۱۲۳۱۱ میل مربع اور آبادی ۱۱۴۳۴۳۷۳ ہے۔

مصر خاص میں تین حصے ہیں مصر البحر مصر الوسطے اور مصر الصاعد انمیں مقامی آبادی ۱۲ ۸۴۸۹۴ اور شہری ۹۶۵ ہے اس میں دو بڑی شہر ہیں قاہرہ جسکی آبادی ۳۴۹۸۸۳ اور سکندریہ کی ۲۳۱۴۰۰ ہے ۱۸۹۲ء کی شماری میں مصر خاص میں ۹۴۹۶۷ اجنبی محسوب ہوئے بدیں تفصیل یونانی ۳۴۰۰۰ فرانسیسی ۱۷۰۰۰ اطالیہ والے ۳۹۰۰۰ ترکی ۶۳۰۰ انگریز ۶۰۰۰ جرمن ۱۱۰۰ اور دیگر ممالک غیر کے ۱۳۹۰

یکم جنوری ۱۸۹۳ء کو ۱۹۳۴ میل ریلیں جاری اور ۴۹۶ میل زیر تعمیر تھی۔ ہر ایک ریل کے سوائے ایک پانچ میل (باقی بر صفحہ ۱۰۰)

وہ سلطان کی حکومت کو بحیرۂ قلزم اور نہر سویز سے پرے تک پھیلی ہوئی ہوئی ہیں انکار کردیں۔ اگر ہم عثمانی حکومت واقع افریقہ کو پچھلے دس سال کی تاریخ کو چھوڑ دوں تو سلطان عبد الحمید کی مشکلات اور ان کا بالکل ناممکل نقشہ تحریر کرنے والی ہونگی۔ سلطان کا کام بہت ہی ہلکا ہو جاتا۔ اگر مصر کی حالت سلطنت کے یورپی اور ایشیائی صوبوں کی حالت سے بہت کچھ متضاد ہوتی۔ مگر جیسی تبریٰ ہاں پھیلی ہوئی تھی ویسی اس جگہ بھی تھی۔ یکساں باعثوں سے یکساں نتیجے پیدا ہوتے ہیں۔ مرکز کی بدنظامی اور صوبجات بعیدہ کے گورنروں کی غفلت شعاری اور مسلسل بیرونی سازشوں سے دریائے نیل پر بھی ہی پولٹیکل اور تمدنی خرابیاں عائد ہوگئی تھیں جن کا امیر المومنین عبد الحمید کو بافسوس اور فرات پر سامنا کرنا پڑا تھا۔

والیء اسمٰعیل کی بدنظامی اور فضول خرچی سے جیسے یورپ بہر طور یہودی ساہوکار نے حسب معمول اعتبار کیے پہلے پیل عالی شرح سود پر قرض دینے کی عنایت کی تھی سلطان کی تخت نشینی کے وقت تک مصر کی مالی مشکلات انتہا کو پہونچ گئی تھیں فوج بقایا تنخواہ کے لیے چیخ رہی تھی۔ اکثر بخت دہقان ان ٹیکسوں کی بوجھ کے نیچے مر رہا ہو رہے تھے جو کہ آمدنی لیویٹ کی عیسائی متلاشیان روزگار کے پاکٹ پھر رہے جاتے تھے اور پیرس کی مجرا کرنیوالیوں کے جسم آراستہ ہوتے تھے۔ مگر جونہی سلطان کے دارالخلافہ میں مرض الموت (یعنی روس کا قبضہ) رفع ہوئی اسکو جنوب کی طرف نظر کرنیکا موقع ملا۔ امیر المومنین عبد الحمید نے اپنی مستعدی سے اسکے انتظام کی جانب مشغول ہوئے۔ انکو زیادہ دیر تک غور کرنے یا کوئی بہت بڑی تحقیقات کرنے کی تکلیف اٹھانے کے بغیر ہی معلوم گیا کہ تخت مصر پر اسمٰعیل پاشا کا رہنا زیبا اور موزوں نہیں ہے۔ یہ جگہ اسکے مناسب حال نہیں۔

مطلق العنان حکومت کے فوائد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بڑے سے بڑی تخت کو وہ صرف قلم کی ایک جنبش سے عام درجے کا آدمی بنا دیتی ہے اور اسکو اس خوبی کے ساتھ جس کا وہ معزول شدہ عہدہ دار بغیر جھگڑے اور کچھ کرنیکی کچھ ضرورت نہیں پڑتی۔ پس ابھی چھ سی ماہ اگست ۱۸۷۹ء کی ایک خوشنما صبح کو خدیو اسمٰعیل کو معلوم ہوا ایسا تاکہ وہ تخت سے اتار دیا گیا ہے اور ایک بالکل جادو کے کھیل سے اُس کا بیٹا توفیق اُسکا جانشین ہو گیا ہے۔ لیکن یہ تغیر مصری دہقانوں کے حق میں بہتری کا تغیر ہوا؟ ما بعد کے واقعات کی روشنی سے اس سوال پر ٹھیک ٹھیک اتنا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۹) کی لائن کو سرکاری ہونیشنا ہے۔ تار برقی ۵۳۷۲ میل تھی جسکی تاروں کی لمبائی ۱۶۲۱۸ میل ہے۔ سے قاہرہ تک ۵۰۴ میل انگریزی تار برقی ہے۔ باقی سرکاری ہیں۔ ۱۸۷۵ء میں ۲۱۰ ڈاکخانے تھے جنہوں نے اندرونی خطوط ۹۰۰ ۱۲۹۹ بیرونی خطوط وغیرہ ۴۰۰ ۱۲۷۱ء۔ اندرونی اخبارات اور ۳۰۰۰ ۵۷ بیرونی تقسیم کیے۔ یہ پرانے اعداد مقابلہ موازنہ کے لیے رہنے دیئے گئے ہیں بمصر کی موجودہ حالت مناسب کے ساتھ ٹرکی کی موجودہ حالت میں درج کر دی گئی ہے +

سے اور مدلل طور پر بحث ہو سکتی ہے۔

کارلائل کے اصول کو اگر مدنظر رکھا جاوے تو بیشک بیٹے کی نسبت باپ زیادہ لائق اور منتظم تھا کیونکہ اسمٰعیل کی خواہ کتنی خطائیں ہوں وہ ایک مستقل اور مضبوط آدمی تھا اور توفیق خواہ کتنی خوبیوں والا ہو مگر ایک کمزور ناستقل مزاج ہے مجبوراً ہر نوع کا ان کو یقین ہے کہ جو بوجہ رعایا پر معزول اسمٰعیل کے بیجا تشدد اور اپنے ذاتی مفاد کی خود غرضانہ کوششوں سے پڑتا تھا۔ وہ بوجھ اور ظلم سے جو توفیق کی کمزور اور سست پالیسی سے پڑ رہا ہے بدرجہا ہلکا تھا۔ اگر اعلیحضرت عبد الحمید کو اپنے باجگذار صوبے کے حکمران مقرر کرنے میں پوری آزادی ہوتی تو انہیں کوئی شک نہیں کہ وہ افریقہ میں ماتحت منظم اور حاکم کا ایسا انتخاب کرتے جو ویسا ہی کامیابی بخش ہوتا جیسے کہ ان کے انتخاب بارہ تقرری گورنراں یوروپ و ایشیا میں ہوئے ہیں مگر مصر کی خدیویت موروثی ہے۔ اور گو بادشاہ ایک خدیو شخص کو معزول کر سکتا ہے۔ مگر خاندان کو کسی طرح نہیں ہٹا سکتا۔ پس اس وجہ سے سلطان اس سے زیادہ نہ کر سکتے تھے کہ توفیق کو مسند نشین بنا دیں اور اس کو اپنے قدم بقدم راستی ہی چلتے رہنے کا بھروسہ کریں مگر توفیق کی قسمت میں خواہ وہ غلط تھی یا درست یہ مقسوم نہ تھا کہ وہ مرضی خود چلے۔ چند سال پیشتر سے ہر سویز کے اجراء سے اُن سلطنتوں نے جنکے جہازات اس میں سے گذرتے تھے مصر میں اپنے فرضی یا واقعی حقوق قائم کر لیے تھے۔ اور چونکہ بلحاظ جہازوں کی تعداد کے سب سے زیادہ انگریزی جہازوں کی تعداد تھی اس لیے لازمی طور پر ہمارے ملک والوں کے مشوروں میں زیادہ رسوخ اور وقعت حاصل ہو گئی تھی۔ لیکن ساتھ ہی چونکہ یہ نہر فرانسیسی ہمت اور سرمایہ سے تیار ہوئی تھی۔ اور نیز ہمارے نازک خیال ہمسایوں کو ابھی تک نپولین کی پالیسی خواہ وہ کچھ ہی ہو حاوی تھی اس لیے انگریزی گورنمنٹ نے فرانس سے ملکر باجازت سلطان مصر پر دو عملی نگرانی قائم کر لی۔ اس انتظام سے دونوں سلطنتوں کے وکلاء کو نا تجربہ کار توفیق کے مشیر رہنے کا استحقاق حاصل ہو گیا۔ اور اسکے افعال پر نگرانی کرنے کی متفقہ کوشش کرنے کا حق مل گیا

مصر میں ۱۸۷۶ء سے لیکر ۱۸۸۲ء تک فرانس اور انگریزی گورنمنٹ کی زیر نگرانی کل امور طے ہوتے رہے۔ دونوں سلطنتوں کی طرف سے ایک ایک کنٹرولر جنرل مقرر کیا گیا۔ اور انکو بے اندازہ اختیار دیئے گئے جیسے خدیو کے فرمان مورخہ ۱۰ نومبر ۱۸۷۹ء کی مندرجہ ذیل سات دفعات سے معلوم ہو جاویں گے

۱۔ کنٹرولر جنرلوں کو سلطنت کے ہر ایک صیغہ اور نیز صیغہ قرضہ قومی میں تحقیقات کرنیکا اختیار ہے اور دیگر کل عہدیداران ملکی کو لازمی ہے کہ کنٹرولر جنرلوں یا انکے ایجنٹوں کو کل دستاویزات جو طلب ہوں دیا کریں۔ نیز صیغہ مال کو ضروری ہے کہ ان کو ہفتہ وار مداخل و مخارج کا نقشہ روانہ کرے اور دیگر تمام صیغوں کے وزراء دیسی ہی نقشے ماہواری روانہ کیا کریں۔

۲۔ کنٹرولر جنرلوں کو انکی صرف اپنی ہی گورنمنٹیں علیحدہ کر سکتی ہیں۔

۳۔ فرانسیسی اور انگریزی گورنمنٹوں نے فیصلہ کیا ہے کہ ان کنٹرولر جنرلوں کو عملی اختیارات (باقی برصفحہ ۱۰۲ پر)

Marfat.com

تاعدہ قدرت کے مطابق یہ متفقہ صلاح و مشورہ داخل ضوابط اور مستعد گورنمنٹ کے حق میں جس کا استحکام و استقلال ترقی اقوام کے انتظام میں کامیابی حاصل ہونے کیلیے نہایت ضروری ہے مبارک پڑے اس نے نسق و انتظام کو ایک سال بھی نہ گزرنے پایا تھا کہ رعایا کو یہ علت جس کو اکثر ہماری ترقی یافتہ اقوام نظرانداز کردیتی ہیں معلوم ہوگئی کہ اس تغیر طریق حکومت سے بھی وہ ویسی ہی بھوکی ننگی رہتی ہے جیسے کہ اسمٰعیل پاشا کی یکہ و تنہا حکومت میں اور موجودہ کی کمزوری سے اور بھی زیادہ مصائب عائد ہونیکا اندیشہ ہے انہوں نے اصلاح اور حفاظت جان و مال کیلیے پرزور فریادیں کرنی شروع کردیں اور جیسے کہ ہر ملکی شورشوں میں وہی شخص سرگروہ بنتا ہے جو ارادے کا پکا اور عزم کا پورا ہو ویسے ہی مصر میں جو شخص اس امر کیلئے منتخب کیا گیا کہ خدیو کے سامنے اسکی رعایا کی متفقہ درخواست کو پیش کرے وہ عربی پاشا فوج پیدل کا ایک ثابت قدم کرنیل تھا۔ وہ درخواست یہ تھی کہ یہ غیر دلعزیز اور مکروہ وزارت علحدہ کیجاوے منتخبہ قومی مجلس مقرر کیجاوے اور فوج کی طاقت ۱۸ ہزار آدمی تک بڑہائی جاوے ایک ایسے آدمی کا جو خدیو کی ملازمت میں ہو اس قسم کی درخواست پیش کرنا ہی جرم بغاوت میں داخل تھا جس کی قانونی سزا موت ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہوسکتا کہ اسمٰعیل عربی پاشا کو فوراً پستول نکالکر جہاں وہ کھڑا تھا اسی جگہ گولی سے مار دیتے اور اس بغاوت کو شگوفہ ہی میں دبا دیتا۔ مگر توفیق ایک نرم دل آدمی سے بنا ہوا تھا وہ بھی جوابدہی سے جھجکا اور

تقیہ صفحہ ۱۰۱) معطل کیے جاویں اس لیے وہ ابھی صرف تفتیش و نگرانی و اہتمام ہی کا کام کیا کریں گے۔

۴۔ کنٹرولر جنرل بہ حیثیت وزرا شمار ہونگے۔ اور مجلس وزرا کے ہر انعقاد میں دو دیتے اور بولنے کے ہر وقت مجاز ہونگے مگر رائے دینے کے حقدار نہ ہوں گے۔

۵۔ جب مناسب ہو کنٹرولر جنرل قرضہ قومی کے کمشنروں سے ملکر مناسب تجاویز عمل میں لاویں گے۔

۶۔ جب کبھی وہ مناسب سمجھیں مگر سال میں ایکدفعہ ضرور کنٹرولر ہر ایک مسئلے پر رپورٹ تحریر کرکے خدیو اور اسکے وزرا کو دیا کرینگے

۷۔ کنٹرولر جنرلوں کا اختیار ہے کہ ان عہدیداروں کو موقوف کردیں جن کی خدمات سے انہیں فائدہ نہ ہو وہ بجٹ تیار کیا کرینگے اور تنخواہوں و آمدنیوں کا ماہوار نقشہ انکو دیا جایا کرے گا۔

عربی پاشا کی بغاوت کے زمانہ سے انگریزوں نے حفاظت مصر کے وعدے سے مصر میں بہت فوج مقیم رکھی ہوئی ہے جس سے انگریزوں کا مصر پر بہت کچھ قابو اور اختیار ہوگیا ہے موجودہ خدیو عباس پاشا بظاہر اندر انگریزی رسوخ سے خوش نہیں اور عام رعایا مصر کی بھی انگریزی قبضہ سے ناراض ہے۔ اس پر انگریزوں نے مصر پر اپنی فوج اور بھی بڑھا دی ہے ترکی گو بظاہر خاموش ہے مگر وہ بھی مصر کو خالی کرانا چاہتی ہے۔ انگریز کہتے ہیں ہم مصر میں بغرض اصلاح اور ہمدردی انسانی کے لیے ٹھہرے ہوئے ہیں مگر۔ دراصل وہ نہر سویز کیلیے مصر کو نہیں چھوڑ سکتے جو ہندوستان کا بہترین رستہ ہے خلو مصر کا معاملہ تاریخ قبضہ سے بعد کئی دفعہ چھڑ چکا ہے اور اب پھر در پیش ہے۔ اس کے متعلق چند مضمون کتاب کے اخیر پر زائد کردیے گئے ہیں۔ مترجم +

Marfat.com

عرابی سے ٹال مٹول کرکے اپنے آقا کو قسطنطنیہ میں اس امر کی خبر دی۔ سلطان المعظم عبد الحمید نے اپنی طبعی مستعدی اور تصفیہ کن پولیسی پر عمل کیا۔

اُنہوں نے ایسی رعایا کے ساتھ جو باغی ہو گئی ہو مناسب تھا اور واجب برتاؤ کرنے کی صلاح دی یعنی کہ امن قائم کیا جاوے اور پھر انکی جائز شکایتوں کی باعث کی تحقیق کرکے اُن کو دور کیا جاوے۔ ساتھ ہی اُنہوں نے خدیو کو فوجی طاقت کی نمایش سے مدد دینے اور شاہی کمشنروں کو مصری رعایا کی شکایتوں کو تحقیق کرکے تفتیش کے نتیجے سے اطلاع دینے کے لیے بھیجنے کی آمادگی ظاہر کی۔

ہر ایک شخص خیال کر سکتا ہے کہ یہ تجاویز ایسی معقول تھیں کہ اُن کو مناسب حال سمجھ کر فوراً دوملی نگرانی کرنیوالی سلطنتوں کو انہیں منظور کر لینا چاہیے تھا۔ سلطان اس ملک کے شہنشاہ تھے اور اب بھی ہیں نہایت ہی ضروری مطالب اور اغراض کے باعث انکو اپنی سلطنت کے دار الخلافہ میں ہر وقت موجود رہنا سخت لازمی ہے۔ بذات خاص ان ضروری تحقیقاتوں کو نہ کر سکنے کے باعث اُنہوں نے وہی کیا جو یوروپ کا کوئی دوسرا بادشاہ کرتا یعنی اپنی جگہ معتبر سفیر روانہ کرنیکی تجویز کی۔ مگر انگریزی گورنمنٹ نے اس سیاسی بدگمانی کی افراط سے (جو مشرقی سلطنتوں کے ساتھ اُس کے سفارتی تعلقات کو اکثر معرض خطر میں ڈال چکی ہے) ان تجاویز پر اعتراض کیا۔ اور انکی تعمیل کی مخالفت کی اور بد امنی کی باعث کی اور زیادہ تحقیقات کیے بغیر اُس (انگریزی سلطنت) نے ایسی ایک نئی وزارت قائم کرنیکی اجازت دی جس کی ماتحت عرابی پاشا صیغہ جنگ کا انڈر سکرٹری مقرر ہوا۔ یہ گورنمنٹ اُس پالیسی پر چلی جو انگلستان میں اکثر کامیاب ہو جاتی ہے کہ ایک مستعد بڑبڑانیوالے کو کوئی عہدہ دیکر اُس سے خاموشی لی۔ سلطان کی تجویز درویشی پاشا کی ایک محض میسیہ دشمن پر منحصر کردیگی جس سے کچھ نتیجہ نہ پیدا ہوا۔ توفیق ہر ایک شخص کو خوش کرنیکی کمزور اور ناممکن کوشش کرتا رہا۔ وزرا اس تیزی اور آسانی سے بدلتی رہیں جیسے ایک انگریز مدبر اپنی رائے کو بدلتا رہتا ہے اور اس ردوبدل سے آخرکار عرابی وزیر صیغہ جنگ ہو گیا۔ پس ملکی کاروبار جب ایک دفعہ درجہ تنزل پر پہونچ گئے۔ تو وہ تباہی کے قعر تاریک میں بڑی سرعت سے گرنے شروع ہو گئے۔

"۱۱ جون ۱۸۸۲ء کو اسکندریہ میں ایک بغاوت پھوٹ پڑی جو سوائے دوعملی نگرانی کے انتظام میں ... فی الفور دور کر دیجاتی اور پھر کبھی سننے میں نہ آتی۔ مگر وہ برابر بڑھتی چلی گئی حتیٰ کہ خدیو اور اُسکے وزرا کو اپنا مقام سکونت چھوڑنا پڑا اور وہ کل عرابی کو سب چیز کا مالک چھوڑ کر بڑی کمینگی کے ساتھ اپنے اپنے مقاموں سے چلدیے۔ اب انگریزی جنگی بیڑہ جہازات کی عجیب گولہ گذاری واقع ہوئی جو بقول مسٹر گلیڈ اسٹون "صرف ایک جنگ کاروائی تھی۔ نہ کہ جنگ"۔ اُس عدم اقتدار کا ثبوت جو مسٹر گلیڈ اسٹون نے اس پارٹی پر جس کا وہ سرگروہ ہے حاصل کیا ہوا ہے شاید اس امر سے ملجاویگا کہ اسکی عزت ناموری ورسوخ اتنی بڑی بھاری ناقابل عفو غلطی کرنیکے بعد بھی بحیثیت ہے تاہم

برائیوں میں سے بھی کچھ نہ کچھ فائدہ نکل آتا ہے اور اس مجنونانہ فعل سے اور کچھ نہیں تو یہی فائدہ ہوگیا کہ دوعملی نگرانی کا کمبخت انتظام تو اس سے دفع ہوگیا۔

فرنچ عہدیداران مقیم اسکندریہ پر اس ناقابل تشریح اور بیجا کارروائی میں جو کہ ایک دوست کے شہر پر گولہ باری کرنے پر ختم ہوئی شامل ہونے پر بڑا زور دیا گیا ہمارے ساتھی نگرانی کنندوں نے شمولیت سے انکار کیا۔ فرانسیسی امیر البحر نے بندرگاہ سے اپنے بیڑے کو ہٹا لیا۔ اور اکیلے انگریزی ایڈمیرل سیمور نے ہی تمام ناموری خطاب امیری اور اپنی مدامی پنشن حاصل کی (یہ بیجا نہ وقعی ہونیکی ذرا استعارتاً ہے ایڈمیرل کو انکی خدمات کے عوض ایک اچھی رقم عطا کیگئی تھی جسکے سوتے تاہم اسکے خاندان کو نسلاً بعد نسلٍ انگلستان کی محنتی قوم میں سالانہ خراج دیتی رہیگی۔ یہ امر مدامی پنشن سے کس قدر مختلف ہے۔ مسٹر بریڈلا اپنے موکلوں کو بتا دیں)۔

یہ بڑا کام کیسے کیا گیا۔ اور یہ نمایاں فتح کیسے حاصل ہوئی۔ میں اس جگہ انہیں دہرانا نہیں چاہتی۔ یہ کل واقع عام کے ایسے دلنشین ہیں کہ سوائے ایک سرسری تذکرہ کے زیادہ تفصیل کا محتاج نہیں۔ مگر ایک بدقسمت شخص کو انصاف دلا دینے کیلئے یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ عرابی پاشا برخلاف تمام منصفانہ شہادتوں کے مسٹر گلیڈسٹون کی بہادرانہ گولہ باری کے دنوں کے بعد بھی خدیو کا نمک حلال رہا۔ اور بالکل اسکے احکام کے مطابق عمل کرتا رہا۔ مگر اسی اسکی نمک حلالی کا صلہ ملا۔ اور توفیق نے فطرتی ہٹ سے جو کمزور طبیعتوں کا خاصہ ہے سازشیوں اور خودغرض دستگیروں کے دھوکے میں آکر بجا آوری احکام میں اسکی مستعدی کو آڑ سمجھکر عہدے سے برطرف کرکے اسے باغی مشتہر کردیا۔

ان واقعات کے سرسری بیان کے بعد جو جون ۱۸۸۲ء میں عثمانی سلطنت کے ایک شہر کے کسی قدر حصے کے اس کی بڑی معاون سلطنت کی توپوں سے برباد ہونیکے بعد ختم ہوئے۔ یہ بتانا بیجا نہ ہوگا۔ کہ اس تمام مصری نامہ پیام سے صاف ظاہر ہوجاتا ہے کہ سلطان عبدالحمید سے اول اول گلیڈسٹونی وزارت نے سفارتی گستاخی۔ پھر کھلم کھلا حقارت اور آخر میں بالکل ہتک آمیز بے عزتی کے طریقے سے برتاؤ کیا پہلے اس امر میں اسکی مخالفت کیگئی جو ضرور اس بدامنی کے روکنے میں کامیابی کا موجب ہوتا اور بعد ازاں وسے اس بدامنی کو فرو کرنے سے بالکل روکا گیا۔

اس بغاوت کے جواز پر جو عرابی نے کی اور جس کا وہ بانی مبانی سمجھا جاتا ہے قائم کرنا۔ اس وقت اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے بعض (جن کو اصل راز سے واقفیت ہونی چاہیے) عرابی کو باغی اور ایک مفسد بانی کے حریص گروہ ہونیکا الزام دیتے ہیں جسنے کہ تغیر و اصلاح کی فریاد کے نہ سماعت ہونے پر ناراض اور مجوزہ بغاوت کی ناکامیابی سے غصے میں آکر خدیو کی فوجوں کو بگاڑ کر اسکی حکومت کے برخلاف مسلح فوجی بغاوت کھڑی کردی۔ مگر باقی اشخاص (جو نمبر اول اندر کیطرح معتبر سے خوب تنبیہ ہیں اور بے لاگ شہادت دیتے ہیں) ہمیں بتلاتے ہیں کہ وہ نسبتی کے برخلاف سچی وفاداری کے جوش سے اعتراض کرنے کے باعث ناحق باغی گردانا گیا تھا۔ اور وہ اپنے سپاہیوں کو صرف خونخوار ہنگامے سے بچانے کے

Marfat.com

ملک کے وسط میں لگ گیا تھا۔ مگر خواہ کچھ ہی ہو اس سے وضح تر اور کوئی امر نہیں کہ سلطان عبدالحمید کو (اور ہی صرف ایک ایسے آدمی تھے جو اس فساد اور جھگڑے کو جو خدیو اور اسکی رعایا کے مابین برپا ہوا۔ بڑی عمدگی سے فیصلہ اور درست کر سکتے تھے) اس امر پر کوئی قاطع فیصلہ کرنے کا ہرگز موقعہ دیا گیا اور جب انگریزی فوجیں یکدفعہ اسکندریہ میں داخل ہوگئیں تو اُسنے بڑی دانائی سے انگلستان اور اسکے سپاہیوں کو جو انگلستان کے حرص طمع کی قربانگاہ پر نثار ہوئے خود ہی اُس دلدل میں سے نکلنے کے کام پر جس میں وہ بے سوچے سمجھے کود پڑے تھے چھوڑ دیا۔ اور اسی طرح یوروپ کے فیصلہ پر چھوڑا۔ کہ وہ اُس کے اور اُن کے درمیان جنہوں نے اسکے حقوق کو غصب کر لیا ہے رشتے قائم کریں۔ عربی کے باغی مشتہر کیے جانے پر مصر پر انگریزی فوجیں یکدم لارڈ ولزلی سلطان سے اجازت لینے کے بغیر حملہ آور ہوئیں۔ اُسنے ایک ایسے شخص پر جسکی بابت کہا جاتا تھا کہ فن جنگ سے بالکل نابلد تعلیم اور ایک سلاشی روزگار ہے اور جسے جنگی تجربہ ذرا بھی حاصل نہیں فتح پانے کے باعث عزت و افتخار اور تازہ شہرت حاصل کی۔ اور عملاً وادی ایک چھاپا مار یا نقدی کی صورت میں بھی اوسے مل گیا باغی فوج مغلوب کیگئی۔ اسکا افسر گرفتار کیا گیا۔ جو کورٹ مارشل سے تحقیقات کیے جانے کے بعد باغی کی طرح گولی سے مار دیے جانے کے بجائے جیسا کہ اگر خدیو کا اشتہار شروع سے آخر تک جھوٹ نہیں تھا تو کرنا چاہئیے تھا۔ ایک نامعتبر سرسری تحقیقات کے بعد انگلستان کے ایک ایشیائی مقبوضہ میں جلاوطن کر دیا گیا*

انگریزی گورنمنٹ فرانس کی اس شکایت کا (جو کہ انکے خیال میں جائز تھا) کار روائیوں میں شمولیت کیلئے انکا سے فائدہ اوٹھانے سے چوکی اور آئندہ کیلئے فرانس کے حق مداخلت سے اُسنے بالکل انکار کر دیا کیونکہ اُسنے انگلستان کو آگے بڑھنے کو خود نکلنے کا وقت اکیلا چھوڑ دیا۔ اور اسی لیے آئندہ کیلئے مصری معاملات میں دخل دہی کا حق اُس کا بالکل زائل ہوگیا۔ دوعملی ختم ہوگئی۔ اور برٹش گورنمنٹ نے خدیو کی درخواست پر سلطان کو اطلاع کرنے کے بغیر ہی سر آئی بیرنگ۔ لارڈ نارتھ بروک اور لارڈ ڈفرن اور کئی اور نامور اشخاص مصر کے مظلوم دہقانوں کی آسایش اور بہتری کے ذریعے سوچنے اور عمل میں لانے کیلئے روانہ کر دیے۔ ان وسائل میں سے بعض بڑے ہی عجیب و حیرت افزا تھے۔ [illegible] شروع میں صوبہ وار کونسلیں مقرر کیگئیں جنکا یہ کام تھا کہ اپنی اپنی حدود میں مقامی کاموں کیلئے ٹیکس لگائیں اور وصول کریں۔ اور خالص مقامی امور پر مصری گورنمنٹ کو مشورہ دیں اور ایک لجسلیٹو کونسل قائم کیگئی جو سال میں چار دفعہ نشست کرے اور جسکا یہ کام ہو کہ اُن تمام عرائض پر جو خدیو کے پیش ہوں غور کر کے اپنی رائے تحریر کرے

* عربی پاشا اب بھی اسیر سلطانی کے محلوں میں نظر بند ہے۔ (اب یہ رہائی پاکر فوت بھی ہو چکا ہے۔)

سلطان عبدالحمید کی خدمات جو مصر میں ان کے ظہور میں آئیں [illegible] داخل کر دیے گئے ہیں اور بعد لارڈ کرومر کے کام [illegible] جاتے ہیں۔ ان کے چند واقعات [illegible] جو حالات میں بیان کر دیے گئے ہیں۔

Marfat.com

سالانہ بجٹ اور دوسرے بڑے بڑے امور میں اپنی رائے زرین سے خدیو کو مدد دیں۔

مگر یہ جلدی ہی ظاہر ہو گیا کہ عربی کی شکست یا اُن مدبروں کی پرلیاقت کوششیں انگلینڈ یا مصر کو
سے نجات نہیں دلا سکیں اور کہ انگلستان کی فوجیں غیر معلوم وقت تک ہٹائی نہیں جا سکتیں بتدریج میں
انگریزی کی قوت سے بدظنی کا جوش سلطان کی تمام مملکت واقع افریقہ میں اس خفیہ سرعت سے پھیل گیا جس
میں اکثر خبریں مشتہر ہو جاتی ہیں۔ سوڈان کے وحشی عرب قبائل نے یہ معلوم کر کے کہ سلطان کی فوج نے ایک
کو لشکر سے زک اٹھائی ہے۔ قدرتی طور پر یہ خیال کر کے کہ ان کے آقا کی قوت تنزل پر ہے فاش بغاوت کر
اور مصری سرحدی چھاؤنیوں کا محاصرہ کر لیا۔ اب انگلستان ان کی اصلی مقامی حکومت کو زائل کر دینے کے سبب ان
بدقسمت آدمیوں کی جانوں کا ذمہ دار ہو گیا۔ جن کو کہ بدبخت دشمن کی ایک بیشمار تعداد نے گھیر لیا۔ گو انگلستان
کے ایک چھوٹے مگر شوریلے پولٹیکل گروہ نے ان کو چھوڑ دینے اور محصور فوجوں کے متعلق یہ خونی اسنج
پالیسی پر چلنے کی خواہش ظاہر کی۔ تاہم ایسی بیعزتی کا کام مسٹر گلیڈسٹون کے شایان نہ تھا۔ جس میں ابھی
کی پرانی دیانتداری اور آدمیت کا کچھ تھوڑا سا حصہ باقی تھا۔ جنرل ہکس پاشا تھوڑی سی ملکی فوج کے ساتھ
بھیجا گیا۔ جو کہ چاروں طرف سے گھر کر بالکل قتل کیے گئے پھر تھوڑے ہی زمانہ کے بعد جنرل بیکر کے سپاہیوں کی
یہی گت ہوئی۔ اسکے بعد گارڈن کا صحرائے اعظم کاٹ کر خرطوم پہونچنے کا سفر واقع ہوا۔ اس نامور بہادر کی زندگی کے
آخری ایام کے واقعات لکھنے کی ضرورت نہیں۔ آج کل کا نامہ ہر ایک واقع میں اس نسل کے ہر فرد بشر کے دل پر
بر نقش رہیگا۔ محاصرہ خرطوم اور اس بہادر محافظ کی موت کی کہانی تا قیامت اُس ایک آدمی (گارڈن) کے
لیے عزت کا تاج اور ایک قوم کے لیے شرم کا سیاہ دھبہ رہیگی۔

لارڈ سالسبری کے عہدہ حاصل ہونے پر اجنبی امید تھی کہ اسکے پہلے جانشین کے گارڈن کے ساتھ
سخت کینہ ورزی کرنے کے باعث نوشیر آیا۔ اسکے بہی خواہوں کے دلوں میں امیدیں ابھرنے لگ پڑیں کہ
تمام انتہی جو ماہ اگست میں خرطوم کے فتح ہو جانے کے بعد بہت زیادہ پھیل گئی تھی۔ اب ختم ہو جاویگی۔ اور
کے معاملات کے متعلق سر ڈرمنڈ ولف کا سلطان کی خدمت میں سفارت خاص پر جانا اس سیدھے راستے
ایک قدم کا اٹھانا سمجھا گیا۔ اسکی ہدایات میں جو تھوڑا عرصہ ہوا شائع ہوئی تھیں۔ اس امر کا صاف اظ
پایا جاتا ہے کہ سابقہ گورنمنٹ کی ساتھ اس غیر معمولی بے ادبی کے برتاؤ کرنے اور اسکی حکومت کو نظر
کرنے کی معافی مانگی جاوے۔ اس جگہ اسکا ایک حصہ درج کیا جاتا ہے۔

"ملکہ معظمہ کی گورنمنٹ کی یہ خواہش ہے کہ وہ اس حیثیت کو جو اعلیحضرت سلطان روم کو بطور شہنشاہ کے
عہدناموں قانون اتحاد باہمی اور دیگر شرائط کے مطابق حاصل ہے پوری پوری طرح تسلیم کرے اور خیال کر

اگر وہ سلطان کے اقتدار کو بحیثیت سلطان کے ممالک متعلقہ مصر پر اسطرح تسلیم کرلے تو اُن کو اپنی سلطنت
کثیر مسلمانوں پر حکومت کرنے میں بہت تقویت ملیگی۔ اور ساتھ ہی وہ یہ بھی یقین رکھتی ہے کہ یہ اعلیحضرت
سلطان ہی کے اختیار میں ہے کہ اگر چاہیں تو اس ملک کے اُن حصوں میں جو فی الحال فوجی بغاوتوں اور
باغیوں کی تباہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ امن و امان قائم کردیں سلطان کی اعانت سے رعایا کے بہت بڑے حصے
جن کا مذہب اسلام ہے نہایت بڑا اثر پڑے گا اور اس شک و بدگمانی کے بُرے آثار دور ہو جاوینگے
جو تمام لوگوں میں پیدا ہوئے ہیں کہ انکو غیر مذہب والی قوموں کے محکوم بنانیکا ارادہ کیا گیا ہے نیز
سلطان کے زیر سایہ ایسی اقوام موجود ہیں جن سے وہ ایسے سپاہی بھرتی کرسکتے ہیں جن کو مصر جنوبی ممالک کی
آب و ہوا کچھ نقصان نہیں پہونچا سکتی۔ اور اسی لیے وہ ان ممالک میں امن و امان قائم کرنے کے لیے اپنی کچھ
بہادر افواج کو روانہ کرسکتے ہیں۔ جو وہاں کی مضر آب و ہوا سے بھی محفوظ رہ سکتی ہیں جیسے کہ خود باغی"
ان الفاظ سے بخوبی واضح ہوگیا کہ لارڈ سالسبری نے مسٹر گلیڈسٹون کو اس سے بھی زیادہ سخت ملامت
کی جو کہ اُسنے ہوس آف لارڈز میں اُسکی تھی مصر پر سلطان کی بادشاہت اُنکا مذہب اسلام کا خلیفہ ہونا
اور بعدہٗ انکی وہ طاقت و اقتدار جو وہ شمالی مصر کے وحشی قبائل پر رکھتے ہیں اُنکی سپاہ کی بہادری اور
شجاعت الغرض یہ تمام امور تسلیم کیے گئے اور اس بات کے لیے بطور قاطع دلائل کے بڑے زور سے پیش کیے گئے
کہ مصر کا امن و امان انگریزی سپاہیوں پر زیادہ عرصہ کے لیے نہ چھوڑا جاوے۔ بلکہ اُسکی اصلی تعداد آناً فاناً سلطان
کے سپرد کیا جاوے۔ طریقہ کارروائی جو نوٹ (مرسلہ) میں دکھلایا گیا لبرل گورنمنٹ کی کل پالیسی کا عین
الٹ تھا جسنے سکندریہ کی ۱۸۸۲ء والے معاملہ میں چوک اور غلطی کھائی۔ اور اسکے مابعد کی کارروائیوں
میں سلطان کے حقوق کو عمداً جان بوجھکر اور عاقلانہ نظرانداز کیا تھا۔
صیغہ خارجیہ میں لارڈ گرینول کی موجودگی کے آخری سال میں اس پالیسی کی اور بھی زور سے تعمیل کی گئی تھی
فروری ۱۸۸۵ء میں ترکی سفیر متعینہ لندن نے لارڈ گرینول کو مراسلہ دیا۔ جس میں سلطان نے مصر کے شہنشاہ ہونے
کی حیثیت سے صاف صاف لفظوں میں ظاہر کیا تھا کہ مصر میں امن و امان قائم کرنیکا صرف ہم ہی استحقاق رکھتے ہیں اور
باضابطہ طور پر درخواست کی تھی کہ مصر سے انگریزی فوج کو واپس بلائے جانے کا بہت جلد بندوبست کیا جاوے
اور اُسکی جگہ خود ہماری افواج انگریزی فوج کی کل ذمہ داریوں کو اُٹھالیں۔ اس مراسلے کے بعد دو اور مراسلے ۱۰
مارچ و ۱۶۔ اپریل کو آئے جن میں انگریزی گورنمنٹ پر سخت زور دیا گیا۔ کہ بابعالی سے مصر کی آئندہ حکومت اور سلطانی
حقوق کی آئندہ کی حفاظت کرنے کا معاہدہ فیصلہ کرے۔ ان تمام مراسلات کے جواب میں انگریزی صیغہ خارجیہ نے ایک گہری
چپ کی خاموشی اختیار کی جسکی سبب بے جوڑ غلطی کر نہ لگا زد ان جو اس عہدہ کے واقعات کو لارڈ گرینول

Marfat.com

سے زیادہ اچھی طرح سے جانتا تھا ۱۸۸۴ء میں صاف جتلا دیا۔ اور اس نے بغیر لحاظ کیے صاف کہدیا کہ صرف ۳ ہزار ترکی سپاہ سے میں اس کل معاملے کو بآسانی طے کر سکتا ہوں۔ یہ مرجتلانا کوئی ضروری نہیں کہ اس جانباز آدمی کی رائے جسے انگریزی اخبار فرقہ لبرل نے محض بیوقوف کر دیا تھا) باقی دیگر تمام تجاویز کیطرح اسکی تجویز بھی مسٹر گلیڈسٹون کی وزارت نے بڑی حقارت کے ساتھ رد کر دی (گارڈون ہی گورنمنٹ انگریزی کا صرف ایسا ایک ملازم تھا جسکی تجاویز پر ٹھٹھا کیا گیا ہو۔ اور جسکی نصیحتیں نظر انداز کیگئی ہوں دسمبر ۱۸۸۹ء کو سر ایولین بیرنگ نے لارڈ گرینول کو مندرجہ ذیل تحریر روانہ کی :-

"سوڈان میں انگریزی عملی مداخلت کے آخر کار ختم ہونے میں بہت تھوڑا شبہ ہو سکتا ہے اس مداخلت سے مصر سے انگریزی افواج کے بالکل ہٹا لینے کی پالیسی بہت مشکل ہی نہیں۔ بلکہ میرے خیال میں جہانتک کہ موجودہ قرن سے تعلق ہے بالکل ناممکن ہو جاویگی اور اسمیں بڑا خطرہ ہوگا کہ واقعات کی ضرورت کے باعث ہمیں دریائے نیل کے اس حصے کی لمبی وادی کے بہت بڑے حصے پر مستقل دائمی یا نیم دائمی برٹش حکومت قائم کرنی پڑ جاویگی"
اسکے جواب میں لارڈ گرینول نے جواب دیا کہ گورنمنٹ سر اے بیرنگ سے بالکل غیر متفق ہے۔

جون ۱۸۸۵ء میں سلطان کیطرف سے ایک اور مراسلہ کے پیش ہوتے پر یہ نازک حالت درجہ اتم تک پہنچ گئی اسمیں سلطان نے معاملات کی موجودہ حالت سے سخت ناخوشی ظاہر کی۔ اور اپنے اقتدار کو قائم رکھنے اور اپنے ممالک محروسہ میں خود اپنی فوج روانہ کرنے کے ذریعہ سے امن و امان کو قائم رکھنے کی خواہش پر نسبت پہلے کے زیادہ زور دیا۔ اسی مراسلہ کا جواب تھا کہ لارڈ سالسبری نے سر ہنری ڈرمنڈ ولف کے مشن کو مندرجہ بالا ہدایات دیکر ماہ اگست آئندہ میں روانہ کیا۔

سلطان کے ساتھ پہلی ملاقات میں اس خاص سفیر نے کہا کہ اسکے مشن کا اعلیٰ مقصد یہ ہے کہ مصر کے انتظام حکومت کو پھر دوبارہ درست کیا جاوے۔ اور ساتھ ہی سلطان کے حقوق کو پوری طرح تسلیم کیا جاوے۔ اس مشن کا پہلا نتیجہ مصر میں دونوں سلطنتوں کیطرف سے کمشنروں کو روانہ کرنے کے لیے عہدنامے کا بتاریخ ۲ اکتوبر ۱۸۸۵ء مکمل ہونا تھا جن کا یہ کام ہو کہ معاملات کی موجودہ حالت کو بغور تحقیق کر کے بمشورہ خدیو خوشحالی اور دائمی بہتری کے وسائل جو سرحد کے استحکام اور مصری گورنمنٹ کے مستقل قیام پر مبنی ہوں سوچکر ان سے اطلاع دیں۔ اس عہدنامے کی شرائط پر عمل ہو جانے پر ایک اور عہدنامہ برٹش فوج کے بالکل قطعی واپس ہٹائے جانے کے لیے تیار کیا جاویگا۔ ڈرمنڈ ولف انگلستان کیطرف سے کمشنر مقرر ہوا۔ اور اسنے اپنی کارگذاری کی آخری رپورٹ میں سب کچھ سادگی سے ظاہر کر دیا۔ جو کہ اسکی گورنمنٹ کا اس تمام کارروائی سے اصلی مقصد تھا۔ اسنے کہا کہ انگلستان کے لیے سب سے پہلے قابل غور امر ہندوستان کو آنے جانے کے لیے آزاد آمد و رفت کے

Marfat.com

ضروری ہونے کا مسئلہ ہے اور یہ امر صرف اطمینان بخش پولیٹکل حالتوں حملہ آور شورشوں سے آزادی اور رعایا مصر کی اطاعت اور عمدہ انتظام حکومت سے حاصل ہو سکتا ہے"۔

مندرجہ بالا تحریر کا لکھنے والا ٹرکی کے کل دوستوں کے شکریہ کا مستحق ہے۔ اس وجہ سے کہ اُس نے صاف بتا دیا کہ دہقانوں کی خوشحالی اُس کے ملک کی صرف آخری اور مؤخر غرض ہے۔ اور نیز اس وجہ سے کہ اُس نے انگلستان کے خیالی پلاؤ پکانے والوں اور پولیٹکل عالمان خود فروش کو یہ بتا دیا کہ دوسرے ملکوں کے آئین و قوانین سوائے بعض شاذ صورتوں کے کارآمد نہیں ہو سکتے"۔ ہم سفارش کرتے ہیں کہ سرہنری ایلیٹ اُس مدبرانہ ریمارک پر ذرا غور کریں۔

دعاوی فرانس کے متعلق سفیر کے اشارات کو ہم ایسا پسند نہیں کرتے اور وہ اس معاملے کے اُس حصے کو جو اُس نے نہر سویز میں لیا تھا بہت ہی بڑھا چڑھا کر بتلاتا ہے کیونکہ اگرچہ اُس کا اصلی بانی مبانی (نہ کہ انجنیر جیسا کہ اکثر آدمی خیال کرتے ہیں) ایک فرانسیسی ہی تھا۔ اور کام کی تکمیل میں جو سرمایہ خرچ ہوا اُس کا بہت بڑا حصہ فرانس والوں کا تھا۔ تاہم یہ صرف ایک تجارتی کام تھا۔ اور اس میں فرانس کا حق کسی طرح کوئی ایسا بڑا نہیں جو صرف اس قدر ہے کہ وہ مطالبات اور منافعوں کو باقاعدگی سے ٹھیک وقت پر حاصل کرے۔ اس وقت انگلستان میں نہر کے حصص کی بقدر تعداد انگریزوں کے ہاتھ میں ہے اگر ان کو حصص ملوکہ گورنمنٹ سے ملا یا جاوے تو صرف حیثیت حصہ داری بھی انگلستان کے تعلقات فرانس سے کم نہیں۔ ہاں البتہ قدرتی بات ہے کہ اس خود ستا قوم کو اس لحاظ سے معذور رکھا جاوے کہ اتنے بڑے کام کی ابتدا اُسی کے ہاتھ سے ہوئی تھی۔ مگر یہ امر مصر کے معاملات میں دست اندازی کرنے کے متعلق فرانس کے دعاوی کو قائم رکھنے کے لیے قانون بین الاقوام میں کوئی وقعت نہیں رکھتا۔

البتہ اپی گشتر کی یہ دلیل ذرا درست ہے کہ وہ فرانس کے حقوق کو انگلستان کے ساتھ شریک ہونے کے بارے میں اُس شراکت پر مبنی کرتا ہے جو اُس کو اتنی مدت تک گذشتہ کہ انتظام کاروبار سلطنت میں حاصل رہی تھی۔ اور جو گولہ باری اسکندریہ کے وقت ختم ہو گئی۔ جبکہ فرانسیسی امیر البحر نے یہ نہ جانا کہ صلح کے وقت دو عملی نگرانی رکھنے سے جنگ میں بھی متفقہ کارروائی کرنا مراد ہے لیکن حاصل کلام یہ ہے کہ اس امر کے ثابت کرنے میں کہ فرانسیسی حقوق کی باقاعدہ ملامہ موجودگی مصر میں ویسی ہی درست ہے جیسی کہ انگلستان کی۔ سر ڈرمنڈ ولف ایسا بہت کامیاب نہ ہوا کیونکہ وہ یہ بھی تو ثابت نہ کر سکا کہ وہاں انگلستان کا بھی کوئی کسی طرح کا حق ہے سوائے اس کے کہ نہر میں سے جو تجارتی اسباب گذرتا ہے اُس کے تین حصوں کا وہ مالک ہے۔ اور یہ اسباب برٹش انڈیا اور دیگر مقبوضات کو جاتا ہے۔ اور چونکہ انگلستان کو مصری گورنمنٹ کی طاقت پر بلاوجہ سلطان کی امداد کے بھروسہ نہیں کہ وہ نہر کو بیرونی حملہ سے محفوظ

Marfat.com

رکھ سکیگی۔ یا دوسرے لفظوں میں یہ کہ اوسکو بالکل بحالت امن قائم رکھ سکے۔ صرف اسی لیے وہ اب تک ایسی المعی پر چلنے کے لیے زور دے رہا ہے جو اسکے پرانے مددگار کو تباہ کر رہی ہے۔ اسکی اپنی رعایا پر کروڑوں روپے کے خرچ کا بوجھ ڈال رہی ہے اور جو دوسری یورپین (فرانس وغیرہ) طاقتوں کے دلوں میں بدگمانی اور رشک پیدا کرنے کے سبب ہے۔ سوا ان سب باتوں کے ایک نہ ایک دن اسکی افواج کے خون کے کئی سمند بہا دیگی۔ اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ اکیلا روم تن تنہا براہ راست قاطع طور پر ثابت کر سکتا ہے کہ وہ اس غرض کے حاصل کرنے کیلئے جسکے کہ انگلستان کی سپاہ اور انگلستان کے عہدہ داروں کا مصر کی سرزمین پر ایک گھنٹے کیلئے بھی ٹھہرنے کا نام ونشان قطعاً اور مطلقاً نہ رہے کافی مضبوط اور ذی وقعت کا ہے۔ ہاں خدیو کو شاید ایسے وقت میں اپنے صیغہ مال کے مفاد اور معدلت عامہ کے بہتر انتظام کے لیے یورپین عہدے داروں کی ایک خاص تعداد رکھنی پڑے مگر انہیں اسکے تابع فرمان اور ان شرائط کا پابند رہنا پڑے گا کہ گویا وہ مصری نژاد ہیں۔

اب صرف اُن بعض چند عام خیالات کا درست کرنا باقی ہے جو سر ہنری ولف کے مشن کی آخر کار ناکامیابی اور سلطان کے انگلو ٹرکش عہدنامہ مورخہ مئی ۱۸۸۷ء کی منظوری سے انکار کرنے کے باعث کے بارے میں مشہور ہو رہے ہیں۔ اکثر انگریزی اخبار نویسوں اور دوم درجے کے مدبروں کے خیال میں اس کے انکار کا باعث صرف دول عظام کی سازشیں تھیں جو انگلستان کے رسوخ سے رشک کھاتی تھیں نہ کہ محض سلطان کی خود اپنی آزادی۔ یہ جو خیال کیا گیا ہے کہ ہائی کمشنر کے ایسی معزز اور فائدہ مند شرائط کے پیش کرنے پر عبد الحمید ضرور خوشی سے جامے میں پھولا نہ سمایا ہو گا۔ اور نیز یہ جو کہا جاتا ہے کہ روس و فرانس نے دھمکی و خوشامد سے سوفطائوں کے مذہبی تعصب کو یاد دلانے سے اور علما کی پر جوش حب وطن کیطرف اشارہ کر کے اُس سانحے کا بذریعہ یاد کرایا جو عبد العزیز کو پیش آیا تھا اور اسطرح بہت سی تکلیفوں اور التوا کے بعد سلطان کو (جو ایک خلیق مگر کمزور اور نا مستقل مزاج آدمی ہے) اس امر پر رضامند کرنے میں کامیاب ہوئے کہ وہ ایسے معاہدے پر دستخط کرنے سے انکار کر دے جسکے رو سے ایک غیر سلطنت کو اس کے ایک صوبہ میں بمرضی خود جب چاہے فوجی مداخلت کرنے کا حق باضابطہ طور پر ملتا ہو۔

ان خیالات پر عقل سلیم کی روشنی کی بہت ہی تھوڑی سی شعاعیں پڑنے سے انکا صدق و کذب بخوبی واضح ہو جائیگا۔ فرانس و روس کو اس عہدنامے کی تصدیق کیے جانے کی مخالفت کرنی چاہیے تھی۔ اور انہوں نے کی جو ایک امر واجبی ہے اور بطور امر مسلمہ مان لیا جاتا ہے سلطنت فرانس کا وادی نیل میں انگلستان کے رسوخ کے بے انتہا حد تک بڑھتے جانے کا رشک کرنا اور اسی سبب انگریزی سفارت کے پہیے میں کانٹا پیدا کرنا ایک امر واجبی اور

Marfat.com

اسکا فرض ہے۔ اور روس کی انگلستان کے ساتھ مشرقی امور پر ضرب المثل رقابت عام مشہور ہے جو دو نو باتیں ایم ایم ڈی مونٹیلو (فرانسیسی سفیر) اور نیلیڈاف (روسی سفیر) کی متحدہ کوششوں کا کافی باعث ہیں لیکن اس امر کو کہ یہ مخالفت صرف سلطان کی مستقل مزاجی اور کمزور طبیعت کے باعث کامیاب ہوئی۔ کوئی ایک شخص بھی جو پچھلے دس سال کے واقعات کو یاد رکھتا ہے۔ ہرگز نہ مانیگا ایسے شخص کی نسبت جس نے ۱۸۷۷ء میں ایک بیشمار فوجی قوت رکھنے والی طاقت کے حملے کی دھمکی اور ہر ایک رفیق و مددگار کے کنارہ کر جانے کے وقت بھی بغیر لڑائی کے ایک ذرہ بھر حصہ کو ترک کرنے سے انکار کیا ہو اور جس نے اپنے دار الخلافہ اور اپنے مقام سکونت کو اس وقت جبکہ فوج مخالف اسکے دروازوں تک پہونچ گئی تھی اور اسکے وزیر سراسیمہ و پریشان اور اسے فوراً بھاگ جانے کو کہہ رہے تھے چھوڑنے سے انکار کر دیا ہو یہ کہنا کہ ”وہ خلیق و ہر دلعزیز مگر کسی قدر بہت ہی غیر مستقل مزاج ہے“ ایک مجنونانہ بکواس سے کم نہیں۔ جو لوگ اس قسم کے واہیات خرافات بکتے اور لکھتے ہیں اُن کو منطقی ”قانون اختصار“ یاد کرنا چاہیے۔ جس کا یہ مطلب ہے کہ سادہ سے سادہ شرح جو ایک امر واقع کے لیے کافی ہو وہ ہے جو عوام الناس میں مقبول اور پسندیدہ ہو جاوے اس عہدنامے اور اسکے قبل کے واقعات کو غور سے دیکھنے اور سمجھنے پر ایک بے تعصب دانا بینا مدبر کو معلوم ہو سکتا ہے کہ سلطان کی نامنظوری کے لیے اور بھی بہت سی وجوہ تھیں اور کہ اگر روس و فرانس کے وکلا اپنی نصیحتوں کو اپنے ہی پاس رہنے دیتے۔ تو بھی سلطان معظم اس معاہدہ کو ہرگز تسلیم نہ کرتے۔

ناظرین کسی ایک متدین اور صاف باطن کو ایک لحظہ کے لیے سلطان کی جگہ پر بیٹھ کر اُس واقعہ کو اُنکی آنکھوں سے دیکھنے دو۔ آپکو یاد ہوگا کہ گذشتہ ۱۸۸۵ء میں سلطان انگلش گورنمنٹ پر اس بات کے لیے زور دیتے رہے تھے کہ وہ معاملات مصر کو اپنے ہاتھ میں لینا اور برٹش سپاہ کی جگہ اپنی سپاہ مامور کرنا چاہتے ہیں۔ ان خواہشوں کو مسٹر گلیڈسٹون کے وزراء نے حقارت سے دیکھا۔ لیکن جب لارڈ سالسبری اس عہدہ پر مامور ہوا تو اُس نے پھر سلسلہ جنبانی کی جس کا ظاہرا یہ مدعا تھا کہ جہانتک ممکن ہو سلطان کی عرصہ مدید کی خواہشوں کو پورا کیا جاوے۔ اور اس لیے کہ یہ تغیر دفعتاً واقع نہ ہو۔ اول تحقیقات کرنے کے لیے ایک عہدنامہ لکھا گیا۔ بایں خیال کہ وہ بہر نہج مفید ہیگی۔ اس اثنا میں نتیجہ ... لیے دونوں سلطنتوں کو مطلوبہ وقفہ ملجاویگا۔ چنانچہ یہ تحقیقات دو برس میں ختم ہوئی اور اتنے عرصے بعد سلطان کو یقیناً یہ امید کرنیکا حق تھا کہ جب آخر کار قطعی معاہدہ پیش ہوگا۔ تو ہمیں ہماری حکومت کے قیام اور برٹش افواج کی واپسی کی پختہ اور محدود شرائط مندرج ہونگی۔ مگر برخلاف اسکے اُن کو کیا معلوم ہوا؟ یہ کہ نہر سویز کی آزاد جہازرانی کی عمدہ ترین مضبوطی کے لیے لکھو آزادی۔ یہ یاد سے کبھی ذرا بھر بھی معرض خطر میں نہیں تھی ایک مزید قول و اقرار اور معاہدہ کیے جانے کے بعد بھی مندرجہ ذیل

فقرے معاہدے میں بڑھائے گئے ہیں :-

(۱) چونکہ سوڈان کی حالت بدنظمی اور مصر میں پولٹیکل حوادثات کے باعث تکالیف عائد ہونے کی وجہ سے کچھ عرصہ کے لیے یہ امر ضروری ہے کہ سرحد کے استحکام اور مصر کے اندرونی امن و امان کے لیے معمولی احتیاط برتی جاوے اس لیے ملکہ معظمہ کی گورنمنٹ ملک کی جنگی حفاظت اور طاقت فوجی کی نگرانی و اہتمام کرے گی۔

(۲) اس مطلب کے لیے وہ مصر میں برٹش افواج کی ایک تعداد جو ضروری خیال کیجاوے رکھیگی اور مصری افواج کا معائنہ کرتی رہیگی۔ اور وہ شرائط جو واپسی برٹش افواج اور مصری افواج پر انگریزی گورنمنٹ کی نگرانی کے خاتمہ کے متعلق ہیں۔ اس عہدنامے کے پانچویں فقرے کی شرائط کے مطابق پوری کیجاوینگی۔

اب وہ فقرے جو جلی عبارت میں ہیں کم ازکم بالکل گول مول اور ذومعنی ہیں اور برٹش گورنمنٹ کو ہر ایک طرح کے فعل کا اختیار دیتے ہیں۔ اور اس کو کسی خاص امر کے کرنے پر مجبور نہیں کرتے۔ اور چونکہ سوڈان کی حالت بدنظمی کا ذکر کیا گیا۔ سو وہ اس کے ماقبل کے دو سال کی حالت سے زیادہ بری نہ تھی جب کہ لارڈ سالسبری نے یقینًا بیان کیا تھا کہ سلطان کی حکومت اور سلطان کی سپاہ بڑی خوبی کے ساتھ عمدہ انتظام اور امن قائم کر سکتی ہے۔ پھر اب ۱۸۸۷ء میں یہ ضروری کیوں خیال کیا گیا کہ ابھی تک انگریزی سپاہ سرحد مصر کی حفاظت کریں اور انگریز افسر افواج مصر کی کمان کریں۔

فقرہ پنجم جس کا حوالہ دیا گیا ہے فقرہ چہارم سے کچھ زیادہ اطمینان بخش نہ تھا۔ اس کے مطابق انگریزی افواج کے قابض رہنے کی اقل مدت تین سال قرار دیگئی تھی جس کے ساتھ یہ بھی ضروری شرط تھی کہ اگر کسی اندرونی یا بیرونی خطرے کے عائد ہونے سے خلو مصر کا التوا ضروری ہوجاوے تو وہ تا رفع خطرہ قابض رہینگی اور اس واپسی کے بعد بھی دو سال تک مصری افواج انگریزی نگرانی میں رہینگی۔ یہ باتیں ہی کچھ کم نہ تھیں مگر اس فقرے کے آخری حصے میں ایک ایسی شرط تھی جس کے باعث سلطان کو اس عہدنامے کا منظور کرنا بالکل ہی ناممکن ہوگیا تھا۔ اسمیں یہ درج تھا کہ اگر کسی بیرونی حملے کا ڈر ہو یا اندرونی امن امان میں خلل پڑجاوے یا خدیو مصر شہنشاہ کے حقوق اور اپنے معاہدوں کی ذمہ داری کو ادا کرنے سے انکار کرے تو عثمانی گورنمنٹ کو مصر میں فوج بھیجنے اور قبضے کا اختیار ہوگا۔ مگر ساتھ ہی ایسی ضرورتوں کے وقت انگلستان کو بھی مساوی حقوق حاصل ہونگے۔ بذاتہ یہ دونوں فقرے ہی اس بات کے لیے کافی تھے کہ بغیر اس قسم کی وجہ ڈھونڈھنے کہ فرانس نے دھمکی دی یا روس نے ایسا مشورہ دیا سلطان کے عہدنامے کو تصدیق کرنے سے انکار کر دینے کا باعث ہوں۔ ملکہ معظمہ کی گورنمنٹ نے اپنے سفیر کی واپسی کے وقت سے اب تک ایسا رویہ اختیار کیا ہوا ہے کہ جس سے مسئلہ مصر ایک ایسی بنیاد پر

Marfat.com

...کا کامل انتظام ہونا منحصر ہو جلدی طے ہونیکی امید نہیں پائی جاتی۔ بلکہ برخلاف اسکے انڈر سکریٹری آف سٹیٹ نے ہوس آف کامنس میں اسطرح پر تقریر کی ہے۔

ہماری حالت ویسی ہی ہے جیسی کہ پہلے تھی البتہ یہ زیادتی ہوئی ہو کہ ہمنے اس تمام سردردی اور زر کے نقصان کو اوٹھالیا ہے جو کہ روم کے ساتھ دوستی اور اپنی نیک نیتی ظاہر کرنے میں ہمارا خرچ ہوا۔ اسکے بعد انڈر سکریٹری صاحب نے مجری متانت سے بیان کیا کہ روم نے تسلیم کرلیا ہے کہ انگلستان مصر میں خاص حقوق رکھتا ہے اور ہم مصر میں سلطان کی پوری مرضی اور اجازت سے دخیل ہیں۔ مگر سلطان عبدالحمید بار بار کہہ چکے ہیں کہ مصر میں میری شاہی حقوق ایک لحظہ کے لیے بھی زائل نہیں ہوئے اور گو کہ ہم صرف انگریزوں کی فوجی دست درازی سے دبے ہوئے ہیں۔ ورنہ دراصل انگریزی فوج کی مسلسل موجودگی کو ہم قانون بین الاقوام کی ایک شدید خلاف ورزی جانتے ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس بیان کو جو انڈر سکریٹری نے کیا بجائے صحیح ہونیکے محض ایک عیارانہ چالبازی سمجھنا چاہیے۔

درحقیقت نہر کی حفاظت کے متعلق تمام گفتگو بالکل فضول اور غیر ضروری ہے۔

ف نہر سویز جو بحیرہ روم کو بحیرہ قلزم سے ملاتی ہے۔ بندر سعید یعنی دمیاط والے دہانہ نیل سے ۴۴ میل جانب مشرق سے شروع ہو کر خاکنائے سویز کے برابر برابر جھیل زرد للیلح اور تماش (جسکے ساحل پہ اسمٰعیلیہ آباد ہے) اور جھیلہائے آتلخ سے گذر کر سویز تک پہنچتی ہے اسکی کل لمبائی ۱۰۰ میل ہے۔ اس کا اصلی عرض اسقدر نہیں کہ دو جہاز ایک دوسرے کے پاس سے گذر سکیں مگر بہت سے مواقع پر ایسے چوڑے اور قدرتی جھیلیں موجود ہیں کہ دو جہاز اس جگہ آپس میں ایک دوسرے کے پاس سے گذر سکتے ہیں۔ جس سے آمد و رفت کی آسانی اور سرعت پیدا ہو جاتی ہے جو جہاز ۴۲۴ فیٹ لمبا اور ۵۰ فیٹ پانی میں چلسکتا ہو وہ نہر میں سے بآسانی گذر سکتا ہے نہر ۱۸۶۹ء کو پہلے پہل جہازرانی کے لیے کہولی گئی ۱۸۷۰ء سے ۱۸۷۹ء تک تعداد جہازات جو اسمیں سے گذری یہ تفصیل ذیل ہے:۔

سنہ	تعداد	وزن ٹن	سنہ	تعداد	وزن ٹن	سنہ	تعداد	وزن ٹن
۱۸۷۰ء	۴۹۱	۴۳۶۶۱۰	۱۸۷۴ء	۱۲۶۴	۲۴۲۳۶۲۲	۱۸۷۸ء	۱۵۹۳	۳۲۹۱۵۱۵
۱۸۷۱ء	۷۶۵	۷۶۱۴۶۵	۱۸۷۵ء	۱۲۹۶	۲۹۴۰۷۰۸	۱۸۷۹ء	۱۴۷۷	[illegible]۲۳۹۴۲
۱۸۷۲ء	۱۰۸۲	۱۴۳۹۱۶۹	۱۸۷۶ء	۱۴۶۱	۲۰۹۵۸۷۰			
۱۸۷۳ء	۱۱۷۳	۲۰۸۵۴۷۰	۱۸۷۷ء	۱۶۵۱	۲۲۵۱۵۹۶			

۱۸۷۹ء میں ۱۴۷۷ جہاز انگریزی ۔ ۹۳ فرانس کے ۔ ۶۱ ہالینڈ کے ۔ ۵۱ اٹلی کے ۔ ۴۰ آسٹریا کے ۔ ۱۶ جرمنی کے ۔ ۲۵ ہسپانیہ کے اور باقی دیگر ممالک کے تھے۔

نہر سویز پر اصل خرچ ۱۹۷۸۱۵۱۷ پونڈ ہوا مگر ۳۶۰۰۰۰ پونڈ کی دستاویزات قرضہ جو سود اور منافع کے (باقی بر صفحہ ۱۱۴)

ان سب متذکرہ بالا بیانات پر غور کرنے کے بعد یہ نتیجہ جس کو ایم۔ ڈی لیپ ...
بھی انگلستان کے واسطے اپنی مشرقی سلطنت کے ساتھ آمد و رفت کے لیے ضروری نہیں کہی جا سکتی۔ ...
میں اسکی آزاد جہاز رانی کے بارے میں تو کوئی سوال ہی نہیں۔ اور جنگ کے موقعے پر ہم اس راستے سے ...
پہونچنے پر اعتبار کر ہی نہیں سکتے۔ نہ ہی بیشمار فوج زمین پر اور نہ ہی سمندر میں بیشمار بیڑے جہازات اس ...
ایک تنگ تر موقعے پر بے ایمانی سے ایک کشتی کو غرق کیے جانے سے روک سکتے ہیں جس کشتی کے غرق ...
یہ راستہ بالکل ایسا مسدود ہو جائے گا کہ گویا اس کے کنارے ایک دشمن فوج کے قبضے میں ہیں۔ اور ...
اس وقت بھی اتنے بڑے بھاری محصولوں کی موجودگی میں جو جہازات اور مسافروں سے لیے ہیں ...
بڑے بڑے وقفوں کے ہوتے ہوئے جو کہ جہاز رانی میں واقع ہوتے ہیں یہ ایک سوال طلب بات ہے ...
یہ نہر دنیا کی تجارت کے واسطے ایسی ہی بڑی مفید ہے جیسا کہ عام خیال کیا جاتا ہے۔

کل مورخ عظام ان بات کو ذہن نشین کیے رہیں کہ عبد الحمید کے دستخط کبھی کسی ایسے کاغذ پر ثبت نہیں ہوئے ...

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۳) بقایوں کی بابت جاری کیگئی ہیں۔ اس رقم سے علٰحدہ ہیں ۱۸۷۰ء کی اخیر میں اس کے سرمایہ کا حساب ...
تفصیل تھا:- (۱) چار لاکھ حصص فی حصہ ۲۰ پونڈ ۸۰۰۰۰۰۰ پونڈ (۲) ۳۳۳۳۳۳۳.۲۰ آبلی گیشن (دستاویزات کفالتی) ...
قیمت فی دستاویز ۲۰ پونڈ مگر ۱۲ پونڈ پر بشرح ۵ فیصدی جاری کیگئیں۔ اور ۱۰ فیصدی پر واپس لی جاویں گی= ۶۶۶۶۶۶۶
(۳) ۴ لاکھ دستاویزات قرضہ میعادی تیس سال جو فی دستاویز ۴ پونڈ پر جاری کیگئیں مگر فی ۵ پونڈ پر واپس لیجاویگی سود ...
بحساب ۸ فیصدی ۴ پونڈ پر ادا ہوتا ہے قیمتی ۰۰۰۰۰۰ا پونڈ بعد وضع کمی ۸۰ ہزار دستاویزات جو نہیں فروخت ہوئیں یعنی ...
۴ لاکھ پونڈ کی باقی ۶۰۰۰۰۰ پونڈ قرضہ ہو۔ (۴) ۴ لاکھ دستاویزات مالیتی فی ۳ پونڈ ۸ شلنگ ۵ فیصدی سود پر ...
منافع حصص کے ادا کرنیکے لیے قرض لیگئیں۔ اور اسی قیمت پر واپس لیجاوینگی ۱۲۶۰۰۰۰ پونڈ۔

مندرجہ بالا ۴ لاکھ حصص میں سے ۱۷۶۶۰۲ والی خدیو کی ملکیت تھے مگر نومبر ۱۸۷۵ء میں انگریزی گورنمنٹ نے بمقابلہ ۴۰۸۰۲۰۶ پونڈ ...
انکو خرید لیا۔ سویز کنال کمپنی کے معاہدات کی رو سے خالص ۵ فیصدی سالانہ منافع سے جسقدر زیادہ آمدنی ہو وہ بحصص ذیل ...
تقسیم ہوگی:- (۱) ۱۵ فیصدی مصری گورنمنٹ کو (۲) ۱۰ فیصدی بانیوں کے حصص کو (۳) ۲ فیصدی ملازمان کمپنی کے ...
کے واسطے (۴) ۷۱ فیصدی ۴ لاکھ حصص کو بطور منافع (۵) ۲ فیصدی مینیجنگ ڈائرکٹروں کو۔

کمپنی کو ۱۸۷۰ء سے ۱۸۸۹ء تک جہازوں کے محصول سے مندرجہ ذیل آمدنی ہوئی:- ۱۸۷۰ء ۲۰۶۳۷۳ پونڈ، ۱۸۷۵ء
۱۰۹۵۳۰ پونڈ۔ ۱۸۸۰ء ۲۰۵۳۰ پونڈ۔ ۱۸۸۱ء ۱۵۰۹۲۶۹ پونڈ ۱۸۸۲ء ۲۰۹۹۴۳ پونڈ ۱۸۸۳ء ۱۱۵۰۵۰۲
پونڈ ۱۸۸۴ء ۱۱۹۸۹۹۹ پونڈ ۱۸۸۵ء ۱۳۱۰۹۰۴ پونڈ۔ ۱۸۸۶ء ۱۲۵۱۶۹۴ پونڈ ۱۸۸۷ء ۱۹۵۰۰۴ پونڈ ۱۸۸۸ء
میں ہر طرح کی آمدنی ۲۷۹۶۳۰۱۳ پونڈ ہوئی اور خرچ ۱۲۲۳۹۲ پونڈ ہوا۔ ۱۸۸۹ء میں حصے داروں کو ۵ فیصدی
شلنگ نتیجہ یعنی بیباقی قرضہ کے فنڈ میں جمع کرنے کے بعد ۲۴ فیصدی منافع ہوا۔

Marfat.com

مصر میں اسکے شاہی حقوق کو کسی طرح غصب کرتا ہو پس ہر ایک سلسلہ نامہ و پیام جو اس مستقل آزاد اندازکرتا ہو وہ ضرور بہت بری طرح سے ناکامیاب ہوگا۔

ہم امید کرتے ہیں کہ انگریزی قوم اپنی حاکموں سے زیادہ عقلمند بنیگی۔ اور جب اُن کو اپنے گھر کے معاملے کی مشکلات باسانی طے ہوجاوینگی۔ تو وہ اس بات پر زور دیگی کہ انگلستان کی زوجیں طاقت از بہچوں کو پورا کرنیکی کفیل نہ سمجھی جاویں۔ اور اُن کو پورا کرنے پر مجبور نہ کیجاویں جن کو ایک اور شخص (یعنی سلطان) آسانی سے اوٹھا سکتا ہے ہم کو امید ہے کہ وہ اپنے وکلا (یعنی ممبران پارلیمنٹ) کے ذریعہ سے درخواست بار سلطان کو اجازت دیجاوے کہ وہ اپنے سادہ اور صاف وسائل کو مصر میں ترویج دیں جو از ان کو قیام اور بہتری اور خوشحالی کو قائم کرنے کے لیے نہایت ضروری ہیں۔ تاکہ اس طرح مصر کی طول طویل تاریخ کے تاریک اندھیرے میں روشنی نمودار ہوجاوے +

باب پنجم (۵)

بلگیریا اور اسکی حالت

جنوب مشرقی یورپ کی موجودہ پولیٹیکل حالت کا سرسری اجمالی بیان بھی بلگیریا کی گزشتہ دس سال تاریخ خواہ وہ کیسی ہی مختصر کیوں نہ بیان ہو۔ تحریر کیے بغیر ناممکن ہے۔ اور اسی لیے باوجود کئی ہوکر مگر

ف آجکل سلطان المعظم انگریزی گورنمنٹ پر مصر خالی کردینے کیلیے بڑا زور دے رہے ہیں اور روس و فرانس بھی مدد گار بن کر رہے ہیں جس کو دونوں سلطنتوں میں کچھ کشیدگی پیدا ہو رہی ہے۔ خدا کرے یہ معاملہ دونوں سلطنتوں میں بطور صلح و صفائی سے طے ہوجاوے۔ جبکہ ۱۸۹۰ء میں خدیو عباس قسطنطنیہ میں حضرت شوکت آب سلطان المعظم کی ملاقات کیلیے تشریف لے گئے اسی جگہ یہ کھلی تھی کہ خدیو چاہتے ہیں کہ مصر کو انگریز خالی کر دیویں اور سلطانی فوج وہاں بھیجی جاوے۔ مگر ابھی اس کا کچھ نہیں کہا جاسکتا ۱۸۸۲ء اور ۱۸۹۶ء کی حالت پر بھی یہ نوٹ بعینہ صادق آتا ہے۔ مگر ۱۸۹۸ء میں سوڈان کی فتح کے بعد صورت بدل گئی ہے کہ بظاہر انگریزی قبضہ کے اٹھائے جانے کی کوئی امید نہیں رہ گئی۔

مشرقی رومیلیا پر ریاست گورنمنٹ ترکی کے تحت ... کے بعد عہدنامہ برلن کے مطابق (باقی بر صفحہ ۱۱۶)

Marfat.com

بیان ہوجائیگا اندیشہ کرتی ہیں عہدنامہ سین سٹی فانو کی دستخط ہوجانے کی تاریخ سے بلگیریا کے متعلق
شائع کرتی ہوں شیپہور کاغذ جو کہ برلن کی ایوان شوری میں بہت کچھ کم و بیش اسے ترمیم کیا گیا تھا۔ ایک
کے لیے بہت ہی قیمتی اور باوقعت چیز ہے۔ اس سے عثمانی سلطنت کے مفروضہ عیسائی صوبوں کی
درستی کا جو نقشہ روسی تیار کرنا چاہتے ہیں وہ صاف صاف معلوم ہوجاتا ہے۔ اور اگرچہ میں نے اس
کو سب روسیوں کی طرف سے لکھا ہے مگر فی الحقیقت مجھے اُس کو روسی زار کا خیالی نقشہ کہنا چاہیے
کیونکہ مطابع کی عدم آزادی و تقریر کی عدم موجودگی میں روسی قوم کے اصلی خیالات معلوم کرنے بہت مشکل ہیں
عہدنامہ سین سٹی فانو اور عہدنامہ برلن میں جس قدر اختلاف ہے وہ اصل میں یہ ہے کہ روس اس قدر مانگتا
اور اسقدر لینے پر وہ (اُس وقت کے لیے نہ کہ ہمیشہ کے لیے) مجبور کیا گیا۔

عہدنامہ سین سٹی فانو کا چھٹا فقرہ یہ تھا:۔

”بلگیریا ایک آزاد باجگذار صوبہ بنایا جاوے۔ جس کی گورنمنٹ عیسائی ہوگی اور اسکی اپنی قومی تیار
فوج بھی ہوگی۔ اس ریاست کی قطعی حدود روسی فوج کے رومیلیا خالی کرنے سے پہلے ایک روسی کمیشن
کمیشن مقرر کرے گی“

اسی فقرہ میں نئی ریاست کی حدود کا خاکہ کھینچا گیا تھا۔ اور ان حدود میں وہ تمام ممالک جو شمال کی طرف

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۵) یہ ایک تحت نگرنیم آزاد صوبہ قرار دیا گیا جس کا انتظام حکومت مجلس کلاں اور ایک شہزادے کے سپرد کیا گیا
۲۹ اپریل ۱۸۷۹ء کو اسمبلی (مجلس کلاں) نے عایا نے پرنس سکندر کو منتخب کیا۔ اور اُسنے ۲۶ جون ۱۸۷۹ء کو عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لی
کو ۲۴۰۰۰ پونڈ سالانہ ذاتی خرچ کے لیے ملتے ہیں اور ایک محل واقع صوفیا رہائش کے لیے ملا ہوا ہے۔ اس ریاست کا رقبہ ۲۶۰
میل مربع اور آبادی ۱۸۵۹۰۰ آدمی کی ہے۔ ۱۸۸۵ء میں شہزادہ سکندر نے مشرقی رومیلیا کو بھی اس ریاست میں ملا
اسی سال بوجوہات چند در چند اُن کو تخت چھوڑنا پڑا۔ اور اب ایک شہزادہ موسومہ پرنس فرڈیننڈ تخت پر متمکن ہے جس
ابتک دُول متمدنہ نے تسلیم نہیں کیا۔ اور سلطان المعظم نے بھی تا حال (یعنی ۱۸۹۵ء) فرمان منظوری عطا نہیں فرمایا۔ مشرقی
عہدنامہ برلن کے مطابق یہ صوبہ سلطان کی براہ راست حکومت میں چھوڑا گیا۔ مگر بایں شرط کہ اسکا گورنر عیسائی ہو چنانچہ
علیکو پاشا اسکا گورنر مقرر کیا گیا۔ ۱۸۸۵ء میں یہ صوبہ بغاوت کرکے بلگیریا سے ملحق ہوگیا۔ اور علیکو پاشا کو
گیا اب اس وقت یہ صوبہ پرنس فرڈیننڈ کے ماتحت صوبجات بلگیریا سے ملا ہوا ہے۔ سالانہ آمدنی (۲۴۰۰۰۰) پونڈ اور خرچ
۲۴۰۰۰۰ پونڈ۔ اسکا رقبہ ۳۵۰۰ میل مربع ہے اور آبادی ۱۸۵۸۱۲ بدیں تفصیل: بلغارین ۱۲۲۳، ۵ ترک ۵۱۲
خانہ بدوش ۲۸۲۴ ۱۹، یہودی ۱۷۷، ۱، ارمنی ۶۰ ۱۳، شہر فلپ پولی اسکا دار الخلافہ ہے جس کی آبادی ۲۴۰۵۰۲ بدیں تفصیل
بلغارین ۱۰۹۰۹ ترک ۵۵۵۸ یونانی ۱۳ ۱۰، ارمنی ۸۰۶ خانہ بدوش ۵۶۸ ۱۸۸۵ء میں بلغاریا کو مشرقی ...

Marfat.com

دریائے ڈنیوب سے لیکر جنوب کیطرف بحر الجزائر تک ہی۔ شامل تھا مغربی حد سرحد سرویا اور البانیا تھی۔ اور مشرقی حد بحیرہ اسود۔ اور چونکہ اس عہدنامہ کی دیگر شرائط کے مطابق سرویا اور مانٹی نیگرو کو بھی بالکل آزادی ملکی تھی۔ اور مقامی انتظامی خود مختاری بوسینیا و ہرزیگوینا کو عطا کیگئی تھی پس اگر یہ عہدنامہ فسخ نہ ہوتا تو اس کا اثر سلطان کی حکومت پر یہ ہوتا۔ کہ وہ ایک چھوٹے سے مثلث پر محدود ہو جاتی۔ جس کے تینوں زاویئے ایڈریانوپل گیلی پولی اور قسطنطنیہ ہوتے۔

یہ مینے پہلے کسی جگہ ذکر کیا ہے کہ روس بجائے ظاہری حملے کے سنگبازی اور نقب زنی کی پالیسی یعنی خفیہ کارروائیوں کو پسند کرتا ہے۔ اسی پالیسی پر وہ لڑائی سے کئی سال پیشتر سے بڑی مستعدی و استقلال سے چلتا رہا۔ برسوں سے اُسنے بلگیریا والوں کو یہ پٹی پڑھانے کے لیے پولیٹیکل ایجنٹوں کی ایک نوجکی فوج وہاں روانہ کی ہوئی تھی۔ کہ وہ ایک نیشن (قوم) ہیں۔ اور اسی لیے انہیں یونانیوں یا ترکوں سے بالکل علحدہ ایک مستقل قیام کا حق ہے۔ مگر بشرطیکہ وہ سلیو اقوام کے سرگروہ (یعنی زار روس) سے منحرف نہ ہوں پس جب کہ زار کے وزراء نے عہدنامہ سین سٹی فانو تحریر کیا۔ تو ان کو یہ توقع کرنے کا حق تھا۔ کہ بلگیریا کے باشندوں میں وہی خیالات ایسے دخیل ہوگئے ہیں کہ عہدنامے میں نئے صوبے کے قائم کیے جانے کی شرطوں میں کوئی مشکل واقع نہ ہوگی اسلیے دفعہ نمبر۳ میں یہ شرط قرار پائی کہ "بلگیریا کا حکمران بلگیریا والے آزادی سے منتخب کریں۔ اور اوسے سلطان باجازت دیگر دول منظور کریگا۔ یوروپ کے دول عظام کے حکمران خاندانوں کا کوئی فرد بلگیریا کا شہزادہ منتخب نہ ہوسکے گا" اس عہدنامہ کی کانٹ چھانٹ میں جو برلن میں کیگئی۔ وہ فقرہ جس میں نئے صوبے کی حدود کے کوہ بلقان سے پرے تک بجانب جنوب بھی محیط ہونے کی شرط تھی بہت خراشا تراشا گیا۔ مگر شاید لارڈ بیکنسفیلڈ کے بستر کے پاس سے دیا نتدار دلال" (یعنی پرنس بسمارک) کی نیم شبانہ ملاقات کے باعث شہزادہ بلگیریا کے متعلقہ شرائط بالکل سالم رہنے دیگئیں۔ اس شرط میں بھی زار نے عام آزادی کے پیرائے کی ہر ایک چیز سے اپنی خاندان کے اور نیز خود سخت نفرت رکھنے کی طبعی خاصہ کو ظاہر کیا۔ شاہی طریقہ حکومت کا طرفدار اس امر کی تائید میں صرف اس کی تاریخی قدامت پر سہارا لیتا اور تکیہ کرتا ہے۔ مگر اس ذہین قوم بلغاریا کو جوکہ قومی دور میں تھی یہی طریقہ حکومت اختیار کرنے کی صلاح دینا اس صلاح دہندہ کو شاہوں کا خوشامدی ثابت کرتا اور بالکل ہی اس ضرب المثل کا مصداق بناتا ہے ؎

اگر شہ روز را گوید شب ست ایں بباید گفت اینک ماہ و پرویں

جبکہ قوم بلغار نہ ہی اس وقت اور نہ ہی اپنی تاریخ کے کسی زمانہ گزشتہ میں اپنی کسی شاہی سلسلہ خاندان کے بے اندازہ فوائد سے مستفیض ہوئی تھی یعنی کہ جبکہ زمانہ ماضی میں بھی اس قوم کی کبھی اپنی خود مختار شاہی حکومت نہ تھی تو پھر

Marfat.com

سے آملنے کی حکومت روس زار کو نفرت ہونیکی اور کوئی وجہ نہ تھی کہ بلگیریا بنی قیام کو ایک جمہوریہ ریاست کیطرف میلان شروع کرتا۔ مگر جمہوری سلطنتوں نے ظاہر کر دیا ہے کہ وہ ظالموں کے استعمال کیلیے ہر وقت تیار نہیں ہیں پس بلگیریا کیلیے ایسا شہزادہ ہونا چاہیے جس کے انتخاب پر روس قطعی قابو رکھ سکے۔ اور جس کے پہلے معصومانہ قدم اُسکی مہربان مشفقانہ حفاظت میں چلے جاویں (یعنی جو ازسرتا پا روس کی متابعت میں چلے) دفعہ نہم کے مطابق قرار دیا گیا کہ بلگیریا میں نئے طریقہ کا اجرا اور اسکی نگرانی دو سال تک شاہی روسی کمیشن کریگی۔ اور دفعہ ششم کرو سے شرط قرار پائی کہ ترکی افواج نئی ریاست کے ہر ایک حصے سے واپس ہٹا لیجاویں گی۔ اور اگر اس قدر قومی ملیشیا کے جو امن و امان قائم رکھنے کیلیے کافی ہو ٹھیک مکمل ہو جانے تک جس کی تعداد بعد ازاں عہد نامہ کے دونوں فریق مقرر کرینگے۔ روسی فوج ملک پر قابض رہیں گی۔ اور ضرورت کے وقت کمشنر کو فوجی امداد دینگی۔ یہ قبضہ تخمیناً دو سال تک رہیگا۔ اس کام تر دو کی (جو ان شرائط سے ظاہر ہو رہا ہے۔) وجوہ بھی نہایت عجیب ہیں انکو پرنس گارچکوف نے اسطرح بیان کیا۔

"ان غیر محدود شرائط کے اسطرح مضبوط قائم کرنے کی یہ وجہ ہے کہ اُن ضرورتوں کیلیے جو آیندہ پیش آویں۔ گنجایش رہے۔ بلگیریا کیے عارضی قبضے کی دو سال میعاد صرف اس لیے مقرر کیگئی ہے کہ یہ مدت امن و امان کے قائم رکھنے مسلمان و عیسائی اقوام کو آپس کے عناد و فساد سے محفوظ رکھنے۔ ملک کی آئین بندی کرنے اور قوانین کے وضع کرنے اور روسی ملیشیا کی تکمیل کیلیے ضروری سمجھی گئی ہے۔ اور نیز اس لیے کہ اگر میعاد قبضہ غیر محدود رکھی جاتی تو یہ امر صوبہ پر قطعی قبضہ کر لینے کی ابتدائی کارروائی خیال کیا جاتا۔ جس کا خیال شاہی دربار کے وہم و گمان میں بھی کبھی نہیں آیا۔ یہ کہنے کی تو ضرورت ہی نہیں ہے کہ میعاد تخمیناً رکھی گئی ہے۔ کیونکہ شاہی دربار اس میعاد کو جو امن عامہ کیلیے اسقدر تجویز کیگئی ہے۔ اگر اس مدعا کی کامیابی کو نقصان پہونچانیکے بغیر ممکن ہوا تو حتی الامکان کم کرنے کو تیار ہے۔ جیسا کہ عام طور پر کہا جاتا ہے۔ روس کا مطلق ارادہ نہیں کہ بلگیریا کو روسی پولیٹیکل سسٹم (نظم ملکی) میں شامل کیا جاوے۔ ملک کی پرانی راہ و رسوم مذہبی بھی متغیر نہیں کیگئیں۔ صرف قانون کے مکمل کرنے کیطرف توجہ کیگئی ہے جو پہلے ادھورا تھا۔ روسی گورنر صرف اس لیے مقرر کیے گئے ہیں کہ قومی ترقی کی محافظت کریں اور پہلی بلگیرین کونسل کے انعقاد میں جو ریاست کی آئین بندی کی درستی کے لیے طلب ہوئی ہے سہولت پیدا کریں۔"

عہدنامہ برلن کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بوڑھے ڈپلومیٹ (مدبر) کی معصومانہ سادگی اور صداقت نے سفرائے مجتمعہ پر وہ اثر پیدا کیا جس کی کہ اُسکو توقع تھی کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جنوبی حد کوہ بلقان کو مقرر کیگئی۔ اور روسی افواج کی مجوزہ میعاد قبضہ بجائے تخمیناً دو سال کے ۹ برس کی بجائے نو ماہ تک محدود کی گئی

Marfat.com

وہ ملک تھے جنہوں نے بلگیریا میں روس کا رستہ صاف کیا تھا۔ اس خاص بلغاریوں کی جماعت سے ہوتے تھے۔ جنہوں نے روس میں تعلیم پائی تھی۔ اور مذہباً و سوشل خیالات میں بالکل روسی ہوگئے تھے۔ ان کے لیے روسی علم ادب وسی گیتوں کی کتابیں روسی رسمی کتابیں۔ روسی تواریخ اور دیسطح کے الم علم کا بہت بڑا ذخیرہ بہم پہونچایا جاتا تھا جن کتابوں کا مدعا یہ سکھلانا تھا کہ جنوب مشرقی یورپ میں ترکی محکومی سے آزاد ہونیکے بعد ہی فوراً ہی سلیو نک اقوام کا ایک بہت بڑا اجلاع زیر حکومت زار قائم ہوجاوے۔

قصہ مختصر روسیوں کا قبضہ نو ماہ پر بعد دو کیا گیا۔ اور روسی گورنمنٹ کو ساتھ ہی کہا گیا کہ یہ تین ماہ کے اندر روسی فوجیں رومینیا میں سے گذر جاویں۔ اور ریاست بالکل خالی کردی جائے۔

انگریزی لبرل جماعت مطلق العنان حکومت کی دیانتداری پر بشرطیکہ وہ مطلق العنانی کسی انگریزی لارڈ یا مشرقی بادشاہ کی نسبت ہو بہت ہی یقین رکھتی ہے یہ کچھ کم تعجب خیز نہیں۔ مگر تاہم صاف پایا جاتا ہے کہ کانگرس کے ممبروں کو شبہ تھا کہ کیا بلگیریا کی آزادی ٹھیک آزاد رہی گی۔ جس حالت میں کہ یہ کارروائی کا سک افسروں کی زیر نگرانی ہو۔ اور قرعے کے صندوقوں پر روسی سپاہیوں کا پہرہ ہو۔ اور یہ خیال اور بھی مضبوط ہو جاتا ہے جب ہم یہ سنتے ہیں کہ ممبران کانگرس نے نشست کرنے کے تھوڑے ہی عرصہ بعد سن لیا کہ بلگیریا کا روسی فوجی گورنر صوبے کے پولیٹکل اور مالی مستقبلہ امور پر ذاتی دباؤ ڈالنے کی کوشش کر رہا ہے۔

تاہم وقعات ما بعد کی تاریخ بتاتی ہے۔ کہ روسی ایک بلی کو مار دینے کے لیے مکھن کو اس کے حلق تک ٹھوس دینے کے علاوہ اور بھی کئی طریقے جانتے ہیں (یعنی اپنے مخالف کو صرف نرمی ہی سے نہیں ہلاک کرتے بلکہ اگر ضرورت پڑے تو سختی سے بھی مار ڈالتے ہیں۔

شہزادہ الگزینڈر کے انتخاب سے پہلے روسی کمشنروں نے بلگیریا والوں کو یہ دلنشین کرنیکا کوئی موقع فروگذاشت نہ کیا کہ ان کا دوست دراصل روس ہے نہ کہ یورپ اور یہ کہ انکی آئندہ بہتری اور خوشحالی کی اصلی امید اس بڑی بادشاہ کی ہمدردی و حفاظت پر موقوف ہے جو کہ اس کا فرمانبردار ہے۔ نہ کہ قومی انگلو[illegible]

روسی۔ بلغاری صرف رومانوی جبل اسود کے ساکنین سلیو قوم میں سے ہیں۔ یہ قوم تاتاری النسل ہے۔

انگلستان کا لبرل فریق اور اسکے لیڈر مسٹر گلیڈ اسٹون ڈیوک آف آرگائل وغیرہ گو اپنے ملک کی نیم خود مختار شاہی حکومت کو بھی مضر سمجھتے اور ایک طرح کی تقریباً جمہوری حکومت کو قائم ہونے کو پسند کرتے ہیں۔ مگر زار روس کی اشد خود مختار اور نہایت ہی سفاکانہ حکومت کو پسند کرتے ہیں۔ چنانچہ شہزادی صاحبہ ان کے اسی دورخہ خبط کی طرف اشارہ کر رہی ہیں۔

قومی خیر خواہی کا نتیجہ تو ہم دیکھ رہے ہیں۔ کہ جلا وطنوں کی ایک بڑی لمبی قطار ہر وقت کا ہنا سے سا بیریا کی طرف کوچ کرتی رہتی ہے۔ اور اُس کی آزادی کا منبع سینٹ پال اور سینٹ پیٹر کا قلعہ ہے۔
آخر کار شہزادہ الگزینڈر عہد نامے کی تیسری دفعہ کے بموجب منتخب ہوا۔ اور ظاہراً ترکی کا ایک یوروپ کے ماتحت مگر در اصل زیر حمایت روسی گورنمنٹ کے بلگیریا نے اپنی قومی زندگی کے نئے زمانہ میں قدم رکھا۔ شہزادہ بیٹنبرگ کی آؤ بھگت قوم بلگیریا نے بسر پرستی روسی پرنس ووندوکاف بڑے طمطراق سے کی۔ اور کئی طرح سے زار نے قوم کے اس عام انتخاب کو پسند کیا۔ روسی ڈپلومیسی کو اس میں ذرا بھی شک نہ تھا کہ گو اُسکو فی الحال عہد نامہ سین سٹفی فانو کے مطابق کامیابی نہیں ہوئی تاہم اس ریاست کی پالیسی کا ڈانڈا روسیوں ہی کے ہاتھ میں رہے گا۔ اور نہ آخر کار روم کے برخلاف اُس صوبہ کی کامیاب بغاوت میں کوئی اندرونی مزاحمت یا مخالفت نہ واقع ہوگی۔
اعلیحضرت امیر المومنین سلطان عبد الحمید نے اس نئے شہزادے کو اُس کی پہلے ہی مرتبہ شرف ملازمت حاصل کرنے کے وقت کہا کہ تم حالت موجودہ کی مشکلات اور خطرات سے پورے آگاہ ہو۔ ان خطرات سے صرف اُس صورت میں بچاؤ ہو سکتا ہے کہ کل فریق عہد نامہ برلن کی لفظاً و معناً صدق دل سے متابعت کریں۔ انہوں نے شہزادے پر مذہبی مساوات قائم رکھنے کے لیے بہت زیادہ زور دیا۔ اور اُس کو اس تمام خوشحالی کی طرف متوجہ کیا۔ جو بلگیرین عیسائیوں کو کئی صدیوں کی ترکی حکومت میں برابر حاصل رہی۔ باوجودیکہ پچھلی لڑائی میں مسلمان رعایا پر بڑے ظلم و تشدد کیے گئے۔ اور اُس کو جتا دیا کہ انصاف اور مناسب پالیسی کا یہی تقاضا ہے کہ حتی المقدور ان سب کو یکساں محفوظ رکھے۔
مگر ایک سال آئندہ ہی کے واقعات نے بخوبی واضح کر دیا۔ کہ بلگیریا کے شہزادے نے اپنے شہنشاہ کی نصائح سے کچھ فائدہ نہیں اٹھایا۔ کیونکہ سلطان کے پاس متواتر شکایتیں آتی رہیں۔ کہ مسلمانوں پر لگاتار سخت تشدد ہو رہا ہے۔ اور یہ اُن کو بخوبی معلوم ہو گیا کہ اگر بہت جلد ہی اس حالت کو درست کرنے کے لیے تدارک نہ ہوا تو وہ اپنے سلطانی حقوق کو عمل میں لانے کے لیے مجبور ہوں گے۔ مگر دریں اثنا انہوں نے کل دول عظام کو یہ جتلا دینا مناسب سمجھا کہ عہد نامہ برلن کی وہ شرائط جو بلغاریہ کے مفید تھیں پوری نہیں کی گئیں۔ بلگیریا کے قلعوں کی مشروط انہدام کی تعمیل میں ایک اینٹ بھی نہ اکھاڑی گئی۔ اور آسٹریا اور انگلستان کی تاکید کے جواب میں پرنس الگزینڈر نے جواب دیا کہ اس کام کے لیے روپیہ درکار ہے اور یہ ابھی موجود نہیں۔ اور علاوہ ازیں بارگوں اور گودام خانوں کیلئے قلعوں کی ضرورت ہے۔ اصل میں یہ جواب ٹھیک روسیانہ تھا۔ سلطان کو بار بار مجبور ہو کر مشرقی

Marfat.com

رومیلیا میں ان روسی سازشوں کا نوٹس لینا پڑتا رہا۔ جو عہدنامہ برلن کی پالیسی کے برخلاف اور عہدنامہ سین سٹی فانو کی پالیسی کے مطابق تھیں۔ چنانچہ حضور ممدوح نے باقی دول کو مطلع کردیا کہ روس کی انسی دستبرد مستعدی کے باعث انہیں مشرقی مسئلہ کا پھر دوبارا بکھیڑا کرنا پڑیگا۔ یہ ایسی پیشنگوئی ہے کہ انکے تحریر کتاب میں بھی مجھے ہردن اور ہرماہ اسکے پورے ہوجانیکا اندیشہ ہے۔ نئے صوبے کو بالکل روسی بنانیکی کوشش ابتدا ہی میں اچھی طرح ظاہر ہوگئی۔ جبکہ پرنس الگزینڈر نے اپنے آپ کو ایک روسی جرنیل کی ہدایات پر چھوڑ دیا۔ اس جرنیل کا نام اب پھر معاملات بلگیریا میں نمودار ہوا ہے جرنیل زنانتھ کی تجاویز کے مطابق سب سے پہلے ایسی کونسل آف سٹیٹ قائم کیگئی۔ جو ایسے اجنبیوں سے جو سلیو زبان بول سکتے تھے مشتمل تھی اس کے بعد تمام ریاست میں روسی افسروں کو بطور جنگی کمشنروں کے مقرر کیا گیا۔ اور اسمیں ذرا بھی شبہ نہیں کہ اس وقت شہزادے نے اپنے آپکو اس مضبوط تعلق کا جو روسی قوم کو باشندگان بلگیریا سے وابستہ کرتا ہے مؤید وحامی کرنے کی ٹھان لی تھی۔

پرنس کی یہ وضع آخر کچھ ایسی نمایاں اور عجیب ہوگئی کہ سلطان المعظم کو کل دول کے نام ایک زبردست یادداشت روانہ کرنی پڑی جس میں انہوں نے مفصلاً ان امور کی نظیریں دیں۔ جن میں بلگیریا کی گورنمنٹ نے [؟] عہدنامہ برلن کی ذمہ واریوں سے قدم بقدم پہلوتہی کرنیکی کوششیں کیں۔ یادداشت میں یہ بھی جتایا گیا کہ بلگیریا میں مسلمانوں کی نہ تو جائداد محفوظ ہے اور نہ انکا مذہب۔ اور نہ مسلمانوں کو پبلک کاموں کے اہتمام ونگرانی میں جوکہ ان کا حق ہے کسی قسم کا دخل دیا جاتا ہے۔ اور ترکی تجارتی گماشتوں کی تقرری کی اجازت دیجاتی ہے۔ اور نہ اگر انہیں بطور خود تقرر کرکے بھیجا جائے تو تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس مراسلے میں سلطان المعظم نے مسلمان نقل وطن کرنیوالوں کی تباہ حالت کی طرف بھی توجہ دلائی جن میں بہتیروں کو معاوضہ اب تک نہ ملا تھا۔ اور جن میں گو اکثر بلگیریا کو واپس چلے گئے مگر اب تک اپنی جائداد سے محروم اور فقیری کی حالت میں پڑے ہوئے ہیں۔ یہ میمورنڈم اس انصاف پسندی کی اپیل پر ختم ہوا جس کا زور شور بابعالی نے یوروپ کے ساتھ تعلقات رکھنے میں سنا تو بہت تھا مگر پایا بہت کم

اعلیحضرت سلطان المعظم کا یہ مراسلہ بے اثر نہ رہا۔ دول یوروپ نے پرنس الگزینڈر کو عہدنامہ برلن کی شرائط کی ٹھیک بجا آوری کی کافی طور پر تاکید کی اسے بتلایا گیا کہ بابعالی نے کافی اور قاطع شہادت سے ثابت کردیا ہے۔ کہ بلگیریا کی گورنمنٹ نے اپنی مختلف مذاہب کی رعایا کے ساتھ منصفانہ طریق پر برتاؤ نہیں کیا۔ آخر میں اسے جتلایا گیا کہ اس کا تاج وتخت اسی پر منحصر ہے۔

ان فہمایش کے بعد الگزینڈر روسی حمایت سے خواہ مخواہ معلوم کرکے کہ یہ طرفداری صرف اپنی آزادی فروشی کی

غرض میں حاصل ہوتی ہے کچھ بیزار ہوگیا ہو خواہ اُسنے یہ خیال کیا کہ دول متحدہ نہ صرف زبانی ہی جمع خرچ پر نہ رہینگی اور روس کا ستارہ بھی فی الحال کچھ نہ کچھ زوال پر ہے۔ خیر وجہ کچھ ہی کیوں نہ ہو لیکن یہ یقینی ہے کہ اسوقت اُسنے کارروائی میں ایک اور رویہ اختیار کر لیا جس میں اسے اسمبلی کے معزز ممبروں کی ایک کافی تعداد کی امداد ملتی رہی۔ پالیسی کے اس تغیر کا یہ سریع نتیجہ پیدا ہوا کہ ملک میں ایک معتد بہ پولیٹیکل حرکت و تحریک پیدا ہوگئی۔ ریاست کی لبرل فریق نے اس تحریک کو بہت تقویت دی اور تمام ملک بھر میں صاف صاف روس کے مخالف خیالات ظاہر ہونے شروع ہوگئے۔ مگر اس پولیٹیکل تحریک سے پولیٹیکل تغیر بھی واقع ہونے شروع ہوگئے۔ اور ساتھ ہی شہزادے میں کمزوری اور نصفت پسندی کی کمی پائی گئی۔ چنانچہ اکتوبر ۱۸۸۴ء میں پھر سلطان المعظم نے کل دول عظام کو مخاطب کیا۔ اور ایک دفعہ پھر عہدنامہ برلن کی حرف بحرف تعمیل کرانے کی تاکید مزید کی۔

اعلیحضرت سلطان نے پرنس الگزینڈر کی بعض حال ہی کی سپیچوں کی طرف انکو توجہ دلائی جن میں اُنہوں نے ایسے خیالات ظاہر کیے تھے جو بابعالی کی شہنشاہت کی وفادارانہ تسلیم کے برخلاف تھے اور آخر میں حضور ممدوح نے دستخط کنندگان معاہدہ کو نہ مداخلت کرنے کی پالیسی اختیار کرنے پر سخت اعتراض کیا جس سے انہوں نے بتا دیا کہ رفتہ رفتہ بدامنی اور مشکلات پیدا ہو جائینگی جن کا نتیجہ ایک سخت پیچیدگی ہوگی۔ اور وہ پیچیدگی آخرکار لڑائی پر ختم ہوگی۔ مگر دول نے شاید خیال کرکے کہ وہ ایک سیدھے سادے ترک کی نسبت حالات معاملات کو بہتر جانتی ہیں اپنی خاموشی اختیار رکھی۔ جس کا انجام یہ ہوا کہ ۱۸۸۵ء میں بلگیریا میں پبلک جوش ایسے زور پر ہوگیا کہ پرنس نے اپنے آپکو اُس عام جوش کے دریا میں بہہ جانے کو چھوڑ دیا۔ اور ایک ایسا کام کیا جس سے آخرکار وہ اپنا تخت کھو بیٹھا۔ خلاصہ کلام یہ کہ مشرقی رومیلیا نے بغاوت کرکے اسکو دعوت دی کہ بلگیریا کی ساتھ اس صوبہ کو بھی ایک ہی حکومت میں ملا لیوے۔ اُسنے اس امر کو قبول کر لیا۔ اور بیان کرکے کہ اُسکی کل آبادی کی خواہش کے برخلاف نہ چل سکنے کے باعث بلقان کی دونوں جانب کی متحدہ ممالک کی حکومت اختیار کی ہے مشرقی رومیلیا کو بلگیریا سے ملا لیا۔ اس نازک موقع پر عبدالحمید ایسی پالیسی پر چلے جسنے پولیٹیکل مشکلات سے نپٹنے کے متعلق انکی عمیق دوراندیشی اور قابلیت کو صاف صاف ثابت کر دیا۔ برلن کانگریس میں انہوں نے کل بلگیریا کو خودمختار ریاست بنائے جانیکی مخالفت اس لیے کی تھی کہ وہ اچھی طرح جانتے تھے اسکا صرف ایک ہی نتیجہ ہوگا یعنی کہ روسی پروگرام اور مدعا کی عین کامیابی۔ چنانچہ انکی مخالفت کامیاب ہوگئی اور بلقان کا جنوبی ملک انکی قبضہ میں چھوڑ دیا گیا تھا۔ مگر اب صورت بالکل ہی بدل گئی تھی۔ بلقان کے جنوب و شمال دونوں طرف رعایا روسی سازش اور خلعت سے تنگ و مضطر ہوگئی تھی۔ پرنس الگزینڈر

پنڈروسی مشیروں نے نکالدیا تھا۔ اسکی بلند پروازحد اندازہ سے بڑھ گئی تھی۔ اور زار کی سابقہ شفاعت
ورعیت کو وہ بہ نہج ترک کرنے پر مستعد معلوم ہوتا تھا۔ قومی امنگوں اور آزادی کا جان نثار دوست زار یہ
بھ کر کرا سکا اور اُسکے ہاتھ میں ٹوٹ گیا ہی یا اُس سے چھینا گیا ہی اور خود اُسی کے برخلاف بیدار کر دیا
گیا ہی بیک غضبناک غصہ میں آگیا۔ شہزادہ کا نام روسی فوجی لسٹ سے خارج کیا گیا۔ اور اسکو بڑی بدخلقی
سے جتایا گیا کہ ہمیشہ کیلیے روسی حفاظت و حمایت اُس سے چھینی گئی ہی۔ اسکے جواب میں پرنس نے سلطان کی خدمت میں
ایڈریس روانہ کیا جس میں اُسنے اُن کو ان ہر دو صوبجات متحدہ کا شہنشاہ بڑی صاف دلی سے تسلیم کیا۔

امیر المومنین عبد الحمید نے دیکھا کہ بلگیریا کی موجودہ وضع اور حالت ایسی ہی کہ وہ دول عظام کو بخوبی یقین
دلا دیگی کہ انکی رائیں جو بارہا بیان کیگئی تھیں بالکل درست تھیں۔ ان باغی صوبوں کو بہ نہج کرنے سے
انکار کیا۔ اور صرف کسی قدر زیادہ شورش ہو جانے کے انسداد اور پیش بندی کرنیکی تیاری پر ہی قناعت
کی۔ انکو اس حالت کا ایک اور نتیجہ دیکھنے کیلیے زیادہ منتظر رہنا پڑا۔ ایک بڑی چالاک ہاتھ نے اسلیے میلان
بادشاہ سرویا کی آنکھوں کے سامنے ایک دلاویز طمع لٹکا یا۔ اُسے بتایا گیا کہ یہ موقع ہی کہ وہ برلن کانگریس
کی ناکامیابی کا عوض لیوے جبکہ بوسینیا و ہرزگوینا سرویا سے ملحق کیے جانیکی بجائے آسٹریا کو دی
گئی تھی۔ اور کہا گیا کہ ایسے شہزادے کے برخلاف پیش قدمی کرے جس سے اسکی تمام رعایا ناراض ہی اب
ہی۔ اور اگر اتفاقاً اسکے بہادر سپاہیوں کو کبھی ملکی تو یقینا ضرورت ایک زبردست ہمسایہ
(مانٹی نیگرو) اسکی مدد پر تیار ہو جاویگا۔ زار کا یہ داؤ چلگیا۔ اور شاہ میلان نے بلگیریا کے برخلاف اعلان
جنگ دیدیا۔ مگر اپنی سابقہ کرتوتوں کی طرح سے یہ حرکت بھی اُسنے اپنی طاقت کے اندازہ کرنیکے بغیر کی شہزادہ
بیٹنبرگ نے جلدی ثابت کر دیا کہ جیسا وہ بوقت صلح کمزور تھا۔ بوقت جنگ ویسا ہی سرفراز ہے۔ چنانچہ بڑی
سرگرمی اور دھوم دھام سے الگزینڈر نے اپنی چھوٹی سی فوج کی کمان لی۔ اور حملہ آوروں کے مقابلے کیلیے
سرعت سے چل پڑا۔ اور بڑی جلدی انکا کام تمام کر دیا کیونکہ اگرچہ اسکے دشمنوں کی کامیابیوں و فتوحات نے
جو دفعتاً اور اچانک حملہ کر دینے سے انکو حاصل ہوئی تھیں۔ فن جنگ کے اصول کے مطابق بلگیریا کی مدافعت
بچاؤ کو ناممکن کر دیا تھا۔ تاہم انکو بہت بُری طرح سے شکست دیگئی اور سرحد سے باہر نکالدیے گئے اور
صرف کل یورپ کی ہنسی اور قہقہہ زنی کا موجب ہوئے۔ بلکہ ایسے سہمے اور حیران ہوگئے کہ بلگریڈ پرنس
الگزینڈر کے رحم پر چھوڑ دیا گیا۔ مگر وہ وہاں تک نہ پہونچا کیونکہ اسوقت پر سلطان المعظم عبد الحمید نے سرویا
کے شیر ہیز کی جان بچانے کیلیے التوی جنگ تجویز کیا اور اس تجویز کی منظوری نے لڑائی کا خاتمہ کر دیا۔
کل باشندگان بلگیریا کی آزادی پر حملہ کرنے میں ناکامیاب ہوکر روس نے خود شہزادے کے جسم پر حملہ کیا اور

(آدمی تھی) چوری سے ایسی کامیابی ہوئی جو لڑائی میں فتح پانے سے بھی حاصل نہ ہوتی۔ ماہ اپریل ۱۸۸۶ء کو
بوقت شب الگزنڈر کو ایک مسلح گروہ نے آ گھیرا۔ اور اُسکی چھاتی پر پستول رکھ کر اُس سے تحریری دست برداری
و تخت پر جبراً دستخط لے لیے۔ اور پھر اُسے قیدی بنا کر سرحد پار لے گئے۔ روس نے حسب معمول اس واقعہ زنی کا
یا اس سے کسی طرح کا لگاؤ ہونے سے مطلقاً انکار کیا۔ مگر ویسے ہی جیسے لے پال مال گزٹ کا ایڈیٹوریل فقرہ یا
کوئی شخص بھی اس انکار پر یقین نہ رکھتا تھا۔ اور اس جنبہ وری کے برخلاف غصہ کا جوش کل یورپ میں اس زور سے تھا
کہ اسمیں کچھ بھی شک نہیں کہ اگر الگزنڈر اپنے آپکو پھر آزاد پاتا۔ اور اپنی رعایا کی طرف چلا آتا تو اکثر دول عظام سے مدد
دیتیں اور وہ پہلے سے زیادہ مضبوطی کے ساتھ تخت پر متمکن ہو جاتا۔ مگر اُسنے وہ مستعدی اور مستقل مزاجی نہ دکھائی
جو اُس سے سرویا کے ساتھ جنگ چھڑ جانے کے موقعہ پر ظاہر ہوئی تھی۔ وہ جھجکا اور رُکا رہا۔ اور قیمتی وقت کو ہاتھ سے
گذر جانے دیا۔ اور آخرکار جب وہ بلگیریا کو واپس آیا بھی یا۔ تو اُسنے اپنی اس دوسری آمد کو زار کی طرف ایک
ایسا خط لکھنے سے ذلیل کیا جو ایسے خوشامدانہ اور سفلہ پن کے لفظوں میں تھا۔ کہ کل یورپ نے یکلخت اُس کا خیال
ترک کر چھوڑ دیا۔ اور تھوڑی ہی عرصہ میں وہ مشرقی شطرنج کی بساط سے غائب ہو گیا۔

اُس دن سے لیکر آجتک یہ صوبہ جسنے برلن کانگرس کے سفرا کی توجہ کو اسقدر اپنی طرف مبذول رکھا اور جسکی
بہتری کیلیے دس سال ہوئے کل دول عظام نے اسقدر تردد ظاہر کیا تھا۔ ایسا منظر پیش کر رہا ہے جسپر انسان
اور فرشتے روئیں تو بجا ہے۔ اور جس منظر نے اُس نصیحت کی مدبرانہ عقلمندی کے قاطع ثبوت دیدیئے ہیں جو
کو متواتر مگر بے فائدہ اُس ایک شخص (یعنی سلطان الغازی عبد الحمید خان ثانی) نے پیش کیا ہے جو اس تقدیمی
ضروریات کا واقعی علم رکھتا ہے۔ پرنس الگزنڈر کی آخری اور ذلیل روانگی کے بعد مہینوں تک بلگیریا کا قائم مقام حاکم
اشتہار دیتا رہا کہ کوئی شخص آوے اور آنپر حکومت کرے۔ چنانچہ بعد انتظار بسیار سال گذشتہ (۱۸۸۷ء) کی جولائی میں
ایک شہزادے مسمی فرڈیننڈ آف کوبرگ نے جو کبھی ختم نہ ہونیوالے جرمنی کے چھوٹے چھوٹے شاہی خاندان کا ایک ممبر ہے اس
عہدہ کو۔ بشرط منظوری دیگر سلاطین" قبول کیا۔ مگر یہ منظوری اب تک حاصل نہیں ہوئی۔ اور یہ معلوم کرنے کیلیے
کسی بڑی پولیٹیکل فراست کی ضرورت نہیں کہ بہت ہی جلد بلکہ شاید اس اثنا میں جب کہ یہ صفحے زیر طبع ہی ہوں
شہزادہ کوبرگ بھی بیٹنبرگ کے پیچھے پیچھے کسی غلیظ جرمن دربار کی تاریکی میں جا گھسیگا۔ فقط ایک دفعہ یہ ناواقف شخص
(یعنی فرڈیننڈ) درست راستے پر آیا ہو معلوم ہوا جب کہ اُسنے یہ کہا۔ اگر مجھے اپنی دلی منشا کے مطابق چلنا ملے تو
میں فوراً قوم بلغار کے ہمخیال ہو جاؤں اور اُسکی کامل مختاری کا اعلان کر دوں۔ لیکن ایک منتخب شدہ بلگیرین
شہزادے کو عہدنامہ کی عزت کرنی ضروری ہے۔ اور یہ عزت اُسکی حکومت کی مضبوطی اور بلگیرین رعایا کی

* شہزاد دیعا حبہ کا یہ قیاس درست بہ نہایت ہوا۔ یہ شہزادہ اب تک بلگیریا کا فرمانروا ہے اور ۱۸۹۶ء میں امیر المومنین
اور دیگر سلاطین یورپ نے اسکو باضابطہ والی بلگیریا تسلیم کر لیا ہے۔ بلکہ ۱۹۰۸ء میں وہ خود شاہ بلگیریا بن گیا

Marfat.com

خوشحالی کا موجب ہوگی۔ میں خیال کرتی ہوں کہ اُوسی دلی منشا پر چلا جانا ما۔ کیونکہ اُس نے عہدناموں کا کوئی لحاظ نہیں کیا۔ اُسکی حکومت کچھ مضبوط بنا پر قائم نہیں اور نہ ہی اُسنے بلگیریا قوم کو کسی طرح مرفہ الحال بنایا ہے۔ اور اب صرف ایک ہی سوال ہے جو اُسکے بارے میں پوچھا جا سکتا ہے کہ وہ بلگیریا میں کتنی مدت اور رہنے دیا جاویگا؟

اس معاملہ میں سلطان کی وضع بہت صاف اور مضبوط ہے۔ جنوب مشرقی یوروپ کی بدانتظامی کا حقیقی علاج برلن کانگرس میں تجویز کیا گیا تھا۔ اور اس عہدنامے کے دستخط کنندگان میں سے ایک ہونیکے باعث سلطان المعظم عبد الحمید اُس معاہدہ کی حدود کے ٹھیک اندر رہنے کو تیار ہے۔ اب اگر بدانتظامی دور نہ ہو تو اس علاج کا قصور ہے سلطان نے اپنی طرف سے کوئی کوتاہی نہیں کی۔ کل سلطنتوں میں سے جن کے وکلا نے دستخط اس عہدنامے پر کیے صرف اوسی نے ایک شرط پر پورا عمل کیا ہے اور وہ اب بجا طور پر پرنس بسمارک کے الفاظ کی طرف۔ جو جولائی ۱۸۷۸ء میں بولے گئے تھے توجہ دلانے کی درخواست کر سکتا ہے۔

جب عہدنامے کی تیسری دفعہ زیر بحث تھی تو اُسکے کافی ہونے پر چند ممبروں کو شبہ پڑا اور انہوں نے کسی معمولی زمانہ کے لیے تخت کے خالی ہو جانے کی صورت میں اس اتفاقی ضرورت کو پورا کرنیکی کسی کافی اور وافی تجویز سوچے جانے کی خواہش کی۔ تب پرنس بسمارک نے یہ کہا تھا یہ کانگرس کا منصب نہیں کہ تمام مشکلات کے لیے چارہ جوئی تجویز کرے اگر بلگیرین قوم نااتفاقی یا طبعی ناقابلیت کے باعث اپنے نئے قوانین کو نہ چلا سکیگی تو اسوقت یوروپ کو ضرور مشورہ کرنا پڑیگا۔ مگر یہ مشورہ پیچھے کو اور صرف جب کہ ایسا وقت آ پہونچے کیا جاویگا۔"

وہ وقت آگیا ہے۔ بلگیرین قوم کی نااتفاقی یا ناقابلیت سے نہیں بلکہ روس کی بدایمانی اور دل نظام کی بزدلانہ پالیسی کے باعث یہ نئے قوانین "کبھی نہیں چلینگے"۔ اب کیا یوروپ مشورہ کریگا؟ اگر وہ ایسا کریگا تو اُس کے وضع فکر کے صرف دو ممکن نتیجے ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ یہ صوبہ پھر براہ راست سلطان کی حکومت اور قبضے میں دے دیا جاوے۔ اس فیصلہ کی تائید میں وہ عملی ترقی پیش کی جا سکتی ہے جو برخلاف اُس تباہی بدامنی اور ناچاقی کے جو اُس بڑی سراہی گئی خودمختار حکومت (یعنی بلگیریا) میں پھیلی ہوئی ہے۔ اُن لوگوں نے کی ہے جو سلطان کی براہ راست حکومت میں رہنے دیئے گئے ہیں۔ ایسے فیصلے سے کم از کم یوروپ میں امن عامہ تو ضرور قائم ہو جائیگا۔ فیصلے سے بلگیریا کی حکومت یوروپ کی ایک نہایت ہی کم حریص اور بہت ہی کم غاصب طاقت کے ماتحت ہو جاویگی رعیت کو وقت مستقل مزاجی معاہدوں پر وفاداری سے قائم اور ہتک آمیز برانگیختنی ملنے پر صابر رہنا مغربی طاقتوں کی رائے میں پسندیدہ اور قابل سفارش اوصاف ہوں۔ تو بیشک عبد الحمید کی بڑی فراخ حوصلگی کے ساتھ تائید کریگی۔ مگر افسوس برعکس اسکے پایا تو یہ جاتا ہے کہ ایسی خصائل سے صرف دوسروں میں حقارت سے دیکھنے گستاخی کرنے اور زیادہ غاصب بننے کی جرأت پیدا ہوتی ہے۔ اور اگرچہ ایسے فیصلہ سے بلگیریا اور کل دنیا کو وہ سب فوائد

Marfat.com

جن کا میں نے ذکر کیا ہے۔ حائل ہو سکتی ہیں۔ تاہم میں خیال کرتی ہوں کہ ایسا فیصلہ ہونے کی مجھے بہت کم امید ہے۔ دوسرا نتیجہ جو سہل ہے۔ اسپر عملدرآمد بھی ضرور کیا جاویگا۔ اور اسکے ظہور پذیر ہونے کی تمام موجودہ حالات اور بواعث بھی تائید کرتے ہیں۔ کیونکہ جب کہ میں اس قلم کو رکھے دیتی ہوں جس سے میں نے ایک لائق آدمی اور دانا فرمانروا کی داد دینے کی ادھوری اور ناکمل کوشش کی ہے۔ میں دیکھتی ہوں کہ مطلع تاریک ہو رہا ہے۔ جنوب مشرقی یوروپ پر طوفانی گھٹائیں چھا رہی ہیں۔ اور ایک سخت طوفان کی بجلی کی کڑک اور گرج ہمیں سنائی دیتی معلوم ہوتی ہیں۔ اس طوفان کی بجلی نوجوانوں کی سنگینوں اور جلتے ہوئے دیہات کی روشن شعلے ہونگے۔ اسکی دھاریں (سیلاب) مردوں کا سرخ خون اور عورتوں کے تلخ آنسو ہونگے۔ اور اسکا راستہ تاریخ میں گزشتہ تختوں۔ ویران سلطنتوں اور برباد عظمتوں کے نشانوں سے دکھایا جاوے گا۔

ترکوں کی موجودہ ترقیات اور اسلامی دنیا کا فوٹو۔ اس کتاب کا مضمون اسکے نام سے ظاہر ہوتا ہے۔ وہ دو دوستانِ ملت بقصد اشاعت انگریزی سیاحین و حافظ عبدالرحمن صاحب و دیگر اسلامی سیاحوں و بعض مؤرخوں کی مختلف تحریروں کا مجموعہ ہے۔ اسمیں ان مزید انتظامی اصلاحوں اور ترقیوں و ماثر محاسن حمیدیہ کی توضیح کرنیکے ساتھ ہی جنکا اس کتاب میں ذکر ہوا۔ ان ترقیوں کو بالخصوص بیان کیا گیا ہے جو عثمانیہ ترک من حیث القوم کر رہے ہیں۔ مسٹر وٹ مین نے ترکوں کا سچا فوٹو دیکر انکی اوصاف حمیدہ کا منصفانہ اعتراف کیا ہے۔ اور بدلائل قطعی ثابت کر دیا ہے کہ مفسدہ آرمینیا کی متعلق یوروپین مفتریوں کے بہتانات محض بے بنیاد تھے۔ مسٹر اسکو وتھ نے حالات بتا کر ذاتی تجربہ کی بنا پر لکھا ہے کہ اکثر ترکی عہدہ دار نہایت باخبر اور قابل ہیں اور ترک معقول ترقی کر رہے ہیں۔ اسی ضمن میں شاکر پاشا مرحوم کے مضامین بابت بغداد و ربیعوا اور دیگر مضامین بھی درج کر دیئے گئے ہیں۔ شاکر پاشا نے سلطنت کے تقریباً تمام عجائبات قدیمہ کی پرانی تاریخ اور موجودہ حالت بیان کرنیکے علاوہ تجارت صنعت علم و فن غرض زمانہ حال کی شائستگی کی ہر شعبہ میں ملک کی قابل تعریف مسلسل ترقی کا ایسا عجیب پیرایہ میں ذکر کیا ہے کہ گویا پڑھنے والا ملک میں خود اپنی آنکھوں سے تماشا کر رہا ہے اور خود ان صنعتوں وغیرہ کی ایسی عمدہ توضیح کی ہے کہ ازدیاد علم اور دماغی تفریح کے علاوہ ان کا مطالعہ عملی فائدہ سے بھی خالی نہیں۔ ان دونوں مصنفوں کی کتابوں کا ترجمہ معہ حواشی متعددہ دینے کے ساتھ اس کتاب میں چین جمع الجزائر حجاز نجد ایران افریقہ کے مختلف حصص الغرض دنیا کے کل ممالک کے مسلمانوں کی موجودہ حالت اور گزشتہ مجمل تاریخ دیدی گئی ہے جس سے وہ فی الواقع مرقع اسلام کہلانے کی مستحق ہو گئی ہے۔ مزید برآں تعلیمی مسئلہ ممالک غیر میں نوآبادیاں تجارتی سلسلہ قائم کرنے اور قوم کی ترقی کے دیگر وسائل متعلقہ پر سر سید مرحوم اور کئی فاضل ترکوں کی آرا درج کر کے جامع بحث کی گئی ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ تاریخی جغرافی صنعتی تجارتی دینی ہر لحاظ سے مفید ثابت ہوگا۔ ان جملہ مضامین پر حاوی ہونیکے ماسوا ۱۰۵۰ھ سے ۱۹۰۱ء تک تین برسوں کی مکمل تاریخ اسلامی دنیا بالخصوص سلطنت عثمانیہ کی جو ترکی حکومت سر آوردہ کنندہ فوت شدہ مدبرین ایوان ملت کی تصویریں بھی دیدی گئی ہیں۔ ان خوبیوں و ضخامت کتاب کے مقابلہ پر قیمت صرف عہ ہے۔ (گویا یہ کتاب بست سالہ عہد حکومت کا تکملہ ہے)

Marfat.com

ضمیمہ نمبر اول (۱)

حضرت جلالت مآب اعلیٰ حضرت سلطان الغازی عبد الحمید خان ثانی کی زندگی کے حالات۔

اعلیٰحضرت خلیفۃ المسلمین سلطان المعظم عبد الحمید خان ثانی الغازی کی پرائیویٹ اور پبلک لائف کے مختصر حالات لنڈن کے ماہواری رسالہ "نیفر آدیو" مؤرخہ جون ۱۹۰۱ء میں شائع ہوئے تھے چونکہ انہیں اس کتاب سے ایک گونہ مشابہت تھی اس لیے مترجم نے ان کو بھی ترجمہ کر کے ضمیمے کے طور پر کتاب کے اخیر میں لگا دینا مناسب سمجھا ہے تاکہ ناظرین انکو پڑھنے سے بھی حظ اٹھائیں۔ ناظرین کو واضح ہے کہ یہ رسالہ پادریوں کا ہے اور جب متعصب سے متعصب پادری بھی ہمارے امیر المومنین کی صفت و ثنا کیے بغیر نہ رہ سکے تو مخالفین سلطنت عظمیٰ روم کی ناہنجاریوں و افترا پردازیوں کا اس سے بڑھ کر کونسا کافی ثبوت ہو سکتا ہے۔ اگرچہ اصلی رسالے میں مضمون کے لکھنے والے کا نام ظاہر نہیں کیا گیا تاہم اس خاص نمبر کے پرچے میں شائع ہونے کی وجہ سے اسکو کسی لارڈ صاحب کا مضمون خیال کیا جاتا ہے۔ اور اس لیے مترجم بڑی خوشی سے اسکو ترجمہ کر کے اپنے ہموطن بھائیوں کے سامنے پیش کرتا ہے۔

گو اس مضمون میں بعض فقرات اور بیانات ایسے ہیں جو اس کتاب میں پہلے بھی آ چکے ہیں لیکن چونکہ وہ ہمارے ہر دلعزیز خلیفۃ المسلمین ید اللہ بہ الدین کی کوششہائے عظیمہ پر داد دینے کیلئے لکھے گئے ہیں اور اپنے موقعوں پر قند مکرر کا مزہ رکھتے ہیں اس لیے مؤلف انکو قلم انداز کرنا مناسب جانکر انہیں مواقع اور انہیں محل پر بعینہ ترجمہ کر کے ناظرین سے ان فقرات کو دوبارہ پڑھنے کی تکلیف دینے سے معافی کا خواستگار ہے مضمون جو

"ایک خوشنما محل جو باسفورس کے کنارے پر واقع ہے ایک نہایت ہی حیرت انگیز عبرت بخش سانحہ واقع ہوا جسکی نظیریں ماضی حال کی گزشتہ تاریخوں میں اکثر پائی جاتی ہیں۔ درحقیقت اس جگہ جو کچھ واقع ہوا وہ شاید کبھی بھی معلوم نہ ہوا اور اسکی عقدہ کشائی کبھی بھی نہ ہو سکے معما یہ ہے کہ آیا سلطان عبد العزیز نے خود کشی کی یا قتل کیے گئے اغلباً معلوم تو یہ ہوتا ہے کہ وہ قتل ہی کیے گئے تھے سلطنت عظمائے روم اور اسکے فرمانرواؤں کی تاریخوں میں درباری سازشیں کوئی نادر الوجود چیز نہیں ہیں بلکہ کثرت سے ہیں تو کوئی شک نہیں کہ جب سلطان مرحوم

خبط کی وجہ سے تخت سے علحدہ کیے گئے اور انکا چھوٹا بھائی سلطان مراد تخت نشین ہوا۔ تو اس تاریخ سے پانچ دن پیچھے وہ اپنے کمرے میں مردہ پائے گئے اور ان کے بازو پر ایک شدید زخم پایا گیا۔ یہ امر تو مسلمہ ہے کہ شہنشاہ موصوف دماغی اور جسمانی قویٰ میں کمزور ہو گئے تھے۔ اور اسی وجہ سے اس وسیع قلمرو اور دباؤ کو جو ان پر پڑا ہوا تھا نہیں ہٹا سکتے تھے اور جس سے یہ خوف ہو گیا تھا کہ روم [illegible] کا ہی ایک نمونہ بن جائے۔ مگر کسی طرح بھی ثابت نہیں ہوا کہ وہ درحقیقت ایسے ہی مجنون ہو گئے تھے کہ خودکشی کر بیٹھے۔ تاہم انکی علحدگی اغراض مملکت کے لیے ضروری ہو گئی تھی۔ اسی لیے وزیروں نے انکے جنون کا بہانہ رکھ لیا تاکہ یہ امر دنیا کو جائز معلوم ہو۔ سلطان مراد کے تخت نشین ہونے پر یہ امید کی گئی تھی کہ وہ اپنے آپکو ایک لائق حکمران ثابت کرینگے۔ مگر چند ہی ہفتے گذرنے پر یہ معلوم ہو گیا کہ وہ بھی اس بھاری بوجھ کو نہیں اوٹھا سکتے جس کو اس نازک وقت میں برداشت کرنا عثمانی شہنشاہ کو ضروری اور لازمی ہو رہا تھا۔ اسی لیے وزیروں نے صلاح کی کہ اس فرمانروا کو بھی معزول کر دینا چاہیے اور شیخ الاسلام (مذہب اسلام کے مذہبی صدر) سے اجازت حاصل کر کے سلطان مراد کو بڑی آسانی سے معزول کر دیا۔

اس کے بعد کونسل نے یہ قرار پایا کہ تاج و تخت سلطان مراد کے چھوٹے بھائی عبد الحمید آفندی کو پیش کیا جاوے اور ان سے درخواست کیجاوے کہ سلطنت کی اہم اغراض اس بات کی مقتضی ہیں کہ وہ تخت قیصری پر جلوہ افروز ہوں اور سیف عثمانی کو زیب کمر کریں۔ مگر تاج و تخت کو وہ شخص جس کی خدمت میں یہ پیش کیا گیا کسی طرح پسند نہ کرتا تھا۔ عبد الحمید آفندی برسوں سے تنہائی میں رہتے تھے۔ وہ حریص تھے اور نہ انہوں نے اس گوشہ تنہائی کو سلطنت کی خاطر تاج کی بدلنا چاہتے تھے۔ انہوں نے زور دیا کہ میرے بھائی کو اور موقع دیا جائے تاوقتیکہ حکمرانی کرنے میں اسکی ناقابلیت بخوبی ثابت نہ ہو جاوے۔ مگر جب یہ امر بوضاحت ثابت ہو گیا تو انہوں نے بڑی مشکل سے اس درخواست کو قبول فرمایا اور ۳۱ اگست ۱۸۷۶ء کو اپنے بزرگان والا شان کے تخت پر ان بڑے نامور اور لائق بادشاہوں میں سے جو سلطنت عظمٰی روم پر عرصہ ہائے دراز تک حکمران رہے ہیں اپنے آپکو ایک ظاہر کرنے کے لیے جلوہ افروز ہوئے۔

اعلیحضرت امیر المومنین خلد اللہ ملکہ کی پیدائش ۱۸۴۲ء میں ہوئی۔ انکی* والدہ ماجدہ [illegible] جو اپنے معصوم بچے کے پیدا ہونیکے تھوڑے ہی عرصہ بعد عالم آخرت کو سدھار گئیں اور خوردسال بچے کی تعلیم و تربیت سلطان عبد المجید کی دوسری حرم محترمہ کے سپرد کی گئی جو خود لاولد تھیں اور بڑی دانا و نیک عورت تھیں انہوں نے بچے کو بڑی محبت سے پالا۔ اور نہایت ہی لطف و ملاطفت و غور و پرداخت سے حفاظت کی۔ انکا پہلا ادیب مصطفٰی آفندی [illegible] تھا۔ پھر کمال آفندی انکا اتالیق مقرر ہوا۔ جو مغربی تعلیم سے پورا ماہر تھا۔ [illegible] نے امیر المومنین کو انکی خوردسالی میں نہایت ہی عمدہ مشرقی تعلیم دی اور ساتھ ہی ساتھ مغربی خیالات بھی انکے ذہن نشین کرائے گئے۔ [illegible]

* ترمژگان اعلیحضرت کی والدہ ماجدہ کا اسم مبارک تھا۔

Marfat.com

اور فارسی میں بڑی جلد کمال حاصل کر لیا۔ اور تواریخ اور جغرافیہ کو بڑے شوق سے پڑھا۔ مگر یورپ کی کل زبانوں میں عموماً اور فرانسیسی میں خصوصاً انہوں نے بہت کم ترقی کی چنانچہ اس وقت بھی اگرچہ وہ ان زبانوں کو سمجھ لیتے ہیں۔ مگر بول نہیں سکتے۔ اسی وجہ سے یورپ والوں کو اعلیٰحضرت کے ساتھ زیادہ راہ و رابطہ رکھنا ذرا مشکل ہے۔ بچپن ہی سے ان میں نحیف المزاجی کی علامات پائی جاتی تھیں۔ اور کم گوئی اور شرمیلے پن میں مشہور تھے لیکن ساتھ ہی ان کی طبیعت میں فہم و فراست اور ذہانت و ذکاوت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اور غور و فکر کی عادت بچپن ہی سے پڑی ہوئی تھی۔ اور چونکہ انہوں نے مادرانہ الفت و محبت کا مزا ہی نہ چکھا تھا۔ اور والد بھی ان کی کچھ اتنی غور و پرداخت نہ کرتے تھے۔ اسی لیے وہ اوائل عمر ہی سے بالکل تنہائی میں بسر اوقات کرتے اور دوسرے بچوں کی طرح آسائش و آرام اور کھیل کود سے بالکل الگ رہتے۔ جوانی کے وقت بھی وہ سیر تماشے میں کبھی شامل ہوئے اور اپنی آمدنی اور خرچ میں ایسے محتاط تھے کہ تخت نشینی کے وقت تک انہوں نے ساٹھ ہزار پونڈ یعنی ۹ لاکھ روپیہ جمع کر لیا ہوا تھا۔ ۱۸۶۷ء میں وہ اپنے چچا سلطان **عبدالعزیز** مرحوم کے ساتھ یورپ کی سیر کو گئے اور جیسا کہ وہ خود بیان کرتے ہیں پیرس، لندن اور وائنا کی اس سیاحت نے ان کے خیالات کو وسیع کرنے اور علمی لیاقت بڑھانے میں بڑی مدد دی۔ اور جونہی وہ قسطنطنیہ میں واپس آئے۔ اپنی تعلیم کی کمی کو پورا کرنے کی خواہش ان کے دل میں بڑے زور سے پیدا ہو گئی۔ اور مطالعہ اور کتب بینی میں بڑی محنت سے مصروف ہو گئے اور ساتھ ہی انہوں نے علم موسیقی کا بھی کچھ شغل رکھا۔ مگر پہلے کی طرح اب بھی وہ کبھی سوشل (اجتماعی) تفریحوں یا ناچوں میں ہرگز شامل نہ ہوتے۔ بلکہ کسی قسم کا تاش کبھی نہ کھیلتے تھے۔ پولیٹکل دورہ گردی کے بعد اپنے چچا سلطان **عبدالعزیز** کے ظالمانہ طریق سے قتل کیے جانے کی خبر سن کر ان کے دل کو سخت صدمہ پہنچا۔ اور جب ان کا بھائی مراد تخت نشین ہوا۔ تو سب سے پہلے اعلیٰحضرت ہی نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور صرف اسی وقت ان کے کیرکٹر کی طبعی قوت اور طاقت نمایاں ہوئی جب کہ سلطان مراد دماغی کمزوری کے باعث معزول کیے گئے اور تخت قیصری پر جلوہ افروز ہوئے شاید اس سے پہلے یہ خود بھی اس مخفیہ قوت سے جو ان میں نہاں تھی بے خبر ہوں۔ اس کے ظاہر ہونے کے لیے موقع اور وقت کی ضرورت تھی کیونکہ عنان سلطنت کو ہاتھ میں لیتے ہی ہمارے حسین کم گو مطالعہ میں غرق، تنہائی پسند، عزلت نشین شہزادے نے وہ مستعدی، چستی اور لیاقت خداداد ظاہر کی کہ وہ اشخاص بھی جو بچپن سے لیکر اس وقت تک ان کے حالات سے پورے ماہر تھے۔ حیران اور ششدر رہ گئے۔

ترکی تواریخ کے ایک نہایت ہی تاریک زمانے میں ان کو عنان سلطنت سنبھالنی پڑی۔ گورنمنٹ نے اس سے تھوڑا ہی عرصہ پہلے اپنے آپ کو بالکل دیوالیہ بنا دیا ہوا تھا۔ صیغہ مال بالکل بربادی کی حالت میں تھا۔ اور روسی کیبنٹ

---

* رسم قانون کے موافق صرف ترکی زبان ایسی ملاقاتوں کے موقع پر بولی جاتی ہے۔

** سلطان عبدالعزیز بھی ان سے بہت محبت کرتے تھے۔

Marfat.com

اور جاسوس ہر ایک شہر، قصبے اور گاؤں میں رعایا کو دغا فریب عدوں کے لالچ دلا کر اور چھپکتے ہوئے چکدار سکوں کی رشوتیں دیکر بغاوت برپا و بھڑکانے میں بڑی مستعدی سے مشغول تھے۔ سرویا نے روم کو اعلانِ جنگ دیدیا تھا اور فوج مشاہرہ نہ ملنے کے باعث بے ترتیب اور ناراض ہو رہی تھی۔ مگر اعلیحضرت سلطان اعظم نے بڑی سنجیدگی اور دقتِ رائے سے ان تمام مشکلات کا مقابلہ کیا۔ ان کی اس تدبیر اور فراست سے کل یوروپ حیران ہو گیا اور وہ بادشاہ جو دریائے نیوا کے ساحل پر حکمران تھا (یعنی زار) اور جو سلطنتِ عظمیٰ روم کو یوروپین مردِ بیمار کی حالت سے سنبھلنے کو بالیقین دیکھنا تک نہیں چاہتا تھا۔ رشک و حسد کے مارے جل بھن کر کباب ہو گیا۔ اس نازک موقعے پر اعلیحضرت نے نہایت ہی بڑا حلم۔ بردباری اور فراست ظاہر کی۔ وہ اپنے وزیرِ اعظم مدحت پاشا کی بے اندازہ قدر و منزلت کو تاڑ گئے تھے۔ اور اسی لیے چندے اُسکی اور دوسرے قدرت یافتہ وزرا کی مرضی کے مطابق عمل کرنیکو مناسب سمجھا مگر اسکے ساتھ ہی وہ اپنی تجاویز کو بڑی احتیاط سے سوچتے رہے۔ اور مطابق منشائے خود حکومت کرنے کے لیے سامان تیار کرتے رہے۔

اپریل ۱۸۷۷ء میں زار نے آخرکار اُس خفیہ جنگ کی بجائے جو وہ کچھ عرصہ پہلے سے سرویا والوں کی آڑ میں کر رہا تھا علانیہ اشتہارِ جنگ دیدیا اور اسکا باعث اور مدعا اس نے یہ بتایا کہ "مشرق کی عیسائی رعایا کی حالت درست کرنے میں روسی قوم کے مضطربانہ تردد اور خواہش کو پورا کیا جاوے"۔ مگر ہم نہیں جانتے کہ زار نے اپنی قوم کا عندیہ کیسے معلوم کر لیا۔ جب کہ نہ تو اخباروں کو آزادیِ تحریر حاصل ہے اور نہ قومی خیالات جلسوں اور پبلک تقریروں کے ذریعے سے ظاہر کیے جا سکتے ہیں۔ خیر کچھ ہی سہی۔ حضرت زار فرماتے ہیں کہ "روم کے بیجا اور متمردانہ برتاؤ سے تنگ آ کر ہم اپنی فوج پر لطفِ ایزدی اور عنایاتِ ربانی کی خواستگاری کرکے اُسکو اس دینی مہم کیلیے تیاری کا حکم دیتے ہیں اور اجازت دیتے ہیں کہ وہ سرحد سے عبور کر جائے"۔

جس بہادری اور جرأت سے ترک لڑے اور جیسی شجاعت سے اُنہوں نے اپنے ملک کی خدمت کی تواریخ کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتا ہے اور گو ترکوں کو اکثر ہزیمتیں ہوئیں لیکن روسیوں کی بھی کچھ کم گت نہ بنی تھی۔ آخرکار مارچ ۱۸۷۸ء میں عہدنامہ سین سٹی فانو پر دستخط کیے گئے جس کی شرائط نے ایسی غاصبانہ اور جابرانہ مقرر کیں کہ اسکے شائع ہوتے ہی کل یوروپ میں ہلچل برپا ہو گیا۔ اور معلوم ہو گیا کہ باقی دول اسکی شرائط کی بجاآوری کو ہرگز قبول نہ کرینگی۔ اس جوش و خروش کا نتیجہ یہ ہوا کہ برلن کانگرس منعقد کی گئی۔

اس کانگرس سے جیسا کہ کل دنیا جانتی ہے عہدنامہ سین سٹی فانو کے پرخچے اُڑ گئے۔ اس کے ختم ہونے پر لارڈ بیکنسفیلڈ لنڈن واپس گئے۔ اور فرمایا کہ صلح اور باعزت صلح قائم ہوگئی ہے۔ روسی سفرا سینٹ پیٹرز برگ کو واپس گئے اور بحالی کے معاملات اور کارروائیوں میں اور نئی مشکلات اور پیچیدگیاں پیدا کریں۔ اور ترکی وکلا نے سلام کی

Marfat.com

کی طرف مراجعت کی جس جگہ وہ ان کونسلوں اور تجاویزوں میں بروقت پہونچکر معاون ہوئے۔ جن سلطنت عثمانیہ میں اصلاح و فلاح کا دورہ شروع ہوگیا۔

لڑائی کے ختم ہوتے ہی اعلیٰحضرت سلطان غازی نے اپنی تجاویز عمل میں لانی شروع کردیں۔ اُن کو معلوم ہوگیا تھا کہ ہمارے قیامِ حکومت میں اب کسی قسم کا خدشہ باقی نہیں ہے۔ چنانچہ وہ اپنے تباہ شدہ ممالک محروسہ میں خوشوقتی اور مرفہ الحالی کو قائم کرنے میں دل و جان مصروف ہوگئے۔ مگر سب سے پہلا ضروری کام اس بادشاہ ساز (یعنی مدحت) کو سنگین سزا دینا تھا۔ جو مرد امان اندرونی میں مخل تھا۔ مدحت پاشا کی کانسٹی ٹیوشن جس کے منظور فرمانے پر سلطان المعظم مجبور کیے گئے تھے۔ منسوخ ہوگئی۔ سلطان المعظم نے یہ جان لیا کہ اُنکی رعایا ابھی پولٹیکل ترقی کے اس درجہ تک جسپر ہی پہونچکر صرف ہر ایک قسم کی کانسٹی ٹیوشنیں چل سکتی ہیں نہیں پہونچی۔ اور یکلخت گھڑی ہوئی کانسٹی ٹیوشنیں یعنی وہ قوانین جو اصلی ترقی پر مبنی نہوں ایک کوڑی کی حیثیت نہیں رکھتے۔ شاید انکی اس پالیسی کی تہ میں اور بھی اغراض ہوں کیونکہ یہ ممکن تھا کہ وہ یکلخت اپنی خاندان کے قدیم طریقوں اور پالیسیوں کو بدلدیتے۔ قصہ کوتاہ طریق حکومت خصائص قوم اور قدرتی وضع ملک پر منحصر ہے اور کسی منصف مزاج اہل الرائے کو اسمیں شبہ نہ ہوگا کہ عام تعلیمی حالت میں روم کی موجودہ کمی اور حکومت خود مختاری کے بھی ناقابل ہونیکی وجہ سے اسکی اصلی ترقی کیلیے کسی نہ کسی طرح کی بادشاہت حکومت اگر نہایت ہی لازمی نہیں تو اشد ضروری تو بہر حال ہے۔ اور پھر خوش نصیب اگر یہ حکومت ایک لائق شہنشاہ کے ہاتھوں میں ہو۔

عالی جناب سلطان البرّین و البحرین کی تجاویز پر انکو سوچنے کے بجائے یوروپ والوں نے شور و غوغا مچا دیا۔ اور سلطان المعظم کی حکمت عملی اور تدبیر ایسے حکم کو سوچے سمجھے بغیر وہاں کے محض جاہل مدبّران خود فروش نے واویلا شروع کردیا کہ قیصر روم نے اپنے ملک کی اٹھتی ہوئی آزادی کو کچلکر پھر وہی پرانی اور تاریک و بیجا حکمت عملی اختیار کرلی ہے۔ مگر ہمارے ظل اللہ اپنے کام کو ان بیہودہ ہزیان بکنے والوں سے بدرجہا عمدگی سے جانتے تھے۔ وہ کسی لوم و لائم کی پرواہ نکرکے اپنے کام میں بڑی دلاوری اور جرأت کے ساتھ مشغول رہے۔ مگر اسکے ساتھ ہی عرش پائگاہ سلمہ اللہ تعالیٰ کو مخالفین و معاندین کی سازشوں سے ذرا بھی دم نہ لینا ملا۔ بلکہ جوں جوں وقت گذرتا گیا اُن کو یہ تجربہ روز بروز معلوم ہوتی گئی کہ اکثر وہ اشخاص جنپر انہیں کامل بھروسہ تھا اور جن کو اُنہوں نے حضیض ذلت سے اوج عزت کی چھوٹی تک پہنچا دیا تھا۔ آستین سے کم نہیں ع دوست سمجھے تھے جنہیں ہم وہی دشمن نکلے ❊

اسی لیے اونہوں نے بلا تکلف سے بذاتِ خاص آہستہ آہستہ گوشہ نشینی اختیار کرلیا۔ مگر ساتھ ہی کاروبار سلطنت کو ایک دم ہاتھ سے نکلنے کے لیے نہ چھوڑا۔

محل یلدز جو قسطنطنیہ سے باہر تھوڑے ہی فاصلہ پر ہے اُنکی پیاری جائے رہایش ہے۔ اُنکی حکومت اور وقت کے پہلے مہینے کے ختم ہونے پر ایک راوی چشم دید بیان حسب ذیل لکھتا ہے:-

"ہر ایک اہم ملکی معاملے میں سلطان عبد الحمید کی ذاتی راؤں نے ایک بہت بڑا اور قطعی اقتدار حاصل کر لیا ہے۔ جو اقتدار دن بدن بڑھ رہا ہے۔ مگر یہ اسکے متقدمین کے رعب سے بالکل ہی مختلف قسم کا ہے۔ یہ طفلانہ یا متلون مزاجوں کیسی مداخلت نہیں جو عارضی ترنگوں یا خفیہ مشورہ یا پوشیدہ دباؤ کا نتیجہ ہو۔ بلکہ یہ مداخلت سلطان کی طرف سے تمام امور سلطنت پر ہر ایک قسم کی آگاہی و قدرت حاصل کرنے اور پھر اس آگاہی کی بنیاد پر اپنی رائے قائم کرنیکی باقاعدہ کوشش ہے وہ کدورت جو شروع شروع میں اسکے دل میں ان وزیروں سے پیدا ہو گئی تھی۔ جو اسکے ماقبل حکومت کے اخیر میں بہت کچھ چالاک ہو رہے تھے پوری واقفیت ہونیکے باعث بالکل دور ہو گئی اور وہ تعلقات جو اسکے اور ان کے درمیان قائم ہو گئے ہیں۔ عجیب ہی قسم کے ہیں۔ صدیوں کے قواعد و آداب کے مطابق سلاطین باقی کل دنیا کی طرح اپنے وزیروں کے ساتھ بھی بہت کم خلا ملا رکھتے تھے۔ مگر موجودہ سلطان نے اس تنہا رہنے کی بندشوں کو توڑ دیا ہے وہ ان کو اپنے حضور میں بیٹھنے کی اجازت دیتا ہے اور کونسل میں معاملات پر بحث کرتا ہے اُسنے حال ہی میں تجارت و حرفت کو ترقی دینے۔ زراعتی مدارس کھولنے اور آزمائشی زراعتی فارم قائم کرنے کی بڑی خواہش ظاہر کی ہے (اُسکی یہ خواہش پوری ہو گئی) اُسنے اپنی ذاتی خدمات کے لیے اُن افسروں کو منتخب کیا ہے جنہوں نے یورپ میں تعلیم پائی ہے اور جو نہ صرف ان زبانوں ہی کو بول سکتے ہیں بلکہ یورپ کے مہذب ملکوں کے بڑے بڑے اعلیٰ خیالوں سے بھی واقف ہیں!!"

اندرونی اصلاحات کے بارے میں اس مقبول محبوب بارگاہ الٰہی کی کل خواہشیں بفضل ایزدی پوری ہو گئی ہیں سب سے پہلا امر جسکی اصلاح ضروری تھی صیغہ مال تھا۔ جو نہایت ہی ابتر اور تباہی کی حالت میں تھا۔ نیکر کے وقت سے لیکر جس نے انقلاب کے بعد فرانس کے خزانہ کو درست کیا۔ آجتک کسی انسانی خزانہ کا ایسا مایوسی بخش اور بے سر و پا منظر پیش نہ آیا تھا۔ سلطان معظم کے حکم سے سرکاری کمیشن تحقیقات کے لیے مقرر ہوئی جس میں خفیہ غبنوں اور خیانتوں کی ایسی وارداتیں ظاہر ہوئیں جو کسی مشرقی ملک میں بھی تابکے پائی گئی تھیں۔ انکو دور کر کے نہایت ہی عمدہ مالی پولیسی اختیار کی گئی جسکے مفید اور کار آمد ہونیکی سلطنت علیا کی موجودہ مرفہ الحالی اور صیغہ مال کی روز افزوں ترقی اور خوشحالی کافی شہادت دے رہی ہے۔ خزانہ کی درستی کے بعد دوسرا امر قزاقی کو روکنا تھا۔ جو سلطنت روم میں بے حد درجے تک بڑھ گئی تھی۔ اعلیٰ حضرت سلطان المعظم نے بڑی مستعدی سے اس کام کو اپنے ہاتھ میں لیا اور قزاقوں کی گرفتاری اور انکی بیخکنی کی کارروائیاں بڑی تیزی سے جاری ہیں۔ جن کا نتیجہ صاف نمایاں ہو رہا ہے! ان کارروائیوں کے چند سے اور اسی طرح جاری رہنے سے تمام ممالک محروسہ سے قزاقی کا نام نشان تک دور ہو جاویگا۔ اور ٹرکی کی مالی حالت اور روم کی خوشحالی دن بدن بڑھتی چلی جائے گی۔

صرف یہی ترقیاں نہیں جو اعلیٰحضرت سلطان عبد الحمید کے عنان حکومت کو ہاتھ میں لینے کے وقت

Marfat.com

سے جاری ہیں۔ ان کی خاص ذاتی نگرانی میں سلسلہ تعلیم مدارج اعلےٰ تک پہونچگیا ہے۔ اور صرف لڑکوں کیلیے ہی نہیں بلکہ تعلیم نسوان نے بھی جو انکے ظل حمایت میں ترقی کی ہے وہ اعجاز سے کم نہیں ابتدائی تعلیم لازمی ہے۔ اور ہر محلہ و بستی کے واسطے ضروری ہوگیا ہے کہ اسمیں ایک مدرسہ تو ایسا ضرور ہو جس میں تعلیم مفت دیجاوے۔ اور علاوہ قرآن مجید کے موجودہ علوم و فنون کی تعلیم دیجائے۔ یہ کہنا شاید ضروری نہیں ہے کہ اعلےٰ حضرت کو اسبارے میں سخت مستعد خفیہ مخالفتوں سے سابقہ پڑا۔ اور اسی وجہ سے ملک کے دور دراز حصے ناحقہ ترقی نہیں کرسکے مطابع بھی اعلیحضرت کے خاص ظل عاطفت میں لیے گئے ہیں اور خاص سرکاری مطبعے میں حکم شاہنشاہی کے مطابق یورپ کے علوم و فنون اور سائنس کی کتابوں کے ترجمے برابر ہوتے رہتے ہیں ایرانی کی حکومت ہای سابقہ میں اجازت تک تھی سلطان المعظم کو ہر وقت یہی فکر لگی رہتی ہے کہ انکی رعایا کی علمی اور دماغی لیاقت اعلےٰ درجہ تک پہونچائی جاوے۔

اعلےٰ حضرت سلطان عبد الحمید کی اصلاحیں صرف یہیں پر ختم نہیں ہوگئیں فوج کو از سر نو مرتب کرنا اسکو باقاعدہ تعلیم دینی سخت ضروری تھی اور انہوں نے اس صیغے میں بھی ویسی ہی دلچسپی و مستعدی ظاہر کی جیسی کہ دوسرے صیغوں میں کی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج روم کی فوجی حالت درجہ کمال پر ہے اور وہ ایسی عمدہ اور باقاعدہ ہے۔ کہ امپراطور ولیم ثانی شہنشاہ جرمنی کی زبان بھی جو جنگی امور کے معتبر و مستند اہل الرائے ہیں۔ انکی صفت و ثنا میں رطب اللسان ہے سلسلہ ریلوے بہت کچھ بڑھایا گیا ہے اور ایشیا میں کئی نئی لائنیں زیر تعمیر ہیں۔

ان سب کاموں میں یہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ سلطان المعظم عبد الحمید خان ہی بذات خاص مستعد مصلح قوت ہیں۔ اُن کے وزرا صرف حکم کے بندے ہیں جو سلطان المعظم کے براہ راست احکام اور تجاویز کار بند ہوتے ہیں اور جو اکثر پرانے خیالات کے آدمی ہوتے ہیں بیشک یہ اعلیحضرت کیلئے ایک سختی ہے کہ اپنی رعایا کی بہتری میں گو وہ بذات خاص سچے دل سے کیسے ہی گرمجوش اور مستعد ہیں مگر ان کی وزراء اور دیگر حکام تحت میں ویسی سرگرمی اور مستعدی نہیں پائی جاتی اسی لیے صوبجات بعیدہ میں شائستگی کی ویسی ترقی نہیں ہوئی جیسی کہ اُن اضلاع و ممالک میں ہوئی ہے جو اعلیحضرت کی خاص ذاتی نگرانی میں ہیں۔ یا قریب واقع ہیں سلطان المعظم بڑے ہی رحمدل شہنشاہ ہیں اور یہ عام معلوم امر ہے کہ تخت نشین ہونے سے لیکر آجتک انہوں نے صرف ایک ہی فرمان قتل پر دستخط کیے ہیں انہوں نے ایک طرح سے تو سنگین سزا موقوف ہی کردی ہے کیونکہ ایسے مجرموں کی قسمت کا فیصلہ وہ بذات خود فرماتے ہیں۔

اس امر میں ذرا بھی شک نہیں کہ روم کو انکی بدانتظامیاں خواہ کتنی ہی کیوں نہ ہوں غلط بیانیوں اور افترا

Marfat.com

پردازیوں سے سخت نقصان پہونچتا ہے۔ جو کچھ اس جگہ دراصل واقع ہو بیرونی دنیا میں اسکی خبر بالکل پلٹی ہوکر پہونچتی ہے۔ اچھا امر بالکل گھٹا کر مشتہر کیا جاتا ہے۔ اور برا امر بڑے مبالغے کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔ یہ بات لوگوں میں عام دلنشین ہوگئی ہے کہ کیا روم سے کبھی خیر کی خبر بھی آسکتی ہے؟ اور یہ مسئلہ مانا گیا ہے کہ سلطان ہر وقت عیش و آرام میں مست رہتے ہیں۔ اور امور سلطنت میں ہرگز دخل نہیں دیتے مگر وہ ایک شخص جو اسلام بول میں رہتا ہے۔ اس امر سے اچھی طرح واقف ہے کہ فرمانروائے حال نہایت ہی متین ہیں اور موجودہ اصلاحیں اور ترقیاں ثابت کرتی ہیں کہ انکی تمام توجہ اور لیاقت امور سلطنت میں مصروف رہتی ہے انکی پرائیویٹ لائف بجائے ایک مشرقی شہزادے کی طرح عیش و آرام میں بسر ہونیکے بالکل ایک یوروپین شریف آدمی کی طرح ہے۔ مالی صیغے کی دیگر اصلاحوں میں ایک یہ بھی ہے کہ انہوں نے حرم کے اخراجات کو بھی بہت کم کر دیا ہے بذات خود اعلیحضرت صرف ایک ہی حرم محترم رکھتے ہیں۔ گو انکی شرعی ازواج چار ہیں جو تعداد ہر ایک سلطان کیلئے لازمی ہے۔ مگر وہ کسی پر بھی خاص نظر عنایت نہیں رکھتے۔ اور اگرچہ ان کے حرم کی تعداد اب بھی بہت بڑی ہے۔ مگر یہ صرف اپنے ملک اور اپنے خاندان کی رسوم قدیمہ کی پابندی کیوجہ سے ہے۔ وہ تو اپنی تین سو حرم محترم سے خلاصی کرانا چاہتے ہیں جو انہیں صرف زیر بار اخراجات کرتی ہیں۔ اور تمام مشرقی ممالک کی طرح درباری سازشوں کا اکثر باعث ہوتی ہیں۔ مگر قاعدہ کلیہ ہے کہ صدیوں کی قوت یافتہ رسوم آسانی سے توڑی نہیں جاسکتیں۔ ہر سال میں ہر سالگرہ کو اور اور موقعوں پر والدہ ماجدہ اعلیحضرت کو ایک ایک خوبصورت کنیز پیش کرتی ہیں۔ اور یہ جوان خاتونیں بطور حرم محل سلطانی میں داخل کیجاتی ہیں۔ جہاں ہر ایک کا الگ الگ سامان و انتظام ہوتا ہے۔ چنانچہ فی حرم ما سوائے گھوڑے گاڑیوں اور سائیسوں کے کم از کم چار خواجہ سرا اور چھ خادمہ ہوتی ہیں۔

اس ایک محل کے خرچ کو تین سو سے ضرب دیکر معلوم ہوجائے گا۔ کہ سلطان المعظم کی سالانہ سول لسٹ ہم لاکھ پونڈ کیوں ہے۔ اس رقم کا ایک معتدبہ حصہ جہیزوں میں خرچ ہوتا ہے جو سلطان المعظم ان کنیزوں کو عطا فرماتے ہیں جن کا عقد وہ ان افسروں سے کر دیتے ہیں جن پر عنایت خاص ہو۔ ہر سال قریبًا ستر کنیزوں کے عقد کیے جاتے ہیں اور ہر ایک کو اعلیحضرت قانونًا دس ہزار پونڈ بخشتے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ ہر ایک کے لیے جس کو سلطان المعظم کوئی حرم عنایت فرمائیں لازمی ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو اس حرم کے عوض ایک غلام پیشکش حضور سلطانی کرے تاکہ میر محل حرم سرا کے حرموں کی تعداد پوری رہے۔ اعلیحضرت سلطان جیسا کہ ہر ایک شخص جو ان سے واقف ہے جانتا ہے اس تمام سلسلے سے نہایت ہی بیزار ہیں۔ مگر امیر محل حرم میں اس قدر ازدواج رکھنے سے بہت بڑے تعلقات وابستہ ہیں۔ اور اگر سلطان المعظم اس کارخانے کو دور کردیں تو بیشک خلل

Marfat.com

ے) یا تو معزول کر دیئے جاویں یا قتل کیے جاویں۔ مسٹر ولیم وائٹ نے ایک دفعہ سلطان المعظم کی خدمت میں گزارش کی تھی کہ وہ اس کارخانے کو اس سطح سے کم کر دیں کہ جو کمیاں واقع ہوں ان کو پورا کیا جاوے مگر یہ امر آسان یں کیونکہ ہر ایک پاشا، وزیر اور صاحب اقتدار پاشا حرم سرائے سلطانی میں اپنی بیٹی کے داخل ہونے کو اس کے یے جہیز کے حاصل ہونے اور والدہ کا خطاب ملنے کا ذریعہ سمجھتا ہے۔ جو شہزادی کے خطاب کے برابر ہے۔

یہ تو صاف ظاہر ہے کہ اتنے بڑے کنبے کا خرچ بھی بہت ہی بڑا ہے۔ تاہم سلطان عبد الحمید نے جا سراف کو روکنے میں از حد کوشش فرماتے ہیں۔ پھر بھی جب کبھی وہ دولمہ باغچہ کے محلسرا میں رونق افروز ہوتے یں۔ تو چھ ہزار آدمیوں کے لیے روزانہ طعام تیار ہوتا ہے۔ اور شاید اسی لیے وہ نسبتاً چھوٹے محل یلدز کو سکونت ں ہونا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ ایک واقف کار شخص سلطانی محل سرا کا مندرجہ ذیل نقشہ بتاتا ہے۔ وہ تسلیم رتا ہے کہ اتنے بڑے کنبے کا انتظام اس خوبی سے ہوتا ہے کہ نہایت ہی بے وقت فرمائشوں پر بھی کبھی کوئی قت واقع نہیں ہوتی۔ ہر ایک صیغہ ایک ایک شخص کے زیر اہتمام ہے جو اس کے انتظام کا براہ راست ذمہ دار ہے۔ اس ے ماتحت ملازموں اور غلاموں کی ایک جماعت رہتی ہے جو اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں وہ بذات خود صرف حلسرا کے دفتردار کے ماتحت ہوتا ہے۔ عورتوں کو کل محکموں کی کسی حیثیت کے انتظام میں ذرا بھی دخل نہیں۔ وہ یا بیگموں کی خدمت میں مصروف رہتی ہیں یا خاص خاص صورتوں میں سلطان المعظم کی خدمت گزاری کرتی ہیں۔ تمام انتظام اس طرح منقسم ہے کہ سوائے لارڈ ہائی چیمبرلین (قپوچی باشی) اور دفتردار کے کسی اور کو محنت نہیں کرنی پڑتی۔ چیمبرلین تو اکثر سلطان المعظم کی ذاتی خدمت میں رہتا ہے اور ہر وقت حضوری میں حاضر رہتا ہے اس لیے کل محلسرا کا انتظام دفتردار کے ذمے ہے۔ اس نے خریداروں کی ایک جماعت مقرر کی ہوئی ہے۔ ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے صیغوں کیلئے خاص خاص اشیا کے خریدنے کا ذمہ دار ہے۔ اور اس کے ماتحت ے معاون غلام اور ملازم ہوتے ہیں۔ ایک شخص مچھلی کے مہیا کرنے کی خدمت پر مامور ہے اور چونکہ چھ ہزار آدمیوں دینے مچھلی کا ایسی جگہ میں جہاں مچھلی کی منڈی ہو جیسے کہ اور بڑے بڑے شہروں میں ہے مہیا کرنا آسان کام نہیں اس نے بیس آدمی چھوٹی چھوٹی منڈیوں میں پھر کر ماہی گیروں سے مچھلی خریدنے کے لیے مقرر کر دیئے ہیں۔ اور پھر ان میں سے ہر ایک کے ساتھ دو دو آدمی ہوتے ہیں۔ کہ خرید کر وہ مچھلی کو اٹھا لاویں ہر ہفتے میں تخمیناً دس ٹن (۲۸۰ من مچھلی) خرچ ہوتی ہے۔

۱۱ ہزار پونڈ (یعنی ۱۳۵ من) روٹی روزانہ کھانے میں آتی ہے۔ جو بڑے بڑے تنوروں میں جو محل سے ذرا فاصلے پر بنے ہوئے ہیں پکتی ہیں۔ باورچی خانے تمام محلوں اور کوشکوں سے علیحدہ اور دور بنے ہوئے ہیں ان کے پکانے کے لیے باورچیوں کی بہت بڑی جماعت مقرر ہے۔ اور علاوہ ازیں آٹا اور ایندھن

مہیا کرنے کے لیے ایک بہت بڑی جماعت متعین ہے۔ ایندھن اکثر اونٹوں پر لایا جاتا ہے۔ اور کچھ کشتیوں ذریعے ترکی روٹی بڑی موٹی مگر ہلکی نمدار اور شیریں خوش ذائقہ اور ہر طرح سے نہایت ہی لذیذ ہوتی اور خاصکر وہ جو سوجی کی پکائی جاتی ہے۔

سلطان المعظم کا کھانا صرف ایک شخص مع اپنے شاگرد پیشوں کے پکاتا ہے۔ کوئی دوسرا اُسے ہاتھ تک نہیں لگا سکتا ہے۔ یہ چاندی کی دیگچیوں میں پکایا جاتا ہے اور جب تیار ہو جائے تو ہر ایک دیگچی پر کاغذ کا ٹکڑا چسپاں کیا جاتا ہے اور وہ سر بمہر کیجاتی ہے۔ جس کو نائب چیمبرلین سلطان کے حضور میں کھولتا ہے۔ اور ہر ایک برتن میں سے ایک ایک چمچہ لیکر پہلے خود چکھتا ہے۔ یہ امر زہر کے اندیشے کے لیے کیا جاتا ہے۔ طعام ہمیشہ انہیں برتنوں جن میں وہ پکایا جاتا ہے سلطان المعظم کے سامنے رکھا جاتا ہے۔ یہ اکثر سونے کے ہوتے ہیں مگر جس حالت میں کہ وہ اس سے کم درجے کی دھات کے ہوں تو وہ سونے کے ایک کٹورہ نما برتن میں رکھے جاتے ہیں۔ جن کو ایک غلام پکڑے رہتا ہے اور سلطان المعظم تناول فرماتے جاتے ہیں۔ ہر ایک دیگچی میں مختلف قسم کا طعام ہوتا ہے۔ جس کو سلطان المعظم روٹی اور ایک قسم کی لپچیوں کے ساتھ جن کو دوسرا غلام شخص سے دستر خوان سا پکڑے رہتا ہے نوش جان فرماتے سلطان المعظم دوسرے برتنوں کا ہرگز استعمال نہیں کرتے۔ بلکہ تمام کھانا انہی چھوٹی چھوٹی دیگچیوں میں کھاتے ہیں میز پر تو ہرگز کھاتے ہی نہیں۔ اور چھری کانٹا گاہ گاہ برتتے ہیں۔ وہ سالن اور لپچیوں کو انگلیوں سے کھانے کو بہت مرغوب کہتے ہیں۔

جتنی قسم کے کھانے ہوں اُس سے دُگنے غلام حاضر رہتے ہیں۔ وہ عموماً کسی دریچے کے پاس جو بنائے باسفورس کے اوپر ہو۔ دیوان پر بیٹھ جاتے ہیں اور کھلے پائینچے کی ازار اور جبک کو زیب تن فرمالیتے ہیں۔ اور آستینیں اوپر چڑھا لیتے ہیں۔ کھانا کھانے کے بعد وہ قہوہ نوش فرماتے ہیں۔ پھر سگرٹ لیکر اطمینان کے ساتھ نیچے لیٹ جاتے ہیں۔ اور مختلف خیالات میں مستغرق ہو جاتے ہیں۔ اس آرام کو وہ بہت پسند فرماتے ہیں۔ تباہی ہے اُس شخص کے لیے جو ان کو اُس وقت دق کرے۔

باقی تمام خاندان کے لوگ جب اور جہاں چاہیں اپنا کھانا کھا سکتے ہیں۔ ہر ایک کے سامنے چھوٹا سا دستر خوان جس پر ایک چمچہ اور چند روٹیاں ہوتی ہیں بچھا دیا جاتا ہے۔ مگر طبقہ اعلےٰ کے سامنے روٹی کی جگہ لپچیاں رکھی جاتی ہیں۔

تخمیناً ہر روز پلاؤ کے واسطے ایک ٹن چاول چھ سو پونڈ قند اور اسی قدر قہوہ علاوہ دوسرے مصالحوں پھلوں میووں۔ گوشت اور سبز ترکاریوں کے خرچ ہوتا ہے۔

تقریباً کل ترک چاول۔ گوشت اور روٹی اکثر کھاتے ہیں مچھلی۔ شیرینی۔ مٹھائی۔ مغزیات

Marfat.com

ورخشک اور تازہ پھل اور میوجات الگ ہیں۔ یہ تو ظاہر ہی ہے کہ باورچی خانوں میں فضول خرچی اور افراط و بہت ہوتی ہے اور ہر روز اس قدر کھانا پھینکا جاتا ہے کہ اس پر سو کنبے پرورش پا سکتے ہیں۔ مگر یہ فضول خرچی ترکی محلسرا پر ہی محدود نہیں۔ بلکہ یورپ کے اکثر شاہی محلوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ غالباً وافر زائد کھانا فقیر اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ جو قسطنطنیہ میں افراط سے ہیں اور جو باقی بچ رہے۔ وہ آوارہ کتوں کے کام آ جاتا ہے۔

سلطان معظم کے ہر ایک طرح کے استعمال کیلئے اور باقی کنبے کے صرف پینے کیلئے پانی دو خوبصورت چشموں سے جو باسفرس کے کنارہ بحیرہ اسود کی طرف محدود و متعاون واقع ہیں پیپوں میں لایا جاتا ہے۔ قپوجی باشی کا ایک یہ بھی لازمی فرض ہے کہ ایک گھوڑا اور دولت پر ہر وقت تیار رکھے۔ اور نیز ایک گاڑی ذات تیار ہے۔ کیونکہ شہنشاہ شاید تبدیل مکان کرنا چاہیں۔ جو کہ وہ اکثر صرف ایک لمحہ کی اطلاع پر کر دیتے ہیں۔

باوجود اپنے گرد اس بھاری خرچ کے کارخانے کے ہونیکے ان تمام چیزوں کا مالک خود بڑی سادگی سے زندگی بسر کرتا ہے۔ امیرالمومنین بہت ہی سویرے علی الصباح اٹھتے ہیں۔ پوشاک پہننے میں زیادہ دیر نہیں لگاتے جس میں یورپین قانون معاشرت کے مطابق انہیں شاید بہت زیادہ دیر لگانی پڑے۔ پوشاک زیب تن فرما کر وہ فوراً نماز میں مشغول ہو جاتے ہیں اسکے بعد ایک پیالی سیاہ قہوہ کی نوش جان فرماتے ہیں! اور پھر فوراً ہی سگریٹ پینا شروع کر دیتے ہیں جسے وہ سارا دن برابر پیتے رہتے ہیں۔ حاضری تناول کر لینے کے بعد وہ خانگی معاملات کیطرف جس قدر ضرورت ہو توجہ کرتے ہیں جس توجہ کی ایسے خاندان میں جہاں مختلف عمروں اور مختلف احتیاجوں والے اشخاص بکثرت موجود ہوں اکثر ضرورت رہتی ہے۔ یہ امر طے کرکے وہ حرم سے باہر نکلکر سلاملک (مردانہ مکان) میں رونق افروز ہوتے ہیں۔ یہاں وہ درباری امور کے متعلق کل رپورٹیں سنتے ہیں۔ دس بجے کے قریب انکا درباری سکرٹری اور دوسرے بڑے بڑے عہدیداران کے مراسلے اور رپورٹیں لیکر حاضر ہوتے ہیں۔ ان سب کو لیکر خلیفۃ المسلمین ایک صفہ پر بیٹھ جاتے ہیں کل مراسلے ان کے دائیں ہاتھ پر ہوتے ہیں اور بائیں پر ترکی اخبار اور یورپین اخباروں کے اقتباسوں کا ڈھیر ہوتا ہے جن کو ملاحظہ سلطانی کیلیے ترجموں کا محکمہ جو صرف اسی لیے مقرر ہیں ترکی میں ترجمہ کرتے ہیں۔

یہ کام ختم کرکے وہ نہایت ہی سادہ ناشتہ تناول فرماتے ہیں یعنی تھوڑا سا گوشت جس میں [illegible] بہت سی پڑی ہوئی ہو ناشتے کے بعد وہ باغ میں چہل قدمی کرتے ہیں۔ یا ان جھیلوں میں کسی ایک میں جو پارک (رمنہ) میں موجود ہیں کشتی پر سوار ہو کر سیر کرتے ہیں اس وقت چیمبرلین یا اور کوئی بڑا عہدیدار ضرور ہمرکاب ہوتا ہے۔ اسطرح دو گھنٹے کے گشت کے بعد نشست گاہ میں تشریف آور ہوتے ہیں اور اسجگہ یا تو دربار عام کرتے ہیں یا کسی کمیٹی کے اجلاس میں شامل ہوتے ہیں غروب آفتاب تک ایک دو گھنٹے باہر

۱؎ ان چشموں کی مفصل کیفیت کا [illegible] حالات ... میں درج ہے۔

Marfat.com

وہ پھر ہوا خواری کو جاتے ہیں انکا شام کا کھانا بھی ناشتے کی طرح بالکل سادہ ہوتا ہے۔ انکی مرغوب غذا شیرینی اور تودے گوشت ہیں۔ محرمات کو اپنے احکام مذہبی کی پیروی میں وہ تمہ تک نہیں لگاتے۔ مگر شربت بہت پیتے ہیں۔ اور برف کی بالائی کی قفلی اکثر کھاتے ہیں۔ کھانا کھاکر ہضم ہونے کے بعد وہ یا تو سلاملک میں آتے ہیں۔ یا حرم میں داخل ہو جاتے ہیں۔ جہاں انکی بیٹیاں انکو گانا سناتی ہیں۔ یا کوئی باجہ بجاتی ہیں۔ ایسے موقعوں پر وہ بذات خود اکثر پیانو بجاتے ہیں جس میں انکو کمال حاصل ہے۔

رات کو لکھنے پڑھنے کا بہت کام رہتا ہے۔ اس وقت ان کاغذات کو سنتے ہیں جو بارہ صیغوں سے آتے ہیں اس سے اکثرات کو دو بجے جاکر فارغ ہوتے ہیں اسکے بعد آرام چوکی پر بہت تھوڑا وقت سوتے ہیں شیخ ابوحسن شاذلی کے طریقے پر ہیں۔ اور وظائف بھی کرتے ہیں۔

مصوری وغیرہ سے انکو کچھ ایسا شوق نہیں۔ نہ انکو حرموں کیطرف کچھ خیال ہے۔ مگر اپنی اولاد پر جان سے زیادہ نثار ہیں اور اپنے خاندان کے افراد سے نہایت ہی الفت رکھتے ہیں۔

قد اعلیحضرت کا میانہ ہے۔ اور کل اعضا میں بہت عمدہ تناسب ہے۔ وہ اپنی ثقیل الوزن ذمہ داریوں کے فرائض کے بوجھ کو بڑی بہادری سے اوٹھائے ہوئے ہیں۔ مگر بعض اوقات چہرہ مبارک پر بڑھاپے اور رنج کی علامات پائی جاتی ہیں۔ ریش مبارک سیاہ ہے اور بال و آنکھیں بھی سیاہ ہیں چشمہائے مبارک سے نرمی اور ملاطفت برستی ہے۔ مگر ساتھ ہی زیرک اور تیز فہم ہیں۔ وہ ان لوگوں کو جو شرف ملازمت حاصل کرنے آتے ہیں۔ خوب آنکھ بھر کر اس طرح غور سے دیکھتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ انکے ضمیر کے کل حالات معلوم کر لینگے۔ مگر وہ دلفریب اور خوشنما جلوہ جو اول ان آنکھوں سے دلوں پر پڑتا ہے اُس بے آرامی اور رنج کی حالت کو جو ان آنکھوں میں بستی ہے دیکھکر دور ہو جاتا ہے۔ سلطان المعظم اپنے محل میں بھی اپنے آپ کو محفوظ خیال نہیں فرماتے۔ اور گو کسی خاص شخص پر ان کو شبہ نہیں۔ مگر وہ ہر ایک سے کھچے رہتے ہیں وہ اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ مشرقی بادشاہوں کی زندگی میں درباری سازشیں اکثر واقع ہوتی رہتی ہیں۔ وہ ان عبرت خیز سانحوں (یعنی سلطان عبدالعزیز شہید اور سلطان مراد کی معزولی) کو بھول نہیں گئے۔ جو ان کے تاج و تخت حاصل کرنیکے باعث ہوئے تھے۔ کیا ان کو درحقیقت ہی ایسا چوکنا رہنا چاہیے یہ ایک بحث طلب امر ہے۔

الغرض تھوڑے ہی بادشاہ ایسے گذرے ہیں جو ہمارے امیر المومنین کی طرح اپنی رعایا میں ایسے ہر دلعزیز ہوئے ہوں۔ وہ اپنی رعایا میں سچی ہی طرح کے سلطان ہیں۔ اور رعایا بھی اس ندرت کی قدر کرنے میں کوتاہی نہیں کرتی۔ وہ ایسے سلطان نہیں کہ ذرات حرم سرا میں پڑے رہیں۔ اور اپنے غلاموں

Marfat.com

ساتھ عیش و آرام میں مشغول ہیں۔ بلکہ وہ اپنی رعایا کی بہتری میں سچا اور واقعی حصّہ لیتے ہیں۔ اور اپنی مقصد میں کسطرح کل کاروبار سلطنت کو بعض چالاک درباریوں کے ہاتھ میں دینے کی بجائے خود ہر ایک امر میں حتیٰ کہ نہایت ہی چھوٹے چھوٹے معاملات کو بھی خود دیکھنے اور آپ فیصلہ کرنے میں از حد تقید کرتے ہیں۔ بلا تامل کہہ سکتے ہیں کہ وہ اس عادت میں بھی بہت ہی بڑھ گئے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ بلکہ امور کے اجراء اور تعمیل میں عموماً بہت توقف عائد ہو جاتے ہیں کیونکہ سلطان المعظم اتنا وقت کہاں سے لائیں۔ کہ ہر ایک چیز کو ایک ساتھ ملاحظہ فرما لیویں۔

سلطان المعظم بذاتِ خاص نہایت ہی فیاض اور بدرجہ اتم نرم دل ہیں مشکل سے کوئی ایسا مہینہ گذرتا ہے جس میں وہ جیب خاص یعنی اپنی گرہ سے بڑی بڑی رقمیں اپنی رعایا کے سر سے سختی اور تکالیف دور کرنے کے لیے مذہب و ملت کا لحاظ کیے بغیر چندے میں عطا فرماتے ہوں تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے کہ انہوں نے خود بخود ۲ لاکھ پیاستر جزیرہ کریٹ میں ابتدائی مدارس کے قیام کے لیے عنایت فرمائے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے جواہرات اور ظروف نقرئی و طلائی کا بہت بڑا حصّہ خزانہ عامرہ کی مدد کیلئے نقدی سے تبدیل کر دیا۔ اور دوسرے موقعہ پر انہوں نے اپنے ذاتی نوکروں کی بہت بڑی جماعت موقوف کر دی کہ بچت مناسب خیراتی امور پر خرچ کیجائے۔ وہ اپنی رعایا پر نہایت ہی کم خرچ کا بوجھ ڈالنے کیحالت میں گذارہ کرتے ہیں۔ اور اُن کی سول لسٹ ایک ترکی شہنشاہ کے لحاظ سے نہایت ہی کم ہے۔

اُن کے کیرکٹر کا لب لباب بدرجہ نہایت حزم و احتیاط ہے۔ اور یہی شاید اُن کی متواتر بے اعتباری اور عام تذبذب کا باعث قرار دیا جا سکتا ہے۔ اور اسی لیے شاید وہ کل کاروبار سلطنت کو خود سرانجام دیتے ہیں مگر شکر کا مقام ہے کہ اس سخت احتیاط کے ساتھ واقعی علم و واقفیت اور ذہانت بھی شامل ہے۔ اور باوجود یکہ وہ اندرونی اور بیرونی پالیسی کے تمام مسائل اور مذاہب اور تعلیم کے متعلقہ سوشل عقدوں کو سلجھانے اور کل باقی امور کا مقابلہ کرنے اور اُن کو سرانجام دینے کے لیے جو اُن کے ہاتھوں میں دیگر ہیں نہایت ہی قابل ہیں۔ یہ ایک اور خوش قسمتی کی بات ہے کہ قدرت قادر نے انکو کام کرنے کی استعداد اور قوت بخشی ہوئی ہے اوضاع و اطوار میں وہ حد سے بڑھکر خلیق اور متواضع ہیں۔ خاصکر یورپ لیڈیوں کے ساتھ سلوک کرنے میں اس بارہ میں بالتحقیق اُن کو ایسا ہنر معلوم ہے کہ جو کوئی ایک دفعہ شرف اندوز ملازمت ہوتا ہے بقیہ عمر کے واسطے اُنکا گرویدہ احسان ہو جاتا ہے۔ اور انکو جان سے زیادہ عزیز سمجھتا ہے۔ وہ سوچ سمجھ کر بڑی احتیاط اور سلیقے سے گفتگو کرتے ہیں مگر جب کوئی ایسا مضمون آ جاوے جس سے اُنکا جوش موجزن ہو جائے تو کمال رعب و داب سے تکلم کرتے ہیں۔ مذہبی معاملات میں وہ متعصب نہیں مگر

Marfat.com

اپنے مذہب کے پکے معتقد ہیں۔ اور ہر ایک امر میں احکام شرعی کی پابندی کرتے ہیں علما اور درویش و فقراء کی اکثر مجالست رکھتے ہیں اور بڑی فراخدلی سے انکو انعام واکرام عطا فرماتے ہیں اور سچ پوچھو تو انکا ہاتھ دینے کے لیے ہر وقت کھلا رہتا ہے اپنی سخاوتوں سے انہوں نے حاتم اور فقیاس کے ناموں کو گرد کر دیا ہے۔ وہ تمام یوروپین ملاقاتیوں کو عموماً اور صاحبان علم و ہنر کو خصوصاً بیش بہا تحائف نوازش کرتے ہیں۔

اگر ہم انکی گورنمنٹ کی ماہیت کو پرکھیں تو کہہ سکتے ہیں کہ وہ ایک لبرل خیال شہنشاہ ہیں۔ مگر ہمیں کلام نہیں کہ مغربی خیالات کی سی آزادی روم میں مفقود ہے تاہم اعلیحضرت امیر المومنین یہ امر اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ آپنے فی الحقیقت آزاد خیالات کو جو قلمرو عثمانیہ میں آزاد خیالی کی بنیاد قائم کر رہے ہیں کس طرح اپنے ممالک محروسہ کے مقامی پولیٹیکل اور قومی حالات کے موافق عمل میں لائیں۔ بظاہر تو وہ ایک جابر اور مطلق العنان شہنشاہ معلوم ہوتے ہیں مگر اصل میں اپنی رعایا کے ساتھ پدرانہ سلوک کرتے ہیں اور انکی بہتری کو خالص نیک ارادے رکھتے ہیں روم کی کتنی ہی خطائیں کیوں نہ ہوں مگر اس کے موجودہ فرمانروا اعلیحضرت سلطان المعظم خلیفۃ المسلمین **عبد الحمید خان** ثانی الغازی ایک عمیق طبع اور فیاض حکمران ہیں انکی خواہش عظیمہ اپنی رعایا کی خوشحالی اور بہتری ہے سلطان المعظم کے قابل قدر اور بے نظیر عہد حکومت میں روم نے تن درستی اور صحت یابی کے راستے میں بہت بڑی سرعت کے ساتھ اور اطمینان بخش ترقی کی ہے اب جس چیز کی اس کو سب سے بڑھ کر ضرورت ہے۔ وہ امن کا زمانہ ہے۔ کہ اسمیں وہ اپنی مالی حالت قوت اور طاقت کو بخوبی سنبھال لے۔

سلطنت عثمانیہ کی نازک حالت کو سلطان معظم سے بڑھ کر کوئی شخص نہیں سمجھتا۔ اسی لیے وہ تمام یوروپین تنازعوں سے الگ رہنا چاہتے ہیں۔ اندرونی بغاوتوں سے انہیں بے کھٹکے رہنا چاہیے۔ ان کا تخت محفوظ ہے اور وہ تمام کہانیاں جو یوروپ میں خانگی سازشوں کے متعلق پہنچتی ہیں۔ اور یہ روایتیں کہ لوگ انکو معزول کرکے ان کے بھائی **مراد** کو تخت نشین کرنا چاہتے ہیں۔ بالکل بناوٹی اور افترا پردازیاں ہیں۔ اس امر کو تو الگ ہی رہنے دیجیے کہ **مراد** نے فی الحقیقت ہی دماغ میں سخت کمزور ہیں۔ اور کہ کل خاندان کا ایک ایک فرد بشر اپنے خلیفۃ المسلمین پر جان نثار کرنے کو تیار ہے۔

ضمیمہ نمبر ۲ دوم

حضرت سلطان المعظم اور دنیائے اسلام

منقول از رسالہ تمدن اکتوبر ۱۹۰۸ء

یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جسکی معرفت ہر ایک شخص کو حاصل نہیں ہو سکتی۔ غیر قومیں خیال کرتی ہونگی کہ حضرت سلطان المعظم مثل اور مسلمان سلطانوں کے ایک باعزت و باوقعت فرمانروا ہیں۔ اور انکی وہ عزت و وقعت صرف انہی کی حدود سلطنت سی جیسا کہ اور سلطانوں کی ہوتی ہے محدود ہے۔ مگر نہیں حضرت سلطان المعظم کی عزت محبت و حمایت کا جوش تمام دنیا کے پر جوش اہل اسلام میں موجود ہے۔ میں اُن قوموں کا تذکرہ نہیں کرتا ہوں جو دنیائے اسلام کی کچھ خبر ہی نہیں۔ میں اُن قوموں کا نام نہیں لیتا جن میں فخر نسبت کا خراب کن جوش باقی ہے۔ لیکن اسلام کو میں یقینی طور سے کہہ سکتا ہوں کہ دنیا کی کوئی قوم اسلام ایسی نہ ہوگی جسکو سلطان المعظم سے تعلق نہ ہو۔ آخر اس کا سبب اسکی وجہ میرے نزدیک وہ جائز تعلق اسلامی جوش کا ہے۔ جو اسلامی محبت کے ساتھ ہمیشہ باقی رہیگا۔ اور کیونکر نہ باقی رہے۔ تمام دائرہ اسلام کے مرکز مسلمانوں کے قبلہ ایمان کی جان حرمین شریفین زادہما اللہ تعظیماً و تشریفاً کی حمایت آج سلطان المعظم ہی کی **ذات بابرکات** پر منحصر ہے۔ اُن مقدس اور مبارک مقامات کا شرف خادمیت جو تمام شرفوں اور اعزازوں سے سیقدر بالا ہے جس قدر مخدوم کا شرف خادم پر بالا ہو سکتا ہے سلطان المعظم ہی کو حاصل ہے۔ اور علاوہ ازیں بیت المقدس بھی ہے جو عیسائیوں اور مسلمانوں کا ایک مشترک معبد ہے۔ اور جس کو دولت علیہ عثمانیہ کی بہادرانہ و شجاعانہ تدبیر و قوت نے ایسے پرخطر اور خوفناک زمانے میں بھی اپنے ظل عاطفت میں لے رکھا ہے۔ جسکے لے لینے کی ہر متعصب عیسائی سلطنت کو خواہش رہا کرتی ہے۔ سلاطین عیسائیہ کی قوت متفقہ سے بڑے بڑے شیر دل کے زہرے آب ہوتے ہیں۔ تمام عیسائی قوم بیت المقدس کی خدمت بلا شبہ متفق بنا دینے کے لیے ایک پُر تاثیر قوت ہے۔ اگر اہل یورپ علمی انسانیت و فلسفی تہذیب کے برقعے سے اپنے ناجائز مذہبی جوش کو نہ چھپا چکے ہوتے۔ تو تمام دنیا پر ظاہر ہو جاتا کہ عیسائیوں کو بیت المقدس کا مسلمانوں کے قبضے میں ہونا کس قدر ناگوار ہے۔ لیکن علوم فلسفہ کی روشنی اور تہذیب انسانی کی چاندنی نے اپنے تمام ممالک عیسائیہ کی ظلمت تعصب کو بالکل ہی دور نہیں کر دیا ہے۔ بلکہ بہت سی متعصب خوفناک صورتیں وحشت کی تاریکی میں اب تک موجود ہیں۔ کیا دنیائے اسلام اُن بیہودیوں کو جنہیں یہ دلانا

Marfat.com

حملے ہو رہے ہیں۔ بھلا یہ بھی میری رائے میں صرف ایک انگلستان تعصب مذہبی پر تہذیب انسانی کو غالب رکھنے کی قوت اپنی پوری ہمت سے ظاہر کر سکتا ہے۔ باقی تمام سلطنتیں مذہبی جوش سے ایسے خطرناک وقت میں بدست ہو کر ٹوٹ پڑنا معیوب نہ سمجھیں گی۔

مسلمانوں کے مقدس ہر کامل نے ان کو بیت المقدس کا حرمین شریفین سے صرف ایک ہی درجہ کم ہونیکا سبق دیا ہے۔ تمام دنیائے اسلام بیت المقدس کو عزت بھری نگاہوں سے ہمیشہ اور ہر وقت دیکھتی چلی آئی ہے۔ اور یونہی اسوقت تک دیکھتی چلی جاوے گی جبتک اسکا پاک ایمان باقی ہے۔ مورخین کیلئے صلیبی خونخوار لڑائیاں جو اسی پاک سرزمین کے قبضہ حاصل کرنے کے لیے نہایت شد و مد سے ہو چکی ہیں اسلام اور بیت المقدس کے تعلقات ظاہر کرنے کو کافی ہیں۔ تمام دنیائے اسلام پر بیشک لازم ہے کہ وہ اپنے متبرک مقامات کی حفاظت کے لیے سکھوں سے زیادہ سرگرمی دکھائے۔ گو اس حفاظت کا بار زیادہ تر اوسی گروہ اور اسی سلطان پر رکھا جا سکتا ہے۔ جو اطراف خطہ مذکور میں فرمانروائی اعلیٰ قوتوں سے کر رہا ہو۔ اسلام کی متبرک مقامات ہر متنفس سے برابر تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن اہل اسلام صرف اسی امر سے مخوف نہیں ہیں کہ متعصب عیسائی دولتیں جنکو فی زمانہ روز افزوں ترقی حاصل ہے ہمارے مذہبی سلطان کے مقابلے کے لیے بیت المقدس کے قبضہ حاصل کرنے کی خواہش میں موقع پاکر ضرور آمادہ ہو جائینگی بلکہ انکی دور اندیش طبائع اپنی چشم بصیرت سے کام لیکر بالیقین اس امر کو سمجھ رہی ہیں کہ کرسچن ڈم (کرسٹانی ملت) اپنی مذمت مٹانے اور عوض لینے کے لیے صرف بیت المقدس پر اکتفا نہیں کر سکتی۔ بلکہ وہ اسلام کے محفوظ اور مقدس قبلہ تک بڑھنے کی جرات اور کوشش کریگی۔ اور کوئی دقیقہ ہاتھ آئے ہوئے موقعے پر اوٹھا نہ رکھیگی۔ اگرچہ اُس مقدس سرزمین کا سچا نگہبان ہمیشہ کیلئے اُس کو محفوظ رکھنے کا وعدہ کر چکا ہے ۔ دشمن اگر قوی ست نگہبان قوی تر ست +

لیکن اہل اسلام کا کشت و خون اطراف و جوانب کا بیجا قبضہ مسلمانوں کا تنگ مقام محدود میں مقید ہونا آجکل کے یہودیوں کی مثل ذلیل و خوار ہونا۔ اور بڑے بڑے عزت کے مقدس مقامات پر صلیبی پھریروں کا اڑنا کیا کم ہے۔ ہر وہ مسلمان جسکی رگوں میں حمیت کا جوش ہے اس خوفناک سماں کے دیکھنے کے لیے زندہ رہنا پسند نہ کریگا اور ایسی بیحیائی اور بیغیرتی کی زندگی بسر کرنے پر راضی نہ ہوگا۔ بیشک یہی وہ خیال ہے جو تمام دنیائے اسلام کو ہر وقت سلطان المعظم کی جانب متوجہ کرتا رہتا ہے کیونکہ یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ سلطان المعظم ہی کی ذات بابرکات تمام اسلامی فرمانرواؤں کے طبقے میں ایسی نکلسکتی ہے۔ جو اسلامی خدمتوں۔ مذہبی حمایتوں اور مقدس مقاموں کی حفاظتوں کو قائم رکھ سکے اور رکھتی ہے۔ ہر سال لاکھوں حاجیوں کا دنیا کے ہر حصہ سے حرمین شریفین کو جانا اور بیت اللہ اور بیت الرسول میں سلطان اسلام کا خطبہ جینا

ان فیاضیوں و حمایتوں کو دیکھکر اپنے ممالک کو واپس آنا تمام دنیا کے اہل اسلام میں ایک عجیب جوش محبت پیدا کرتا ہے۔ تمام سچے اور پکے اہل اسلام ہر وقت اپنے دینی محافظ اور اسلامی نگہبان کے لیے سچے دل سے حضور مقدس باری تعالیٰ میں ہاتھ اٹھا اٹھا کر یوں دعا کرنے میں مصروف رہتے ہیں ؎

اندر بقائے عمر تو خیر جہانیاں ٭ باقی مباد ہر کہ نخواہد بقائے تو

وہ پرانے خیال کے سچے اہل اسلام جن کو اخباروں سے کوئی ایسی دلچسپی حاصل نہیں ہو سکتی اخباروں کے دیکھنے ہی اپنے مذہبی سلطان کی خبریں دریافت کرتے ہیں۔ اور نہایت ہی اشتیاق سے اگر انکی خوش قسمتی سے کوئی ایسی خبر ہو سنتے ہیں۔ ہندوستان کے اکثر شہروں میں سلطان اسلام کی بقائے سلطنت کی دعائیں مانگتے ہیں شاید کوئی ناواقف اسلامی عزتوں کا ناقدردان اعلیحضرت کے لیے نصرت و عزت کا طلب کرنا ناجائز سمجھتا ہو۔ والا بالاتفاق حضرت سلطان المعظم کی محبت سے تمام دل بھرے ہوئے ہیں مسلمانوں کو بے شک بشارت ہے کہ ان کا موجودہ مذہبی سلطان بڑے بڑے اوصاف سلطانی کا منبع ہے جو اپنی خوش تدبیریوں اور مدبرانہ کارروائیوں سے نہ صرف اپنے دوستوں کا ممدوح ہے بلکہ وہ قومیں اسکے اوصاف کی معترف اور اسکی لیاقت کی قائل ہیں جو ہمیشہ سلطان عثمانیہ کو ایک معمولی ایشیائی فرمانروا سمجھتی ہیں۔ چند فقرے مستند کتاب فیوچر آف اسلام کے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں منصف مزاج اور عدل پسند اشخاص معلوم کریں گے کہ حضرت سلطان کس دل و دماغ اور عقل و قوت کے فرمانروا ہیں ٭

عبارت فیوچر آف اسلام[1]

علمائے حنفیہ نے یہ عزم راسخ کر لیا تھا کہ سلطان کو اس بات پر مجبور کریں کہ وہ علانیہ مذہبی اور انتظام مذہبی کے متعلق کارروائیوں کے پیشوا بن جاویں پس جب انہوں نے دیکھا کہ سلطان عبد العزیز طریق خلافت پر ٹھیک ٹھیک نہیں چلتے تو انہوں نے انکو تخت سے اتار دیا اور عبد الحمید سلطان حال کے لیے جو ان کے خیال کے مطابق سچے دلاور اسلام ہیں راہ کھولی۔ مذہبی سلسلہ جانشینی پیغمبر میں خاندان عثمانیہ کی شان کا پچھلا پیوند جو لگا یعنی سلطان عبد الحمید تخت خلافت پر متمکن ہوئے تو دنیا از مسلمانوں کو یہ بات مسرت کی معلوم ہوئی۔ یہ بات قابل یقین ہے کہ اگر عبد الحمید یا عبد العزیز کا جانشین کوئی ویسے ہی نافہم اور نکمے لوگوں سے ہوتا جو اکثر تخت سلطنت پر پچھلے زمانے میں بیٹھتے آئے ہیں تو خلافت عثمانیہ اسوقت تک زمانہ گزشتہ کی بات ہو چکی ہوتی۔ لیکن سلطان عبد الحمید نہ تو نفس پرست اور آرام طلب تھے۔ اور نہ وہم بالطبع کے کمزور تھے۔ انہوں نے بیساختہ خیال سے جسپر ہر ایک شخص خواہ مخواہ آفرین کریگا۔ اس حبل متین کو پکڑ لیا۔ اور مذہب کے

[1] اس کتاب کا ترجمہ نفر میڈیکل ایجنسی لاہور سے تھوڑی قیمت پر ملسکتا ہے۔

Marfat.com

اعلیٰ درجہ کے خیرخواہ گروہ کے پیشوا اور سردار ہنگری میری دانست میں یہ بات بلاشبہ کہی جا سکتی ہے کہ ہمارا مذہبی رائیوں کے وہ ایک پکے حنفی ہیں۔ لڑکپن میں باوجود شہزادگی کے وہ ایک متین شخص تھے اور علمی مذاق خصوصاً جغرافیہ و تاریخ کا شوق رکھتے تھے۔ مذہب میں اگرچہ عالم نہیں ہیں تاہم مذہبی علم انکو حاصل ہے۔ لہٰذا یہ بات تسلیم کر لینی چاہیے کہ اپنی مذہبی اور روحانی افسری یعنی منصب خلافت کی حالت پر انکو خلوص کے ساتھ عقیدہ ہے ایک شخص نے اپنا چشمدید واقعہ جیسے بیان کیا ہے کہ تخت نشینی سے چند روز بعد جب مسجد ایوب میں انکو تلوار خلافت بندھوائی گئی تو انہوں نے اپنے دل زبردست طریقے میں ایک دفعہ تبدیلی سے اہل بارگاہ سلطانی کو متعجب کر دیا اسکے ورا بعد وہ پھر سلطان عبدالحمید تمام دن اُن لوگوں سے اپنے درجہ مذہبی یعنی منصب خلافت کا ذکر اسی زبان میں کرتے رہے۔ جو کئی صدیوں سے محلسرائے سلطانی کی حدود کے اندر سنائی نہ دی تھی۔ یہی تحقیق ہے کہ روسیوں کے حملے کے تردداتِ سے نجات پا کر انکا پہلا کام تھا کہ اس اعلان اور وعظ کو جو شروع ہو چکا تھا از سر نو نظم و نسق کے پیرائے میں لائیں اور ہندوستان اور ممالک بار بری میں نئے وعظ اس لیے بھیجیں کہ اُن مسلمانوں پر جو غیر مذہب والوں کی رعیت ہیں ثابت کریں۔ خاص سلطان کی خلافت کا وعظ کہیں غیر ممالک کے مذہبی مسلمانوں سے بھی سلطان کی تقریر ابتدا ہی سے بہ نسبت دنیاوی بادشاہ کے بطور حاکم مذہبی کے زیادہ ہے اور سفیران یورپ کے ساتھ سلطان نے اپنی یہ حالت برابر ازتقلال طور پر اور نہایت اثر کے ساتھ قائم رکھی ہے سلطان عبدالحمید کی لیاقت کا یہ کچھ کم ادنےٰ ثبوت نہیں ہے کہ انہوں نے اپنی حکمت سے ہمارا اثر سفارت کو درہم برہم کر دیا۔ وہ نماز کے نہایت پابند ہیں۔ اور درویشوں اہل کرامات اور مقدس لوگوں کے بڑے فیاض مربی ہیں۔ ایسے لوگوں کی بڑی تلاش میں رہتے ہیں اور انکی بڑی عزت کرتے ہیں امور سلطنت اور عدل گستری میں جب وہ خود عمل کرتے ہیں تو سخت پابندی شریعت کی کرتے ہیں اور مسائل مشتبہ میں ہمیشہ مفتی یا شیخ الاسلام سے مشورہ کرتے ہیں جب کوئی یوروپ کی فرمائشیں خلاف قانون شریعت کی ہوتی ہیں تو سلطان نے انکے روکنے میں کچھ کم اور ناقابل وقعت تو عدہ استقلال ظاہر نہیں کیا سلطان عبدالحمید نے نہ صرف علمائے ترک کو اپنا مؤید بنایا۔ بلکہ اپنی عملداری سے باہر بھی رائیوں کے ایک عظیم اور قابل وقعت ذخیرے کو اپنا طرفدار بنا لیا ہے۔ یا تو مذہب کے حق میں یہ لوگ دغابازی کرنے والے سمجھے گئے تھے یا اب اُنہی خاندان عثمانیہ کے سلطان پر پھر ایک مرتبہ بطور دلاور اسلام کے نظر پڑنے لگی اور پرانے فیشن کے علما جو اسلام کی بازگشت ابتدائی حالت پر چاہتے تھے۔ سلطان عبدالحمید کو اسلامی پہلوان اور سپہ سالار سمجھتے ہیں۔ ایک سال گذرا جب میں جدے میں تھا۔ تو اُس وقت یہ بات نہ تھی۔ لیکن اب یہی حالت دکھائی دیتی ہے۔ اُس وقت تک خود اونہی کے فریق کے لوگ انکی نسبت شبہے کے ساتھ گفتگو کرتے تھے اور بلاشبہ

ء مراکو۔ الجیریا۔ ٹیونس و ٹریپولی۔

سلطان نے نہیں کوئی جوش پیدا نہیں کیا تھا وہ لوگ انکی منشا کو سمجھتے نہ تھے اور یہ خیال کرتے تھے کہ سلطان ایک عالی حوصلہ ہیں انکے سچے مسلمان ہونے پر شبہ تھا یہ بات ناممکن معلوم ہوتی تھی کہ سلطان عبد الحمید کا اثر کامیابی و رعب و وقار نکلیگا علاوہ بریں سلطان عبد الحمید نے اس وقت تک اپنی قوت بخوبی دکھلائی تھی اور توی ہونا ایسی چیز ہے کہ جس سے ہر ملک میں آدمی دلاوری کا لقب پالیتا ہے اور اسکی ستایش ہوتی ہے۔ لیکن پہلے آٹھ ماہ میں بہت جلد جلد واقعات و فوعیل آئے یونان البانیا اور کردستان میں عبد الحمید نے اپنی تدبیر سے بازی کو جیت لیا انگلستان سے وہ کچھ نہیں ڈرے اور اصلاح مجوزہ مجمع معظم کا سامنا دلیری سے کیا یورپ کی آنکھوں کے سامنے انہوں نے یہ جرأت کی کہ مدحت پاشا کو جو یورپ کی حمایت میں تھا گرفتار کر لیا۔ اور بالزام قتل اسکی تحقیقات کی۔ بالآخر ٹیونس میں اہل فرانس سے بھی سلطان نے گویا اپنا ہی کام کرالیا یعنی اس طرح سے انکو شمالی افریقہ کے مسلمانوں سے ہمدردی کے اظہار کا موقع ملا۔ حالانکہ یہ وہ خلقت تھی کہ صدیوں سے سلطان کے دعوے کے برخلاف تھی بیس سال پہلے سلطان عثمانیہ کے لیے یہ بات قطعاً ناممکن تھی کہ ایک عرب کے سینے میں اپنی خیرخواہی اور وفاداری کے خیالات پیدا کر دے اس زمانہ میں ٹیونس کو بالخصوص یہ بات پسند تھا کہ ہم ٹرکی کی حکومت سے آزاد ہیں اور بااستثنائے حنفی فرمانروایان ممالک ساحل افریقہ کے اور سب لوگ ترکوں کی طرف سے لڑنے کے خیال کو لغو اور بیہودہ سمجھتے تھے لیکن اب خود مالکی لوگ جو قیروان میں مغرز اور گرامی قدر ہیں سلطان عبد الحمید کے اشارے پر حرکت کرتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہے کہ مصر میں بھی سلطان کس قدر کامیابی کے ساتھ تحریک کر رہے ہیں ہندوستان کے مسلمان مساجد میں انکے لیے دعا مانگتے ہیں ہر جگہ وہ فرقہ جو اسلام کی بازگشت چاہتا ہے سلطان کو سلطان اور سچا خلیفہ جو انکی مرضی کے موافق کام کر رہا ہے اور بعید و قریب جس نے اصل سمجھتا ہے اور بشرط ضرورت اس بات پر مستعد معلوم ہوتا ہے کہ کسی دن ان لوگوں کے ساتھ ان لوگوں کا پیشوا بن کے علم جہاد بلند کرے۔ اپنا پیشوا تسلیم کر چکا ہے۔ سلطان عبد الحمید پاکیزگی کے ساتھ شریعت پر رجوع لاتے ہیں۔"

فقرات مندرجہ بالا سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت سلطان المعظم ان تمام اوصاف سلطانی سے موصوف ہیں جو ایک عالی ہمت بلند خیال۔ باکمال۔ مدبر۔ مستقل مزاج ہونہار و متشرع خلیفہ میں ہونے چاہئیں۔ حضرت امیر المومنین اپنی اسلامی پالیسی میں ہمیشہ کامیاب مظفر و منصور کے لقب سے ملقب ہونیکے مستحق ہیں (اگر مندرجہ بالا اقتباس کے کل خیالات سے ہمیں اتفاق نہیں) علاوہ بریں عقلائے فرنگ اور مدبران یورپ کی رائے بھی اس وقت حضرت سلطان المعظم کی نسبت نہایت ہی عمدہ اور قابل وقعت ہے لارڈ مارکوئیس آف سالسبری وزیر اعظم انگلستان کے وہ تمام بیانات جو ٹرکی کی نسبت فرماتے ہیں۔ قابل لحاظ ہیں صاحب ممدوح فرماتے ہیں کہ ٹرکی کی حالت بہتر ہے سلطان نہایت ہی قوی الرائے حکمران ہیں اور ابتری کے دور کرنے

میں جو اُن کی ما سبق حکمرانوں نے سلطنت میں پیدا کی تھی نہایت سخت محنت و جفاکشی ظاہر فرما رہے ہیں۔ عمل سلطنت عثمانیہ کی ترقی کی جانب کوشش ہو رہی ہے مجھ کو یقین کامل ہے کہ اگر ترقی برابر قائم رہی تو یا الآخر اس امن و امان قائم ہوگا! اور یورپ کو اس سلطنت کے تنزل و تباہی کا ہرگز خوف نہ باقی رہیگا!!

پروفیسر وہیبری نے دربار ملس ٹمبرج یونیورسٹی میں ۳۰ مئی ۱۸۹۸ء کو انبوہ کثیر کے سامنے جو لیکچر دیا ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت سلطان المعظم اس پالیسی میں کہ ع آہن تا آہن تواں نرم کرد کسی سے دبے نہیں اس لائق پروفیسر کا بیان ہے کہ "ترک دیگر ایشیائی اقوام میں نہایت سر آوردہ اور ترقی یافتہ ہیں۔ الخ" (اس لیکچر کا ضروری حصہ کسی جگہ اس سے پیشتر حواشی میں درج ہو چکا ہے۔ لہٰذا اعادہ بیسود ہے۔ مترجم کتاب)

حضرت سلطان المعظم نے اپنی تدابیر اور حسن انتظام سے سال گذشتہ میں بلوہ کریٹ کو نہایت ہی مستقل مزاجی سے فرو کیا۔ اور امسال الحمد واقع یمن کا بلوہ بھی جو ایک حد تک زور پکڑ گیا تھا نہایت ہی شد و مد سے فرو کیا گیا۔ فوجی طاقت کی قوت دینے اور مالی حالت کو درست کرنے میں بھی اعلیٰ جانی نے کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا۔ چنانچہ اکثر محققین کی رائے ہے کہ سلطان نے اپنی مالی حالت کو درست کر لیا ہے۔ اب گورنمنٹ ٹرکی کا اعتبار پہلے سے بہت بڑھ گیا ہے۔ ٹرکی نوٹ مثل دریورپین نوٹوں کے اعتماد کے ساتھ جاری ہیں۔ سلطان نے ٹرکی کو ان آفتوں سے بہت کچھ چھڑا لیا ہے جسمیں اُسکو آخری زمانہ مبتلا کر دیا تھا۔ فوجی قوت بڑھانیکا عمدہ ثبوت وہ کردی رسالے ہیں جو ابھی بکثرت بھرتی ہوئے ہیں۔ اور روسائے عرب نے بھی امدادی فوج دینے کا منشا اور ارادہ ظاہر کیا ہے ؎

الٰہی بخت تو بیدار بادا + ترا دولت ہمیشہ یار بادا
گل اقبال تو دائم شگفتہ + بچشم و شمانت خار بادا

حضرت سلطان المعظم کے مذہبی جوش کا پورا ثبوت اس بیان سے مل سکتا ہے جو لیوٹ ہیر لڈ نے قسطنطنیہ کے رمضان المبارک کے بارے میں لکھا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "جمعے کے روز پو پھٹنے سے پہلے سلطانی توپخانوں سے فیر ہونا شروع ہوئے جس نے تمام مومنین کو مطلع کر دیا کہ رمضان المبارک کا مہینہ اور دینی گرمجوشی دکھانیکا وقت آ گیا۔ قسطنطنیہ میں جمعہ کے روز سے رمضان شروع ہوا جمعرات کی شب سے تمام مساجد دار الخلافہ خوب آراستہ و پیراستہ کیجانے لگیں۔ ہر محلے کی مسجدوں میں قرآن سنانے اور سننے کی تیاریاں ہونے لگیں۔ تمام مقامات اور بالخصوص ترکوں کے محلوں میں بڑا ہی جوش و خروش و زیب و زینت نظر آنے لگی۔ تمام مساجد کے دروازے شب بھر کھلے رہنے لگے۔ بڑی بڑی مسجدوں میں عجیب صناعیوں سے آرائشگی اور روشنی کیگئی۔ قرآن پاک کی آیات

ﷺ یہ ارادہ قوت سے فعل میں آ چکا ہے۔ جیسا کہ کتاب کے کسی حاشیے میں ان کردی رسالوں کا مفصل ذکر ہو چکا ہے۔ مترجم۔

Marfat.com

اونچے اونچے میناروں پر ایسے جلی حرفوں میں لکھی گئیں۔ کہ دور دور سے پڑھی جاتی تھیں۔ اکثر یوں بھی کیا گیا تھا۔ کہ دونوں میناروں کے درمیان ایک تار باندھا گیا تھا۔ جسکے بیچ میں قرآنی جملے روشنی کے ذریعہ سے نورانی حرفوں میں چمکا کے دکھائے گئے تھے۔ پھر ہر طرف تار دوڑا کر ایسی خوبصورتی سے شیشہ آلات لٹکائے گئے تھے۔ کہ انہیں دیکھکر دلوں میں ایک ولولہ جوش کا پیدا ہوتا تھا۔ اور اُن کے حسن و خوبی پر غور کرنے سے ترکوں کے ذوق آراستگی اور نفاست کا اندازہ ہوسکتا تھا۔ محکمہ اوقاف نے بحکم سلطانی تمام مساجد کی آراستگی کے لیے وہ سامان دیا تھا۔ جو مساجد کے اندر ہر جگہہ شاہی جلال و عظمت کے نمونے دکھلاتا تھا۔ پہلی تاریخ میں وزیر اعظم۔ شیخ الاسلام۔ تمام ممبران محکمہ وزارت۔ رضا پاشا۔ حسن فہمی پاشا۔ یوسف رضا پاشا۔ علما میں سے رضا افندی توفیق بے۔ رشید بے۔ الغرض تمام عہدیداران دولت اس لیے مدعو کیے گئے تھے کہ سلطان المعظم کے ساتھ پہلا روزہ افطار کریں۔ سلطان المعظم نے قصر یلدز میں روزہ افطار فرمایا۔ اور قبل افطار چیمبرلین حاجی علی کو ان مذکورہ عہدہ داروں کے پاس بھیجا کہ سلطان کیطرف سے انکو شاہی سلام کہہ آئیں۔ خاص دار السلطنت کے کل افسر رمضان بھر محل سلطانی ہی میں روزہ افطار کیا کیے۔ پہلی تاریخ گارڈ کے ایک گروہ نے بھی قصر یلدز میں روزہ افطار کیا اور کھانا کھایا۔ اور تمام سپاہی خاص سلطان کے عطا کیے ہوئے تحائف لیکر بعد افطار رخصت ہوگئے۔ علاوہ معمولی روزانہ فیاضیوں کے سلطان نے حافظ آفندی کو حکم دیا کہ جیب خاص سے دو ہزار پیاستر اور کھانا اطراف یلدز کے غربا میں تقسیم کر آئیں۔ بیشک ان اعلے درجہ کی فیاضیوں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ خود سلطان میں ذاتی طور پر نہایت ہی دینی جوش ہے اور وہ اسلام کی تمام رسوم و فروض کو بڑی شایستگی سے انجام دینا چاہتا ہے۔ ان قرینے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بہ نسبت سالگذشتہ شہنشاہی طریقوں کے سلطان نے اپنی حالت بہت کچھ بدلدی ہے۔ وہ مسلمان فرمانرواؤں کے لیے ریفارمیشن کی ایک عمدہ نظیر ہیں۔ فی الحال سلطان نے اپنی سالگرہ کے دن عساکر عثمانیہ کے ہزاروں اور تمام ادنی و اعلے سپاہیوں کو سلام کہلا بھیجا تھا۔ خاص قسطنطنیہ میں تو سلطان کا سلام ہر سپاہی کو اسی وقت معلوم ہوگیا۔ اور اُسکے بجائے خود مسرت حاصل کی۔ مگر دیگر بلاد کے سپاہیوں میں جو جوش و خروش پیدا ہوا۔ وہ ثابت کرتا ہے کہ ترکی سپاہی تاج و تخت کے کیسے وفادار جان نثار ہیں۔ ایڈریانوپل میں جیسے ہی تار پہونچا کہ سلطان کل سپاہیوں کو سلام کہتے ہیں کے دلمیں مسرت و جان نثاری کا جوش پیدا ہوا۔ اور عاطف پاشا نے ادرنہ کی تمام کمانوں میں مسرت پیغام کل مورچوں پر جاکر تار کو سنایا جس مقام پر اُس مجمع میں یہ خاص سلطانی الفاظ دہرائے گئے۔ تین تین دفعہ نعرہ خوشی بلند ہوئے۔ اور کل افسروں نے ملکر ایک شکریہ کا ایڈریس روانہ کیا۔

ان سب واقعات سے بخوبی ثابت ہوگیا کہ حضرت امیرالمومنین سلطان المعظم ایک اعلے درجہ کے فرمانروا

Marfat.com

ہیں اور محض اُس رب کریم کا فضل و احسان ہے جسنے چودھویں صدی کے ایسے نازک زمانے میں ایسا پُر جوش منتظم اور مدبّر سلطان حمایت اسلام کے لیے پیدا کیا۔ بیشک ہم مسلمانوں پر واجب ہے کہ ہم اس امر کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ ہماری دینی و دنیاوی سرسبزی اس امر پر منحصر ہے کہ اپنے دینی و دنیوی سلطانوں کو اپنے محبتی دلوں سے خوش و مسرور رکھیں کیونکہ ہم اہل اسلام کے باغ زندگانی کے اشجار مسرت کا سرسبز و شاداب ہونا رطوبت معاشی و حرارت معادی پر منحصر ہے حصول حرارت معادی اس امر پر موقوف ہے کہ ہم اپنے وجود خاکستری میں آلات محبت سے استعداد و قبولیت حرارت آفتاب شفقت سلطان السلاطین خاقان الخوافین مالک البرین والبحرین خادم الحرمین الشریفین خلیفہ رسول رب العالمین امیر المومنین عبدالحمید خان ثانی الغازی خلد اللہ ملکہ وزاد اللہ سلطنۃ پیدا کریں جس کی پرتاثیر صورت یہی ہے کہ ہم انکی نصرت و عظمت حشمت و دولت کے لیے بارگاہ رب العزت سے ہمیشہ دست بدعا رہیں علیٰ ہذا القیاس حصول رطوبت معاشی کا وجود اس امر پر منحصر ہو رہا ہے کہ ہم اپنے خاکی دلوں کو آلات اطاعت و فرمانبرداری سے اس طرح نرم کردیں کہ استعداد سرایت باران شفقت منبع الاحسان۔ ابر کرم علیا جناب مادر مہربان ملکہ معظمہ کوین وکٹوریہ قیصرہ ہند ادام اللہ اقبالہا واجلالہا حاصل ہو۔ بے شبہ ان دونوں شفقتوں کے اتصال سے ایسی مفید قوتیں پیدا ہونگی۔ جو بارآوری اشجار کے لیے لازم ہیں۔ ہماری ملکہ معظمہ ادام اللہ اقبالہا واجلالہا کا ابر کرم مادرانہ شفقت کے ساتھ ہماری سروں پر سایہ کیے ہوئے ہے۔ بموجب تعلیم اسلام کے حقوق عباد کے متعلق اس سے بڑھکر کوئی گناہ نہیں ہوسکتا کہ انسان جس سلطنت کے زیر سایہ امن و عافیت کے ساتھ زندگی بسر کر رہا ہو۔ اور جسکی حمایت میں اپنے دینی و دنیاوی اصول کو آزادی سے برت رہا ہو اُسی کا بدخواہ و بداندیش ہو جاوے۔ بلکہ جب تک ایسی گورنمنٹ کا شکر گذار نہ ہو گا تب تک خدا کا بھی شکر گذار نہیں ہوسکتا۔ بیشک مسلمانوں پر جن کو خلاقی اور مذہبی قوتوں کا دعوےٰ ہے واجب ہے کہ وہ اپنی ایسی شفیق و رحیم گورنمنٹ کے ہر وقت مطیع و فرمانبردار اور اُسکے ہر کام میں معین و مددگار اور اُسکے دشمنوں اور باغیوں کے مقابلہ میں جان نثار ثابت ہو کر وہ فکر کریں کہ جس سے اون کی دونوں سلطانوں میں اتحاد کامل پیدا ہو۔ اور یہ کام بیشک ہم سے ممکن ہے۔ اگر ہماری گورنمنٹ ہم سے کام لے +

راقم نہال احمد صاحب علوی ورتمرہ

ؔ من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ (مترجم)

(۳) ضمیمہ نمبر سوم

خلیفۃ المومنین سلطان عبد الحمید خان ثانی الغازی

منقول از پیسہ اخبار مورخہ ۲۴ رجب سنہ ۱۸۹۹ء

دولت عثمانیہ جو کہ تاریخ عالم کے زمانہ وسطیٰ میں دنیا بھر میں زبردست طاقت رہ چکی ہے کچھ عرصہ سے نامساعدت روزگار ناہنجار سے کمزور ہوتی چلی آئی ہے ایسی نازک وقت میں یورپ کی تمام عیسائی سلطنتوں نے اس اسلامی طاقت کو کمزور کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ اور روس نے پاپے پچھتر کے قریب لڑائیاں ترکوں سے لڑی ہیں اسمیں شبہ نہیں کہ اگر یہ طاقت جو کہ روس نے سلطنت ٹرکی کی تخریب میں صرف کی ہے یورپ کی کسی دوسری طاقت کے مقابلے میں صرف کرتا تو ابتک روس اور اسکے مقابل کا نام تک صفحہ ہستی سے اٹھ گیا ہوتا روس کا تو اس لیے کہ جو طاقت وہ ٹرکی کے مقابلے میں ہر ایک جنگ میں صرف کرتا رہا ہے اس میں بہت کچھ حریف اقوام کی مدد ہوتی تھی۔ اور مقابل اس وجہ سے غارت نہ ہو جاتی کہ اسکے مقابلے کیلئے یورپ میں کوئی دوسری طاقت نظر نہیں آتی۔ شاید بعض لوگوں کا خیال ہوگا کہ انگریز بھی روس کے مقابل ہیں اور یہی وجہ ہے کہ انگریزوں کو ہمیشہ دشمن سمجھتا ہے سچ تو یہ ہے کہ اگر انگریزوں کو یورپ و ایشیا میں ایسے باموقعہ مقبوضات ہاتھ نہ آتے اور سلاطین یورپ میں اس قسم کا پولیٹیکل تعہد نہ ہوتا جیسا کہ آجکل ہے تو بھی روس پر مشکل لگا سکتے۔ خلاصہ یہ کہ اگر قوم ترک میں اسلامی جوش اور ایشیائی بسالت کا بقیہ اب تک نہ ہوتا تو آج ٹرکی یورپ کی کئی سلطنتوں میں قرعہ اندازی سے تقسیم ہو چکی ہوتی علاوہ اسکے ٹرکی کی خوش قسمتی جیسا کہ گزشتہ جنگ روم و روس کے وقت انگلستان کے ایک معتبر اخبار نے لکھا تھا اگر سلاطین یورپ آپس میں مل کر متفق ہو جاتے کہ فلاں حصہ سلطنت فلاں کو ملیگا اور دوسرا دوسری کو اور کہ انگلستان بھی اس تقسیم پر راضی ہو جاتا تو ٹرکی کے فتح ہو جانے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رہ گیا تھا۔ مگر انگلستان ممکن نہیں کہ کبھی اس امر پر راضی ہو کہ دول اتحاد ثلاثہ میں سے کوئی طاقت ٹرکی پر متصرف ہو جاوے کیونکہ اس طرح بحیرہ روم اس طاقت کو اس قدر اختیار ہو جاویگا کہ انگلستان کے قبضہ ہندوستان کو سخت نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے

Marfat.com

خیر یہ ایک پولیٹیکل معاملہ ہے کہ جسکی بحث کی اس وقت ضرورت نہیں۔

سلطنت ٹرکی جب کہ اسطرح کمزور ہوگئی اور دن بدن ہوتی گئی۔ اور براعظم یوروپ میں اسکا نام مرد بیمار مشہور ہوگیا۔ تو خداوند کریم نے اپنی حکمت بالغہ سے عصای سلطنت ہمارے ہر دلعزیز سلطان المعظم عبد الحمید خان ثانی خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کے ہاتھ میں سونپا چنانچہ احباب۔ بیدار و روشن ضمیر سلطان کی مسیحائی سے آج وہ مرد بیمار بالکل شفایاب ہوگیا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ ابھی نقاہت باقی ہے لیکن وہ بھی یقین ہے کہ عنقریب رفع ہو جاویگی۔

سلطان عبد الحمید خان ثانی ۲۱ ستمبر ۱۸۴۲ء مطابق ۱۶ شعبان ۱۲۵۸ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ سلطان عبد المجید خان کے دوسرے صاحبزادے ہیں۔ روم میں تخت نشینی کے لیے قانون یہ ہے کہ جو شہزادہ حرم سلطانی میں خاندان میں سب سے بڑا ہو عام اس سے کہ حرم سلطانی سے ہو یا کنیز سے مستحق تاج و تخت سلطانی کا قرار دیا جاتا ہے تب سلطان کا جانشین اسکا فرزند اکبر ہوتا ہے جبکہ کوئی چچا یا چچازاد بڑا بھائی باقی نہ ہو۔ انکے والد ماجد کی وفات کے بعد تخت انکے چچا عبد العزیز کے ہاتھ آیا۔ مگر ۳۰ مئی ۱۸۷۶ء کو انکی معزولی پر تخت و تاج انکے برادر معظم محمد مراد آفندی کو ملا۔ جب کہ مجلس وزراء نے بوجہ فتور دماغی کے انکو بھی سلطنت کے قابل نہ پایا۔ تو ۳۱ اگست ۱۸۷۶ء کو تخت انکے حصے میں آیا۔ جس وقت سے آپنے عنان حکومت کو سنبھالا ہے سلطنت روم کے اقبال کا ستارہ پھر طلوع ہونا شروع ہوگیا ہے۔ انکی حسن تدبیر سے قومی قرضہ دن بدن کم ہوتا جاتا ہے۔ تمام مالی اور ملکی بدنظمیوں اور ہر نوع کی فضول خرچیوں کی اصلاح ہوگئی ہے۔ سلطان اپنے اوقات گرامی زیادہ مہام سلطنت کے نظم و نسق میں صرف کرتے ہیں۔ فوجی اصلاح کیجانب بالکل توجہ زیادہ مصروف ہے۔ برخلاف سلاطین ماضیہ کے نہ تو آپکے حرم میں سینکڑوں خاتونیں اور کنیزیں ہیں۔ اور نہ آپکے دسترخوان پر اس قدر اسراف ہوتا ہے۔ جیسا کہ سلطان عبد العزیز کے وقت میں اور جسکو برٹش پارلیمنٹ میں ایک دفعہ نہایت تعجب کی نگاہ سے دیکھا گیا تھا۔ غرضیکہ آپ بڑے سادہ مزاج عارف اور دیندار بادشاہ ہیں۔ یہ پرہیزگار اس قدر کہ آپنے حال ہی میں دول یوروپ سے معاہدہ کیا ہے کہ ٹرکی سپاہیوں کے ہاتھ جہازوں میں شراب فروخت نہ ہو اسیطرح حال میں ایک ارادہ (فرمان) جاری کیا ہے کہ ملک میں قرآن مجید صحیح چھاپنے کی طرف حد درجے کی کوشش کیجائے اور احکام پر خزانہ عامرہ سے روپیہ خرچ کیا جاوے۔ بحیثیت خلیفۃ المومنین آپ جمعہ کے روز کی نماز کیلیے مسجد میں بھی تشریف لیجاتے ہیں نظارہ واقعی قابل دید ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک امریکن سیاح اس کی بابت کسیقدر تفصیل سے لکھتا ہے ناظرین اس طویل حوالے سے حظ اٹھاویں۔

"قسطنطنیہ میں جمعہ کی نماز بڑی دھوم دام سے ہوتی ہے۔ اگر سلطان اس معمول کو چھوڑ دیں تو لوگ

Marfat.com

میں بڑی ہلچل پڑ جاتی ہے لیکن جب سلطان برآمد ہوتے ہیں تو سات ہزار فوج حفاظت کے لیے محلسرا سے عبادت گاہ تک راستے میں صف بستہ کھڑی رہتی ہے سلطان کو حمیدیہ مسجد بہت پسند ہے جو نہایت خوبصورت سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے اسکے مینارے بہت بلند ہیں اور اسپر ہوادار گنبد ہیں وہاں سے باسفورس قسطنطنیہ اور دریائے مارمورا کا منظر صاف دکھائی دیتا ہے سلطان کے اس بڑے محلسرا کے متصل ہے کہ جس کا نام یلدیز کوشک ہے۔ یہ مسجد قسطنطنیہ کے یورپین کوارٹر میں ہے جو پیرا کے نام سے مشہور ہے۔ یلدیز کوشک سے پیرا تک ایک چوڑی سڑک ہے اور اسکی ایک طرف غیر ملک کے معزز مہمانوں کے لیے سلطان نے ایک مکان بنوا دیا ہے سلطان کی تشریف آوری سے دو گھنٹے پہلے تیاریاں ہوتی ہیں پہلے کچھ گاڑیاں جن کے ہمراہ دستار بند لوگ ہوتے ہیں صاف اور زرد ریت سے بھری ہوئی آتی ہیں اور یہ ریت کئی انچ موٹی سڑک پر بچھا دی جاتی ہے چونکہ سلطان کا قدم نہایت متقدس خیال کیا جاتا ہے اسلیے جب کبھی سلطان المعظم برآمد ہوتے ہیں تو سڑک پر بھی ریت بچھا دی جاتی ہے پھر پانی کے چھکڑے چھڑکاؤ کرتے ہیں اور فوجوں کی آمد شروع ہو جاتی ہے قطار قطار ایک ہی رنگ کے عربی گھوڑوں پر دو رویہ صف باندھ دیتی ہیں۔ ان بیشتر فوجیوں کی ٹوپیاں آٹھ انچ لمبی ہیں جنپر سفید آڑی لگی ہے اور انکی وردی بالکل یوروپین ہے انکے بعد ایشیا کوچک کا رسالہ ہے دامن کوہ کے نیچے کے فاصلے پر یکے بعد دیگرے اور رسالے پرا جمائے کھڑے ہیں جنکے چہروں سے ایک شان اور سطوت ظاہر ہوتی ہے۔ ان سواروں کی وردی میں ترکی ٹوپی اور پگڑی ہے سوار اچھے ڈیل ڈول کے جوان ہیں انکے سینے خوب چوڑے اور تنے ہوئے ہیں۔ دوسری سڑک پر پیادہ پلٹنیں ہیں جنمیں کچھ کی وردیاں سبز ہیں اور کچھ کا لباس سرخی مائل نیلگوں ہے جب سلطان المعظم کی آمد کا وقت قریب آ جاتا ہے تو سڑکیں رنگین دریا بنجاتی ہیں سڑک کے کنارے کنارے مشتاقین کا ایک عجیب غریب قسم کا مجمع نظر آتا ہے۔ اس مجمع کی داہنی طرف کچھ سفید سفید نظر آویگا جو تمکو غبار و نما سفید ریشم یا روئی کے تھیلے معلوم ہوں گے۔ جو زمین پر سیدھے قائم ہیں لیکن جب عینک لگا کر دیکھو گے تو معلوم ہوگا کہ ہر تھیلے کے بالائی حصے سے دو دو سیاہ آنکھیں چمک رہی ہیں۔ یہ تمام مسلمان لیڈیاں ہیں جو سلطان کی زیارت کے لیے یہاں آئی ہیں اب سرکاری افسروں کی آمد شروع ہوئی گھوڑوں اور بگھیوں پر سوار ہیں جن میں عمدہ عمدہ گھوڑے جتے ہوئے ہیں۔ ان افسروں کے سینے تمغوں [illegible] انکا لباس بھی یوروپین وضع کا ہے اور ان میں سنہری لیس لگی ہے۔ ٹوپیاں سرخ ہیں۔ ان لال ٹوپیوں سے جو افسروں اور سپاہیوں کے سروں پر ہیں معلوم ہوتا ہے گویا انسانی پھولوں کا فرش بچھا ہوا ہے اب دس ہزار آدمیوں کے منہ سے چیئرز کی صدا بلند ہے۔ اور دور سے باجے کی سریلی آواز بھی معلوم ہوتی ہے۔ سلطان کی آمد کا غلغلہ ہے غرض تھوڑی دیر کے بعد سلطان کی سواری بھی نمودار ہوئی۔ گاڑی میں سیاہ مشکی رنگ کی ایک عمدہ جوڑی ہے۔ آگے آگے باڈی گارڈ کے سپاہی ننگی تلواریں لیے چلے آتے ہیں

Marfat.com

کو چمپین مخملی وردی پہنی ہے اور اسپر زری کا کام ہے۔ سر پر لال ٹوپی ہے اور اس ہاتھ میں ہے تمام زیبایشی سامان مطلا ہے۔ لالٹینیں بھی طلا کار ہیں، اور گھوڑوں کا ساز و یراق بھی سنہری ہے اس گاڑی میں تین آدمی سوار ہیں۔ سامنے ایک بڈھا آدمی جس کے بال سفید ہیں بیٹھا ہوا ہے۔ جو سلطان کا منظور نظر ہے۔ سلطان المعظم گاڑی کے صدر میں متمکن ہیں۔ لباس نہایت سادہ ہے۔ سپاہیانہ کوٹ زیب تن ہے۔ اُسپر لال گوٹ لگی ہوئی ہے۔ قمیص اور کالر بھی اسی قسم کا ہے۔ فرق مبارک پر لال ٹوپی ہے۔ جو ایک ڈارک کولمبی ہے۔ آنکھیں بڑی بڑی اور چہرہ اگور ہ ہے۔ قد لمبا اور چھرہرہ۔ شاید میرے خیال میں ۵ فیٹ اور ۹ انچ سے کم نہ ہوگا۔ پیشانی اونچی ہے۔ اور سیاہ گلمچھے ہیں۔ جب مکان کے قریب سواری پہونچی تو سلطان المعظم نے حاضرین کی سلام کے جواب میں اپنا سر اٹھایا۔ اُس کے بعد سواری بادشاہی مسجد کیطرف بڑہی اور جب وہ مسجد میں داخل ہوئے تو سپاہیوں نے اپنا مونھہ سلطان المعظم کی طرف کر لیا۔ اور جب آدھے گھنٹے کے بعد سلطان المعظم پھر سوار ہوئے۔ تو سپاہی پھر اپنی اصلی حالت پر آگئے۔

وہی امریکن سیاح آگے چلکر سلطان المعظم کی تعریف میں حسب ذیل لکھتا ہے۔

"یہ ایک ایسی سلطنت پر خود مختار فرمانروا ہیں۔ جو متحد البلاد امریکہ کے نصف کے قریب ہے۔ انکی ایک زبان میں ۳۲ ملین سے زیادہ آدمیوں کی حیات اور موت ہے۔ یہ مذہب اسلام کے دینی سرغنہ ہیں۔ دو سو ملین آدمی ہر روز نماز کے وقت انکا نام لیتے ہیں۔ ہندوستان شمالی افریقہ اور چین اور جنوبی یورپ کے مسلمان انکو ظل اللہ کہتے ہیں۔ اور اسلیئے کو جب کہ ترکوں کیطرح خلیفۃ الرسول مانتے ہیں سلطان المعظم کے ممالک محروسہ کی سالانہ آمدنی دس کروڑ ڈالر ہے۔ خزانے جواہرات سے مملو ہیں۔ بیسیوں شاہی مکانات او منازل اور ہزاروں عربی گھوڑے ہیں۔ لونڈی غلاموں کا کوئی شمار نہیں۔ ہر سال سلطان المعظم کا حرم جس کو مشرقی حسن و جمال کا مخزن کہنا چاہیئے۔ جارجیا اور سرکیشیا کی ہنایت حسین اور نوخیز کنیزوں سے معمور کیا جاتا ہے۔ اگر جسمانی آرام و آسایش۔ روحانی کامرانی اور دنیوی جاہ و حشم منتہائے زندگی ہیں۔ تو اسمیں اصلاً شک نہیں کہ سلطان المعظم اپنی فضلیت میں دنیا بھر سے خوش نصیب ہیں"۔

ضمیمہ نمبر (۴) چہارم

حضرت سلطان المعظم کیسے جفاکش اور سادگی پسند ہیں

گرمیالٹ کمپنی ادویہ فروشان پیرس فرانس کی سال گذشتہ کی جنتری میں حضرت سلطان المعظم کی نسبت ایک مختصر نوٹ چھپا تھا جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:۔

"ان کا طرز خیال و طریقہ رہائش تقریباً ویسا ہی ہے جیسا کہ یورپ کے دوسرے شہنشاہوں کا ہوا کرتا ہے صبح کے ساڑھے نو بجے وہ اپنے کتب خانے یا اُس کمرے میں جہاں مطالعہ کیا کرتے ہیں داخل ہوتے ہیں اور کاغذوں کے دو پہاڑوں کے بیچ میں جن میں سے ایک ترکی اخباروں و مختلف رسالوں اور دیگر ہفتہ وار اور ماہواری پرچوں کا ہوتا ہے اور دوسرا کاغذات سلطنت کا بیٹھ جاتے ہیں سلطنت کا ہر ایک خط سلطان المعظم خود پڑھتے ہیں جن کا یہ دعویٰ ہے کہ کبھی کسی تحریر پر دستخط نہیں کرتے جبتک کہ وہ اول سے آخر تک پڑھ نہیں لیتے جب وہ دونوں طرح کے کاغذات کا مطالعہ کر چکتے ہیں تو پھر وہ صبح کا ناشتہ بغیر شراب کے تناول فرماتے ہیں اس وقت میز پر جو برتن چنے جاتے ہیں اگر وہ تنہا کھانا کھاویں تو چینی کے ہوا کرتے ہیں لیکن دوسری صورت میں سونے کے ہوتے ہیں کھانے کے بعد سلطان المعظم کا یہ معمول ہے کہ وہ یا تو کبھی پر سوار ہو جاتے ہیں یا کثرت جسمانی میں مصروف ہوتے ہیں جس سے فراغت حاصل کرنے کے بعد وہ پھر اپنے کتب خانے میں چلے جاتے ہیں اور برابر اُس وقت تک کام کرتے رہتے ہیں جبتک کہ اُن کا دن کا کام ختم نہ ہو جائے۔

سلطان المعظم کی وہ زندگی جو وہ محلات میں بسر کرتے ہیں بہ نسبت اُن خیالات کے جو عوام میں مشہور ہیں بالکل برعکس ہے۔ یہاں حرم سرائے کے معنی ہی کچھ اور ہیں اور ان کے حرم میں کوئی خصوصیت نہیں کیونکہ وہ صرف ایک ہی بیوی کے ساتھ جو ان کی پسند خاطر ہے اپنے دن یورپ کے اور بادشاہوں کی طرح امن چین سے گذارتے ہیں ان کو ان سے اتنی محبت ہے کہ انہوں نے انکی حال کی بیماری کے دنوں میں کھانا پینا چھوڑ دیا تھا اور اپنا تمام وقت انہی کے پاس بیٹھا کاٹ دیا کرتے تھے انکی لڑکی نعیمہ سلطانہ نے خوش قسمتی سے فنون کی تعلیم و تدریس پائی ہے اور وہ پیانو بجانے میں ایسا کمال رکھتی ہے کہ اسکے ساتھ کی اور کوئی کم ہوگی۔

اعلیحضرت عبد الحمید خان ثانی بڑے پکے مسلمان ہیں لیکن پھر بھی جانتے ہیں کہ جس طرح مسلمانوں کا بادشاہ ہوں اسی طرح یونان اور آرمینیا والے بھی میری ہی رعایا ہیں اور نہ صرف اپنی قوم کے

Marfat.com

اور مجتہدین کو بھی تحائف سال بسال دیا کرتے ہیں بلکہ یونان اور آرمینیا کے پادری بھی ان سے مستفید ہوتے رہتے ہیں

ضمیمہ نمبر (۵) پنجم

اعلیحضرت سلطان عبد الحمید خان ثانی الغازی کی بے تعصبی

اس ضمن میں ایک عیسائی اخبار کیتھولک فائر سائیڈ نامی لکھتا ہے:-

"سلطانی عملداری میں کیتھولک گرجا کو بخوبی آزادی حاصل ہے اور اسکی وہ عزت ہے جو ان لوگوں کی سمجھ میں بھی نہ آئے گی جنہوں نے اس عملداری کو نہیں دیکھا ہے سب گرجا۔ خانقاہیں۔ مدرسے اور شفاخانے ٹیکس سے بری ہیں اور بریت کی وجہ یہ قرار دیگئی ہے کہ یہ سب چیزیں فائدہ عام کی ہیں جن سے سلطنت کو بڑا فائدہ پہنچتا ہے جب دیوانی مقدمات میں فریقین کیتھولک ہوتے ہیں تو انکا مقدمہ ترکی عدالت نہیں فیصل کرتی بلکہ پادری یا بشپ کے وکلا تجویز کرنے کے مجاز ہیں قسطنطنیہ کی سڑکوں پر جو کانسٹیبل کھڑے ہوتے ہیں وہ پادری یا کسی نن یا کورس کی کو دیکھتے ہی ہتھیار رکھ دیتے ہیں اور اس عیسائی جلوس کے ساتھ ہمیشہ ترکی فوج آگے آگے جلوس میں ہوتی ہے اور جب کسی بارک یا فوجی مقام کے پاس سے مذہبی جلوس گذرتا ہے تو گارڈ رسنہ کر دیتے ہیں۔ اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ترکی عملداری واقع ایشیا میں چھ لاکھ میرونائٹ کیتھولک رہتے ہیں انکو پورا پورا امن کوہ لبنان پر حاصل ہے۔ وہاں کا گورنر بھی سلطان المعظم نے عیسائی ہی مقرر کر دیا ہے فلسطین اور وادی نیل کے فرانسسکن کیتھولک کی بھی مسلمان بہت عزت کرتے ہیں حال میں سلطان المعظم نے یروشلیم کے سردار پادری کو اول درجے کے تمغہ مجیدی کا اعزاز بخشا ہے جو مسلمانوں کو بھی بہت کم میسر ہے"

ایسی قسم کا ایک بیان ہم ایک دیگر اخبار سے لیتے ہیں جو ملک انگلستان کے شہر لورپول میں چھپتا ہے اخبار مذکور لکھتا ہے۔ کہ:-

"سلطان انگلستان کی دوستی پر فخر کرتے ہیں اور ان دنوں کو بہت خوشی سے یاد کرتے ہیں جب کبھی گزشتہ زمانہ میں انگریزوں نے روم کی مدد کی ہے۔ چنانچہ جنرل لنیٹ کی جو اپنے سپاہی بھائیوں کی قبریں کریمیا میں دیکھنے گئے تھے سلطان نے بڑی عزت کی یہ جنرل انکرمین کی لڑائی میں سلطان کیطرف ہو کر روسیوں سے کمال دلیری کے ساتھ لڑے تھے۔ انگریزی ایلچی نے جنرل صاحب کی آمد کی اطلاع سلطان المعظم کو کی۔ سلطان المعظم نے فوراً انہیں طلب کیا اور اثنائے گفتگو میں انگریزی فوج کے بڑے احسانات روم کی نسبت بیان فرمائے اور انگریزوں کی تعریف کی

Marfat.com

اور فرمایا کہ میں اس زمانے میں اپنے والد ماجد کے ساتھ سقوطرہ گیا تھا اور تمہاری فوج کا معاینہ کیا تھا۔ اور جنرل کینٹ کو مجیدی تمغہ ڈالے ہوئے دیکھکر جو انہیں جنگ کریمیا میں عطا ہوا تھا بہت خوش ہوئے۔ اور اس سے زیادہ مرتبہ دیا یعنی گرینڈ کارڈن کا تمغہ بخشا۔ اور اپنے ہی محل میں انکی دعوت کی۔ اور بڑی توجہ سے جنگ کریمیا کی باتیں کرتے رہے اور ان سے کریمیا کی سیر کا حال پوچھتے رہے۔ روم میں فوجی مقامات اور بارکیں دیکھنے کی کسی کو اجازت نہیں ہے۔ مگر ان جنرل صاحب کو ملکی سلطان المعظم نے انکو اعزاز سے لا دیا اور فرماتے تھے کہ میں انگلستان کا بہت مداح ہوں کہ اسنے روس کے مقابلے میں ٹرکی کی حمایت کی۔"

(اخبار اسلام آگرہ - ۵ اگست ۱۸۹۳ء)

ضمیمہ نمبر (۶) ششم

سلطنت ٹرکی

(منقول از ٹریبیون - مورخہ ۲۰ دسمبر ۱۸۹۳ء)

جناب سلطنت عثمانیہ کو انگریزی مضمون نگار تاریکی اور جہالت میں مبتلا بتلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چونکہ اس سلطنت نے مدت سے کوئی ترقی نہیں کی اسلیئے آج نہ ڈوبی تو کل ڈوب جاویگی۔ بلکہ یہانتک بڑھ گئے ہیں کہ بابعالی کو "مرد بیمار" کہنے لگے ہیں۔ اس بات کا ذکر کرنے کی احتیاج نہیں ہے کہ اس صدی میں بہت موقعوں پر ترکوں نے سب سے قوی جنگی طاقت یعنی روس سے لڑائیاں کرنے میں نہایت ہی جرات اور بہادری ثابت کر دی ہے چنانچہ اسلحہ سازی کی ترقی اور زمانہ حال کے فن جنگ میں کسی مشرقی طاقت سے پیچھے نہیں ہیں۔

اب ہم اسکی اندرونی قومی اور مالی حالت کی بابت سے چند سطور ذیل جو ایک پیرس کے روزانہ اخبار لااسٹا میں درج ہیں دنیا کو اس بات کا اطمینان دلانے کو کافی ہیں کہ ٹرکی میں سلطان حال کے عہد جلوس میں بہت ترقی ہوئی ہے اس امر کا مجھے یقین ہے کہ ہندوستان کے ہر ایک مسلمان کو جو اس سلطنت عظیم کی خوشحالی کا چاہنے والا ہے دیکھکر خوشی بخشیگا۔ اخبار محولہ حسب ذیل رقمطراز ہے:-

سلطان المعظم عبدالحمید دام اقبالہ کے سنہ جلوس کی سترہویں سالگرہ کو ہم ان چند سطروں کے ہمراہ اور دانشمند بادشاہ کی خدمت میں کہ جو نہایت ہی سخت معرکہ کے دنوں میں سلطان محمود کی حکومت کے زمانے سے لیکر اب تک اپنی سلطنت میں ایک خلیفۃ المسلمین کی روایتی تدبیر حکومت قائم رکھنے میں کامیاب ہو سکا

Marfat.com

ہے بیش کیے بغیر گذرنے نہیں دیکھتا ہوں۔

"ہم کو اس مذہبی آزادی کی جو اس عثمانی سلطان نے اجازت دے رکھی ہے اور جس کی کہ تقلید بہت مشرقی قوموں پر واجب ہے تہ دل سے عزت کرنی چاہیے حضرت سلطان المعظم نہ صرف ہر شخص کے مذہبی عقائد کی عزت کرتے ہیں بلکہ تمام مذہبوں کے معتقدین کے وجود کی بھی حفاظت کرتے ہیں اور انکی دریا دلی اور فیاضی تمام خیراتی اور رفاہ عام کے کاموں اور تعلیمی درسگاہوں پر بلا تمیز قوم اور مذہب کے یکساں مبذول ہوتی ہے۔"

"اگر ہم ان متفق علیہ نتائج پر جو کہ سلطان عبد الحمید ممدوح نے ملک کی مالی حالت کی ترقی کے متعلق حاصل کئے ہیں وہ ترقی بھی اضافہ کریں جو زراعت کو رونق دینے اور مختلف انواع کی صنعت و حرفت کو جاری کرانے سے پیدا ہوئی ہے تو ہم باسانی اس جوش اور سرگرمی کو سمجھ سکیں گے جس کو رعایائے عثمانیہ اپنے سلطان المعظم کے جلوس کی تاریخ سالگرہ کی خوشی منانے میں ظاہر کر رہی ہے اور جس کی اور کوئی ملک مثال نہیں پیش کر سکتا۔ سلطان المعظم موصوف جن کو ان مختلف قوموں کے درمیان کہ جو انکی دوستی کے متلاشی ہیں ہمیشہ سخت ناقدانہ حکمت عملی اختیار رکھنی پڑتی ہے پھر ایک دفعہ اور بھی اس بات کو علانیہ ثابت کر دیں گے کہ انہیں ملک جرمنی کی نسبت وہ خیالی پاسداری جو بعض پیرس کے اخباروں نے ان سے منسوب کی ہے ہرگز نہیں ہے اور یہ کہ وہ سب خیالات صرف ہمیشہ اپنی سلطنت کی بہبودی کی خاطر ان کو دل میں لایا کرتے تھے۔ لیکن ملک فرانس کی نسبت بھی انکی ہمدردی کبھی مخفی نہیں رہی۔

سلطان المعظم عبد الحمید خان وہ سلطان ہے کہ جس نے اپنے خیالات میں سیکھ تو بہت کچھ لیا ہے اور فراموش کچھ بھی نہیں کیا!"

(راقم ہانالحند از پیرس۔ یکم ستمبر ۱۸۹۳ء)

ضمیمہ نمبر ہفتم (۷)

رعایا کے دلوں میں سلطان روم کی وقعت

جناب ایڈیٹر صاحب۔ یہ نمبر وزدام عنایتکم اپنے بادشاہ اور حکمران کی عزت اور محبت رعایا کے دلوں میں ہونی بہت بڑی اور مستحکم دلیل اس بات کی ہے کہ بادشاہ ہمیشہ اپنی اولوالعزمی اور رعایا اپنی مرادوں میں کامیاب اور سرسبز رہیگی۔ بادشاہ کے واسطے اس سے زیادہ اور کوئی مسرت کا باعث نہیں ہو سکتا کہ محکوم

Marfat.com

اور رعایا کے دلوں میں اسکی محبت اور وقعت اُس سے بہت زیادہ ہو جس کا وہ مستحق ہے۔

روئے زمین کی سلطنتوں میں شاہ ایران کی عزت اور عظمت جو ایران کی رعایا کے دلوں میں ہے۔ وہ کسی ملک کے باشندوں کے دلوں میں اپنے حکمران کی نہیں۔ جو ہمارے معزز ناظرین میں سے اگر کسی نے قسطنطنیہ کی سیر کی ہو گی تو وہ میرے اس قول کی پوری تصدیق کر سکتے ہیں۔ خاص شہر آستانہ میں ساٹھ ہزار کے قریب ایرانی ہیں جو اکثر تجارت پیشہ ہیں۔ اور جن کی تجارت اکثر تو تن (ایک قسم کا باریک تمباکو ہے جو سگار میں پیا جاتا ہے) یا چائے وغیرہ کی ہے اور یہ ایک ضروری اور لازمی بات ہے کہ ہر ایک شخص کی دوکان پر ایک تختہ اور ایران ہو جس پر ایک یا دو شعر اپنے بادشاہ حال ناصر الدین کی تعریف کے جلی قلم سے لکھے ہوئے ہوں +

؎ افسوس شاہ موصوف کتاب ہذا کے تیسرے ایڈیشن کے شائع ہونے کے وقت زندہ نہیں رہے۔ اور یکم مئی ۹۶ء کو بروز جمعہ جامع مسجد کے صحن میں ایک ملعون کے ہاتھ سے شہید ہو گئے۔

ہم اس موقع پر شاہ مرحوم کی مختصر لائف اور سلطنت عظمیٰ عثمانیہ کے اسلامی ہمسایہ سلطنت ایران کی موجودہ حالت مجمل طور پر بیان کر دینا مناسب سمجھتے ہیں +

سلطنت ایران کی اجمالی کیفیت

اور

شاہ کجکلاہ ناصر الدین قاجار مرحوم شہنشاہ ایران کے مختصر حالات

شاہ ناصر الدین مرحوم کی وفات سے کل دنیا کی نظریں سلطنت ایران کی طرف متوجہ ہو گئی ہیں اس لیے سلطنت مذکور کی موجودہ پولیٹیکل جغرافیکل اور تمدنی حالت مختصر بیان میں اظہار کرنا غالباً نامناسب نہ ہو گا۔ ابتدائے روزگار سے لیکر زمانہ فتوحات اسلام تک سلطنت ایران نے دنیا کی تاریخ میں جو حصہ لیا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں مگر مسلمانوں کے قبضے میں آجانے کے وقت سے بھی کیا بہ حیثیت ماتحت صوبہ خلفائے بنی امیہ و عباسیہ اور کیا بہ حیثیت آزاد مملکت کے ایران کو کچھ کم عزت و وقعت حاصل نہیں رہی۔ پندرھویں اور سولھویں صدی عیسوی میں شاہان صفویہ کا جاہ و جلال دنیا کی کسی معاصر بادشاہت سے کم نہیں تھا اور اٹھارھویں صدی کے نامور ایرانی فاتح نادر شاہ کی فتوحات یا کارنامے تیمور یا نپولین بونا پارٹ کے کارناموں سے کسی طرح پیچھے ہوئے نہیں البتہ نادر کے قتل ہو جانے کے بعد اندرونی سازشوں کی وجہ سے ایران کی مجموعی طاقت مضمحل ہونی شروع ہو گئی سلطنت کچھ عرصہ خاندان زند کے تصرف میں رہنے کے بعد خاندان قاجاریہ [illegible] آگئی۔ انہیں دنوں روس کی سرحد شرقی کی دو چند صوبے چھین لینے کی وجہ سے ایران کی سرحد کے متصل ہو گئی۔ اور آہستہ آہستہ اپنی معمولی ملک گیری کی پالیسی پر کاربند ہو کر دغا و فریب اور لڑائی جھگڑا سے سلطنت ایران سے صوبہ جارجیا اور جھیل کاسپین کے کنارے کا ملک لے لیا۔ اور رفتہ رفتہ اس قدر اقتدار بڑھا لیا کہ شاہ ناصر الدین مرحوم کی جگہ اگر کوئی اور فرمانروائے ایران ہوتا تو سلطنت ایران کا کبھی سے نام و نشان کم مٹ گیا ہوتا۔ شاہ مرحوم کی تاریخ پیدائش تخت نشینی اور اولاد و جانشینی کا ذکر کرنے سے پیشتر یہ بیان ہو دینا ہے کہ شاہ مرحوم خاندان قاجاریہ کے چوتھے بادشاہ تھے۔ بانی خاندان آغا محمد شاہ تھے۔ (بقیہ نوٹ دیکھو صفحہ ۱۵۸ آئندہ)

Marfat.com

ناظرین اب قیاس کرسکتے ہیں کہ ایرانیوں کے دلوں میں کس درجہ اپنے بادشاہ کی محبت اور عزت ہے۔ ایرانیط

(بقیہ نوٹ صفحہ گذشتہ) جو ۱۷۹۶ء میں شاہ ایران ہوئے۔ انکے بعد انکا برادرزادہ فتح علیشاہ قاجار ۱۷۹۷ء میں تخت نشین ہوا۔ روسیوں نے اس بادشاہ کے وقت ایران سے متواتر لڑائیاں کیں اور متعدد صوبے غصب کر لیے۔ اسکے بعد اُس کا پوتا محمد شاہ ۱۸۳۴ء میں شاہ ایران ہوا۔ اور ۱۸۴۸ء میں اپنے باپ کی وفات پر شاہ ناصر الدین فرمانروائے ایران ہوئے۔

خاندان قاجار تاتار کا ایک قبیلہ ہے تیمور نے اسے ترکستان سے لا کر ایران میں آباد کیا تھا شاہ ایران اپنے ملک میں شہنشاہ کہلاتا ہے اور اپنی رعایا کی جان و مال کا مطلق العنان مالک ہے۔ خزانہ سلطنت اور ملک کی کل آمدنی اسی کے اختیار میں ہوتی ہے۔ اسی لیے چند پچھلے شاہان ایران نے بے انتہا پرائیویٹ دولت فراہم کر لی۔ شاہ مرحوم کی ذاتی دولت کا اندازہ ساٹھ لاکھ پونڈ کیا گیا ہے۔ جواہرات اور بے بہا مرصع اشیاء کا انکے پاس بیشمار ذخیرہ ہے۔ دریائے نور وزنی ۱۸۶ قیراط اور تاج ماہ وزنی ۱۴۶ قیراط۔ دو سب سے بڑے ہیروں کا نام ہے۔ وراثت کیلئے کوئی قاعدہ مقرر نہیں۔ حکمران بادشاہ کا اختیار ہے کہ بلا لحاظ خوردی و بزرگی شاہی خاندان میں سے جس کو چاہے اپنا ولیعہد مقرر کردے۔ ایران کی گورنمنٹ کا طریقہ بہت کچھ ٹرکی گورنمنٹ کے مشابہ ہے۔ شاہ کا حکم اگر قرآن و حدیث کے مخالف نہ ہو تو واجب التعمیل ہے۔ شاہ ایران خلیفہ رسول اللہ کہلاتا ہے۔ مگر اکثر علماء اور سید دعوئے خلافت کو قبول نہیں کرتے۔ انتظام امور سلطنت وزرا کے ذریعہ ہوتا ہے پہلے صرف دو وزیر ہوتے تھے۔ مگر اب کچھ عرصہ سے یورپین قاعدہ کے مطابق الگ الگ محکمے بنا دیے گئے ہیں۔ وزیر اعظم یا صدر اعظم کا عہدہ ۲۰ جنوری ۱۸۹۲ء کو پھر از سر نو قائم کیا گیا۔ اور میرزا علی اصغر خان امین السلطنت اس پر مامور کیے گئے۔ علاوہ صدارت عظمیٰ کے مالی خزانہ اور محاصل کی وزارتیں بھی اونہی کے پاس ہیں۔ دوسرے محکموں کی تفصیل یہ ہے۔ صیغہ داخلیہ صیغہ خارجیہ صیغہ حربیہ معدلت ہا۔ تجارت (دونوں ایک وزیر کے ماتحت) تعلیم عامہ تار برقی معادن (تینوں ایک وزیر کے سپرد ہیں) ڈاک اوقاف (دونوں ایک وزیر کے تحت) اور مطابع جملہ آٹھ وزیر ہیں۔ انکے علاوہ چودہ اور وزیر ہیں مگر انکے متعلق کوئی محکمہ نہیں ہے۔ امین الدولہ وزیر ڈاک انجمن وزراء کے میر مجلس ہیں۔ ملک ۲۲ بڑے اور ۱۰ چھوٹے چھوٹے صوبوں پر منقسم ہے۔ ہر ایک صوبے میں گورنر جنرل مامور ہے۔ جو براہ راست شاہی حکومت کے ماتحت ہیں۔ اور اپنے اپنے علاقہ میں نائب خود مقرر کر سکتے ہیں۔ گورنر جنرل و لفٹنٹ گورنر عموماً حاکم کہلاتے ہیں۔ اول الذکر کو والی فرمانروا وغیرہ وغیرہ بھی پکارا جاتا ہے اور آخر الذکر کو نائب الحکومت۔ چھوٹے ضلع کا حاکم ضابطہ کہلاتا ہے۔ ہر ایک شہر میں چیف مجسٹریٹ یعنے کلانتر داروغہ یا بیگلر بیگی مقرر ہے۔ اور ہر ایک گانوں اور محلے میں نمبردار جنہیں کدخدا کہا جاتا ہے مقرر ہیں۔ ان لوگوں کا کام وصولی محاصل ہے۔ اور ان کو اکثر لفٹنٹ گورنر اور گاہ بگاہ عام منتخب کرتی ہے۔ اکثر گورنروں کے ماتحت وزیر یا پیشکار ہوتے ہیں کل صوبہ کا انتظام اور حساب کتاب انہی لوگوں کے سپرد ہے۔ اور وہ عموماً تجربہ کار ہوتے ہیں۔ خانہ بدوش قبیلوں کے سردار ایل خانی ایل بیگی وغیرہ سردار شیخ یا توشمال کہلاتے ہیں۔ اور جس گورنر کے علاقہ میں انکا قبیلہ رہتا ہے اس کو بخود اپنے قبیلہ سے محاصل فراہم کر کے ادا کرتے ہیں۔

(بقیہ نوٹ آئندہ صفحہ پر دیکھو)

کے بعد ترکوں کا درجہ ہے۔ ترکوں میں اپنے بادشاہ کو اسوقت تک ایسا عزیز سمجھتے ہیں کہ انکے نزدیک سلطان کا

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) ایران کا عرض شمالاً جنوباً ۷۰۰ میل اور طول شرقاً غرباً ۹۰۰ میل یعنی ۶ لاکھ ۲۸ ہزار مربع میل رقبہ ہے۔ اس رقبہ کا بہت بڑا حصہ بالکل ریگستان ہے اور فی مربع میل آبادی کی اوسط بمشکل ۱۱ کس ہے۔ ۱۸۸۱ء میں مردم شماری بدیں تفصیل تھی۔ باشندگان شہر ۱۹۶۳۸۰۰۔ خانہ بدوش ۱۹۰۹۸۰۰۔ آبادی دیہات ۳۷۸۰۰۰۰، ۷۶۵۳۶۰۰ ۱۸۹۴ء میں آبادی کا اندازہ نوّے لاکھ کے قریب کیا گیا ہے۔ ایران میں یورپین لوگوں کی تعداد آٹھ سو سے زیادہ نہیں۔ ایران کے بڑے بڑے شہر مع آبادی یہ ہیں طہران (۲۱۰۰۰۰) تبریز (۱۸۰۰۰۰) اصفہان (۸۰۰۰۰) مشہد (۶۰۰۰۰) بارفروش (۵۰۰۰۰) کرمان (۴۰۰۰۰) یزد (۴۰۰۰۰) ہمدان۔ شیراز۔ قزوین۔ قم۔ کاشان۔ رشت ان میں سے ہر ایک کی آبادی تقریباً ۳۰ ہزار۔ خانہ بدوشوں میں ۲۰ لاکھ ۶۰ ہزار عرب ہیں۔ سات لاکھ ۲۰ ہزار ترک۔ چھ لاکھ ۷۵ ہزار کرد۔ دالیق ۲۰ ہزار۔ سو بلوچی اور جپسی۔ ۲ لاکھ ۳۴ ہزار اور۔ تقریباً ۷۰ لاکھ باشندگان کا مذہب شیعہ ہے۔ ۸ لاکھ سنت جماعت ہیں۔ نو ہزار گبر یا پارسی ۵۲ ہزار یہودی ۲۳ ہزار ارمنی عیسائی اور ۲۵ ہزار نسطورین فرقہ کے عیسائی ہیں۔

ایران میں علماء کا بہت زور ہے اور وہ تہذیب کی ترقی کے سخت مخالف ہیں۔ ہر ایک شہر میں کم از کم ایک مجتہد ضرور ہوتا ہے مگر مستند چار پانچ ہی مانے گئے ہیں۔ سب سے زیادہ عزت کربلائے معلی والے مجتہد کی ہے جسکو بعض نائب الرسول مانتے ہیں۔ گورنمنٹ کو مجتہدین کی تقرری میں کوئی دخل نہیں ہے البتہ شیخ الاسلام وامام الجمعۃ کو وہی مقرر کرتی ہے۔ موذن اور بعض متولی امام الجمعۃ کے تحت ہوتے ہیں۔ تمام مساجد اور خانقاہوں کے ساتھ کچھ کچھ جائدادیں وقف ہیں۔ اور ان کا خرچ وقف کی آمدنی سے چلتا ہے۔ بعض متبرک مکانات (مثلاً مشہد مقدس) کو اوقاف اور چڑھاؤوں کی اسقدر آمدنی ہے کہ بیشمار مجاورین۔ خدام اور متوسلین بڑی فارغ البالی سے اوقات بسر کر رہے ہیں۔

ایران میں کالج با فراط موجود ہیں۔ انکا خرچ سرکار کے ذمے ہے اور انہیں دینیات۔ فارسی اور عربی علم ادب اور کسیقدر سائنس کی تعلیم دیجاتی ہے مگر پرائیویٹ مکاتب کا ابھی بہت رواج ہے ۱۸۴۹ء میں خاص طہران میں ایک صنعتی کالج قائم کیا گیا تھا اور اسکے پروفیسر بھی یورپین مقرر کیے گئے تھے۔ اس کالج نے ایران میں مغربی علوم اور السنہ کو رواج دینے میں بہت کچھ مدد دی ہے۔ طہران اور تبریز میں جنگی کالج بھی موجود ہیں۔ قرآن شریف کی تعلیم عام ہے۔ مگر اکثر لوگ صرف قرآن مجید کے پڑھ لینے ہی کو کافی سمجھتے ہیں۔

عدالتوں کا انتظام گورنروں اور ان کے نائبین اور شیخ الاسلام اور علماء کے ہاتھ میں ہے۔ اوّل الذکر یعنی دنیوی حکام عرف یعنی قانون دنیاوی کی رو سے تصفیہ تنازعات کرتے ہیں۔ اور آخر الذکر شرع شریف کے مطابق عدالتوں کی کارروائی سرسری طور پر ہوتی ہے۔ اور جوڈیشل تحقیقات نہیں ہوتی۔

۱۸۹۳ء میں کل آمدنی ۲ کروڑ ۴ لاکھ ۶۳ ہزار ایکسو ۵۰ قران ہوئی۔ اسوقت ایک قران مالیت میں تقریباً ۱۲ پنس کے

سلہ خاص خدا کی مہربانی سے ان چند برسوں میں علمائے کربلا بھی کامل بیدار ہوکر ترقی وتہذیب کے ہر وسیلہ و ذریعہ کے زبردست حامی ہوگئے ہیں۔

Marfat.com

نام بغیر اشد ضرورت کے لینا اعلےٰ درجہ کی بدلوبی اور بدتہذیبی خیال کیجاتی ہے۔ دوران گفتگو میں اگر سلطان کا ذکر

(بقیہ صفحہ گذشتہ) برابر تھا۔ مگر ہندوستان کے روپیہ کی طرح چاندی کے دن بدن ارزاں ہوتے چلے جانیکی وجہ سے اب اسکی قیمت تقریباً ۶ پنس رہگئی ہے۔ سنہ ۱۹۰۶ء میں کل آمدنی پانچ کروڑ سات لاکھ قران ہوئی۔ اور سنہ ۱۹۰۸ء میں ۴۲۶۲۴۴۰۵ قران ہوئی۔ خرچ اسی سال میں ۵۰۱۰۰۰۰ قران ہوا جس میں نوے لاکھ کے قریب اسی لاکھ فوج پر ایک کروڑ منشیوں پر ۳۰ لاکھ وظائف شہزادگان پر ۱۰ لاکھ اراکین خاندان قاجاریہ ۸ لاکھ صیغہ خارجیہ پر پچاس لاکھ دربار شاہی کے اخراجات پر ۵ لاکھ کالجوں پر ۱۰ لاکھ ملازمان مجلس کی تنخواہوں پر ۲۶ لاکھ ۳۰ ہزار اخراجات لوکل گورنمنٹ پر اور ۸ لاکھ معافی معاملہ پر صرف ہوئے۔ باقی رقم شاہی خزانہ میں داخل ہوگئی۔

تقریباً ۲۰ فیصدی آمدنی معاملہ اراضی سے ہوتی ہے جسکو سرکاری میزبان ٹیکس کلکٹر وقتاً فوقتاً تشخیص کرتے رہتے ہیں اور تخمیناً ۱۵ فیصدی آمدنی محصول برآمد اور درآمد مالگزاری اور چراگاہ وغیرہ سے ہوتی ہے یہودی عیسائی اور پارسیوں سے بہت کم خراج لیا جاتا ہے۔ ۲۴ جون سنہ ۱۹۰۶ء میں گورنمنٹ نے امپیریل بنک طہران سے ۵ لاکھ پونڈ چھ فیصدی سالانہ سود پر قرض لیا تھا۔ یہ قرضہ اسی شنشاہی اقساط میں ادا کیا جاویگا۔ سلطنت ایران کے ذمہ صرف یہی قرضہ ہے۔ یہ روپیہ تمباکو کی اجارہ دار کمپنی کو ہرجانہ ادا کرنیکے لئے برداشت کیا گیا تھا۔ اسکی کفالت میں خلیج فارس اور جنوبی ایران کی آمدنی محصول کا غول کیگئی ہے۔

ایرانی فوجکی جملہ تعداد ایک لاکھ پانچ ہزار پانچسو ہے۔ انمیں سے ۵ ہزار توپخانہ میں ہیں جس میں ۲۰ باتریاں ہیں۔ ۷۸۰۰ (اٹھتر پلٹنیں) فوج پیدل ہیں۔ ۲۰۰۰۵ باقاعدہ اور بیقاعدہ فوج سواران میں اور ۲۰۰۰ (۴ پلٹنیں) فوج ملیشیا میں ہے۔ فوج کی تعداد بحالت امن صرف ۲۴ ہزار ۵ سو ہوتی ہے اور تعداد مندرجہ بالا میں ہی فقط نصف بابت تفصیل جنگ کے لیے طلب ہو سکتی ہے فوج پیدل ۵۴۰۰۰ فوج سواران ۳۰۰ توپخانہ ۵۰۰۰ ۲۔ شتری توپ خانہ ۹۰۔ انجینیر ۱۰۰۔ بیقاعدہ فوج ۱۴۳۰ جملہ ۵۰۰۲۲۵ ۔ جولائی سنہ ۱۹۰۸ء میں شاہی فرمان جاری ہوا تھا کہ آیندہ ہر ایک ایرانی پر بارہ برس کے لیے فوجی خدمت لازمی ہوگی۔ مگر اسکی تعمیل نہیں کیگئی۔ یہودی عیسائی پارسی فوج میں بھرتی نہیں کیے جاتے اور کئی اضلاع کے مسلمان بھی فوجی خدمت سے مستثنیٰ ہیں۔ فوجکی تعداد گو تھوڑی ہے مگر قواعد دان اچھی ہے اور تقریباً ۳۰ برس سے یوروپین افسروں کے زیر کمان ہے۔

ایران کی بحری طاقت نہونیکے برابر ہے۔ جھیل کاسپین روس کے اقتدار میں ہے۔ اور خلیج فارس انگریزوں کے اقتدار میں شاہی دریائی فوج میں صرف دو جہاز ہیں۔ ایک کا نام پرسی پولیس ہے۔ یہ دخانی جہاز ہے اسکا وزن ۶۰۰ ٹن ہے۔ اسپی طاقت ۴۵۰ گھوڑوں کی ہے۔ اور چار توپیں ۳۔ پانچ قطر کی اسپر چڑھی ہوئی ہیں۔ دوسرے کا نام سوسا ہے جو صرف دریائی سٹیمر ہے۔ اور اسکی اسپی طاقت ۳۰ گھوڑوں کی ہے۔

گندم۔ جو۔ چاول وغیرہ معذتی پیداوار کے علاوہ ایران میں ریشم بہت عمدہ تیار ہوتا ہے۔ اسکی سالانہ پیداوار چھ لاکھ ۶ ہزار ایک سو پونڈ کے قریب ہے۔ اور اس میں سے دو تہائی ممالک غیر کو بھیجا جاتا ہے۔ تمباکو۔ افیون اور اون بھی بکثرت ممالک غیر کو جاتی ہے۔ سنہ ۱۹۰۸ء میں ایک لاکھ چالیس ہزار پونڈ کی مالیت کی شال ایران سے باہر گئی (باقی برصفحہ ۱۶۱)

Marfat.com

کے نام لینے کی ضرورت پڑتی ہے۔ تو بجائے اسکے کہ عبدالحمید خاں کہیں ”افندمز“ شوکت مآب!

(بقیہ نوٹ صفحہ گذشتہ) ایران کی تجارت زیادہ تر روس ٹرکی اور انگلستان کے ساتھ ہے۔ اسباب آمد پر پانچ فیصدی محصول لیا جاتا ہے اور برآمد پر ۳ سے لیکر ۵ فیصدی تک تجارتی محصول باقاعدہ طور پر وصول نہیں ہوتا۔ بلکہ ٹھیکہ پر دیدیا جاتا ہے۔ ۱۸۹۹ء میں گورنمنٹ نے ۵۰ لاکھ قران پر ٹھیکہ دار کو اجارہ دیا جسے بعد ازاں ٹھیکہ تقریباً ۵۰ لاکھ قران کی بچت ہوئی۔

امپیریل بنک پہلا بنک ہے جو ۱۸۸۹ء میں ایران میں قائم ہوا اسکا بانی مسٹر جولیس دی روئٹر باشندہ انگلستان ہے۔ بنک کا سرمایہ ۴۰ لاکھ پونڈ ہے اور اب بڑے بڑے شہروں میں اسکی شاخیں موجود ہیں۔ ۱۸۹۰ء میں ایک کمپنی کو کان کنی کا اجازہ دیا گیا مگر جنوری ۱۸۹۴ء میں اسکا دیوالہ نکل گیا۔ ۱۸۹۱ء میں قسطنطنیہ کے امپیریل عثمانیہ بنک نے بھی ایران کے بڑے بڑے شہروں میں اپنی کوٹھیاں بنالیں۔ ایران میں ریلوے کو اب تک کوئی فروغ نہیں ہوا۔ طہران سے لیکر شاہ عبدالعظیم تک (جہاں کی جامع مسجد میں شاہ مرحوم مقتول ہوئے ہیں) چھ میل لمبی لائن جولائی ۱۸۸۸ء میں کھولی گئی تھی اسے بلجیم کی ایک کمپنی نے بنایا ہے اور بحیرہ اسکی لائن کے جنگل کنارے بندرگاہ محمود آباد سے بارفروش و آمول تک (جن کا درمیانی فاصلہ ۲۰ میل ہے) ایک ایرانی سوداگر امین الضرب نے ریلوے بنوائی ہے مگر ابھی ختم نہیں ہوئی۔ گویا کل مملکت ایران میں ۶ میل ریل جاری ہے۔ دریائے کارون میں خلیج فارس سے شہر اہواز تک اجنبی جہازوں کو جہاز رانی کی اجازت ہو گئی ہے اور ایک یورپین کمپنی کا جہاز مہینہ میں دو دفعہ آمد و رفت کرتا ہے۔

پختہ سڑکیں اب تک صرف دو ہیں۔ طہران سے قم اور طہران سے قزوین تک۔ ان دونوں کی لمبائی ۱۸۰ میل ہے۔ طہران سے ہمدان تک قزوین سے انزلی اور طہران سے بندر مشہد تک پختہ سڑک بنانے کے اجازے دیئے جا چکے ہیں۔

ایران میں تار برقی کا سلسلہ ۶۰۰۰ میل لمبا ہے جس کی تاروں کی لمبائی ۱۰۰۰۰ میل ہے تار گھروں کی تعداد ۹۹ ہے براہ ایران کلکتہ سے لنڈن تار خبر بھیجنے میں سوا گھنٹہ خرچ ہوتا ہے۔

ڈاکخانہ کا انتظام ۱۸۷۷ء میں ایک آسٹرین افسر ملازم گورنمنٹ ایران نے کیا تھا اب سلطنت کے تمام بڑے بڑے شہروں میں ڈاک کا معقول انتظام ہے اور ۹۰ ڈاکخانے قائم ہو چکے ہیں۔

ایران کا مشہور سکہ قران ہے اسکا وزن پہلے ۲ مثقال (۸۰ گرین) ہوتا تھا پھر ۱ مثقال کیا گیا اور اب تقریباً [illegible] رہ گیا ہے چاندی کی مقدار ۹۰ فیصدی ہوتی ہے ۱۸۹۶ء میں ۵۰ قران ایک پونڈ کے برابر ہوتے تھے اور اب ۵۰ قران ملتے ہیں۔ شاہی ٹکسال میں مندرجہ ذیل سکے مضروب ہوتے ہیں۔ (بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ پر دیکھو)

سلہ ترکی کا ایک مشہور لفظ افندم ہے جس کے معنی [illegible] اور [illegible] عزت اور تعظیم کے [illegible] ترکی [illegible] صاحب [illegible] افندم [illegible] سلطان کے لیے [illegible] افندمز [illegible] مشتق ہے۔ افندمز [illegible] موضوع کیا گیا ہے۔

سے تعبیر کرتے ہیں۔

(بقیہ نوٹ صفحہ گذشتہ)

نام سکہ	دھات	مالیت بہ سکہ انگریزی	نام سکہ	دھات	مالیت بہ سکہ انگریزی
پول	تانبا	½ پنس	دہ شاہی = ½ قران	چاندی	۲½ پنس
شاہی = ۲ پول	"	¼ پنس	قران = ۲۰ شاہی	"	۵ پنس
دوشاہی = ۴ پول	"	½ پنس	دو قران	"	۱۰ پنس
چار شاہی = ۱ عباسی	"	۱ پنس	پنج قران	"	ایک شلنگ ۸ پنس
پنج شاہی	چاندی	۱¼ پنس	.	.	.

سونے کے سکے ⅛ تومان ½ تومان۔ تومان۔ دو تومان پنج تومان اور دہ تومان ہیں۔ تومان دس قرانوں کے برابر ہے مگر ان دنوں قران کی قیمت گرجانے کی وجہ سے ۱۲ قرانکے برابر ہے۔ عام حساب کتاب ایک فرضی سکہ یعنی دیناروں میں رکھا جاتا ہے ایک قران ایک ہزار دینار کے برابر شمار کیا جاتا ہے اور ایک شاہی پچاس دینار کے برابر۔

سلطنت ایران کی موجودہ حالت کا اجمالی خاکہ کھینچ دینے کے بعد ہم ۴ مئی کے وعدہ کے ایفا میں مسٹر کرزن کی کتاب سے ایران شاہ مرحوم کی لائف کے متعلق مفصل حالات لکھنے کو تیار تھے کہ بوجہ عدم گنجایش بہ سبب اخبار سے جسنے ادی کتاب سے اخذ کیا شاہ موصوف کے مختصر حالات درج کردینے پر اکتفا کرتے ہیں۔ وھو ھذا۔

شاہ ناصر الدین محمد شاہ کو سب سے بڑے بیٹے تھے۔ مستقر المظفر ۱۲۴۷ھ بروز دوشنبہ مطابق ۱۷ جولائی ۱۸۳۱ء میں پیدا ہوئے انکے دادا عباس مرزا۔ اور پر دادا فتح شاہ نہایت وجیہ خوبرو تنومند اور قوی ہیکل جوان تھے۔ انکی داڑھیاں لمبائی اور درازی میں مشہور ہیں۔ شاہ ناصر الدین اگرچہ ان کی برابر قوی الجثہ نہ تھے لیکن تاہم خوبرو اور بارعب ہونے میں کلام نہیں۔ چونکہ تمام قوم قاچار کا دستور ہے۔ یہ بھی اپنے دادا پر دادا بزرگوں کے طریق کے خلاف داڑھیاں منڈوانے لگے اب سے پہلے کا ذکر مسٹر کرزن لکھتے ہیں کہ اگرچہ ۶۰ کے قریب عمر ہے۔ مگر شاہ اسی طرح تندرست و توانا ہیں۔ رنگ سبز۔ آنکھیں اور بال سیاہ تمام قاچاریوں میں پائے جاتے ہیں۔

جب شاہ یورپ سے واپس آئے تو تبریز میں متعدد بار یہ کہا کہ انکو بچپنے کی امید تھی شاہ ممدوح عادات و اطوار میں نہایت سادگی کے تھے مردانگی اور جفاکشی شوق سیر و شکار و دیگر مردانہ اشغال جو قاچاریوں کا خاصہ ہے انمیں بھی شاہ کو کلاہ کج کافی حصہ ملا تھا سفر کرنا پسند کرتے تھے انکی وضع رفتار شکل و صورت اور ہر ایک حرکت سے جبلی حکومت و رعب طبعی امارت برستی ہے۔ دربار عام میں جلسہ میں کان بند جبان کو انکے اقوال و افعال حرکات و سکنات سے بھی شاہ معلوم ہوتا ہے طبعاً مزاج میں تیزی اور حیا تھی بات ٹھہر ٹھہر کر اور قرار کے ساتھ کرتے تھے اپنا وقار قائم رکھتے تھے اور جو یورپین جاتا تھا اکثر ملاقات سے مشرف ہوتا تھا (باقی بر صفحہ آئندہ)

دستر خوان شاہی سے جو کھانا لوٹ کر باورچیخانہ میں جاتا ہے اُسمیں سے جو روٹی خاص سلطان نے کھائی ہو اگر کچھ بچ رہتی ہے تو وہ نہایت احتیاط کے ساتھ جمع کیجاتی ہے۔

اور جب کوئی شخص وزرا یا امرا میں سے یا اور کوئی شخص بیمار ہوتا ہے اور ڈاکٹری علاج سے مایوسی

(بقیہ نوٹ صفحہ گذشتہ) اوائل عمر میں نمود کے زیادہ شائق تھے لیکن عمر کے ساتھ یہ عادت کم ہوتی گئی مالی امارت کے لحاظ سے دنیا میں اوّل درجہ کے والیٔ سلطنت خیال کیے جاتے تھے لیکن باوجود نہایت سادہ لباس رکھتے تھے جو نفس رعایا میں سے عرضی دینا چاہتا تھا وہ بے تکلف پاس جا سکتا تھا۔

زمانہ ولیعہدی میں مقام تبریز معمولی تعلیم پاتے رہے اور تبریز سے جس وقت تخت نشینی کیلیے ۱۷ برس کی عمر میں بلائے گئے اُسوقت ہاں شکار میں بہت مشہور تھے۔ ۱۷ برس کی عمر میں صاحب اولاد ہو گئے۔ چال چلن کے طرف سے یہ شخص ایسا ثابت قدم تھا کہ باوجود نوعمری زمانے کے سلطنت پا کر خوشامدیوں کے ہتھکنڈوں کو صاف بچا رہا۔ نظم و نثر دونوں بہت خوب لکھتے تھے علم ترکی فارسی فرانسیسی عربی وغیرہ بخوبی جانتے تھے مستعدی کی ہی امور سلطنت کو خوب سوچتے تھے۔ موسیقی اور تصویر کشی کا بھی مذاق تھا لیکن انکی تحریرات کے بہت سے دلچسپ تحفے مشہور ہیں۔ ایک نوکر طبیعت بچوں کی طرح جدت پسند رکھتے تھے۔ جو نئی بات اور چیز دیکھی یا سنی اُسے ضرور اختیار کیا اور پھر تھوڑے دنوں کے بعد اُس سے بے پروائی ہو گئی۔ دوسری پر طبیعت میں مزاح بہت تھا۔ جانور رکھنے اور پالنے کا بہت شوق تھا مزاح زبانی نہیں بلکہ عملی طور پر بھی بہت بڑھا ہوا تھا۔ ایک قصہ اسکے متعلق بہت مشہور ہے کہ انڈیا برگ کی ایک کشتی جس میں ایک ڈاٹ لگائی جاتی ہے جب اوّل ہی اول کسی انگریز نے شاہ مذکور کو نذر کی تو شاہ نے اہل دربار اور معزز اہلکاروں کو اُسپر سوار ہونیکا حکم دیا جب وہ وسط تالاب میں تھی شاہ نے کیکو اسکی ڈاٹ نکالدینے کا اشارہ کر دیا۔ اور بیچارے سکنڈ میں وہ ایکدم جن درباری قیمتی پوشاک پہنے ہوئے پانی میں غوطے کھانے لگے۔

امور سلطنت سے کبھی گھبراتے نہ تھے اور تمام کاروبار کو نہایت شوق و ذوق کے ساتھ انجام دیتے تھے۔ مدبرانہ رائے رکھتے تھے اور عام رائے یہ تھی کہ اس ملک میں ناصرالدین سے زیادہ قابل تقلید اور صاحب تدبیر شخص حکمرانی کیلیے دستیاب ہو سکتا تھا۔ اسکے ساتھ ہی بیدار ملک اور رعایا کے ساتھ بھی محبت و ہمدردی رکھتے تھے تعصب مذہبی بالکل نہ تھا اور جہانگیری یہ ہے کہ تین مرتبہ یوروپ وغیرہ کا سفر کیا تھا ۱۸۷۳ء کو پہلا سفر اور ۱۸۸۹ء کو دوسرا۔ دو مرتبہ سلطان اعظم ٹرکی سے بھی ملے تھے۔

پرنس آف ویلز اور شاہ ایران کے متعلق ایک قصہ یوروپ میں بہت مشہور ہے وہ یہ کہ جب شاہ ناصرالدین پرنس آف ویلز کیساتھ میز پر کھانا کھا رہے تھے باتوں میں ایسے مشغول ہو کر یوروپین آداب و اطوار کا خیال نہ رہا۔ اور تحفہ چھری کی حالت میں اور ایسے ہی چھری کانٹے کے قبضے میں سالن آ گئی تو سہواً انہوں نے دوسرے ہاتھ کی انگلی بے اختیار اُسکی مدد سے کانٹے پر آمیز کو چھید لیا لیکن اُسی وقت انہیں خیال آیا کہ یہ میز کے قواعد کے خلاف ہے۔ اور اس خیال سے کہ انگریز جو اسوقت دستر خوان پر شریک ہیں انہیں ناواقف یا بدتمیز خیال کرینگے۔ اُنکو ایک گونہ حجاب آتا تھا۔ پرنس آف ویلز اُنکے تیور سے اُنکے دلی خیال کو پا گئے اور اُنکی رفع ندامت کیلیے انہوں نے بھی عمداً اسیطرح اپنی انگلی کی مدد سے اسی چیز کو چھید کر کھا لیا۔" (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

ہو جاتی ہے۔ تو وہ خشک روٹی اُس مریض کو کھلائی جاتی ہے۔

ناظرین یہاں سے سلطان معظم کی نسبت حسن عقیدت بھی سمجھ لیں گے۔ انکی تجربے کے موافق بہت کم ایسے مریض ہونگے جو وہ روٹی کھلانے کے بعد صحت یاب نہ ہوگئے ہوں۔

سلطان محمود اوّل کا ایک تاریخی قصہ بازد خاص عام ہے جس کا اسوقت بیان کرنا ناظرین کی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا ایک روز بادشاہ (محمود اوّل) اپنے محل سے کو شکار سے واپس آ رہے تھے کہ راستے میں گرمی اور پیاس کی شدت بہت زیادہ معلوم ہوئی سامنے گلی میں ایک مختصر سا مکان معلوم ہوا دریافت کیا تو ایک غریب سلمان کا مکان تھا۔ بادشاہ نے خود آکر اس امر کی خواہش ظاہر کی کہ میں کچھ عرصے تک تمہارے مکان پر آرام لینا چاہتا ہوں کیونکہ دھوپ کی گرمی نے مجھے بہت مضطر کر رکھا ہے۔ بادشاہ ایک گھنٹے کے قریب بیٹھے اور اسکے بعد محل سرا کو مراجعت فرمائی۔ وہ کمرہ جس میں ایک گھنٹے تک بادشاہ کی نشست رہی تھی اسی وقت سے آجتک برابر بند ہے اور مقفل ہونیکی وجہ صرف یہ ہے کہ جس جگہ کو ایکمرتبہ امیر المومنین اپنی تشریف آوری کی عزت بخش چکے ہوں اس جگہ خود رہنا اور بیٹھنا بہت بڑی بے ادبی اور گستاخی کی بات ہے (اخبار حبل المتین مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۰۶ء)

(بقیہ نوٹ صفحہ گذشتہ) شاہ ناصر الدین مرحوم کے قتل کی نسبت مزید حالات سے معلوم ہوئے ہیں کہ میرزا محمد رضا قاتل فرقہ بابیہ میں سے نہیں ہے بلکہ مشہور و معروف سیاح سید جمال الدین رومی کے قاصدوں میں سے ہے جن کو اُسنے شاہ مرحوم کے قتل کے لیے مامور کیا ہوا تھا۔ جمال الدین گو عام طور پر رومی مشہور ہے۔ مگر در اصل افغانی الاصل و ایرانی المسکن ہے وہ شہزادہ ملکم خاں کے ہم جلیسوں میں سے ہے۔ شہزادہ مذکور کے آزاد خیالات شاہ مرحوم کو ناگوار معلوم ہوتے تھے اسلیے وہ ایران سے جلاوطن کر دیا گیا اور اسکے بعد تھوڑی ہی مدت میں جمال الدین کو بھی خارج الملک کر دیا گیا۔ وہ بڑا عالم و فاضل آدمی ہے۔ کئی زبانیں جانتا ہے اور دور دراز ممالک کی سیاحت کر چکا ہے۔ ایران سے نکلکر وہ مصر میں پہونچا۔ گر چند پولیٹیکل سازشوں کی وجہ سے دو برس ہوئے وہاں سے بھی نکالا گیا۔ مصر سے آپ بمبئی پہونچے۔ جہاں سنی اور شیعوں میں جھگڑا برپا کرنے کی کوشش کی۔ آخر کار وہاں بھی اپنا ٹھکانا نہ پا کر حیدرآباد پہونچے۔ مگر وہاں سے بھی اپنی بدعادات اور سازشی طبیعت کی بدولت ملک بدر ہوئے۔ انہیں دنوں میں اسنے افغانستان اور پنجاب کے بڑے شہروں کا بھی دورہ کیا اور امیرانہ ٹھاٹھ سے گشت کرتا رہا۔ ہندوستان سے رخصت ہو کر وہ انگلستان پہونچا جہاں شہزادہ ملکم سے اسکی ملاقات ہوئی۔ اور شہزادہ نے اُسے ٹرکی بھیجدیا۔ مگر گورنمنٹ ٹرکی نے اُسے فی الفور نظر بندی میں کر دیا۔ اس کے متعلق شاہ ایران اور سلطان کے درمیان کچھ عرصہ تک خط و کتابت ہوتی رہی۔ مگر سلطان المعظم نے شاہ مرحوم کو یقین دلا دیا کہ جمال الدین برابر نظر بندی میں رکھا جاویگا۔ چنانچہ کچھ مدت تو وہ خاموش و نچلا بیٹھا رہا۔ لیکن تقریباً آٹھ مہینے ہوئے ہیں کہ اُسنے محمد رضا قاتل اور آٹھ دس شخصوں کو اپنے مکروہ ارادوں کی تکمیل کیلیے ایران بھیجدیا۔ قاصد آٹھ مہینے کے انتظار کے بعد اپنی کو اپنے خبیث اور ابلیسانہ مقاصد میں کامیاب ہوئے۔ اگر یہ جلد یہ روایت صحیح ثابت ہوئی اور محقق ہو گیا کہ جمال الدین کی سازش سے یہ حادثہ جانکاہ ظہور میں آیا ہے تو کوئی شک نہیں کہ اعلیحضرت سلطان المعظم اپنے مرحوم دوست اور عزیز بھائی کے قاتلوں کے مددگاروں سے جو ان کے علاقہ حکومت میں موجود ہیں ضرور بدلہ لیں گے۔ (اودھ پنچ مورخہ ۲۴ مئی ۱۸۹۶ء)۔

Marfat.com

اعلیٰحضرت السلطان عبد الحمید خان ثانی الغازی

کے

کیریکٹر کا اجمالی بیان مرقومہ مسٹر ڈبلیو ٹی سٹیڈ صاحب ایڈیٹر رسالہ

ریویو آف ریویوز

مضمون مندرجہ عنوان کی طرف کتاب وقعات روم کے صفحہ ... میں مجملاً اشارہ کر چکا ہوں اب حسب وعدہ اسکا ترجمہ بطور ضمیمہ شامل کتاب ہذا کیا جاتا ہے۔ مسٹر ڈبلیو ٹی سٹیڈ صاحب انگلستان کے نہایت مشہور و معروف ادیبوں و اخبار نویسوں کے زمرہ میں شمار ہوتے ہیں۔ اپنی پرزور تحریروں کی وجہ سے انہوں نے نہ صرف علمی دنیا میں بلکہ پولیٹیکل عالم میں بھی اپنا سکہ بٹھا دیا ہے۔ مگر افسوس جیسا کہ ناظرین کو اس مضمون کے پڑھنے سے معلوم ہو جاوے گا۔

ایسے عالم و فاضل شخص کا دامن بھی تعصب کی آلودگی سے صاف نہیں ہے۔ وہ ہر چند کہ ... منصف مزاج بننے کی کمال کوشش کرتا ہے اور اس کوشش میں بسا اوقات کامیاب بھی ثابت ہوا ہے۔ مگر اگر کہیں مسٹر گلیڈسٹون کی طرح ...ن کا نام بھی آ گیا ہے تو مسٹر سٹیڈ صاحب کو تعصب ہی یا اشاد قومی ہٹ دھرمی اور ضد کی عمیق گڑھے کی طرف کھنچنا شروع کر دیتے ہیں جس سے بچنے کے لیے وہ گاہ بگاہ بہت کچھ ہاتھ پاؤں مارتے ہیں لیکن عموماً دیکھا گیا ہے کہ اس جد و جہد میں شاذ و نادر ہی فائز المرام ہوتے ہیں۔ مضمون مندرجہ عنوان میں مسٹر موصوف کی بعینہٖ یہی ...یت ہے جس کا نقشہ بالاختصار کھینچا گیا ہے۔ اعلیٰحضرت امیر المومنین کی فہم و فراست خداداد و لیاقت ...ست و دانائی اور رعیت پروری و فلاح جوئی ملک و ملت کے بے تعداد کارناموں کو دیکھ کر ... سے بے حد صفت و ثنا کے کلمات نکل جاتے ہیں۔ مگر تعصب کے سیاہ بھوت کا سر پر مسلط ہوتی ہے اسکی حالت بگڑ ...لی ہے۔ اسکی حس انصاف نے جس عبارت کے لکھنے پر اوسے مجبور کر دیا ہے۔ اسی وہ ایک طرح سے اپنے دل کی کمزوری ...مارنے لگتا ہے اور اس کمزوری کی تلافی کیلئے موقعہ بموقعہ سلطان المکرم کی ذات بابرکات پر چھپے کھلے ...ے اور ترکی قوم پر کھلم کھلا حملے کر دیئے جاتے ہیں۔

ناظرین موقعہ پر شاید یہ اعتراض کریں کہ جب یہ شخص تعصب سے ایسا مجبور ہے تو اس کے مضمون کو کیا

Marfat.com

میں درج کرنے کی کیا حاجت تھی۔ میں نہایت مؤدبانہ طور پر اُس کے جواب میں یہ التماس کرتا ہوں کہ جب جناب ایسا خوردہ بین متعصب نکتہ چین تک باوجود سلطان المکرم کے افعال و عادات میں عیوب نکالنے کی ہر طرح کوشش کرنے کے بالکنایۃً اس امر کا اعتراف کرنے سے نہیں بچ سکا۔ کہ حضور ممدوح الشان کے اوصاف کا پلڑا بالنتیجہ جو بھی بھاری ہی رہا ہے۔ تو ایسی کتاب میں جو محض خلیفہ رحمۃ للعالمین کے قیامت تک یادگار رہنے والے کارناموں کے بیان و تفصیل میں لکھی گئی ہو مضمون مذکور کا شامل نہ کرنا ایک صریح کوتاہی شمار ہوتا۔ علاوہ بریں ناظرین کو یہ دکھانا بھی منظور ہے کہ بعض مہذب اقوام   کے بڑے بڑے لیڈر اور علما و فضلا تک باوجود فضیلت و تہذیب اپنے زور قلم کے بھروسہ پر سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کی کوششوں سے مطلقاً احتراز نہیں کرتے۔ ہمیں کوئی کلام نہیں کہ مسٹر موصوف کے بعض اعتراضات بادی النظر میں بڑے زبردست معلوم ہوتے ہیں مگر ہم نے جا بجا حتی الامکان انکی کمزوری اور بودے پن کو واضح طور پر دکھلا دیا ہے تاکہ ناظرین اُن کے مطالعہ سے مغالطہ میں نہ پڑ جائیں اور اُنکے دلوں میں شک پیدا ہونیکا احتمال نہ رہ جاوے۔

مضمون کو شروع کرنے سے پہلے میں صاحب موصوف کی مختصر سوانح عمری اور اُنکی تصنیفات کا ذکر کر دینا مناسب خیال کرتا ہوں۔ وہ پادری ڈبلیو سٹیڈ مذہبی امام قصبہ ہوڈن ٹائن کے فرزند ارجمند ہیں۔ ۵ جولائی ۱۸۴۹ء کو متولد ہوئے۔ اور ۱۸۶۳ء میں بمقام ساکوٹس پرائیویٹ طور پر شادی کی ۱۸۷۳ء میں ابتداً مقام نیوکیسل کی ایک تجارتی کوٹھی میں رہا۔ ۱۸۷۱ء میں اخبار نادرن ایکو کی ایڈیٹری اختیار کی ۱۸۸۰ء میں مشہور ادیب مدبر مسٹر جان مارلی کے تحت لندن کے نامور اخبار پال مال گزٹ کی اسسٹنٹ ایڈیٹر ہوئے۔ اور ۱۸۸۳ء میں مسٹر موصوف کی جگہ اعلیٰ ایڈیٹر ہو گئے۔ مگر اخبار مذکور سے پھر جلدی ہی قطع تعلق کر کے انہوں نے خود اپنا ایک ماہواری رسالہ ریویو آف ریویوز نکالنا شروع کر دیا جس کو کل انگریزی دنیا نے ایسی مقبولیت کی نظر سے دیکھا کہ بہت کم اخباروں یا رسالوں کو ویسی کامیابی نصیب ہوئی ہے۔ یکم جنوری ۱۹۰۲ء سے رسالہ مذکور کا تیرہواں برس شروع ہوا ہے۔ اور اسکی اشاعت اب کئی لاکھ تک پہونچی ہوئی ہے مضمون زیر بحث دسمبر ۱۸۹۵ء کے رسالہ سے اقتباس کیا گیا ہے۔

اس رسالہ کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ترکوں یا سلطان المعظم ہی کے برخلاف اس شخص نے دل کے پھپھولے نہیں پھوڑے ہیں۔ بلکہ کل دنیا میں شاید ہی کوئی شخص اس عہد کے سوداثانی کی ہجو ملیح و قبیح یا منصفانہ اور زبردست گرفت سے بچ سکا ہو۔ وہ یہ خیال نہیں کرتا کہ انسان آخر ضعیف البیان ہے۔ ہر ایک شخص میں کوئی نہ کوئی کمزوری ضرور ہوتی ہے۔ اور بنی نوع انسان کی معمولی کمزوریوں میں خوردہ گیری کرنا گویا فطرت یا نیچر پر معترض ہونا ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی صاحب موصوف میں یہ وصف بھی بہت بڑا ہے کہ کسی کی خوشامد یا بخشش کی مطلقاً کوئی پروا نہیں۔ بلکہ جس طرح ضمیر ہدایت کرے اس طرح کرتا ہے۔ اور عموماً مظلوموں اور ستم رسیدہ کی حمایت و

Marfat.com

طرفداری کو اپنا بڑا بھاری فرض تصور کرتا ہے۔ چنانچہ جبکہ جون ۱۸۸۸ء میں روس کی سیاحت کرنے کے بعد انہی یہودیوں کی مظلومیت اور بیکسی اور روسی گورنمنٹ کی ظلم شعاری اور جور و تعدی پر دھواں دھار مضامین لکھکر کل دنیا کو کان کھڑے کر دیے۔ ۱۸۸۰ء میں آئرلینڈ جاکر وہاں کے غربا کیسانان زار کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اور پھر انکی حمایت میں غضب کے مضامین لکھکر گورنمنٹ کو ترمیم قانون اراضی پر مائل کر دیا۔ انگریزی بحری طاقت کی اصلاح اور مضبوطی کیطرف انہی کی تحریروں کیوجہ سے توجہ ہوئی۔ انہوں نے اکتوبر ۱۸۸۴ء میں انگریزی بحری طاقت کی کمزوری و نقائص پر شائع کیے متوجہ ہوئے اور یہ مسٹر سٹیڈ ہی کی چونکا دینے والی تحریر کا اثر ہے کہ آج صرف گیارہ برس کے عرصہ میں انگریزوں کی بحری طاقت تقریباً دوگنی ہوگئی ہے۔ ۱۸۹۵ء سے انہوں نے شعرائے انگلستان کی تصانیف ہفتہ وار پینی (ایک پینی) کی مالیت کے رسالوں میں شائع کرنی شروع کی ہیں جن کی پہلی ہی چار مہینوں میں پانچ لاکھ جلدیں فروخت ہوئیں۔ پولیٹیکل وجوہ سے مسٹر سٹیڈ لبرل گروہ میں شریک ہیں اور مذہبی اعتقادات کے لحاظ سے کچھ عرصہ سے عقیدہ سپرچولزم کے قائل ہیں۔

اس تمہید کو ختم کرکے ہم اصل مدعا کیطرف آتے ہیں۔ وھو ہذا۔

امیر المومنین سلطان عبد الحمید خان ثانی الغازی

دُر شہوار زمان، مرکز امانی و دوران سلطان البرین والبحرین فخر الممالک تاج الملوک خلیفۃ اکبر ظل اللہ علی الارض خلیفہ رسول رب العالمین المظفر المنصور الغازی سلطان عبد الحمید خان ثانی خلد اللہ ملکہ وحشمتہ الی یوم الدین ولازالت شموس اقبالہ بازغۃ الی انتہای دوران کہ پرورد دولت فلک فرجش رحم وانصاف دستگیر احیای نظر جملہ اقوام وشاہان فرنگستان جابرش کشیدہ۔ و فرمانروایان جہان از حشمت و شوکتش حیران ماندہ جملہ جہانیان از خرمن الطاف واکرامش خوشہ یابندہ۔ رب کریم اجتماع آن پر فیض و برکت ارادہ ہای نیک اعلیحضرت شہنشاہ عالیمقام جمیع ساکنین روی زمین را شنیدہ و سیر سبز گرداناد۔ و علم جاہ و شکوہ آن والانژاد از شمس و قمر برافرازاد (ترجمہ [illegible] از اخبارات ترکی بحوالہ رسالہ [illegible] لندن مورخہ نومبر ۱۸۹۵ء) آمین آمین الٰہی رب العالمین[1]

---

[1] اعلیحضرت امیر المومنین کے ان معمولی القاب و خطاب کو جن سے ایشیائی طریقہ سے ہر ایک فرمانروا کو مخاطب [illegible] مسٹر سٹیڈ عنوان میں بطور استہزا لکھکر دعائیہ فقرات کے جواب میں خود آمین آمین پکارنے سے مضمون کو شروع کرتے ہیں اور بسم اللہ ہی سے حضور ممدوح پر دو چار طنزیہ تیر بیکار چلاتے ہیں۔ کہ خیر و برکت اور نیک نیتوں کا جو سرمایہ سلطان المعظم کے پاس ہے وہ معلوم ہے۔ البتہ اس میں شک نہیں کہ بہتی اذیتوں اور عقوبتوں کی اون کے پاس کوئی کمی نہیں ہے۔

لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

Marfat.com

احسان کا خزانہ اگر صرف اسقدر ہے جتنا کہ اعلیحضرت سلطان المکرم کے نیک ارادوں سے حاصل ہوتا ہے تو اندیشہ ہے کہ باقی دنیا خداوند کریم کے فیض و احسان سے بہت کم مستفید ہو سکیگی البتہ حضرت اقدس کے بابل اکبر پاس اُن سامانوں کی بہتات کی نہیں ہے جن کی نسبت قدماء کی روایات سے یہ پتہ لگتا ہے کہ دوزخ کی فرش بندی اُنسے کیگئی ہے ہم مانتے ہیں کہ اُنکی نیت بخیر اور ارادے اعلےٰ ہیں مگر کھٹکا یہ ہے کہ وہ عمل میں نہیں آتے اور یہی ایک تھوڑی سی کمی ہے جو اسوقت نہ صرف (اعلیحضرت) سلطان عبد الحمید کی ناموری و عزت کو مسند قمر سے بھی بلند ہونے کے راستہ میں حائل ہوئی ہے بلکہ جسکی نسبت اندیشہ کیا جاتا ہے کہ اُس عزت کو بدنامی کے قعر عمیق میں ڈبو دیگا۔ لیکن اس پچھلی بات کو ہم تسلیم نہیں کرتے۔ یہ صریح ناانصافی ہے۔

اعلیحضرت سلطان المعظم عبد الحمید تمام آدمیوں سے بڑھکر ان لوگوں میں سے ہیں جنکی حالت نہایت قابل رحم ہے مگر اسوقت اُسکو ساتھ محبت ہی کم رحم یا ہمدردی کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ دنیا نے یہ کی ٹھانی ہے کہ اُنکو سزا دینے کا پورا موجود ہو۔ اس طرح سے تمام قوم ترک کی ظلم شعاریوں کا بوجھ اکیلے عبد الحمید کو سارے زمانے کے الزاموں کا نشانہ بنایا جاتا ہے اس سے یہ مراد نہیں کہ وہ بذات خود ترکوں کے خطا سے بالکل بری ہیں نہیں بلکہ ایسے افعال کے مرتکب ہو چکے ہیں جو مغربی اقوام کے نزدیک نہایت ہی خوفناک اور مکروہ گنے جاتے ہیں مگر ایشیائی لوگ تو ہنوز اگر کوئی قصور دیکھتے ہیں تو بس یہ کہ وہ اُنکی حسب منشا مظالم و شکر گذاری میں پوری جدوجہد نہیں کرتے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ عثمانیہ گورنمنٹ اس دنیا پر جبکہ اول ہی اول سوائے ایشیائی کے پیدا ہوئی تھی غیظ و غضب و خونخواری کا نمونہ سمجھا جاتا تھا۔ بلا اسقدر ایسی گورنمنٹ رہی ہے جسکا قیام

* ترکوں کی ستم شعاری اور عیسائیوں کی ترو دلی کی تفصیل امثال بعض واقعات مطالعہ دنیا اور عہد حکومت عبد الحمید
میں درج ہو چکی ہیں۔ لیکن مسٹر سٹیڈ صاحب کو یہاں لکھ دینا انکی شکوں کا جواب دینے کی ضرورت نہیں۔

سلہ مسٹر سٹیڈ صاحب تعصب کی پٹی آنکھوں پر باندھ کر اگر خود اندھے بن جائیں تو اسکا کیا علاج۔ تاریخ عالم کے صفحات نصاریٰ کی اس بیہودہ گوئی کی نہایت ہی کمال و اکمل تردید کر رہے ہیں۔ کاش یہ عیسائی صاحب ہماری عیسائی سلطنت کی نسبت اسی قدر ثابت کر دیں یا زبانی ہی فرما دیں کہ اُسنے ترکی گورنمنٹ کی نسبت رعایا سے زیادہ بے تعصبی اور رعایا پروری کا برتاؤ کیا ہے اور ہاں جو مظالم ترکی گورنمنٹ کیجانب منسوب ہوئے ہیں کیا صاحب بہادر کو ہسپانیہ، امریکہ، روس اور فرانس وغیرہ کی عیسائی گورنمنٹوں نے جو سلوک اپنے ہم مذہب اور غیر مذہب کی رعایا سے کئے ہیں یاد نہیں۔ زمانہ کی جا یہ فقرات تحریر کرتے وقت اپنا خاطر بہ صاحب بہادر کی قوم کی بہبود سے ہمدرد صاحب جنوبی افریقہ کے باشندوں کو بہ زبان مسالیوں کی خوں چکیدہ کلمات شفقت لواز نہایت ناز و اہتمام نہیں انکو پڑھ کر شاید یا دلیل ثابت ہوگا۔ انگریزی میں ایک مثل ہے کہ جو خود شیشہ محل میں رہا ہو

سلہ ملاحظہ ہو کہ مسٹر ممتاز مرحوم انگریزی افسر محمد مستر شن نے جو سوڈانی سپاہ کی بغاوت میں ۱۸۹۱ء میں متوفی ہوئے تھے اپنی کتاب حالات یوگنڈا میں جو شروع ۱۸۹۴ء میں شائع ہوئی ہے بتایا کہ ہند وہاں کی انتظامی خطاطی اور عہد مدین کی حکومت کو تمام ہندی ممالک کی حکومتوں پر رعیت پروری کے معاملہ میں ترجیح دیتے ہیں اور اسی ویران کو اپنی نظر سے جب انگریزی فوج میں جنرل صاحب سمجھتے اتفاق لے کر کئے تھے مسلمانوں کی مظلومی کو ثبوت میں پیش کیا ہے۔

Marfat.com

ایک اصول پر رہا ہے کہ رعایا کے دلوں میں ہیبت قائم رکھی جائے۔ اس ہیبت بٹھانے سے انہوں نے تین پانچ صدیوں سے قیاصرہ کے تخت پر قائم رکھا ہوا ہے اور جبکہ اب اور زیادہ عرصہ کے لیے کافی ہیبت نہیں بٹھا سکتے۔ انکی سلطنت تنزل حالت میں ہو رہی ہے۔ سلطان عبدالحمید خاں نے اس تنزل کو دور کرنے کے لیے بیشک کشت و خون سے ٹھیک اسطرح کام لیا جسطرح انگلستان کا وزیر اعظم اپنی طاقت کو بحیثیت مضبوط کرنے کیلیے پارلیمنٹ کو توڑ دیتا ہے۔ ظالم ترکوں کے لیے ایسی طبعی ہیں جیسی کہ پارلیمنٹ رکھنے والی قوم کے لیے عام انتخاب فرمانروا کو احکام کو باوقعت بنانے کے واسطے قدیم الایام سے ترکوں کا یہی طریقہ چلا آتا ہے اور یہ طریقہ لاکلام مغربی تہذیب کو سخت ناگوار رہتا ہے۔ سلطان المعظم انیسویں صدی کی آخری دہائی میں تہذیب کی ضد موجود ہیں جو شخص انکو ایک مہذب شہنشاہ یقین کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ وہ اب اپنی امید وکے بالکل مٹ جانے پر قدرتی طور پر اس کے برعکس خیال کرتے ہیں مگر جن شخصوں نے ایک لحظہ کے لیے بھی یہ کبھی فراموش نہیں کیا کہ ترک محض ایک پرانا وحشی ہے جو اس تہذیب کے ہنگامہ زار میں جسکو اسنے تباہ کیا ڈیرہ جمائے بیٹھا ہے۔ وہ شخص خاندان عثمان کے آخری فرمانروا کی خصائل کا اندازہ لگانے میں بہت زیادہ نرمی سے کام لے سکتے ہیں کیونکہ وہ انکی توقع اور اپنی قوم سے کم ستم شعار ہے۔

اس مضمون میں بھی اسی کلیہ قاعدہ سے جیسے دیگر اشخاص کے خاندانی خصائل بیان کرنے میں کام لیا گیا ہے گریز نہیں کرونگا۔ میں اعلیحضرت سلطان عبدالحمید خان کو ویسا بیان کرنے کی کوشش کرونگا جیسا کہ خود وہ اپنا بہتر سے بہتر اندازہ لگا سکتے ہیں۔ نہ کہ ویسا جیسا کہ انکے بدخواہ دشمنان انکا بری سے بری اندازہ لگاتے ہیں البتہ یہ ناممکن ہے کہ انکی نسبت تحریر کرتے وقت ہم بھلائی یا برائی کے وہی اصول قائم کریں جو سلطان المعظم نے قائم کیے ہوئے ہیں۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ سلطان المعظم کی نسبت رائے قائم کرتے وقت ہم یہ سمجھ لیں کہ وہ لندن کے کسی مضافات کے جہاں عموما امرا سکونت پذیر ہوتے ہیں ایک نہایت ہی نفیس مزاج اور بھولا بھالا نیک کردار پر قدم دھرنیوالے باشندے ہیں اور اگر شروع کرنے سے پہلے ہم یہ بات بخوبی ذہن نشین کر لیں کہ سلطان کیلیئے قتل و خون کرنا ایسی ہی قدرتی اور طبعی عادت ہے جیسے کہ امریکہ کے سرخ اندام حبشیوں کے لیے دشمنوں کا سر کاٹ لینا تو ہم کم از کم ایک ایسی چیز سے بچ جائیں گے جو سلطان اعظم عبدالحمید کی پوزیشن کی سمجھ میں نہایت ہی مہلک اور رائج ہوتی۔

(بقیہ نوٹ صفحہ گذشتہ) ادسے وہ مرے پر ذرا سوچ سمجھکر تھوک سکتے جائیں۔ حضرت! پہلے اپنے گریبان میں منہ ڈالکر اپنی مسیحی اقوام یا گورنمنٹوں کی کیفیت تو دیکھ لی ہوتی پھر ترکی گورنمنٹ یا اسلامیوں پر جس قدر زہر چاہتے اگل لیتے عربی میں مثل مشہور ہے کہ حب الشئ یعمی و یصم بعینہ وہی کیفیت تعصب اور عناد کی ہے۔ مسٹر سٹیڈ کو ہم اس کے سوا اور کیا جواب دے سکتے ہیں کہ ؎ چشم بداندیش کہ برکندہ باد ✦ عیب نماید ہنرش در نظر ✦

Marfat.com

فصل اوّل

سلطان المعظم عبد الحمید اپنی تخت نشینی سے پہلے

تھوڑی دیر کے لیے تم اپنے تئیں اُنکی جگہہ پر تصور کرلو عبد الحمید عبد العزیز کے بھتیجے محلسرا کی تنہائی میں جہاں بیرونی دنیا کی کسی کو خبر نہیں ہوسکتی پرورش ہوئے اور آغاز جوانی پر معاملات ملکی میں کسیطرح کا بھی دخل دینے سے باز رکھے جانے کیوجہ سے وہ عیاشی کی اُس بھول بھلیاں میں جا پھنسے جسنے قسطنطنیہ کو دنیا بھر کا گندہ تالاب [51] بنا رکھا ہے۔ چند برس [52] انہوں نے اپنی عمر کو جوانی کی خرابا تیوں میں صرف کیا اور پھر سنبھلا تو کلیت سنبھل گیا اور ایسا سنبھلا کہ عیاشی سے متقی و پرہیزگار بن گیا۔

پرنس ہال [53] کیطرح اونہوں نے جیک فال سٹاف اور اپنے تمام ہم پیالہ و ہم نوالہ رندمشرب مصاحبوں کو اپنے سامنے سے دہتکار دیا۔ اور پاکیزہ و مقدس جوش و مستعدی سے اپنی زندگی کو اعلےٰ اور پاکیزہ ترطرز میں بسر کرنے کے لیے پوری طرح سے مصروف ہوگئے۔ انکے دشمن الزام دیتے ہیں کہ یہ تبدیلی کسی دلی صفائی کے باعث نہیں ہوئی بلکہ محض دنیا سازی اور خود غرضی پر مبنی ہے۔ مگر ہم اس اتہام کو تسلیم نہیں کرتے اور مانتے ہیں کہ دلی جوش اور خیالات کی فطرتی پاکیزگی ہی اس تبدیلی کا موجب ہے۔ عیسائی لوگ یہ خیال نہ کریں کہ ایسی تبدیلی صرف انہی کے مذہب میں

۵۱ اے بدبخت و بےحیا عیسائی مضمون نویس بدکاری اور بدمعاشی میں تو بھی بڑا ایمان سے کہہ کیا قسطنطنیہ لنڈن و پیرس سے بھی بڑھا ہوا ہے کہ تو اسے دنیا بھر کی بدمعاشیوں کا گندہ تالاب لکھتا ہے کون نہیں جانتا کہ عیسائی سلطنتوں کے دارالخلافوں میں ہر سال ہزاروں حرامی بچے پیدا ہوتے ہیں۔ اسکے مقابلہ میں تو قسطنطنیہ میں بھی کوئی نظیر دیکھتا ہے۔ تیرے ہی زمانہ دفخر مسکن لنڈن ہی میں ہر سال تقریباً ۲۰ ہزار بچے ولد الحرام بچوں کے پرورش خانوں میں داخل ہوتے ہیں کیا یہ لکھتے وقت اپنے ہی شہر کے کسی پرورش خانہ کا نقشہ تیری آنکھوں میں نہیں پھرگیا۔ تھا کیا تجھے گلیوں اور سڑکوں پر ننھے ننھے اور معصوم بچے لاوارث پڑے ہوئے نہیں ملتے جن کو انکی خطاکار اور سنگدل مائیں نہایت بیدردی سے شارع عام پر پھینک جاتی ہیں۔ اگر یہ باتیں درست ہیں تو تجھے قسطنطنیہ کی نسبت ایسا لکھتے ہوئے شرم نہ آئی۔

۵۲ جہانتک ہمیں خیال ہے مسٹر سیڈ ہی پہلا شخص ہے جسنے اعلیٰحضرت پر جوانی میں عیش پسند ہونیکا الزام لگایا ہے۔ آجتک بہت لوگوں نے حضور ممدوح کی پبلک اور پرائیویٹ لائف پر کتابیں اور مضمون لکھے ہیں۔ مگر کسی نے اس بات کا اشارہ تک نہیں کیا۔ اسلیے جبتک اور مصنف کی زبان سے اس الزام کی تصدیق و تائید نہ ہو تبتک صاحب موصوف کے اس الزام کو دعویٰ بے دلیل سے زیادہ وقعت نہیں دیجا سکتی۔

۵۳ انگلستان کے بادشاہ ہنری چہارم کو زمانہ ولیعہدی میں پرنس ہال پکارتے تھے شہزادگی کے زمانہ میں (بقیہ بر صفحہ ۱۷۱)

ہو سکتی ہے۔ کسی تائب گنہگار کی وقعت اس سے کم نہیں ہوتی کہ وہ سابقہ خطاؤں سے توبہ کرنیکے بعد بجائے گرجے کے مسجد کیطرف رجوع ہو۔ ہر خود غرضی اور دنیا سازی کے الزامات اسی وجہ ثابت ہوتے ہیں۔ کہ جس زمانے میں شہزادہ عبد الحمید اپنی طرز زندگی کو بدلکر اپنے مذہبی عقائد کے مطابق اپنے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مخلص و جان نثار فرمانبردار بن گئے تھے۔ اوس زمانے میں ان کے فرمانروائے سلطنت عثمانیہ ہونیکے کوئی آثار موجود نہیں تھے۔ اور یہ تبدیلی اسباب سے اور بھی زیادہ تعجب خیز اور حیرت افزا ہو جاتی ہے کہ ان دنوں ترکی سوسائٹی اُس جھوٹی طمانیت اور محفوظیت اور اُس فرضی قوت کے نشو نما میں مست و سرشار تھی جو اُن فرعونکی بدولت پیدا ہو رہی تھی جن کو انکا چچا سلطان عبد العزیز مرحوم عجیب مذاق و بلند اسراف سے برداشت کر رہا تھا۔ سلطان عبد العزیز کے عہد حکومت کا آخری حصہ مشرق (ترکی وغیرہ) کیلئے ویسا ہی تھا جیسے کہ دوسرے شہنشاہی یعنی نپولین سوم کی عہد حکومت کا آخری حصہ فرانس کیلئے۔ اس وقت قسطنطنیہ بھی شاندار عیاشانہ جلسوں و جشنوں کے پیرس کا ہمیلہ بنا ہوا تھا اور جشن گویا بلشضر[۲] شاہ بابل کے اُس جشن کے نمونے تھے جسمیں عین موقعہ جشن پر غیبی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اُسے عیاشی کی کوئی حد باقی نہیں چھوڑی تھی۔ [illegible] اس وقت اسکا ایک پیارا مصاحب اور یار غار تھا۔ یہ شخص بدمعاشی شراب نوشی اور حرامکاریوں میں کمال کے درجے پر پہونچا ہوا تھا۔ مگر شہزادہ کی طبیعت نے پلٹا کھا کر تمام خرابیوں کو چھوڑ دیا اور جیک صاحب کو معہ تمام دیگر مصاحبوں کے اپنی ہم جلیسی سے خارج کر دیا۔ شیکسپیر نے اس شہزادہ کے حالات کو اپنے ڈراما موسومہ ہنری چہارم میں خوب فصاحت سے بیان کیا ہے۔

۱ مسٹر شینڈ کا یہ بیان بالکل راستی پر مبنی ہے۔ چنانچہ اخبار وکیل مورخہ ۲ جنوری ۱۹۰۶ء میں بھی ایک مختصر سے نوٹ میں اس امر کا ضمناً ذکر کیا تھا۔ جسے یہاں درج کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔

امریکہ میں فیشن نے امیر عورتوں کو ایسا بے سلیقہ و فضول خرچ بنا دیا ہے کہ نیویارک کے صرف ایک [illegible] زنانہ گاہکوں میں سے [illegible] سال بھر میں دس ہزار ڈالر یعنی چالیس چالیس ہزار روپیہ کے پارچات خریدے۔ انکی ہفتہ وار اوسط ۷۰۰ روپیہ ہوتی ہے۔ جو [illegible] گوٹہ کناری یا بناؤ سنگار کی دوسری چیزیں علیحدہ ہیں۔ [illegible] نپولین سوم کی ملکہ یوجین کی عیاشی و آرام پسند طبیعت کا [illegible] کی بیگمات کی یہ کیفیت ہوگئی تھی کسی پوشاک کو دوبارہ پہننا یا خرچ کا خیال کرنا گناہ کبیرہ سمجھا جاتا تھا۔ مگر [illegible] نتیجہ کیا ہوا [illegible] سلطان عبد العزیز [illegible] شاہ [illegible] کا بھی [illegible] کا سامنا ہوا۔ اور قوم پر [illegible] تقلید سے کیسا برا اثر پڑا [illegible] امریکہ کی بیگمات کا اگر کچھ عرصہ تک یہی حال رہا تو امریکہ کی عظمت اور جبروت کے خاتمے میں کوئی زیادہ مدت باقی نہیں ہو سکتی۔

۲ بلشضر الملقب بہ [illegible] بابل کا نہایت ہی عیاش بادشاہ تھا۔ [illegible] بیت المقدس [illegible]

دیوار پر کچھ عبارت لکھ دی تھی۔ اور اس عبارت کا مطلب معلوم ہونے کے ساتھ ہی دوسری طرف عوض لینے والا دروازہ پر آموجود ہوا تھا۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ) تواریخ میں ہے یروشلیم کے بادشاہ یہو یاقیم کو اس کے تیسرے سن جلوس میں شکست دیکر یروشلیم اور بیت المقدس کو بالکل تباہ و برباد کیا اور ہیکل کے تمام زر و جواہر اور سیمین و طلائی برتنوں پر قبضہ کر لیا۔ اور تمام یہودیوں کو قید کر کے بابل لے گیا حضرت دانیال پیغمبر بھی انہیں اسیروں میں تھے گرفتاری کے وقت انکی عمر بہت کم تھی انکی پرورش بابل میں ہوئی۔ اور رفتہ رفتہ شاہ بخت نصر کے مقبول نظر ہو گئے۔ شاہ مذکور کے بعد اسکا پوتا بلشفر جانشین ہوا۔ جو زناکاری اور عیاشی میں سخت منہمک ہو گیا اوسنے ایک دفعہ جشن منعقد کر کے حکم دیا کہ ہیکل کے پاک برتنوں میں شرکائے مجلس کو شراب پلائی جائے۔ و حکم کی فوراً تعمیل کی گئی۔ اور دور شروع ہوا۔ یہ بے ادبی بارگاہ الٰہی میں پسند نہ آئی۔ دریائے غیرت و جوش ہوا۔ اور بلشیفر کا اسی رات قتل ہونا طے ہو گیا۔ ہر دو بادشاہوں کا مفصل حال بائبل کی کتاب دانیال میں مندرج ہے جسمیں سے ہم نے حسب بالا جشن کا حال یہاں نقل کرنا ہے تاکہ ناظرین مصرعہ شعر کے مندرجہ بالا استعارہ کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ پس مناسب معلوم ہوا کہ اسکا اندراج ذیل میں بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جو ہیبت ناک انجام سلطان عبد العزیز کا بھی آخر ویسا ہی خاتمہ ہوا۔ جیسا کہ بلشفر کا ہوا تھا۔ ٹیولی کی لڑائی میں جرمنی والوں نے فرانس کے شہنشاہ کو ... کی جنگ میں روس نے ترکوں کو ... شکست دیکر دور کر دیا شہنشاہ نپولین سوم دل جلا وطن ہو کر نہایت بیکسی کی حالت میں ہی ملک عدم ہوا۔ اور سلطان مرحوم بھی ۱۸۷۶ء میں معزول ہو کر جلدی ہی خودکشی کر کے یا قتل ہو کر ملک بقا کو سدھار گئے۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ دونوں سلطنتوں کی حالت بہت کچھ درست ہو گئی۔ برخلاف اسکے بابل میں بلشیفر کا جشن اس طرح ہوا ہے:۔

اس بیان میں کہ بلشیفر کا ... جشن۔ چند سطریں دیوار پر لکھی ہوئیں (کتاب دانیال پانچواں باب) جنہیں مجوسی نہ پڑھ سکے بادشاہ کو گھبراتی ہے۔ ملکہ کی سفارش کے باعث دانیال حاضر کیا جاتا ہے وہ بادشاہ کو اس کے غرور اور بت پرستی کے سبب ملامت کر کے ان سطروں کو پڑھتا اور ان کا مضمون بیان کرتا ہے۔ بابلی بادشاہت مادیوں کے ہاتھ میں کر دی جاتی ہے۔

بلشیفر بادشاہ نے اپنے ہزار امیروں کی مہمانی بڑی دھوم سے کی۔ اور ان ہزاروں کے آگے مے نوشی کی۔ بلشیفر جب مے چکھ گیا۔ تو حکم کیا کہ سونے اور چاندی کے ظروف جنہیں بنوکدنصر اسکا باپ یروشلیم کی ہیکل سے نکال لایا تھا لاویں تاکہ بادشاہ اور اسکے امراء اور اسکی جوروان اور حرمیں ان میں مے پیویں۔ تب وے سونے کے ظروف کو جو ہیکل سے یعنی خدا کے گھر سے جو یروشلیم میں ہے نکالے گئے تھے لائے اور امراء اور اسکی جوروان اور اسکی حرمیں انمیں مے پینے لگیں اور انہوں نے مے پی اور سونے اور چاندی اور پیتل اور لوہے اور لکڑی اور پتھر کے معبودوں کی ستائش کی۔

اسی گھڑی میں کسی آدمی کے ہاتھ کی انگلیاں ظاہر ہوئیں اور انہوں نے شمعدان کے مقابل بادشاہی محل کی دیوار کے گچ پر لکھا اور بادشاہ نے ہاتھ کا وہ حصہ جس نے لکھا تھا۔ دیکھا تب بادشاہ کا چہرہ متغیر ہوا اور اس کے اندیشوں نے اسے گھبرا دیا یہاں تک کہ اسکی کمر کے جوڑ ڈھیلے ہو گئے۔ اور اسکے گھٹنے باہم دگر ٹکرانے لگے۔ بادشاہ نے بڑی آواز سے چلا کر فرمایا کہ نجومیوں (باقی بر صفحہ ۱۷۳)

Marfat.com

سلطان عبد العزیز مرحوم کا عزل

فرانسیسی سلطنت ۱۸۷۰ء میں مقام سیدان کے زلزلہ عظیم منیخ و بن سے اکھڑ گئی۔ اور اس سے پانچ ہی برس

(بقیہ نوٹ صفحہ گذشتہ) کسدیوں اور فالگیروں کو حاضر کریں۔ بادشاہ نے بابل کے حکما کو یہ کہکر فرمایا کہ جو کوئی اس لکھے کو پڑھے اور اسکا مضمون مجھ سے بیان کرے سو ارغوانی خلعت پاویگا۔ اور اسکی گردن میں سونے کی زنجیر ڈالی جاویگی۔ اور وہ مملکت میں تیسرے درجہ کا حاکم ہوگا۔ تب بادشاہ کے سارے حکما، حاضر ہوئے پر اُس لکھے کو پڑھ نہ سکے اور نہ بادشاہ کو اسکا مضمون ظاہر کر سکے تب بلشفر نہایت گھبرایا اور اسکا چہرا بدل ہوا اور اُس کے امرا سراسیمہ ہوئے۔

تب ملکہ بادشاہ اور اسکے امرا کے کہنے سے جشن میں آئی۔ ملکہ یوں کہکر بولی اے بادشاہ تا ابد جیتا رہ۔ تیرے خیالات تجھ کو گھبراویں اور تیرا چہرا بدلا نہ ہو تیری مملکت میں ایک شخص ہے جسمیں قدوس الہوں کی روح ہے اور تیرے باپ کے ایام میں نور اور دانش اور حکمت الہوں کی حکمت کے مانند اسمیں پائی جاتی تھی جسکو بنوکدنصر بادشاہ تیرے ہی باپ نے اے بادشاہ تیرے ہی باپ نے ساحروں اور نجومیوں اور کسدیوں اور جادوگروں کا سردار کیا تھا کیونکہ اسمیں ایک فاضل روح اور دانش اور عقل اور خوابوں کی تعبیر کرنے اور رازوں کے کھولنے اور مشکلوں کے حل کرنیکی قوت اُسی دانیل میں جسکو بادشاہ نے بلطشفر نام رکھا پائی گئی پس دانیل بلایا جاوے اور وہ اسکے معنے تجھے بتاویگا۔ تب دانیل بادشاہ کے حضور حاضر کیا گیا۔ بادشاہ دانیل سے یوں کہکر بولا۔ کیا تو وہی دانیل ہے جو یہوداہ کی جلاوطنوں میں سے ہے۔ جنہیں بادشاہ میرا باپ یہوداہ سے لایا۔ میں نے تیرے حق میں سنا ہے کہ الہوں کی روح تجھ میں ہے۔ اور نور اور عقل اور خرد باریک تجھ میں موجود ہیں۔ پس حکما اور نجومی میرے حضور حاضر کیے گئے تا کہ اس نوشتے کو پڑھیں اور اسکا مضمون مجھ پر ظاہر کریں۔ لیکن وے اسکا مضمون مجھ پر ظاہر نہ کر سکے۔ اور میں نے تیرے حق میں سنا ہے کہ تو معنی کہہ سکتا ہے اور شبہ زائل کرتا ہے۔ پس اگر تو اس نوشتے کو پڑھے اور اسکا مضمون مجھ سے بیان کرے تو ارغوانی خلعت پاویگا۔ اور تیری گردن میں سونے کی زنجیر ڈالی جاویگی۔ اور تو مملکت میں تیسرے درجہ کا حاکم ہوگا۔ تب دانیل نے جواب دیا اور بادشاہ کے حضور میں کہا۔ تیرا انعام تیرے ہی پاس رہے اور اپنا صلہ دوسرے کو دے۔ تو بھی میں بادشاہ کے لیے اس لکھے کو پڑھونگا۔ اور اسکے معنے اُسے بتلاونگا۔ اے تو بادشاہ خداوند تعالی نے بنوکدنصر تیرے باپ کو سلطنت اور حشمت اور شوکت اور عزت بخشی۔ اور اُس حشمت کے سبب جو اُسنے اُسے دی ساری قومیں اور امتیں اور اہل لغت اُسکے حضور ترسان اور لرزان ہوتے۔ جسکو چاہا اُسکو ہلاک کیا اور جسے چاہا اُسے جیتا چھوڑا جسکو چاہا سرفراز کیا۔ اور جسے چاہا [illegible] اُسکی طبیعت میں گھمنڈ سمایا۔ اور اسکا دل غرور سے سخت ہوا وہ اپنے تخت سلطنت پر بیٹھنے سے معزول ہوا اور اُسکی حشمت چھینی گئی اور بنی آدم کے درمیان سے ہانکا گیا اور اُسکا دل حیوانوں سا بنا اور گورخروں کے ساتھ رہتا تھا اور اسے بیلوں کی طرح گھاس کھلاتے تھے اور اسکا بدن آسمان کی شبنم سے تر ہوا یہاں تک کہ اُسنے معلوم کیا کہ خدا تعالی انسان کی مملکت پر تسلط رکھتا ہے اور جسے چاہے اُس پر قائم کرتا ہے۔ لیکن تو اے بلشفر جو اُسکا بیٹا ہے باوجودیکہ اُس سب سے واقف تھا تسپر بھی تو نے اپنے دل سے عاجزی نہ کی بلکہ آسمانوں کے (بقیہ نوٹ پر صفحہ ۱۷۴)

* جسمیں یکم ستمبر سنہ ۱۸۷۰ کو سیڈان واقع فرانس میں فرانسیسی فوج کو آخری شکست ہوئی شہنشاہ نپولین گرفتار ہوا اور لڑائی کا خاتمہ ہوگیا۔ ۱۸۷۱ میں ... داد۔

بعد عبدالعزیز پر بھی قہر الٰہی نازل ہو گیا۔ اسکی فضول خرچیوں سے خزانہ خالی ہو گیا اور قرضوں کی سود کی ادائگی رک گئی جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ قرض ملنا بند ہو گیا اور قرض کے ملنے کے بند ہو جانیکے ساتھ ہی سلطان عبدالعزیز کا آخری وقت آ پہونچا۔ سوئے اتفاق کے بعد تھوڑے ہی عرصہ میں سلطنت کے بعید ترین غربی صوبہ ہرزگوینا میں فساد کی گھنگھور گھٹا اٹھ آئی۔ اور طوفان برپا ہو گیا اور اسی اثنا میں سازشیوں نے سلطان کو معزول کرنیکی تیاری کرلی۔ اس زمانہ میں واقعات برق رفتار سرعت کے ساتھ پے در پے ظہور میں آ رہے تھے۔ شاہزادہ عبدالحمید ماں اور ماموں کی ہم جلیسی میں اپنے گوشۂ تنہائی میں بیٹھا ہوا پہلے تو اپنے چچا کے ناگہانی عزل اور پھر اپنے بھائی مراد کے سلطان ہونیکی خبروں سے متحیر رہ گیا۔ اس واقع کے بعد فوراً ہی معزول سلطان کی خودکشی (خودکشی نہیں بلکہ قتل کہنا چاہئے) منظر عام پر آئی اور اسکے بعد بادل کی گرج کی مانند سلطان عبدالعزیز کے معزول کرنیوالے وزراء (حسین عونی پاشا وغیرہ) کے قتل اور انکے قاتل (چرکسی حسن) کی سرسری تحقیقات کے بعد پھانسی دیئے جانیکی دہشت انگیز خبر تمام دنیا میں مشتہر ہو گئی۔ دریائے ڈینیوب پر خوفناک جنگ کے مہیب سیاہ بادل روسی سرحد پر مجتمع ہو رہے تھے۔ بلگیریا کے مظالم اور کشت و خون نے یوروپ میں تہلکہ برپا کر رکھا تھا۔ مانٹی نیگرو (جبل اسود) اور سرویا (صرب) نے اپنے شہنشاہ سے لڑائی شروع کر دی تھی۔ روسی مجاہدین کے غول کے غول سروین فوجوں میں داخل ہو رہے تھے۔ دارالخلافہ میں ایک عجیب تشویش موجزن تھی۔ اسلامبول میں انقلاب کے آثار نمودار تھے۔ اور یوروپ و ایشیا دونوں براعظموں پر روسی حملہ کا خطرہ لگا ہوا تھا اور تمام بدشگونیوں کے طوفان بلاخیز میں یعنی وزراء کو گوشہ نشین (پرنس عبدالحمید) اس خبر سے ششدر رہ گیا۔ کہ اسکا بھائی مراد دیوانہ ہو گیا ہے۔ اور اسے اب ضرور تخت عثمانیہ پر جلوہ افروز ہونا پڑے گا ۔

(بقیہ نوٹ صفحہ گذشتہ) خداوند کے آگے اپنے سر کو بلند کیا۔ اور وے اسکے گھر کے ظروف تیرے آگے لائے اور تو نے اپنے امراء اور اپنی جوروں اور اپنی صورتیوں کے ساتھ ان میں مے پی۔ اور تو نے چاندی اور سونے اور لوہے اور لکڑی اور پتھر کے معبودوں کی جو نہ دیکھتے اور نہ سنتے اور نہ جانتے ہیں ان کی حمد کی۔ اور اس خدا کی جس کے ہاتھ میں تیرا دم ہے اور جس کے قابو میں تیری ساری راہیں ہیں اوسکی تعظیم نہ کی۔ سو اسکی طرف سے اوس ہاتھ کا سرا بھیجا گیا اور یہ نوشتہ لکھا گیا۔

اور نوشتہ جو لکھا گیا سو یہ ہے منے منے۔ تقیل۔ او۔ فرسین اور لفظ منے کے یہ معنے ہیں کہ خدا نے تیری مملکت کا حساب کیا۔ اور اسے تمام کر ڈالا تقیل کے یہ معنے ہیں کہ تو ترازو میں تولا گیا اور کم نکلا فرسین کے یہ معنی ہیں کہ تیری مملکت منقسم ہوئی اور مادیوں اور فارسیوں کو دی گئی۔ تب بلشفر نے حکم کیا۔ اور انہوں نے دانی ایل کو ارغوانی خلعت پہنایا اور سونے کا کنٹھا اوسکی گردن میں ڈالا اور اسکے لیے منادی کروائی کہ وہ مملکت میں تیسرے درجہ کا حاکم ہوا۔

اوسی رات کو بلشفر جو کہ بیاں کا بادشاہ تھا قتل ہوا۔ اور دارا مادی نے باسٹھ برس کی عمر میں ہو کے مملکت لیلی۔

Marfat.com

سلطان مراد کا عزل

اُس آزمایش سے بڑھ کر کوئی آزمایش مشکل سے خیال میں آسکتی ہے جس میں سے پرنس عبدالحمید کو اپنے چچا کے عزل کے وقت سے لیکر اپنے بھائی کی معزولی کے وقت تک گزرنا پڑا تھا وہ ایسی سخت آزمایش تھی کہ جنوبی امریکہ کی جمہوری ریاستوں میں سے کسی نہایت ہی بے قرار اور پر از فساد ریاست کا نہایت ہی تجربہ کار مدبر بھی ویسی آزمایش میں پورا نکلتا۔ پرنس عبدالحمید کے حق میں وہ جس قدر سخت ہو سکتی تھی۔ اُسکا پورا پورا اندازہ کرنا کسی فرد بشر کے امکان میں نہیں ہے۔ البتہ اسقدر صاف آشکارا ہے کہ اُنہوں نے تنزل تخت کی خطرناک عزت و اقتدار کو قبول کرنے سے بہت گریز کیا۔ اُنہوں نے اپنے بھائی کے عزل پر رضامند ہونے سے انکار کیا۔ جس نے اطبا کے بیانات پر کہ (سلطان مراد کا دماغ کمزور ہے) اعتبار کرنے سے پس و پیش کیا۔ اور اصرار کیا کہ غیر ملکی ڈاکٹروں سے بھی رائے لی جائے۔ مگر مدحت پاشا نے مراد کو اُتارنے کا عزم بالجزم کر لیا ہوا تھا۔

سلطان مراد کی نسبت حال ہی میں جو کتابیں شائع ہوئی ہیں۔ اُن سے پایا جاتا ہے۔ کہ اگر اُسے آرام کرنے دیا جاتا تو وہ آسانی سے صحت یاب ہو جاتا۔ لیکن اسی لیے کہ اُسکی حالت ایسی نازک تھی۔ سازشیوں نے اُسے عمداً لاعلاج اور نازک بنا دیا۔ اور جونہی غیر ملکی طبیب نے پیٹھ پھیری۔ انہوں نے اُسکو ایسی کمزوری اور ناقابلیت کی حالت میں کر دیا۔ کہ اُسکی وجہ سے بیچارے مراد کا معزول کیا جانا گو ضروری تھی۔ مگر قرین مصلحت ضرور ہو گیا۔ پرنس عبدالحمید آخری وقت تک اپنے بھائی کے تخت سے اُتارے جانے کے سخت مخالف رہے اور خود تخت پر متمکن ہونے سے بڑے زور سے انکار کرتے رہے۔ مگر جس وقت اُن کو علانیہ طور پر یہ اطلاع کر دیا گیا کہ مراد بہرحال معزول کیا جائے گا۔ اُن کے اختیار میں صرف اسی قدر ہے کہ چاہیں تو خود تخت پر بیٹھ جائیں۔ ورنہ جس کو مدحت پاشا اُنکے عوض سلطان بنائے اُسے منظور کر لیں تو انہوں نے آخرکار سر تسلیم خم کر دیا۔ اور سلطنت عثمانیہ کے خار دار تاج کو سر پر رکھنا قبول کر لیا۔ اور اُس مشکل کے دور ہوتے ہی سلطان مراد پانزدہم معزول ہو کر اُنکی جگہ اعلحضرت سلطان عبدالحمید فرمانروا بنائے گئے۔

ہو سلطان مراد خامس کی نسبت یہ محقق طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ وہ واقعی ایسے کمزور دماغ ہیں کہ اُن کا تندرست اور صحت یاب ہونا قریباً ناممکن ہے اور مدحت گو سلطان عبدالعزیز کو شہید کرنے کی سازش میں شریک ہونے کی وجہ سے سزا کا مستحق تھا۔ جو اعلحضرت نے اُسکے لیے تجویز کی۔ تاہم سلطان مراد کو معزول کر کے امیر المومنین عبدالحمید کے جانشین ہونے کے لیے راستہ صاف کر دینے سے وہ قوم پر کچھ کم احسان نہیں کر گیا۔

Marfat.com

فصل دُوم

اعلیٰحضرت سُلطان عبدالحمید خان بحیثیت سُلطان

تھوڑا ہی عرصہ ہوا کہ ایک مورخ نے سلطانی محل کی بابت اسطرح تحریر کیا "یلدز کوشک یعنی محل سلطانی میں پچھلے اچھے زمانوں کے۔ سرائے ہمایون کیطرح وہ تمام اشخاص جنکا شہزاد کی کہانیوں (الف لیلہ) میں بیان ہے یعنی خواجہ سرا، ملا، پاشا، بے، نجومی، غلام، بیگمات۔ خادمین۔ رقاصہ لڑکیاں سرکیشیا اور جارجیا (کوہ قاف) کی کنیزیں جن سب نے اپنی تن پروری اور تہی ہی کو زندگی کا اصل مدعا سمجھا ہوا ہے موجود ہیں۔ اور ان خوشنما لوگوں کی اس چھوٹی سی پہاڑی پر سلطان کی دلچسپ تصویر سب سے علیحدہ ایک مؤثر انداز میں کھڑی ہے"!

اِس خوشنما پہاڑی پر جب (اعلیٰحضرت) عبدالحمید بطور سلطان ترکی متمکن کیے گئے تو حالت ایسی ابتر تھی کہ اوسے دیکھکر مضبوط سے مضبوط دل وگردہ کا آدمی بھی لرزجاتا۔ اور سکا رنگ فق ہوجاتا مگر غالباً سلطان کی لاعلمی وجہالت اس اڑے وقت میں انکے کام آگئی کیونکہ اگرچہ وہ نادان تو نہیں ہیں لیکن تمام دوسرے ترکوں کی طرح آجتک بھی اُن تمہیدی واقعات واسرار کو جو موجودہ دنیا کی سطح کے نیچے ہیں سمجھنے میں پورے پورے کامیاب نہیں ہوئے۔ اگر اسوقت انکے علم ومعلومات کا دائرہ وسیع ہوتا یا انکی قوت متخیلہ زیادہ تیز و مشتعل ہوتی تو شاید وہ بھی سلطان مراد کی حالت کو پہنچ جاتے (یعنی نصیب اعدا وہ بھی دیوانہ ہوگئے ہوتے)۔

بالکل یکّہ وتنہا

سلطان معظم عبدالحمید کو جب اُن شخصوں نے جنھوں نے انکے چچا اور بھائی کو معزول کیا تھا اُنکے گوشہ تنہائی اور کنج عافیت سے نکالکر تخت سلطنت پر جو اندرونی بغاوت وبیرونی حملہ وجنگ کے صدموں سے ڈگمگا رہا تھا۔ لا بٹھایا تو ایک واحد شخص بھی انکا ایسا دوست نہ تھا جسپر وہ بھروسہ کرسکتے اور نہ ہی وہ امور سلطنت اور رموز مملکت سے ذرہ بھر آگاہی رکھتے تھے۔ فرمانروائی کے متعلق اُنکو کوئی تربیت نہیں ملی تھی۔ اور نہ ہی انکو اسکے لیے تیار کیا گیا تھا (فطرتی لیاقت خداداد۔ جو ظل اللہ کا زیور ہے)۔ سلطنت کی حالت ایسی ابتر تھی کہ اسکے آخری دن پہنچ گئے معلوم ہوتے تھے۔ دول اجنبیہ میں سے ایک کو بھی امید نہ تھی کہ وہ مددگار ہوگی اعیان مملکت اور تمام پاشاؤں میں ایک فرد بھی ایسا نہ تھا جسکی نسبت وہ یہ یقین کرسکتے کہ اگر ذاتی منفعت یا پبلک پالیسی (مصلحت عامہ) مقتضی ہو تو وہ اُن کو کل ہی تخت پر سے نہ اُتار دیگا۔ خزانہ بالکل خالی پڑا تھا

Marfat.com

سلطنت کی ساکھ ایسی بگڑی ہوئی تھی کہ کوئی جدید قرضہ ملنا ممکن ہی نہیں تھا۔ مگر باین ہمہ باغی سربیا اور مانٹی نیگرو کی سرکوبی یا انکی پیشقدمی کو روکنے کے لیے فوجوں کا میدان جنگ میں قائم رکھنا اور روس کے حملہ کو جو اٹل ہو رہا تھا روکنے اور اسکا مقابلہ کرنیکے لیے سرتوڑ تیاریاں کرنا ضروری تھا۔ یونان جنوب کی طرف سے اور روس شمال مشرق میں حملہ آور ہونے کی دھمکیاں دے رہے تھے۔ اور آسٹریا صاحب بھی مغربی صوبوں پر دندان آز تیز کیے بیٹھے تھے۔ کوئی صوبہ ایسا نہ تھا جس میں بغاوت کا اندیشہ نہ ہو اور ہر دول متمدنہ اصلاحات کے لیے ہائے پکار کر رہی اور گلے کا ہار ہو رہی تھیں مگر نادان یہ نہیں سمجھتی تھیں کہ اصلاحات کی پہلی اور لازمی شرط (یعنی اندرونی امن اور بیرونی حملوں سے بےخطری) ہی مفقود تھی مشکلات ایسی خطرناک اور وسائل بالکل مفقود! وہ اتمداد کریں تو کس سے بھروسہ کریں تو کس پر! اور تسلی ڈھونڈیں تو کس سے ان سب سوالوں کا جواب ہے۔

قسمت سے!

یہ تو ہم بتا چکے ہیں کہ عبدالحمید (ایداللہ بالدین) عالم فاضل نہ تھے۔ چالاک نہ تھے۔ جری و نبرد آزما نہ تھے بلکہ یہ کہ کسی ایک بات میں بھی انکو کوئی خاص فوقیت حاصل نہ تھی یہ سب کچھ سہی مگر یہی اوصاف کچھ کم نہ تھے کہ وہ خاندان عثمان کے فرزند دلبند اور (حضرت) محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے پکے معتقد اور جان نثار فرمانبردار تھے۔ برابر پانچ صدیوں سے منشاء ایزدی یہی رہا ہے کہ خاندان عثمان میں بنی نوع انسان پر بطور ظل اللہ فرمانروا ہونے کے لیے کوئی نہ کوئی فرد موجود ہے (اور یہ خانوادہ سلسلہ اولاد منقطع ہونے سے مفقود نہ ہو جائے) ممکن ہے کہ اسی بات سے اعلحضرت نے (جب بطور نتیجہ قائم کر لیا ہو کہ خداوند کریم کا یہی منشا اور یہی مرضی ہے کہ اونہی کے ہاتھ سے جو اس بزرگ خاندان کے جائز وارث اور حقدار قائمقام ہیں اسلام تو تباہی کی امڈے ہوئے طوفان بلاانگیز سے بچائے اور چونکہ منشائے ربانی یہی تھا کہ یہ کام (سلطان اعظم) عبدالحمید کے ہاتھوں ہو اس لیے یہ کس طرح ہو سکتا تھا کہ وہ اس کام سے جو قسمت نے ان کے لیے مقدر کیا ہوا تھا پہلو تہی کر سکتے یا اسکو ہاتھ میں لینے سے خوف کھاتے۔

---

* دنیا میں آج تک کسی ملک میں کسی ایک خاندان میں اتنی مدت سلطنت نہیں رہی ... ہی کو حاصل ہے۔ سینکڑوں خاندان لاولدی کے سبب گم ہو گئے۔ ہزاروں نمک حرام درباری وزراء اور ماتحت حاکموں کی بغاوت کا شکار ہوئے اور بے تعداد کو اپنی دشمنوں نے نسیاً منسیاً کر دیا مگر اس مبارک خاندان کو خداوند کریم نے ہر بلا سے اپنے حفظ و امان میں رکھا ہے۔

اور یقین کامل ہے کہ ہمیشہ کے لیے رکھے گا۔

Marfat.com

تخت نشینی سے کئی برس پیشتر جب کہ وہ ابھی نوعمر ہی تھے وہ اپنے چچا کے ساتھ اُس مشہور و معروف یورپی سفر میں شریک تھے جسکے دوران سلطان عبد العزیز مرحوم لنڈن بھی رونق افروز ہوئے تھے اور لارڈ میئر کی میونسپلٹی کے حاکم اعلیٰ نے انکی (شہر کیطرف سے) دعوت کی تھی لندنوں یہ دیکھا گیا تھا کہ پرنس عبد الحمید نہایت ہی شرمیلے کم سخن اور تنہائی پسند طبیعت کے نوجوان ہیں۔ بیان کیا گیا ہے کہ دوران قیام لنڈن بکنگھم پیلیس محل کے باغوں میں ٹہلتے وقت اگر وہ کسی آدمی کو سامنے سے آتا دیکھتے تو درختوں کی آڑ میں ہو جاتے۔ انکی طبیعت میں خود نمائی اور مزاج میں خود ستائی نہ تھی۔ (ڈنمارک کے شہزادہ) ہملٹ کی طرح (جسکی کہانی شیکسپیئر نے اپنے ناٹکوں میں لکھی ہے) وہ بگڑے معاملات کو روبہ اصلاح لانیکا کام سپرد ہونیکو اول اول یہی سمجھے کہ تقدیر نے کوئی برا انتا بدلہ لیا ہے ہملٹ کے برخلاف عبد الحمید (خلد اللہ ملکہ و حشمتہ) مسلمان اور ایسے خاندان کے شہزادے تھے۔ جس نے نسلاً بعد نسل ایسے بہادر اور مدبر پیدا کیے ہیں۔ جو عیسائی دنیا کیلیے خوف اور دہشت کا موجب اور مشرقی دنیا کی آنکھوں کا تارا تھے۔ اسی لیے جب انکو اس بوجھ کے اوٹھانے کیلیے پکارا گیا تو انہوں نے اپنا کندھا آگے کرنے میں کوئی پس و پیش نہ کیا۔ اور (اپنے خدا پر بھروسہ کر کے) سلطنت کو بچانیکے کام کا بار عظیم ع

دریں دریائے بے پایاں دریں طوفان موج افزا ٭ دل افگندیم بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا

لیکر اوٹھا لیا گو اسوقت اس کام کے کرنیکے لیے بہر حال اسقدر قابلیتیں بھی موجود نہ تھیں جتنی کہ ایک معمولی گورہ سپاہی میں فوج جرار کی کمان کرنیکے لیے ہو سکتی ہیں یعنی کہ بہت ہی کم تھیں۔

مدحت اور اُس کی مجلس آئینی

جب اعلیٰحضرت سلطان ہوئے اُسوقت مدحت کو کانسٹی ٹیوشن (مجلس آئینی) کے انعقاد کا اعلان کرکے یورپ کی آنکھوں میں دھول ڈالنے کا خیال سوجھا سلطان المعظم نے اسکو منظور کر لیا کیونکہ اسوقت وزیر اعظم اگر کوئی اور بھی تجویز سوچتا تو وہ غالباً اوسے بھی منظور فرما لیتے مگر واقعی دل سے ہرگز پسند نہیں کرتے تھے اور پہلا موقعہ ملتے ہی انہوں نے

نوٹ: اس مسئلہ پر شہزادی لوسگنان نے نہایت عمدہ اور برجستہ بحث کی ہے جو متن عہد حکومت میں درج ہے۔

ثانیاً یہ بھی اعلیٰحضرت کی کمال دانائی اور تدبر کا ایک بین ثبوت ہے کہ ابتداء میں بالکل خاموش بیٹھے اپنے زبردست سازشی وزراء کا تماشا دیکھتے رہے۔ اور جو کچھ انہوں نے کہا منظور کر لیا۔ مگر در اصل سلطنت کے کل کمی دید سے واقفیت پیدا کرتے اور اپنی طاقت مضبوط بناتے رہے۔ اور جونہی موقعہ ملا ان نمکحرام وزراء کو کان سے پکڑ کر علیحدہ کر دیا۔ جو فقط نمکحرام ہی نہ تھے۔ بلکہ مغربی علوم اور مغربی تہذیب کے سبز باغ نے جن کو آنکھوں کے نمک حرام مراد نامراد اور اُس کے دوسرے چالیس ایک چیلے (باقی بر صفحہ ۱۷۹)

Marfat.com

توشکست کر دیا۔ اور کانسٹی ٹیوشن کو الماری کے خانہ میں یا بالائے طاق رکھ دیا۔ اپنے ملک کی بیماری کے
لیے جو علاج انہوں نے سوچ رکھے تھے اُنمیں یہ مغربی تہذیب کی پارلیمنٹوں کا کٹھ راگ شامل نہیں تھا۔ خاندان
عثمان بہت سے اوصاف رکھتا ہے۔ مگر ان اوصاف میں آئینی بادشاہتوں کے اوصاف شامل نہیں ہیں
اس خاندان اور اسکے تمام نہایت ہی مشہور و معروف جانشین مطلق العنان اور خود مختار اقتدار رکھنے
والے بادشاہ تھے اور نئے قوانین وضع کرنے کا اختیار بھی اُنہوں نے اپنی ہی ذات میں محدود رکھا تھا۔ وہ
صرف بادشاہی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ حکومت بھی کرتے تھے انہوں نے پہلے خود اپنی تلواروں اور زور بازو سے اپنی
بادشاہتیں بنائیں اور ملک فتح کیے اور پھر اُن پر اپنی خود مختارانہ مرضی اور نیز اپنے مذہبی احکام کے مطابق حکومت کی
(اعلیٰحضرت) عبدالحمید کو جو فقط دو چیزوں خدا اور اپنے خاندان پر یقین رکھتے تھے۔ پارلیمنٹ بنانے یا
سلطان کے شہنشاہی اختیارات کو کسی طرح سے محدود یا کم کر دینے کا محض خیال تک کفران نعمت الٰہی معلوم ہوتا تھا
اور انکو یقین تھا کہ ایسی تدابیر سے اہل مسلمانوں کو نرغۂ اعداء سے نہیں بچائے گا (اعلیٰحضرت) عبدالحمید نے
ان خطرات سے بچنے کے لیے جو اُن کو چاروں طرف سے احاطہ کیے ہوئے تھے پرانے طریقوں پر قائم رہنے
اور پرانی تہذیب پر ہی چلنے کو مناسب سمجھا۔ کچھ عرصہ کے لیے مدحت کی خاطر اُنہوں نے کانسٹی ٹیوشن
کے سوانگ و نقل کو بادل ناخواستہ گوارا کیا کہ شاید کفار ناہنجار اس سے ٹلجائیں۔ اور ٹرکی مصائب جنگ
سے بچ جائے۔ مگر جب اس سے یہ مدعا نہ نکلا کفار نہ ٹلے اور روسی فوجوں نے دریائے ڈینوب
سے عبور کر لیا۔ اور دوسری طرف آرمینیا پر حملہ کر دیا۔ تو سلطان المعظم نے اس سوانگ تماشا کو
بند کر دیا۔ مدحت عرب کو جلاوطن کر دیا۔ جہاں وہ تھوڑی مدت بعد فوت ہو گیا۔ پارلیمنٹ توڑ دیا
گیا۔ اور کانسٹی ٹیوشن دھواں بنکر رقیق ہوا میں غائب ہو گئی۔

(بقیہ نوٹ صفحہ گذشتہ) جانوں (رضا پے وغیرہ وغیرہ) کی طرح مختل الحواس اور شوریدہ سر بنا دیا ہوا
تھا۔ خدانخواستہ اگر اعلیٰحضرت تخت پر بیٹھتے ہی اپنی ذاتی رائے سے کام کرنا شروع کرتے جو ذاتی رائے ملک کی بیماری
کی تشخیص اور اُس کے علاج میں اعلیٰ درجہ کی کامیاب ثابت ہوئی ہے تو اسکا لازمی نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ ملک حرام [illegible]
غریب سلطان مراد کی طرح فوراً تخت سے اتار دیتے۔ یہ محقق طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ مراد کے عزل کی اصلی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے مسند نشین ہوتے
ہی اپنی ذاتی رائے سے کام لینا اور مدحت اور اسکی پارٹی کی صلاح و مشورہ کو ناپسند کرنا شروع کر دیا۔ انہوں نے زعم سلطانی میں مدحت
کی طاقت کا اندازہ نہ کیا اور اُس کا جلدی ہی خمیازہ بھگتنا پڑا۔ اصل راز اُن کی معزولی کا یہ تھا۔ دیوانگی اور جنون محض
بہانہ تھا۔ مگر ہر فرعونے را موسیٰ۔ خداوند کریم نے اس گروہ کی سزا دہی کے لیے ایسے شخص کو موکل کیا جس نے انہیں
لوگوں کے ہتھیاروں سے اُن کو پامال کیا۔ (مترجم)

Marfat.com

اقتدار شخص واحد

اُس وقت سے سلطان ہوئے اور تقریباً بیس برس سے اعلیحضرت عبد الحمید بلاشک و شبہ سلطنت چلا رہے ہیں انکو سوائے اپنی ذات کے اور کسی پر یقین نہ تھا۔ اسی لیے اپنی ذات کے سوائے کسی اور پر اُنہوں نے بھروسہ نہ کیا چاروں طرف سے وہ ایسے شخصوں سے گھرے ہوئے تھے جنہوں نے انکے چچا اور بھائی کو دھوکہ دیا۔ اور جس آب و ہوا میں انہیں سکونت اختیار کرنی پڑی وہ رشوت اور بدکاری کی گرم بازاری سے متعفن اور سازشوں اور اندرونی و خفیہ داؤ گھاتوں کے تاریک ابخرات سے لبریز ہو رہی تھی اسلیے انہوں نے شروع ہی سے کسی غیر پر اعتبار نہ کرنے اور تن تنہا حکومت کرنیکا پختہ ارادہ کر لیا۔ اور گو یہ کام ناممکن معلوم ہوتا تھا اور اس تجویز کی کامیابی سے پوری ناامیدی تھی۔ مگر پھر بھی (اعلیحضرت) عبد الحمید کی انکی اس پالیسی پر کیسی ہی نکتہ چینی کیوں نہ کیجائے۔ کم از کم یہ دعوی کر سکتے ہیں کہ اسکی بدولت انکو بہرکیف ایک بہت بڑی اور مسلمہ کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ وہ کیا؟ یہ کہ اسکی طفیل انکی زندگی بچی ہی اور بچی ہوئی ہے اور یہ ایسی بات ہے کہ اکثر اسے ناممکن خیال کرتے تھے۔ مگر وہ صرف تقریباً بیس برس کے لیے زندہ رہنے میں ہی کامیاب نہیں ہوئے بلکہ اب سے کچھ مدت پہلے (یعنی مسئلہ آرمینیا کے شروع ہونے کے زمانہ تک) وہ ہمارے زمانہ کے نہایت ہی لائق اور نہایت ہی کامیاب فرمانرواؤں میں سے ایک متصور ہوتے رہے ہیں۔

(اعلیحضرت سلطان المعظم) عبد الحمید کے سخت سے سخت دشمن بھی اس بات سے انکار نہیں کر سکتے کہ وہ نہایت ہی جفاکش و محنتی بادشاہوں میں سے ہیں۔ وہ منہ اندھیرے سے لیکر بہت رات گئے تک سترہ سترہ اور اٹھارہ اٹھارہ گھنٹے یومیہ کام کرتے ہیں۔ اور یہ مسلم امر ہے کہ وہ لگاتار اس قدر محنت اپنے خیال میں اُس ودیعت عظمیٰ کے اصلی مفاد و بہتری کیلیے کر رہے ہیں۔ جو خلاق زمین و زمان نے انکے سپرد کی ہے۔ وہ کروڑوں بندگان خدا پر حکمران ہیں اور انکے محل ہمایوں میں ہزاروں شخص بستے ہیں۔ مگر وہ اپنے کمرہ کی سنسان تنہائی میں اپنی سلطنت کی بھلائی کیلیے غلاموں کی طرح محنت کر رہے ہیں۔ وہ شہنشاہ ہیں مگر انکی حالت بعینہ اس قیدی کی طرح ہے جسے حبس دوام کے ساتھ ہی محنت شاقہ کی بھی سزا دیگئی ہے اور جسے اسکے علاوہ ہر وقت قتل کیے جانیکا بھی دھڑکا لگا ہوا ہو۔ انہوں نے عیش و آرام کو تیاگ دیا۔ اور شب و روز مسلسل نہایت ہی سخت محنت کرنیکو گوارا کیا ہے۔ انکا دماغ دوسرے لوگوں سے زیادہ قوی نہیں۔ لیکن اسمیں کلام نہیں کہ انہوں نے اپنے ملک کی حالت کو سنوار دیا۔ وہ ہیرو نہیں مگر انہوں نے ایک نہایت ہی طویل و محنت طلب دن (جنگ روس) کے بوجھ اور صدمہ کو بغیر اُف کرنیکے برداشت کیا اور اب خواہ وہ (خدانکردہ) کل ہی اپنے بزرگوں کی خاک کے ساتھ ہم آغوش ہو جاویں انکے کارنامے ایسے ہونگے کہ اگر انکی حوالی مشکلات پر

نظر کیجائے تو انکی نسل کے سلاطین میں سے ایک بھی ایسا نہ ہوگا جو اُن کارناموں پر فخر نکرے۔

ہمت مردانہ اور اپنے آپ پر بھروسہ

اعلیٰحضرت سلطان المعظم عبد الحمید کو بزدل اور ڈرپوک مشہور کرنا آجکل کا فیشن ہو رہا ہے۔ مگر بدنام کنندگان کو جان لینا چاہیے کہ خاندان عثمان کا بزدلی کبھی خاصہ نہیں ہوئی۔ یہ خانوادہ موروثی بہادر وجری ہے اور اعلیٰحضرت امیر المومنین نے اپنی جرأت اور مردانگی کا کافی ثبوت دیکر ثابت کر دیا ہے کہ وہ اپنے شہنشاہی خاندان کی اس خاصیت سے معرا نہیں ہیں۔ انکی تخت نشین ہونے کے بعد فوراً ہی روسی حملہ کا مقابلہ کرنا پڑا۔ مشرقی و مغربی دونوں سرحدوں پر روسی جنگ کا طوفان برپا ہوگیا۔ اسوقت انکی اسلحہ خانے تقریباً خالی اور خزانہ بالکل تہی تھا حتی کہ فوجوں کے لیے رائفلیں بھی موجود نہ تھیں۔ اور وہ سرتوڑ جلدی سے بحر ظلمات کے پار (یعنی امریکہ) سے خریدنی پڑیں ان کی پاشاؤں کا یہ حال تھا کہ انمیں سے بعض نہایت ہی اعلیٰ اور بااختیار عہدے رکھنے والوں کی نسبت یہ عام یقین تھا کہ وہ روس کے تنخواہ دار ہیں۔ وزراء واعیان مملکت اور سپہ سالاران سلطنت میں ایک بھی ایسا فرد موجود نہ تھا جسپر امیر المومنین اعتماد کر سکتے۔ یا بورپ ہی کر سکتا۔ دول عظام میں ایک سلطنت بھی ایسی نہ تھی جس سے ایک کارتوس یا ایک پیسہ ملنے کی امید ہوتی۔ انگلستان جو انکے قبل نشینوں کا گہرا دوست اور رفیق تھا۔ بغاوت بلگیریا کی سختی سے فرو کیے جانے پر بگڑ گیا ہوا تھا۔ مگر اُس کی یہ نفیس مزاجی اور رقیق القلبی ایسی عجیب و غریب اور بعید از فہم و ادراک ہے کہ اعلیٰحضرت اُسے آجتک سمجھنے سے قاصر رہے ہیں (کیونکہ جو کچھ نیک سلوک مہذب ممالک کی حکومتوں نے اپنی باغی رعایا سے کی یا اب کر رہی ہیں وہ اعلیٰحضرت سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ اور وہ انگلستان کی اس غیر متوقع پالیسی پر جس قدر متحیر ہوں کم ہے) فرانس جرمنی سے شکست کھا کر بالکل بے جان ہو رہا تھا۔ اور اسکا عدم وجود برابر تھا۔ پس اعلیٰحضرت عبد الحمید کو اپنے بزرگوں کی طرح صرف اپنی ذات۔ مومنین کی تلوار اور اپنے قادر مطلق پر بھروسہ کرنا پڑا۔

قسطنطنیہ کی مورچہ بندی اور حفاظت

ہر ایک طرف سے مایوس و بے امید ہو کر اعلیٰحضرت سلطان المعظم نے بغیر کسی زیادہ تردد و اضطراب کرنے کے روسی حملہ کے سیل بلاخیز کو روکنے کے لیے اپنی کمر ہمت چست باندھ لی۔ آنے والے خطرناک سال ۱۸۷۸ء نے گزشتہ برس ۱۸۷۷ء کے مہیب واقعات پر اپنے نئے دردانگیز واقعات کا ذخیرہ بڑھا دیا۔ البتہ

Marfat.com

مردانہ جنگی ہزیمتوں کی ہر ساعت ترقی پذیر تاریکی میں فقط غازی عثمان پاشا نے پلیونا کی بہادرانہ حفاظت کرکے منوّر روشنی کی ایک شعاع پیدا کردی تھی۔ یورپ اور ایشیا برابر دونوں براعظموں میں روسی مجاہدین آہستگی مگر ثابت قدمی سے بڑھتے چلے آئے۔ آرمینیا میں قارص فتح ہوگیا۔ اور یورپ میں پلیونا بھی آخر کار غنیم کے حوالہ کردیا گیا۔ جس سے روسی فوجوں کو جو ایک مدت سے رکے ہوئے سیلاب کی طرح بند پڑی تھیں آگے بڑھنے کا جو موقعہ ملگیا۔ وہ کوہ بلقان پر سے طوفان بلاخیز کی طرح تمام رکاوٹوں کو توڑتی ہوئیں عبور کرگئیں اور اسلام بول کے عین دروازوں تک جا پہنچیں پس یہ نازک وقت تھا جس میں اعلیحضرت نے ثابت کردیا کہ ان میں اپنی قوم کی جنگی سپرٹ اور قدیم فوجی قابلیتوں کا کچھ نہ کچھ حصہ موجود ہے

باب عالی میں ہر بونگ مچ گیا تھا۔ اور تمام پاشا اپنی فوجوں کے اچانک تہ و بالا ہو جانے سے حواس باختہ ہوکر فی الفور بحیرہ مامورا کی دوسری طرف قصبہ بروصہ* کو ہٹ جانے کی صلاح دے رہے تھے۔ مگر اعلیحضرت سلطان المعظم نے بالکل اوسان نہ ہارے اور بڑے استقلال و استقامت سے اپنی کل طاقتوں کو قسطنطنیہ کی حفاظت کے لیے تیاریاں کرنے پر مجتمع کردیا۔ غازی مختار پاشا شہر کے حفاظتی مورچوں پر افسر اعلےٰ مقرر کیے گئے اور مورچوں کے پیچھے عثمانیہ افواج کا بچا کھچا حصہ آخری مقابلے کے لیے جمع کیا گیا۔

وہ بروصہ بھاگ جانے کی صلاح کو مسترد کرتے ہیں

اعلےٰحضرت ابھی روسیوں سے اپنے دارالسلطنت کو بچانے کے لیے تیاریاں کرنے ہی میں مصروف تھے کہ ان کو اس خبر نے چونکا دیا۔ کہ انگریزی بیڑہ جہازات جو سارا موسم خزاں خلیج بیسیکا (جو آبنائے دارڈنلز کے دہانہ

* بروصہ ایشیائے کوچک کے مشہور شہروں میں سے ہے۔ اسکا پرانا نام پروسا تھا۔ یہ بحیرہ مامورا سے تقریباً بیس میل کے فاصلہ پر کوہ المپس کے دامن میں آباد ہے۔ فتح قسطنطنیہ سے پہلے یہ سلطنت عثمانیہ کا ایشیائی دارالخلافہ تھا۔ سلطان عثمان بانی خاندان اور اُسکے پانچ عالی قدر جانشینوں کے وہاں مزار ہیں۔ اس شہر میں ۳۶۵ مساجد ہیں۔ جن میں سے اکثر نہایت عالیشان اور عجوبہ روزگار ہیں۔ اس شہر میں ریشم کی بہت صنعت کاری ہوتی ہے۔ اور اسکے متصلہ میدان میں ریشم بکثرت پیدا ہوتی ہے۔ یہ شہر پہلے بہت آباد تھا۔ مگر صدر مقام نہ رہنے اور متواتر زلزلوں سے جن میں سے ۱۸۵۵ء کا زلزلہ نہایت سخت تھا۔ بے رونق ہوگیا مگر اب بھی اس میں ایک لاکھ کے قریب آدمی بستے ہیں۔ بروصہ سے بندرگاہ مودانیہ واقع بر ساحل مامورا تک بڑی لاگت سے ریلوے لائن تیار کیگئی ہے۔ یہاں کے مفصل حالات کتاب استنبول و قسطنطنیہ میں درج ہیں۔ (مترجم)

Marfat.com

کے قریب ہے) میں بیکار پڑا افریقین کی طبع آزمائیوں کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ اب آبنائے ڈارڈ نیلز میں سے بحبر گذرنے پر مستعد ہوگیا ہے۔ قلعوں کو اس بحری حملہ کے روکنے کے لیے احکام بھیجے گئے۔ اور اُن قلعوں کے گولہ انداز جو آبنائے کے دونوں سواحل پر بغرض حفاظت بنے ہیں۔ انگیزی امیر البحر ہار نبائی کے آہن پوش جہازات سے دو دو ہاتھ کرنے کے لیے تیار ہوگئے۔ مگر آخر کار جہازات کو گذرنے کی اجازت ملگئی۔ لارڈ بیکینسفیلڈ کا مدعا تو اس پیشقدمی سے بلا شک و شبہ روسیوں کو ڈرانے کا تھا۔ مگر اتفاق وقت سے اُسنے ہلچل زیادہ ڈالدی ترکوں میں جو یہ سمجھے کہ ہم پر آگے پیچھے دونوں طرف سے اب ایک اور نیا دشمن حملہ آور ہوگیا ہے۔ اور قریباً ٹھیک اسیوقت جبکہ انگریزی بیڑہ دردانیال سے گذر کر پرنس آیلینڈ (شہزادہ کا جزیرہ) میں جو قسطنطنیہ سے دخانی جہازوں کا ایکدن کا راستہ ہے۔ لنگرانداز ہوا۔ دار السلطنت میں وزیر اعظم کی اس تجویز پر کہ ایشیا کو فوراً ہٹ جانا چاہیے غور کرنے کے لیے ایک کونسل منعقد ہوئی۔ اس کونسل میں بڑے بڑے عہدوں والے اور با اقتدار پاشا اور وزرا بیٹھا جمع ہوئے۔ اور غالب رائے یہی تھی کہ چونکہ دار الخلافہ اب دشمنوں کے درمیان ہوگیا ہے۔ ایکطرف روسی سین سٹی فانو میں مقیم ہیں۔ اور دوسری طرف انگریزی بیڑہ جزیرہ شہزادگان میں لنگرزن ہے اسلیے ایشیا کو بھاگ جانے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں رہگیا۔ یہ وہ دوسرا اشد نازک وقت تھا جس میں اعلیحضرت سلطان المعظم نے اپنے تئیں عثمان کا سچا جانشین و سپوت فرزند ثابت کر دکھایا جو باوجود اپنے بزدل مشیروں کے ازدحام میں پھنسے ہونے کے جو گریز بلا تاخیر پر سخت مصر تھے۔ اعلیحضرت نے اپنے دار السلطنت کے چھوڑنے سے کمال استقلال اور مردانگی سے بڑے زور کے ساتھ انکار کردیا۔ اور صاف کہہ دیا کہ ہرچہ آید پیش برابر قسطنطنیہ میں رہونگا۔ اور اس شہر کی اچھی یا بُری قسمت میں جو چار سو برس سے میرے خاندان کا تخت گاہ چلا آرہا ہے شریک حال ہونگا۔ انکی رائے سب کی رائے پر غالب آئی۔ بروصہ کو بھاگنے کی صلاح مسترد ہوگئی۔ اور اعلیحضرت نے باوصف بزدل اور کمزور وزراء و امراء میں گھرے ہونے کے سینٹ صوفیا کے بڑے کلیسیا کے کلس کو صلیب پر غالب رکھا یعنی مسجد ایاصوفیا کو جو قبل از فتح قسطنطنیہ عیسائیوں کا بڑا معبد تھی۔ پھر گرجا ہوجانے سے بچالیا۔

وہ ترکی بیڑہ جہازات کو بھی بچا لیتے ہیں

جو کچھ ہمنے اوپر بیان کیا ہے انکی ہمت مردانہ اور مضبوط دل کا صرف یہی ایک امتحان نہ تھا۔ جب

بمقام سین سٹی فانو جرنیل اغناٹیف (روسی سفیر) اور ترکی سفراء (صفوت پاشا وغیرہ) میں صلح کی شرائط کی گفتگو ہو رہی تھی تو روسیوں نے مغانم جنگ میں کل ترکی بیڑہ کو بھی بطور غنیمت طلب کیا۔ احمد وافق اور محمود ندیم نے جو موجودالوقت وزارت کے سب سے زیادہ مضبوط دل اور جری ارکین تھے۔ روسی مطالبات کو منظور کر لینے کی بڑے زور سے صلاح دی انہوں نے اپنی رائے کی تائید میں دلیل یہ پیش کی کہ ترکی مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتی۔ روسی شرائط کے نہ ماننے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جنگ پھر چھڑ جائے گی اور اگر جنگ دوبارہ چھڑ گئی تو کاسک یا قزاق (روسی سواران بیتیاء) بلا کسی مزاحمت کے بیدرنگ سلطانی محل کے دالان تک پہونچ جاویں گے۔ اور اپنے دار الخلافہ کے مفتوح ہوجانے کے بعد سلطنت عثمانیہ جانبر نہیں ہوسکے گی۔ مگر یہاں بھی اعلیٰحضرت کی مستحکم طبیعت اپنا رنگ دکھا گئی۔ وہ پکار اٹھے۔ یہ کبھی نہیں ہوگا۔ یہ کبھی نہیں ہوگا"! اور پھر دست خاص سے گرینڈ ڈیوک نکلس (برادر زار) اسکندر دوم کمانڈر انچیف افواج) کو خط لکھا کہ ترکی بیڑہ جہازات کا حوالہ کرنا ناممکن ہے۔ اور ایک خلاف عادت اور غیر معمولی جوش سے اس خط میں یہ بھی ایزاد کر دیا کہ بیڑہ کو روسیوں کے ہاتھ میں پڑا دیکھنے سے میں اسکو ترجیح دونگا کہ میں خود جہاز میں بیٹھا ہوں اور کل بیڑہ معہ میرے بارود سے کرۂ ہوا میں اڑا دیا جائے۔ ممکن ہے کہ یہ لاف زنی ہو۔ مگر ہو بھی تو اسمیں کلام نہیں کہ نہایت ہی اعلیٰ قسم کی ڈینگ و لاف تھی۔ یہ ایک ایسے بادشاہ کی لاف زنی تھی جو تباہی کے کنارے پر کھڑا تھا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ ایسی لاف تھی جو کارگر ہوگئی۔ روسیوں نے یہ مطالبہ ترک کر دیا اور ترکی دار الخلافہ کی طرح ترکی بیڑہ کو بھی سلطان اولوالعزم سلطان نے بچالیا۔

وہ مامور من اللہ ہیں کہ ادنیٰ و اعلیٰ سب کی خود نگرانی کریں

انہی دو نہایت ہی نازک موقعوں کا یاد کر لینا اس بات کے سمجھنے کے لیے کافی ہے کہ اعلیٰحضرت امیر المومنین کیوں یہ باور کیے بیٹھے ہیں کہ بادشاہوں کے بادشاہ رب کریم نے انہی کی ذات مبارک کو گورنمنٹ کی ذمہ داری ودیعت کی ہے بس یہی وجہ ہے کہ برابر اس وقت سے لیکر (مولانا سلطان المعظم) عبد الحمید تن تنہا حکومت کرنے پر مصر ہے ہیں چھوٹا کام ہو یا بڑا ارض روم کے دور دست قصبہ میں کسی پولیس کنسٹبل کو مقرر کرنا ہو یا قسطنطنیہ میں کسی تھیٹر کے لیے قواعد و ضوابط منضبط ہونے ہوں انمیں بھی سلطانی احکام کا حصول دیکھا ہی

ٹو مسٹر سٹیڈ اس ایک ہی فقرہ سے تو نے اپنی قساوت قلبی اور سنگدلی کا پورا پورا ثبوت دے دیا ہے تو خود مانتا ہے کہ سلطنت عثمانیہ اور اسکے فرمانروا کے سر پر اس وقت ظالم جلاد کی تلوار صرف ایک باریک بال کے سہارے پر لٹک رہی تھی تو ناداں تو ذرا غور کر کہ کیا یہ ڈینگ مارنے اور لاف زنی کا موقعہ تھا افسوس ہے

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد عیب نماید ہنرش در نظر

Marfat.com

ضروری ہے جیسا کہ سلطنت کے بڑے بڑے اہم معاملات میں۔ وہ یہ لازمی سمجھتے ہیں کہ ہر ایک چیز کی نسبت وہ بذات خاص حکم دیں۔ ہر ایک چیز کو وہی منظور کریں۔ اور ہر ایک بات کی یہ نفس نفیس نگرانی کریں۔ جیسے خدا کی نظروں میں کوئی چیز بڑی ہے نہ چھوٹی بلکہ سب چیزیں یکساں وقعت رکھتی ہیں بعینہ وہی خدا کے برگزیدہ کا حال ہے جو اسلامبول میں بادشاہی و فرمانروائی کرتا ہے۔

فصل سوم(۳)

انہوں نے اچھے کام کون سے کیے ہیں

جس سلطنت پر (اعلیٰحضرت مولانا السلاطین) عبد الحمید فرمانروائی کر رہے ہیں اُس کے لیے انہوں نے کیا کیا ہے؟ سب سے اول اور سب سے بڑھ کر یہ کہ انھوں نے اُسکو بیس برس سے قائم و موجود رکھا ہے اور اُنکی ذات مبارک جنگ و بغاوت۔ غداری نمکحرامی۔ قاتلانہ سازشوں اور دیوالیہ پن سے بچتی چلی آئی ہے۔ اور اکیلا یہ امر ہی بذاتہ کچھ کم قابل قدر کامیابی نہیں ہے۔ اس بات کی کسی کو امید نہ تھی کہ وہ کامیاب ہونگے۔ مگر وہ کامیاب ہوئے ہیں یعنی کہ وہ کم از کم اسقدر کامیاب تو ضرور ہوئے ہیں جس قدر کہ اس شخص کو کامیاب کہا جا سکتا ہے جو تباہی اور معدومیت کے مسلسل خطرہ سے بچنے میں کامیاب ہو رہا ہو۔

انکی خارجی حکمت عملی

ثانیاً یہ کہ وہ دول اجنبیہ سے معاملات کرنے میں اُس سے زیادہ معقولیت پسند اور پریکٹیکل رہے ہیں جتنے کہ وہ ہو سکتے تھے یعنی اگر چاہتے تو اسقدر معقولیت پسند اور پریکٹیکل بنتے۔ مانٹی نیگرو کے بندرگاہ ڈلسگنو اور یونان کو علاقہ ایپائیرس حوالہ کرنے میں وہ ابتداً[illegible] کرتے رہے اور اُن کے عزم کو جلد پختہ کرنے کے لیے بحیرہ ایڈریاٹک میں بحری طاقت کی

---

(۱) یہ انگریزی لفظ اردو میں اب عام مستعمل ہو گیا ہے۔ اگر انسان کی صفت ہو تو اس سے یہ مفہوم ہے کہ وہ شخص فکر مند اور خیالی پلاؤ پکانے والا نہیں ہے۔ بلکہ وہ بات یا کام کرنے والا ہے جو ممکن العمل ہے۔

(۲) مانٹی نگرو سرویا وغیرہ کو [illegible] فتوحات دلانے کے علاوہ عہدنامہ برلن [illegible]

کی نمایش اور سمرنا کے پروٹسٹنٹ خانوں پر حملہ آور ہونے کی دھمکی دینے کی ضرورت پڑی۔ مگر آخر میں انہوں نے ضد چھوڑ دی اور یوروپ کا کہا مان لیا۔

معاملات بلگیریا میں انہوں نے توقع سے بڑھکر معقولیت سے کام لیا جب ۱۸۸۵ء میں صوبہ مشرقی رومیلیا نے عہدنامہ برلن کو بالائے طاق رکھکر خود کو بلگیریا کی ریاست سے ملحق کردیا تھا سلطان المعظم اگر حملہ آور ہوکر باغی صوبہ کی گوشمالی کردیتے اور فلپ پولی (صدر مقام مشرقی رومیلیا) میں اپنی حکومت پھر قائم کردیتے تو عہدنامہ برلن کی رو سے وہ ایسا کرنے کے مجاز

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۵) یونان کو کچھ ملک دیکر راضی کردے اور اگر دونوں سلطنتوں کا باہمی تصفیہ نہ ہوسکے تو دول یوروپ سرحد مقرر کر دیں۔ اسیطرح مانٹی نیگرو کو حسب ذیل قطعہ دلایا گیا۔ اسمیں دول یوروپ نے بندرگاہ ڈلسگنو کو (جو بحیرہ اڈریاٹک کے کنارے صوبہ البانیا کا مشہور شہر ہے اور جسکی آبادی دس ہزار کے قریب ہے) باخلاف منشا ترکی کے شامل کردیا۔ سلطان المعظم کو سیدھے ہاتھوں کوئی مزید ملک یونان یا مانٹی نگرو کو دینا سخت ناگوار تھا۔ ادھر یونان دوسرے بھائی بند ملکوں سے اس قدر تیز ہو رہی تھیں کہ سارا صوبہ تھسلی، آیا پرس اور تقریباً نصف مقدونیہ اور البانیا مع صدر مقام جنینا کا مطالبہ کرتا تھا۔ سلطان کچھ عرصہ تک تو ٹال ٹول کرتے رہے مگر یوروپ کی ایماندار دول اسمیں کہ ثالث بننے والی تھیں انہوں نے بمقام برلن کانگریس کے اپریل ۱۸۸۰ء میں مانٹی نگرو کی سرحد اور جون ۱۸۸۰ء میں یونان کی سرحد کا خود ہی فیصلہ کر سلطان کو مجبور کیا کہ بندر مذکور مانٹی نگرو اور کل علاقہ ملحقہ مع صدر مقام جنینا یونان کو دیدو۔ اور جب سلطان المعظم نے نہ مانا تب سب طاقتوں نے اپنی جنگی جہازات بندرگاہ ڈلسگنو پر بھیجدیئے۔ سلطان بیچارے میں اسوقت مقابلہ کی طاقت نہ تھی لاچار بندرگاہ خالی کر مانٹی نگرو کو دیدیا لیکن یونان کو وہ سارا علاقہ جسکا فیصلہ دول نے کیا تھا دینے سے انکار کردیا جسپر دول نے پھر جنگی دھمکی سے کام لیا اور آخر کار یونان کو تھسلی اور آیا پرس مشہور بندرگاہ ولو دلا ہی دیا۔ مگر ان عیسائی ریاستوں اور انکی معاون مسیحی طاقتوں کی ایمانداری دیکھو کہ ان مقبوضہ علاقوں کے عوض ترکی قومی قرضہ کا کچھ حصہ جو ان کے سر پڑ ڈالا گیا تھا اسکا آج تک حبہ نہیں ادا کیا گیا۔ اپنی ۱۸۸۱ء کی جنگی دھمکیوں اور بحری نمایشوں کے بلے ہوئے دول یوروپ نے شورش آرمینیا کے متعلق ۱۸۹۵ء میں جنگی جہاز دردانیال پر بھیجکر اعلیٰحضرت کو دبا دھمکا کر اپنا الو سیدھا کرنا چاہا تھا مگر نادان یہ نہ سمجھے کہ ہر روز عید نیست کہ حلوا خورد کسے اب ۱۸۸۱ء والی حالت نہیں ہے کہ امیر المومنین دب جائینگے۔ اب وہ کلہ بکلہ جواب دینے کیلئے کافی مضبوط اور مستعد ہیں۔ چنانچہ ترکی جواب سنکر یہ سارے بہادر یکے بعد دیگرے دردانیال سے دم دبا کر بھاگ آئے اور کسی کو چون و چرا کرنیکی جرأت نہ ہوئی۔ یقطہ دلخوش کن(؟) باتیں تھیں ورنہ فرانس و روس نے کچھ نہیں کرنے دیا ۱۸۲۸ء ۱۸۳۰ء اور ۱۸۷۸ء بلکہ ۱۸۹۷ء میں بھی یہی روس و فرانس تھے جنہوں نے دول کے ساتھ ملکر یونان کو آزاد کردیا۔ رومینیا سرویا مانٹی نگرو کو خود مختار بنایا اور انکو مزید علاقے دلائے آسٹریا کو بوسنیا و ہرزیگووینا دلایا بلگیریا کو نیم مختار صوبہ کردیا۔ اور آخر کار جنگی دھمکی میں شامل ہوکر مانٹی نگرو اور یونان کو زائد علاقے دلائے۔ اصل بات یہ ہے کہ سلطان المعظم کی طاقت بفضل یزدان اب ایسی زبردست ہوگئی ہے کہ وہ انکی گیدڑ بھبکیوں کی چنداں پروا نہیں کرتے اسوقت بغیر لڑائی کے ایک گز زمین کا ملنا محال ہے اور سلطان کی جنگی طاقت کا مقابلہ کرنے کی کوئی واحد سلطنت اپنے میں سکت نہیں دیکھتی۔

غالباً روس بھی انکی مزاحمت نہ کرتا مگر انہوں نے دونوں صوبوں کو اپنے حال پر چھوڑ کر مداخلت کرنے سے
موقوف کیا اور اس میں سالہ تدبیر و حکمت عملی کا بدیہی نتیجہ یہ ہوا کہ آجکل کے دن بلغاری رعیت انکی نسبت
انہوں نے انکو آزاد کرایا۔ غالباً سلطان المعظم کے زیادہ ممنون اور ہوا خواہ ہیں۔ ثالثاً یہ کہ مصر میں انہوں نے
کوئی پر شرارت دست اندازی نہیں کی جسے وہ چاہتے تو کر سکتے تھے۔ اگر وہ مشترکہ قبضہ کی تجویز کو منظور کر لیتے تو
معاملات مصر میں نہایت خوفناک پیچیدگیاں پیدا ہو جاتیں لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور گو وہ اس انکار کا
اب تک ہی کیوں نہ افسوس کر رہے ہوں مگر اس کے ذریعہ سے انہوں نے قاہرہ میں انگریزی حکومت کے قائم ہونے
میں فی الحقیقت بہت بڑی امداد دی ہے۔ افواہ ہے کہ عربی پاشا کو بغاوت کرنے پر انہوں نے آمادہ کیا تھا۔
اگر یہ درست ہے تو ہم (یعنی انگریز) انکے اور زیادہ ممنون ہیں۔ نہ عربی بغاوت کرتا اور نہ قاہرہ کی بارکوں میں
سرخ کوٹ والے گورے اقامت گزین ہوتے۔ رابعاً یہ کہ انکو عرب میں ایک نہایت ہی خطرناک بغاوت سے سابقہ
پڑا۔ اسے انہوں نے نرمی اور دلجوئی کی پالیسی سے فرو کر دیا۔ اس حکمت عملی سے سلطنت عظمیٰ ایک نہایت
ہی سنگین خطرے سے بچ گئی۔ اور ساتھ ہی عربوں کو جور و تعدی سے بچنے کے لیے کافی ضمانتیں مل گئیں +

مالی حالت کی درستی اور فوجی اصلاح

خامساً یہ کہ انہوں نے قرضہ قومی کے سود کی ادائگی کے لیے ایک انٹرنیشنل کمیشن (کونسل وکلاء ممالک متحدہ)
قائم کی۔ یہ بڑی دل و گردہ کا کام تھا۔ اور اسمیں بڑی جرأت و ہمت مطلوب تھی۔ مصر میں انٹرنیشنل کمیشنوں سے جو نتائج

---

* یہ اشارہ ہے اُس معاہدہ کیطرف جو ڈرمنڈ ولف کی مشن کو سلطنطنیہ بھیجکر گورنمنٹ انگلستان نے تجویز کیا تھا مگر جسے سلطان نے
منظور نہیں کیا تھا اس کا مفصل ذکر کتاب عہد حکومت کے باب متعلقہ مصر میں مندرج ہے +

** مسٹر سٹیڈ نے افسوس کیا بھی ایسا ہی کوئی افسوس ہو گا جو ہے جیسے ہیں جو شفیق ہے ... اگر مدبر ملک منظور ہو کہ ہم سے ہیں کہ
سلطان المعظم اگر چاہتے تو ایک گھنٹہ کے اندر انگریزوں کو مصر سے باہر نکال سکتے ہیں۔ یہ خود جانتے کوئی مصلحت ہے جو وہ دم بخود بیٹھے
ہیں اور خدا معلوم وہ خود آگ لگا کے ہر اس مصر کی ہڈی پر کتنے رقیبوں کو آپس میں کٹتے مرتے دیکھنا چاہتے ہیں یہاں
کا یہ شعر کیا تم نے نہیں سنا ہے ؎ گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش + رموز مملکت خویش خسروان دانند

+ مصر میں یورپ کے قدم مبارک انہی کمیشنوں کے طفیل داخل ہوئے تھے۔ اسمٰعیل پاشا مرحوم نے کروڑوں روپیہ قرض لیکر
فضول خرچیوں میں برباد کر دیا جسکی نوبت آخر کار یہاں تک پہونچی کہ سود کی ادائگی بھی دشوار ہو گئی اور ترکی قرضہ کی
طرح مصری قومی قرضہ کا سود بھی اور تنخواہوں کا ملنا بند ہو گیا۔ پاشا مرحوم نے ملک کی مالی حالت درست کرنے کے لیے ایک کمیشن
مقرر کر کے چند انگریزوں فرانسیسیوں اور دیگر ممالک کے بعض نامور آدمیوں کو اسکا ممبر بنایا (بقیہ نوٹ صفحہ ۱۸۸)

پیدا ہوئی تھی۔ وہ انکو دیکھ چکے تھے۔ قدرتی بات ہو کہ عین اپنے دروازہ پر حکومت کو اندر آنیکا درحکومت کرنیسے وہ بہت جھجکتے تھے۔ مگر جب انکو یقین ہو گیا کہ یہ امر ضروری ہی تو انہوں نے اس ضرورت کے آگے سر تسلیم خم کر دیا جو ایثار اور جانفشانی کا یہ انعام ملا کہ انکی سلطنت کی ساکھ یوروپ کے سٹاک ایکسچینجوں (تبادلہ گاہان دستاویزات سرکاری یعنی دول متمدنہ کے تمسکات اور بیمہ اسیری نوٹوں کی خرید و فروخت کی منڈیوں) میں پھر قائم ہو گئی۔ جب وہ تخت پہ بیٹھے تھے ٹرکی دیوالیہ تھی اُسنے اپنا سب سے آخری قرضہ ۱۲ فیصدی سود پر لیا تھا۔ آج خزانہ گو لبریز ہو کر اچھل نہیں رہا مگر اپنی ذمہ واریوں کے ادا کرنیکے قابل ہو۔ اور انکو ایسی باقاعدگی اور پھرتی سے ادا کرتا ہے کہ ٹرکی پانچ فیصدی سود پر جتنا قرضہ چاہے لیسکتی ہو۔ سادہ سا یہ کہ اعلیٰحضرت نے فوج کی آراستگی اور تربیت کو بڑھانے میں بہت کوشش کی ہو انہوں نے اسکی اصلاح جرمن افسروں کے سپرد کی۔ اور کپتان نارمن جسنے اس مضمون پر رسالہ یونائیٹڈ سروس میگزین میں تحریر کیا ہو۔ سلطان کی بہت تعریف کی ہو کہ انہوں نے فوجکو ایک بیش قیمت جنگی طاقت بنانے میں بہت کچھ ہمت کی ہو۔ انہوں نے توپخانہ کے باتریوں کو توپوں سے بھر پور اور کل سپاہیوں کو میگزین رائفلوں سے مسلح کر دیا ہے اور بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اب پانچ لاکھ آدمی میدان جنگ میں لا سکتے ہیں۔

تعلیم و فنون

سابقاً اعلیٰحضرت مولانا امیر المومنین) عبد الحمید نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ تعلیم کی اعلیٰ قدر و منزلت کے کمال معترف اور اسکی نہایت ہی قدر کرنے والے ہیں۔ جب کہ وہ فیلڈ مارچ کرتے ایڈریانوپل پر بڑھے چلے آرہے تھے تو وہ ملکیہ سکول کے قائم کرنے میں جو سول سروس کیلئے تیار کرنیکا کالج ہے نہایت مشغول و مصروف تھے جنگ کے ختم ہو جانے پر کیونکہ جنگ کے موقعہ پر تو قانون بھی ساکت ہو جاتا ہو۔ انہوں نے دار الخلافہ میں ایک قانونی مدرسہ قائم کیا۔ یہ ایسی اصلاح ہے کہ برطانیہ کلاں بھی اس بارہ میں اب تک سلطان المعظم کی برابری نہیں کر سکا۔ وہ بیشمار دیگر پیشہ سکول بھی قائم کر چکے ہیں۔ اور انکے عہد حکومت میں آج تک دو ہزار نئے ابتدائی مدارس تیار ہو چکے ہیں جن میں ایک لاکھ طلباء تعلیم پاتے ہیں۔

ثانیاً۔ اعلیٰ حضرت نے تعلیم نسوان کی ترقی میں جو شوق ظاہر کیا ہے اس کے لیے وہ خاص تعریف کے مستحق ہیں قسطنطنیہ اور دیگر شہروں میں مختلف زنانہ مدارس قائم کرنیسے انہوں نے اس بارہ میں قابل تعریف پیشقدمی

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) اس کمیشن کی بدولت رفتہ رفتہ اثر انگلستان کا مصر میں بہت راسخ ہو گیا کیونکہ زیادہ تر تنخواہ انہی دونوں ملکوں کے تھے کچھ عرصہ بعد وہ عملی میں ایک عربی کی بغاوت ہونے پر تنہا انگریزوں کا تصرف ہو گیا آئے تم مالی حالت درست کرنا اور بزعم خود بن بیٹھے ہیں اور اُنکو اس مخلوط کمیشن کا آخری نتیجہ وار اسی نتیجہ سے سلطان المعظم خائف تھے۔

Marfat.com

کی ہے۔ تاہم مگر اعلیحضرت نے فنون کی طرف کسقدر توجہ مبذول کی ہے جو سلاطین عثمانیہ کیلیے ایک بالکل نئی بات ہے۔ انکی سلطنت میں صفحہ عالم کے باقی تمام جگہوں کی نسبت بہت زیادہ دفینے موجود ہیں۔ مگر سلاطین عثمانیہ نے یونانی فن و ہنر کی بیش بہا یادگاروں اور آثار سے اسیقدر شوق ظاہر کیا۔ جس قدر کہ اشانٹی کے حبشی اعلیٰ ریاضی سے شوق رکھتے ہیں۔ حضرت ممدوح نے اس وحشیانہ جہالت کو دور کر دیا ہے۔ مسٹر شایفیور جو ۱۸۹۱ء میں ٹرکی گئے حسب ذیل تحریر کرتے ہیں:۔

"اب پہلی مرتبہ سلطان کے خزانہ کی نادر و دلفریب اشیاء ترتیب وار رکھی گئی ہیں۔ اور خاص اجازت سے انکا معائنہ ہو سکتا ہے۔ سلطان معظم نے حمید بے کی زیر نگرانی قدیم اشیاء کا ایک عجائب گھر بھی قائم کیا ہے۔ یہ قدیم اشیاء کا بڑا مبصر ہے وہ مذہباً مسلمان ہے مگر بیٹا ایک یونانی کا ہے۔ جو بچپن میں جزیرہ ساؤس سے پکڑ کر لایا گیا تھا۔ اب حال ہی میں سدوم کے کھنڈرات سے تین عالیشان تعویذ یا سنگین تابوت دستیاب ہوئے ہیں جن میں سے ایک میں خیال کیا گیا ہے کہ اسکندر اعظم یا اسکے کسی جرنیل کی لاش مدفون تھی۔ اسپرٹا کے دستکاروں نے تصویریں اور بیل بوٹے بنائے ہوئے ہیں جب کہ یونانی فن عین عروج پر تھا۔ اکثر کا خیال ہے کہ خوبی میں تو وہ الجن کے مرمرین سنگوں کے برابر اور نقش و نگار کے قائم رہنے میں ان سے بڑھا ہوا ہے۔ اکیلا یہی تابوت عجائب خانہ کو مشہور آفاق بنانے کیلیے کافی ہے وہ بالضرور تمام یوروپ کے سنگتراشوں کی نگاہیں اپنی طرف متوجہ کرائیگا۔ اعلیٰحضرت نے فنون لطیفہ کا بھی ایک مدرسہ بنایا ہے"۔

انتظامی اصلاح

علاوہ ازیں اعلیحضرت نے جوڈیشل انتظام کی ترتیب و اصلاح میں بہت محنت کی ہے۔ اس محنت کے فائدہ کا میں تو قائل نہیں۔ مگر ممکن ہے کہ سلطان جہانتک انسے ہو سکے سب سے اچھی بات کرنی چاہتے ہوں اسمیں شک نہیں کہ انہوں نے اسبارہ میں بیحد محنت کی ہے بقول حقی بے اعلیٰحضرت کے عہد حکومت میں محکمہ عدالت کے متعلق نہایت ہی کارآمد و مفید اصلاحات عمل میں آئی ہیں منصفاتی عدالتوں کی از سر نو درستی و ترتیب۔ سرکاری مہتمموں اور ایڈووکیٹ جنرلوں کا تقرر۔ تجدید یا ترقی کا باقاعدہ سلسلہ مقرر ہونا۔ جو انکو دیانتدار اور منصف بنانے کے واسطے نہایت زبردست آلہ ہے۔ دیوانی و فوجداری ضابطوں کا انضباط یہ سب اس مصلحانہ پالیسی کے نتائج ہیں جو صیغہ عدالت عالیہ میں برتی گئی ہے۔ علاوہ بریں محکمہ عدالت عالیہ کیلیے لائق اور تعلیم یافتہ عہدہ دار بہم پہونچانے کے لیے ایک قانونی مدرسہ قائم کیا گیا ہے۔ پولیس کی درستی بھی اسی مبارک عہد میں ہوئی ہے جس میں عثمانی رعایا کی بہتری کیلیے بیشمار کام ظہور میں آچکے ہیں پولیس، جنڈارمہ (جنگی پولیس) اور محکمہ عدالتہائے فوجداری کے فرائض میں جو قدیم سے کھلبلی پڑی چلی آتی تھی

اس عجائب خانہ اور اسکی اشیاء کے مفصل حالات کتاب عجائبات استنبول و قسطنطنیہ میں جو حمیدیہ ایجنسی دفتر اخبار وطن لاہور سے مل سکتی ہے درج کیے گئے۔

Marfat.com

کہ ایک کے فرائض دوسرے سے ممیز تھے۔ اسکا خاتمہ ہو گیا ہے چند ار مسلح جماعت ہونیکے باعث محکمہ جنگ کے ماتحت کر دیگئی ہے۔ اور حفاظت عامہ کے لیے وزارت پولیس مع اپنے ضروری لوازمات وفنیات کے علیحدہ کر دیگئی ہے۔

یازدہم اعلےٰ حضرت مولانا السلطان المعظم عبد الحمید نے ریلوں کی تعمیر سڑکوں کی تیاری اور اپنی سلطنت کے شہروں کو موجودہ تہذیب کے ضروری لوازمات (پانی کے نل گاس یا برقی روشنی صفائی وغیرہ وغیرہ) سے پیراستہ کرنے پر بھی کسی قدر توجہ کی ہے یہ سچ ہے کہ یہ کل باتیں جو اوپر درج ہوئی ہیں محض جزوی اصلاحات ہیں جو معمولی وقعت رکھتی ہیں۔ مگر پھر بھی جتنی کچھ کہ وہ ہیں انکا بیان کر دینا ضروری تھا۔

سلطان المعظم کی بیحد مصروفیت

اعلیٰ حضرت نے اور کچھ نہیں تو کم از کم یہ تو کیا ہے کہ اپنی سلطنت کو جنگ کے مصائب سے محفوظ رکھا اگر وہ چاہتے تو ان سے بڑی آسانی سے کبھی کی کسی جنگ میں مبتلا کر دیتے۔ دشمنوں نے انکو بہت دفعہ بھڑکایا اور جنگ پر برانگیختہ کیا مگر وہ ان کے فریب میں نہ آئے۔ اگر کوئی اور سلطان ہوتا۔ تو عیسائی طاقتوں نے جیسا انکو دق کیا پہلی ہی دفعہ برافروختہ ہوجاتا۔ جنگ یہ ورثے کے لیے وہ جوابدہ نہیں۔ وہ تو ایکطرح انکو میراث کے ساتھ ملی تھی۔ انکے سر پڑنے پر جو کچھ ان سے بن پڑا انہوں نے اپنے امکان بھر کیا۔ مگر اسکے بعد اپنے ہمسایوں سے جنگی مٹ بھیڑ کرنے سے بچنے کی کوشش میں وہ کامیاب رہے ہیں۔ اور انہوں نے اپنی تمام ہمت و کوشش کو اس چیز پر صرف کیا جسے اپنے خیال میں اپنی رعایا کے حق میں واقعی اور حقیقی بہتری سمجھتے ہیں۔ پروفیسر آرمی نس ویمبری حال میں سلطان المعظم سے ملے تھے وہ سلطان المعظم کی بڑے زور سے تعریف کرتے ہیں کہ حضور ممدوح امور سلطنت میں بے نظیر جانفشانی اور محنت سے کام کرتے ہیں۔ پروفیسر موصوف کی تحریر حسب ذیل ہے۔

"سلطان المعظم کو جب اپنی ہی باغیں چہل قدمی کرنے تک کی فرصت بمشکل ملتی ہے۔ تو یہ کسطرح ممکن ہے کہ اپنے لیے کوئی زیادہ یعنی آسایش وار کھ سکتے ہونگے۔ اعلیٰ حضرت سلطان عبد الحمید کیلیے تخت مطلقاً کوئی آرام کی جگہ نہیں ہے۔ اور چونکہ چند ہفتے ہوئے مجھے انکا مہمان رہنے کی عزت حاصل ہو چکی ہے۔ اس لیے میں ان ذاتی مشاہدہ کی بنا پر بیان کرتا ہوں کہ آجتک کوئی مشرقی بادشاہ ایسا نہیں ہوا جسنے ٹرکی کے موجودہ فرمانروا کی طرح اپنی کل ہمت و قوت اپنے ملک کی بہتری اور خوشحالی کے لیئے صرف کی ہو"

Marfat.com

فصل (۴) چہارم

اعلیٰحضرت نے غیر پسندیدہ کام کونسے کیے ہیں

اچھا اگر مندرجہ فوق مرحوم سلطان کے اچھے کام ہیں تو بُرے کونسے ہیں؟ خاندان عثمان کے خیالات اور اصولوں کو مدنظر رکھا جائے تو وہ دو ہیں مگر یہ دونوں ایسے ہیں کہ اُن کی نہایت ہی سخت مخالف اور معترضین بھی انکو چند ان قابل الزام نہیں سمجھتے۔ اور ان دونوں کی بابت یہ عذر کیا جا سکتا ہے کہ یہ اُن حالات کے لازمی نتائج ہیں جنکی موجودگی میں اعلیٰحضرت تخت خلافت کے وارث ہوئے ہیں۔

بیڑہ جہازات[1] کی طرف سے غفلت[2]

سب سے اوّل اور سب سے بڑھ کر اور سب سے بڑا یہ کام ہے کہ انھوں نے بیڑہ جہازات کو بھلا دیا ہے جسکی خاطر انہوں نے سلطنت کو معرض خطر میں ڈالنا منظور کیا۔ مگر اُس کا روسیوں کے قبضہ میں چلا جانا گوارا نہ کیا۔ وہی بیڑہ انکی آنکھوں کے سامنے زنگ اور عدم استعمال سے تباہ ہو رہا ہے اور انکو کوئی پروا نہیں آہن پوش جہازات اب بھی باسفرس میں لنگر انداز ہیں۔ مگر نہ ہی وہ جنگ کر سکتے اور نہ ہی سفر کر سکتے ہیں۔ اُن کی انجن بالکل ناکارہ ہو گئی ہیں (۱۸۹۵ء) میں جب نہر کیل (واقع جرمنی) کا افتتاح ہوا اور تمام قوموں کے جنگی جہاز اس جدید مفید دنیا شاہراہ کی خوشی میں وہاں اکٹھے ہوئے۔ تو سلطان المعظم کو معلوم ہوا کہ اُن کے تمام بیڑہ میں صرف ایک آہن پوش ایسا ہے جس کے بائلروں (اور انجنوں) پر یہ بھروسہ ہو سکتا ہے کہ وہ قسطنطنیہ سے کیل اور کیل سے قسطنطنیہ تک کا سفر (جو کہ ایک معمولی مسافت ہے) نباہ سکیں گے۔ بیڑہ جہازات سے ایسی غفلت برتنے ہی کی بدولت انکا دار الخلافہ آج روس کے قابو میں ہے کہ جب چاہے لے لے۔ بحیرۂ اسود کا روسی بیڑہ جب چاہے کسی رات کو باسفرس[3] میں داخل ہو کر

---

[1] اسکی درستی وایزادی کے حالات کتاب ترکوں کی موجودہ ترقیات اور اسلامی دنیا کے نونہال میں جو کہ حمیت ایجنسی دفتر اخبار وطن لاہور نے ۱۹۱۰ء میں شائع کی ہے مفصل درج ہیں۔

[2] مسٹر سیڈ کے اس سوال کا میں مفصل جواب کتاب واقعات روم میں بحری فوج کے باب میں دے چکا ہوں یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں مسٹر موصوف کا یہی اعتراض انکے مضمون کے ترجمہ کرنے کا محرک ہوا تھا۔ مترجم۔

[3] باسفرس کے ہر دو سواحل کے مہیب قلعوں کی میلوں تک برابر چلی گئی کوہ شکن توپوں اور سب سے بڑھکر جہاز کو کاگ کی طرح ہوا میں اڑا دینے والے تارپیڈوں کو کیا مسٹر سیڈ صاحب کی قوت تخیلہ یا ہوائی گولے پہلے ہی سے اُڑا چکے ہیں؟

Marfat.com

قسطنطنیہ کو اپنی توپوں کا نشانہ بنا سکتا ہے۔ قسطنطنیہ اب ہر طرف سے روس کا علاقہ ہے جو گویا جنگی خدمت کے عوض میں سلطان کو جاگیر میں ملا ہوا ہے اور سلطان جیسے کہ روسی کہتے ہیں اس کے دربان ہیں جو روسی سلطنت کے بحیرہ دروازہ دردانیال و باسفورس) کی حفاظت کر رہے ہیں۔ سلطان المعظم نے ابھی اور ستر برس تک روس کو ساڑھے تین لاکھ پونڈ سالانہ خراج* ادا کرنا ہے پس جب کبھی سلطان سے ادائگی میں کوتاہی ہوئی۔ روس فی الفور قرقی کر سکتا ہے ترکی فوج بحری میں ایک آہن پوش ایسا موجود نہیں ہے جو روسی بیڑہ کو کہہ سکے کہ سنبھل کر آنا۔ روسی تو بجائے خود ہیں اب تو یونان بھی عثمانی ترک کا مقابلہ کرنے کے قابل ہو گیا ہے جس کی بحری دلاوری کی کسی زمانہ میں دھاک بندھی ہوئی تھی۔ ترکی جو کبھی دنیا کی نہایت ہی عظیم الشان بحری طاقتوں میں شمار ہوتی تھی اب مطلقاً بحری طاقت نہیں رکھتی۔ اس کے اپنے سمندروں میں بھی اس کی یہی کیفیت ہے۔ پس ایک عثمانی کے خیالات کے مطابق بیڑہ کو زنگ آلودہ اور بوسیدہ ہو جانے دینا سب سے بڑا جرم ہے۔ جس کا الزام سلطان المعظم کے سر تھوپا جا سکتا ہے۔

وہ کیوں حالت کس مپرسی میں ڈالا گیا ہے؟

اعلیٰ حضرت کے ہر دو قبل نشینوں کے عہد حکومت کے پر درد واقعات کو یاد کرنے سے اس تغافل کی وجہ تو معلوم ہو سکتی ہے مگر واقعات سلطان کو بھی اس تغافل کے الزام سے بری الذمہ نہیں کر سکتے۔ سازشیوں نے جب سلطان عبد العزیز مرحوم کو معزول کیا تو انہوں نے بحری فوج کو سب سے پہلے اپنے ساتھ گانٹھ لیا تھا اور جب مرحوم معزول سلطان نے مقابلہ کرنے کی دھمکی دی تو سازشیوں نے دریچوں میں سے باسفورس کی طرف جہاں کہ وہ پیکر آہن پوش صف باندھے ذرا سی مزاحمت کی بھی علامت معلوم کرنے پر محل سلطانی کو توپوں سے اڑا دینے کے لیے تیار کھڑے تھے اشارہ کر دیا۔ یہ بیڑہ جہازات ہی تھا جس نے سازشیوں کو محفوظ رکھا اور سازش کو کامیاب کیا۔ اس وقت سے سلطان عبد الحمید کا بحری فوج پر اعتماد نہیں جما۔ اسی ہتھیار سے ان کا چچا معزول کیا گیا تھا اور یہ کون کہہ سکتا تھا کہ کس قدر جلد یا دیر میں وہ ان کے بھی برخلاف کام میں نہ لایا جاتا؟ پس اس خوف سے کہ مبادا آہن پوش سلطان کو معزول کر دیں۔ سلطان نے فی الحقیقت سلطنت کو آہن پوشوں کی حفاظت سے محروم کر دیا ہے۔ یہ صریح احمقانہ پالیسی تھی کیونکہ جو آہن پوش مخالف بیڑہ کا مقابلہ کرنے کے قابل نہ ہو۔ وہ پھر بھی سلطانی محل کے گرا دینے کے لیے کافی طاقتور ہوتا ہے۔ بہر کیف بیڑہ کی تباہی کا امر مسلمہ ہے۔ فی زماننا سلطان کے پاس کوئی ایسا بیڑہ نہیں ہے جو بیڑے کے نام سے

* تاوان جنگ کی سالانہ قسط ہے تین لاکھ پونڈ کی قسط کو مسٹر سٹیڈ صاحب اپنی بلند خیالی سے خراج سے تعبیر کر رہے ہیں تاکہ ناظرین کو مغالطہ نہ ہو جائے اس لئے تشریح کر دی گئی ہے۔

Marfat.com

بچائے جانے کے قابل ہو۔ اور جب بیڑہ نہیں تو کوئی بھی چیز نہیں کیونکہ بحری طاقت ہمیشہ سے سلطنت (عظمیٰ) کی بنیاد رہی ہے اور جب ترکی سلطان "خاقان البحرین" نہ رہا تو وہ مشرق کا شہنشاہ بھی زیادہ عرصہ کے لیئے نہیں رہے گا۔

کل کاروبار کے ایک ہی شخص کی ذات میں محدود ہونے سے انتظام میں ابتری

دوسرا بڑا نقص اعلیحضرت کا یہ ہے کہ کل سلطنت کے ہر ایک طرح کے کام یکجا جمع ہونے سے انتظام میں بہت ابتری پیدا ہوتی ہے وہ ہر ایک کام کو بذات خود کرنے پر اصرار کرتے ہیں جس سے کام کبھی ختم نہیں ہوتا۔ ہر وقت کام کا بے انتہا بقایا اُنکے سامنے پڑا رہتا ہے ہمارے محکمہ امیر البحری کے لارڈ صاحبان کی نسبت کبھی یہ کہا جاتا تھا کہ وہ سارا دن کاغذوں پر دستخط کرنے میں اسقدر مصروف رہتے ہیں۔ کہ اُن کو خود بیڑہ جہازات کیطرف خیال کرنے کیلئے مطلقاً وقت ہی نہیں ملتا۔ یہی کیفیت سلطان المعظم کی ہے۔ مسٹر لیفیو لکھتے ہیں کہ یہ انتظام حکومت کا کوئی ایسا کام نہیں کہ خواہ وہ کیسا ہی معمولی اور چھوٹا کیوں نہ ہو جو اُنکی منظوری اور دستخط کیلئے سلطان معظم کے روبرو پیش نہ ہوتا ہو۔ انگریزی سفیر نے بطور مثال مجھ سے ذکر کیا کہ وہ اپنی دخانی کشتی کو خود اپنے خرچ پر کی ڈاک یارڈ (وہ مقام جہاں جہازوں کی مرمت ہوتی ہے) میں مرمت نہ کرا سکے سبب تک یہ معاملہ سلطان المعظم کے روبرو پیش ہو کر اُن سے منظوری نہ ملگئی۔ ایک دوسرا سابق سفیر کا بیان ہے کہ جب وہ سلطان المعظم سے محل سلطانی میں ملنے گیا۔ تو اعلیحضرت نے کام کی زیادتی کی شکایت کی۔ اور کاغذات کے ایک انبار کیطرف اشارہ کیا جو کہ میز پر رکھا ہوا تھا۔ ان سب کاغذات کی نسبت اُنکا فیصلہ مطلوب تھا۔ سفیر نے کاغذات کی طرف دیکھا تو اُسے معلوم ہوا کہ سب سے پہلے کاغذ میں وہ قواعد و ضوابط مندرج تھے جو محلہ پیرا کے کسی نئے قہوہ خانہ کے لئے تجویز کیے گئے تھے!

اس کثرت و اجتماع کا یہ نتیجہ ہے کہ کام کوئی نہیں نکلتا۔ ٹھیک وقت پر کوئی کاغذ پیش نہیں ہو سکتا اور ہر ایک چیز بے ربط و بے جوڑ ہو جاتی ہے۔

موجودہ تہذیب سلطان المعظم کے لیئے بڑی بھاری اور پیچیدہ چیز ہے

یہ معلوم کرنا آسان بات ہے کہ یہ طریقہ اجتماع کاروبار سلطنت پیدا کسطرح ہوا۔ اور یہ معلوم کر لینا اور بھی آسان ہے کہ اس طریقہ کو چلانا کسطرح چاہیے سلطان المعظم کو فقط اپنے آپ پر بھروسہ ہے اور وہ ہر ایک کام کو

بذاتِ خود ہی کرتے رہینگے۔ انکا خیال ہے کہ اس کام کے لیے خداوند کریم نے کسی اَور کو نہیں بلکہ صرف انہیں منتخب کیا ہے۔ اس لیے یہ ضروری ہوا کہ وہی ہر ایک چیز کا فیصلہ کریں اور وہی ہر ایک چیز پر دستخط کریں۔ گویا معاذ اللہ خدائے مطلق کے ایسے نائب ہیں کہ انکو پھر اپنے اختیارات اَوروں کو سپرد کرنیکا اختیار نہیں ہے یہ بات اس وقت تو ممکن تھی۔ جبکہ سلطانوں کو اپنے مقبوضہ ممالک کی حکومت سے بہت تھوڑا تعلق ہوتا تھا۔ یا مطلقاً ہوتا ہی نہیں تھا۔ ابتدائی سلاطین عثمانیہ کے بعد سے سادے زمانہ میں ملکی معاملات میں چنداں تردد نہیں کیا جاتا تھا۔ قاضی کھجور کے درختوں کے تلے مسندِ عدالت بچھا کر عدالت و انصاف کیا کرتے تھے اور سلطان اپنے سپاہیوں کے درمیان خیموں میں رہا کرتے۔ اور سپہ سالاری کا کام کرتے تھے۔ بایزید یلدرم کو انتظامی معاملات کے اس لاانتہا ذخیرہ جزئیات و کلیات سے سروکار نہ تھا۔ جو آجکل اعلیحضرت کے لیے وبالِ جان ہو رہا ہے مراد اول کو وہ خانوں کی قواعد و ضوابط خود مقرر کرنے سے کوئی تعلق ہی نہ تھا۔ نئی تہذیب نے عثمانیوں کی سیدھی سادی طرزِ زندگی میں بیشمار ضروریات پیدا کر دی ہیں۔ سلطان المعظم اس پیچ در پیچ تہذیب کے بکھیڑوں کو تنِ تنہا نبٹنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر وہ اس سے ایسے ہی عاجز ہیں جیسے کہ قیصر جولیس کا توشہ بردار ہوتا۔ اگر اسے اچانک یہ حکم دیا جاتا کہ انگلستان کی سب سے بڑی لائن۔ لنڈن اینڈ نارتھ ویسٹرن ریلوے پر جو اسباب وغیرہ ڈھویا جاتا ہے اُسے وہ بیل گاڑیوں سے منزلِ مقصود تک پہنچا دے +

انگلستان میں بھی ایک عبد الحمید موجود ہے

مگر ہم انگریز لوگ بیچارے ظل اللہ پر جو محل یلدز کوشک میں بیٹھا بلا ناغہ ہر روز نہایت مستعدی کی مشقتہائے بے پایاں میں مصروف رہتا ہے اعتراض نہیں کر سکتے۔ وہ اپنے ہوس آف کامنز (دار العوام) کو دیکھیں کہ وہ کیا چیز ہے۔ اور اُسکا کیا حال ہے۔ کام کے بقایوں میں وہ دبا ہوا ہے قدم قدم پر اُسکی فراغت ہوتی اور کام کو ختم کرتے ہیں وہ نہایت ہی عاجز اور لاچار ہے۔ بس وہ گویا برٹش عبد الحمید ہے (یعنی انگلستان کا عبد الحمید ہے) جو مختلف بیحد کاروبار سے لیے ہوئے مختلف صیغوں اور محکموں کا ایک نہایت ہی منجمد انبار کا تودہ ہے۔ وہ کام چلانے سے عاجز ہونے میں عثمانی عبد الحمید سے کم نہیں بلکہ زیادہ کیونکہ اُسمیں بجائے ایک کے چھ سَو ستر دماغ (ممبرانِ پارلیمنٹ) کام کرتے اور اسکے منتظم ہیں۔ ہمارا ہوس آف کامنز بھی ٹھیک سلطان المعظم کیطرح اپنے اختیارات کی کمی کو ہرگز گوارا نہیں کر سکتا۔ وہ کام کو تقسیم کرنے سے قطعی انکاری ہے اور مروّجہ طریقوں پر بڑی ضد اور اصرار سے قائم ہے +

Marfat.com

دی گرینڈ اولڈ مین (بزرگ پیر مرد یعنی مسٹر گلیڈ اسٹون) اور سلطان المعظم

سلطان المعظم کا دوسرا عیب بھی ایسا نہیں ہے کہ انگلستان میں اسکی نظیر موجود نہ ہو ہمارا لبرل فریق اس وقت سلطنت عثمانیہ سے بھی بدتر حالت میں ہے۔ اور وجوہات تقریبًا یکساں ہیں دی گرینڈ اولڈ مین جو بہت سے برسوں تک امیر المومنین کیطرح ہر چیز پر اپنا سایہ ڈالے رہا ہے۔ ہمارا ظل اللہ تھا اور اس کے سایہ کے نیچے کوئی ساتھی یا ہمعصر اتنا اقتدار حاصل نہیں کر سکتا تھا کہ وہ اپنی پارٹی کا معتمد بن جائے یا اسکے جوش کو ابھار سکے۔ جو کچھ سلطان المعظم اپنے پاشاؤں کے لیے ہیں وہی کچھ مسٹر گلیڈ سٹون اپنے ساتھیوں کیلئے تھا مسٹر گلیڈ سٹون کو یہ بات اپنی شاندار پولیٹیکل فراست اور بے نظیر تجربہ کاری کی قدرتی اور جائز فوقیت کیوجہ سے حاصل ہوئی اور اعلیٰ حضرت میں یہ بات انکی اعلیٰ منزلت اور اس بے اعتباری کیوجہ سے پیدا ہوئی جو ایسے بادشاہ میں طبعی طور پر موجود ہو جاتی ہے جسے اپنے قبل نشین بادشاہ کے وزرا کی سازش کی بدولت تخت و تاج ملا ہو۔ خیر وجہ کچھ ہی ہو نتیجہ بہرحال یکساں ہوتا ہے ظل اللہ اپنے سوا کسی اور پر بھروسہ نہیں کرتے۔ انکو ماتحت مدبرین و مشیر کام نہیں کرنے (یعنی کہ انکے وزراء وغیرہ اپنی تدبیر و لیاقت کو کام میں نہیں لاسکتے۔ صرف بندہ حکم ہیں) بلکہ وہ لوگ صرف ایک عارضی اوزار ہیں۔ جن کو وہ تھوڑی دیر کے لیے استعمال کر کے پھر ایک طرف کو پھینکدیتے ہیں۔

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ایک احد شخص ایک سلطنت کا انتظام کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ فقط شہنشاہی امور کو سر انجام کو رکھے۔ لیکن شہنشاہ ہونے کے ساتھ ہی اگر وہ شخص واحد خود ہی باورچی خود ہی اردلی اور خود ہی خانساماں بننے پر اصرار کرے تو ظاہر ہے کہ آخر کار ایک دن ٹوٹ ہی جاویگی۔

اعلیٰ حضرت سے مسٹر ہیوٹ کی ملاقات

یہ تو ہو سکتا ہے کہ اعلیٰ حضرت جو چاہے سو کر سکیں۔ مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ ان کو سب چیزوں کا علم بھی ہو۔ ناممکن ہے کہ یلدز کیوشک میں بیٹھے جو کچھ انکے صوبجات بعیدہ میں گذر رہا ہے۔ اس سب کا انکو علم ہو جائے۔

ؔ مسٹر سٹیڈ نے ماضی کا صیغہ اسلیے استعمال کیا ہے کہ مسٹر گلیڈ اسٹون ۱۸۹۴ء سے پولیٹیکل لائف اور انتظامی امور سلطنت سے بالکل علیحدہ ہوکر خانہ نشین ہوگئے ہیں اور گو انکو اب بھی کبھی کبھی جوش آ جاتا ہے مگر امید نہیں کہ پھر پالیٹکس میں قدم رکھیں انکو علیحدہ ہو جانے سے لبرل فریق پراگندہ ہو گیا ہے یا مد میں کوئی ایسا شخص نہیں رہا جو مسٹر گلیڈ سٹون کا قابل جانشین کہلا سکے۔ وجہ یہی ہے کہ مسٹر گلیڈ اسٹون ایک ایسا شجر تھے جس کے سامنے کوئی چراغ نہیں ٹھہر سکتا تھا انکے ہم صفیروں یا پیروؤں میں سے کسی کو انکی موجودگی میں ایسا موقعہ ہی نہ ملا کہ وہ نیک وبد سے واقف ہو کر اپنی جماعت کا معتمد بنتا۔

مسٹر ہیوٹ نیویارک کے سابق میئر نے مجھ کو ایک نہایت ہی دلچسپ گفتگو سنائی جو بمقام قسطنطنیہ ایک دفعہ انکی اعلیحضرت کے ساتھ ہوئی۔ مسٹر موصوف بڑے ذہین اور تیز طبع آدمی ہیں۔ ایشیائے کوچک میں سیاحت کرنے کے دوران میں وہ ایک کسان کو اپنے دروازہ کے سامنے سے ایک نہایت عمدہ کھجور کے درخت کو کاٹتے دیکھ کر نہایت متاثر ہوئے۔ کسان مذکور درخت کا محصول نہیں دے سکتا تھا جس سے بچنے کے لیے اُسنے مجبوراً درخت کو کاٹ دیا اور اس طرح ہمیشہ کیلئے محتاج ہو گیا۔ جب وہ سیاحت سے قسطنطنیہ واپس آئے تو اُنہوں نے اعلیحضرت سے ذکر کر کے بڑا افسوس ظاہر کیا اور کہا کہ اُس مرغی کو جو سونے کے انڈے دیتی ہو۔ مار ڈالنا سخت بیوقوفی ہے (اعلیحضرت مولانا السلطان عبد الحمید) نے انکی گفتگو کو کمال ہمدردی اور غور سے سنکر صاحب موصوف کا دلی شکریہ ادا کیا۔ اور اس عہدہ دار کو جو علاقہ مذکور میں وصولی محاصل کا ذمہ دار تھا موقوف کر دیا۔ مگر ساتھ ہی بڑی حسرت سے ارشاد فرمایا کہ سلطنت کے کل حصول پر نگرانی رکھنا نا ممکن امر ہے۔ اس کے بعد حضور ممدوح نے مسٹر ہیوٹ کو ایسی دلسوزی اور سچی ہمدردی سے کہ اُسے دیکھکر صاحب موصوف پر بڑا گہرا اثر پڑا۔ تاکید فرمائی کہ جہاں کہیں وہ کوئی ایسی بات دیکھیں یا سنیں جسکا جاننا سلطان معظم کیلئے ضروری ہو تو وہ فوراً انکو تحریر کر دیا کریں۔ مسٹر ہیوٹ نے اس اجازت سے فائدہ نہ اٹھایا۔ اور جب یہ ذکر مجھ سے ہوا تو میں نے اُن کو سلطان کی آنکھ اور کان بننے کا موقعہ کھو دینے پر کسی قدر لعن طعن کیا۔ بہر حال مسٹر ہیوٹ اس بات کا پورا قائل تھا کہ سلطان المعظم بھلائی کرنے کی سچی دل سے کوشش کرتے ہیں مگر افسوس ہے کہ انکو بیشمار مجبوریوں و لاچاریوں کے مقابلہ میں کام کرنا پڑتا ہے۔

دہقانوں کا افلاس

شاکت پیچیدگیوں اور سرکاری قرضہ کی شرح وغیرہ کے لحاظ سے تو سلطنت کی مالی حالت بیشک بہت ابتر ہو گئی ہے۔ مگر یہ اندیشہ کرنے کی وجہ پائی جاتی ہے کہ سلطنت عثمانیہ کی ساکھ کی درستی غالباً محاصل کو اسی سختی سے تجویز و وصول کرنے کی طفیل ظہور میں آئی ہے کہ اُسنے دہقانوں کی خوشحالی کو سائل کو مسدود کر دیا ہے۔ انتظامی قومی قرضہ کی انٹرنیشنل کمیشن کو انگریزی ممبر مسٹر کیلڈر نے حسب ۱۹۰۱ء ہی میں رپورٹ کی کہ صوبجات میں صورت حالات یکا بخش ہوتی جاتی ہے (تو اب پانچ چھ برس بعد خدا معلوم حالت اور کیسی ابتر ہو گئی ہو گی) صاحب موصوف اپنی

وخطوط وحدانی کی یہ عبارت اصل عنوان سے ہے مفہوم ہے۔ مسٹر کیلڈر کی رپورٹ بابت ۱۹۰۱ء کا اقتباس درج کر نیسے مسٹر سینڈ کا یہ منشاء ہے کہ ۱۹۰۱ء ہی میں ایسی حالت بدتر ہو گئی تھی۔ تو اب اور بھی زیادہ خراب ہو گئی ہو گی۔ مگر ہم انکو اطمینان دلاتے ہیں کہ بفرض محال ۱۹۰۱ء میں اگر دہقانوں کی حالت خراب ہی تھی تو اب یقیناً وہ کیفیت نہیں ہے اور انکی حالت نہایت اطمینان بخش ہے۔ اگر انہیں ہمارے بات کا اعتبار نہ ہو تو اسی مسٹر کیلڈر صاحب کی رپورٹ ۱۹۰۵ء بابت سنین گزشتہ ملاحظہ فرمائیں (بقیہ نوٹ کا صفحہ ۹ پر ہے)

رپورٹ میں حسب ذیل لکھتے ہیں:-

ملک کے اندرونی حصص میں کاشتکار لوگ اپنی ضروریات کو جہاں تک ممکن تھا محدود کر کے سادہ سے سادہ شکل میں لے آئے ہیں۔ اور اس امر کے ثبوت میں بہت سی علامات موجود ہیں کہ وہ دن بدن اپنی معدودے چند اشد ضروریات کو خریدنے سے زیادہ عاجز ہوتے چلے جاتے ہیں۔ مثلاً چند برس ہوئے متوسط الحال کاشتکاروں کے مکانات میں کھانے پکانے کے مسی ظروف نظر آتے تھے۔ مگر ضروری احتیاجات وقت کو پورا کرنیکے لیے آہستہ آہستہ بیچ دیئے گئے ہیں۔ اور اب انکا نام و نشان نہیں رہ گیا۔ انکی جگہ مٹی کے برتنوں نے لی ہے۔ اور اگر کسان کسی قدر خوشحال ہے تو لوہے کے برتن نظر آ جائیں گے۔ کسانوں کا سب سے بڑا خرچ انکی مستورات کی پوشاک ہے۔ وہ چھینٹ وغیرہ اور ململ کے کپڑے پہنتی ہیں۔ مگر اب وہ ان پارچات کو حتی الامکان بہت کم بلکہ نہ خریدنے کے برابر خرید کرتے ہیں کیونکہ وہ انکی قیمت ادا کرنیکی استطاعت نہیں رکھتے۔ یہ کم استطاعتی بھی ایک بڑی وجہ ہے کہ اشیا درآمد کی مقدار میں کیوں ایسی آہستگی سے ترقی ہوتی ہے۔ کسان لوگ نقد روپیہ دیکر بہت کم سودا خریدتے ہیں۔ جو کچھ تھوڑی بہت انکے پاس نقدی ہوتی ہے وہ محاصل کے ادا کرنے میں چلی جاتی ہے۔ اسی لیے وہ زیادہ تر خرید و فروخت تبادلہ اشیا سے کرتا ہے۔ افلاس کی ایک بہت بڑی علامت ڈاکہ زنی کی کثرت ہے۔ جو آجکل بہت زوروں پر ہے۔ ڈاکوؤں کے نئے نئے گروہ پیدا ہوتے ہیں اور اندرون ملک سے ہر روز کسی نہ کسی تازہ ڈاکہ زنی کی خبر موصول ہوتی رہتی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو گرانشد قماش مفلس ہو جاتے ہیں۔ اور فاقہ کا ہیبت ناک جن کے سامنے نمودار ہو جاتا ہے۔ وہ اپنا پیٹ پالنے کیلیے قزاقی و راہزنی اختیار کر لیتے ہیں۔

سلطان کا تموّل

مگر جوں جوں دہقان مفلس ہوئے جاتے ہیں۔ توں توں سلطان المعظم دولتمند ہوتے جاتے ہیں انہوں نے جس طرح بن پڑا۔ بڑے بڑے وسیع اور بیش بہا املاک حاصل کر لیے ہیں۔ ایک امریکن سیاح الیشا

(بقیہ نوٹ صفحہ گذشتہ) یہ رپورٹیں انکی ۱۹۰۸ء والی رپورٹ سے بالکل برعکس کیفیت ظاہر کرتی ہیں۔ ناظرین چند ایک رپورٹوں کا خلاصہ واقعات روم میں مطالعہ کر سکتے ہیں۔ البتہ ہندوستان کے کاشتکاروں کی نسبت مسٹر سنہد صاحب اگر یہ تحریر فرماتے تو بیشک ہم تسلیم کر لیتے۔ ترکی بیچاروں کا مفت میں نام بدنام ہے۔ رعایا اور رعایا پرور انگریزی گورنمنٹ کے زیر سایہ جو کاشتکار آباد ہیں انکی نسبت ہمیشہ مشاہدہ ہوتا رہتا ہے کہ ذرا ان کی محنت و مشقت سے اگر انہوں نے اپنے بچوں کے لیے دو چار روپیہ کی ڈنڈی بالی گھڑی یا دو چار مسی برتن خرید لیے ہوں تو وصولی معاملہ کے وقت وہ بالضرور رہن یا بیع ہو کر بنئے کی دکان پر پہنچ جاتے ہیں۔ افلاس کی دوسری علامت یعنی چوری و ڈاکہ زنی کی بھی اب ہندوستان میں کمی نہیں رہ گئی اور ابھی آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔

Marfat.com

جس نے چند برس بغداد اور شام میں سکونت رکھی حسب ذیل لکھتا ہے:-

"صوبہ بغداد کی نصف الارضیات سلطان المعظم کے ہاتھ میں چلی گئی ہیں۔ انہوں نے کل وادی یردان خرید کر اپنے تصرف میں کر لی ہے۔ اسکا ایک اثر یہ بھی ہوا کہ صوبہ مذکور شاہی خزانہ کو زائد محاصل ادا کرنے کی بابت بیکار ہو گیا ہے کیونکہ سلطانی ارضیات اور انکے کاشت کا محصول سے بری الذمہ ہوتے ہیں"

فصل پنجم (۵)

سلطان المعظم کی پرائیویٹ زندگی

کسی شخص کو ٹھیک طور پر معلوم نہیں کہ سلطان المعظم اپنی زندگی کس طرح بسر کرتے ہیں تھوڑا ہی عرصہ ہوا ایک شخص علیحضرت سے ملاقات کرنے کے لیے یلدز گیا تھا۔ اسنے تین پاشاؤں سے دریافت کیا تھا کہ حضرت اپنا دن کس طرح سے کاٹتے ہیں۔ مگر تینوں نے ایک دوسرے سے مختلف جواب دیا۔ یہ تینوں پاشا ایسے تھے کہ ہر ایک کی نسبت یہ یقین ہوتا تھا کہ وہ بحیثیت اپنے عہدہ و منصب کے اصل حقیقت سے ضرور واقف ہونگے جو کچھ معلوم ہو وہ اس قدر ہے کہ علیحضرت یلدز کوشک میں جہاں دوسرے محلات کی نسبت یہ تنہائی میسر ہوتی ہے نہایت ہی سادگی سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ لیڈی فرانسس ایلیٹ نے اپنی کتاب "سفر نامہ قسطنطنیہ" میں علیحضرت کی روزانہ اوقات بسری کا حال لکھا ہے اس سے بڑھ کر محقق اور درست بیان غالباً یورپ کی کسی اور مطبوعہ کتاب میں نہ ملیگا۔ وہ حسب ذیل تحریر کرتی ہیں:-

یلدز کوشک

علیحضرت سلطان عبد الحمید ایک نازک مزاج آدمی ہیں۔ اپنے چچا کی درد انگیز موت کے وقت سے انہوں

سلہ دریائے یردان شام کا مشہور دریا ہے جو صوبہ دمشق سے گذرتا ہے فلسطین کی مشرقی سرحد ہے اسکا منبع کوہ ابل ہے۔ یہ جبل شیخ سے جسکا پورا نام ہرمون ہے نکلکر قصبہ فلپی کے پاس گذرتا ہوا ایک چھوٹی سی جھیل موسوم بہ طلہ بناتا ہے پھر اس سے نکلکر جھیل طبریس میں گرتا ہے اور وہاں سے جنوب کی طرف گذر کر جھیل مردار میں جا گرتا ہے۔ اسکی وادی تمام شام میں نہایت زرخیز اور آباد مشہور ہے۔ (مترجم) اسمیں سے ۱۸۸۵ء میں دو لاکھ پونڈ کے خرچ سے ایک لاکھ ایکڑ زمین کی آبپاشی کے لیے نہر نکالنے کی تجویز کی گئی ہے۔

سلہ انگریزی نام تا بکا اور ی آف ایڈل ووم ان کو نسٹنٹی نوپل ہے جسکا لفظی ترجمہ کہ ایک بیکار عورت مقیم قسطنطنیہ کا روزنامچہ

نے ییلدز کوشک کے چھوٹے سے محل سے رہایش تبدیل کرنے کو پسند نہیں کیا۔ محل شہر سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر باسفرس کے یوروپی کنارے پر پہاڑیوں کے سلسلہ پر واقع ہے۔ ییلدز کا راستہ غلطہ کی ٹیڑھی اور خمدار گلیوں سے گذر کر ایسے علاقہ میں پہونچتا ہے جس شہری علاقہ کہنا زیادہ مناسب ہے۔ پھر پہاڑی پر سر توڑ رفتار سے چڑھنے اور اترنے کے بعد ایک محل نما کوشک کا نقشہ جو چھوٹا سا اور موجودہ طرز عمارت پر بنا ہے۔ درختوں کے سیاہ بلندیوں کے حلقہ کے اوپر سے اٹھتا ہوا نظر آجاتا ہے یہ ییلدز کوشک جہاں امیر المومنین رہتے ہیں۔ یہ محل ہرگز نہیں ہے بلکہ ابتداءً موسم گرما کے رہنے کا بنگلہ تھا۔ اس کا رمنہ جس میں درخت بافراط موجود ہیں بہت وسیع ہے۔ گھاس کے تختے عجیب دلکش ہیں اور اس میں کئی بھی بنگلے بنے ہوئے ہیں۔ جنہیں درختوں کے جھنڈ سایہ کیے ہوئے ہیں یہ جھنڈ پہاڑی کے دامن پر تا لب باسفرس گھاٹ تک چلے گئے ہیں۔ یہاں سے سمندر و خشکی یورپ و ایشیا دونوں طرف نہایت دلفریب نظارے دکھائی دیتے ہیں۔ باسفرس جس کا نہایت ہی نیلا پانی آسمان کی نیلاہٹ کو مات کرتا ہے اور جس کے دونوں کناروں پر سفید سفید محلوں کی قطاریں دور تک چلی گئی ہیں۔ بالکل قریب ہے۔ اور سٹیمر کشتیاں اور بادبانی جہاز ہر لحظہ پاس سے گذرتے رہتے ہیں۔"

اعلیٰ حضرت کی روزانہ اوقات بسری

"محمد ثانی کے تخت پر کوئی ایسا سلطان جلوہ افروز نہیں ہوا جو پرائیویٹ لائف میں حضور ممدوح سے زیادہ پاک و صاف ہو۔ یا جس کو انسے بڑھ کر عام ہمدرد طبیعت اور نیکدلی عطا کی گئی ہو۔ معصوم یتیموں کو قتل کر دینے کی مکروہ و مہیب رسم ان کے عہد حکومت میں بند ہو گئی ہے۔ اپنے حرم کے لوازمات و اخراجات میں نہایت ہی محتاط و میانہ رو ہیں۔ پہلے کی طرح سلطان المعظم بھی تنہا کھانا تناول فرماتے ہیں۔ عموماً وہ ان دریچوں کے قریب بیٹھکر جو باسفرس کے اوپر بنے ہوئے ہیں کھانا کھاتے ہیں مگر بعض خاص موقعوں پر وہ شریک مجلس ہوجاتے ہیں اور ان موقعوں پر شاہی مہمانوں سفراء اور انکی لیڈیوں کے ساتھ نہایت ہی شائستگی اور خوش خلقی اور تواضع سے پیش آتے ہیں۔ اور کھانے کی میز پر تمام یوروپی نعمہ و اطعمہ موجود ہوتے ہیں۔ حضور ممدوح بالعادت صرف پانی پیتے ہیں جو خاص احتیاطوں کے ساتھ پیپوں میں بھر کر محل میں لایا جاتا ہے۔ انکی خوراک بہت ہی سادہ اور اس میں زیادہ تر بقولات اور ترکاریاں ہوتی ہیں۔ وہ نقرئی دیگچیوں میں جو سربمہر ہوتی ہیں۔ اور انکے سامنے میز پر چنی جاتی ہیں کھانا کھاتے ہیں۔ ان سے بڑھکر کوئی شخص محنت نہیں کرتا۔ وہ بہت تھوڑے گھنٹے سوتے ہیں۔ اور بعض اوقات قلم ہاتھ میں لیے ہر ایک کاغذ پر جن میں محل کے نہایت ہی ادنیٰ ملازم سے لیکر گورنر کی تقرری تک کے کاغذ ہوتے ہیں۔ بذات خاص دستخط کرنے میں ساری رات گذار دیتے ہیں۔"

Marfat.com

صبح سے شام تک کیا کرتے ہیں!!

٭ اکثر مشرقی لوگوں کی طرح اعلیٰحضرت سویرے جاگتے ہیں وہ بڑے پکے اور عابد و زاہد مسلمان ہیں وضو اور نماز کے بعد جو انکے مذہب کے رو سے ہر فرد پر فرض ہے قہوہ کی ایک پیالی پیتے ہیں۔ پھر سگریٹ پینا شروع کر دیتے ہیں۔ جنہیں اُنیس یونا پارٹ کی طرح وہ برابر سارا دن پیتے رہتے ہیں۔ دس بجے صبح کو وہ وزراء کی رپورٹیں سنتے ہیں ماورنن تنہا یا اپنے سیکرٹریوں کی معیت ایک بجے تک کام کرتے ہیں۔ پھر کھانا تناول فرماتے ہیں جسکے بعد وہ محل کے رمنہ میں دو گھنٹے تک یا تو گاڑی میں ہوا خوری کرتے ہیں۔ یا سنہری گلٹ کی ہوئی کشتی میں جھیل پر جو رمنہ مذکور میں ہے سیر کرتے ہیں۔ وہ سوا اس وقت کہ جب مسجد میں جاتا ہو کبھی محل یلدز کے احاطہ سے باہر نہیں جاتے۔ سیر یا ہوا خوری کے بعد وہ پھر محل میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اور کونسل آف سٹیٹ کی میر مجلسی کرتے ہیں یا سفراء ممالک غیر سے ملاقات فرماتے ہیں۔ رات کا کھانا وہ شام کے وقت تناول فرماتے ہیں اسوقت ترکوں کا مشہور قومی کھانا پلاؤ دیگر ریات اور مزیدار شربت سلطانی میز پر چنے جاتے ہیں اسکے بعد وہ سلاملق (ملاقات کے کمرہ) میں تشریف لیجاتے ہیں اور وہاں آل عثمان غازی اور انکی ہی نسل کے بڑے بڑے پاشاؤں اور جرنیلوں کو شرف قدمبوسی سے ممتاز فرماتے ہیں۔ یا کھانے سے فراغت پاکر بالعموم حرم سرا میں چلے جاتے ہیں۔ اور شام کے گھنٹے اپنی حرم محترم۔ بال بچوں اور والدہ کی محبت میں صرف کرتے ہیں۔ موسیقی سے انکو بہت انس ہے اور خلیہ میں خود بھی پیانو بجاتے ہیں۔

٭ وہ ٹھیٹھ ترک اور عثمانی ہیں انکو کامل یقین ہے کہ اُنکے سپاہی دنیا بھر سب سے اچھے سپاہی ہیں۔ اور کہ وہ نہایت ہی متحمل اور فوجی قواعد کی دل سے متابعت کرتے ہیں۔ اعلیٰحضرت دھیمی آواز میں نہایت آہستگی اور صفائی سے آہستہ آہستہ گفتگو کرتے ہیں۔ مگر کبھی کبھی قوت بیانیہ کے موجزن ہونے سے فصاحت کا دریا امڈ آتا ہے۔ درویشوں اور علماء کے معروضات بڑے غور سے سنتے ہیں اور انکے بڑے حامی ہیں۔ یہ لوگ فوراً شرف باریابی حاصل کر لیتے اور امیر المومنین کی داد و دہش سے مالا مال ہو جاتے ہیں۔ وہ بڑے فیاض ہیں جو انکی جانفشانی سے خدمت کرتے ہیں انہیں انعام و اکرام عطا فرما کر نہایت خوش ہوتے ہیں۔ یوروپین لیڈیوں کو جو تحفہ تحائف مرحمت فرماتے ہیں۔ وہ خاصکر بہت ہی قیمتی اور اُن کے جواہرات اور موتی نہایت بیش قیمت اور آبدار ہوتے ہیں۔ اعلیٰحضرت کے پاس جواہرات اور موتیوں کا لاانتہا خزانہ ہے اور اُن سے قدیم محلسرا میں الماریوں پر الماریاں بھری پڑی ہیں!!

سلاملق

اعلیٰ حضرت صرف جمعہ کے دن جب کہ وہ مسجد کو تشریف لیجاتے ہیں۔ یلدز کی حدود سے باہر نکلتے ہیں تمام فوج آراستہ ہو کر راستہ میں صف بستہ کھڑی ہو جاتی ہے۔ وزراء ہمرکاب ہوتے ہیں۔ اور بے تعداد خلقت امیر المومنین کے روئے مبارک کی زیارت کرنے کے لیے جوق در جوق جمع ہو جاتی ہے۔ ایک اخبار کا نامہ نگار سلطانی جلوس کی کیفیت اسطرح لکھتا ہے:۔

"اعلیٰ حضرت ایوان شاہی سے جب باہر قدم رکھتے ہیں۔ یکلخت چاروں طرف پوری خاموشی چھا جاتی ہے اور پھر جب وہ بیرون دروازہ پہونچ جاتے ہیں۔ تو سینکڑوں بحری سپاہیان خاص ایک آواز ہو کر ترکی ہرّا (بادشاہم چوق یشا) کا نعرہ بلند کرتے ہیں اور کھلی گاڑی آہستہ آہستہ بیچ سے گذر جاتی ہے۔ دائیں طرف اعلیٰحضرت رونق افروز ہوتے ہیں۔ انکی ڈاڑھی کے بال سفید ہونے شروع ہو گئے ہیں قد کسیقدر خمیدہ ہو گیا ہے۔ اور چہرہ زردی مائل سفید ہے (انکا سلطنت کی وجہ سے) وہ اپنی اصلی عمر سے آٹھ برس بڑے معلوم ہوتے ہیں۔ انکی بائیں طرف غازی **عثمان پاشا** بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ موکب آہستہ آہستہ آگے ساتھ ساتھ بڑھا ہوا چلا جاتا ہے۔ دورویہ مکانات کے دریچے ممالک اجنبیہ کے سیاحوں سے پُر ہیں (ادب سے) تمام رعایا خاموش کھڑی ہے ہزاروں کی تیز نگاہیں اُس گاڑی پر لگی ہوئی ہیں۔ جس پر وہ شخص بیٹھا ہے جو کروڑوں جانوں کا مالک ہے اور جس کے دل کا بھید کسی کو معلوم نہیں ہوتا۔ گاڑی آخرکار دروازہ مسجد پر پہنچ جاتی ہے اور جونہی سلطان المعظم اُسکی سیڑھیوں پر قدم رکھتے ہیں مؤذن بلند آواز سے یا مینار کی منڈیر پر کھڑا ہو کر اذان دینی شروع کر دیتا ہے جس کی بلند اور خوش آیندہ آواز اُس سماں میں عجیب دلکش معلوم ہوتی ہے۔ اعلیٰحضرت کے اندر داخل ہونے پر مسجد کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ اور جلوس ختم ہو جاتا ہے۔ تمام لوگوں کی زبانیں کھل جاتی ہیں۔ اور باہمی گفتگو اور غل غپاڑہ شروع ہو جاتا ہے۔ ایک انگریز نے اسوقت بیان کیا کہ مجھے گولڈ امر کہن اعلیٰحضرت سے ایسا ملتا ہے کہ وہ اپنی آنی ذریعہ اگر غازی عثمان کے ساتھ اُس کو بٹھا دیا جائے تو کوئی شخص اس تبدیلی کو نہ معلوم کر سکے۔"

آدھا گھنٹہ گذرنے کے بعد سلطان المعظم مسجد سے برآمد ہوتے ہیں۔ اور ایک دو گھوڑوں کی دو اسپہ گاڑی پر سوار ہو کر دونوں گھوڑوں کی باگیں دست خاص میں پکڑ لیتے ہیں۔ اور قدم بقدم رفتار سے محل ہمایوں کو واپس تشریف لیجاتے ہیں۔

Marfat.com

اعلیٰ حضرت کیسے دکھائی دیتے ہیں۔

مس ایلیٹ نے جب ان کو دیکھا تھا۔ تو اُن کے حلیہ کی نسبت یہ بیان کیا۔ "سلطان اُن تمام بادشاہوں میں سے جن کو مینے دیکھا ہے۔ نہایت ہی غمگین صورت اور اداس شکل ہیں۔ آپکا جسم بھاری نہیں۔ رنگت گندم گون ہے۔ اور بڑی بڑی آنکھوں میں دہشت اور خوف بسا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں۔ کہ اُن کو ہر وقت دھڑکا لگا رہتا ہے۔ مگر اُنکے قبل نشین سلطان عبدالعزیز کی قسمت کو یاد کرنے سے یہ کچھ عجب نہیں رہجاتا البتہ ضرور ہے کیونکہ اگر وہ اُن خطرات پر غالب آجائیں۔ اور انکو دل سے دور کر دیں تو انکا چہرا نہایت ہی دلفریب خوشنما شگفتہ اور خوب صورت ہو جائے اب اسوقت اس چہرہ کی یہ حالت ہے۔ کہ انکی آنکھوں کا نقشہ کئی دن عالم تصور میں مجھے متوحش بنائے رہا۔ وہ ایسا پژمردہ ہو رہا ہے کہ سلطان اگر یورپین ہوتے تو اطبا ضرور حکم لگا دیتے کہ انکی حالت بہت ردی ہے۔ مینے سنا ہے کہ سلطان کا سب سے بڑا دوست اور رفیق انکا طبیب ہے یہ بھی کوئی تعجب خیز امر نہیں۔ کیونکہ جس طرح وہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ اسمیں اُن کو طبیب کا ہمیشہ محتاج رہنا لازمی بات ہے۔"

اللہ اکبر! اس شاہی حرمان نصیبی کے سبق کے سامنے مشرقی بادشاہوں کی حیرت افزا شان و شوکت اور طمطراق کیسی ہیچ اور بے وقعت معلوم ہوتی ہے!۔ اسمیں مبالغہ نہیں کہ سلطنت عثمانیہ کا نا چیز ترین گدا سلطان سے زیادہ خوش ہے!!!

اُن کو قاتلوں کا بڑا خوف رہتا ہے

اعلیٰ حضرت کا بدمنش قاتلوں کے داؤ گھات سے ترساں رہنا کوئی حیرانی کی بات نہیں سلطان عبدالعزیز کو زہر سے مار دیئے جانے کا ایسا خوف دامنگیر تھا۔ کہ وہ اکثر خوب اُبلے ہوئے انڈوں پر گذارہ کرتے تھے۔ عبدالحمید اپنے پارک تفرجگاہ میں سے کبھی باہر نہیں نکلتے شہنشاہ جرمن جب قسطنطنیہ میں گئے تھے تو اعلیٰ حضرت نے اُن کے ساتھ مسجد ایا صوفیا تک جانے سے انکار کر دیا تھا۔ ایک اخبار لکھتا ہے کہ کسی شہزادی سے اعلیٰ حضرت نے دربار میں ملاقات کی اور باتوں باتوں میں اُس سے اپنی صحت کی کمزوری کی شکایت کی۔ شہزادی نے جواب دیا کثرت ورزش بڑہا دیجیئے۔ اور کھلے ملک میں تبدیلی آب و ہوا اور ہوا خوری کے لیے سیر کیا کیجیے

سُنا گیا ہے کہ اُس کے چلے جانے کے بعد سلطان المعظم نے بڑی حسرت کے ساتھ فرمایا کہ میں نے اس عورت کا کیا بگاڑا ہے کہ وہ میری ہلاکت چاہتی ہے؟ وہ مجھے کیوں ایسے خطرات میں پڑنے کی صلاح دیتی ہے!" *

جاسُوسی عام ہے

اس عنوان کے تحت میں مسٹر سٹیڈ تحریر فرماتے ہیں کہ سلطان کو اپنے تمیع حوالی موالی کی طرف سے دل میں شک رہتا ہے اور اُن لوگوں کو بھی ہر وقت یہی دھڑکا لگا رہتا ہے کہ اگر سلطان کو ذرا بھی شک ہو گیا کہ اُن میں سے کوئی اُنکی جان لینے کے درپے ہے تو اُسکی خیر نہیں۔ وہ ہر ہفتہ باڈی گارڈ تبدیل کرتے رہتے ہیں اور وزرا کو بغیر تحریری اجازت کے محل سے باہر نہیں جانے دیا جاتا۔ ہر ایک جگہ اُنکے جاسوس موجود ہیں۔ حرم سرا۔ وزرا۔ عام مکانات اور بازار کوئی جگہ اُن سے خالی نہیں۔ بھائی کو بھائی پر اعتبار نہیں۔ ہر ایک دوسرے کو یہی سمجھتا ہے کہ وہ سلطانی جاسوس ہے۔ سلطان کی زندگی کرہ ہوائی کی بجائے شک و شبہ کے کرہ میں بسر ہو رہی ہے اور یہی اُنکی زندگی کا موجب ہے۔ اگر خانساماں کو باورچی پر اعتبار ہو تو ممکن ہے کہ پہلی ہی آن سلطان المعظم کی جان لیجاوے۔ اُنکو ہر ایک شخص سے بے اعتباری ہے۔ حتیٰ کہ ایکدفعہ عثمان پاشا کو ن عثمان؟ عثمان فاتح اعثمان بہادر معرکہ پلیونا کو اس جھوٹی اطلاع ملنے پر کہ موصی الیہ نے رشاد پاشا ولیعہد تخت و تاج کو سلام کیا تھا تین دن کے لیے نظر بندی میں ڈالدیا۔ قصہ مختصر کل سلطنت میں کوئی شخص سوائے اعلیحضرت عبد الحمید کے کوئی شخص نہیں ہے پریس کی زبان بند ہے اور ذرہ بھر آزادی نہیں۔ وزرا محض کٹھ پتلیاں ہیں۔ اگر کوئی شخص کسی طرح کا کوئی امتیاز حاصل کرتا ہے تو وہ امتیاز اسکے لیے وبال جان ہو جاتا ہے اور جلاوطن کر دیا جاتا ہے کہ کہیں نارضامند لوگ اسکے گرد جمع نہ ہو جائیں۔ ہر ایک شخص کے لیے لازمی امر ہے کہ وہ ممتاز نہ بنے[1] اور کبھی متوسط الحالی کی سطح معمولی درمیانی جماعت کے طبقہ سے اوپر سر نہ اٹھاوے۔

---

[1] یہ محض مسٹر سٹیڈ کا ہذیان ہے۔ واقعات گذشتہ اور حالات موجودہ اس بہتان کی سراپا تکذیب کر رہے ہیں۔ برخلاف اس اتہام کے ترکوں کی تمدنی اخلاقی۔ مذہبی اور ملکی حالت کو سنوارنے اور کل قوم کو ترقی کی شاہراہ پر لانے میں جس قدر کامیاب کوششیں اعلیحضرت نے کی ہیں اُنکا عشر عشیر بھی سابقہ عثمانی سلاطین یا دنیا کے دیگر شاہان موجودہ میں سے سوائے شاہ جاپان کے کسی بادشاہ نے نہیں کیا۔ اگر کوئی متعصب اُن کوششوں کی قدر و منزلت کو تسلیم کرنے کے قابل عار و ناعار نہ سمجھے تو اس سے اُن قابل تعریف جد و جہد کے وجود پر کوئی شبہ عائد نہیں ہو سکتا۔

تار بنام لارڈ سالسبری

یہاں تک کسی قدر نیک نیتی اور کسیقدر تعصب پڑ رہی سی لکھنے کے بعد مسٹر سیٹڈ صاحب اُس تار پر متعلقہ اُڑاتا ہے۔ جو سلطان المعظم نے نومبر ۱۸۹۵ء کے وسط میں لارڈ سالسبری کو بایں مضمون روانہ کی تھی کہ لارڈ صاحب نے سلطنت ترکی اور شورش آرمینیا کے متعلق تقریر کر کے اعلیحضرت کے نیک ارادوں کی نسبت جو شک کیا ہے اُس سے حضور ممدوح کو کمال رنج پہونچا ہے۔ اور وہ امید کرتے ہیں کہ لارڈ موصوف اُس دوستانہ تعلق اور ہمدردی کے لحاظ سے جو اُنکو اعلیٰ حضرت اور اُن کے ملک سے ہے اپنے شبہات کی تردید میں دوسری تقریر کریں گے۔

(اعلیحضرت کی اس تار کا کچھ حصہ لارڈ سالسبری نے بمقام براٹن عام جلسہ میں سنایا تھا) مسٹر سٹیڈ لکھتا ہے کہ جائے غور ہے کہ سلطنت عثمانیہ کبھی ایسی طاقتور تھی کہ اُس کے ایک نامور اور فاتح سلطان (بایزید یلدرم) نے قسم اوٹھائی تھی کہ میں روما الکبریٰ کے بڑے گرجہ سینٹ پیٹرز کے قربانگاہ پر اپنے گھوڑوں کو جو کھلاؤنگا۔ اور آج اُسکا جانشین کفار انگلستان کے وزیر اعظم کو تار دیتا ہے کہ وہ اوس دوستانہ تعلق و ہمدردی کے لحاظ سے جو آپکو مجھ سے اور میرے ملک[1] سے ہے ایکدوسری تقریر کر کے اپنے سابقہ شبہات کو واپس لیں۔ مسٹر سیٹڈ اس کو زوال کی نمایاں علامت تصوّر کرتے ہیں مگر شاید تعصب مذہب اور بیجا طرفداری نے اُن کو تحریر مضمون کے وقت موجودہ تہذیب کے اصول و قواعد اور آداب سے بھی ناواقف بنا دیا آجکل کے اصول جہانداری کا مقتضا ہی یہ ہے کہ دشمن کے ہتھیاروں سے بھی فائدہ اوٹھایا جاتا ہے۔ ترک سلطان المعظم کے تخت نشین ہونے سے پہلے سفارتانہ چالبازیوں اور قلمی داؤگھات سے اچھی طرح واقف نہ تھے اب اگر اُنھوں نے اس میدان میں بھی جواب ترکی بترکی دینا شروع کیا۔ تو اوسے کمزوری کی علامت بتایا جاتا ہے۔ مگر ترکوں کی کمزوری بھی اہل غضب کی ہے کہ انہی لارڈ صاحب کی جن کی نسبت کہا جاتا ہے۔ کہ سلطان المعظم نے خلاف معمول اپنے بزرگوں کے اُنکی خوشامد و درآمد کی دو تین مہینہ بعد آخر میں بڑی ذلت اور خفت کے ساتھ تسلیم کرنا پڑا کہ ہم ترکوں سے بزور شمشیر اپنی باتیں نہیں منوا سکتے۔ اور ہم میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ ہم مظلوم (یعنی مفسد) آرمینوں کی حمایت

---

[1] محمد فاتح نے اپنے جد امجد کے اس ارادے کو پورا کرنے کے لیے سب سامان مکمل کر لیا تھا۔ اور کل فوجیں جمع ہو چکی تھیں مگر موت نے مہلت نہ دی۔ اور غازی محمد فاتح اچانک فوت ہو گئے۔

Marfat.com

لے لیے آرمینیا پہونچ سکیں۔ یا ہمارے جنگی جہاز سوائے چند ایک پرٹ خانوں پر گولہ باری کرنے کے سلطنت عظمیٰ عثمانیہ کے کسی بندرگاہ یا قصبہ پر قبضہ کر سکیں۔ لارڈ موصوف کی یہ تقریر مسٹر سٹیڈ کے اطمینان کے لیے کفایت کر گئی ہوگی۔ اور وہ سمجھ گئے ہونگے۔ کہ سلطان معظم نے کسی کمزوری کی وجہ سے یا لارڈ صاحب کو خوشامد سے خوش کرنے کے لیے محولہ بالا تار روانہ نہیں کی تھی۔ بلکہ کسیقدر موجودہ تہذیب اور زیادہ تر خود انکی ذاتی شرافت ونجابت اور بلند حوصلگی نے تقاضا کیا کہ انگریزوں کو سخت جواب دینے سے پیشتر جو آخرکار دینا پڑا پہلے انکو نرمی سے سمجھا دیا جائے۔ ورنہ بجائے اس پیغام بھیجنے کے سلطان المعظم اگر چاہتے تو انگریزی سفیر کو اپنے دربار سے ہوجانے اور اپنے سفیر کو انگلستان سے واپس آجانے کا حکم دیدیتے۔ جیسا کہ انہوں نے امریکہ کی گورنمنٹ کے ساتھ کیا۔ اور اس صورت میں طاقتور انگلستان کمزور ٹرکی کا وہی کچھ بگاڑ لیتا۔ جو کچھ اس سے بحرا وقیانوس پار کے بھائی نے بگاڑا بنی بس یہی کہ پیچ و تاب کھاکر آخرکار معافی مانگ لی۔ مسٹر سٹیڈ کہتے ہیں۔ کہ سلطان اپنے ممالک محروسہ میں تو کسی نکتہ چینی گوارا نہیں کر سکتے۔ لیکن ٹرکی سے باہر دوسرے ممالک کے اخبارات جو کچھ انکی نسبت لکھیں اسکی طرف بڑا خیال رکھتے ہیں۔ اور انکی بکواس و زٹلیات کو بڑی حقارت سے نظرانداز کرنے کی بجائے ان کے لیڈنگ آرٹیکلوں کا ذاتی معاینہ کے لیے ترجمہ کرتے ہیں۔

اخبارات و پیغام تار کے متعلق یہ درفشانی کرنے کے بعد مسٹر سٹیڈ صاحب عجب تمسخرانہ انداز میں مسٹر رسٹ پالمال گزٹ کے سابق جادو نگار و سحر پرداز ایڈیٹر کی زبانی مندرجہ ذیل عجیب وغریب ماجرا بیان کرتے ہیں۔ مسٹر کرسٹ مظالم آرمینیا کی شروع ہونے پر ۱۸۹۵ء میں بذات خود اصل معاملہ کے معلوم کرنے کے لیے ٹرکی تشریف لے گئے تھے۔ چونکہ یہ اخبار عموماً دوسرے اخباروں کی طرح ٹرکی کے حق میں بیہودہ اور سراپا خوشبیان نہیں ہاند ہتا تھا۔ اعلیٰ حضرت سلطان المعظم مسٹر کرسٹ صاحب سے بکشادہ پیشانی پیش آئے اور انکو کئی دفعہ شرف باریابی حاصل ہوا۔ ایک ملاقات میں اعلیٰ حضرت نے مسٹر کرسٹ کو بتایا کہ ہم چند ایسی اصلاحات بمنشاء خود جاری فرمانا چاہتے ہیں جن کا دول یورپ نے مطلقاً مطالبہ نہیں کیا۔ تاکہ انکو معلوم ہوجائے کہ ہمکو دول عظام کی کیسی خاطر منظور ہے اور انکے کہے بغیر ہمیں اپنی رعایا کی بہتری کا کیسا خیال ہے۔ مسٹر کرسٹ نے بایں خیال کہ سلطان المعظم میری اس کارروائی سے خوش ہونگے۔ پالمال گزٹ یعنی اپنے اخبار کو ایک تار بھیجنے کا ارادہ کرلیا۔ اور جو کچھ اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا تھا۔ اسکا لب لباب اور خلاصہ تار میں درج کرکے تار گھر میں بھیجدیا۔ دوسرے دن علی الصباح ایک سوار مسٹر کرسٹ کے پاس پہونچا کہ سلطان المعظم نے آپکو ابھی محل یلدز میں طلب فرمایا ہے۔ وہاں پہونچکر صاحب موصوف کیا دیکھتے ہیں کہ تار بجائے پالمال گزٹ کے دفتر میں پہونچنے کے سلطان کے روبرو پڑا ہے۔ اور وہ اسپر کمال غور و فکر سے توجہ کر رہے ہیں

Marfat.com

اعلیٰحضرت نے مسٹر کرسٹ سے دریافت کیا کہ کیا وہ تار میں کچھ تغیر و تبدل کرنا پسند کریں گے؟ مسٹر کرسٹ نے جواب دیا کہ یہ امر مطلوبہ تغیر کے معلوم ہونے پر منحصر ہے۔ اس پر سلطان معظم اور اُن کے وزرا نے تار کا نیا مسودہ بنانا شروع کیا۔ جو کچھ وقفہ کے بعد تیار ہو کر باہر بھیجا گیا۔ اور مسٹر کرسٹ سے دریافت کیا گیا۔ کہ انہیں یہ ناپسند تو نہیں۔ مسودہ مذکور اسطرح سے شروع ہوتا تھا۔ "ہز امپیریل مجسٹی کی فائدہ رساں نیک نیتی کا ایک اور ثبوت یہ ہے الخ"۔ مسٹر کرسٹ نے اُسے دیکھتے ہی کہا کہ بالکل فضول ہے لنڈن میں اگر ایسی تار شائع ہو تو اُس سے سلطان کی اور کھلی [illegible] یہ پیغام پہونچنے پر سلطان اور اُن کے وزرا نے پھر دوبارہ سودہ تیار کیا۔ مسٹر کرسٹ نے اُسے بھی ناپسند کیا۔ تیسری مرتبہ کی کوشش بھی کارت ہو گئی۔ اور اسی طرح پورے سات گھنٹوں کی مسلسل اور لگاتار محنت سے ایک ایسا مسودہ تیار کیا گیا۔ جس میں طول طویل القاب اور لمبی چوڑی تعریفیں درج کی گئیں مگر پھر بھی وہ کسی قدر مہمل سا رہا۔ اور جس امر کیلئے یہ تار خاص کر مسٹر کرسٹ نے ابتداءً تیار کیا تھا۔ کہ سلطان کے نیک ارادوں کو مشتہر کرے وہ ایسی طرح ظاہر کیا گیا کہ اُس سے سلطان پر وعدہ ایفائی لازمی نہ ہو سکے۔ مسٹر کرسٹ نے لاچار ہو کر اس آخری مسودہ کو بھیجنا منظور کر لیا۔ کیونکہ پہلے بھی اُسنے صرف سلطان کو خوش کرنے کے لیئے تار لکھا تھا۔ وہ تار کو "تار گھر" لیگئے۔ اور تار بابو کے حوالے کر کے چلے آئے۔ مگر دوسرے دن پھر سلطانی قاصد آیا۔ اور اُنکو یلدز کوشک میں لیگیا۔ جہاں اُنکو اطلاع دیگئی کہ "تار ابھی روانہ نہیں کیگئی" تاکہ اعلیٰحضرت اُس پر مزید غور کر لیں۔ اُسپر مزید غور کیا گیا۔ اور بالآخر یہی قرار پایا کہ بہر نوع تار کا بھیجنا ہی مناسب نہیں۔ بس وہ ردی میں پھینکدیگئی۔ اور تار کا اسطرح سے خاتمہ ہوا۔

اس روایت کو بیان کرنیکے بعد جس کی لغویت اور بناوٹی ہونے کو ایک بچہ بھی سمجھ سکتا ہے مسٹر سٹیڈ صاحب لمبی چوڑی منطق چھانٹتے ہیں۔ کہ جب اعلیٰحضرت معہ وزیر اعظم غازی عثمان پاشا و متعدد دیگر پاشاؤں کے ایک تعریفی "تار کا مسودہ" تیار کرنے جیسے فضول اور ناکارہ کام میں ہی برابر سات گھنٹہ مصروف رہے اور اس اثنا میں سلطنت عظمیٰ عثمانیہ کی تمام انتظامی مشین بیکار پڑی رہی۔ اور تمام کاروبار سلطنت معطّل رہا تو اس سے بڑھکر کیا خرابی ہو سکتی ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ اگر سلطان کی طبیعت کمزور اور متلون نہ ہوتی تو اتنا وقت صرف نہ ہوتا۔ صرف چند منٹ کافی تھے اور اگر کل سلطنت کا دارومدار اور کل کاروبار اُن کے ہاتھ میں نہ ہوتا تو خواہ وہ سات کی جگہ سترہ گھنٹے صرف کر دیتے۔ کاروبار سلطنت کو ایک منٹ بھی معطل نہ رہنا پڑتا۔ نتیجہ و اعتراض تو بیشک ٹھیک ہیں۔ بشرطیکہ مقدمات اور واقعات درست ہوں۔ تار کا قصہ من گھڑت اور کمزوری

Marfat.com

طبع و تلون المزاجی کا اتہام بالکل غلط ہے۔

شیطان کا چرخہ

اس سے آگے چلکر صاحب بہادر اعلیٰحضرت پر الزام لگاتے ہیں کہ "وہ انتظامی معاملات میں وسیع الخیال اور بلند نظر نہیں ہیں۔ ذرہ ذرہ سی بات کے لیے وہ اپنا دماغ پراگندہ کرتے ہیں مثلاً آپنے قسطنطنیہ اور اس کے قرب و جوار میں بائیسکل کی سواری کی ممانعت کر دی ہے۔ کہ یہ سلطنت کیلئے خطرناک اور بیتیم سواری ہے۔ چنانچہ ایک طالین جہاز کے افسر کو بائیسکل پر جسے ترک شیطان کا چرخہ کہتے ہیں سواری کرنے کے جرم میں زیر حوالات کر دیا گیا تھا جس لغات میں انقلاب مساوات۔ آزادی۔ بغاوت وغیرہ وغیرہ جیسے الفاظ ہوں اسے شائع نہیں ہونے دیا جاتا۔ کہ ایسے الفاظ سے لوگوں کے دلوں میں تحریک پیدا ہوتی ہے۔ ہملٹ۔ میکبتھ جیسے ناٹک وڈراما جس میں بادشاہوں کے قتل اور رعایا کی بغاوت کے قصے درج ہوں انکو تھیٹروں میں ایکٹ کرنے نہیں دیا جاتا۔ توریت و انجیل کے وہ فقرے جن میں یہودیوں کے یروشلیم پر دوبارہ قابض ہونے اور مسیح کی بادشاہت کے قائم ہونے کی خوشخبریاں ہیں خارج کر دیئے گئے ہیں۔ اور اسیطرح کتاب مقدس میں جا بجا کانٹ چھانٹ کر دیگئی ہے۔ ان فضول ولغو کاموں پر بڑے زور سے بحث مباحثہ ہوتے رہتے ہیں۔ اور ادھر دوسری طرف صوبجات تباہ اور یہ بڑی سلطنت برباد ہو رہی ہے۔ کوئی اُن کیطرف توجہ نہیں کرتا"

ان سراپا لغو اور دروغ افترا بندیوں میں اپنا زور قلم دکھانے کے بعد مسٹر سٹیڈ اپنے مضمون کی چھٹی یعنی آخری فصل کو "کیا علاج کرنا چاہیئے؟" کے عنوان سے شروع کرکے پادری میک کول کی ہم آہنگ ہوکر مظالم آرمینیا کے متعلق بہت کچھ شور وغوغا مچاتے ہیں۔ اکثر جگہ پادری مذکور اور اسی جیسے متعصب اخبار ٹائیمز کے نامہ نگار کی تحریروں کا اقتباس درج کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ "ظلم وستم اور قتل وغارت کرنا ترکوں کی گھٹی میں پڑا ہوا ہے۔ وہ اپنی فطرت سے لاچار ہیں۔ یہی کیفیت موجودہ سلطان کی ہے۔ وہ اپنی آبائی اور قومی خواص کو نہیں چھوڑ سکتے کمینہ۔ بزدلی اور وحشیانہ خونخواری۔ کا خاص طور سے اُن پر الزام لگانا (جیسا کہ پادری میک کول نے کیا ہے) غلط ہے وہ صرف اپنے آباؤ اجداد کے قدم بقدم چل رہے ہیں۔ ساسون۔ ساڈ۔ تبک اور ارض روم کے مظالم بے شک نہایت خطرناک ہیں۔ مگر سلطان اپنی موروثی خونخواری سے مجبور ہیں۔ اُن پر الزام لگایا گیا ہے کہ یہ کل ظلم سلطان اعظم کے براہ راست تحریک وایما سے ہوئے ہیں۔ مجھے یہ الزام

سلہ اس جھوٹے اتہام وافترا کی تردید کے لیے دیکھو رسالہ مفتری و صنہ مظالم آرمینیا میں لارڈ نفس بری کی تقریر ہو

درست معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ گمان غالب ہے کہ وہ دل میں افسوس کرتے ہوں گے کہ عیسائیوں کی خونریزی مکمل طور پر نہیں ہوئی۔ انہوں نے کردوں کو مسلح کرکے آرمینیوں کے لیے انکو قاتلان خونخوار و بلائے بیدرمان بنادیا ہے۔ ان لوگوں کی بیقاعدہ فوج سواران موسومہ عسکر حمیدیہ بنائی گئی ہے۔ انکا صدر مقام مشرقی فرات کے کنارے بمقام میالائی گرد ہے۔ انکی تیس رجمنٹیں تیار ہوچکی ہیں۔ اور فی رجمنٹ پانسو سوار آدمی بھرتی ہیں۔ جدید اسلحہ ورگولہ بارود کے ملنے اور انکا استعمال کرنا سیکھ جانے سے انکی وحشیانہ خونخواری ودرندگی دس گنا بڑھ گئی ہے آرمینیہ کے قتل کرنے کے لیے باقاعدہ طور پر ترکی فوج نظام مامور کیگئی۔ اور افسروں نے ایسے ظالمانہ احکام جاری کیے کہ بعض وقت ترک سپاہی بھی انکی تعمیل ماکراہ کرتا تھا۔ ترکی فوج نظام اور حمیدیہ کرد سواروں نے آرمینیہ کا نام ونشان صفحہ زمین سے مٹا دینے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔ مگر یہودیوں کیطرح یہ قوم ایسی سخت جان اور جلد بڑھ جانیوالی قوم ہے کہ ہمیں مغربی ایشیا سے انکے نابود ہو جانے کا کوئی اندیشہ نہیں مظالم کی تواتر اور بیحد بدنظمی سے اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ یہ سلطنت جلدی غارت ہو جاوے گی۔ یہ بات ناممکن نہیں۔ مگر اتفاقات اس کے برخلاف ہیں۔ ایک عالی مرتبت فرانسیسی مدبر کا مقولہ ہے کہ یہ خیال نہ کرو کہ سلطنت عثمانیہ برباد ہو رہی ہے۔ وہ ابھی تک قائم رہے گی۔ یہ قدیم سلطنتیں اُن پرانی وضع کے چھکڑوں کی مانند ہیں۔ جو دور دراز فاصلہ کے دیہات میں نظر آتے ہیں۔ وہ ہچکولے کھاتے جاتے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام جوڑ ایک دوسرے سے علیحدہ ہوکر زمین پر گر پڑیں گے۔ مگر منزل کے خاتمہ پر بھی وہ گاڑی ویسی ہی چلی جاتی ہے۔ جیسی کہ صبح کو آغاز سفر کے وقت تھی یہی کیفیت پرانی سلطنتوں کی ہے۔ گو بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ نیست ونابود ہونے کو ہیں۔ مگر جس طاقت وسخت جانی نے انکو کئی صدیوں سے قائم رکھا ہے وہی انکو اب بھی قائم رکھے گی؛ پس سلطنت عثمانیہ کا جلدی معدوم ہوجانا مشکل نظر آتا ہے۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ اسکی عیسائی رعایا کے بچاؤ کے لیے کوئی مستقل علاج کیا جائے اور وہ علاج یہی ہے کہ جتنے صوبے سلطان کے قبضے سے نکل سکتے ہوں اُن کو نکال لیا جائے آرمینیا روس کو۔ البانیا اٹلی کو۔ مقدونیہ اور سالونیکا آسٹریا کو اور شام فرانس کے حوالے کر دیا جائے۔ اور باقی جو علاقہ سلطان کے پاس ہے اُس کا انتظام دول عظام کے سفراء کے سپرد کر دیا جائے اور سلطان کو کونسل سفراء کا پریسیڈنٹ بنادیا جائے۔ اور اگر ہوسکتا

سلہ مسٹر سٹیڈ لارڈ سالسبری کی تقریر یہ پڑھلو۔ تمہارا اطمینان ہوجاوے گا کہ سلطان المعظم سے بڑھکر کوئی فرشتہ خصلت بادشاہ ہونا محال ہے۔ اگر اس سے بھی تسلی نہ ہوئی تو سلطان کا تازہ فرمان پڑھلو۔

ہو تو قسطنطنیہ صوبجات متحدہ امریکہ کے سپرد کر دیا جائے الغرض مختصر یہ کہ ایک دو سرے سو دائیوں کی طرح جن کی تجاویز عموماً اخبارات میں انکی پریشان دماغی کے ثبوت میں شائع ہوتی رہتی ہیں مسٹر سٹیڈ صاحب بھی اپنے اس خیالی علاج و تجویز کی خوبیوں کو زوردار عبارت میں بیان کرنے کے بعد یورپ سے متفق الرائے ہونے کی درخواست کرتے ہیں کیونکہ بغیر اتفاق کے عیسائی طاقتوں کو کبھی کامیابی نصیب نہیں ہوگی۔ اور اسی درخواست پر اپنے مضمون کو ختم کرتے ہیں۔

صاحب موصوف نے اس آخری تجویز سے نہ صرف اپنے مضمون کو بلکہ اپنے تدبر و دانائی اور فہم و معاملہ فہمی کو سمجھداروں کے نزدیک بے وقعت اور ذلیل کر دیا ہے۔ انکی تحریر کا یہ آخری حصہ ایسا طفلانہ ہے کہ اسکی تردید کرنا محض اپنا وقت رایگان کرنا ہوگا۔ البتہ مسٹر سٹیڈ کا یہ خیال بالکل درست ہے کہ اگر دول مسیحیہ اسوقت متفق و یکدل ہو جائیں تو ترکوں کی موجودہ حالت ایسی نہیں کہ وہ اپنی سلطنت کو انکی دست برد سے بچا سکیں یوں تو کارساز کے کام نیارے ہیں مگر بظاہر حال ایسی صورت میں سلطنت عظمیٰ عثمانیہ کا بچنا محال ہو جائے لیکن کیا مسٹر سٹیڈ کو یہ حکم الٰہی معلوم نہیں۔ ومن الذین قالوا انا نصاریٰ اخذنا میثاقھم فنسوا حظاً مما ذکروا بہ فاغرینا بینھم العداوۃ والبغضآء الیٰ یوم القیٰمۃ وسوف ینبئھم اللہ بما کانوا یصنعون (سورہ مائدہ ع ۳)

دی سلطان آف ٹرکی

منقول از اخبار زمانہ کانپور ترجمہ مضمون مولوی رفیع الدین احمد صاحب بارسٹر
ساکن حال لنڈن

تمام باشندگان ممالک مغربیہ و مشرقیہ کے نزدیک کوئی شخص ایسی نامور ہستی ہیں شاید حضرت سلطان خلد اللہ ملکہ سے بڑھکر قابل غور نہیں ہے جو اس وقت جلوہ آرائے سریر سلطنت قسطنطنیہ و خلیفہ مذہب رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں اور کسی شخص کے حالات شاید آپ سے بڑھکر تاریخی مذہبا اور بخیال پیچیدگی معاملات کے وجہ دلبستگی نہ ہونگے۔ یہ سچ ہے کہ

Marfat.com

ٹرکی کی اب وہ غیر مغلوب ہمیشہ فتح کرنے والی اور زبردست قوت باقی نہیں ہے۔ نہ اب وہ
اعظم یورپ میں صلح اور جنگ کا فرمان جاری کرسکتی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ وہ اب
ممالک کو اپنے خوف سے ہلا دینے والی سلطنت نہیں رہی۔ لیکن اب بھی وہ ایک ایسے خطہ مملکت پر
قابض ہے جو تینوں براعظم میں پھیلی ہوئی ہے۔ اور ان سرزمینوں پر حکمرانی کا دعوے کرتی
ہے۔ جو سب سے زیادہ دولتمند ہیں اور جہاں نیچر سب سے بڑھ کر اپنے دلربا حسن کا جلوہ دکھاتی ہے
کثیر التعداد مختلف قومیں مختلف فرقے اور مختلف مذاہب کے لوگ اسکے زیر حکومت ہیں۔ اس کا
پایہ تخت جو بڑی بڑی شائستگیوں۔ بڑی بڑی بر عظموں۔ اور بڑے بڑے مذاہب کے ملنے کی
جگہ ہے اپنے ہی پاس مشرقی اور مغربی سلطنت کی کنجی رکھتا ہے اسکے پاس اب بھی ایک ایسی
قوی اور زبردست فوج ہے۔ جو بمقابلہ بہادری اور حب الوطنی کے کسیطرح سے کم نہیں
سمجھی جاسکتی۔ پولیٹیکل ضرورتوں سے قطع نظر کرکے جو درحقیقت بہت بڑی ہیں سلطان ٹرکہ
خلداللہ ملکہٗ بشل خلیفہ اسلام و محافظ مزار مقدس کے اپنی بیشمار رعایا پر اپنی ذات مقدس آیات
سے ایک ایسا اتفاقی اثر ڈالتے ہیں۔ جو اس زمانہ دہریت اور لامذہبی میں انہیں اپنے سچے مذہب کا
عاشق اور دیگر اقوام کے آگے لاثانی اور یکتا بنا دیتا ہے۔ اور باوجود ان سب باتوں کے یہ امر کس
قدر تعجب خیز اور حیرت انگیز ہے کہ کوئی حکمران اور کوئی بادشاہ یورپ و ایشیا والوں میں اپنے
ملک سے باہر اس قدر کم مشہور نہیں جس طرح کہ سلطان عبدالحمید خان۔ صحیح ہے کہ بہت سے
سیاحان یورپ و امریکہ نے رسالے اور مضامین حضرت جہاں پناہ کے حالات میں لکھ ڈالے۔ لیکن انمیں
سے کم ایسے ہیں کہ جو طرفداری کے ناواجب اثر سے بری ہوں۔ اور تقریباً سب کے سب وہی لوگ ہیں
جو پولیٹکس کی تنگ اور روندی ہوئی نال میں دوڑتے ہیں۔ ان حضرات میں چند ایسے بھی ہیں جو
حضور سلطان کی فیاضانہ دعوت کا مزہ لیکر اور بدرجہ غایت انکی شخصی الفت کا دعوے کرکے جب اپنے
ملک میں واپس آتے ہیں تو زیادہ سرگرمی سے ان پر الزام لگانیکا ارادہ کرلیتے اور فضول رائے
زنی میں مشغول ہوجاتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ انکی سلطنت کے حصے کرکے اپنی اپنی یورپ کی
ریاستوں میں ملالیں۔ ایسے نامرغوب تجربوں کے بعد کیا کوئی سلطان کو اجنبیوں کی ملاقاتوں کیطرف
سے بدگمان پاکر متحیر ہوسکتا ہے؟ اگر وہ اپنے ملاقاتیوں کے ساتھ بطور ڈپلامیٹک برتاؤ کریں بخیال
اسکے کہ ایسا نہ ہو کہ آپکی غفلت سے کوئی راز آپکی سلطنت کا اس کے کان میں پڑ جائے۔ اور وہ مثل
پولیٹیکل جاسوس کے بعد ازاں اسے طشت از بام کرے تو اسکی نسبت کون شخص آپ پر الزام رکھ سکتا ہے؟

Marfat.com

بہت کم یوروپین سیاح ہیں کہ جن کے پاس وہ ذرائع موجود ہوں جن سے وہ سلطان کے مذہبی اور سوشل وقعت سے کہ اسی پر اسلامی سلطنت کے بادشاہ کی پولیٹکل کامیابی کا دار و مدار ہے واقفیت حاصل کرسکیں سلطان سمجھ میں بہت زیادہ قابلقدر سمجھے جاتے ہیں۔ بمنزلہ کوشک محل ہے کیونکہ بہت سی ایسی افواہیں جو مسجد میں بیٹھکر بادشاہ کے خلاف ایکدوسرے کے کان میں کہی جاتی ہیں۔ بارہا اُس بادشاہ کے زوال کا باعث سمجھی گئی ہیں۔ حکمران ٹرکی کی کچھ حقیقت نہیں ہے۔ اگر وہ ساتھ ہی ساتھ خلیفہ بھی نہ ہو

سلطان اور اُنکی عظمت کی نسبت صحیح نتیجے پر پہونچنے کے لیے ہر شخص کو چاہیے کہ وہ ایک مشرقی مسلمان کے چشم اور گوش ہوکر قسطنطنیہ میں داخل ہو۔ یوروپین وزیٹر (سیاح یا ملاقاتی) ایک ہوشیار اور مدبر ترک کی سرشت اور طبیعت کا اندازہ کرنے سے اسطرح قاصر ہے جسطرح کہ ایک چینی ایک جرمن کی خلقت کو جانچنے سے۔ ایک مشرقی ملک کا رہنے والا انگلستان پہونچکر اُس عدم واقفیت سے سخت متحیر ہوتا ہے۔ جو مسلمانوں کی نسبت یہاں پائی جاتی ہے۔ بارہا بے بنیاد غیر معتبر تمسخر آمیز اور فضول مضامین کا آمد اور قابل اعتبار خبروں کا جامہ پہن کر برٹش پریس (انگریزی مطابع) میں پہونچتے اور وہاں سے شائع ہوتے ہیں۔ مگر اب وہ زمانہ قریب ہے کہ اس قسم کی شکایتیں رفع ہو جائیں۔ درحقیقت یہ نہایت ضروری اور لازمی ہے کہ اس ملک انگلستان کے ہر ایک فرد کو دنیا کے جملہ مسلمانان کے حالات کے متعلق معتبر علم رکھنا چاہیے لارڈ بیکنسفیلڈ نے نہایت دانشمندی سے ایک مرتبہ بطور ریمارک یہ فرمایا تھا کہ ہندوستان کی کنجیاں قندہار میں نہیں ہیں بلکہ وہ لنڈن میں ہیں۔ بلاشبہ یہ اور کہدینا چاہیے کہ اسلام کی قوم کا پولیٹکل ستون لنڈن میں نصب کردیا گیا ہے۔ کیونکہ گریٹ برٹن اور مسلمانوں کا میل ملاپ ہر وقت اور ہر گھڑی ہے یا (لنڈن میں) رہتا ہے یہ امر جس قدر حیرت انگیز اور تعجب خیز ہے اُسیقدر افسوسناک اور رنجدہ بھی ہے کہ مشرق کے کثیر التعداد اور لاکھوں مسلمان جو سلطان عبدالحمید خان خلد اللہ ملکہ کو اپنے سچے دین کا خلیفہ سمجھتے ہیں اور جو ہر آٹھویں دن جمعہ کے خطبہ میں اُنکی خیریت اور سلامتی جان کی دعائیں مانگتے ہیں۔ اپنے خلیفہ کے ذاتی حالات سے سراسر بے علم اور بے خبر ہیں اس لیے اگر انہیں میں کا کوئی شخص حضور بارگاہ شوکت پناہ کے حالات کی روشنی کا ایک پرتو بھی اُنکے روبرو پیش کرے تو یقین کامل ہے کہ وہ ضرور اُنکے نزدیک مقبول اور دل پسند ٹھہرے گا۔

ذیل کے حالات جو چند صفحوں میں درج ہیں اس غرض سے لکھے گئے ہیں کہ ان سے باشندگان دیار انگلستان و نیز مسلمانان ممالک مشرقیہ سلطان کے حالات سے پوری واقفیت حاصل کریں۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ انگریزی رسالہ "دور دراز ممالک کے مسلمانوں میں خبر پہونچانے کا ایک عجیب ذریعہ ہے"۔ بلاشک وہ عجیب

Marfat.com

ہے۔ تاہم یہ سب سے زیادہ محفوظ زود ترین اور بہترین خیال کیا جاتا ہے۔ لنڈن کی خبریں اسلامی ملک میں اور اسلامی ملک کی خبریں لنڈن میں بمقابلہ دو اسلامی ملکوں کے جلد تر پہونچتی ہیں۔ اور پھیلتی ہیں۔ اور حقیقتاً یہی وہ کنجی ہے۔ جس کے ذریعہ سے برٹش سلطنت نے مشرقی ممالک کے انتظام و نظم و نسق میں کامیابی حاصل کی۔ آج ادھر افغانستان میں کوئی پولیٹیکل تحریک ہوئی اور ادھر جیوں کی تیوں برٹش پریس میں جا پہونچی۔ اور اس لیے آپ کل ہی ہر انگریز کی زبان پر اُسکا ذکر موجود پاوینگے۔ اور یہی خبر شاید چند ہفتوں میں شاہ ایران کے کان تک جا پہونچے۔ قبل اس کے کہ حیدر آباد کے لوگوں کو بمبئی کے مذہبی بلوے کی خبر ہو۔ لنڈن کے روزانہ اخبار کو آپ دیکھیں گے کہ وہ اُس کے اسباب و نتائج پر غور کرتے ہیں ایسا ہی ہر کوئی شاہی خاندان کی شادی کا حال ترکوں کو معلوم ہی نہیں ہوتا ہے۔ مگر ملکہ انگلستان کے نبیرہ جگر بند کی کتخدائی کی خبر دوسرے ہی دن قاہرہ اور قسطنطنیہ میں ہر زد گردی کرتی ہوئی ہوگی۔ بہت کم مسلمان قسطنطنیہ میں ہندوستانی زبان بولتے ہیں۔ مگر ایک کثیر تعداد انگریزی اور فرانسیسی بخوبی بول سکتے ہیں۔ لہذا لنڈن ہلالی دنیا کا عام ڈاک خانہ کہا جا سکتا ہے۔

عرصہ چھبیس[1] سال کا ہوا کہ یہی تاریخ میں پہلی ایک حکمران ترکی نے انگلستان کے سواحل پر قدم رکھا۔ یہ مثل ایک خوفناک غنیم کے نہ تھا بلکہ انگلستان والوں اور اس کے فرمانروا کے ایک طاقتور دوست اور ذی عزت مہمان کی حیثیت سے پہونچا تھا۔ اس بادشاہ کے تشریف لاتے ہی اولین بار سلطنت انگلشیہ کی تاریخ میں ہلالی پرچم اور نشان والے جھنڈے قصر بکنگہم کی دیواروں کے اوپر پہلو بہ پہلو اڑتے ہوئے نظر آئے۔ یہ سلطان عبد العزیز کی تشریف آوری کی مقدس یادگار ہے جو دو ملکوں کے حاکم۔ دو سمندروں کے مالک حرمین شریفین کے خادم اور خلیفۃ الاسلام کے لقب سے مشہور تھے۔ ملکہ انگلستان اور وہاں کے لوگوں کی طرف سے نہایت تکلف اور خوبی کے ساتھ مہمان نوازی وقوع میں آئی۔

لارڈ میئر (شہر کا بڑا حاکم) نے گلڈ ہال میں بادشاہ موصوف کا استقبال کیا اور اس قصر کی تاریخی دیواروں کے اندر کھڑے ہو کر یورپ کے زمانے میں اولین بار سلطان والا جاہ نے عیسائی سامعین کے روبرو اسپیچ دی۔ حضور سلطان المعظم نے اپنے میزبانوں کا شکریہ ادا فرمایا۔ اور بعد ازیں اپنی زبان معجز بیان سے یوں فرمایا کہ اس ملک میں اور نیز یورپ کے دیگر ممالک میں میرے آنے کی غرض و غایت یہ ہے کہ (۱) ان ملکوں میں جو شائستگی کے مرکز کہے جا سکتے ہیں یہ دیکھوں کہ اب کونسی بات ایسی رہ گئی ہے کہ جو ہمارے بیان نہیں ہے

[1] سلطان عبد العزیز شہید ۱۸۶۷ء میں پیرس اور لنڈن تشریف لے گئے تھے۔ جس واقعہ کو اب ۲۹ برس ہوتے ہیں۔ مگر چونکہ مولوی صاحب نے اس مضمون کو ۱۸۹۳ء میں لکھا تھا۔ اسلیے ۲۶ برس تحریر کیے ہیں۔ (مترجم)

Marfat.com

درجہ ہمارے اس کام کی تکمیل کیلئے درکار ہونگے جسے ہم نے شروع کیا ہے اور (۲) مجھے اپنی اس خواہش کا اظہار ضروری ہے جو میں اخوت اور قومی ہمدردی کے متعلق رکھتا ہوں اور جسے نہ صرف میں اپنی رعایا میں قائم کیا چاہتا ہوں۔ بلکہ میری دلی تمنا ہے کہ محبت اور اتحاد ہمارے لوگوں اور نیز یورپ کی دیگر اقوام میں قائم و دائم ہے کس لیے کہ یہی ہمارے زمانہ کی ترقی اور رونق کی بنا ہے"

سلطان کے ہمراہ اُن کے دو بھتیجے مراد آفندی و حمید آفندی بھی تشریف لائے تھے۔ ان دونوں شہزادے حمید غائت درجہ شرمگین۔ کم سخن۔ متین اور سنجیدہ تھے۔ چنانچہ آپ اسقدر شرمگین تھے کہ ملکہ معظمہ جب شوکت پناہ کو قصر بکنگھم کے باغ میں ٹہلتا دیکھ کر آپ اپنے تئیں درختوں میں چھپا لیتے تھے۔ یہ وہی شہزادہ تھا جو اس وقت سلطنت ٹرکی کا نامور اور روشن دل حکمران ہے۔ شاید سب سے بڑا کام جو سلطان عبدالعزیز نے اپنے بھتیجے یا اپنے ملک کے ساتھ کیا وہ یہی تھا کہ انہوں نے اس ہوشیار شہزادے کو سفر یورپ اور خصوصاً لنڈن کے سفر میں اپنے ہمراہ رکھا۔

وہ رنجدہ اور حسرت خیز حالات جن میں پڑکر سلطان عبدالحمید نے عنان سلطنت اپنے ہاتھ میں لی تھی۔ ناظرین کو بخوبی یاد ہوں گے۔ اس لیے اُسکی تفصیل بیان کرنیکی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ اس متین اور سنجیدہ شہزادے کی ناموری کیلئے یہ کہدینا بے جا نہ ہوگا۔ اور یہ ایک ایسا واقعہ ہے جو عوام میں مشہور بھی نہیں ہے کہ جب تاج سلطنت عثمانیہ کو آپکے فرق مبارک پر رکھنے کو ڈیپوٹیشن پہونچی تو آپ نے صاف طور پر اسکے قبول کرنیسے انکار کیا۔ بہت کم شہزادے ایسے ملیں گے۔ جو اس قسم کے ہدیہ سے انکار کریں گے اور پھر اُسوقت تک سلطنت کے نہایت خطرناک اور ذمہ داری کے عہدے کو قبول نہ فرمایا جبتک اُنکے برادر بزرگ کی دیوانگی اور شوریدگی قطعی طور پر ثابت نہ ہوگئی۔ اور نیز اُسکے ساتھ ہی بلکہ اعلےٰ سمجھ روشن دماغی اور حب الوطنی کا بھی اندازہ ہوگیا۔ آپ کو اُسوقت قدیم دستور کے مطابق مسجد ایوبی میں لیگئے۔ جہاں پہونچکر شریف قونیہ نے آپکے دست مبارک میں تیغ عثمانی عطا فرماکر آپ کو تمام اہل اسلام پر حکومت بخشی۔ یہ شریف قونیہ قسطنطنیہ میں خاص اسی غرض سے بلائے گئے تھے ہمیشہ سے یہی دستور چلا آتا ہے۔ کہ اس قسم کا حق انہیں لوگوں کیلئے رکھا چھوڑا ہے۔ جو ایسے عہدے پر مامور ہوں۔ ٹرکی کی تاریخ میں یہ زمانہ نہایت نازک خیال کیا جاتا تھا۔ تخت سلطنت پر ایک قوی اور زبردست بادشاہ کی ضرورت تھی۔ اسوقت سلطنت پر تباہی لانے کے لیے شہزادہ کا ایک نادرست فعل اور نا جائز حرکت اور تھوڑی سی کوتاہ اندیشی کافی تھی۔ وہ لوگ جو سلطان عبدالحمید خان ثانی خلد اللہ ملکہ کے چال و چلن اور اُنکی روش کو جنگ و جدل کے طوفان کے زمانے سے لے کر ایام امن تک نہایت غور سے

غور سے دیکھتے رہے ہیں۔ اس امر کے اقبال سے ذرا بھی تامل کریں گے کہ آپ نے ایسے موقعہ پر فہم و فراست و دانش و ادراک سے کام لیا اور خوش انتظامی کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ یہی وہ باتیں ہیں جن میں کم سے کم حکمران ٹرکی تو بمشکل ان پر سبقت لے گئے ہونگے۔

گزشتہ سترہ[1] سال سے سلطان محکمہ خارجیہ کے خود ہی سیکرٹری ہیں اور آپ اپنی سلطنت میں مشرقی مسئلہ کے سمجھنے میں سب سے زیادہ قابل اور زود فہم تصور کیے جاتے ہیں۔ آپ اپنی مملکت میں نہایت محنتی اور جفاکش مشہور ہیں کیونکہ آپ اکثر ہر قسم کے کاغذات خود ہی ملاحظہ فرمایا کرتے ہیں اور ہر طرح کے خط و کتابت آپ ہی کیا کرتے ہیں۔ آپ ہی کاغذ پر جب تک کہ پیشتر پڑھ نہ لیا ہو دستخط نہیں کرتے۔ بہتوں کو اس امر سے حیرت ہو کہ آپ اس قدر کام کیونکر کرتے ہونگے۔ چونکہ بادشاہت کی ترقی و زوال آپ ہی کے ہاتھ میں ہے پس مقتضائے طبیعت یہی ہے کہ ایسے آدمی کا وجود دل چسپی و دل آویزی سے خالی نہ ہوگا۔ اسلیے ہر نو وارد آپکی دیدار کا دل سے خواہشمند ہوتا ہے مگر بہت کم ایسے ہیں جن کو آپکے ذاتی حالات معلوم کرنے کی عزت حاصل ہوئی ہو یہ وہ ہیں کہ دیگر شہنشاہوں اور بادشاہوں میں سلطان خلد اللہ ملکہ از حد خوش اخلاق مشہور ہیں۔ جتنے سیاح وہاں سے آتے ہیں۔ وہ آپکے لاانتہا حسن خلق کے ثبوت بھی اپنے ہمراہ لیے آتے ہیں۔

ٹرکی کی تاریخ اور اسکے مذہب سے مجھ کو ایک فطرتی دلبستگی تھی۔ اور میں اسکے حکمران کے حالات خواہ وہ مذہبی ہوں یا پولیٹیکل ہندوستان میں اور نیز اپنے قیام یورپ میں اکثر دریافت کرتا اور اس سے واقف ہوتا رہا اور اسی اشتیاق میں میرا گذر ۱۸۹۹ء کے موسم خزاں میں اس سرزمین میں ہوا۔ سلطان رفعت پناہ کی حضوری اور قدمبوسی کی تمنا کا اظہار میں نے بذریعہ عرضی کے کیا جس کے جواب میں سلطان اعظم نے میرے ملنے کے لیے ۱۲ اگست ۱۸۹۹ء روز جمعہ بعد فراغت نماز کے وقت قرار دیا۔ میں سر الفرڈ منڈلیسن کے ہمراہ جو برٹش سفیر اور میرے معزز انٹرپریٹر (مترجم) تھے قصر شاہی کو روانہ ہوا میں سب سے پہلے اُس جلوس اور اہتمام کو قلمبند کروں گا۔ جو جمعہ کی نماز کے ساتھ متعلق ہے۔

ٹرکی میں جمعہ کے دن جب سلطان خلد اللہ ملکہ اپنے قصر سے جامع مسجد میں اُس شہنشاہ دوجہان بادشاہ عالم و عالمیان کی حضوری میں بندگی کو مثل اپنی دیگر رعایا کے تشریف لاتے ہیں۔

---

[1] سلہ ۱۹۰۰ء میں بفضلہ یہ اعداد بیس سے تبدیل ہوگئے اور ۳۱ اگست ۱۹۰۰ء سے اعلیٰحضرت امیر المومنین کے عہد حکومت کا پچیسواں برس شروع ہے۔ ۳۱ اگست ۱۹۰۰ء کو ترکی حساب کے مطابق ۲۵ سالہ عہد حکومت کی تقریب جوبلی کا جشن منایا گیا۔ (بندہ محمد انشاء اللہ عفی عنہ)

اس وقت خلیفۃ المسلمین کی عظمت و جلال اور اسلام کی شان و شوکت قابل دید ہوتی ہے۔ درحقیقت ایسا نظارہ کسی دوسرے اسلامی خواہ عیسائی ملک میں آنکھوں کو نصیب نہیں ہو سکتا۔ فوج کے نہایت عمدہ جوانوں میں سے بارہ ہزار وفادار سواروں کی جمعیت جمعہ کے روز اُس سڑک کی ہر دو جانب کھڑی ہوتی ہے جو قصر سلطانی سے جامع حمیدیہ تک چلی گئی ہے۔ یہ فوج ہلالی جھنڈے ہاتھوں میں لیے اُس شہنشاہ کی سلامی کو حاضر ہوتی ہے جس کے دست قبضہ میں اسلامی بیڑا اور جس کے نام کے ساتھ خلیفۃ المسلمین کا لقب لگا ہوا ہے۔ یہ سوار بادی النظر ہی میں جری اور بہادر معلوم ہوتے ہیں۔ اور ہر طرح کے نو ایجاد جنگی ہتھیاروں اور زرق برق اسلحوں سے آراستہ دکھائی دیتے ہیں۔ سلطانی ایڈیکانگ سبزہ رنگ عربی النسل مرکبوں پر سوار سیاہ رنگ کی خوشنما وضع کی وردیاں جن کے کناروں پر سنہری اور جڑاؤ بیل ٹکی ہوئی ہے زیب تن کیے سرخ سرخ ٹرکش فیز (قسم کلاہ) سروں پر رکھے اور بہادری کے تمغے اپنے اپنے سینوں پر لٹکائے وفادارانہ جوش کے ساتھ یہ شہنشاہی پیغام ادھر اُدھر گذرتے ہیں۔

جامع مسجد کے مقابل و قصر یلدز کے قریب ایک چھوٹا سا خوبصورت بالا خانہ واقع ہے جس جگہ معزز وزیٹروں کو بلحاظ تمام ایک قسم لیجا کر بٹھاتے ہیں اور جہاں سے وہ لوگ حضور سلطان المعظم کو مسجد میں تشریف لیجاتے دیکھتے ہیں۔ جیونہی کہ ٹرکش کلاک (گھڑی) میں چھ بجتے ہیں یعنی (انگریزی وقت کے مطابق بارہ) بادشاہی امام ڈھیلا ڈھالا قبا پہنے اور سبز عمامہ باندھے عرب و سیریا (شام) کے چند علماء جو اپنے ملک کے لباسوں میں ہوتے ہیں ہمراہ لیے قصر شاہی کے حدود سے باہر نکلکر خانہ خدا کی راہ لیتے ہیں انکے پیچھے دو گاڑیاں جن میں سلطانی حرم کی عورتیں ہوتی ہیں مسجد کی طرف روانہ ہوتی ہیں۔ مسجد کی حدود میں پہنچ کر گھوڑے کھول لیے جاتے ہیں اور تا اختتام نماز یہ خاتونانِ حرم انہیں گاڑیوں میں بیٹھی رہتی ہیں۔ انکے بعد وزیر اعظم۔ شیخ الاسلام۔ افسران فوج۔ وزرائے سلطنت۔ وزیر جنگ۔ امیر البحری۔ بڑے بڑے عہدہ داران ملکی۔ اور ایک معتد بہ جماعت ارکین اور اکابران سلطنت کی عجیب شان و شوکت اور جاہ و حشم کے ساتھ یکے بعد دیگرے گذرتی ہیں۔ اور جن کی نمائش سے تمام گذر گاہ جگمگا اٹھتا ہے اس عالمگیر خاموشی میں بگل کی آواز یکایک کان میں پہونچتی ہے جس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ ادب خاموش! حضور خلافت پناہ تشریف لاتے ہیں۔ سلطان المعظم ایک کھلی ہوئی گاڑی میں جس میں دو خوبصورت عربی گھوڑے جتے ہوئے تھے، جلوہ افروز ہوئے۔ آپکی حضوری میں عثمان پاشا پلیونا کے مشہور ہیرو جن کو بادشاہ کے مقابل بیٹھنے کی عزت حاصل ہے موجود تھے۔ گاڑی کو چاروں طرف سے حضرت جہان پناہ کے باڈی گارڈ کے افسر حلقہ کیے ہوئے تھے۔ ان چیدہ شخصوں کی جماعت ایسی جری

Marfat.com

اور خوبصورت تھی کہ مجھے اس سے پہلے ایسے وجیہ اور خوشرو جوانوں کے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ محافظان بادشاہی عربی گھوڑوں پر سوار تھے۔ اور ان کے جسموں پر نہایت زرق برق یورپین وردیاں تھیں سلطان کے مشاہدہ جمال سے ایک گرج کی سی آواز دلی جوش اور جان نثاری کے اظہار میں فوج کے درمیان سنائی دی اور یکبارگی یہ بادشاہم چوق یشا! ہمارا بادشاہ بہت زندہ رہے! کا نعرہ بلند ہوا۔ نعروں کی گونج کئی منٹوں تک کم نہیں ہوئی جب گاڑی اس بالا خانہ کے قریب پہنچی جہاں کہ مختلف مقاموں کے سیاح اور مہمان تشریف رکھتے ہیں۔ تو لیڈیاں اول حضور کی تعظیم کیلئے کسی قدر جھکتی ہیں۔ اور انکے بعد جنٹلمین بھی اسی طرح پر اظہار تسلیم میں سر جھکا لیتی ہیں۔ عالیجاہ سلطان بارگاہ پناہ پُر کشش طریقہ سے انکی سلاموں کا جواب دیتے ہیں۔ آپ پہلے اپنے دست مبارک کو سینہ پر رکھتے اور پھر اس کو سر تک لے جاتے ہیں۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور انکی تشریف آوری سے خوش ہیں۔ اور خوش آمد کا اظہار کر رہے ہیں اور مسجد پر پہونچتے ہی امام اور چند مشہور افسر حضرت جہاں پناہ کا استقبال کرتے ہیں۔ اور آپ اسی جلکر اپنے مخصوص گیلری (مسقف برآمدہ یا کمرہ) پر متمکن ہوتے ہیں۔ جہاں سے کہ حضور ممدوح مسجد کے اندر کی چیزوں کو بخوبی دیکھ سکتے ہیں۔ اور آوازیں سن سکتے ہیں لیکن دیگر نمازی بمشکل آپ کے دیدار کی جھلک دیکھ پاتے ہیں میں بھی بالا خانہ کے جھروکہ سے جو معزز مہمانوں کیلئے تعمیر ہوا ہے سلطان کو تشریف لاتے دیکھکر خوش ہوا۔ بادشاہ عالم پناہ کے مسجد میں داخل ہوتے ہی سلطانی ایڈیکانگ کا ایک شخص میرے پاس آیا۔ اور وہ اپنے ہمراہ مجھے مسجد کے اندر لے گیا۔ جہاں مجھے اُسنے ایک عمدہ جگہ بیٹھنے کے لیے بتلادی۔

جب لوگ باطمینان بیٹھ چکے تو امام صاحب نے خطبہ شروع کیا جسکے ختم ہونے پر اُنہوں نے سلطان اعظم خلیفۃ الاسلام کی صحت۔ درازیٔ عمر۔ دولت واقبال کے دعائیہ الفاظ ایسی طریقہ سے نہایت جوش میں زبان سے ادا کیے جسطرح انگلستان کے گرجوں میں ملکہ کے واسطے ادا کیے جاتے ہیں۔ مگر یہاں ایک نئی بات دیکھنے میں آئی جس میں حیرت اور خوشی دونوں ملی ہوئی تھی۔ اور یہ مشاہدہ تھا سلطنت اسلامیہ کے ایک قدیم دستور کا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قریب تر زمانہ خلافت میں یہ دستور تھا کہ جمعہ کے دن نماز اور خطبہ کے موقعہ پر کوئی شخص مسلمان خواہ وہ ادنیٰ ہی کیوں نہ ہو۔ امیر خلافت کے چال وچلن وغیرہ پر نہایت آزادی سے کھڑے ہو کر اعتراض کر سکتا تھا۔ اور داجبی مظالم کا جن پر پوری پوری توجہ کیجاتی تھی۔ اظہار کر سکتا تھا۔ یہاں تک جیونہی نام نامی سلطان عبد الحمید خان خلد اللہ ملکہ کا خطیب کی زبان پر آیا۔ کہ چند اشخاص جنکے ہاتھوں میں اپنے اپنے عرض حال کی درخواستیں اور عرضیاں تھیں، اٹھ کھڑے ہوئے۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کے مظالم کی چارہ جوئی یا تدارک سے ادنیٰ افسران عدالت انکار کر چکتے ہیں۔ اور وہ اس طریقہ سے

Marfat.com

خلیفۃ المسلمین سے دادخواہ ہوتے ہیں۔ عرض بیگی ان کاغذوں کو اس طرح جمع کرتا جاتا ہے گویا وہ بجنسہ سلطان کے حضور میں پیش کیے جاویں گے۔ میں نہیں جانتا کہ کہانتک سلطان ان کاغذوں کیطرف اپنی توجہ مبذول فرماتے ہونگے۔ یہ رسم مجھے از حد بھلی معلوم ہوئی اور مجھے اس سے بے اندازہ مسرت حاصل ہوئی اول اس وجہ سے کہ شروع زمانہ اسلام کی خودمختاری کے اصول حمیت کا ایک پسماندہ اور بیش بہا متبرک نمونہ ہے۔ اور دوم اس خیال سے کہ یہی ایک ایسا دستور ہے جس کے ذریعہ سے مظلوم اور ستم رسیدہ کی فریاد شہنشاہ وقت کے کان تک پہنچ سکتی ہے خانۂ خدا کا تقدس ہی ہر قسم کے زور و ظلم کے روکنے کیلئے سپر کا کام دیتا ہے۔ علاوہ بریں اس مقام پر شہنشاہ اور گدا برابر ہیں۔ زبردست سے زبردست حکمران کی وقعت مسجد میں کسی طرح عام اور غریب نمازیوں سے زیادہ نہیں سمجھی جاتی۔ یہ وہ عدالت ہے جہاں آقا اور غلام پہلو بہ پہلو اس بادشاہ دوجہان اور شہنشاہ کون و مکان کے روبرو کھڑے ہوتے ہیں جس کے قہر اور جلال کے آگے بڑے بڑے خودمختار بادشاہ کانپتے اور تھرتھراتے ہیں۔ نہایت سنجیدگی سے جیسی نماز ادا ہونی چاہیے دوگانہ ادا ہوا۔ لیکن امام جمعہ کی اس فصیح تقریر سے جو انہوں نے بطور استدعا محافظ دین متین اور خلیفۃ المومنین سے مخاطب ہو کر دربارہ مذہب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی اور نیز اس دعا سے جو انہوں نے بارگاہ ایزدی میں اسلام کی گری قوم کے ابھرنے اور خلیفۃ المسلمین کی نگہبانی کے واسطے مانگی۔ اور جس میں تمام حاضرین شریک تھے۔ ایک عجیب دل سوز اثر اور کیفیت سب دل پر طاری ہوئی۔ ٹرکی کی حالت کو دیکھ کر اور مسلمانوں کے حالات کا اندازہ کر کے میرا دل اور میری آواز انکی اس عام دعا میں جوش کے ساتھ شریک ہوئی۔ نماز کے بعد حضور سلطان عالم پناہ گاڑی پر سوار ہو کر قصر شاہی کو روانہ ہوئے۔ راہ میں آپ برابر سب کی سلاموں کا جواب دیتے جاتے تھے۔ جناب ممدوح کے تشریف لیجانے کے بعد میں سلطان کے ایڈیکانگ کے ہمراہ اس محل کو روانہ ہوا۔ جسکا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ اور وہاں لارڈ چیمبرلین کے حکم کا منتظر رہا۔ اس دن چند پولیٹکل معاملات ایسے درپیش ہوئے جس میں آپکو خاص طور پر مصروف ہونا پڑا موسیو شیور کا مین سفیر فرانس رخصت پر اپنے وطن جانیوالا تھا۔ اور اسی وجہ سے چند ڈپلومیٹک معاملات میں گفتگو کرنے کا خواہشمند ہوا۔ اسکے بعد نیم خودمختار ریاست بلغاریہ کے وزیر اعظم موسیو استام بولوف پہلے ہی پہل سلطان المعظم کی قدمبوسی کو حاضر ہوا۔ چنانچہ فرانسیسی سفیر کے بعد ہی وزیر موصوف طلب کیا گیا۔ اس کے چلے جانے کے بعد بلغاریہ کا ایجنٹ میرے کمرے میں آیا۔ جو سفیر برطانیہ (انگلستان) سے اورینٹل سیکرٹری (سیکرٹری معاملات شرقی) نے مجھ سے انٹروڈیوس (معرفی) کرا دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اسنے ایک دلچسپ تقریر شروع کی جس میں اسنے بیان کیا کہ باشندگان ملک بلغاریہ سلطان کے

Marfat.com

دِلسوز جان نثار اور فرمانبردار ہیں۔ جس کے سننے سے مجھے بہت خوشی ہوئی۔ اور میں نے اُن سے پوچھا کیا آپکے ہموطن روسیوں کے مقابل کسی حملہ میں سلطان کیطرف سے لڑنا پسند کریں گے جس کے جواب میں اُنہوں نے مجھے یقین دلایا کہ وہ ضرور لڑینگے۔ کیونکہ انکی ہستی بحیثیت قوم یوروپین ٹرکی کے برقرار رہنے کیساتھ وابستہ سمجھی جاتی ہے۔ اُسکی رائے سلطان کی نسبت نہایت عمدہ تھی۔ اور وہ سلطان کو تربیت یافتہ حکمران اور بیدار مغز ڈپلومانسٹ (مدبّر) خیال کرتا تھا جب کہ میں اس قسم کے عمدہ ذکر اذکار میں مشغول تھا سلطان معظم نے مجھکو طلب فرمایا سر الفرڈ سنڈیمن کے ہمراہ میں یلدز کوشک کے نو تعمیر قصر میں داخل ہوا داخلہ پر منیب بے جو مہمانوں کے استقبال اور خاطر مدارات کرنے والی جماعت کے افسر اعلےٰ تھے۔ ہمارے استقبال کو آئے اور ہمراہ لے کر اندر داخل ہوئے۔

مجھے سخت حیرت ہوئی جب میں نے دیکھا کہ ایک مشرقی بادشاہ کا قصر ہو بہو مثل ایک انگلستان کے شریف آدمی کے ڈرائنگ روم یا دیوان عام کے ہے۔ اگر میں دہلی میں خاندان مغلیہ کے شہنشاہ کے قصر میں داخل ہوتا تو میں ضرور اُنکے دیوان خاص کو بیش بہا اور نادر جواہرات سے مزین اور عمدہ قسم کی اشیاء سے آراستہ و پیراستہ پاتا۔ اور میں درحقیقت یہ نہیں بتا سکتا کہ میں اور کیا کچھ نہ دیکھتا۔

مگر ناظرین کو اس سے یہ خیال نہ کرنا چاہیے۔ کہ سلطان کے قبضہ میں کوئی عمدہ اور شاندار عمارت نہیں ہے۔ اُنکے قبضہ میں ایسے ایسے بہت سے مکانات ہیں۔ لیکن وہ خود اُنکو بہت کم اپنے استعمال میں لاتے ہیں۔ اور انہیں محلوں میں اُنکے مہمان ٹھہرتے ہیں۔ اور آرام پاتے ہیں۔

جب ہم کمرہ میں داخل ہوئے۔ تو حضور سلطان خلد اللہ ملکہ کو ہم نے بطریق مہمان نوازی ایستادہ پایا میری اُس وقت کی حیرت کا اندازہ نہیں ہوسکتا۔ جب میں نے مالک قصر و حکمران سلطنت ٹرکی کو اس حال میں دیکھا ہے۔ زمین کے اُس بادشاہ کے حضور میں اُسوقت کھڑا تھا۔ جو محمد ثانی اور سلطان سلیم کی نسل سے ہیں آپکے فرق مبارک پر کوئی قیمتی عمامہ یا جسم پر کوئی جڑاؤ عبا نہ تھا۔ اور نہ جواہرات یا اس قسم کی کوئی چیز تھی۔ جس کی وجہ سے مشرقی شہزادے عوام سے تمیز کیے جاتے ہیں۔ بلکہ بجائے اس کے آپ زیور شرافت سے مزین اور جامہ خلق و تواضع سے آراستہ نظر آتے تھے۔ آپ بظاہر ایک یوروپین شہزادے معلوم ہوتے تھے۔ لیکن عوام سے زیادہ خلیق اور عوام سے زیادہ صاف دل۔ مشرقی ممالک میں یہ قول بطور علوم متعارفہ کے سمجھا جاتا ہے۔ کہ وہ شہزادے کو ایک نظر دیکھ کر اُسکی رعایا کے حقیقت حال سے آگاہی ہو جاتی ہے" مجھے اُسوقت اپنی ہندوستانی پگڑی اور ڈھیلے ڈھالے عربی عباء پر سخت شرمندگی ہوئی۔ کیونکہ بخیال تعظیم سلطان و بنظر ہمدردی ملک مجھکو لازم تھا کہ میں بھی ٹرکش فراک کوٹ اور چپت

Marfat.com

اور لمبا کوٹ) اور فیز (ترکی ٹوپی) کے ساتھ جناب ممدوح کے روبرو حاضر ہوتا۔ آپنے اپنے فیز میں ہیرول اور جواہرات کا طرہ لگاتا جو انکے ابا و اجداد کو ونت سے چلا آتا تھا قطعی طور پر ترک کر دیا ہے۔ ایک دوسرے امر نے میری توجہ کو اپنی طرف مائل کیا۔ اور جس سے مجھے کچھ کم حیرت نہ ہوئی۔ وہ یہ تھا کہ سلطان المعظم کے حضور میں پہونچکر اس قسم کے پیچیدہ رسوم یا آداب ظاہر داری کے بجالانے کی کوئی ضرورت نہیں پڑی جن کا برتنا مغلیہ خاندان کے بادشاہوں کے روبرو یا دیگر مشرقی درباروں میں لازمی سمجھا جاتا ہے اس کمرہ میں کوئی ملازم جیسا کہ عموماً مشرقی شہزادوں کے خاص کمروں میں ہوتے ہیں حاضر نہ تھا یہاں تک کہ بجز میرے سر الفرڈ سندین اور ایک خاص افسر کے دوسرا کوئی شخص بھی وہاں نہ تھا۔ مجھے آخر الذکر شخص نے جن کا خیال غالباً یہ تھا۔ کہ میں ایک یوروپین شخص کے طریق سے تعظیم بجالاؤں گا حضور سلطان المعظم کی خدمت میں پیش کیا۔ لیکن کچھ تو میرے دلی جوش نے اور کچھ اس ستون نے جو پشت در پشت سے آرہا ہے۔ مجھکو اس امر پر مجبور کیا کہ میں خلیفۃ المومنین کی خدمت میں آداب اور کورنش اسی طریقہ سے جھک کر بجالاؤں۔ جو طریقہ کہ سلطنتہائے مشرقیہ میں رائج ہے۔ غرض جب یہ رسم ادا ہوچکی تو حضور ممدوح نے مجھ سے ہاتھ ملایا۔ اور اپنی جگہ پر تشریف رکھنے کے بعد مجھ سے بیٹھنے کو اشارہ کیا۔ آپ کی ذرہ نوازی جو آپنے اپنی حضوری میں میرے حال پر فرمائی۔ زیادہ تر مثل ایک دوست کی تھی۔ نہ صرف مثل ایک ہم مذہب کے۔ مجھے ایک اولوالعزم بادشاہ کے ہاتھوں اسقدر خلق اور تواضع کی ہرگز امید نہ تھی۔ مجھے سلطان جہان پناہ کو اپنے ملاقاتیوں سے بیٹھنے کے لیے فرمانے سن کر حیرت ہوئی کیونکہ یہ ایک ایسی عزت افزائی تھی۔ جس کو آپکے آبا و اجداد نے شاید ہی عطا کرنا قبول فرمایا ہو۔

حضور ممدوح کے زیب تن ایک سادہ فرکش کوٹ تھا۔ اور اسپر ایک لمبا فوجی لبادہ۔ آپنے تمغہ کی قسم سے کوئی چیز مثل آرڈرز (علامات نائٹ ہڈ) نشانات یا بانتی فیتے جو بطور آراستگی کے مستعمل ہوتے ہیں نہیں لگائے تھے۔ سلطان المعظم بہت حسین ہیں۔ اور آپکے گول سر پر بھورے بال خوشنما نظر آتے ہیں۔ آپکے خال وخط اور چہرہ کے نقشے عجیب ہیں جو بادی النظر میں بہت خوبصورت اور کھلے معلوم ہوتے ہیں۔ یہ ایک عجیب تماشہ تھا کہ بادشاہ روم اور ایک ہندوستانی مسلمان کے درمیان برطانیہ کی زبان کے وسیلہ گفتگو ہوئی ہے۔ سلطان المعظم فارسی اور چند یوروپ کی زبانوں کو بہت اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ لیکن آپ اپنی زبان کے سوا دوسری زبان میں شاذ ونادر گفتگو کرتے ہیں۔ مجھے معلوم ہوا کہ ترکی زبان میں آپ کی تقریر بہت شیریں اور فصیح

Marfat.com

ہوتی ہے۔ مجھے بے انتہا ملال تھا کہ میں اپنی نا قابلیت کی وجہ سے آپکے سخن کی حسن و خوبی جو آ
لب مبارک پر آتے تھے۔ نہ پہچان سکا آپنے ایک تبسم کے ساتھ جس کا ہونا بادشاہوں میں خصوصاً
مرغوب و خوش آیند ہے۔ اپنی گفتگو شروع کی۔ آپ کی سادگی خود آپکے ملاقاتیوں کی توجہ کو بڑ
آپکی طرف زیادہ کرتی تھی۔ آپ وقت گفتگو بہترین بیانی اور صاف دلی کا اس درجہ اظہار فرما
ہیں۔ کہ جس سے تھوڑی دیر کے لیے سامعین کے دل سے آپکے بادشاہ ہونے کا خیال جاتا رہتا ہے۔ ا
آپ جب اپنے منظور نظر سفیروں سے باتیں کرتے ہیں تو انہیں ازراہ مہربانی سگرٹ بھی عطا فرماتے ہیں
مسلمانان ہند کے حالات سے سلطان المعظم کو بہت دلچسپی ہے۔ اور آپ انہیں میں کرسی نشین کر
زبانی یہ سنکر کہ ملکہ وکٹوریہ خلد اللہ ملکہا کے عہد سلطنت میں وہ لوگ خوش ہیں اور برابر ترقی بیحد مسرور
اور شاد ہوتے ہیں۔ آپ بہ حیثیت مسلمانوں اور انکی علوم کے سرپرست ہونیکے اس خبر کے سننے سے
بہت خوش ہوئے کہ شہنشاہ علیا قیصرہ دام اقبالہانے مشرقی لوگونکی زبان پڑھکر انکو عزت
بخشی۔ آپنے مجھ سے دریافت کیا کہ "کیا ملکہ ہندوستانی لکھ پڑھ سکتی ہیں"۔ جسکا جواب میں نے اثبات
میں دیا۔ میں سن چکا تھا کہ سلطان کو اپنی معلومات کے وسیع کرنیکا بہت خیال رہتا ہے اور یہ آپکی عام واقفیت
نہایت درجہ بڑھی ہوئی ہے۔ چنانچہ اسکے دیکھنے کا مجھے بھی اسوقت موقعہ ملا۔ آپکو گفتگو کرتے وقت
کسی قسم کی دقت نہیں پیش آتی۔ آپ بخوبی جان لیتے ہیں کہ کس ذریعہ سے کس امر میں گفتگو کرنی
چاہیے۔ اس خیال سے کہ مجھ کو قانون اسلام سے خاص دلبستگی ہے حضور ممدوح نے دو ایک سوال اسکی
متعلق مجھ سے دریافت کیے۔ اور آپنے اپنی زبان مبارک سے یہ بھی فرمایا کہ میں تمہیں دیکھکر بہت خوش
ہوا اور میں امید کرتا ہوں کہ تم میرے دار الخلافت کی سیر سے بہت محظوظ ہوگے۔ میں حضرت جہان
پناہ کی اس عنایت خسروانہ کا دل سے شکر گذار ہوا۔ اور بارگاہ ایزدی میں سلطان ٹرکی اور خلیفۃ الاسلام
کی اولوالعزمی کا داعی ہوا۔ میری اسوقت کی ملاقات کا نتیجہ بہت ہی پر اثر تھا۔ جب میں نے رخصت کی
اجازت چاہی تو سلطان المعظم نے میرے سر اور شانے پر ہاتھ رکھا۔ جس سے ظاہر ہوتا تھا۔ کہ گویا خضر
جہان پناہ بہ حیثیت خلیفہ دعائے برکت دے رہے ہیں۔

تقریباً چار صدی کا زمانہ گذرا کہ سلطان حال کے جد امجد سلطان سلیم کو بعد فتح مصر خلیفۃ الاسلام
کا خطاب دیا گیا تھا۔ ہمیں شک ہے کہ اسوقت سے لیکر اب تک شاید کسی شہزادے نے تخت سلطنت ٹرکی
پر اپنے تئیں اس درجہ مستعد خلیفہ نہ ثابت کیا ہوگا جس درجہ کہ موجودہ حکمران ٹرکی نے سلطان عبد الحمید
خان ثانی سے چند پولیٹیکل غلطیاں ہوئی ہوں۔ لیکن انکی دوامی ناموری کے لیے یہ ضرور کہہ دینا

Marfat.com

چاہیے کہ آپ جب سے مسند نشین تخت سلطنت عثمانیہ ہوئے اُس وقت سے لیکر آجتک آپنے اپنے تئیں نہایت خوبی اور قابل تحسین طریقہ سے بیشمار و طرح طرح کے امورات میں مثل خلیفہ اسلام مشغول و مصروف رکھا۔ باوجود متعدد خدمات منصبی کے جسکو آپ پورا کرتے ہیں آپ حسب معمول اہل اسلام ہر روز پنجگانہ نماز پابندی وقت کے ساتھ جو گھڑی کے مطابق ہوتی ہے ادا کرتے ہیں۔ آپ ماہ رمضان المبارک میں تیسوں روزے رکھتے ہیں۔ منشی اشیا کے استعمال سے پرہیز کرتے اور ہمیشہ اپنے تئیں قمار بازی سے باز رکھتے ہیں۔ آپ مذہبی اور اخلاقی تعلیم گاہونکی نہ صرف اپنے ملک میں بلکہ دنیا کے کسی اسلامی حصہ میں کیوں نہ ہو۔ قدر کرتے اور سرپرستی فرماتے ہیں۔ علاوہ بریں آپکی داد و دہش صرف اپنی ہی مذہب کے غربا و مساکین تک محدود نہیں ہے۔ بلکہ مطابق فرمان الٰہی و کلام ربانی ہر ایسے شخص کی آپ مدد کرتے ہیں۔ جو اسکا مستحق ہے خواہ وہ کسی مذہب یا کسی فرقہ کا ہو۔

اگر شیخ الاسلام کو کوئی تحفہ عنایت ہوتا ہے تو یونان اور آرمینیا کے پٹیریارک (بڑے پادری) بھی مرحمت خسروانہ سے محروم نہیں رہتے۔ آپ اکثر اوقات غایت درجہ کے تحمل سے کام لیتے ہیں۔ اور اپنے تئیں کسی وقت متعصب نہیں ثابت ہونے دیتے۔ علوم کیطرف آپکی خاص توجہ ہے چاہے وہ جس قسم کا ہو۔ اس امر کا جاننا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ کہ نقاش اور سنگتراش جن کا پھیلنا آپکے اکثر آبا و اجداد روا نہ رکھتے آپ ہی کی تحریک سے تمام مملکت میں پھیلے اور برسر ترقی ہیں۔ آپ ہر ملک اور ہر دیار کے علما اہل اسلام کی جانب پورا پورا التفات فرماتے اور نہایت خندہ پیشانی سے انکی عزت اور تواضع کا خیال رکھتے ہیں جسکی وجہ سے آپ کے بزرگوں کی یادگار مہمان نوازیاں ابتک بدستور قائم ہیں حتیٰ کہ مسیحی ملاقاتیوں کی بھی آؤ بھگت آپکے دربار میں اس کشادہ دلی سے وقوع میں آتی ہے۔ جو انکو دیگر یوروپین درباروں میں ہرگز نصیب نہیں ہو سکتی۔

سلطان عبد الحمید خلد اللہ ملکہ زمانہ قدیم کے توہمات اور تعصبات سے بالکل مبرا ہیں۔ اب وہ نہایت خوشی سے مشہور یوروپین لیڈیوں کو اپنی میز پر کھانے میں شریک کرتے اور سچے عربی طریق کی مہمان نوازی کا اظہار فرماتے ہیں۔ آپکو جرمنی کی شہنشاہ بیگم کے ساتھ گاڑی میں پہلو بہ پہلو بیٹھ کر سیر کرتے اور ان کے ہمراہ شاہی ڈنر میں میز پر جگہ دیتے دیکھکر ترکونکی جماعت میں ایک عجیب ہنگامہ برپا تھا۔ چونکہ حضرت جہاں پناہ سلطان المعظم خلیفہ بھی سمجھے جاتے ہیں اسلیے اس موقعہ پر اگر چند امور آپکی گوش گذار کیے جائیں تو کچھ بے جا نہ ہوگا۔ جو جو تکلیفیں کہ ہندوستان کے زائرین مکہ معظمہ اس مقدس شہر کو جاتے ہوئے راہ میں جزیرہ کامران اور دیگر مقامات میں برداشت کرتے ہیں بلا شک اسلام کے پیارے نام پر بدنما دھبے لگاتی اور اسکی حرمت کو کم کرتی ہیں۔ تقریباً دو سال کا عرصہ ہوا کہ بمبئی کے ایک متمول اور

ملاحظہ تکلیفیں اب چند روزہ ہیں اور بصرہ بغداد و حلب اور دمشق حجاز لائن بنجانے سے جنکی تعمیر وسط سنہ ۱۹۰ سے شروع کی گئی ہے

ذی امتیاز سوداگر نے جو خود حج بیت اللہ شریف کو تشریف لیگئے تھے ساحل عرب سے مجھے ایک خط لکھا جس میں صاحب موصوف نے بعد لکھنے زائرین کی تکالیف اور اُن کے جو راہ میں انہیں پیش آئی ہیں مجھ سے درخواست کی۔ کہ میں انکے رفع کرانیکی کوئی تدبیر سوچوں جب میں قسطنطنیہ میں پہونچا تو شکایت مذکور کا اجمالی ذکر بیٹے احمد جلال الدین پاشا سے جو سلطان المعظم کے ایڈیکانگ تھے۔ کیا انہوں نے وعدہ فرمایا کہ جس قدر جلد ممکن ہوگا۔ میں اس معاملہ کو سلطان کے روبرو پیش کرونگا۔ مگر سال بھر ہو گیا ابتک اسکے متعلق کوئی خبر سننے میں نہیں آئی۔ میں ملکی اور مالی مشکلات سے بخوبی واقف ہوں اور میں جانتا ہوں کہ اس مسئلہ کے حل کرنے میں کیا کیا دقتیں پیش آسکتی ہیں۔ لیکن اس معاملہ کی مجموعی وقعت اور نیز ضرورت اسقدر بڑھی ہوئی ہے۔ کہ میں اسکے متعلق حضرت خلیفۃ المسلمین کی خدمت میں بار دیگر عرض کرنا اپنا عین فرض سمجھتا ہوں تاکہ حضور ممدوح اپنی توجہ اس طرف مبذول فرمائیں۔ مجھے یقین کامل ہے کہ اگر مالی امداد کی ضرورت ہو تو شہزادگان و سوداگران ہند ٹرکی کے اُن عہدہ داروں کے پاس جو عرب میں رہتے ہیں۔ زرچندہ بھیج سکتے ہیں۔

بعد ازاں ایک اور تجویز میں پیش کرتا ہوں جو دربارہ یونیورسٹی قائم کرنے کے ہے۔ یہ یونیورسٹی یا دار العلوم عظمیٰ قسطنطنیہ میں قائم ہونی چاہیے جو مسلمانوں کو علم ادب اور اُنکے قانون میں ڈگریاں (یا فضیلت کے خطابے) عطا کرتی ہے۔ فی الحال اسلامی دنیا میں اس قسم کا کوئی مدرسہ نہیں ہے۔ عیسائی یونیورسٹیاں اُن ڈگریوں کو عطا نہیں کر سکتیں۔

ایسے دار العلوم کے قائم ہونیسے بڑے بڑے ادیب و لائق اشخاص اسلامی دنیا کی ہر سمت سے اکٹھا ہو کر ٹرکی میں جمع ہونگے۔

یہ دار العلوم تہذیب اسلام کے اندر ہی اندر جلنے والی آتش کو از سر نو روشن کریگی۔ اور اس ہی اخوت اور اخوت کی گرہ کو مضبوط کرے گی جسکا ہونا مسلمانوں میں خواہ وہ کسی فریق کا ہو۔ ضروری ہے سلطان عبد الحمید خلد اللہ ملکہ کا نام ایسی یونیورسٹی کی بنا ڈالنے کی وجہ سے زیادہ تر آئندہ آنے والی نسل میں بیاری یادگار سمجھا جائے گا۔ اور ہمیشہ برقرار رہیگا۔

سلطان عبد الحمید جیسے حکمران کے حالات سے پوری واقفیت حاصل کرنے کے لیے ہر شخص کو لازم ہے کہ وہ اُن متعدد دقتوں اور پیچیدگیوں کو جان لے۔ جو دول یورپ کیوجہ سے اُنکے قدم کو آگے بڑھنے سے روکتیں اور اُنکے راہ میں اٹکاؤ کا کام دیتی ہیں۔ اول دار الخلافت کو لیجیے قسطنطنیہ جملہ اقوام جملہ مذاہب اور جملہ فریق کی

سلہ ۳۱ اگست ۱۹۰۰ء کو یونیورسٹی بھی قائم ہو گئی ہے۔ تمامل اور اسکے متعلق مفصل حالات کے لیے کتاب ترکوں کی موجودہ ترقیات اور اسلامی دنیا کا نور ملاحظہ کیا جائے۔

Marfat.com

ملنے کی جگہ ہے وہ پولیٹکل یا اتھنولوجیکل (انسان کی مختلف نسلوں کے علم سے متعلق) تھیالاجیکل یعنی علم دینیات کے طلبا کے لیے میوزیم یا عجایب گھر ہے۔ وہ پولیٹکل سازش کرنیوالوں بھیدیوں کے گھڑنے والوں۔ خارجی اخباروں کے اجرتی نامہ نگاروں اور ہر قسم کے جاسوسوں سے معمور رہے۔ دوسرے ملک کا رہنے والا وہاں ایک ٹرکش رعیت کی حیثیت سے بھی رہ سکتا ہے۔ اور نیز اپنے بادشاہ کی رعیت کی حیثیت سے بھی یعنی کہ جیسا محل اور موقعہ وہاں درپیش آئے۔ یہ دار الخلافت تمام سلطنت کا مائکروزم (عالم صغیر) سمجھا جاتا ہے۔ درحقیقت ایسی مختلف اقوام کی جماعت اور ایسی مختلف مذاہب کے لوگوں پر حکومت کرنا بہت ہی دشوار ہے لیکن باوجود تمام مشکلات کے سلطان المعظم کے عہد حکومت میں بہت اصلاحات عمل میں آئیں۔ ٹرکی کی مالی حالت آپ کے وقت میں بہت درست ہو گئی ہے۔ اور اُسکی فوجی طاقت بھی ہر طرح پر بہت کچھ بڑھ گئی ہے۔ جس کی وجہ سے اب کسی طرح بغیر کامل فکر اور غور کے دوسری سلطنت کی چڑھائی ٹرکی پر آسان نہیں سمجھی جا سکتی۔ سلطان المعظم نے تمام بُری باتوں کی ایک سرے سے بیخ کنی کر دی۔ اور آپ اپنی رعایا میں تعلیم کے پھیلانے میں ہمہ تن مشغول ہیں۔ اسوقت دار السلطنت ٹرکی میں بیس اور دیگر صوبوں میں سو دوسرے درجہ کے مدارس ایسے موجود ہیں جنہیں سلطان حال نے قائم کیا ہے۔ ابھی ابھی آپنے بادیہ گرد قوموں کے لیے بھی مدرسے اور اسکول قائم کیے۔ بلاشک اسپر بھی ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔ لیکن ہمیں سلطان المعظم کی ان چھوٹی چھوٹی مہربانیوں کا ضرور شکر گذار ہونا چاہیے۔ مجھے خصوصاً اس بات کے معلوم ہونے سے بڑی خوشی ہوئی کہ حضرت ممدوح تعلیم نسوان کے معاون اور اُسکے سرپرست ہیں۔ اور آپنے لڑکیوں کی تعلیم کے لیے مدرسے جاری کیے ہیں۔ بعض موقعہ پر یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ ٹرکی میں بجز سلطان المعظم کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو قابل وابستگی خیال کیا جائے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ سلطان المعظم باوجود پولیٹکل امور کے بھی اعزاز اور امتیاز کے لیے اپنے ملک میں لاثانی پایہ رکھتے ہیں۔ مگر یہ کہنا درحقیقت مہمل حیثیت عرفی ہوگا ٹرکی میں کوئی اور شخص قابل وابستگی نہیں ہے۔ اکثر پاشائے ٹرکی بے انتہا بیدار مغز اور شخصی لیاقت و وصف خداداد سے بہرہ مند پائے جاتے ہیں۔ مجھے جواد پاشا وزیر اعظم متعینہ باب عالی سے بہت گفتگو کرنے کا موقعہ ملا۔ مختلف سبجکٹ اور باتوں پر آپس میں گفتگو رہی جس سے ظاہر ہوا کہ وزیر موصوف کو بہت سی باتوں سے جن کو آپکے سلسلہ ملازمت سے کوئی تعلق نہیں ہے پوری پوری واقفیت حاصل ہے۔

منیف پاشا وزیر سررشتہ تعلیم اپنے زمانہ کے بہت بڑے عالم اور مشہور تربیت یافتہ خیال کیے جاتے ہیں۔ آپکو انگریزی۔ فرانسیسی۔ جرمن۔ عربی اور فارسی زبانوں پر پوری مہارت حاصل ہے۔ آپ انگلستان کے پولیٹکل معاملات میں قابلانہ گفتگو کر سکتے ہیں۔ دیگر اشخاص میں جن کی قابلیت۔ شہرت اور ریاضت اور

دانشمندی نے مجھے اپنا گرویدہ بنا لیا۔ ذیل کے نام قابل ذکر ہیں۔ ستریا پاشا۔ رضا پاشا فوشی بہادر جنرل شاکر احمد پاشا مصور آن کے علاوہ ٹرکی میں دو اور مشہور اشخاص ہیں۔ جن میں سے ایک جودت پاشا قانون اسلام کے نامور عالم ہیں۔ جو حال میں منسٹر آف جسٹس (وزیر محکمہ عدالت) تھے۔ اور جن کی محنت اور کوشش کا نتیجہ ٹرکی کے حال کا مجموعہ قانون دیوانی ہے اور دوسرے احمد مختار پاشا۔ سلطانی سفیر مصر ایک نامی پلیٹیکل ہیں۔ جن کی شہرت سے برٹش پبلک کے کان بھی نا آشنا نہیں۔

سب سے آخیر مجھے یہ بتا دینا ضروری ہے کہ ترکوں میں مذہبی تعصب بالکل معدوم ہے مسلمان اور عیسائی ایک ہی میز پر بیٹھکر کھانا کھاتے ہیں۔ اور آپس میں آزادانہ ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ ایک نوجوان ترک ہمیشہ سلیم الطبع اور سنجیدہ شاندار اور معزز۔ ضابطہ اور قانون کا پابند پایا جاتا ہے۔ ترک چونکہ بادہ نوشی سے جو تمام بدکاریوں اور ہر قسم کی خرابیوں کا باعث سمجھی جاتی ہے آزاد اور مبرا ہیں اسلیے فوجداری عدالتوں میں بہت کم ماخوذ پائے جاتے ہیں بلکہ انکی بجای ایسی عدالتوں میں تمام عیسائی فرقوں کا اژدحام رہتا ہے۔

ٹرکی اور انگلستان

نہایت افسوس سے بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ان دو نامور سلطنتوں کے دوستانہ تعلقات میں بہت کچھ کشیدگی واقع ہوتی جاتی ہے۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ روس کے ساتھ آسٹریا اور جرمنی بھی شامل ہوکر ٹرکی سے صف آرائے میدان کارزار ہوگئے تھے۔ یورپ کی قریباً تمام سلطنتیں ٹرکی کے مقابلہ پر آگئی تھیں۔ صرف انگلستان اسکا حامی تھا۔ اب یہ نوبت پہنچی ہے کہ خود انگلستان رشتہ اتحاد کو بالائے طاق رکھکر مقابلہ کو تیار ہوا ہے۔

اس ہفتہ کی خبروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ انگلستان کا ایک بیڑہ جنگی جہازات کا ڈارڈنلز کے دہانے پر بمقام لیمناس پہنچگیا ہے قسطنطنیہ میں اسوجہ سے بڑا جوش پھیل رہا ہے۔ تمام قہوہ خانوں اور عام گذرگاہوں کے مقاموں پر اسکا چرچا ہے۔ سلطان المعظم نے مارشل فواد کو ان قلعجات کے ملاحظہ کیلیے روانہ کیا ہے جو لب دریائے ڈارڈنلز اور باسفورس کی حفاظت کیلیے واقع ہیں۔ خود اسلئے ڈارڈنلز میں تاربیڈو ڈالدئیے گئے ہیں تاکہ وقت ضرورت پر غنیم کے جہازوں کو روکنے میں رہزن ہوں گے۔

باب عالی نے برطانیہ کلاں کی گورنمنٹ سے دریافت کیا ہے کہ اس بیڑی کے بھیجنے سے گورنمنٹ مذکور کا منشاء کیا ہے۔ غرض ایسی تیاریاں ہورہی ہیں۔ جن سے اندیشہ ہوتا ہے کہیں ان سلطنتوں کی آپس میں چھیڑ نہ جائے۔

Marfat.com

اس میں شک نہیں کہ اگر جنگ شروع ہو گئی۔ تو اس تمام قتل و خونریزی کا بانی مبانی وہ مشہور پولیٹشن ہو گا جسنے مذہبی تعصب و رقومی اخوت پر انصاف و احتیاط کو قربان کرنا گوارا کر لیا ہے۔ بدقسمتی سے مسٹر گلیڈسٹون ہمیشہ سے قوم ترک کی مخالفت پر تلے رہے ہیں گذشتہ موقعہ جنگ روس و روم پر بھی اگر لارڈ بیکنسفیلڈ مرحوم سا جوانمرد و فصیح اللسان آدمی گورنمنٹ برطانیہ کا رہنما نہ ہوتا۔ تو مسٹر گلیڈسٹون اس موقعہ پر بھی انگریزی قوم کو ترکوں کا مخالف بنا دیتے۔ ترکوں نے مسٹر گلیڈسٹون کی ہمیشہ بڑی عزت کی ہے۔ انکی گورنمنٹ کو بہت عزت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ مگر افسوس کہ مسٹر ممدوح نے ہمیشہ ترکی قوم کیساتھ ایک ہی ضرر کی پالیسی پیش نہاد خاطر رکھی ہے یعنی وہ پالیسی جسکو مسٹر ممدوح اپنے منہ سے پالیسی آف کوارشن یعنی جبر و تشدد کی پالیسی کہتے ہیں۔

مسٹر گلیڈسٹون نے حال میں ایک خط لکھا ہے جس میں فرماتے ہیں کہ میں ترکوں کا ہوا خواہ ہوں مجھے ترکوں سے ہمدردی ہے۔ میں مخالف ہوں تو گورنمنٹ ترکی کا ہوں۔ چہ خوش! خیر خواہی اور ہمدردی کا حق بھی مسٹر ممدوح ہی ادا کرتے ہیں۔ کہ قوم کی صلاح و فلاح کے خواہاں ہیں۔ مگر سردار قوم کے دشمن جانستان ہیں ع ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔ ترک ہمیشہ سے مسٹر ممدوح کے مدّاح و شکر گذار رہے ہیں گذشتہ روم و روس کے محاربات کے دنوں میں جب ترک مسٹر گلیڈسٹون کی تقریریں سنا کرتے تھے۔ تو تعجب کیا کرتے تھے۔ کہ کیوں مسٹر ممدوح انکی نسبت ایسے مخالفانہ خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ باوصف اس قدر علمیت و فضیلت کے کیوں انکو اس قوم سے ایسی سخت عداوت ہے۔

کہا جاتا ہے کہ مظالم آرمینیا نے مسٹر گلیڈسٹون کے رحم اور ہمدردی انسانی کے مادہ کو تحریک دی ہے۔ اور اسی سبب سے وہ ایسی سخت پالیسی پر آمادہ ہوئے ہیں۔ یہ ممکن ہے مگر سلاطین یورپ کی آزادانہ تحقیقات نے روز روشن کی طرح فیصلہ کر دیا ہے کہ وہ سب مبالغے اور یار لوگوں کی زیادتی تھی۔ مظالم کی فرضی داستانیں بڑی رنگ آمیزی کیساتھ بڑھا کر بیان کی گئی تھیں۔ اور سلطنت ترکی کو ناحق بدنام کیا گیا۔ کمیشن کی تحقیقات سے جھوٹی کہانی بنانے والوں کی کارستانیاں اور ارمنی شریروں کی شرارتیں خوب عیاں ہو گئی ہیں۔

ارمنی شریروں کی شرارتیں اب حد سے گذر گئی ہیں شروع ماہ حال میں خود دار الخلافہ سلطنت کے اندر ان لوگوں نے شرارت کر کے ارمنی بطریق کے مکان کے سامنے ایک بڑا جلسہ کیا اور وہاں سے ایک جلوس بنا کر اس بہانہ سے باب عالی کو روانہ ہوئے کہ سب ملکر ایک عرضی دینے جاتے ہیں۔ پولیس کو انکی سازش کی اطلاع ہو گئی۔ پولیس نے روکا۔ تو انہوں نے مقابلہ کیا پولیس نے فائر کیے ارمنی مارے گئے اور بہت سے [illegible] ان کے پاس سے تلاشی لینے پر کئی سو چھرے برآمد ہوئے۔ چہ خوش! عرضی دینے جاتے ہیں اور چھروں سے مسلح

ہوکر!!!۔ اس شرارت کو دیکھکر تمام یورپ انگشت بدندان رکھیا۔ کہ جب انکی شرارت اس درجہ کو پہنچ گئی ہے۔ تو انکی حمایت میں بابعالی پر جبر روا رکھنا قرین انصاف نہیں۔

آرمینیوں کی اس شرارت سے دارالخلافہ میں ایک تھلکہ برپا ہورہا ہے۔ حضرت سلطان المعظم ماخوذین کو رہا کرتے جاتے ہیں۔ مفسدان ارمنی بھاگ بھاگ کر اپنے گرجاؤں میں جا گھستے تھے اور وہاں سے نکلنا نہیں چاہتے تھے۔ اب بحکم سلطانی وہ لوگ گرجاؤں میں سے نکالے جاتے ہیں۔ سلطان المعظم کے حکم سے تمام ارمنی گرجے بند کر دیئے گئے ہیں۔ ماخوذین کو رہا کیا جارہا ہے۔

اب مسٹر گلیڈسٹون ازراہ مہربانی فرماویں۔ کہ کیا یہ ارمنی ہمدردی اور مہربانی کے مستحق ہیں !!! منزلکے ۔۔ ۱۴ اکتوبر ۱۸۹۵ء۔

ایک ترکی سُلطانہ کی مُلاقات

حسن بن عبداللہ نواب عماد نواز جنگ بہادر کی یورپین خاتون والا منزلت لیڈی جمیلہ بیگم نے قسطنطنیہ میں ترکی سلطانہ سے ملاقات کرنے کے متعلق ایک نہایت ہی دلچسپ مضمون ٹائمس آف انڈیا مورخہ ۱۶ ستمبر ۱۸۹۵ء میں دیا ہے جسکا ترجمہ ذیل میں مندرج ہے۔

" چونکہ میری ابتدائی زندگی مشرق کے ان مختلف خطوں میں بسر ہوئی ہے جہاں یورپین کو دیسی باشندوں سے ربط و ضبط پیدا کرنے کے بہت کم موقع ملتے ہیں مدتوں سے ارادہ کر رہی تھی کہ اگر مجھ کو اور ممالک کی سیر کا موقع ملا۔ تو مشرقی عورتوں کی حالت اور انکی زندگی کے حالات پبلک کے روبرو پیش کرونگی۔ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ یورپین سیاحوں نے خواہ وہ مرد ہوں یا عورت اپنی تصانیف میں ہماری مشرقی بہنوں کے حالات درج کرنے میں بڑی ناانصافی کی ہے۔ حالانکہ ہماری مشرقی بہنیں مغربی ممالک کی عورت کی طرح اپنی خانگی اور سوشل زندگی میں پورا اثر رکھتی ہیں۔ چونکہ میری زندگی کے حالات اور تجارب کی نوعیت دیگر یورپینوں سے جداگانہ ہے۔ اور نیز عرصہ دراز سے مشرقی طریقوں کو دیکھ رہی ہوں۔ اسلیے مجھ کو بالطبع بچپن ہی سے خواہش تھی کہ مشرقی عورتوں کی اندرونی آرزوؤں اور طبعی حالتوں کو دریافت کروں۔ اور میں خدائے ذوالجلال کی نہایت مشکور ہوں کہ مجھکو ان امور کے دریافت کرنے کا ایک موقع حاصل ہوا۔ اب میں ذیل میں ان واقعات کو درج کرونگی۔ جو میری آرزو اور مقصد براری کا راستہ کھولنے کے باعث ہوئے۔ چونکہ میرا پیدائش والدین سے ہندوستان میں پیدا ہوئی تھی۔ میں نے اپنی طفلی کا زمانہ ہندوستان کے

Marfat.com

مختلف حصص میں بسر کیا اسکے بعد میں بغداد اور ترکی عرب کے دیگر حصص میں رہنے کے لیے چلی گئی اور وہاں مجھکو معزز اور ذی رتبہ عربی اور ترکی بیڈیوں سے ملنے کے موقع حاصل ہوئے وہاں میں سات برس رہی اور اس عرصہ میں مینے بہت کچھ آگاہی حاصل کرلی۔ چونکہ میری والدہ نہایت ہی آسانی سے عربی میں گفتگو کر سکتی تہیں اسلیے علمی گروہوں اور معزز خاندانوں میں اُنکی رسائی تھی اور وہاں اجنبی نہیں۔ بلکہ ایک خوش آیند ملاقاتی سمجھی جاتی تھی۔ چونکہ میں بھی اپنی ماں کے ساتھ رہتی تھی اسلیے اس روزمرہ کی آمد و رفت کی وجہ سے مجھکو بھی عربی رسم و رواج اختیار کرنے اور عربی زبان بولنے کا شوق ہوگیا۔ ترکی عرب میں بہت عرصہ قیام کرنیکے بعد مجھکو اپنی والدہ کے ہمراہ ایران میں سفر کرنے کا موقعہ ہاتھ آیا اور حالانکہ میں نے یہاں صرف ایک قلیل عرصہ تک قیام کیا۔ لیکن اس ملک کے رسم و رواج سے مجھ کو بڑی دلچسپی حاصل ہوئی۔ مینے جسقدر زیادہ مشرقی ممالک میں سفر کیا اُسی قدر مجھ کو اپنا مقصد پورا ہوتا ہوا نظر آیا میں ایران سے روس کو روانہ ہوئی اور وہاں سے روانہ ہوکر یورپ کے مختلف ممالک کی سیر کی۔ اور اپنے مذاق کے مطابق حالات جمع کرتی ہوئی آخر جنوبی افریقہ میں آئی۔ مینے کچھ دن تک وہاں قیام کیا اسکے بعد ہندوستان کو واپس آئی۔ اور حال میں اپنے شوہر نواب عماد جنگ کے ہمراہ دنیا کے گرد ایک پورا دورہ ختم کیا۔ میں نے اتنا دورہ میں جتنے مقامات دیکھے۔ اُن میں قسطنطنیہ قاہرہ اور مکہ سب سے زیادہ دلچسپ معلوم ہوئے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس حال کے سفر میں مسلمانوں کے ایک نہایت مفید فرض یعنی حج کعبہ کی دولت مجھے حاصل ہوئی۔ اور اس حج کی بدولت مجھکو بہت سے دلچسپ حالات معلوم ہوئے غرض یہ میری زندگی کے حالات ہیں اور میرے ناظرین انصاف کر سکتے ہیں۔ کہ آیا میں اس خدمت کے قابل ہوں یا نہیں جس کو میں نے اپنے ذمہ لیا ہے۔

مشرق کے لوگوں کی سادگی دلفریبانہ اخلاق اور خدا پرستی نے مجھکو ہمیشہ سے مجبور کر رکھا تھا۔ کہ میں مذہب اسلام کو سنجیدگی کی نظر سے دیکھوں۔ چنانچہ اس شوق نے جو مجھکو ابتدا سے تھا آخر مذہب اسلام کی واقفیت حاصل کرنے کے لیے آمادہ کیا۔ اور میں نے ایک معزز استاد ملا محمد سے بغداد کی ایک مسجد میں سبق لینا شروع کیا۔ اور بالآخر مذہب اسلام نے میرا دل مسخر کیا۔ جو خیالات میرے دل میں مدت سے جاگزین تھے اُنکی تصدیق ہوئی۔ اور تا وقتیکہ ملک الموت آئے اب مذہب اسلام کی پابند رہونگی۔

یہ کہنا چنداں ضروری نہیں ہے کہ مجھکو مشرقی عورتوں کی حالت کے متعلق بہت سی مفید

اور دلچسپ حالات دریافت کرنیکے بیشمار اور غیر معمولی موقعے حاصل ہوئے۔ اور میرے شوہر نے جہاں کہیں ضروری سمجھا میری تحریر کی اصلاح کردی۔ پس میں امید کرتی ہوں کہ جب میری تصنیف طبع ہو جاویگی تو اس سے اہل یورپ و ایشیا دونوں کو یکساں دلچسپی ہوگی۔ اور اسمیں وہ کل باتیں درج ہونگی جو میں نے دنیا کے کل حصہ میں مشاہدہ کیں۔ بطور تمہید کے میں پبلک کے روبرو اپنی کتاب کا ایک دلچسپ حصہ پیش کرتی ہوں۔ اس حصہ میں اس ملاقات کا بیان ہے جو میں نے ہر امپیریل ہائینس زکیہ سلطانہ خانم دختر کبریٰ ہز امپیریل مجسٹی سلطان ٹرکی سے کی۔ چونکہ یہ ملاقات میری قیام قسطنطنیہ میں ایک نہایت خوشگوار واقعہ ہے جو میری لوح دل سے کبھی نہیں مٹیگا اسلیے اپنا فرض سمجھتی ہوں کہ میں اس بیان کو ہر امپیریل ہائینس کے نام سے اس تصنیف کے حصہ میں معنون کروں جو مجھکو انکی زبان سے حاصل ہوا۔

زکیہ سلطانہ خانم کے علاوہ مجھکو اور بھی بہت سی معزز اور مقتدر لیڈیوں سے قسطنطنیہ میں ملاقات کا فخر حاصل ہوا۔ لیکن زوجہ عثمان پاشا کی جنابت اور خلاق کی خصوصاً مشکور رہونگی اسلیے کہ صرف انکی وجہ سے مجھکو سلطانہ (جو انکی بہو ہیں) کی ملاقات نصیب ہوئی۔

دارالخلافہ ٹرکی میں عثمان پاشا پلیونا کے ہیرو بڑے معزز شخص ہیں۔ اور اسیطرح انکی بی بی بھی اور ٹرکی عورتوں کی بہ نسبت بڑی خلیق ہیں مجھکو خیال ہے کہ یورپین لیڈیوں میں صرف مجھ ہی کو ٹرکی کے خاندان شاہی کے ایک ممبر کے ہاتھ سے یہ خاص عزت حاصل ہوئی سلطان کی دختر کی ملاقات سے مجھکو اپنی تصنیف پر کامیاب ہونے کی اور امید ہوگئی۔ اس لیے کہ زکیہ خانم جنکی ملاقات کا مجھکو شرف حاصل ہوا تھا مشرقی عورتوں کا نمونہ ہیں۔ اور انکا ذکر کرنا ان کے بڑے گروہ کا سچا حال ظاہر کرنا ہے۔

زکیہ سلطانہ کی ملاقات

جسطرح زکیہ سلطانہ کو ہر امپیریل مجسٹی سلطان کی دختر ہونیکا فخر حاصل ہے۔ اسی طرح عثمان پاشا کی بہو ہونیکا بھی فخر ہے بہتوں کو خیال ہوگا کہ ایسے نامی تعلقات کیوجہ سے زکیہ سلطانہ میں وہ رعونت اور غرور ہوگا۔ جو دنیا میں دولتمندی اور اعلےٰ نسبی کے ساتھ پایا جاتا ہے مگر میں اس لحاظ سے دیکھتی ہوں کہ وہ حد درجہ خلیق مہربان اور مہمان نواز ہیں۔ وہ نور اللہ پاشا کو بیاہی ہیں جو پلیونا کے ہیرو یعنی عثمان پاشا کے بیٹے ہیں۔ ان کی ایک لڑکی جو نہایت ہی حسین اور خلاق اور دلفریب ہیں اپنی ماں کے قدم بقدم چلتی ہے زکیہ سلطانہ

Marfat.com

کو اُن کے والد سلطان ٹرکی اسقدر چاہتے ہیں۔ کہ اُن سے جدا ہونا نہیں چاہتے ۔ اور اسی وجہ سے اُن کو اور اُنکو شوہر کیلئے ایوان شاہی میں مکانات مختص کردیے ہیں۔ تاکہ وہ اُن کے ساتھ رہیں سلطان کی لڑکیوں کا رتبہ حرم کی اور خاتونوں کی بہ نسبت بڑا ہوتا ہے۔ لیکن ہز امپیریل مجسٹی کی دختر کی سب سے زیادہ عزت ہوتی ہے۔

عثمان پاشا کی خانم نے مجھ کو دو دن قبل نہ صرف اُس تاریخ اور وقت کی اطلاع دیدی تھی۔ جو سلطانہ سے ملاقات کیلئے مقرر ہوا تھا۔ بلکہ یہ بھی وعدہ ہوا تھا۔ کہ وہ مجھکو اپنے ہمراہ لیجادینگی۔ چنانچہ میں ۹ بجے صبح خانم محل کو روانہ ہوئی اور وہاں میں نے چند خواجہ سراؤں کو حسب دستور حاضر پایا۔ گاڑی سے اُتر کر میں سیدھی زنانہ کے دروازے کو گئی۔ اور عورات ملازم کا کچھ خیال نہ کرکے بیگم خانم سے ملنے چلی گئی۔ جو میرا انتظار کررہی تہیں۔ اُنہوں نے زینہ پر میرا استقبال کیا۔ میرا بوسہ لیا۔ اور ایک آرام پلنگ پر مجھکو بٹھایا۔ چند منٹ بعد ہمنے قہوہ پیا۔ اور سلطانہ سے ملنے کیلئے جو بہت شوق سے ہمارا انتظار کررہی تہیں چلنے کی تیاریاں کیں۔ مگر ہماری روانگی کچھ دیر کیلئے ملتوی ہوگئی۔ اسلیے کہ میں بُرقعہ اوڑھے تھی۔ جس کو پہن کر شاہی محلات میں جانیکی اجازت تھی۔ خانم نے مہربانی فرماکر مجھکو ٹرکی پوشاک عاریتاً عنایت کی۔ اور ٹرکی فیشن کے مطابق مجھ کو پہنائی جب میں کپڑے پہن چکی۔ تو ہم دونوں ایک بروہم (ایک قسم کی فٹن) پر سوار ہوئے۔ اور ایک مترجمہ کو اپنی ہمراہ لیا۔ اور ایک صاف اور چوڑی سڑک طے کرکے بڑی محل کے دروازے پر پہنچے۔ جسکے سامنے چند ترکی عربی اور البانوی سپاہی پہرا دے رہے تھے۔ یہ لوگ بڑی صاف اور موزون پوشاک پہنے ہوئے تھے۔ انکی ہتھیار چمک رہے تھے۔ اور بشرہ سے خوشی نمایاں تھی۔ اور اِن میں عربی سپاہی عمامہ باندھے۔ اور ترکی اور البانوی سپاہی ٹوپیاں پہنے ہوئے تھے۔ یہاں سے گذر کر چند سپاہی ترکی پُرانے فیشن کے نظر پڑے اور چھوٹا باغ طے کرنیکے بعد شاہی زنانخانہ نظر پڑا۔ جونہی ہمنے گاڑی سے نیچے قدم رکھا اور اندر داخل ہوئے ہمنے بہت سی ملازم عورتوں کو مختلف رنگ کے لباس پہنے ہوئے موجود پایا۔ ان میں سب کی سردار بڑی آگے بڑہی اور مصافحہ کیا۔ اور باظہار عزت میرا دامن اوٹھالیا۔ جب ہم دوسرے دروازہ پر پہنچے تو ہمیں ان ملازم عورتوں نے چھوڑ دیا۔ اور دوسری عورتیں ساتھ ہوئیں۔ ان عورتوں کی پوشاکیں مختلف وضع اور رنگ کی تہیں۔ اب ہم وسیع محل میں وارد ہوئیں۔ جس میں اعلےٰ درجہ کا فرنیچر بھرا ہوا تھا۔ اور بہت سی خوشنما چیزیں نہایت سلیقہ سے آراستہ تہیں۔ اس محل کو طے کرکے ہم دوسرے محل میں پہنچیں جسکے آرایشی سامان شیشہ آلات۔ زیورات۔ جھاڑ۔ فانوس۔ قالین اور پردوں کو دیکھ کر آراستہ کرنیوالیکا اعلےٰ مذاق ظاہر ہوتا تھا۔ اسکے بعد ہم جس کمرہ میں پہنچے اُس میں کیہ

Marfat.com

سلطانہ خانم تشریف فرما تھیں۔ یہ کمرہ نہایت عمدہ طور پر آراستہ تھا۔ لیکن اس وقت مجھکو فرنیچر یا سامانِ آرائش کا چنداں خیال نہ تھا۔ بلکہ میری توجہ صرف سلطانہ کی جانب مبذول تھی جسکی ذات سے اُس کمرہ کو خاص رونق حاصل تھی۔

سلطانہ کی ملازم عورتیں صف باندھکر کھڑی ہوگئیں۔ وہ واقعی سب کی سب ایک سے ایک بڑھکر تھیں کیونکہ کہ ہزاروں میں انتخاب کی ہوئی تھیں۔ اُنکی پوشاکیں جو مختلف قسم کی تھیں۔ فرانسیسی فیشن سے بہت ملتی ہوئی تھیں۔ اور کل صف میں تیسری لڑکیاں یکساں پوشاک پہنے ہوئے تھیں۔ اُنکے سروں پہ زردوزی کے کام کی ٹوپیاں تھیں۔ جو کچھ اُن ٹوپیوں سے ملتی ہوئی تھیں۔ جنہیں حیدرآباد کے نوجوان و امرا استعمال کرتے ہیں۔ حالانکہ میں نے ایسی خوبصورت اور دلفریب عورتوں کا غول کبھی نہیں دیکھا تھا۔ لیکن مینے اُن میں دو عیب بھی پائے۔ ایک عیب تو قدرتی ہے جو چند عورتوں میں پایا گیا۔ لیکن لا علاج ہی وہ یہ کہ اُنکے دانت باقاعدہ اور خوبصورت نہیں ہیں۔ دوسرا عیب جسکا علاج اُنکے ہاتھ میں ہے یہ ہے کہ اُنکی پوشاکیں فرانسیسی وضع کی ہیں جو اُنکے مذاق کے خلاف ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ اگر وہ اس پوشاک کو استعمال کریں۔ جو اُنکی قوم کے لوگ صدیوں سے استعمال کرتے رہے ہیں۔ تو اُنکا حُسن دوبالا نظر آتا۔ کس لیے کہ رنگین کپڑوں اور اُنکی چمک سے جسم کی اُنکے زیادہ زینت ہو جاتی ہے۔ میں امید کرتی ہوں کہ یورپ کی عورتیں کسی دن فرانسیسی فیشن کا شوق ضرور ترک کردیں گی۔ لیکن فی الحال مجھ کو یہ دیکھکر بہت افسوس ہوا کہ ترکی لیڈیاں بھی ترکی اور عربی پوشاکوں اور زیورات کی بجائے فرانسیسی وضع کی بدنما پوشاکیں پہننا اختیار کرتی جاتی ہیں۔

میں خیال کرتی ہوں۔ کہ ترکی خاتونوں کی ترکی اور عربی پوشاکیں فرانسیسی وضع کی پوشاکوں کی بہ نسبت بہت اچھی ہیں۔ کس لیے کہ اُن سے پہننے والیکا حسن دوبالا ہو جاتا ہے۔ اور یہی اُسکے استعمال کا مدعا ہے۔

زکیہ سلطانہ زردوزی کے کام کے ایک فرش پر جو ایک تخت پر بچھا ہوا تھا۔ تشریف رکھتی تھیں اس کمرے کا آرائشی سامان زیورات اور فرنیچر وغیرہ جن کو میں نے اب ذرا اطمینان سے دیکھا تھا ایسا اعلےٰ درجہ کا تھا۔ کہ میں نے اُسکا ثانی یورپ یا امریکہ میں کبھی نہیں دیکھا۔ اس کمرے میں جتنی چیزیں تھیں۔ خواہ فرنیچر ہو خواہ قالین یا باجے سب بہت قیمتی اور خوبصورت تھے وہ کنیزیں میرے آگے تھیں عثمان پاشا کی خانم نے جو مجھسے پیشتر سلطانہ کی خدمت میں چلی گئی تھیں۔ موجودہ رواج کے مطابق اُنکے لباس کا دامن چومنا چاہا۔ لیکن سلطانہ نے اپنے قریبی رشتے کے خیال سے چومنے

Marfat.com

دیا۔ بلکہ خود خانم کے رخسار کو بوسہ دیا۔ اسکے بعد میں پیش کیگئی۔ اور مینے بھی خانم کی مثال کی پیروی کرنی چاہی۔ مگر سلطانہ نے نہایت مہربانی سے مجھ کو بھی معاف کیا۔ اس خیال سے کہ میں مسافر تھی مجھکو معلوم تھا۔ کہ مجھ کو بہت سی رسوم سے جنکا ادا کرنا دوسروں پر فرض ہے معاف کیا گیا۔ سلطانہ نے بڑی مہربانی سے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے قریب جگہ دی۔

عثمان پاشا کی معزز اور محترم لیڈی اور حلمی پاشا کی دو لڑکیاں جنھوں نے انگریزی میں معقول تربیت پائی تھی بطور ترجمان کے ہمارے روبرو کھڑی تھیں کل ملازم عورتیں مودب کھڑی رہیں کسی کی اتنی ہمت کہ روبرو کسیکو بیٹھنے کا حوصلہ نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ میں سلطانہ کے بہت قریب بیٹھی ہوئی تھی اسلیے میں انکی صورت اور پوشاک کو بہت غور سے دیکھ سکتی تھی۔ پوشاک ایک گلابی کپڑے کی تھی جسکی تراش خراش فرانسیسی فیشن کی تھی۔ اور جس سے سینہ کچھ کچھ کھلا ہوا نظر آتا تھا۔ سر پر ایک چھوٹا سا تاج تھا جو یورپین شہزادیوں کے تاج سے مشابہ تھا لیکن زیادہ قیمتی تھا۔ اور جواہرات جگمگ جگمگ کر رہے تھے۔ اور انمیں تین جواہر بڑے اور آبدار تھے۔ انکی گردن میں جواہرات کا ایک ہار تھا۔ اور کمر میں ایک مرصع پیٹی تھی۔ اس پیٹی کے وسط میں ایک ہیرا جڑا ہوا تھا۔ جو کوہ نور سے چوگنا بڑا تھا۔ میں بخوبی جانتی ہوں کہ یہ ہیرا سلطانہ کے پاس کیونکر آیا۔ ابتداءً یہ ہیرا کیپ میں ملا تھا۔ اور بعد اسکے دو تین دست ہو کر ایک شہنشاہ روس و دوسرا سلطان نے خرید کیا تھا۔ سلطانہ کے سر کے بال فرانسیسی طرز کے تھے۔ اور سر سے پاؤں تک جواہر سے لدی ہوئی تھیں۔ کان اور ہاتھ کی انگلیوں تک میں چمکدار ہیرے جڑے ہوئے تھے۔ مجھکو بیٹھے ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ قہوہ اسطور پر لایا گیا۔ اول تین زنانہ ملازم جو یکساں پوشاک پہنے ہوئے تھیں۔ ایک بڑی سنہری کشتی جسپر غلاف پڑا ہوا تھا لیے ہوئے آئیں چونکہ محل کے آداب سے میں واقف تھی۔ اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اور ملازموں نے میرے نقاب کو اٹھا کر کشتی میں رکھدیا اور مودبانہ طریقہ سے چلی گئیں۔ اُن کے جاتے ہی تین دوسری عورتیں آئیں جو یکساں پوشاک پہنے ہوئے تھیں۔ مگر جنکی پوشاک دل لگی کر عورتوں کی پوشاکوں سے جداگانہ تھی۔ وہ عورتیں تین [illegible] قہوہ کی پیالیاں جن میں جواہرات جڑے ہوئے تھے لیے ہوئے تھیں ہر ملازمہ نے [illegible] ایک کے روبرو قہوہ کی پیالی پیش کی۔ اور اُن لیڈیوں کی مدد سے جو ترجمہ کرتی جاتی تھیں گفتگو کے اس حصہ کا بالخصوص خیال کیا۔ جو سلطانہ فرماتی تھیں۔ اور مینے مشاہدہ کیا کہ وہ حد درجہ کی خلیق اور متین تھیں۔ حالانکہ وہ کم عمر تھیں لیکن انکی رائیں اسقدر پر مغز اور معنی خیز ہوتی تھیں۔ کہ انکی زبان سے کوئی لفظ ایسا نہیں نکلتا تھا۔ جو اُن کی خودداری پر حرف لا سکتا۔ میں

Marfat.com

انکی تفصیل نہیں لکھونگی۔ لیکن میں جو کچھ کہتی ہوں وہی ہماری میزبانہ کی لیاقت کا کچھ خیال پیدا کرنے کے لیے کافی ہوگا۔

شہزادی میں یہ سنکر بہت خوش ہوئی کہ آپ اپنا مذہب تبدیل کرکے مسلمان ہوگئیں۔

مَیں میرے دل میں ابتدا ہی سے اسلامی خیالات پیدا ہوگئے تھے۔ اور میں کئی برس تک اپنی والدہ کے ہمراہ عرب میں رہی۔ اور اسوقت سے اپنے آبائی خیالات ترک کردیئے۔

شہزادی آپکا مسلمانی نام کیا ہے۔

مَیں میرے شوہر نے میرا نام جمیلہ بیگم رکھا ہے۔ لیکن بغداد میں مجھ کو لوو خانم کہتے تھے

شہزادی کیا آپ عربی میں گفتگو کرسکتی ہیں؟

مَیں جی ہاں کرسکتی ہوں۔

شہزادی آپ استنبول میں کتنے دن قیام کرینگی۔

مَیں پانچ دن اور۔

شہزادی۔ یہ سنکر مجھے بڑا افسوس ہوا۔ اگر آپکو اسقدر جلدی ہی جانا تھا تو اس سے یہی اچھا تھا کہ مجھ سے ملتیں۔ کیا آپ یہاں سے مکہ شریف کو جانے کا قصد کرتی ہیں؟

مَیں میری پیاری شہزادی۔ مجھکو خود اپنے چلے جانیکا افسوس ہے آپ بڑی خلیق اور مہربان ہیں۔ عثمان پاشا کی خاتون کیطرف مخاطب ہوکر اور آپکے اخلاق اور مدارات تو مجھے آپکو چھوڑ کر جانے کی اجازت نہیں دیتی مگر میں افسوس کرتی ہوں کہ میرا سفر میری خواہش پر مبنی نہیں ہے اور حج کی تاریخ نہیں بدلی جاسکتی۔ لیکن میں آپکے اور آپکے محترم والد کیلئے بارگاہ کبریا میں دعا کرونگی

شہزادی (خوشی سے) خدا آپکو حج نصیب کرے۔ آپ بہت سفر کرچکی ہیں۔ اور ابھی بڑا سفر باقی ہے۔ جب حج ہوجائے۔ تو مہربانی فرماکر مجھے یاد رکھیے گا۔ اور تھوڑا سا آب زمزم میرے لیے بھیجد بیجئے گا (انگی کے کونسل جنرل کے ذریعہ سے سلطانہ کے پاس آب زمزم کا ایک بڑا گھڑا بھیجدیا گیا تھا)

شہزادی کیا آپ دنیا کی سیر کرآئی ہیں؟

مَیں جی ہاں۔ اور اس سفر کے متعلق مجھکو یہ عرض کرنا ہے۔ کہ چین میں تقریباً چھ ملین مسلمان آباد ہیں اور چینی شہر کنٹان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک چچا کی قبر ہے جسکی میں نے دو مرتبہ زیارت کی ہے اسکے علاوہ اس شہر میں چار مسجدیں ہیں جنکو چینی مسلمان مشرق کے کعبہ کی طرح مانتے ہیں۔

شہزادی عرصہ ہوا ہے میں نے سنا تھا کہ چین میں مسلمان رہتے ہیں۔ اور میں امید کرتی ہوں کہ

Marfat.com

بخلاف چینیوں کے حلال و حرام کا خیال رکھتے ہوں گے۔ کیا نماز پڑھتے ہیں؟

میں جی ہاں۔ چینی مسلمان حلال و حرام اور روزہ نماز کے بڑے پابند ہیں سلطنت کی طرف سے کسی قسم کی مداخلت نہیں ہے بلکہ برخلاف اسکے ہر مسجد میں اس مضمون کا ایک اعلان آویزاں ہے کہ غیر مذہب کے لوگ جو مسجد میں نظر آئینگے۔ مار ڈالے جائیں گے۔ مگر چینی مسلمان مدتوں سے چینی رسوم کی پابندی کرتے آتے ہیں اور وہ چینیوں کیطرح چوٹی رکھنے کیلیے مجبور ہیں۔ وجہ کیا کہ فغفور کا بھی حکم ہے۔ اور جو پابندی نہ کرے۔ وہ قتل کیے جانیکا مستوجب سمجھا جاتا ہے۔

اس اثنا میں ہم قہوہ پی چکے اور مجھکو یہ معلوم کرکے بڑی خوشی ہوئی۔ کہ شہزادی کی گفتگو اور سوالات نہایت عالمانہ اور پرمغز اور اس شخص کے شایان تھی جنکی پولیٹیکل حالت اسقدر اعلی تھی میری جوابات پر انکی رائیں بڑی زبردست ہوتی تھیں۔ اور ان سے ظاہر ہوتا تھا کہ انکی واقفیت اور معلومات کا ذخیرہ ان معاملات پر بہت بڑا تھا جن پر ہم میں گفتگو ہوئی۔ اور جو سلطانہ نے بانو سیاحوں سے گفتگو کرکے یا کتب بینی کے ذریعے سے حاصل کیا ہوگا تھوڑی دیر بعد چند عورتیں جو یکساں لباس پہنے ہوئے تھیں۔ آئیں اور ایک سنہری پیالہ میں بہت اچھا شربت لاکر پیش کیا۔ اور اسکے پندرہ منٹ بعد مٹھائی کی ایک رکابی پیش کیگئی۔ یہ مشہور بات ہے کہ ترکی مٹھائی اور مٹھائیوں سے بہتر ہوتی ہے۔ لیکن وہ مٹھائیاں جو شاہی خاندان کیلئے بالتخصیص بنائی جاتی ہیں۔ نہایت ہی خوش ذائقہ ہوتی ہیں۔ پندرہ منٹ کے بعد کوئی اور نئی خوشگوار مٹھائی ہمارے روبرو پیش کیگئی۔ اخیر کھانا ختم ہوا۔

سلطانہ اٹھیں اور ایک خوبصورت باغیچہ کیطرف تشریف فرما ہوئیں۔ باغیچہ سے گذرتے وقت ہمنے چند پھول توڑے۔ جو ہمارے گرد ہزاروں لگے ہوئے تھے اور چلتے چلتے ایک بڑے محل میں پہونچیں۔ جہاں چند ترکی لڑکیاں مختلف صفوں میں اپنے اپنے منصب کے مطابق بیٹھی ہوئی ہیں۔ وہ سلطانہ کا نہایت تعظیم سے آداب بجالائیں اور گانے لگیں۔ چونکہ مجھکو بھی نغمہ سے بڑی دلچسپی تھی۔ اسلیے مجھکو انکا گانا سنکر بڑی خوشی حاصل ہوئی گو راگ ترکی تھے۔ لیکن ہندوستانی ڈھنگ میں گائے جاتے تھے۔ یہ نظم سلطانہ مہمان اور موسم کی تعریف میں گائی جارہی تھی۔ اور اسمیں ایک شعر خصوصیت کے ساتھ گایا جارہا تھا۔ اور ایک خوبصورت لڑکی اس سوز و گداز سے اسکو بالحان داؤدی گا رہی تھی کہ اسکا سارا جسم اسکے جذبات سے کانپ رہا تھا۔ میرے استفسار کے جواب میں ایک مترجمہ نے مجھکو مطلع کیا۔ کہ اس شعر کا مطلب یہ ہے

Marfat.com

کہ یہ ایک معشوقہ اپنے عاشق کی جدائی کا افسوس کر رہی ہے۔ اور اپنی تکلیف کو مچھلی سے مشابہ کر رہی ہے۔ جس کو پانی سے نکال لیا ہے۔ اور وہ پانی میں جانے کے لیے نہایت بیقرار و آرزو مند ہے۔ اس شعر کا خواہ کچھ ہی مطلب ہو۔ خیالات کی عمدگی میں شک نہیں اور گانیوالی اس تکلیف کو خوب ظاہر کر رہی تھی۔

جب گانا ختم ہو چکا ایک عجیب تماشا دیکھنے میں آیا جس کا مجھکو خیال بھی نہ تھا۔ یہ لڑکیاں یا تو اپنی خوشی سے یا سلطانہ کے حکم سے غائب ہو گئیں (لیکن مینے سلطانہ کو کوئی اشارہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا) ہمارے روبرو آہستہ آہستہ ایک پردہ اوٹھا اور خوبصورت لڑکیوں کا ایک گروہ نظر آیا۔ جن کے بڑے سوز راگ سے مجھے اسقدر دلچسپی نہیں ہوئی جسقدر انکے خاص انداز سے میرے دل پر گہرا اثر پڑا۔ اس راگ سے عشاق کی جدائی کا غم ظاہر ہوتا تھا۔ اور بڑی لہجے سے گایا جا رہا تھا۔ ان گانیوالیوں کے بعد دوسری گانیوالیاں آئیں جو باجا بھی بجاتی تہیں۔ اور ایسے لہجہ سے گاتی تہیں جس سے کچھ کچھ فرانسیسی تھیٹر کا لطف آتا تھا۔ یہ تماشے ایسے دلفریب تھی کہ انکی بیان کرنے میں میری زبان قاصر رہی۔ صرف فوٹو اور فونو گراف سے ناظرین انکی خوبیوں کا کافی طور پر اندازہ کرسکتے ہیں۔ اب تک سلطانہ ہم سے گفتگو کرتی رہی اور مختلف امور مثلاً تھیٹر قسطنطنیہ کی آب ہوا۔ شاہی نوج اور جنگی باجے وغیرہ پر میری رائے دریافت کرتی رہیں۔ اور میں جو جوابات موزون سمجھتی تھی۔ دیتی رہی۔

شہزادی نے مجھسے پوچھا کہ کیا کانوں میں بھاری زیور پہننے سے آپکو تکلیف تو نہیں ہوتی؟ مینے جواب دیا کہ اگر اس سے بھی بھاری زیور ہو تب بھی عورتوں کو جواہرات اچھے معلوم ہوتے ہیں اور علاوہ اس کی چونکہ میرے زیور ہندوستانی ساخت کی ہیں۔ اسلیے ہندوستانی فیشن کے موزون ہیں اور میں انکو پہننے کیواسطے مجبور ہوں۔ جب سلطانہ اور ترکی لیڈیوں کی فرانسیسی پوشاک کو تذکرہ آیا تو مینے اپنی پسندیدگی ظاہر کی لیکن عرب اور ترکی کی قومی پوشاکوں کی تعریف کی سلطانہ نے نہایت اخلاق سے قدیم عربی اور ترکی پوشاکوں کی برتری قبول فرمائی لیکن بیان فرمایا کہ ان دنوں ترکی میں فرانسیسی پوشاک پہننے کا رواج ہو گیا ہے۔ اسکے بعد شہزادی نے مجھ کو اپنی شادی کی پوشاک دکھائی جو نہایت محنت سے تیار ہوئی تھی۔ یہ لباس اس نفاست اور نزاکت سے بنایا گیا تھا اور اسمیں اس کثرت سے جواہرات تھی کہ آنکھیں چوندھیائی جاتی تھیں۔ ازانبعد مجھکو ایک تاج دکھایا گیا جسمیں بہت بڑے بڑے ہیرے جڑے ہوئے تھے اور دو زنجیریں تھیں جو کان پر سے جاتی ہیں۔ اور پاؤں تک لٹکتی رہتی ہیں۔ چونکہ اسمیں ہیرے اور مختلف رنگ کے جواہرات

Marfat.com

ہوئے تھے اسلیئے وہ اسقدر آبدار نظر آتی تہیں کہ اُنکے دیکھنے سے بڑی خوشی پیدا ہوتی تھی سلطانہ نے اپنی شادی کی کل رسوم (مثلاً شاہی محل سے برات کی روانگی اور عثمان پاشا کے محل میں داخلہ وغیرہ) بیان کیں چونکہ سلطانہ سلطان کی بڑی چہیتی لڑکی ہیں اس لیئے سلطان اُنکا اپنے پاس سے علٰحدہ رہنا پسند نہیں کرتے۔ اور یہی سبب تھا کہ شاہی محلات میں اُن کے اور اُنکے شوہر کے لیے مکانات مختص کر دیئے گئے۔

کاغذ خانہ قسطنطنیہ سے تقریبًا پانچ میل پر ایک بڑا عمدہ محل ہے جسمیں جمعہ کی شام کو مرد اور عورت تفریح کے لیے جاتے ہیں۔ وہاں نورالدین پاشا کی طرف مجھ کو اشارہ کیا گیا۔ اور مینے سلطانہ سے اثنائے گفتگو میں کئی مرتبہ اُنکے شوہر کا ذکر کیا۔ اُنہوں نے کنایتًا جواب دیا کس لیے کہ مسلمان لیڈیوں میں اپنے شوہروں کا صراحتًا ذکر کرنا خلاف ادب سمجھا جاتا ہے۔ میں دیکھتی تھی کہ جب مینے اُن کے شوہر کی خوبصورتی کی تعریف کی تو اطمینان ہوا کس لیے کہ اُنہوں نے ایک دھیمی آواز میں میرا شکریہ ادا کیا اور اُنکی ایک تصویر دی۔ میں اُنکی عنایت کی بڑی مشکور ہوں مینے اثنائے گفتگو میں کئی مرتبہ رخصت چاہی مگر شاہزادی نے نہ سُنا اور زیادہ دنوں تک ٹھہرنے کا اصرار کرتی رہیں کیا میں دس دن اور جیسا کہ وہ چاہتی تھی نہیں ٹھہر سکتی۔ مینے بکمال ادب مثل سابق عرض کی کہ مجھکو زیادہ قیام نہ کرنے کا بڑا افسوس ہے کس لیے کہ حج کی تاریخ بہت نزدیک رہگئی ہے۔ اسپر اُنہوں نے جواب دیا کہ "اگر آپ چند روز اور ٹھہر جائیں تو میں آپکو اپنی دادی کے پاس لے چلتی" مینے اُنکے اخلاق کا شکریہ ادا کیا اور اس معزز لیڈی سے نہ ملنے کا افسوس ظاہر کیا۔

سلطانہ سے گفتگو کرتے وقت مینے ذکر کیا کہ میرے شوہر اپنی متبنّٰی لڑکی اور بھتیجے کو تعلیم کی غرض سے قسطنطنیہ بھیجنا چاہتے ہیں۔ اسپر سلطانہ نے فرمایا کہ اگر وہ آئیں گے تو اُنکی بڑی خبر گیری کیجائیگی لڑکی عثمان پاشا کی خاتون کی سپردگی میں رہے گی۔ اور لڑکا سلطانی مدرسہ اور ملٹری کالج میں کر دیا جاویگا۔ اور فوجی افسروں اور عثمان پاشا کی نگرانی میں رہیگا۔ سلطانہ نے تعلیم میں اسقدر دلچسپی ظاہر کی کہ میں یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہوئی کہ خدا نے ان میں بڑی علمی قابلیت عطا کی ہوگی جب میں نے اس عنایت کا شکریہ ادا کیا۔ تو انہوں نے مجھ سے وعدہ کرایا کہ قسطنطنیہ میں پھر آؤنگی۔ اس موقعہ پر مینے رخصت کی اجازت چاہی عثمان پاشا کی خانم اُٹھ کھڑی ہوئیں ہم آگے بڑھ گئے۔ اور جو رسمیں ہماری آمد پر برتی گئی تھیں۔ وہی روانگی کے وقت بھی عمل میں آئیں واپسی کے وقت ہم کچھ دیر عثمان پاشا کے محل میں قہوہ پینے کے لیئے ٹھہر گئیں۔ اور

Marfat.com

بعد اپنے مکان کو گاڑی پر سوار ہو کر چلے آئے۔ " راقمہ جمیلہ بیگم"

مصر کے علما زور دیتے ہیں۔ کہ ملا ابو الہدیٰ جو گداگری سے سلطان معظم کا مشیر خاص ہے۔ دربار سلطانی سے خارج کر دیا جاوے۔ اُسنے اپنا اقتدار ایسا بڑھا لیا ہے کہ کسی کی فریاد سلطان تک پہنچنے نہیں دیتا۔ اور مسلمانوں کو انکے خلیفہ کیطرف سے بدظن کر رہا ہے۔ علماء جامع ازہر نے ایک طویل عرضداشت مصری گورنمنٹ کی وساطت سے دربار سلطانی میں ارسال کی ہے جسکے اخیر میں وہ لکھتے ہیں کہ جو تعلق سپاہیوں کو بادشاہ سے ہے وہی تعلق علماء دین کو خلیفہ سے ہے (اس خبر کا منبع انگریزی اخبار ہیں)۔ باب عالی نے جو صلاحات آرمینیا کی منظور کی ہیں وہ یہ ہیں (۱) چند جوڈیشل انسکپٹر جیلخانجات کا معاینہ کیا کرینگے (۲) ہر ایک صوبہ کی آبادی کے لحاظ سے جنڈارمہ (مسلح پولیس) اور دیہاتی پولیس مقرر کیجاویگی (۳) زمیندار اور دوسری رعایا جب اپنی پہاڑی چراگاہوں کو جائیں تو فوجی پولیس انکی حفاظت کے لیے ہمراہ جایا کریگی (۴) خانہ بدوش قومیں سرکاری زمینوں پر آباد کیجاوینگی (۵) حمیدیہ فوج کیلئے وزیر صیغہ جنگ خاص قواعد منضبط کریگا (۶) چار ممبروں کی ایک کمیٹی بصدارت ڈائرکٹر محکمہ پیمایش ہر ایک ولایت اور سنجق میں ملکیت ارضی کے دعاوی کی تصدیق کے لیے مقرر کیجاویگی (۷) ہر سال چار عہدہ دار اس امتحان کے لیے قسطنطنیہ سے بھیجے جا کرینگے۔ کہ نئے انتظام کے عملدرآمد میں کوتاہی تو نہیں کی گئی (۸) محاصل کی تصدیق مختار اور مصلح کرینگے جن کو رعایا منتخب کریگی (۹) اجارہ عشر ہر گاؤں میں علیحدہ علیحدہ نیلام ہوگا (۱۰) بیگار موقوف کیجاویگی (۱۱) جو اشخاص سرکاری یا غیر سرکاری قرضوں کی علت میں گرفتار کیے جاویں انکی زمینیں اور مویشی نیلام نہیں ہونگے۔ ۲۵ نومبر ۱۸۹۵ء

سلطنت عثمانیہ اور اسکی اندرونی حالت

سلطنت عثمانیہ کو صرف عیسائی رعایا کی بغاوت اور دول اجنبیہ کے حملوں کا ہی رات اندیشہ نہیں رہتا ہے۔ بلکہ ایک بہت بڑا چور بھی اسکے گھر میں عرصہ سے نقب لگا رہا ہے اور اگر چندے یہی حالت رہی۔ تو ہمکو اس سلطنت کی بربادی پر کچھ تعجب نہیں ہوگا۔ بلکہ اس پر تعجب ہوگا کہ وہ کیسے قائم رہی سلطان المعظم کی مستعدی محنت وجانفشانی لیاقت خداداد انتظام کے وصف ہم مسلمان ہی نہیں بلکہ متعصب عیسائی تک منقر اور معترف تھے اور ہیں مگر اس کو

معلوم ہونے پر جو ہم آگے چلکر بیان کرینگے۔ اگر ہمیں اعلیٰ حضرت پر بالکل بے اعتباری اور بے یقینی نہیں
ہوگئی تو اسمیں کچھ بھی شک نہیں کہ جو اعتماد اور بھروسہ ہمکو انپر پہلے تھا۔ اسمیں بہت کچھ کمی ہوگئی ہے شاید
اسکا جواب یہ دیا جائے۔ کہ سلطان المعظم بذاتِ خاص تو بہت کچھ اصلاح کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر انکی پیش نہیں
جاتی اور وہ بالکل بے بس ہیں اس صورت میں یہ سوال ہوگا کہ پھر کس کائنات پر یہ فخر و ناز کیا جاتا ہے
کہ سلطنت عثمانیہ کی جنگی اور مالی حالت انتہا یت مضبوط ہے۔ بقول مرزا حیرت[1] صاحب دارالسعادت جواہرات اور
سیم و زر سے مالا مال ہے اور مرد بیمار نہ صرف تندرست ہی بلکہ اعدا کا قافیہ تنگ کرنے کے واسطے کافی توانا اور مضبوط
ہوگیا ہے۔ دارالسعادت کے زر و سیم سے مالا مال ہونیکا قصہ شاعرانہ بلند پروازی اور بے حقیقت فسانہ سے زیادہ وقعت
نہیں رکھتا اور اسکی پوری کیفیت اسی سے معلوم ہوسکتی ہے۔ کہ ۱۹۰۶ء میں روزمرہ کے اخراجات کیواسطے
بھی کوئی روپیہ خزانہ عامرہ میں نہیں رہ گیا تھا اور اعلیٰ حضرت کو اپنے سیمیں و طلائی ظروف ٹکسال میں
بھیجنے کی مجبوری پیش آئی تھی۔ ہم مانتے ہیں کہ ان گنت جواہرات سلطان کے پاس بے تعداد مالیت
کے ہیں لیکن پہلے انکو لاکھوں روپیہ خرچ کرکے امسٹرڈم کے الماس تراشوں سے درست کرایا جائے
تو وہ موجودہ زمانہ کے مذاق کے مطابق قابل فروخت ہوسکتے ہیں۔ مگر اس درستی کے بعد بھی انکا
خریدار کہاں سے پیدا ہوگا۔ وہ زمانہ ہی نہیں رہا۔ کہ اس قسم کی بے مصرف چیزوں کی قدر و منزلت
کیجائے۔ آجکل کے جواہرات آہنی جہاز اور کروپ توپیں ہیں سوائے حضور نظام کے ہمنے موجودہ سلاطین
یا امرا میں سے کسی کا نام نہیں سنا جنہنے مدت العمر میں پچاس لاکھ کے جواہر کبھی خرید کیے ہوں۔ خیر یہ
تو جملہ معترضہ تھا۔ ہم اس امر کے ماننے کو تیار ہیں کہ فوجیں آراستہ ہیں مالی حالت سنبھلی ہوئی ہے
اور اشد ضرورت کے وقت سلطان المعظم حوض میں غوطہ لگاکر ایک آہنی برج میں سے جسقدر سونا چاندی اور
لعل الماس چاہیں باہر نکال سکتے اور اپنے تصرف میں لاسکتے ہیں لیکن اس بے بسی کا علاج کہ مشیران دربار لعین سے لیکر ایلچی دیار تک اعلیٰ عہدہ دار
اکثر وہ شخص ہیچ نہ ضرر غیر مذہب کے پابند ہیں بلکہ غیر ممالک اور مخالف سلطنتوں کے جاسوس یا کم از کم ان کے وفادار اور معتمد
ایجنٹ اور گماشتے ہیں۔ ایک لاکھ نمک حلال اور جانباز سپاہی اس نقصان کی تلافی نہیں کر
جو ایک نمکحرام جرنیل کی بے ایمانی سے پہنچے۔ ایک سو خیر خواہ وزراء کی جان توڑ کوششیں اس زخم کو
مندمل نہیں کرسکتیں۔ جو ایک نمکحرام رازدار سلطنت کو کسی نازک وقت پر پہنچا سکتا ہے نپولین
بوناپارٹ کئی لاکھ جان نثار بہادروں کے دلوں کا مالک رہا۔ بے ایمانی کا شکار ہوا۔ سلطنت
عباسیہ کا چراغ اسی نمکحرامی کی بدولت گل ہوا۔ ہندوستان اسی کی وجہ سے آماجگاہ اغیار بنا۔

[1] مرزا حیرت کا یہ مضمون تفہیم مدعا کے لیے اس مضمون کے اخیر پر درج کیا جاتا ہے (مولف)

Marfat.com

اور خود سلطنت عثمانیہ کئی صدیوں سے ایسی بلائے بے درمان کے باعث حضیض ادبار میں گرتی چلی جا رہی ہے۔ مگر افسوس صد ہزار افسوس عبدالحمید سا لائق سلطان اسکا کوئی علاج نہیں کر سکتا۔

اعلیٰ حضرت خلافت پناہی کرانڈ یکانگز (یاوران ذات خاص) میں ایک یاور۔ بیرن۔ دان گلٹس پاشا جرمنی عیسائی ہے جو جنگی سٹاف کا پریسیڈنٹ بھی ہے دوسرا یاور ایک جرمن جنرل کیمفر پاشا ہے۔ اور یہ بھی جنگی سٹاف کا ایک اعلیٰ عہدہ دار ہے۔ تیسرا یاور ایک آسٹرین جنرل منہرشنی پاشا ہے۔ جو ساتھ ہی وزارت داخلیہ کا ایک ممتاز عہدہ پر مامور ہے۔ چوتھا ایک اٹالین جنرل وتالیس پاشا ہے جو ترکی صیغہ بحریہ کا بھی ایک افسر ہے۔ وزیر صرف

خاص ہز ایکسیلنسی میکائیل پاشا ایک ارمنی عیسائی اعلیحضرت کا طبیب خاص ہز ایکسیلنسی اروجینی پاشا ایک یونانی ہز ایکسیلنسی نیکولائی بے ڈائرکٹر امپیریل سیکرٹری ٹریٹ بھی یونانی ہے علاوہ ازیں وزارت جنگی درحقیقت جرمنیوں کے ہاتھ وزارت بحریہ وزارت صیغہ خارجیہ تمام تہا آرمنیوں کے پاس۔ وزارت معدلت عامہ یونانی اور ارمنیوں کے ہاتھ میں۔ وزارت انتظام اندرونی آرمنیوں کے اقتدار میں۔ وزارت تعمیرات عامہ فرانسیسی اور آرمنیوں کے زیر دست۔ وزارت تعلیم عامہ بالکل فرانسیسیوں کے تصرف میں اور محکمہ جات ڈاک تلغرافی اور زراعت وفلاحت سر سے پاؤں تک آرمنیوں اور شامی عیسائیوں کے ہاتھ میں ہیں۔

اب بتلائے۔ یہ ایک اسلامی سلطنت ہے کہ معجون مرکب جس سلطنت کی کل تار و پود غیر ملک اور غیر مذہب کے لوگوں کے ہاتھ میں ہوں۔ اس ملک کا خدا ہی حافظ و ناصر ہو سکتا ہے۔ ورنہ اسکا بچا رہنا عجائبات روزگار سے کم نہیں اس سے بڑھکر کیا لاچاری ہو سکتی ہے۔ کہ اگر کسی غیر مسلم وزیر یا عہدہ دار کی نمک حرامی معلوم ہو جاوے۔ تو اعلیحضرت اسے برطرف نہیں کر سکتے کیونکہ کسی غیر سلطنت کی اغراض اس سے وابستہ ہوتی ہیں۔ اور اگر شاذ و نادر وہ کبھی موقوف بھی کر دیا جاوے تو اسکی معاون سلطنت اسے پھر بحال کرا دیتی ہے۔ بطور مثال ہم اسوقت ایک شخص کا نام پیش کیے دیتے ہیں۔ ہز ایکسیلنسی آرتین وادیان پاشا ایک ارمنی عیسائی ہے۔ باوجودیکہ ترکی وزارتیں پچھلے دس پندرہ برس میں کئی دفعہ بدل چکی ہیں۔ مگر وہ برابر مدت مدید سے نائب وزیر صیغہ خارجیہ چلا آتا ہے۔ اور اسکی نمک حلالی کا یاد نی ثبوت ہے کہ جسوقت ارمنی باغیان قسطنطنیہ سے دریافت کیا گیا کیا چاہتے ہو تو جواب ملا کہ آزادی و خود مختاری۔ پھر پوچھا گیا کہ اپنا بادشاہ کسکو بنانا چاہتے ہو۔ تو انہوں نے جھٹ جواب دیا کہ ہز آرتین وادیان پاشا کو۔ ممکن ہے۔ یہاں یہ سوال اوٹھایا جاوے۔ کہ یہ ارمنی باغیوں کی خواہش تھی

Marfat.com

نہ کہ خود اسکی۔ اچھا اسے جانے دو یہ امر کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ وہ روسی سفیر سے ایسا خلط ملط ہے کہ کوئی روسی بھی ایسا نہیں۔ چنانچہ اُسکی نمکحرامی اور بدذاتیوں سے تنگ آکر عالیجناب سعید پاشا سابق وزیر اعظم نے بکرات و مرات خدمت سلطانی میں اُسکے الگ کر دینے کی التجا کی لیکن سلطان المعظم روسی سفیر کے کہنے سننے کی وجہ سے ٹالدیتے تھے۔ آخر کار سعید پاشا نے صاف صاف عرض کر دیا۔ کہ اگر آرتین کو برطرف نہیں کرنا تو بندہ کا استعفا منظور فرمایا جاوے۔ جسپر سلطان المعظم نے بادیاں کو برطرف کردیا۔ مگر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد جناب سعید پاشا کے وزارت عظمیٰ سے مستعفی ہونے پر سفیر کی سعی و سفارش سے وہ پھر بحال ہوگیا۔ اب فرمایئے جہاں یہ کیفیت ہو۔ وہاں جانباز ترک سپاہی کیا کرسکیں گے۔ اگر سلطان المعظم نے غیر سلطنتوں سے دبکر یہ پالیسی اختیار کر رکھی ہے اور ان کافران نعمت کو سیاہ و سفید کا مالک بنا یا ہوا ہے۔ تو یہ ظاہری کھٹراگ کا ہیکو بنا رکھا ہے۔ کہلم کہلا ملک ان سلطنتوں کے حوالہ کیوں نہیں کر دیا جاتا۔ اب بھی وہی مالک ہیں پھر بھی وہی ہونگے اور اگر فی الواقع سلطان المعظم کو اپنی قوم و مذہب کے لائق آدمی میسر نہیں آتے اور نہ ترک لائق ہونیکی کوشش کرتے ہیں تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اکیلے سلطان المعظم یا غازی عثمان و غازی احمد مختار کیا کرسکتے ہیں۔ اس سے زیادہ بے انتظامی کیا ہو سکتی ہے کہ یمن عرصہ سے بغاوت کیلئے تیار ہو رہا ہے۔ مگر حکام صوبہ کے کان پر جوں تک نہ چلی اور اُنکو ہوش اُس وقت آیا جبکہ سرکاری افواج کو پے درپے چند شکستیں مل گئیں۔ مگر خدا کا شکر ہے۔ کہ دو ہفتہ سے اس بغاوت کے متعلق کوئی اور خبر نہیں آئی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کا انتظام معقول ہو گیا۔ ۲ دسمبر ۱۸۹۵ء۔

سک مین اور اُسکا دارالسعادت

یہ عجیب سرخی دیکھکر ناظرین کو تعجب ہوگا۔ کہ سک مین کے ساتھ دارالشفا تو موزون ہو سکتا ہے۔ مگر دارالسعادت تو کسی طرح موزونیت نہیں رکھتا۔ حقیقت میں جب تک اسکا اظہار نہوگا۔ جو اس سرخی میں رکھا گیا ہے یہ تعجب رفع نہیں ہو سکتا۔

یوروپین اخبار سک مین اُسے کہتے ہیں۔ جو ہمارا امیرالمومنین ہے۔ اور جسے ہم حافظ حرمین شریفین امیرالمجاہدین اعلیحضرت سلطان المعظم کے نام سے پکارتے ہیں۔ دارالسعادت اُسکے خزانہ کا نام ہے جہاں تمام ملکی زر و جواہر اور شہنشاہان سابق کی دولت کھساکھس بھری ہوئی ہے چونکہ اس مختصر توضیح سے ناظرین کا تعجب دور ہو گیا ہوگا۔ اسلیے دونوں الفاظ کی تعیینت

پر کچھ بحث کرتا ہوں۔ کہ سک مین کیونکر نام پڑ گیا۔ اور خزانہ سلطانی ہیں کتنی دولت ہے یا بیچارہ دارالسعادت انگریزی اخبارات اور بعض نئی روشنی کے ہندوستانی مسلمانوں کے خیال کے موجب خزانہ خالی پڑا ہوا ہے۔ یا اسی طرح سے پُر ہے جیسا سلطان سلیمان کے زمانہ میں تھا۔

نکولس زار روس نے سر جارج سیمور سفیر انگریزی متعینہ روس کی معمولی طور پر اثنائے گفتگو میں ٹرکی کی نسبت " سک مین یعنی بیمار کا لفظ ۱۱ جنوری ۱۸۴۴ء کو استعمال کیا تھا۔ تمام دنیا میں یہ لفظ ایسا مشہور ہو گیا۔ کہ آخر کار یورپ میں یہ لفظ گویا ٹرکی کا مترادف ہو گیا۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا سک مین ابھی اپنی اسی حالت میں ہے یا صحیح و تندرست اور قوی ہو گیا ہے؟ ہم اسکا جواب ٹرکی کی موجودہ حالت پر موقوف رکھتے ہیں۔ اور اپنے اس مضمون کیطرف جو چودھویں صدی میں چھپ چکا ہے۔ اور جسکی سُرخی ہے "اعلیحضرت سلطان معظم کا زمانہ سلطنت" ہے ناظرین کی توجہ پھیرنا چاہتے ہیں۔

گو ٹرکی کا نام ۱۸۴۴ء میں سک مین تسلیم ہو چکا تھا۔ مگر ۱۸۷۷ء کی جنگ میں بھی سک مین ایک دیو اور قوی ہیکل پہلوان سے ہم نبرد ہو چکا ہے۔ جسکی مفصل کیفیت بعض انصاف پسند انگریزوں نے بھی قلمبند کی ہے۔ کہ سک مین نے کیسے کیسے گُھنے دیو کو دیئے اور کتنی کتنی زور کے ریلے اسکے سنبھالے اس معرکہ کی مفصل کیفیت بیان کرنی لاحاصل ہے۔ سیکڑوں کتابیں ان حالات سے بھری پڑی ہیں اور لاکھوں آدمیوں کو سک مین کی کشتی کے داؤ پیچ اور کئی کئی بار قوی خوفناک پہلوان روس کو چت کر دینا یاد ہے۔

علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ مورخہ ۴ اکتوبر ۱۸۹۳ء میں سرسید نے پروفیسر مسٹر ایڈوارڈ مونٹیٹ صاحب (جو سوئٹزرلینڈ کے شہر جینوا میں عبرانی کے پروفیسر ہیں) کا لکچر نقل کیا ہے اُسکا ایک جملہ بطور تمثیل کے ہم بھی یہاں نقل کر دیتے ہیں جس سے اندازہ ہوگا۔ کہ سک مین کی کیا حالت ہے اور اُسکے عضا کتنے کمزور یا قوی ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں :-

"ایشیائے کوچک۔ کردستان۔ میسوپوٹیمیا۔ عراق عرب۔ شام۔ فارس۔ افغانستان بخارا۔ ترکستان وغیرہ یہ مذہب اسلام کے قلعے تصور کرنے چاہئیں۔ لیکن اُسکے مقبوضہ ممالک کو کتنے ہی وسیع خیال کر لیے جائیں۔ مگر محدود نہیں ہو سکتے"۔ جن ملکوں کے اوپر نام لیے گئے ہیں۔ انمیں سوائے دو موخر الذکر ناموں کے سب ملک اسی سلطنت میں ہیں جسے سک مین کے نام سے پکارا جاتا ہے اور اسی کو اسلام کے قلعے فاضل پروفیسر تسلیم کرتا ہے۔ آگے جا کر ان قلعوں کی بینظیر مضبوطی کی نسبت لکھتا ہے۔

Marfat.com

و ایشیا میں اسکی (یعنی اسلام کی) بالکل مختلف صورت ہے۔ اسلام اس وسیع براعظم کے ہر حصہ میں پھیلا ہوا ہے۔ اکثر مقامات میں نہایت مضبوطی کیساتھ قائم ہو گیا ہے اور روز بروز تعجب انگیز استحکام مستقل کامیابی اور کامل فتحمندی کے ساتھ آگے بڑھتا جاتا ہے"

اسکے بعد اب دارالسعادت کی کچھ دلچسپ کیفیت لکھتا ہوں جو سب سے زیادہ لطف افزا اور عجیب تر ہے۔ یہ میں پہلے گذارش کر چکا ہوں۔ کہ ترکی سلطانی خزانہ کو دارالسعادت کہتے ہیں اس خزانہ کی جگہ اور کیفیت بہت کم لوگوں کو معلوم ہے۔ اور سوا ۔۔۔ اعلیحضرت سلطان المعظم کے یا جسے حضور اپنے ساتھ لیجائیں کوئی شخص حتی کہ ولیعہد یا بیٹے یا وزیر اعظم بھی نہیں جا سکتا۔ حاکم وقت کو اسے اپنے صرف میں لانے کا اسوقت اختیار حاصل ہے۔ کہ جب سلطنت کے بعضوں میں دم آجائے اور یہ یقین کیا جائے کہ اب سلطنت نہیں بچیگی اور بغیر خرچ کیے چارہ نہیں دارالسعادت کے دروازہ پر ایک قیمتی پتھر لگا ہوا ہے جسپر حکمران وقت کو اس خزانہ کے بیجا صرف کرنے کی قسم دیگئی ہے۔ اور یہ تمام ہدایتیں روشن خط میں کندہ ہیں۔ جب کوئی سلطان تخت نشین ہوتا ہے۔ اور پہلی مرتبہ اس خزانہ میں جاتا ہے تو پتھر کی ہدایتوں کو دیکھکر یہ عہد کر لیتا ہے۔ کہ میں کبھی ان ہدایتوں سے روگردانی نہ کرونگا۔ اور اپنے زندہ و توانا بدلے آگے پیچھے اور خالص لئے قسم کھاتا ہے جب یہ سب کچھ ہو چکتا ہے۔ پھر دارالسعادت کی اندر جاکر [illegible]

جدید ایوان میں جو دولما باغچہ کے قریب ہے۔ ایک بہت بڑا سنگ مرمر کا دیوان عام ہے اسکے گرد بلند دیواریں بغیر کھڑکیوں کے ہیں۔ اور اسکی چھت حمام کیطرح بٹی ہوئی ہے۔ اسکا فرش بالکل گلابی پتھر کا ہے اسکے وسط میں ایک حوض ہے جسمیں ہر وقت پانی بہتا رہتا ہے۔ اور یہ پانی باسفورس سے آتا ہے۔ اور پھر چند گز چل کر پھر آپ ہی پانی نکلجاتا ہے۔ تاکہ کبھی صفائی کیلئے ملازموں کی ضرورت نہ پڑے۔ کہیں ایک چھوٹے سے برنجی دروازہ سے داخل ہو سکتے ہیں جو حرم سرا اندرون کے کمرہ میں لگا ہوا ہے۔ اور اس دروازے کی کنجی ہر وقت سلطان وقت کے پاس رہتی ہے۔

حوض پر ہمیشہ سرو کی لکڑی کا ایک تختہ ڈھکا رہتا ہے جب سلطان وقت خزانہ میں جاتا ہے [illegible] حوض پر سے تختہ ہٹا کر دیکھتا ہے۔ اور نیچے پہنچکر ایک پیچ پھیرا جاتا ہے۔ [illegible] سارا پانی بہ نکل جاتا ہے۔ سلطان عبدالعزیز بھی کبھی اسی راستہ سے دارالسعادت میں داخل ہوتے ہیں اور باہر نکال نکالکر جواہرات وغیرہ کا معائنہ کیا ہے۔ تحقیق نہیں معلوم کہ اس برج میں مکان کسقدر بڑا ہے اور کس قرینہ سے جواہرات یا نقد روپیہ رکھا ہوا ہے۔ مگر ہاں ایکدفعہ سلطان عبدالعزیز نے چند بیش قیمت چیزیں جو حوض کے نزدیک سے ایک غلام سے نکلواکر ملاحظہ فرمائی تھیں وہ غلام

Marfat.com

خاص اور ایک سرکیشیا کی لونڈی تھی جنہوں نے ملکر سلطان عبد العزیز کے آگے چمڑے کی تھیلیاں جنمیں جواہرات بھرے ہوئے تھے لاکر رکھی تھیں۔ ان جواہرات سے دار السعادت کی بے انتہا اور لازوال دولت کا کافی اندازہ ہو سکتا ہے۔ یہ جواہر جو تھیلیوں سے نکال کر سلطان کے آگے رکھے گئے تھے۔ بیشتر الماس اور زمرد تھے جنمیں چھوٹے بڑے سب ہی قسم کے معلوم ہوتے تھے۔ کچھ زیور میں جڑے ہوئے تھے کچھ پیٹیوں تلوار کے پرتلوں اور شاہان یورپ و ایشیا کے تاجوں سے نکلے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ علاوہ تھیلیوں کے ایک بڑا گٹھا ریشمی رومالوں کا بھی سلطان کے حکم سے لایا گیا تھا۔ ان رومالوں میں نہایت بڑے بڑے ہیروں اور بیش قیمت موتیوں کی جھالریں تا ٹرے کی بھی تھیں۔ چھوٹے چھوٹے صندوقچوں میں نہایت ہیرے اور یاقوت روئی کے پھاہوں میں لپیٹے رکھے تھے ایک خنجر کا قبضہ بالکل زمرد کا ہی نظر آیا۔ صندوقچوں میں یاقوت اتنے بڑے تھے جنکی معقول طور پر ڈبیاں بن سکتی ہیں۔ اور صاف حروف میں آیہ قرآن مجید کا ایک سورہ کندہ ہو سکتا ہے۔ بعض الماس اتنے بڑے تھے جیسے چڑیا کا انڈا۔ بہت سی ہار ایسے نکلے۔ جنمیں اٹھانوے دانے یاقوت کے تھے۔ انکے علاوہ لاجورد نام پرے اور سیاہ موتیوں کے بھی ہار تھے۔ غلام بہت سی کشتیاں نکال کر لائے۔ جو سنگ یشب مرجان عنبر اور طلا کی تھیں اور یہ سب کل مرصع تھیں۔ ان چھوٹی چھوٹی تھیلیوں میں جو کپڑے کی تھیں ان میں بیس بیس۔ تیس تیس فی بوٹے ہم شکل اور ہم قامت تھے۔ اکثر تھیلیوں میں کروڑہا روپیہ کے جواہرات نکلنے کی امید تھی۔ کھولی نہیں گئیں۔ جب دیکھتے دیکھتے سلطان کی تسکین ہو گئی اور مزید جواہرات لانیکے لیے منع فرمایا گیا۔ تو ابھی تک دار السعادت کا ایک کونہ بھی خالی نہ ہوا تھا۔ اگر کل جواہر ہی جواہر سلطان المعظم دیکھنا چاہتے تو شاید دو تین مہینے میں بھی مشکل سے ملاحظہ فرما سکتے۔

جہانتک مجھے خزانہ دار السعادت کی بابت تحقیق ہوا ہے۔ اور جسکی چیزیں سلطان عبد العزیز ملاحظہ فرمایا کرتے تھے۔ انکی کیفیت تو اختصار کے طور پر ہدیہ ناظرین کر سکتا ہوں۔ زیادہ حالات سے مجھے قابل اطمینان واقفیت نہیں ہے۔

یہ تحقیق معلوم ہو گیا ہے کہ دار السعادت میں جواہرات اور موتیوں سے بنی ہوئی فرش بچھی ہے۔ عمدہ عمدہ زین۔ زر بکتر۔ اور گھوڑوں کا ساز و یراق مرصع۔ بندوقیں مرصع۔ الماس و کلغیاں مرصع۔ اور درباری کرسیاں مرصع۔ ہاتھی دانت کی قیمتی گھنٹے اور بہولدان بمثل سنگھار میزیں۔ اور آئینے بکثرت رکھے ہوئے ہیں بہت سی میزیں ایسی دیکھی جائینگی جنکے تختے لاجورد کے ہیں بلوری ٹھنڈی۔ اور بیٹھک بالکل ہیرے زمرد و لعلوں کی ہے سوائے اسکے اور کچھ بیان نہیں ہو سکتا کہ اگر یہ کل زر و جواہر فروخت کیا جاوے تو یورپ کی دولتمند سے دولتمند سلطنت بھی اسے نہیں خرید سکتی۔

Marfat.com

یہ اُن جواہرات کا ذکر نہیں جو محل یلدز میں کھنڈے ہوئے ہیں۔ اور جن کو اعلیٰحضرت سلطان المعظم کی بیوی اور بیٹیوں کے گہنے کرے سجے ہوئے ہیں۔ اسکی مختصر کیفیت جمیلہ بیگم نے ٹائمس آف انڈیا بمبئی اخبار میں دو تین ہفتے ہوئے طبع کرائی تھی اور لکھا تھا کہ جب مجھی اعلیٰحضرت سلطان المعظم کی صاحبزادی عثمان پاشا ذلخ پلونا کی بیوی کی حضوری حاصل ہوئی۔ تو مینے ہر مجسٹی کی پیٹی میں ایک ہیرا دیکھا جو کوہ طور اور کوہ نور ہیروں سے بہت بڑا تھا۔ اسکی علاوہ جمیلہ بیگم نے اور بھی جواہرات کا بیان کیا ہے۔ جو انہوں نے اپنی آنکھوں دیکھا۔ اور جن سے ہر مجسٹی کے سونے کے کمرے سجے ہوئے تھے ✦

خیر الدین پاشا

پچھلی صدی کی اسلامی تاریخ میں خیر الدین پاشا نہایت قابل وقعت جگہ رکھتا ہے اور بلحاظ علمی و دماغی ملکی اور فوجی اعلیٰ درجہ کی لیاقت کے اس زمانے کے اسلامی مدبرین میں شمار کیے جانیکے قابل ہے۔ جو نمایاں کام ٹیونس میں اسکی ذات سے ظاہر ہوئے جو اصلاح سلطنت ٹیونس کے ہر صیغہ جزوی و کلی میں اسکے ہاتھوں سے ہوئے جس خوبی اور لیاقت اور روشن ضمیری سے عہدہ وزارت ٹیونس کے کام اسنے انجام دیا اور جس حسن انتظام اور لیاقت کیوجہ سے سلطان المعظم عبد الحمید نے اسکو سلطنت ٹرکی کا وزیر اعظم بنایا یہ سب فخر کیساتھ بیان کیے جا سکتے ہیں۔ اور جو مقصد کہ ایک سوانح عمری سے ہوتا ہے یعنی آیندہ نسلوں کو اہم اور اعلیٰ امور پر تحریص اور تنبیہ۔ وہ ان واقعات سے پوری طرح حاصل ہو سکتا ہے۔ چند سال گذرے ایک نہایت مفید کتاب "اقوام المسالک" جو اسی لائق مصنف کے قلم سے نکلی ہے۔ عربی زبان سے اردو میں ترجمہ کرکے "نظم الممالک" کے نام سے علیگڈھ سائینٹفک سوسائٹی نے شائع کی ہے۔ اس نامور شخص کا مختصر حال اور چند اصلاحوں کا جو اسکے ہاتھ سے ظہور میں آئیں مختصر ذکر ہدیہ ناظرین ہے۔

وزیر خیر الدین کا اصلی وطن جبال قوقاز میں تھا۔ قسطنطنیہ میں پیدا ہوا اور ٹیونس میں احمد پاشا کے سایہ عاطفت میں پرورش پائی۔ شروع زمانہ طالب علمی میں ہی اسکی ذہانت اور اولو العزمی کے آثار ظاہر تھے۔ چنانچہ تحصیل قرأت اور کتابت کے ساتھ ہی فوجی تعلیم پالٹیکس تاریخ مختلفہ نہایت توجہ سے پڑھا [illegible] میں ملکہ پیدا کیا۔ اور اگرچہ یورپین علوم اور زبانوں سے بخوبی واقف تھا۔ بااینہمہ شریعت اور شعائر شریعت کی نہایت وقعت کرتا تھا۔ مذہبی رسوم کا محافظ تھا۔ بلند ہمت تھا اسکے مزاج میں اسقدر وقار تھا کہ جو شخص اس سے واقف نہ تھے اسکو متکبر سمجھتے تھے۔ مگر ملاقات ہو جانے پر انکو معلوم ہو جاتا تھا کہ وہ خوش خلق تکبر سے پاک راسخ الطبع ثابت قدم اولو العزم تھا۔ زمانہ احمد پاشا میں فوجی صیغہ میں اعلیٰ عہدہ تک پہنچا اور وزیر مصطفیٰ خزنہ دار کی بیٹی سے شادی کی اسکے بعد ۱۲۶۰ھ میں احمد پاشا نے اسکو امیر الامرا مقرر

مقرر کیا۔ کریمیا کی لڑائی میں بھی لسنے بڑا حصہ لیا یعنی ترکی سلطنت کی مدد کے لیے فوجی اور مالی توجہ فراہم کرنے میں مشغول رہا۔

محمد پاشا نے ۱۲۷۳ھ میں اسکو عہدہ وزارت بحریہ پر مامور کیا۔ وہ اس عہدہ کا کام دیتا رہا چونکہ والی ملک کو اسپر پورا اعتماد تھا اسلیے انتظامات ملکی میں بھی ہمیشہ اس سے مشورہ لیا جاتا تھا اسوقت خلق الوادی کی جو ٹیونس کی سب سے بڑا بندرگاہ ہے حتی الامکان حالت درست کی اسوقت تک محکمہ وزارت کا کام کسی قواعد کی پابندی سے نہیں ہوتا تھا وزیر موصوف نے ہی اول تمام کارروائی روزانہ کیلیے ضوابط مقرر کیے ٹیونس کی ان اراضی پر بحیثیر ملک والوں نے بلا وجہ قبضہ کر رکھا تھا انسے اس قبضہ کی بابت مختلف معاہدات تحریر کرائے۔ ان معاہدات سے دول خارجیہ کے سفیروں نے اتفاق کیا۔ اور اس تجویز سے بڑا نفع پہونچا اور کرایہ اراضی کا ان معاہدات کے رو سے مقرر ہوا وہ جامع مسجد خلق الوادی پر وقف کیا اور اس طریق سے جامع مسجد کو بہت رونق ہوئی۔ جسر عامی پل کا از سر نو بنوانا اور بندرگاہوں کو وسعت دینا اور پوری طرح انکا انتظام کرنا محکمہ وزارت کیلیے عالیشان عمارت بنوانا وغیرہ وغیرہ یہ سب ترقیاں وزیر موصوف کے زمانہ وزارت بحریہ میں اور خاص اسکی کوشش سے ہوئیں۔

چونکہ وزیر خیر الدین کا میلان آزادی اور عدالت کی طرف تہا اور نہایت خوش تدبیر اور فصیح اسلیے قوانین کو وضع کرنے میں اسکو بہت کامیابی ہوئی اور مجلس واضع قانون کا عرصہ تک صدر رہا۔

جس زمانہ میں کہ وزیر موصوف مجلس الخاص کا ایک ممبر تہا۔ اسوقت ایک مسئلہ پیش ہوا کہ اوقاف سے جو بعد اخراجات کے رقوم فاضل ہوتی ہیں۔ انکو اخراجات فوج میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں۔ ایک عالم مالکی نے جو اسوقت مفتی تھے اس بنا پر جواز کا فتویٰ دیا کہ اوقاف کی بچی ہوئی رقم کا نیک کاموں میں صرف کیا جانا امام مالک بن انس سے مروی ہے اور چونکہ فوج کا قیام نیک کام ہے اسوجہ سے اس آمدنی کا فوج میں صرف کرنا جائز ہے۔ وزیر خیر الدین نے اسکی مخالفت کی اور یہ دلیل بیان کی کہ فوج کے مصارف کے لیے بیت المال سے ایک حصہ شرعاً مقرر ہے پس جب حصہ مقررہ اخراجات فوج میں تمام وکمال صرف ہوچکے اور پھر بھی ضرورت رہجائے اسوقت یہ فتوی جائز ہے مگر جب بیت المال کی آمدنی مصارف بیجا اور غیر مشروع میں صرف کیجائے جیسا کہ سب کو معلوم ہے کہ ہوتا ہے۔ تو ایسی صورت میں اوقاف کی رقم کو قیام فوج میں صرف کرنا بالکل ناجائز ہے حقیقت میں اعتراض صحیح ہے۔

نہایت قابل قدر صفت جو وزیر خیر الدین میں تھی اور جو امرائے اسلام میں فی زمانہ بہت کم ہوگئی ہے۔ یہ تھی کہ جب امور ملکی میں سرگرمی کم ہوجاتی تھی۔ اور مشاغل علمی کے لیے فرصت ملتی تھی تو

Marfat.com

وقت مطالعہ کتب تصنیف اور تالیف میں سرگرمی سے مصروف ہو جاتا تھا۔ چنانچہ کتاب اقوام المسالک الیسری فرصت کے زمانہ کی تصنیف ہے۔

جب کبھی معاملات ملکی میں پیچیدگی ہو جاتی تھی۔ تو وزیر خیرالدین پر ہی سب ملک و والی ملک اور غیر قوموں کی نظر پڑتی تھی ایسے موقعہ پر جو تقریر وزیر موصوف کی ہوتی تھی وہ ہمدردی اور حب الوطنی اور وفاداری سے بھری ہوتی تھی۔ چنانچہ جب دول ثلاثہ فرانس اٹلی اور انگلینڈ نے ۱۸۶۴ء میں نسبت شکایت ممبران کمیشن مالی زور دیا۔ اور والی ٹیونس نے مجلس شوریٰ میں اسکے لیے جائزہ لیا سب نے باتفاق رائے وزیر خیرالدین کا اسکی تحقیقات اور عملدرآمد کے لیے مقرر کیا جانا تجویز کیا۔ اسوقت وزیر موصوف بھی موجود تھا اور آپنے ان دلچسپ الفاظ میں گفتگو کی کہ آپ صاحبوں نے جو یہ خدمت میرے سپرد کی ہے مجھے کچھ عذر نہیں ہو سکتا کیونکہ ہمارے آقا والی ملک اور ہمارے ملک کی خدمت ہر حالت میں مجھپر فرض ہے۔ البتہ اس امر اہم میں آپ سب صاحبوں کی امداد کی ضرورت ہے۔ اگر آپ سب صاحب مدد کرینگے تو آپکی مہربانی ہے اور اگر مجھپر ہی بار رہیگا تب بھی کسی طرح مجھسے پہلوتہی نہ ہوگی میرے کہنے کی یہ غرض ہے کہ میں کچھ عرصہ تک خدمت کروں اسکے بعد کوئی دوسرے صاحب اس خدمت کو انجام دیں۔"

اس موقعہ پر وزیر موصوف نے نہایت قابلیت کے ساتھ حقوق حکومت کا پورا خیال رکھکر کمیشن کے حقوق کا خاطر خواہ تصفیہ کیا۔ یہ ایسی نازک حالت تھی کہ اگر دور اندیشی سے کام نہ لیا جاتا تو ممبران کمیشن کو اندرونی انتظام ملکی میں دخل ہو جاتا۔ مگر اسکے والی ٹیونس کو یہ رائے دی کہ کمیشن کے پریسیڈنٹ کو اپنا ایک نائب بنائے اور وزیر الاکبر کا خطاب دیجیے تاکہ وہ بہ نگرانی حکومت اپنی خدمت انجام دے۔

اب ہم چند خاص الخاص اصلاحوں کا ذکر کرتے ہیں جو وزیر خیرالدین کے ہاتھ سے ظہور میں آئیں۔

(۱) سابق میں زیتون پر اسقدر سختی سے خراج مقرر کیا گیا تھا اور ایسی سختی سے وصول کیا جاتا تھا کہ جو لوگ زیتون کی زراعت کرتے تھے انہوں نے اس خیال سے کہ بیجا مطالبات حکومت سے محفوظ رہیں زراعت چھوڑ دی تھی اور اُن جنگلوں کو جسمیں زیتون کے درخت تھے جلا کر صاف کر دیا تھا۔ وزیر موصوف نے اس خراج میں تخفیف کی اور بجائے ڈیڑھ ریال[1] فی درخت کے ایک ریال سے نصف ریال تک فی درخت مقرر کیا اور اکتیس ہزار درخت کا خراج جو جلا دیے گئے تھے معاف کر دیا۔ اسکے بعد خراج شرعی یعنی جسقدر زیتون پیدا ہو اسکا عشر مقرر ہو گیا۔ اس سے زمینداروں اور عام رعایا کو بیحد نفع پہونچا۔

(۲) زیتون و خرما کی زراعت بڑھانے کیلئے یہ ترغیب دلائی کہ جو شخص نئی زراعت زیتون اور خرما کی کرے اس سے بندرہ سال تک محصول نہ لیا جائے۔

[1] ریال تقریباً ۳ روپیہ کے برابر ہوتا ہے۔

(۳) اہل ساحل کو قرضخواہوں کے پنجوں سے رہائی دلائی۔ یہ قرضخواہ اسقدر ظلم کرتے تھے کہ جایداد پر قابض ہوکر قرضداروں کو قید کر دیتے تھے اور جو جایداد منقولہ اور غیر منقولہ قرضداروں کی غیر اشخاص کی شرکت میں ہوتی تھی اُسے بیچ دیتے تھے اور سب پر قبضہ کر لیتے تھے اور مدیون کو دیوالیہ ثابت کرنے سے پہلے ضامن طلب کرتے تھے اور جو قرضدار مرجاتا تھا۔ اُسکی جایداد متروکہ پر قبضہ کرکے بغیر اجازت عدالت بیچ ڈالتے تھے۔ اور اگر قرضدار دیوالیہ ثابت ہوجاتا تھا تو اُسکے بدن پر کپڑا اور گھر میں کھانے کے لیے اناج کو نہ چھوڑتے تھے۔ قرضدار کو بلا قید مدت قید میں رکھتے تھے۔ وزیر خیرالدین نے ان تمام تعدیوں کو یک قلم موقوف کرادیا اور بجائے انکے احکام شرعی قائم کیے۔

(۴) جو لوگ ٹکسوں کی سختی یا ارتکاب جرائم کیوجہ سے ملک سے نکل گئے تھے۔ اُنکے لیے امن او عفو منظور کراکر اُنکے مطالبات حکومت سے بری کراکر بلوالیا اور اسطرح فوج کے جو لوگ بھاگ گئے تھے۔ اُنکو بھی دوبارہ ملک میں آنے کی اجازت دی۔ (۵) جو قرضے کہ ٹونس پر اور نیز غیر ملک والوں کے تھے اُنکو جمع کیا اور ایسی تجویز اُسکے متعلق کی کہ جانبین کیلیے مناسب تھی یعنی سود کا غیر معمولی حد تک بڑہنا موقوف کر دیا گیا۔ اور قرضہ کے ادا کے لیے چند طریقے مقرر کیے گئے تھے مثل تعیین اقساط وغیرہ وغیرہ۔

(۶) سرکاری مطالبات جو لوگوں پر مدت سے چلے آتے تھے۔ اُن سب کو چھوڑ دیا اور اسکی وجہ سے جو زمینیں غیر آباد پڑی ہوئی تھیں۔ کیونکہ ارکان الارضی کو یہ خیال ہوتا تھا۔ کہ انکی ساری محنتوں کا ثمرہ تو مطالبہ سابقہ ہی کے ادا کرنے میں چلا جاتا ہے وہ سب آباد ہوگئیں۔

(۷) بعد معزولی وزیر مصطفٰے کے وزیر خیرالدین کو وزیر اکبر کا خطاب ملا۔ شہر رمضان المبارک ۱۲۹۰ھ میں باشندگان شہر و اعیان مملکت نے اس موقعہ کی خوشی میں تمام شہر میں روشنی کی اور اور شہروں میں بھی ایسی ہی خوشی منائی گئی کیونکہ وزیر خیرالدین بسبب اپنی نیک نیتی حب الوطنی اور فیاضی اور محنت اور جانفشانی کے ہر دلعزیز تھا۔ اسی سنہ میں اُسنے اوقاف کے انتظام کیلیے ایک کمیٹی قائم کی اور تمام علاقہ میں نگرانی اوقاف کے لیے مختلف جماعتیں (کمیٹیاں) سر بر آوردہ لوگوں کی مقرر کیں ہر کمیٹی میں ایک رئیس (پریسیڈنٹ) اور ایک نائب (وائس پریسیڈنٹ) اور دو عضو (ممبر) مقرر کیے اس زمانہ میں اوقاف کی حالت بہت اچھی ہوگئی اور ہر جگہ جامع مسجد اور دیگر مساجد اور مدارس قائم ہوئے اور قرآن مجید کی تعلیم اور دیگر مختلف مدات خیرات کے لیے اوقاف مقرر ہوئے۔

(۸) جامع زیتونہ جو تمام ممالک مغربی کی یونیورسٹی ہے اسکے مدرسین کی تنخواہیں بڑہائیں اور تمام اضلاع میں قاضی اور مفتی مقرر کیے اور اُنکی تنخواہیں مقرر کیں۔

Marfat.com

(۹) جو لوگ مفلسی کی وجہ سے عدالت میں مقدمات رجوع نہیں کرسکتے تھے انکے لیے وکلاء مقرر کیے اور انکی تنخواہیں سرکاری خزانہ سے مقرر کیں۔

ٹرکی کی عورتیں

حال میں ایک کتاب بعنوان بالا ٹرکی کی عورتوں کے حالات پر انگریزی میں شائع ہوئی ہے اس ضخیم ایک ہزار صفحہ کی کتاب کی مصنفہ ایک انگلش لیڈی لوسی ایم جی گارنٹ نامی ہیں جسنے سالہا سال ٹرکی میں رہکر باوجود غیر زبان اور غیر مذہب اور اجنبی قوم ہونیکے مسلمان عورتوں کے جسقدر حالات قلمبند کرکے اہل مغرب دنیا کے سامنے پیش کیے ہیں آجتک کسی دوسرے نے نہیں لکھے۔ مغربی یورپ ایک زمانہ دراز سے مسلمانوں کی اصلی سوشل حالت کی نسبت بالکل تاریکی میں پڑا ہوا تھا اور ابتدائی محققین کی تحقیقات پر تعصب یا سخت لاعلمی کا پردہ پڑا ہوا تھا۔ انگلستان کا سب سے پہلا سیاح جسنے ترکوں اور مسلمانوں کے حالات پر قلم فرسائی کی ہے اسکے خیال میں ترک آدم کی اولاد ہی نہیں وہ شخص بیت المقدس کے حج کو آیا تھا اور جب وہ حج سے واپس گیا تو اسنے عجیب و غریب ماجرے وافسانے بیان کیے منجملہ انکے ایک یہ بھی تھا کہ ترکوں کی شکل عام نوع انسان سے مختلف ہوتی ہیں۔ انکے سر پر ایک سینگ ہوتا ہے اور انکی گردن سارس کی سی ہوتی ہے۔ وہ جنات اور انسانوں کی باہمی ملاپ سے پیدا ہوئے ہیں۔ کیونکہ جب حضرت آدم بہشت سے نکالکر زمین پر پھینکے گئے اسوقت انکی ہمراہ دوزخ سے کچھ بھوت پریت شیاطین وغیرہ بھی زمین پر اتر آئے تھے اور وہ انسانوں میں آباد ہوگئے تھے آخر کو باہمی ناطہ رشتہ ہونے لگا اور نتیجہ یہ ہوا کہ سرزمین مسلمانوں میں عجیب و غریب بیگدار دوغلی قوم پیدا ہوگئی۔ پھر دوسرا دور تحقیقات کا شروع ہوا اور وہ پہلی سے زیادہ معتبر خیال کیا گیا کیونکہ اب بھی نصف سے زیادہ یورپ اسی خیال کو اپنے دل میں جمائے بیٹھا ہے۔ جو دوسرے دور کی تحقیق سے پیدا ہوا تھا۔ اس دور کی تحقیق نے اس بات کا قطعی فیصلہ کیا کہ مسلمان اپنی مستورات کو حیوانات کیطرح بے روح مانتے ہیں۔ اور یہ خیال کرتے ہیں کہ ان کے لیے نہ کوئی عذاب دوزخ ہے اور نہ آرام جنت۔ وہ جانوروں کی طرح مٹی ہوکر یہاں رہجائینگی۔ مشہور اور بڑے بڑے مصنفوں کی تصنیفات میں اس خیال کو اکثر مسلمانوں کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ ہم دور کیوں جائیں ۱۸۸۰ء میں امریکہ میں مسٹر کلارک نے جو فارن مشن کی کمیٹی کے ایک رکن اعظم تھے بورڈ آف کمشنر کے سامنے اپنی نئی تحقیقات کو بیان کرتے وقت یہ بھی بیان کیا کہ اسلام نے اپنے پیرؤں کو سکھایا ہے کہ عورتوں کے روح نہیں ہوتی۔ اور اس روشنی کے زمانہ میں امریکہ جیسے ملک کے ہمقدر عالم کی تحقیق یہ ہے۔ تو اس سے ایک یا دو صدی پیشتر کے محققین بالکل معذور

Marfat.com

ہیں۔ اب گو رفتہ رفتہ علما اور حکمانے یورپ کی تحقیق کے مطلع کو بہت ہی بے سروپا باتوں کے غبار سے صاف کرنے کی بہت کچھ کوشش کی ہے تاہم ماسوا چند مصنفین کے اور سب کی یہی رائے ہے کہ مسلمانوں کی مستورات کی اسیرانہ حالت قابل رحم ہے۔ چنانچہ ایک مشنری لیڈی لکھتی ہے: "اگرچہ مشرق میں ہماری سفر کی غایت یہ قرار پائی تھی کہ ہم حرم سراؤں کی سیر کرینگی۔ لیکن وہاں پہنچکر ہمنے ان ذلت گاہوں میں داخل ہونے سے انکار کیا۔ اگر یہ ممکن ہوتا کہ ہم اسطرح حرم سراؤں میں جانے سے اپنی بہنوں کو اس غلامی سے آزاد کرنے میں مدد کر سکیں گی تو ہمیں بڑی خوشی سے انہیں داخل ہوتی لیکن حرم سراؤں میں جانا اور وہاں جاکر اپنی بہنوں کو اس قابل نفرت جیلخانوں میں محبوس پانا ایسے کام ہیں جن کو ایک کرسچن عورت اپنے اوپر کبھی گوارا نہیں کر سکتی۔" اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یورپ اسلام کے پردہ سسٹم کو کسقدر نفرت اور حقارت کی نگاہوں سے دیکھ رہا ہے۔ لیکن یہ بڑی تعجب کی بات ہے کہ مسلمان عورتوں کو محض اس بنا پر کہ وہ گھروں میں بند رہتی ہیں قیدی اور لونڈیاں اور کیا کیا کہا جاوے اور ان باتوں کو نظر انداز کیا جائے جنسے کسی آدمی کو اصلی آزادی حاصل ہوتی ہے۔ محض بازاروں میں اور میلہ سیرگاہوں میں غیروں کے ساتھ ہونے کا نام کسی عاقل کے نزدیک آزادی نہیں ہوسکتا۔ اگر ایسا ہوتا تو تمام غلام جن کو بازاروں میں جانیکی ممانعت نہیں آزاد ہی کہلاتے لیکن انسان کی سوشل لائف میں آزادی اور غلامی کے شرائط ہی دیگر ہیں۔ سب سے پہلی اور بڑی شرط آزادی کی حقوق ہیں۔ کتاب زیر ریویو کی مصنفہ نے جا بجا عیسائی اور مسلمان عورتوں کا بلحاظ حقوق کے مقابلہ کر کے ثابت کیا ہے کہ اسلامی مستورات کی حالت بہ نسبت عیسائیوں کے بدرجہا بہتر ہے گو وہ اسلام کی موجودہ سوسائٹی کے پردہ در پردہ کے خلاف ہے۔ جیسے ہر ایک سمجھدار آدمی کو ہونا چاہیے۔ لیکن اس پردہ کو جو مذہبی فوائد پر مبنی ہے بالکل جائز سمجھتی ہے۔

لوسی ایم جے گارنٹ کے نزدیک اسلام نے لونڈیوں کو بھی اسقدر بڑے حقوق دیے ہیں کہ عیسائیوں نے اپنی آزاد بیویوں کو نہیں دیے۔ لونڈیوں کے حقوق پر مفصل بحث کے بعد وہ لکھتی ہے "ہم اس سے پیشتر لکھ چکے ہیں کہ لونڈیوں سے اسلام اسقدر مہربانی اور فیاضی سے سلوک کرتا ہے کہ عیسائیت کسی طرح اسکا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اب ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ گذشتہ تیرہ سو برس سے آج تک ایک آزاد مسلمان عورت کے قانونی حقوق کیا کیا ہیں: بحیثیت بیٹی ہونیکے وہ اپنے باپ کی جایداد کی وارثہ قرار دیگئی ہے۔ باپ کی وفات کے بعد اسکو اسکی جایداد کا ایک مقرر حصہ ملجائے گا جسکو قانون خود تجویز کرتا ہے۔ اور مقرر حصے کے حاصل کرنے میں بی بی ہونیکی حیثیت سے

Marfat.com

وہ مالک مطلق العنان سمجھی جاتی ہے اُس تمام مال کی جو اُسکو اپنے والدین سے ملتا ہے۔ یا شادی کے بعد اپنے شوہر سے ملتا ہے وہ اپنی زندگی میں جسطرح چاہے اپنے مال کو صرف میں لا سکتی ہے۔ ہ اپنی وفات پر جسکو چاہے وصیت کر سکتی ہے۔ کو دبر کا قانون اُسکے لیے بالکل نہیں وہ قانوناً لینے سے لیے اور نیز اپنے لونڈی غلام کے لیے اپنے خاوند سے نان ونفقہ لے سکتی ہے اسلام نے جسقدر ماں کو عزت اور وقار اور حقوق کا درجہ دیا ہے ویسا کسی مذہب نے نہیں دیا۔ جب بچہ پیغمبر کے اس قول کو دیکھتا ہے "جنت ماں کے قدموں کے تلے ہے" تو وہ اپنی والدہ کا جان نثار غلام ہو جاتا ہے"

وہ اسلام کے شادی کے طرز کو بہت پسند کرتی ہے۔ نکاح کے وقت مہر کا قرار دینا اُسکے نزدیک تمام قوانین سے بڑھکر مفید ہے کیونکہ اس سے ایک تو بی بی کی سوشل پوزیشن بہت بڑھ جاتی ہے یہی مفید قاعدہ ہے جو عام طور پر طلاق کی سد راہ ہے۔ عیسائی جورو اور خاوند کے درمیان بھی ناچاقی اور دشمنی کا ویسا ہی احتمال ہے جیسے مسلمان بی بی اور شوہر میں لیکن عیسائیوں میں نہ تو مرد اور نہ عورت اپنا پیچھا چھوڑا سکتے ہیں تاوقتیکہ بیباک پر اُن تمام ناپاک بدرگند افعال کو ایک دوسرے کی نسبت ثابت نہ کریں۔ جنکا سرزد ہونا آدم زاد سے ممکن ہو سکتا ہے جن لوگوں نے انگلش طلاق کے مقدمات کو دیکھا ہوگا۔ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ جب جورو نے شوہر یا شوہر اپنی جورو کی بیوفائی ثابت کرنے پر آتے ہیں۔ تو بیحیائی اور بے پردہ دری میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھتے۔ حالانکہ مسلمانوں میں طلاق کی خبر بجز چند آدمیوں کے جو طرفین کے خویش و اقربا ہوتے ہیں باہر نکلنے ہی نہیں پاتی اسلام نے بی بی شوہر کے تعلق میں زیادہ باہمی لگاؤ اور محبت کا جز رکھا ہے اور قانونی رکاوٹیں اور مہر کا قرار دینا مصلحتاً تجویز کیا ہے علاوہ اسکے اپنی بی بی سے ناانصافی کرنیوالا مرد سوسائٹی میں سخت مطعون اور ملعون ہوتا ہے جسکی وجہ سے ہر ایک مسلمان کی جرأت نہیں پڑ سکتی کہ اپنی بی بی کو طلاق دے دے ایک عیسائی کو طلاق دینی زیادہ تر آسان ہے بہ نسبت ایک مسلمان کے اگر ایک مسلمان اپنی بی بی کو طلاق دیگا۔ تو بی بی کو گلے میں جھولی ڈالکر بھیک مانگنی نہ پڑیگی کیونکہ وہ تمام جایداد جو طلاق کے وقت تک اُسکے قبضہ میں آ چکی ہے مع زیورات و برتنوں وغیرہ کے اپنے ہمراہ لیجا دیگی اور علاوہ ازیں مہر کا روپیہ الگ۔ حالانکہ اگر عیسائی لیڈی کو اُسکا شوہر قانونی طلاق دے تو اُسکی وجہ معاش کی حالت ناگفتہ بہ ہوتی ہے۔ لوسی ایم جے گارنٹ نے عام طور پر مسلمان عورتوں

کی حالت کو عیسائی عورتوں پر فائق ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن اُسنے جو حالات ٹرکی کی عورتوں کے دیئے ہیں۔ اُس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اُنکی حالت بہ نسبت ہمارے ملک کی پردہ نشینوں کی بدرجہا اچھی ہے۔ ترکوں میں سب سے عمدہ یہ قاعدہ ہے کہ مستورات برقع پہنکر جہاں چاہیں جا سکتی ہیں صرف غیروں سے اپنا مُنہ پوشیدہ رکھنا مطلب ہے نہ کہ چاند سورج ہر ایک نیچر کی چیز سے پردہ کیا جائے اور مدام یا تو گھر کی چار دیواری میں بند اور کبھی کہیں جانے کا اتفاق بھی ہوا۔ تو پالکی کے دبیز پردوں میں دم بخت۔ گرما میں بڑے بڑے پاشاؤں کی بیگمیں اپنی لونڈیوں اور نوکروں کو ساتھ لیکر پہاڑوں کے پرفضا سبزہ زاروں میدانوں اور چشموں کے پرلطف تفرج گاہوں میں سیر کرتی پھرتی ہیں عموماً متوسط درجہ کے ترکوں کی لیڈیاں بھی گرما میں ہفتہ میں کسی پہاڑ یا میدان کی سیر کو چلی جاتی ہیں اور صبح سے شام تک کسی مخملی سبزہ زار یا گلگشت کی سیر کے بعد اپنے اپنے گھروں کو لوٹ آتی ہیں۔ غیر مردوں کی سوا اور جس قدر نیچر نے ہمارے لیئے فائدہ کی چیزیں بنائی ہیں۔ ان سب سے ایک ترک لیڈی فائدہ اُٹھا سکتی ہے۔ وہ برقع پہنکر بازاروں میں جا سکتی ہے۔ ہوا خوری کر سکتی ہے۔ نیچر کی نیرنگیوں اور قدرت کے نظارات دیکھ سکتی ہے۔ جب ہم مقابلتاً ہند کی پردہ نشینوں کی حالت پر غور کرتے ہیں تو سوائے رنج کے اور کوئی نتیجہ نہیں ہوتا۔ تمام محققین علم حفظان صحت کا اجماع ہے کہ سوائے کسی قسم کی ورزش کے کبھی کسی آدمی کی صحت ٹھیک نہیں رہ سکتی تمام حکما اور تمام عوام الناس کا تجربہ ہے کہ سوائے اپنے تمام حواس اور قوائے جسمانی اور روحانی کو کام میں لانے کے کبھی انسان کو سچی خوشی حاصل نہیں ہو سکتی لیکن ہماری سوسائٹی کے توہمات دل بادل نے اسلامی پردہ پر اسقدر پردہ در پردہ ڈالا ہے کہ مصیبت زدہ پردہ نشینوں کو اکثر ہوا اور روشنی سے بھی محروم رہنا پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کی عورتیں اوسط پچیس برس کے اندر ہی اندر اپنی طاقت صحت اور خوبصورتی کو کھو بیٹھتی ہیں اور اپنی باقی عمر کو مصیبت میں کاٹتی ہیں۔ حالانکہ ٹرکی میں عورتیں تیس تیس برس تک جوان اور تندرست رہتی ہیں اور اسکے بعد بھی طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا نہیں ہوتیں۔

ٹرکی میں عملاً عورتوں کو ملکی معاملات میں بھی بہت کچھ دخل ہے اور تمام سلطنت بالخصوص پر انکا اثر پڑتا ہے۔ سلطان کا حرم تو سلطنت ترکی میں ایک خفیف پارلیمنٹ کا کام دیتا ہے۔ بعض وقت حرم کی مخالفت کے سامنے خود سلطان کی بھی کچھ پیش نہیں

Marfat.com

جاتی۔ وزراء وغیرہ پر حرم کا بہت بڑا رعب ہے اور سلطنت کی بڑی بڑی باتوں پر اکثر وہاں بحث ہوتی ہے وزیر اعظم کی بی بی کو پالٹیکس میں اسقدر دخل ہے کہ جسقدر اندرونی یا بیرونی معاملات ہوتے ہیں اُن تمام کے بارے میں وزیر اعظم اپنی بی بی سے صلاح و مشورہ کرتا ہے۔ بڑے بڑے ملکی افسروں کی بی بیاں ملکی معاملات سے واقف ہوتی ہیں۔ اور اپنے خاوندوں کو انہیں مشورہ دینے کے قابل ترک اپنی ماؤں کی جسقدر قدر و منزلت کرتے ہیں۔ ویسی اور کوئی قوم نہ کرتی ہوگی۔ ترکوں کی ماؤں کو بھی اپنے بیٹوں سے اسقدر محبت والہانہ ہوتی ہے اور کسی ملک کی عورتوں میں نہیں پائی جاتی۔ وہ بچپن ہی سے اپنے بیٹوں کی سخت تربیت میں مشغول رہتی ہیں تاکہ انکے بیٹے اعلیٰ فوجی اور ملکی افسر بننے کے قابل ہو جائیں۔ بچے کی پیدائش پر زچہ اور زچہ سے تقریباً وہی سلوک ہوتا ہے جو ہمارے ملک میں تنگ مکان میں زچہ کو ایک آدھ ماہ تک بند رکھا جاتا ہے اور کثرت سے عورتیں ہر وقت اسکو گھیرے رہتی ہیں۔ لڑکے کی پیدائش پر باپ کو ایک کثیر رقم خرچ کرنی پڑتی ہے اور وہ سوسائٹی کے قواعد کے رو سے اس قسم کے خرچ کرنے میں مجبور ہوتا ہے۔ شادی عموماً بچپن میں ہوتی ہے۔ چودہ پندرہ برس سے اُدھر کوئی لڑکی کنواری نہیں رہتی۔ اگر رہے تو سخت معیوب خیال کیا جاتا ہے۔ جب کسی لڑکے کی شادی کا وقت قریب آتا ہے تو لڑکے کی ماں لڑکی کی تلاش میں بہت مشغول ہو جاتی ہے۔ جہاں جہاں اُسکو اپنی برادری میں لڑکیوں کا پتہ چلتا ہے۔ وہ خود اپنی لونڈیوں کو اپنے ہمراہ لے کر وہاں جا کر لڑکی کو دیکھتی ہے۔ جب وہ لڑکی والے کے گھر جاتی ہے تو دروازہ کے اندر گھستے ہی اپنے آنے کا مدعا ظاہر کرتی ہے۔ جس لڑکی کو دیکھنے آتی ہے وہ فوراً کسی دوسرے کمرے میں چلی جاتی ہے اور بناؤ سنگار جسقدر اس سے ممکن ہوتا ہے کرتی ہے۔ اس اثنا میں حرم کی تمام عورات مہمان لیڈی سے ملاقات کرتی ہیں اور اِدھر اُدھر کی باتوں میں مشغول رہتی ہیں۔ اتنے میں لڑکی بھی آ موجود ہوتی ہے۔ لڑکی کے دروازے سے اندر داخل ہوتے ہی تمام محفل اُسکی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔ اور اُسکی تعریف میں ہر ایک کی طرف سے سخت مبالغے ہوتے ہیں۔ ماشاء اللہ یہ چاند کونسے ابر میں پنہاں تھا۔ ایسا چاند ہے کہ سورج بھی اسکی روشنی کو ماند نہیں کر سکتا وغیرہ وغیرہ جسقدر ایک عورت کے اعلیٰ درجہ کے حسن کو ایک عورت اپنے الفاظ میں بیان کر سکتی ہے وہ سب بیان ہوتا ہے مگر لڑکی بد صورت ہی کیوں نہ ہو۔ اسطرح جب لڑکے کی ماں کم از کم پندرہ یا بیس لڑکیوں کا

Marfat.com

ملاحظہ کر چکتی ہے۔ اور ہر جگہ لڑکی کی ماں سے جاتے وقت یہ کہتی جاتی ہے کہ اگر قسمت ہوئی۔ تو ہم اس سے بہتر ملاقات کریں گے۔ پھر آکر اپنے خاوند اور بیٹے کے روبرو سب لڑکیوں کی الگ الگ ولدیت بیان کرتی ہے ہر ایک کے حسن و قبح سے اپنے بیٹے کو مطلع کرتی ہے تینوں اپنی اپنی پسند کی لڑکی کے نام لیتے ہیں اور جب اتفاق رائے ہو جاتا ہے۔ اسکے والدین کو پیغام شادی دیا جاتا ہے اور فوراً شادی ہو جاتی ہے۔ اگرچہ خاص قسطنطنیہ میں ٹرکش لیڈیوں پر یورپ کا بہت کچھ اثر ہو چلا ہے۔ اور وہ گھر کے معمولی کاروبار میں کم مشغول ہوتی ہیں۔ اور عموماً یوروپین زبانوں کو حاصل کرنا یا گانا بجانا سیکھنے میں اپنا وقت صرف کرتی ہیں۔ لیکن اطراف کی لیڈیاں ابتک گھر کا کام خود کرتی ہیں اور اسکو اپنے لیے باعث عار نہیں خیال کرتیں۔

ٹرکش لیڈیوں کی تعلیم بھی بمقابلہ ہندوستان کے عمدہ ہے لیکن بمقابلہ یورپ کے انکا اخیر درجہ ہے۔ پہلے اعلے خاندانوں کی لڑکیوں کو دینیات اور موسیقی وغیرہ اپنے طرز کے سکہلائے جاتے تھے۔ لیکن اب عموماً فرنچ اور جرمن استانیوں سے لڑکیوں کو یوروپین زبانیں اور سینا اور کاڑھنا سکہائے جاتے ہیں مصنفہ نے تعلیم پر بہت کچھ نہیں لکھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکے خیال میں ٹرکش لیڈیوں کی تعلیم ابھی اسقدر کم ہے کہ قابل بیان نہیں۔ چند عالی خاندان کی لڑکیوں نے حال میں فرنچ اور جرمن ناولوں وغیرہ کے ترجمے بھی کیے ہیں۔ اور نیز ان زبانوں میں کچھ نظمیں وغیرہ بھی لکھی ہیں + ۱۱ مارچ ۱۸۹۵ء۔

مانشیور ہانوٹو وزیر صیغہ خارجیہ فرانس اور مشہور و معروف فرانسیسی مدبر نے اعلیحضرت سلطان المعظم کی نسبت پیرس کے اخبار ریویو دی پیرس میں ایک مختصر و جامع مضمون شائع کیا ہے جس کا ترجمہ بہت بڑی تلاش سے مہیا کرنے کے بعد ملاحظہ ناظرین کے لیے ذیل میں درج کیا۔

رموجودہ ساعت (زمانہ) میں سلطان ٹرکی ہونا کوئی خوشگوار امر اور رتبے کی بات نہیں (اعلیحضرت سلطان المعظم) عبدالحمید بیس برس سے حکومت کر رہے ہیں جسکی نسبت انکی ذاتی لیاقت اور طبعی قابلیت پر جس سے انہوں نے رعایا کی پیچیدہ گورنمنٹ کو چلایا ہے۔ دلالت کرتی ہے۔ ان کا قد میانہ رنگ گندمی۔ اور ہاتھ ایسے نازک اور صاف

Marfat.com

ہیں کہ کسی نازک سے نازک لیڈی کے بھی نہ ہونگے۔ مگر یہی نازک ہاتھ ان تمام ڈوریوں کو پکڑے ہوئے۔ جو ایشیا اور افریقہ کے وسط سے لے کر کوہ بلقان تک کے کل مسلمانوں کو آپس میں ملاہی ہیں یہی ہاتھ بیت المقدس اور دردانیال کی کنجیاں تھامے ہوئے ہیں۔ یہی قرآن اور بائبل کو پکڑے ہوئے ہیں انہیں ہاتھوں نے نیزہ و تلوار اور سب سے بڑھ کر یورپ کی مشوش طاقتوں کی ڈوریاں قابو کی ہوئی ہیں قصہ مختصر یہ ہاتھ جیسے کچھ نازک ہیں ویسے ہی بہت رکے ہوئے اور مصروف بھی ہیں۔

جو اوصاف ایک واقعی اور سچے سلطان میں ہونے چاہئیں۔ وہ سب اس کی ذات میں موجود ہیں وہ کسیطرح بھی یورپین نہیں۔ اور یورپ کو سمجھ رکھنا چاہیے کہ وہ کسی محمد علی (یورپین نژاد اور یورپین مشرب) سے معاملہ نہیں کر رہا سلطان خالص ترک اور ایک متقی اور پکا مسلمان ہے۔ جس کا بدیہی ثبوت محل یلدیز کے دیوانخانہ میں داخل ہوتے ہی ملجاتا ہے۔ دیواروں کے گرد اگرد ترکی صُفّے بچھے ہوئے ہیں۔ جنپر سفید ریش بزرگ جنکے دیکھنے سے الف لیلہ کے زمانہ کا نقشہ فوراً آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ پگڑیاں اور عمامے باندھے اور ہاتھوں میں عنبری تسبیحیں لیے منتظر دیدار اور مشتاق جمال بیٹھے ہوئے ہیں۔ جو ہمیشہ اپنے مدعا میں کامیاب ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کیطرف ایک نگاہ دیکھ لینا کافی ہے۔ وہ اسلامی دنیا کے تمام اطراف و جوانب سے یہ ثابت کرنے کے لیے وہاں آئے ہوئے ہیں کہ وہ اپنے امام و خلیفہ وقت کے جان نثار بندے ہیں۔

میلان طبعی کہیے۔ یا ضروریات وقت کا مقتضی سمجھئے۔ سلطان معظم نے جب سے تخت خلافت پر قدم رکھا ہے۔ ارسطو کے اس مقولہ پر عمل کیا ہے کہ "گورنمنٹوں کو طاقت پکڑنے اور استحکام حاصل کرنے کے لیے اپنے قیام و بنیاد کے ابتدائی اصولوں کو اختیار کرنا چاہیے" لا کیا بحیثیت خلیفہ کیا بحیثیت امیر المومنین کیا بحیثیت سلطان اور کیا بحیثیت بادشاہ اعلیٰ حضرت اپنے منصبی فرائض کے اہم اجزا کی پوری پوری تعمیل کرنے سے کبھی گریز نہیں کیا۔ اس اصول کو ایکدفعہ قائم کر چکنے کے بعد انہوں نے اپنی رعایا کے ساتھ ہمیشہ کمال رحمدلی۔ فیاضی۔ عدل و انصاف اور نرمی سے برتاؤ کیا ہے۔ وہ اجنبیوں کی بہت بڑی خاطر تواضع کرتے ہیں اور نیز الطاف خسروانہ مبذول فرماتے ہیں حکومت کے معاملہ میں جسے وہ بذات خود چلا رہے ہیں انہوں نے اپنے آپکو اعلیٰ درجے کے تدبر اور قابلیت کا مالک اور حیرت افزا محنتی ثابت کیا ہے

سب سے بڑھکر عجیب وغریب اور واقعی کمال جو ان میں موجود ہے۔ اور جو الہام کی حد تک پہنچا ہوا ہے۔ یہ ہے کہ وہ خطرات کو فوراً محسوس کر لیتے ہیں اور اُن سے بچ جاتے ہیں۔ یہی وہ ملکہ ہے جس کی بدولت وہ آجتک اُن خطروں سے بچے ہیں جو قسمت انکے راستہ میں کھتی چلی آئی ہے۔ اٹھارہ برس سے وہ اپنی قسمت کو بڑی کامیابی سے سنبھالے چلے آرہے ہیں انکی تخت نشینی کے وقت ملک کی جو کچھ حالت تھی۔ وہ کسی سے پوشیدہ نہیں حالت مذکور کا درست کر دینا ہی انکی قابلیت کا پورا ثبوت ہے اور انکی اس خدمت کا پتہ دیتا ہے۔ جو انہوں نے اپنے ملک کی کی ہے اور جس کیلیے ملک قیامت تک انکا گرویدہ احسان رہیگا۔ گو اُن وزرا نے بھی جو وقتاً فوقتاً وزارت عثمانیہ کے کفیل ہوتے رہے ہیں۔ قابل قدر خدمات کی ہیں مگر اس نیک نتیجہ کا تمام ظہور بلا شک وشبہ اسی فرمانروا کی ذات بابرکات سے ہوا ہے اور ان ارمنی مفسدوں کے مسئلہ کا سلجھاؤ بھی تنہا اسی کی ذات پر چھوڑ دینا چاہیے وہی اس کام کے پوری طرح قابل ہے۔

طہران ۔ یکم مئی ۱۸۹۶ء۔ شاہ ایران کو جب کہ وہ ایک مسجد میں جو طہران کے قریب ہے داخل ہو رہے تھے۔ آج ایک حبطی درویش نے دل میں گولی ماری۔ شاہ موصوف فوراً محل پہنچائے گئے جہاں وہ آج ۴ بجے سہ پہر فوت ہوگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ (شاہ ایران نہیں فوت ہوئے۔ بلکہ سلطنت ایران کا خاتمہ ہوگیا۔)

تعریف وہی معتبر ہوتی ہے۔ جو مخالف یا غیر موافق شخص کی زبان سے نکلے۔ سرفلپ کری سفیر انگریزی متعینہ قسطنطنیہ اگر اعلیٰحضرت سلطان المعظم کے مخالفوں میں سے نہیں ہیں تو موافقوں میں سے بھی شمار نہیں کیے جا سکتے۔ انہوں نے حضور ممدوح کی نسبت اپنے ایک یورپین دوست سے حسب ذیل گفتگو کی ہے:-

"یہ سراسر جھوٹ ہے کہ سلطان المعظم عیش پرست اور کاہل الوجود ہیں وہ نہایت ہی محنت کرنے والے ہیں وہ سلطنت کے ہر معاملہ میں نہ صرف ذاتی طور ہی حصہ لیتے ہیں بلکہ بسا اوقات بہت رات گئے تک وزرا سے مشورہ وصلاح فرماتے رہتے ہیں۔ سلطان المعظم یورپین لوگوں کے سامنے فرانسیسی نہیں بولتے بالعموم وزیر اعظم ترجمان ہوتے ہیں۔ مگر چونکہ وزیر اعظم فرانسیسی نہیں جانتے۔ اسلیے جب کبھی بارگاہ سلطانی میں حاضر ہوتا ہوں اپنی سفارت کے صدر ترجمان ڈاکٹر بلاک کو ساتھ لے جاتا ہوں"۔

لیڈی کری صاحبہ نے بھی اسی قسم کے خیالات سلطان المعظم کی نسبت ظاہر کیے ہیں انکا

Marfat.com

بیان ہے کہ میں اکثر سلطان المکرم کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں۔ وہ ہمیشہ نہایت خوش خلاقی سے پیش آتے ہیں اور مجھے اپنے قریب بٹھا کر ترجمان کی وساطت سے گفتگو فرماتے ہیں۔ میں انکے شہانہ رعب و وقار اور دلفریب انداز کو دیکھکر دنگ رہجاتی ہوں۔ انہیں اپنے بچوں سے کمال محبت ہے خاصکر چھوٹا شہزادہ تو ان کو بہت ہی پیارا ہے۔ میں شاہی حرم سرا میں کبھی نہیں گئی۔ ہاں پہلے دونوں وزیر اعظموں کے حرم میں جانے کا اتفاق ہوا ہے اُن کی بیگمات فرانسیسی بولتی تھیں۔ اور ہر طرح سے مہذب اور شایستہ تھیں نکا انداز بیشک دل کو لبھانے والا تھا۔ ایک پاشائے حرم سرا میں تو بیگمات نے بالکل یورپین لباس اختیار کیا ہوا ہے۔ میں اکثر دیگر پاشاؤں کے ہاں جاتی رہی ہوں۔ البتہ اب نہیں جاتی کیونکہ میرے انگریزی سفیر کی بیوی ہونے کی وجہ سے اُنکے ساتھ اسقدر ربط ضبط رکھنے سے خواہ مخواہ شبہ پیدا ہوتا ہے بہت سی ترکی مخدرات اسقدر تعلیم یافتہ ہیں۔ کہ وہ اخباروں میں مضامین دیتی ہیں۔ مگر ابھی ایسی بیگیات کی تعداد بہت زیادہ ہے جو حرم میں رہنے پر خوش ہیں۔ اور ہم یورپین مستورات کی آزادی پر تاسف ظاہر کرتی ہیں۔

قسطنطنیہ کی نسبت ملکہ کریمی نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ لنڈن کے غل غپاڑہ اور شور و شر کی نسبت یہاں بہت آرام ہے۔ یہاں کی آب و ہوا دلکش اور یہاں کی آرام طرز رہائش عجیب فرحت بخش ہے۔ ہاں یہ نقص ضرور ہے کہ وہ انسان کو کسیقدر کاہل بنا دیتی ہے۔ اور تھوڑے عرصہ کی رہائش کے بعد اُسے محسوس ہونے لگ جاتا ہے کہ اس کی چستی میں فرق آ رہا ہے۔

ترکوں کے بارہ میں انہوں نے بیان کیا کہ "وہ یورپین سوسائٹی میں بہت کم شریک ہوتے ہیں۔ اور یورپین لوگوں کی ہمسائگت اہل جناب کے دور کرنے میں ابھی کامیاب نہیں ہوئی۔ بلکہ بخلاف ازیں ترک اب ان سے پہلے جتنا بھی نہیں ملتے۔ سلطان المعظم ان کو ... کرنے کی ترغیب نہیں دیتے۔ بلکہ یورپین سوسائٹی میں شامل ہونے سے اور متنفر کرتے ہیں"

معدصہ ۱۴ مئی ۱۸۹۶ء +

چند مفید اسلامی کتابیں

تاریخ مراکو و مغرب الاقصیٰ — مراکو کے حالات معلوم کرنے کا آجکل کسکو شوق نہیں یہ کتاب اُردو زبان میں اپنی پہلی جامع و مانع تاریخ ہے قیمت حصّہ اوّل عہ۔ قیمت حصّہ دوم و سوم عہ۔ کل ۱۲؍

فیوچر آف اسلام — یعنی اسلام کی آئیندہ حالت پر مشہور انگریزی سیاح عرب و مصر بلنٹ کی رائے معہ حواشی از اڈیٹر اخبار وطن لاہور قیمت ع؍

مقدمہ تاریخ ابن خلدون کا اُردو ترجمہ تین جلدوں میں — جسے بصرف کثیر کارخانہ وطن نے تیار کرایا ہے اب تک کسی شخص کو عبارت کی دقت کیوجہ سے اُردو میں ترجمہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی تھی مکمل تین جلدوں میں کل اہم اسلامی علوم و فنون اور واقعات معہ واقعہ شہادت امام حسین پر مدلل بحث کی گئی ہے قیمت جلد اوّل ع؍ جلد دوم ع؍، جلد سوم تین روپیہ (للعہ) مکمل کتاب قیمت سات روپیہ (للعہ)

کلید خزائن قرآنی — اس کی مدد سے کسی آیت کا کوئی لفظ یا کلمہ یاد ہو تو بلا تامل پوری آیت کا پتہ معہ نشان سورت و تعداد آیت ملجاتا ہے۔ مزید برآں اس کتاب کے ذریعہ بھی فوراً معلوم ہو سکتا ہے کہ فلاں لفظ کتنی مرتبہ اور کس کس سورت میں آیا ہے۔ مثلاً صلوٰۃ کا لفظ لو۔ باب ص فصل لام میں وہ کل آیات معہ حوالہ سورت ملجائینگی۔ جن جن میں یہ لفظ آیا ہے اور یہ معلوم کرنے پر نصف منٹ سے زیادہ وقت صرف نہ ہوگا۔ یہ کتاب نسخہ مطبوعہ استنبول کی بعینہٖ نقل ہے ضخامت ۲۶۰ صفحے تقطیع ۲۲×۲۹ قیمت چھ روپے (للعہ)

تاریخ اسلام — مصنفہ سید امیر علی صاحب جج کا اُردو ترجمہ۔ اس حیثیت کی کوئی کتاب آجتک نہیں تھی۔ گویا دریا کوزہ میں بند کردیا ہے۔ قیمت دو روپے آٹھ آنے (للعہ)

ایک ترک کا روزنامچہ — یعنی خالد خلیل ترکی پروفیسر آکسفورڈ یونیورسٹی کی انگریزی کتاب کا اُردو ترجمہ جس میں ینگ ٹرکس پارٹی کے ایک سرکردہ ممبر کی غلط بیانیوں کی بھی کافی تردید ساتھ کے ساتھ کردی گئی ہے۔ خالد خلیل وہی شخص ہے جس نے دورِ جنگ کے دوران میں ثابت کردیا تھا کہ وہ سلطان سے گو کیسا ہی ناراض ہو لیکن ملکی عزت کا احساس کچھ کم پاس نہیں قیمت عہ

المشتہر:- منیجر اخبار وطن لاہور۔

سلطنت سنیہ عثمانیہ کے متعلق چند مفید کتب

واقعات روم

ایک امریکن منصف مزاج کی تالیف کا ترجمہ معہ حواشی ہے اس میں سلطنت عثمانیہ کے ہر صیغہ کی ترقیات کا سلسلہ وار بیان ہے قیمت ۱۲

مفروضہ مظالم آرمینیا و دول ثلاثہ

یہ وہی بیشقدر مضمون معہ متعدد ضمیمہ جات کے ہے جسکی بدولت اخبار وکیل کا نام آفتاب بنکر اخباری دنیا میں چمکا تھا مولف کی پیشگوئیاں حرف بحرف پوری ہوئیں۔ یورپ کی زبردستیوں کی پوست کندہ قلعی کھولی گئی ہے۔ طبع دوم۔ قیمت صرف ایکروپیہ (عہ)

ایضاً بزبان انگریزی۔ قیمت چھ آنہ۔

محاربات پلیونا

غازی عثمان پاشا کا نام کون نہیں جانتا انہی کے کارناموں کی یہ مفصل تاریخ ہے۔ جس میں ضمناً ۱۸۷۸ء کے جنگ روم و روس کے حالات بھی پلیونا کے قیامت تک یادر رہنے والے معرکوں کے ہمراہ بیان کیے گئے ہیں۔ طبع جدید میں بہت ایزادی کی گئی ہے۔ ہر سہ حصہ طبع سوم قیمت تین روپیہ تین آنہ (سے)

ٹرکی کی موجودہ حالت اور اُس کی باجگذار ریاستیں

اس میں سلطنت عثمانیہ کے ہر شعبہ کے مفصل حالات کے علاوہ مصر ٹیونس۔ بلگیریا۔ بوسنیا۔ ہرزیگونیا۔ قبرس۔ وطرابلس غرب وغیرہ کی موجودہ کیفیت مع تشریح ضوابط اور آئین درج ہے طبع دوم ضخامت قریباً دوگنی ہوگئی ہے۔ قیمت ایکروپیہ آٹھ آنہ

محاربات تھسلی

یعنی محاربہ روم و یونان اور مارشل ادھم پاشا کے کارنامے معہ حالات جنگ سوڈان و محاربہ تیراہ و ہسند و تاریخ تحریک و تجویز لغداد حجاز ریلوے تین حصوں میں معہ تصاویر ضخامت ہزار صفحے کے قریب

طبع دوم۔ قیمت تین روپیہ پندرہ آنہ (عہ)

ترکوں کی موجودہ حالات

اسم بامسمی کتاب ہے۔ کوئی اسلامی خطہ یا کوئی اسلامی ملک ایسا نہیں جسپر اسمیں مفصل بحث نہ کیگئی ہو مختصر یہ کہ تمام اسلامی تحریک کی مکمل باتصویر تاریخ ہے۔ طبع دوم قیمت تین روپیہ دو آنہ (عہ)

حالات استنبول و قسطنطنیہ

اسلامی دار الخلافہ ترکوں کی معاشرت اور سرکاری اداروں کا دلفریب مرقع ہے۔ قیمت ایکروپیہ (عہ)

المشتہر۔ میجر اخبار وطن لاہور

ہر قسم کی ترسیل زر مشتہر کے نام ہونی چاہیئے

نمونہ کے پرچہ کے لیے آدھ آنہ کا ٹکٹ آنا چاہیئے

اخلاقی تمدنی ملکی مذہبی سیاسی معاشرتی علمی تجارتی تعلیمی صنعتی مضامین پر بحث کرنیوالا ہفتہ وار اخبار

وطن لاہور

دفتر حمیدیہ ایجنسی لاہور سے اس قومی خادم اور محب ملک کے قلم سے ۴ رجنوری ۱۹۰۲ء سے شائع ہوا ہے جس کے پُرزور آرٹیکلوں مفید مشوروں اور ان مشوروں کی کامیابی نے ملک کے نامی گرامی قدردانوں اور مشہور معاملہ فہم ناظرین کو اپنا گرویدہ بنالیا ہے۔ دُنیا بھر کی ضروری اور دلچسپ خبروں کے نہایت جلد اور سب سے پہلے بہم پہونچانے میں اپنا نظیر نہیں رکھتا۔ اسلامی دنیا کے حالات معلوم کرنے کے لیے اس سے بہتر کوئی اور ذریعہ نہیں ہے اسکی طرز تحریر آزادی سچی ہمدردی۔ اعلیٰ درجے کے لٹریچر نے ثابت کرادیا ہے کہ یہی ایک اخبار ہے جسکو اخباری دنیا میں لاثانی ہونے کا دعوے ہے۔ اسکی اشاعت کے مقاصد یہ ہیں:۔

جو امور ملک اور قوم کی تمدنی ۔ اخلاقی حالت کی اصلاح اور انکو ممتاز و معزز اقوام و ممالک کے ہم پلہ بنانے میں ممد ہوں۔ ان کو اہل ملک کی خدمت میں پیش کرے اور حاکم و محکوم کے اُن تعلقات کو بیان کرے جو رعایا کی جان نثاری اور حکام کی رعایا پروری کی اصل الاصول ہیں اسکے ضمن میں رعایا کی واجب مطالبات اور جائز حقوق گورنمنٹ کے حضور میں عرض کرے۔ اور گورنمنٹ کی حکمت عملی جو انتظام ملک کے متعلق ہے۔ اس سے رعایا کو آگاہ کرے اور جو غلط فہمیاں کسی فریق کیطرف سے عمل میں آئیں۔ انکے اظہار میں متانت شائستگی اور آزادی کے ساتھ ایسا طریق عمل اختیار کرے جو بدظنیوں کے دفعیہ اور استحکام سلطنت کا باعث ہو۔ علاوہ بریں فوجی زرعی۔ تجارتی و صنعتی معلومات مفیدہ و ضروریہ کا بہم پہونچانا اسکا اہم فرض ہوگا جسکے لئے ابتک کل ملک میں کسی طرح کا انتظام موجود نہیں اور بالخصوص اسکا فرض اہم ہوگا کہ کل اہل وطن ہندو مسلمانوں عیسائیوں وغیرہ جملہ اقوام میں برادرانہ اتفاق قائم کرنے اور آئے دن کی باہمی نزاع سے جو نقصان ایک دوسرے کو پہونچتے ہیں۔ انکے دور کرنے میں کوشش کرے۔

بندہ محمد انشاء اللہ عفی عنہ ایڈیٹر اخبار وطن لاہور (پنجاب)

المشتہر

وصول ہونے پر اخبار جاری ہو

طلبائے مدارس سالانہ ششماہی

دیگر معاونین سالانہ ششماہی

۶ شلنگ ششماہی

ہندوستان کے باہر کے لیے

شرح قیمت

سوانح

"محمد علی"

پاشا

یعنے بانی خاندان خدیویہ مصر کے حالات

بطرز ناول

جسے

کارخانہ وطن و حمیدیہ ایجنسی لاہور

نے

اہل ملک کے افادہ کیلئے عربی سے سلیس اردو میں ترجمہ کرایا

حمیدیہ سٹیم پریس لاہور میں باہتمام مولوی محمد انشاء اللہ مالک مطبع چھپکر شائع ہوا

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً

تمہید ترجمہ

ناظرین! اقبالمندوں کے حالات پڑھنے پڑھانے اور سننے سنانے سے دنیا کو ہمیشہ شغف رہا ہے خصوصاً ایسے نام آوروں کے سوانح سے جو نکبت و ادبار کی پستی سے بلند ہو کر آسمان دولت و اقبال پر تارا بنکر چمکے۔ نہ صرف اسلئے کہ اُن کے کارنامے نادر الوقوع اور عجوبہ روزگار ہونے کی وجہ سے دلکش و دل پسند ہوتے ہیں بلکہ اسلئے بھی کہ انکی مافوق العادت اقبالمندی کی داستان پستوں کے دلوں میں بلندی کا ولولہ اور بلندوں کے سامنے اُنکے اسلاف کی ترقی کا ہوش افزا نقشہ پیش کرکے انہیں اُبھرنے اور آگے بڑھنے کا راستہ دکھاتی ہے۔

یہ کتاب بھی جو ناظرین کے سامنے ہے ایک ایسے ہی اقبالمند محمد علی پاشا بانی خاندان خدیویہ مصر کے لڑکپن اور عنفوان شباب کی کہانی ہے جس نے گوالے سے مچھلیاں پکڑنے پکڑتے تلوار ہاتھ میں لی اور اپنی جرأت و تدبر سے اٹھارھویں صدی کے آخری پُر آشوب زمانہ میں جبکہ ترکوں کا حال بے حال ہو رہا ہو یورپ کا سیل مشرق کی طرف بڑھا چلا آرہا تھا مصر سے مملوکوں کے دیرینہ تسلط کو اکھاڑ کر نہ صرف گورنری کا منصب اور پاشائی کا خطاب حاصل کیا بلکہ یورپ کی طاقتوں پر اپنی دھاک بٹھا کر اور ترکوں پر اپنا سکہ جما کر خود مختار بادشاہ بنا اور مصر کا تخت و تاج اپنی اولاد کے لئے وراثت میں چھوڑ گیا۔

محمد علی کے حالات اُس وقت سے کہ وہ مصر میں آکر مصروف کارزار ہوا صفحہ تاریخ پر ثبت ہیں۔ لیکن ابتدائی حالات جنکو اُسکے آئندہ عروج و اقبال کا سرچشمہ کہنا چاہیئے۔ اسلئے کہ اسکی ابتدائی زندگی گمنامی کی زندگی تھی ناپید تھے اور واقعی حالات آجتک ناپید ہیں۔ انہیں حالات پر روشنی ڈالنے کیلئے یہ کتاب مرتب ہوئی۔

عموماً دیکھا گیا ہے کہ جب ایسے اقبالمندوں کے ابتدائی حالات لکھے جاتے ہیں جنکی ابتدائی

Marfat.com

زندگی گمنامی میں گذری ہو تو محض ظن و تخمین سے کام لیا جاتا ہے اور ایک دو باتیں انکی طرف ایسی منسوب کر دی جاتی ہیں جنکو اغلب الوجہ واقفیت سے کچھ تعلق نہیں ہوتا یا بالکل عجیب و غریب ہوتی ہیں۔ اس کتاب میں بھی جوہرہ کا قصہ سخن کی چاشنی اور خسرو پاشا کا تذکرہ محمد علی کی مزاج کی گرمی اور ہمت کی ہمہمی بڑھانے کے واسطے لکھا گیا ہے۔ خضرہ کا خواب ممکن ہے کہ صحیح ہو خلاف فطرت نہیں ہے۔ اکثر ایسا ہوتا رہتا ہے ورنہ کم از کم اس سے بھی یہ سبق ضرور حاصل ہو سکتا ہے۔ کہ ماں اپنے بچے کو جس قدر بلند خیال چاہے اپنی عقلمندی سے بنا سکتی اور بڑی بڑی مشکلوں کو آسان کر سکتی ہے۔ باقی حالات و واقعات بھی اگرچہ بہت کچھ تخئیل کا نتیجہ ہیں لیکن بالکل پرتو اور عکس ہیں۔ اس ہمت و جرات اور عقل و تدبیر کا جو فطرۃً محمد علی اپنے ساتھ لایا تھا اور جنکا ظہور اسکی عملی زندگی میں نہائت عبرت انگیز طریق پر ہو کر رہا۔

دنیا میں کوئی آدمی ایسا نہیں آتا جسے فطرت نے کم و بیش عقل و ہمت سے حصہ نہ دیا ہو لیکن کم ہیں ایسے جنہوں نے خارجی اسباب کی تحریک سے متاثر ہو کر انکے بڑھانے کی کوشش کی ہو۔ اس قصہ کا ہیرو محمد علی پاشا اس خصوصیت سے ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ اسی لئے اسکے حالات از ابتدا تا انتہا عبرت حاصل کرنیکے قابل ہیں۔ اور اسی غرض سے یہ کتاب تصنیف اور متعدد زبانوں میں ترجمہ ہو کر مقبول ہوئی۔

پہلے پہل یہ کتاب سیو L. Muhlbach نے جرمنی زبان میں مرتب کی۔ پھر مسٹر Chapmn. Coleman نے اسکا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ اور انگریزی سے نسیب آفندی مشعلانی نے عربی میں کیا۔ اور اب یہ خاکسار بایمائے مکرمی مولوی محمد انشاء اللہ خان صاحب ایڈیٹر و مالک اخبار وطن و حمیدیہ سٹیم پریس خاص کارخانہ وطن کیلئے عربی سے اردو کا جامہ پہنا کر ناظرین کے سامنے پیش کرتا ہے۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف +

محمد بشیر مولوی فاضل
منڈیانوی

Marfat.com

۴۸۶

سمندر کا وہ نظارہ بھی کیسا خوشنما اور عجیب وغریب ہوتا ہے جبکہ اسکی عمیق اور تیرہ وتار سطح پر ہلکی ہلکی روشنی کا عکس پڑ رہا ہو۔ اور پانی کی حرکت سکون سے بدل گئی ہو۔ اور وہ باایں ہمہ عظمت بستر استراحت وآرام پر پڑا ابینڈ رہا ہو۔ اور پانی کی لہریں ساحل کے سامنے کبھی دو تک ریت کے ٹیلوں کی طرف بڑھتی اور کبھی پیچھے ہٹتی ہوں جیسے ٹیلوں سے کھیل رہی ہیں۔ اور انہیں اپنے پاس بلاتی ہیں۔

کیسا نظر فریب ہوتا ہے سمندر کا وہ سین اور اسکا جلال جبکہ اسکے فراخ سینے پر بڑے بڑے آہنیں زرہ پوش اور کلاں کلاں اسٹیمر پڑے ہوں۔ اور پانی کا زور انہیں ایک طرف سے دوسری طرف پھینک رہا ہو۔ اور موجیں ان سے اس طرح کھیل رہی ہوں جیسے گلاب کی پتیوں سے۔

بہت ہی دلکش ہوتا ہے وہ منظر جبکہ ہلکے ہلکے نسیم کے جھونکے سرخ سرخ پھر پرے والی کشتیوں کو ادھر ادھر اڑاتے پھرتے ہوں۔ اور شکاری خوشی خوشی اپنی جان سمندر کی گہرائی میں ڈال رہے ہوں۔ تاکہ ایک بے زبان ایسی مخلوق کو نکال کر اس کے سامنے اسکے کھانے اور زبان کے چٹخارے کے لئے پیش کریں۔

سمندر کا وہ ہیبت ناک نظارہ آنکھوں کو کیسا بھلا معلوم ہوتا ہے جبکہ کوسوں تک خاموشی وتاریکی چھائی ہوئی ہو۔ اور ستاروں کی ٹھنڈی ٹھنڈی شعاعیں پانی پر اپنا عکس ڈال رہی ہوں۔ اور چاند افق سے دنیا کو نورانی لباس پہنانے کے لئے نکلنا شروع ہوگیا ہو۔ اور بحری قزاق موقعہ کو غنیمت جان کر اس جھٹ پٹے میں اپنے کمین گاہوں سے نکل کر اونچی اونچی پہاڑی چٹانوں کے سایہ سایہ میں چھپے بڑھتے چلے آتے ہوں۔ تاکہ راستہ میں شکاری مل جائیں تو ان سے شکار چھین لیں۔ اور کوئی تجارتی کشتی سامنے آجائے تو چیتے کی طرح جھپٹ کے جا دبوچیں اور ملاحوں کو میٹھی میٹھی نیند سوتے ہوئے بیدردی کے چھرے سے بھیڑوں کی طرح ذبح کرکے لاشیں بغیر کشتی کے اور کشتی کا مال ومتاع لیکر کسی طرف نکل جائیں۔

اللہ اکبر سمندر کا بھی کیا حوصلہ ہے۔ ہزاروں سال کے واقعات وحوادث کو پیٹ میں لئے اور ضبط کئے بیٹھا ہے۔ اس نے بہت سی راتیں انسان کے وحشیانہ اعمال کو دیکھتے ہوئے سخت بےچینی میں گذاریں لیکن جونہی کہ یہ خوفناک اور خوں ریزرات ختم ہوئی۔ اور آفتاب نے افق سے

Marfat.com

بلند ہوکر اپنی نورانی شعاعیں اسکی سطح پر پھیلائیں۔ اسکا خوف جاتا رہا۔ پیشانی کی شکنیں کھل گئیں۔ اور پھر وہی جلال و وقار چہرے پر آگیا۔ گویا کچھ دیکھا ہی نہ تھا۔

سمندر کا وہ سین بھی دل کو کس قدر بے قابو کردیتا ہے جبکہ سکون اُسپر چھایا ہوا ہو۔ اور وقار اس سے ٹپک رہا ہو۔ اور آسمان سے نیلے رنگ نے منعکس ہوکر مقابل میں ایک دوسرا آسمان اور پیدا کردیا ہو۔ نہیں۔ سمندر کا حسن و جمال اُس وقت اَور بھی بڑھ جاتا ہے جبکہ وہ غیظ و غضب میں جھاگ اُڑاتا اور اپنی پوری قوت کے ساتھ ریلنا پیلتا بڑھا چلا آتا ہو۔ اور اُسکے شور کا یہ عالم ہوکہ بادل کی گرج بھی اُسکے سامنے عاشق و معشوق کی سرگوشی سے بیش نہ ہو۔ بھونچال اور پہاڑوں کو اکھاڑ ڈالنے والی اندھیوں کا غوغا بھی بیمار کی آہ سرد سے زیادہ وقعت نہ رکھتا ہو۔ سمندر اپنی خوفناک صورت میں غصہ کا دیوتا بن رہا ہو۔ اور اسکی موجیں پہاڑی کی بلند بلند چٹانوں کو تھپیڑے مار رہی ہوں۔ جھاگ اُڑا اُڑ کر فضائے آسمانی میں دور دور تک پہنچتی ہوں اور گرج کے نقیب وچاؤش للکار للکار کر سمندر کی طاقت و عظمت کی خبر دے رہے ہوں۔ جو نہ قید ہوسکتا ہے اور نہ کسی کے سامنے سر جھکا سکتا ہے۔

بے شک آدمی بھی ایک بلا کی مخلوق ہے۔ اُسنے زمین پر طرح طرح کے علم و فن ایجاد کئے اور دوہ وآیے بنائے۔ جنسے قوائے ارضی پر مسلط ہوکر پہاڑوں کو وادی اور وادیوں کو پہاڑ بنادیا۔ اور یہاں تک پہنچکر معدنیات جانکالے۔ لیکن اس قدر طاقت و قدرت کے باوجود وہ سمندر پر غالب نہ آسکا۔ اور اُسکی وہ آزادی نہ چھین سکا۔ جسکے دامن داماں ازل سے بندھے ہوئے ہیں۔ آدمی نے حرکت کے باوجود زمین کو بہت کچھ اپنے قابو میں کرلیا۔ اور اُسکے اسرار واندرونی حالات دریافت کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ لیکن جب سمندر کی طرف بڑھا۔ اور اُسکی مخالفت پر کمر باندھی۔ تو اعتراف عجز و قصور کے سوا کوئی چارہ نہ پایا۔ ہاں سمندر خودمختار ہے اور اپنے حال میں خوش۔ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ جب جی میں آتا ہے۔ زرہ پوشوں۔ اسٹیمروں کشتیوں کو اپنی گود میں اٹھا لیتا ہے۔ جیسے دایہ بچہ کو۔ اور جب چاہتا ہے ذرا جنبش کرکے بڑے بڑے جہازوں کو تھپیڑے مار مار کر ہوامیں بلند کرتا۔ اور دنیائے آباد کے جس حصہ میں چاہتا ہے پھینک دیتا ہے۔ آدمی کی مجال نہیں کہ خاموش ہاتھ باندھے کھڑے رہنے کے سوا دم بھی مار سکے۔

جس دن سے ہمارا قصہ شروع ہوتا ہے۔ اُس دن بھی سمندر مکدر ہے۔ اور اُسکی کوہ مثال

وجیں جنکے سروں پر سفید جھاگوں کے تاج رکھے ہوئے ہیں - بلند ہوتی اور بڑھتی چلی آتی ہیں در بوسیفالوس پہاڑی کی قوت مدافعت دیکھنا چاہتی ہیں - جو خلیج کنٹیسہ میں دور تک پھیلی وئی فضاے آسمان کے نیچے واقع ہے - اور ایسی معلوم ہوتی ہے - گویا گذشتہ شاہان جبا لے گھوڑوں میں سے ایک بھاری گھوڑا ہے - اس پہاڑی کے دامن اور اسکے اطراف و انب میں کچھ مرد اور کچھ لڑکے کھڑے ہیں - اور سمندر کی طرف ٹکٹکی باندھکر دیکھ رہے ہیں - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی نہایت ہی خطرناک معاملہ پر باہم گفتگو کر رہے ہیں - مگر موجوں کا زور اور عدوں سے پانی کے ٹکرانے کا شور ایک کو دوسرے کی بات نہیں سننے دیتا - جتنے مرد ہیں ن کی پیشانیوں پر بل پڑے ہوئے ہیں - اور لڑکوں کے چہرے زرد ہیں - اور خوف و ہراس یاں - ایسا معلوم ہوتا ہے - کہ یہ گھبراہٹ سے کسی مصیبت کے آنے یا سمندر کے کوئی اتحہ و دلیانے کا انتظار کر رہے ہیں - مگر وہ نہیں جانتا کہ یہ لوگ کس حال میں ہیں اسکی موجیں لے بعد دیگرے اس پہاڑی کی چوٹیوں تک پہنچتی اور ان سب کو جھاگوں کی چھینٹوں سے گور رہی ہیں - مگر انکو اسکی مطلق پروا نہیں - انکی توجہ اور نگاہیں پانی کی طرف لگی ہوئی ہیں دیا کہ یہ سب اس ضدی جہاز کے سامنے لاچار و بے بس ہو کر صبر کے ساتھ انتظار کر رہے ں کہ کب اسکے غضب کی آگ بجھتی ہے - اور غیظ کا طوفان کم ہوتا ہے - کہ دفعتاً گویا سمندر نے ان کے دل کی بات سمجھ لی - اور ذرا دیر کے لئے اپنی حرکت بند کر دی - اور ہر طرف ک عجیب و غریب سناٹا سا چھا گیا - جس نے اس جماعت کو باہم بات چیت کرنے اور ادلہ خیالات کا موقعہ دیدیا -

ایک شخص (ہاتھ اٹھا کر حسرت و افسوس سے) وہ نہ لوٹے گا -

دوسرا - ہاں میں خیال کرتا ہوں کہ -

تیسرا - (بات کاٹ کر اور اپنے گرد و پیش کے لڑکوں کو مخاطب کر کے جنہوں نے چادریں پیٹ رکھی تھیں - اور اپنے منہ ٹوپیوں سے ڈھک رکھے تھے) شیطانو تمہیں اسکے مہ وار ہو اور تمہیں قابل ملامت -

چوتھا - (دھمکا کر) تم نے کیوں اسکو مجبور کیا - کہ وہ اپنی جان خطرہ میں ڈالے -

ایک لڑکا - (ندامت کے لہجہ میں) جناب یہ ہمارا قصور نہیں ہے - اس نے خود اس خطرہ میں پڑنے کا ارادہ کیا - اور ہم اسکو اس ارادہ سے باز نہ رکھ سکے -

اس لڑکے کی بات سُن کر اَور لڑکوں کو بھی جرات ہوئی۔ اور انہیں سے ایک کہنے لگا۔ بڑا ہی متکبر اور خود پسند ہے اور سمجھتا ہے۔ کہ ہم سب سے زیادہ قوی اور زبردست ہے۔ ہم نے اس سے کہا تھا۔ کہ ہمیں اس شدید آندھی اور جاڑے سے ڈر لگتا ہے۔ چلو آرام سے اپنے گھر لوٹ چلیں لیکن اس نے ہماری نہ سُنی۔ اور ہماری نصیحت پر کان نہ دھرے۔

وہی چوتھا۔ معلوم ہوا۔ کہ تم میں باہم شرط ٹھیری۔ اور تم نے اسکی ہنسی کر کے اسے مجبور کیا کہ سمندر میں کود پڑے۔

ایک لڑکا میں نے آپ سے کہا نہیں۔ کہ وہ بڑا ضدی اور خود رائے ہے ہماری بات کب سُنتا اور مانتا ہے۔ ہمیں حقارت سے دیکھتا۔ اور ہم پر بزعم خود اپنے آپ کو سردار سمجھتا ہے۔ اس کا یہ گھمنڈ ایک نہ ایک دن ضرور بُرا نتیجہ دکھائیگا اگر۔۔۔۔۔

لڑکا بات نہ پوری کرنے پایا۔ کہ سمندر میں پھر تلاطم شروع ہوگیا۔ اور موجوں نے اس قدر سر اُٹھایا۔ کہ پہلے طوفان کو بھی مات کر دیا۔ جھاگ اُڑ اُڑ کر بلند پہاڑی کی چوٹی تک پہنچنے لگا۔ گویا کہ اب کے بار سمندر نے دل میں ٹھان لیا۔ کہ باشندگان قوالہ پر اپنی پوری طاقت وعظمت کا اظہار کر دے۔ جو بوسیفالوس کے دامن میں چند چھوٹے چھوٹے مکانات اور تنگ گلیوں کی ایک بستی ہے۔ اور جسمیں اسکی چھوٹی سی خوش نما مسجد بوسیفالوس کی ایک چٹان پر واقع ہے۔

اس پہاڑی کی چوٹی پر ایک عورت ہاتھ پھیلائے دعا مانگ رہی ہے۔ سپید نقاب نے اُلٹ کر اس کا چہرہ ظاہر کر دیا ہے جس پر ایسی پریشانی و گھبراہٹ کے آثار نمایاں ہیں جنہوں نے پردہ کا خیال بھی دور کر دیا ہے لیکن اسکو پردہ کا چنداں خیال بھی نہیں۔ کیونکہ وہ بیوہ ہوچکی ہے۔ اسکو نہ کسی کا خوف رہا ہے اور نہ زمانہ نے اس کے خاوند کو باقی رکھا ہے۔ جو محبت وغیرت کی وجہ سے پردہ کا حکم دیتا تھا۔ وہ تن تنہا ہے۔ اسکو نہ احکام دین کی چنداں پروا۔ اور نہ لوگوں کے کہنے سُننے کا اندیشہ۔ اسے دنیا میں سوا اپنے اکلوتے بیٹے محمد علی کے اَور کسی کی فکر نہیں۔

محمد علی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ساحل کی طرف گیا ہوا ہے۔ اور جزیرہ امیبرد کی سیر کی غرض سے چھوٹی کشتی پر سوار ہوتا ہے۔ ساتھی سمندر کا اضطراب دیکھ کر گھبرا جاتے ہیں

Marfat.com

اور طوفان کے خیال سے بدحواس ہو کر کہتے ہیں۔ محمد علی؟ اپنے ارادہ سے باز آ۔ وہ انکی طرف حقارت آمیز نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ میں ارادہ کر چکا۔ اسکا پورا کرنا ضروری ہے تم بارہا مجھ پر ہنس چکے ہو۔ اور خیال کرتے ہو۔ کہ میں ملاحی میں تمہارے برابر مشاق نہیں۔ اب تم دیکھو گے کہ میں اس خلیج کو طوفان کی حالت میں عبور کرتا ہوں۔ اور تم پر اور تمہارے ابر و باد کے اندیشہ پر ہنستا ہوا جزیرہ ایمبر و پہنچتا ہوں۔ محمد علی کشتی چلاتا ہے۔ اور کچھ ہی دیر کے بعد موجیں اُسے آنکھوں سے غائب کر دیتی ہیں۔ اور ساتھی ڈوب جانے کا یقین کر کے اسکی غریب ماں کے پاس جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ ہمنے محمد علی کو بہت کچھ سمجھایا اور قسمیں دلا دلا کر کہا کہ لوٹ چلو۔ مگر اُس نے ایک نہ سُنی۔

خضرہ اپنے لڑکے کا حال سُنتے ہی پہاڑی کی چوٹی پر پہنچی۔ اور امواج کے طوفان سے گھبرا کر سجدہ میں گر پڑی۔ اور دو زانو بیٹھکر گود پھیلا پھیلا کر مالک حقیقی کے سامنے بعجز و نیاز دست بدعا ہوئی۔ اور سمندر کو قسمیں دے دیکر کہنے لگی۔ خدایا میرے بچہ کا بال بیکا نہ ہو میرے لال کو میری گود میں صحیح و سالم پہنچا دے۔ ماں سے بڑھکر کسی کی مامتا نہیں اور نہ اسکے سے خلوص سے کوئی دعا کر سکتا ہے۔ جب ماں بلک بلک کر روتی ہے۔ اور فرزند کے لیے دعا کرتی ہے۔ شر کی آنیوالی فوجیں بھی رُک جاتی ہیں۔ اور اس کے حال مست پر ترس کرنے لگتی۔ بلکہ جب کبھی ایسے مقام سے ملائکہ رحمت کا گذر ہوتا ہے۔ انکے آنسو ٹپک پڑتے ہیں۔ اور حرمان نصیب کی مراد کا کافی وسیلہ بن جاتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت خضرہ پر کسی فرشتہ رحمت کا گذر ہوا۔ اور اسکے آنسو کا ایک قطرہ سمندر پر جا پڑا جس نے سمندر کے جوش کو فرو کر دیا۔ اور طوفان تھم گیا۔ اور باد تُند خوش گوار بن گئی۔ اور رفتہ رفتہ سمندر اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔ اور ہلکی ہلکی لہروں سے ساحل کے ساتھ اٹھکھیلیاں کرنے لگا اس کا اثر فضاء آسمانی پر بھی ہوا۔ اور بادلوں کا جھُرمٹ کم ہونا شروع ہو گیا۔ اور اس ... سے آفتاب کی سُنہری شعاعیں چھن چھن کر آنے لگیں۔ گویا کہ وہ آفتاب کی طرف سے پیغام صلح لاتی اور غیظ و غضب سے باز آنے کی تحریک پیش کرتی تھیں۔

اس وقت پہاڑی کی چوٹی سے ایک آواز سنائی دی۔ جسکے جواب میں سمندر کے کنارے سے جم غفیر نے آواز دی۔ اور خوشی و مسرت کے نعرے بلند ہونے۔ اور لوگوں کے ہاتھ جزیرہ کی طرف اُٹھنے لگے۔ موجوں نے پہلے اس مقام کو چھپا لیا تھا۔ اب

Marfat.com

طوفان کم ہو جانے سے وہ جگہ کھل گئی۔ اور اسکے قریب ایک سیاہ نقطہ پست و بلند نظر آیا۔ جو آفتاب کی کرنوں کے نیچے ایک مست متوالے کی طرح بڑھتا چلا آتا تھا۔ دیکھکر سب نے مکرر نعرہائے مسرت بلند کئے۔ اور یقین کر لیا۔ کہ وہ سیاہ نقطہ محمد علی ہی کی کشتی ہے۔ اور اس کے قریب آنے کا بےچینی سے انتظار کرنے لگے۔ بیچاری ماں اسکی حقیقت دریافت کرنے میں سب سے زیادہ بیقرار تھی۔ لوگوں کی آواز سنکر اسے یقین ہوگیا۔ کہ جو کچھ اس نے دیکھا وہ واقعی ہے۔ اور گرتی پڑتی پہاڑی سے اُتر کر لوگوں کے پاس سمندر کے ساحل پر پہنچی۔ اور ان کے مجمع میں بیہوش ہو کر گر پڑی۔ بستی کی عورتوں کو بھی یہ خبر پہنچ چکی تھی۔ وہ بھی عجیب و غریب ماجرا سنکر ہمدردی کی وجہ سے آئیں اور اس بےکس ماں سے کہنے لگیں۔ بہن؟ اُٹھ۔ خدا نے تیرے بچہ پر رحم کیا۔ اور صحیح و سلامت پہنچا دیا۔ جن اسکو نہ ستا سکے۔ اور نیکی کا فرشتہ اس کا مددگار رہو گیا۔ خدا کا شکر کر اور اُسکی رحمت کے قربان جا۔ اس قسم کے کلمات سے تسلی و دلاسا دیکر خضرہ کو اسکی جھونپڑی میں پہنچا دیا۔

کشتی موجوں سے مقابلہ کرتی آگے بڑھتی چلی آتی ہے جسمیں ایک لڑکا اپنی پوری کوشش سے ڈانڈا کھے رہا ہے۔ اور بغیر کسی معین و مددگار کے تن تنہا موجوں سے مقابلہ کرتا چلا آتا ہے۔ اور ان کی سختیوں کو خیال میں نہ لا کر اپنی تنہا کوشش سے کنارے پہنچا چاہتا ہے۔ لوگ یہ دیکھکر جلد جلد رسیاں پھینکتے اور خوشی سے تکبیر و تہلیل کے نعرے بلند کرتے ہیں۔ خوش قسمتی سے ایک شخص کی رسی کشتی تک پہنچتی ہے۔ اور لڑکا نہایت پھرتی اور چالاکی سے اُسکو پکڑ لیتا ہے۔ لوگ رسی سے کشتی کو کھینچتے ہیں۔ اور کشتی ساحل پر آلگتی ہے۔ لڑکا ہوشیاری سے کودتا ہے۔ اور سکون و اطمینان کے ساتھ لوگوں کے درمیان کھڑا ہو جاتا ہے۔ اسکی آنکھوں سے شجاعت کا نور چمک رہا ہے۔ اور پیشانی سے جوانمردی کے نشان عیاں ہیں۔ اس کا بشرہ گواہی دے رہا ہے۔ کہ وہ خطرات کی کچھ پروا نہیں کرتا۔ وہ مردوں کی طرف مسکراتے ہوئے نظر ڈالتا ہے۔ پھر لڑکوں کی طرف رُخ کرتا اور چین بجبیں ہو کر تحکمانہ لہجہ میں کہتا ہے یارو؟ میں بازی لیگیا۔ اور ایسی سند لایا کہ جس کا تم انکار نہیں کر سکتے۔ لو یہ وہ خنجر ہے جسکو ابراہیم کل جزیرہ میں چھوڑ آیا تھا۔ اور یہ کہتے ہوئے جیب سے بھیگا ہوا خنجر نکالکر سامنے ڈالدیا۔ پھر کہا ہاں میں بازی جیت گیا۔ اور حاضرین اسپر گواہ ہیں۔ تم بھی شرط پوری کرو۔ جو ہمارے تمہارے درمیان ہوئی تھی۔ ہاں تم میں سے ہر شخص پر واجب ہے۔ کہ اپنے

Marfat.com

باغ کا بہترین میوہ ہفتہ میں دو بار میرے سامنے پیش کرے۔ اور جب ہم دوسری مرتبہ شکار کو جائیں۔ تو تم میری اطاعت کرو۔ اور میری سرداری مانو۔

محمد علی کی ہیئت اور اسکی باتوں سے سرداری وحکومت کی شان ٹپک رہی تھی جسکا دس برس سے بھی کم عمر کے لڑکے میں ظاہر ہونا نہایت ہی تعجب خیز ہے۔ محمد علی نے اپنی بات پوری بھی نہیں کی تھی۔ کہ حاضرین میں سے ایک آدمی طوسون آغا نام۔ (محمد علی کا چچا) آگے بڑھا اور کہا۔ تیرے خطرے میں پڑنے اور ہاں اور ہم سب کو پریشان ورنجیدہ کرنے کا راز اب معلوم ہوا۔ نڈر لڑکے؟ میں امید کرتا ہوں کہ خدا تیری طبیعت کو بدل دے اور تجھے سلامت روی دے۔

محمد علی۔ چچا جان؟ میری اصلاح کی ضرورت نہیں۔ لڑکے مجھپر آوازہ کستے تھے۔ کہ میں ان کے برابر قوت نہیں رکھتا۔ اور نہ ان کی طرح کام کرے اور کشتی چلانے پر قادر ہوں۔ اس پر میں نے ان سے شرط کی۔ اور جان بازی کرکے بازی لے گیا۔ اب ان پر شرط کا پورا کرنا۔ اور میری سرداری ماننا فرض ہو گیا ہے۔ میں آپ سب کو اس پر گواہ کرتا ہوں۔ اور اپنے اس دعوے کی "میں قوالہ کے لڑکوں کا سردار ہوں" تائید چاہتا ہوں۔

لوگ محمد علی کی شیریں بیانی سے متعجب اور جرأت ودلیری سے خوش ہو رہے تھے۔ کہ وہ باوجود کمسنی کے تحکمانہ لہجہ میں بات کر رہا تھا۔ اسکی باتیں عالی ہمتی اور پُرجوشی پر دلالت کرتی تھیں۔ یہانتک کہ بعض لوگ بول اُٹھے۔ کہ یہ لڑکا ہونہار ہے۔ اور آئندہ صاحب اقبال ہوگا۔ جس خدا نے آج اسکی جان بچائی۔ وہ آئندہ کے مصائب وخطرات میں بھی اسکے آڑے آئیگا۔ پھر طوسوں آغا ہاتھ بڑھاتا ہے۔ کہ محمد علی کا ہاتھ پکڑ کر ماں کے پاس پہنچا دے۔ محمد علی ہاتھ میں ہاتھ نہیں دیتا۔ اور کہتا ہے۔ کہ چچا جان؟ مجھے مدد کی ضرورت نہیں میں بلا کسی کی مدد کے خود چل سکتا ہوں۔ آپ آگے چلئے میں آپ کے پیچھے پیچھے ہوں۔ محمد علی بات کرتے ہوئے اپنے ہاتھ پس پشت چھپا لیتا ہے۔ لڑکے پیچھے سے دیکھتے ہیں۔ اور بآواز بلند پکار اُٹھتے ہیں "او ہو ہاتھ خون سے بھرے ہیں" طوسوں آغا پلٹتا ہے اور محمد علی کے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے۔ اور دیکھتا ہے کہ ہاتھ کی کھال اُتر گئی ہے۔ اور خون برابر جاری ہے۔ محمد علی نہایت استقلال سے کہتا

Marfat.com

ہے۔ کہ چچا؟ یہ بھی کوئی بات ہے میں نے اس خیال سے کہ مبادا اڈوانڈ ہاتھ سے نکل جائیں انکو پوری قوت و مضبوطی سے پکڑلیا جب میں انکو چھوڑنے لگا کھال نہیں ہیں جمیٹ کے نگر ان مردانہ و دلیرانہ کلمات کو سنکر سب ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ اور ایک نے کہا کہ یہ ابھی سے جواں مرد سپاہی ہے۔ اگرچہ دس برس کا بھی نہیں ہے۔ پھر سب نے اسے آگے آگے چلنے کے لئے راستہ دیدیا۔

ماں تبیٹے:-

جھونپڑی میں خضرہ کو ہوش آیا ہی تھا۔ کہ پھر باہر نکلجانے کے ارادہ پر کھڑی ہوئی۔ کہ یکایک دروازہ کھلا۔ اور طوسوں آغا مع لڑکے کے اندر داخل ہوا۔ اور کہا۔ لو میں تمہارے بیٹے کو لے آیا اسے ذرا سرزنش کرو۔ اس قلق و بےچینی کا ماجرا سناؤ جس کا یہ باعث ہوا۔ مگر خضرہ کے منہ سے کوئی بات نہ نکل سکی۔ اور اس نے دونوں ہاتھ پھیلاکر اپنے بیٹے کو چھاتی سے لگالیا۔ اور پیار میں اسے چومنے لگی۔ اور ایک لمبا سانس کھینچا۔ یہ دیکھکر طوسوں آغا کی آنکھوں سے بھی گرم گرم آنسو نکل پڑے جنکو اس نے اپنی آستین سے پونچھا۔ اور یہ کہتا ہوا باہر چلا گیا۔ کہ ان دونوں کو تنہا چھوڑ دینا چاہئے کیونکہ ماں بیٹے کی باتیں اللہ کے سوا اور کسی کو نہ سننی چاہئیں۔ اسکے بعد طوسوں آغا سیدھا اپنے گھر پہنچا۔ اور جال بننے میں مشغول ہوگیا۔

جب محمد علی نے ماں کی یہ حالت دیکھی۔ تو اسکا عجب و غرور غائب ہوگیا۔ اور گھٹنوں کے بل ماں کے سامنے کھڑا ہوکر اسکے ہاتھوں کو بوسے دینے لگا۔ اور پھر نہایت دھیمی آواز میں کہا۔ اماں؟ میں آپ کے رنج و قلق کا باعث ہوا۔ معاف کیجے۔ میں نے مجبوراً وہ کام کیا تھا جس سے آپ پریشان ہوئیں۔ کیونکہ میں برداشت نہ کرسکا۔ کہ میرے ساتھی مجھپر ہنسیں۔ اور میری حقارت کریں۔ یہ سنکر خضرہ مسکرائی۔ اور کہا بیٹا؟ وہ تجھپر کیوں ہنستے ہیں۔ کیا تو ان سے حسین و جمیل اور ملاحی و شکار میں زیادہ ماہر نہیں ہے؟۔ اور کیا تو انمیں تنہا مردانہ صفات سے متصف نہیں؟۔ اگرچہ وہ عمر میں تجھ سے بڑے ہیں۔

ماں کی یہ باتیں سنکر محمد علی نے فکرمندانہ سر ہلایا۔ اور کھڑا ہوکر کہنے لگا۔ اماں؟ جیسا تم کہتی ہو ابھی تو ویسا نہیں ہوں۔ لیکن امید کرتا ہوں۔ کہ عنقریب ہی یہ تمام صفتیں حاصل کرلونگا ہاں میں ضرور ایسا مرد بنوں گا۔ کہ یہ لڑکے مجھکو اسی طرح دیکھیں۔ کہ جیسے رعایا اپنے حاکم کو۔

Marfat.com

آج جو کچھ مَیں نے کیا - وہ اس لئے - کہ ہم نے باہم شرط کی تھی - اور وہ شرط تمہارے لئے جیتنے کا ارادہ کیا - اور مَیں بہت خوش ہوں - کہ اپنے ارادہ میں کامیاب ہوا-

خضرہ - (تعجب سے) میرے لئے - میرے لئے - بیٹا؟ تمہاری جیت سے مجھے کیا فائدہ -

محمد علی - میری جیت کی وجہ سے ان لڑکوں کو اپنی شرط ادا کرنی پڑے گی- اور آیندہ سے وہ تین مہینے تک اپنے باغوں کے عمدہ پھول پھل - اور اپنے یہاں کے اچھے انگور ہفتہ میں دوبار تمہارے پاس لایا کریں گے - اماں ؟ یہ جو کچھ مَیں نے کیا - آپ کے خوش کرنے کے لئے کیا - کیونکہ وہ دن نہیں بھولا ہوں - کہ اس چٹان کی چوٹی پر کھڑے ہو کر - اور سمندر کی طرف دیکھ کر آہ سرد آپ نے کہا تھا "افسوس ہمارے پاس اس ذلیل و خوار جھوپڑی کے سوا اَور کچھ نہ رہا- سارے باغات اور کھیت ہم کھو بیٹھے" آپ کی ان باتوں نے میرے دل پر اثر کیا - اور مَیں نے اُسی وقت سے ارادہ کر لیا - کہ جن چیزوں کو آپ کا جی چاہتا ہے - لاؤں - آج سے اس کوشش کی ابتدا ہے - خدا میری امیدوں کو پورا کرے - تاکہ جو کچھ جا چکا ہے مَیں اُسے حاصل کروں - اور تمہارے گھر کو قوالہ کے گھروں میں سب سے اعلےٰ گھر بناؤں - اور غلام و کنیز جمع کروں - اور سارے قوالہ والے اپنا سر آپ کے سامنے جھکا دیں - تم ان پر حکومت کرو اور تم پر خدا و رسول کے سوا کسی کی حکومت نہ ہو-

خضرہ بیٹے کی یہ باتیں سُن رہی تھی - اسے یہ یقین نہیں آتا تھا - کہ یہ باتیں اس بچہ سے سُن رہی ہے - جس کی عمر ابھی دس برس بھی نہیں - اس نے اپنے بیٹے کو سر سے پاؤں تک بغور دیکھا - اور اس کی جوانی کا نقشہ آنکھوں کے سامنے لا کر اور چپکے چپکے کہنے لگی - ہاں یہ ایک دن ضرور ایسا ہی ہوگا - جیسا ہاتف نے مجھ سے کہا - اور نبیہ نے اسکی تعبیر کی -

محمد علی - (ماں کی باتوں کی کچھ بھنک پاکر) اماں جان ؟ آپ کیا کہہ رہی ہیں- ہاتف کیسا - اور نبیہ کون ؟

خضرہ - بیٹا ؟ ابھی تم سے یہ باتیں کہنے کی نہیں ہیں - اگر تھوڑی دیر خاموش رہنے

Marfat.com

کے بعد) - نہیں نہیں - کہدینے ہیں کوئی حرج بھی نہیں - دلیری و قوت خدا
دین ہے - جب کسی کو دیتا ہے - تو پھر اُسکے کمال کے اسباب بھی مہیا کر دیتا ہے
اچھا محمدؐ علی بیٹھو - اور میری بات کان لگا کر سُنو -

محمدؐ علی ہمہ تن گوش ہو کر بیٹھ گیا - اور ہاتف و نبیہ کا قصہ سُننے کے انتظار میں ماں کا
مُنہ تکنے لگا - خضرہ اپنے خیالات جمع کرنے کی غرض سے تھوڑی دیر آنکھ بند کر کے سوچتی رہی
پھر محمدؐ علی کی طرف دیکھا - اور کہا - بارہ برس گذرے - کہ مَیں جوان بے کس و محتاج تھی - میرے
پاس مُنہ ڈھکنے کو نقاب تک نہ تھا - پیٹ پالنے کے لئے ناچار بے نقاب باہر نکلنا پڑتا - بے پردگی
میرے دل پر از حد شاق گذرتی - اہل شہر بھی میری خستہ حالی پر ترس کرتے - اور میرے حسن و جمال
سے حیران رہجاتے - ایک دن پُلیس کے سارجنٹ ابراہیم آغا کی نگاہ مجھ پر پڑی - اور اُنہوں نے
مجھے حسین و جمیل پا کر مجھسے نکاح کر لیا - اور عیش و آرام کے تمام سامان مُہیا کر دئے - محمدؐ تیرا
باپ مجھے بہت چاہنے لگا - اور پردے کی پابندی کا حکم دیا - اور میرے ہوتے ہوئے دوسری شادی
نہ کرنے کا عہد کر لیا - اُنہوں نے بارہا مجھ سے کہا - کہ مَیں اُنکے دل کی مالک ہو گئی ہوں - ا
اب وہ اس ملک میں کسی اَور کو شریک کرنا نہیں چاہتے - اُس وقت کی خوشی اور مسرت کا حال
نہ پوچھو - مَیں سمجھتی تھی - کہ ہم دونوں بہشت بریں میں ہیں - محمدؐ؟ تیرا باپ کوئی رئیس نتھا - اور
نہ تنخواہ کے سوا کوئی اور آمدنی تھی - مگر وہ تنخواہ بھی ہماری ضروریات سے بچ رہتی تھی جب میاں
بی بی میں موافقت ہوتی ہے - قناعت آجاتی اور حاجت چلی جاتی ہے - یونہی ہمارا ایک سال
عیش و آرام میں گذر گیا - پھر خدا نے ہماری خوشی اور بڑھائی - اور تمہاری امید ہوئی مَیں کہا
کرتی - کہ مَیں بڑی خوش قسمت اور نصیبے والی ہوں لیکن حقیقت میں میری خوش قسمتی پوری نہ
تھی - مجھے تمہارے باپ کا اس عہدے پر ہونا ہر وقت پریشان رکھتا تھا - خصوصاً جب سے
کہ اس جزیرہ میں بدمعاش رہزنوں کا گروہ پیدا ہو گیا - اور آئے دن فساد و نقصان کرنے لگا
تمہارے باپ کا فرض تھا - کہ سپاہیوں کو لیکر اُنکا تعاقب کریں - اور انکو ویرانوں اور انکی
خطرناک بھٹنوں سے پکڑیں - اور اُنکا استیصال کریں - میرے دل کو ہر وقت دھڑکا لگا
رہتا - اور بے چین و بے قرار رکھتا - ایک دن مَیں کھانا پکا رہی تھی - اور میرے خیالات
بھٹکے بھٹکے پھر رہے تھے - اور تمہارے باپ کے آنے کا انتظار کر رہی تھی - کہ دفعتاً قدموں
کی آہٹ گھر سے قریب ہوئی - اور مختلف آوازیں آنے لگیں - میرا دل دہل گیا - اور

...یب تھا۔ کہ بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑوں۔ لیکن میں نے اپنے کو سنبھالا۔ اور دل کڑا کر کے ...نے والوں کو دیکھنے نکلی۔ دیکھتی کیا ہوں۔ کہ لوگ تمہارے باپ کی خون آلودہ لاش لئے ...لے آتے ہیں۔ انکی صورت اس قدر بگڑ گئی تھی۔ کہ میں پہچان نہ سکی۔ پھر معلوم ہوا۔ کہ کسی ...سوار گذار جنگل میں چوروں سے سامنا ہو گیا۔ انہوں نے انکا پیچھا کیا۔ اور ان کے سپاہی ...ان کے خوف سے آگے نہ بڑھے۔ وہ غصہ میں آ کر اکیلے بڑھے چلے گئے۔ یہانتک کہ اس ...ڈر پر جا پہنچے جسکی آڑ میں بدمعاش چھپے ہوئے تھے۔ انہوں نے نکل کر گھیر لیا۔ اور بُری طرح ...نے قتل کیا۔ اور لاش چھوڑ کر نکل گئے۔ سپاہیوں نے جا کر دیکھا۔ تو کٹا ہوا پایا۔ اور لاش کو لے کر گھر آئے۔

یہ سُنکر محمد علی کی آنکھیں غضب آلودہ ہو گئیں۔ اور کھڑے ہو کر ماں سے کہنے لگا۔ پھر ان ...بیوں کے ساتھ کیا کیا گیا؟ کیا وہ پکڑے اور مارے نہیں گئے۔

خضرہ۔ (ایک ٹھنڈا سانس لیکر اور روتے ہوئے دبی زبان میں) بیٹا؟ وہ نہیں پکڑے ...گئے۔ کیونکہ حکومت کی طرف سے جب تک تمہارے باپ کی جگہ پر کوئی مقرر ...ہو۔ وہ سمندر پار نکل چکے تھے۔

محمد علی نے ایک چیخ ماری اور اُسکی آنکھیں سُرخ ہو گئیں۔ اور کہا۔ اماں؟ میں قسم کھاتا ہوں ...ان سے انتقام لونگا۔ اور ضرور انتقام لونگا۔

خضرہ۔ بیٹا؟ تو ان سے بدلہ لیگا؟ تو کس طرح ان سے بدلہ لے سکتا ہے۔ تجھے نہ ...قاتل معلوم۔ اور نہ ان کا ٹھکانہ۔

محمد علی۔ میں تمام جہان سے بدلہ لوں گا۔ میں اس دنیا غدار سے بدلہ لوں گا۔ اور ...سب سے پہلے اپنے دشمنوں سے شروع کروں گا۔ لیکن تمہیں اللہ کی قسم ...تم اپنی وہ بات پوری کرو۔ ماں جب تمہارے سامنے میرے باپ کی لاش ...تھی تم نے کیا کیا؟ کیا تم نے اپنا دہنا ہاتھ اُن کی آنکھ پر رکھ کر قسم نہیں کھائی کہ ...میں تمہارا بدلہ لونگی؟

خضرہ۔ (آنسوؤں کو ضبط کر کے) بیٹا؟ میں نے یہ تو نہیں کیا۔ میں تمہارے باپ کے سامنے گھٹنوں کے بل جھک گئی۔ جسے موت خاموش کر چکی تھی۔ میں ...اس لاش کو چومنے۔ اور اس کے خون کو اپنے آنسوؤں سے دھونے لگی۔

Marfat.com

اور اس جانکاہ موقع پر قسم کھائی ۔کہ میں اس کی امانت دار بن کر رہوں گی
اور اس دن کا انتظار کروں گی ۔کہ مجھے میرے شوہر سے ملا دے ۔اور اسکے بعد
اپنے بیٹے کے سوا اور کسی کو محبوب نہ بناؤں گی جو میرے پیٹ میں ہے ۔
اتنا کہنے کے بعد خفرہ بیہوش ہوگئی ۔اور تھوڑی دیر کے لئے سلسلہ کلام منقطع ہوگیا
پھر ہوش میں آئی ۔تو قصہ یوں شروع کیا ۔کہ تمہارے باپ مجھ سے شادی کرنے کے بعد
دوستوں سے فخر کیا کرتے ۔اور خانگی حسن انتظام اور میری تعریف میں رطب اللسان
رہتے ۔ان کے مرنے کے بعد بہتوں نے مجھکو نکاح کا پیام دیا ۔لیکن میں سب کو
ٹالتی رہی ۔اور سامان بیچ بیچ کر کھاتی رہی ۔یہاں تک کہ میرے پاس سوا اس ذلیل جھونپڑی
کے اور کچھ نہ رہا ۔
جب ان لوگوں نے میری غربت اور بے چارگی کو دیکھا ۔پھر وہی پیغام بھیجا میں نے
ان سب کو خشک جواب دیا ۔اور مصیبتوں سے مقابلہ کرنے کے واسطے تیار ہوگئی
یہانتک کہ حمل کی تکلیف زیادہ محسوس ہونے لگی ۔مجھے رونا آتا ۔مگر میں کوئی آنسو نہ
گرنے دیتی ۔مبادا جنین کو صدمہ پہنچے ۔اور خدا سے دعا کرتی ۔کہ مجھے قوت و صبر عطا
کر ۔تاکہ زندہ رہوں ۔مگر نہ اپنے لئے ۔بلکہ اپنے اس بچہ کے لئے جس کے دنیا میں آنے
کا انتظار کر رہی تھی ۔اور چاہتی تھی ۔کہ باپ کی طرح سے دنیا میں ثابت قدم نکلے ۔
ایک رات مجھے بہت سخت درد معلوم ہوا ۔جسے میں صبر و استقلال سے برداشت
کرتی رہی ۔یہانتک کہ آدھی رات گذرنے کے بعد میری آنکھ لگ گئی ۔ہاتف نے
آکر مجھے خواب میں جگایا ۔دیکھتی کیا ہوں ۔کہ ایک تخت ہے ۔اور اسکے گرداگرد نور
کا حلقہ ہے ۔اور اس پر ایک آدمی ہتھیار لگائے ننگی تلوار ہاتھ میں لئے بیٹھا ہے
اسکی آنکھیں نورانی ۔اور چہرے پر خوشی و مسرت کے آثار ظاہر ہیں ۔مجھے وہ صورت
مانوس معلوم ہوتی تھی ۔اگرچہ میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی ۔لیکن میں اسی لئے شوہر ابراہیم آغا
سے بہت مشابہ پاتی تھی ۔اور ایسا معلوم ہوتا تھا ۔کہ اسی کا فرزند ہے ۔کچھ دیر بعد وہ
اپنا رُخ پھیر کر دنیا کو غضب آلود اور انتظام کی نگاہ سے دیکھنے لگا ۔وہ ان ہزاروں کی
مطلق پرواہ نہ کرتا تھا ۔جو اسکے سامنے نہایت عاجزی سے گھٹنے ٹیکے ہوئے تھے
میں نے دیکھا ۔کہ اس تخت کے پیچھے ایک میدان ہے ۔جسکے آخر میں ایک ریتلا بیابان ہے

Marfat.com

اور اسکے کنارے پر عجیب و غریب شکل کے مکانات بنے ہیں۔ جن کے قبّے آسمان سے باتیں کرتے ہیں۔ اور اُن سے روشنی پھوٹ رہی ہے۔ وفعتاً انمیں سے سب سے بڑے محل کا دروازہ کھلا۔ اور وہی آدمی اس مکان کے اندر اسی سابقہ جاہ و جلال سے نظر آیا۔ سوا اسکے کہ اسکے سر پر اس وقت ایک ہلال اُور تھا۔ جس کو ستارے گھیرے ہوئے تھے۔ میں اُسے دیکھ رہی تھی۔ کہ دفعتاً وہ لڑکا بن گیا۔ اور خوبصورت فرشتہ کی شکل میں اپنے سنہرے پروں سے اُڑ کر میرے پاس آیا۔ مینے ہاتھ پھیلا کر اسے گود میں لے لیا۔ اور بیٹا؟ بیٹا؟ کہہ کر پکارنے لگی۔ اور بیدار ہوگئی۔ اسی رات کی صبح کو تم پیدا ہوئے۔ میں تمہارا خوبصورت چہرہ دیکھکر الحمد پڑھنے لگی۔ اور خدا کا شکر بجالائی۔ اور خواب والے لڑکے سے تمکو ہمشکل پاکر جھجکی۔ اور بے خود ہوگئی۔ اس کے بعد اکثر میں تمہارے چہرے کو غور سے دیکھتی۔ اور اپنے خواب کے واقعات کو خیال میں دُہرانی رہتی۔ یہانتک کہ مجھے یقین ہوگیا۔ کہ جس ہاتف نے مجھے اس رات جگایا۔ وہ کوئی آسمانی فرشتہ تھا۔ جو مجھے بشارت دینے آیا تھا۔

تھوڑے دنوں بعد بندرگاہ پر ایک کشتی آئی۔ مسافر اپنی ضروریات لینے کے واسطے خشکی پر اُترے۔ اسمیں کچھ لوگ ایسے بھی تھے۔ جو خوابوں کی تعبیر اور آیندہ کا حال بیان کیا کرتے۔ مینے سُنا کہ انمیں ایک بڑھیا نبیہ نامی بڑی ہوشیار ہے۔ میں اپنا ہاتھ دکھانے اور آیندہ کا حال دریافت کرنے اسکے پاس گئی۔ اور اپنا ہاتھ اسکو دکھا کر کہا۔ مائی؟ کچھ میری آیندہ زندگی کا حال بتا۔ اس نے میرا ہاتھ دیکھا اور مجھے سر سے پانو تک گھور کر کہنے لگی۔ کیا تم چاہتی ہو۔ کہ میں تمہارے اُس خواب کی تعبیر بتا دوں جو تمنے اپنے بیٹے کے پیدا ہونے کی رات کو دیکھا تھا؟ خواب کا ذکر سُنتے ہی میرے ہوش اُڑ گئے۔ اور حیران رہگئی۔ کہ مینے تو کسی سے اسکا ذکر بھی نہیں کیا۔ اور اسکو میرے حال کی کچھ خبر ہوگئی ہے۔ کیونکہ وہ کل ہی تو الہیں آئی تھی۔ پھر مجھ جیسے غریب و بے کس کی کسی کو کیا پڑی۔ کہ کوئی حال دریافت کرتا۔ لیکن جب مجھے اسکی صداقت و کمال کا یقین ہوگیا۔ مینے کہا۔ کہ ہاں بیان کرو۔ اُس نے پہلے میرا پورا خواب بیان کیا۔ پھر اسکی تعبیر دینی شروع کی۔

محمد علی اپنی ماں کی باتیں دل لگا کر سُن رہا تھا۔ جب ماں یہاں تک پہنچی آگے بڑھا

Marfat.com

اور بے اختیار ہو کر کہنے لگا۔ اماں ؟ اس نے کیا تعبیر دی۔
خضرہ۔ (مسکرا کر) نبیہ نے کہا۔ تمہارا بیٹا امیر اور زبردست حاکم ہوگا۔ قوم اس کے سامنے گھٹنوں کے بل گر پڑیگی۔ اور وہ اُن کو تلوار سے مطیع کریگا۔ اور خاندان اسکی دولت پر ناز کریگا۔ اور عالم اسکی زور و قوت کا راگ گائیگا۔ خدا نے مجھکو خوش خبری دی ہے۔ اور وہ تخت نشین تیرا بیٹا ہے۔
محمد علی (بے صبری و فرط مسرّت سے) اماں؟ کیا صحیح ہے ؟ کیا مَیں امیر اور زبردست حاکم ہوں گا ؟ نہیں خدا کی قسم جو کچھ اُس نے کہا تھا اُسکو پھر بیان کرو۔
خضرہ۔ ہاں بیٹا ؟ اُس نے کہا تھا۔ کہ قوم اس کے سامنے عاجزی اور دنیا اس کی عظمت کریگی۔ یہ سُنتے ہی محمد علی اُٹھ کھڑا ہوا۔ گویا اسمیں نئی روح آگئی۔ اور اس کا چہرہ چمکنے لگا۔ اور کہنے لگا۔ اماں ؟ مَیں قسم کھاتا ہوں۔ کہ نبیہ کی بات صحیح کر دکھاؤں گا۔ اور جیسا اس نے کہا ہے مَیں ویسا ہی ہوں گا۔ مَیں بہت خوش ہوا۔ کہ تم نے میری آیندہ زندگی کا حال ظاہر کردیا۔ اور مَیں خدا سے دعا کرتا ہوں۔ کہ وہ آپ کو زندہ رکھے۔ تاکہ آپ بھی اُس حال کو دیکھیں۔ اب جب کبھی مجھ پر میرے ساتھی ہنسینگے۔ اور کہیں گے کہ غریب محمد علی سے کیا ہوسکتا ہے۔ تو کہوں گا کہ مَیں امیر اور زبردست حاکم بن کر رہوں گا۔ ہاں مَیں ان بزدلوں کو ابھی قابو میں لاتا ہوں۔ اگر اُنہوں نے شرط پوری کرنے سے پہلو تہی کی۔ تو ان کے لئے اچھا نہ ہوگا۔ . . . اماں . . خوش نصیبی اور عیش آپکے سامنے آیا چاہتی ہے آپنا امید نہ ہوں
خضرہ۔ (محمد علی کو پیار کی نگاہ سے دیکھ کر اور مسکرا کر) بیٹا ؟ افسوس اس آرزو کے خلاف میرے دل میں جو خیال گذرتا ہے۔ مجھے غمگین کرتا ہے۔ لیکن مَیں تمہاری آرزو کو دوست رکھتی ہوں۔ کیونکہ ہم غریب ہیں۔ اور نصیبہ امیروں ہی کا ساتھ دیتا ہے۔
محمد علی۔ ہاں۔ ہم اس وقت غریب ہیں۔ لیکن مالدار ہونے کی کوشش کریں گے اور ہمارا مددگار بھی موجود ہے۔
خضرہ۔ شاید تم مسٹر لیون کی طرف اشارہ کرتے ہو۔
محمد علی۔ ہاں وہی مَیں ابھی اُنکے پاس جاتا ہوں۔ اور دریافت کرتا ہوں۔ کہ مَیں کس طرح مالدار بنوں۔ ابھی ماں کچھ جواب نہ دینے پائی تھی۔ کہ محمد علی ترکی ٹوپی سر پر رکھ باہر نکل گیا۔ اور جلد جلد قدم بڑھا کر غریبوں کی تنگ گلیوں سے نکلتا ہوا

اے محلہ میں جا پہنچا۔ ماں کی باتیں سوچنے کے سوا اور کسی طرف بھی توجہ نہ تھی۔ راستہ
ں شہر کے چند لڑکے اس کو دیکھ کر دیوار کی آڑ میں چھپ گئے۔ اور کہنے لگے۔ کہ
ں ظالم کے سامنے نہ آؤ۔ کل یہی ہم سے بازی لے گیا تھا۔ جس دن اسکا چچا مرجائیگا
زرماں بیمار ہو کر مر جائیگی۔ اُس دن دیکھنا کیا حال ہوتا ہے تنگدستی اسکو ذلیل و خوار کریگی۔
ر ہماری خوشامد کرتا۔ اور ہمارے سامنے ناک رگڑتا ہوا نظر آئیگا۔ محمد علی انکو دیکھتے ہی
ن کے وسوسہ کو تاڑ گیا۔ لیکن اس نے اسکی کچھ پروا نہ کی۔ بلکہ سر ہلا کر کہا۔ ایک دن تمہیں
ں گا۔ یہ بھی اسی زمرہ میں ہیں۔ جن پر میرے انتقام کی بجلی گرےگی۔ یہ کہتا ہوا آگے نکل گیا
لی جذبات کی تصویر اسکے چہرے پر کھنچی ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ مسٹر لیون کی کوٹھی
پہنچ گیا۔ اور ایک تنگ راستہ سے کپڑے کے گٹھوں۔ سامان کے صندوقوں۔
ل وغیرہ کے پیپوں کے درمیان سے گذرتا ہوا ایک لکڑی کی دیوار تک پہنچا جس سے
وشنی کی جھلک دکھائی دیتی تھی۔ یہ مسٹر لیون کا ریڈنگ روم تھا۔ وہاں پہنچتے ہی
آواز اسکو سنائی دی۔ ایمبر کے پہلوان آؤ۔ دربار کے بادشاہ مرحبا۔ عزیز محمد علی خیر مقدم

محمد علی کے ہونٹ تبسم سے ہلنے لگے۔ اور دل میں کہا یہ خیر مقدم اور القاب سچے
وست کی مبالغہ آمیز تعریف ہے۔ لیکن مجھے ایک دن یہ اس قوم کی زبان سے سننا
زروری ہے جس کا میں سردار بنوں گا۔ محمد علی جونہی ریڈنگ روم کے اندر داخل ہوا
سٹر لیون استقبال کیلئے کھڑا ہو گیا۔ اور گلے لگا کر پیار سے کہنے لگا۔ عزیز؟ آج میں تم کو مبارک
وں۔ اور تمہاری خوشی میں شریک ہوں۔ تم نے جو کچھ کیا مجھے معلوم ہو گیا ہے۔
ور تمہارے خون آلودہ ہاتھ اسکے گواہ ہیں۔ تمہاری دلیری اور مہارت اور قوالر کی
ڑکوں پر بازی لیجانے کی خبر سن کر میں بہت خوش ہوا۔
محمد علی۔ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ آپ مجھکو اس قدر تعریف سے یاد کرتے
یں۔ اگرچہ میں اس کا مستحق نہیں۔ کیونکہ لڑکوں پر غالب آنا کوئی فخر نہیں۔ بلکہ ملکوں
ور ملکوں پر غالب آنا فخر کی بات ہے۔

مسٹر لیون (تعجب سے) تم کیا کہہ رہے ہو؟ اور کس خیال میں ہو؟
محمد علی۔ مجھے بہت سی باتوں کا خیال ہے۔ اور میں تمہارے پاس اس واسطے آیا
ہوں تاکہ اپنے مستقبل کو خاطر خواہ بنا سکوں۔

Marfat.com

مسٹر لیون - میں یہ دیکھ کر کہ تم اپنے آیندہ کا فکر رکھتے ہو۔ بہت خوش ہوں۔ اور میں نے تمہاری ماں سے اسکے متعلق کہہ چکا ہوں۔ کیونکہ میں تمہاری طبیعت سے اندازہ کرتا ہوں کہ تم کام کرنے والے مرد ہو گے۔ میں یہ بھی دیکھتا ہوں۔ کہ تمہاری، ماں اور چچا تمہاری کوشش کے سدّراہ ہیں۔ کیونکہ وہ سخت نگرانی رکھتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ تم ہمیشہ ناز و نعمت میں رہو۔ وہ بجائے محنت و مشقت کے عادی کرنیکے عیش و آرام کا خوگر بناتے ہیں۔

محمد علی - ہاں وہ ایسا ہی چاہتے ہیں۔ اگر میں انکو اختیار دے رکھوں لیکن میں جلد ہی حفاظت کی قید توڑ کر دنیا کی سختیوں کا مقابلہ کروں گا۔ اور ناز و نعمت کی چادر اُتار کر محنت و مشقت کا خوگر بنوں گا۔ میں تم سے قسمیہ پوچھتا ہوں۔ کہ مجھے آیندہ کی بہبودی کے لئے کیا کرنا چاہئیے۔

مسٹر لیون - (ٹھنڈا سانس کھینچکر) جس بات کو تم چاہتے ہو اُسکے لئے ایک چیز کا ہونا نہائت ضروری ہے۔ اور وہ تمہارے پاس بالکل نہیں۔

محمد علی - وہ کیا؟

مسٹر لیون - بیٹا؟ وہ مال ہے۔ کیونکہ آدمی کو خدا کی رحمت پر بھروسہ کر کے بیٹھ جانا۔ اور آیات قرآنی کا ورد کرتے رہنا کافی نہیں ہے۔ بلکہ اسکو لازم ہے کہ سیکھے۔ اور انتھک کوشش کرے۔ اگر تمہارے پاس مال ہو۔ جو چاہو کر سکتے ہو۔

محمد علی - اب میں اپنا مقصد حاصل کرنے کیلئے سب سے پہلے مال ہی جمع کرنیکی کوشش کرونگا آپ بتائیے میں کس طرح حاصل کر سکتا ہوں۔

مسٹر لیون - محمد؟ تم بالکل بچوں کی سی باتیں کرتے ہو۔ تم نہیں جانتے کہ دولت کمانا بہت دشوار امر ہے؟ میں اس سے انکار نہیں کرتا۔ کہ بہتیرے لوٹ مار۔ چوری چکاری اور رشوتوں سے بڑے مالدار اور ذی رتبہ بن گئے لیکن میں یقین کرتا ہوں کہ تم ان لوگوں میں نہیں ہو۔ اور تم غربت کو اس تونگری پر ترجیح دو گے جس کے اسباب امانت و دیانت کے خلاف ہوں۔

محمد علی - ہاں یہ بالکل سچ ہے۔ میں اپنے دست و بازو سے شرافت و عظمت اور دولت کو حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

مسٹر لیون - محمد؟ شرافت و عزت۔ عظمت و دولت بڑے بڑے الفاظ ہیں۔ جن کا

Marfat.com

حاصل ہونا دشوار ہے۔ میں ان کا ضامن نہیں ہو سکتا۔ ہاں میں اپنے کاروبار میں لگا کر تم کو تاجر بنا سکتا ہوں۔

محمد علی۔ تاجر؟ میں تاجر کس طرح ہوں۔ میرے پاس تو اسکا کچھ سامان بھی نہیں۔

مسٹر لیون۔ تم اپنے تو مالک ہو۔ اپنے نفس کی تجارت کرو۔۔ معاف کرنا میری اس بات سے ناخوش نہ ہونا۔ میرا یہ ہرگز مقصد نہیں۔ کہ تم اپنے آپ کو غلاموں کی طرح بیچو بلکہ خدا کی دی ہوئی عقل وفہم سے تجارت کرو۔ تم میرے یہاں رہو۔ میرا ہاتھ بٹاؤ۔ اور میرے خریدار اور مال کی خدمت کرو۔ تنخواہ اپنی ماں کو دینا۔ اور تمہارا کھانا کپڑا میرے ذمہ ہے۔

محمد علی۔ میں خیال کرتا ہوں۔ کہ آپ چاہتے ہیں۔ کہ میں کوٹھی کے دروازے پر ٹھہرا رہوں۔ اور تمہاری طرح خریداروں کو مرحبا کہتا اور ان سے چکنی چپڑی باتیں بناتا رہوں۔

مسٹر لیون۔ ہاں۔

محمد علی۔ اور خریداروں کی باتیں سنوں۔ اور اُن سے خوشی و مسرت کا اظہار کروں۔ اور طرح طرح کے غالیچے اور کشمیری شالیں دکھاؤں۔ اور جہاں داغ یا عیب ہو اُس پر انگلی رکھ کر چھپالوں اور بھاؤ تاؤ کروں۔ تعریفیں کر کے رغبت دلاؤں۔ جیسا کہ تم کیا کرتے ہو۔

مسٹر لیون۔ ہاں۔ ہاں۔ اور میں بہت خوش ہوا۔ کہ تم کام کرنے سے پہلے ہی اس سے واقف ہو۔

محمد علی۔ اور یہ کہ جو خاتون آئیں اُنکا استقبال کروں۔ اور اُن کے سامنے قہوہ پیش کروں۔ اور انکی خدمت میں لگا رہوں۔ انکے نوکروں خادموں اور کتے بلیوں کے قصے صبر سے سنا کروں۔ اور ہر ایک بات پر تحسین آفرین کہوں۔ اگرچہ ناگوار خاطر ہوں۔ اور اُن کے حسن وجمال کی تعریف کروں۔ گو وہ بوڑھی پھوس کیوں نہوں۔ جیسا کہ تم کرتے ہو

مسٹر لیون۔ ہاں۔ ہاں۔ خدا کی قسم۔ تم پکے تاجر ہو۔ تم کو کچھ لکھانے پڑھانے کی ضرورت نہیں۔

محمد علی (حقارت سے ہنستا ہوا سر ہلا کر)۔ جناب من؟ مجھے آپ سے محبت ہے میں آپ کی تعظیم کرتا ہوں۔ اور اکثر آپ کی طرف دیکھتا رہتا ہوں۔ اور آپ کی اُستادی اور صفائی سے متحیر ہوتا ہوں۔ لیکن میں تاجر نہیں بن سکتا۔ کیونکہ میں اپنے جذبات کو

Marfat.com

نہیں روک سکتا۔ اور جو دل میں ہو۔ وہ ظاہر نہیں کر سکتا۔ مجھے کوئی اور تدبیر بتائیے
مسٹر لیون۔ (تھوڑی دیر خاموش رہ کر) اچھا اگر تم اسکو نہیں پسند کرتے۔ تو لکھنا پڑھنا سیکھو۔ میں اپنے دفتر کا کام تمہارے سپرد کر دوں گا۔ کیونکہ میرا منشی بڈھا ہو گیا ہے۔ کام نہیں کر سکتا۔ تم دفتر کے حساب کتاب میں لگے رہو گے۔ تو نہ کسی کی ناگوار بات سننا پڑیگی اور نہ کسی کی خوشامد درآمد سے سروکار ہوگا۔ علاوہ اسکے لکھنے پڑھنے سے تم بہت جلد منیات ہو گے۔ اور اس سے معقول آمدنی پیدا کر سکو گے۔ کیونکہ ایسے لوگ بہت کم ہیں۔ اور....
محمد علی۔ (بات کاٹ کر)۔ لکھنا پڑھنا بھی مجھے ناپسند ہے۔ میں اہل قلم بننا نہیں چاہتا۔ بلکہ میری آرزو ہے۔ کہ لکھوں تو اپنا نام اپنی تلوار سے دشمن کے چہرے پر لکھوں اور بس
مسٹر لیون کھل کھلا کر ہنس پڑا۔ اور کہنے لگا۔ یہ لکھائی سب سے اچھی ہے لیکن میں ایک نصیحت کرتا ہوں۔ کہ اس انتظار میں اپنا وقت ضائع نہ کرنا۔ شیخ محمد شاعر داستان گو سے تم واقف ہو۔ وہ ہر روز شام کو عجیب و غریب قصص و حکایات اور پرانے تاریخی واقعات بیان کیا کرتا ہے۔ لوگ بکثرت اُن کے سننے کے واسطے جمع ہوتے ہیں۔ اور روپے پیسے مٹھیوں میں بھر بھر کر نثار کرتے ہیں۔ اس سے وہ بڑا مالدار بن گیا ہے لیکن اب اُس کا سن زیادہ ہو گیا۔ اور دانت گر گئے ہیں۔ اچھی طرح بیان نہیں کر سکتا۔ تم اسکے پاس جاؤ۔ اور اسکی داستانوں کو یاد کر کے اُس کے جانشین بنو۔
محمد علی۔ جناب! یہ بھی میری طبیعت کے موافق نہیں۔ کیونکہ میں دوسروں کے قصے بیان کرنے سے خوش نہیں۔ بلکہ چاہتا ہوں کہ خود بڑے بڑے کام کروں۔ اور بڑھاپے میں اپنے قصے اپنے خاندان والوں کے سامنے بیان کروں۔ تاکہ میرے واقعات انکے لئے عبرت ہوں۔ اب میں سمجھ گیا۔ کہ میرے لئے سپاہگری سے بہتر کوئی طریقہ نہیں میں سپاہی ہی بنوں گا۔
مسٹر لیون۔ واقعی جنکے خیال تمہارے جیسے ہوں اُنکے لئے سپاہگری سے بہتر کوئی کام نہیں۔ اور اگر تم جوان اور قوی ہوتے۔ تو میں یہی صلاح دیتا۔ لیکن تم ابھی دس سال کے بھی نہیں۔ اسلئے تم سے یہ کام نہ ہو سکے گا۔ پندرہ برس کی عمر تک صبر کرو۔ جب اس عمر کو پہنچ جاؤ۔ تو سپاہیوں میں داخل ہو جانا۔ اور اگر تمہاری عمر نے وفا کی۔ تو امید ہے کہ تم اقبالمند ہو گے۔ اچھا اب گھر جاؤ۔ اور یاد رکھو۔ کہ میں نے مصمم ارادہ کر لیا ہے

Marfat.com

کہ جبتک تمہیں اور تمہاری والدہ کو اعانت کی ضرورت رہیگی - مَیں برابر اعانت کرتا رہوں گا تم کسی بات کی کچھ فکر نکرو - اور جب کبھی کوئی حاجت پیش آئے - میرے پاس چلے آؤ - مَیں تمہاری مدد میں کوتاہی نہ کروں گا -

محمد علی نے مسٹر لیون سے مصافحہ کیا - اور شکریہ ادا کر کے کہا اچھا مَیں پندرہ برس کی عمر تک توقف کروں گا - اور اگر اس وقت لشکروں کی سرداری نہیں کر سکتا - تو قوالہ کے لڑکوں ہی پر حکومت جماؤں گا - اور انہیں مجبور کروں گا کہ میری عزت کریں اور میرا نذرانہ دیتے رہیں

بچپن کے ولولے

گذشتہ واقعات کا محمد علی کی زندگی پر بہت گہرا اثر ہوا - وہ کھیل کود سب بھول گیا - اور لڑکوں کی صحبت سے کنارہ کش ہو کر اکثر تن تنہا خاموش پھرا کرتا - یا اپنی ایک بندوق جو اُس کے باپ کی یادگار تھی لیکر سیر و شکار کو چلا جاتا - تھوڑے ہی دنوں میں پکا شکاری ہو گیا - کبھی نشانہ خطا نہ کرتا - اور کبھی کبھی اپنے چچا سے جو ایک بڈّھا سپاہی تھا تلوار چلانی سیکھتا - اور جب سمندر میں طوفان آتا اور اُسکی موجیں بڑھتیں تھیں کود پڑتا - اور گھنٹوں موجوں کے ساتھ سختی سے مقابلہ کرتا رہتا گویا اس نے تمام مردانہ خصلتیں حاصل کرنے کا ارادہ کر لیا تھا - جب گھر جاتا ماں اُسکے چہرے پر دلی جذبات کے آثار نمایاں دیکھتی - اور روز بروز جو خیالات اور آرزوئیں اُس کے دماغ میں جگہ کرتی جاتیں اُنہیں محسوس کرتی اور کہتی - کہ اگر مَیں مرد ہوتی جو کچھ یہ کرتا ہے مَیں بھی کرتی - اور موجودہ فقر و مسکنت کو ہرگز گوارا نہ کرتی - بلکہ حصول آرزو کے لئے سفر کرتی اور خطروں میں پڑتی لیکن مَیں ضعیف بیوہ ہوں - اور موت کے سوا مجھے کسی چیز کی آرزو نہیں - مجھے یہی کافی ہے کہ مَیں اپنے لڑکے کو اُس عقاب کے بچہ کی طرح دیکھوں جو اپنے ٹوٹے پھوٹے گھونسلے سے اُڑنے کیلئے بازو تیار کر رہا ہو - تاکہ وسیع عالم میں اُڑے اور فضائے آسمانی میں چکر لگاوے خدا محمد کی عمر میں برکت دے اور نبی کریم صلعم اُسکی حفاظت کرے -

محمد علی جب کبھی سیر کرنے جاتا تھا - تنہا ساحل کی ریت پر چلتا پھرتا یا اُن دشوار گذار چٹانوں پر چڑھتا جو ساحل کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھیں - ایک دن اُسکی نگاہ ایک

بلند چوٹی پر پڑی جہاں ایک چھوٹا سا سوراخ تھا۔ اسنے اسے عجیب و غریب دیکھ کر اندر جانے کی کوشش کی لیکن وہ اس قدر تنگ تھا۔ کہ اُس کا جسم اس کے اندر نہ جاسکا۔ کئی بار کوشش کرنیکے بعد ایک مرتبہ آخر کامیاب ہو گیا۔ اسکے اندر جاکر معلوم ہوا۔ کہ غار کشادہ ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ ہمیں کھڑے ہونے اور ٹہلنے کی جگہ نکل آئی۔ غار کے اخیر میں پہنچکر معلوم ہوا کہ یہ بہت کشادہ ہے۔ اور اوپر ایک سوراخ ہے جس سے روشنی آتی اور اس ظلمت کدہ کو روشن کرتی ہے۔ دوسری طرف ایک اَور سوراخ ہے جس سے سمندر صاف نظر ہے۔ محمد علی اس غار کو دیکھکر بہت خوش ہوا۔ اور مصمم ارادہ کر لیا کہ یہ غار کسی کو نہ بتاؤنگا بلا شرکت غیرے خود ہی مالک رہوں اور اسکو اپنی خلوت گاہ بناؤں۔ پھر دل میں کہنے لگا کہ کون جانتا ہے کہ مجھے اپنے دشمنوں بلکہ دوستوں کے شر سے بچنے کے لئے ایک دن اس غار سے فائدہ اُٹھانے کی ضرورت پیش نہ آئے گی۔ اور یہ کہتے ہی اس جگہ کو درست کرنے لگا۔ اور رہنے کے قابل بنالیا۔ اور جب کبھی اسکی ماں یا چچا یا مسٹر لیون اسے کچھ دیتے وہ اُس کو اوڑھنے بچھانے وغیرہ اسباب ضروری کے خریدنے میں صرف کرتا اور جب رات کی تاریکی پھیل جاتی وہ کل سامان اس پوشیدہ غار میں چھپا دیتا تاکہ اُسکو کوئی دیکھ نہ سکے۔ اور جب اس غار میں تکیہ لگا کر لیٹتا اور عالم خیال میں پہنچتا تو بہت خوش ہوتا۔ اور سمجھتا کہ گویا یہ غار ایک عظیم الشان محل بن گیا ہے۔ جسمیں شمعیں روشن ہیں۔ اور بوریا ریشمی گدا ہو گیا ہے۔ غلام و کنیز گرد و پیش دست بستہ خدمت کے لئے کھڑے ہیں۔ اور سمندر کی آوازیں راگ و سرود ہیں۔ پہروں اسی محویت میں پڑا رہتا۔ یہانتک کہ بھوک باہر نکلنے پر مجبور کرتی اور چار و ناچار باہر نکلتا۔ اور کہتا بھوک کا بُرا ہو۔ بھوک بُری بلا ہے جو انسان کی مسرت و خوشی کی سد راہ ہوتی ہے۔ مجھے چاہئے کہ میں حاجت کو کم کردوں۔ اور نفس کو اس سے مغلوب نہونے دوں۔ رفتہ رفتہ یہ خیال راسخ ہوتا گیا۔ اور وہ اکثر دو۔ دو۔ تین تین دن بے آب و دانہ پہاڑیوں اور غاروں میں پڑا رہنے لگا۔ کیونکہ اس نے قسم کھالی تھی کہ میں بھوک کی پروا نہ کروں گا۔ اور جب چاہوں اپنے نفس کو کھانے سے روک لوں گا۔ یا تھوڑی مقدار پر بس کروں گا۔ ایک مرتبہ متواتر دو دن گذر گئے۔ کہ ماں کے پاس نہیں گیا۔ ماں بے چین ہوئی اور اسے اندیشہ ہوا کہ کہیں کسی مصیبت میں نہ مبتلا ہو گیا ہو۔ وہ اپنی جھونپڑی کے سامنے بیٹھکر رونے چلانے لگی یہاں تک کہ تیسرا

شب بھی گذر گئی۔ صبح نمودار ہوئی تھی۔ کہ دیکھا کہ سامنے سے محمد علی آرہا ہے۔ سکا رنگ زرد پڑ گیا ہے۔ اور کمزوری کے آثار بدن پر ظاہر ہیں۔ ماں کو دیکھتے ہی اپنی حالت چھپانے کیلئے ہنسنے لگا۔ ماں نے دوڑ کر اپنے سینہ سے لگالیا اور کہا بیٹا! کہاں تھے؟ میں تمہاری جدائی میں بہت بے چین ہوں۔ محمد علی ماں کے سامنے جھک گیا۔ اور ہاتھوں کو بوسہ دیکر کہنے لگا۔ اماں؟ میں اپنے استقبال کے ساتھ تھا اور اس زمانہ کی مہمانی کر رہا تھا جو آنے والا ہے۔ جبکہ میں تخت پر بیٹھوں گا اور قوموں کے سر پر میری تلوار سونتی ہوئی ہوگی۔ اماں؟ تمہارا خواب پورا ہوگیا۔ اور جس زبردست حاکم کو خواب میں دیکھا تھا۔ وہ تمہارے بیٹے کی صورت میں آگیا۔ اور تمہارے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھا تمکو سلام کرتا اور تمہاری خوشنودی کا خواہاں ہے۔ ماں نے پوچھا تمہارا رنگ کیوں زرد ہے۔ اور قوت کیوں سلب ہوگئی۔ محمد علی نے افسوس سے کہا میں نہیں جانتا کہ مجھے کیا ہوگیا ہے۔ مجھے سیر کا شوق ہے لیکن میرے قدم میری خواہش پوری کرنے سے قاصر ہیں۔ لیکن آپ اس کا کچھ خیال نہیجے گھر چلئے۔ یہ کہتے ہی چاہا کہ محبت سے ماں کو اٹھا لے لیکن نہ اٹھا سکا۔ اور ماں کو بدن کی کمزوری دیکھکر یقین ہوگیا کہ بھوکا ہے مگر اس نے ظاہر کیا اور کہا میں نے تمہارے انتظار میں کل سے کھانا نہیں کھایا ہے آؤ دونوں ملکر خدا کی دی ہوئی چیزیں کھائیں۔ محمد علی کی نگاہ دسترخوان پر پڑی جسپر میوے اور روٹیاں رکھی ہوئی تھیں جب اسے معلوم ہوا۔ کہ لڑکوں نے میوہ شرط کے موافق حاضر کیا ہے۔ اسکی پیشانی چمکنے لگی۔ اور کھانے کیلئے ہاتھ بڑھایا۔ لیکن فوراً ہی اپنا ہاتھ سمیٹ لیا۔ اور اس کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ اور ماں سے کہنے لگا۔ اماں جان؟ معاف کیجئے لڑکوں کو والدین سے پہلے کھانا مناسب نہیں۔ آپ شروع کریں میں آپکی خدمت کروں۔

خضرہ نے اس شریفانہ خیال کی مخالفت کرنا مناسب نہ سمجھی اور شروع کر کے خوشی سے کھالیا۔ پھر کچھ میوہ اٹھا کر محمد علی کو دیا۔ چونکہ اسے بھوک بہت لگی ہوئی تھی اس نے شکریہ کے ساتھ لے لیا۔ اور نہایت ہی مزہ لے لیکر کھانا شروع کیا جب سیر ہوگیا ماں نے پوچھا بیٹا؟ آخر تم غائب کہاں تھے۔

محمد علی۔ کبھی پہاڑ کی چوٹی پر اور کبھی سمندر کے کنارے پر۔

خضرہ۔ وہاں تو گدھ اور کووں کے سوا کسی کی غذا ہی نہیں۔ پھر تم نے کھانا

کہاں سے کھایا۔

محمد علی ۔ مَیں نے کھانا ہی نہیں کھایا۔ کیونکہ مَیں چاہتا ہوں کہ بھوک پر غالب آجاؤں۔ اماں جان ؟ آپ سچ جانیں کہ مَیں اس تجربہ سے بہت خوش ہوا۔ کیونکہ مَیں نے بھوک کی تکلیف برداشت کرنیکے بعد جس مزہ سے آج کھانا کھایا اِس مزہ سے کبھی نہیں کھایا تھا۔

خضرہ ۔ (آنکھوں میں آنسو بھر کر) بیٹا ؟ خدا تیری عمر میں برکت دے۔ اور تیری مرادیں برلائے (گلاس آگے بڑھا کر) اس طرح شربت کا ایک گھونٹ پی لو۔ تمہارے دوست مسٹر لیون نے بھیجا ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ تقویت بخش ہے۔

محمد علی ۔ اماں جان ! ہر گز نہیں ۔ یہ تمہارے لئے تقویت بخش ہے ۔ مجھے اسکی ضرورت نہیں ۔ میرے لئے پہاڑی چشموں کا پانی کافی ہے ۔ یہ کہتے ہی تونبی اٹھالی اور جھونپڑی کے سامنے والے چشمہ سے بھر کر واپس آگیا ۔ پانی پیتے ہی ہاتھ پیروں میں جان اور چہرے پر رونق آگئی ۔ ماں نے دیکھکر کہا تیری تندرستی اور قوت دیکھکر میرا دل باغ باغ ہو گیا ۔ تجھے خدا کی قسم ہے کہ اب ایسے تجربہ کرنا جن سے صحت کو نقصان پہنچے ۔ سختیوں اور مصائب کا خوگر ہونا بہت اچھا ہے لیکن بلا وجہ بھوک اور پیاس کی تکلیف اُٹھا کر جسم کو کمزور کرنا درست نہیں ۔

محمد علی ۔ میں نے بلا وجہ ایسا نہیں کیا ۔ میں نے سُنا ہے کہ انسان کو کسی شے کا پورا لطف اُسی وقت آتا ہے جب ایک مدت تک وہ اس سے محروم رہا ہو۔ میں اِس کا امتحان کر چکا اور اب چاہتا ہوں کہ اپنے نفس کو روکوں تاکہ جس وقت مجھے تمام چیزیں ملیں میں خوب لطف اٹھاؤں ۔ اور سارا رنج و غم بھول جاؤں اماں جان ؟ مجھے سلامت رکھیے اور جس آئندہ زمانہ کی آپنے خوشخبری دی ہے اسکے لئے مجھے تیار ہونے دیجے اللہ تعالیٰ عنقریب آپکے خواب کو پورا کریگا ۔ وہی میرا مدد کرنے والا اور میرے کاموں کا سنوارنے والا ہے ۔

اماں ۔ بیٹا تم بہت فکر کرتے ہو اچھا کرتے ہو ۔ لیکن مجھ میں تمہاری جدائی کی برداشت کی تاب نہیں ۔ تمہارے دیکھنے کو دل تڑپتا رہتا ہے ۔ اور تم پاس نہ ہو تو نہ سہی لیکن مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ تم کہاں ہو ۔

محمد علی ۔ مَیں اس جھونپڑی سے زیادہ دُور نہیں جاتا ۔ آپ کو یاد ہوگا ۔ کہ جب مَیں

Marfat.com

اور آپ اس پہاڑی کی چوٹی کی طرف گئے تھے۔ اور میں نے آپ سے درخواست
کی تھی کہ چیتے کی بولی بولئے۔ اس سے میری یہ غرض تھی۔ کہ آپ کو یہ آواز سکھا دوں
تاکہ جب میں آپ کے پاس نہ ہوں اور آپ کو میرے بلانے کی ضرورت ہو تو جھونپڑی کے
کے دروازے پر کھڑے ہو کر ایسی ہی دو ایک آوازیں لگا دیں میں فوراً آپ کی خدمت
میں حاضر ہو جاؤں گا۔

ماں۔ بیٹا؟ یہ عجیب و غریب بات ہے آنے جانے والے مجھے کوؤں کی طرح بولتے دیکھ کر
کیا کہیں گے۔ کیا وہ یہ نہ خیال کریں گے کہ میں دیوانی ہو گئی ہوں۔

محمد علی۔ کیا آپ لوگوں کے کہنے کا خیال کرتی ہیں اور کیا ہمکو لوگوں کے خیالات
کی پروا کرنی چاہئے۔ جو لوگ آج ہمارا مذاق اڑائیں گے وہ کل آپ کو خوش کرنیکی کوشش
کرینگے۔ اور آپکے بیٹے کے سامنے سفارش لیکر حاضر ہوں گے۔ خدایا میری دعا قبول
کر اور میری ماں کو وہ دن دیکھنے کیلئے زندہ رکھ۔

محمد علی کی نگاہ دفعتاً ماں کے چہرے پر پڑی۔ رنج و ناامیدی کے آثار نمایاں دیکھ کر
آگے بڑھا اور کہنے لگا اماں جان؟ آپکو کیا ہو گیا ہے۔ آپ کیوں ڈرتی ہیں۔

ماں۔ خود بخود میرا دل بھر آتا ہے۔ مجھے صرف اس قدر اندیشہ ہے کہ شاید وہ دن دور
ہو اور میں اس وقت تک زندہ نہ رہوں۔

محمد علی۔ یہ کیوں؟ کیا آپ کچھ بیمار ہیں؟ کیا آپ کو کوئی تکلیف معلوم ہوتی ہے؟
سچ بتائیے۔

ماں (درد سے کروٹ بدل کر اور طبیعت سنبھال کر) نہیں میں بیمار نہیں ہوں اور
نہ مجھے کوئی تکلیف ہے بلکہ جب تک تم میرے پاس ہو بیماری پاس نہیں آسکتی۔ میری تمنا
اور خوشی یہی ہے کہ تمکو دیکھتی رہوں اور ......

محمد علی۔ (زیادہ بے چین ہو کر) آپ میں تو بات کرنے کی بھی قوت نہیں رہی میں
دیکھتا ہوں کہ آپ کا رنگ زرد ہو گیا ہے۔ اور ہونٹ کانپ رہے ہیں۔ آپکو خدا کی قسم ہے
مجھے بتائیے کہ آپ کو کیا ہو گیا ہے۔

خنسرہ۔ میں تم سے کہہ چکی کہ مجھے کوئی تکلیف نہیں معلوم ہوتی لیکن میں اس دن کے
دیکھنے کی منتظر ہوں جب لوگ تمکو عزت کی نگاہ سے دیکھیں۔ تمہاری [illegible]

Marfat.com

تم خدا کے پیارے بنو۔

محمد علی۔ خدا کا پیارا تو میں اُسی وقت ہو سکتا ہوں جب آپ مجھ سے راضی ہوں اور میرے لئے دعا کریں۔ اسکے بعد خدا آپ کو لمبی عمر اور عطا کرے کہ میری آرزوئیں پوری ہو جائیں۔ اور جس وقت آپ والد سے ملیں اپنے خواب اور نبیہ کے تعبیر کے پورا ہونیکی کُل کیفیت اُن سے بیان کر سکیں۔ آپ مجھ سے وعدہ کریں کہ اُس وقت کے آنے تک آپ ضرور زندہ رہیں گی۔

خضرہ۔ کیا میں غیب دان اور مختار ہوں۔ اگر تم سے ایسے وعدے کروں۔ کیا تم نہیں جانتے کہ خدا کے سوا کوئی غیب کا حال نہیں جانتا۔ اور مرنا جینا ہمارے اختیار میں نہیں ہے بیٹا؟ آدمی کی مثال درخت کے پتوں کی سی ہے۔ جب خزاں کا زمانہ آتا ہے اور ہوائیں چلتی ہیں پتے جھڑ جاتے ہیں۔ اور معلوم نہیں کہاں سے کہاں جا پہنچتے ہیں۔ ایسے ہی جب زندگی کی بہار کے بعد خزاں آتی ہے۔ ملک الموت آتا ہے۔ اور خدا کے حکم سے روحوں کو اُن کے خالق کے پاس پہنچا دیتا ہے . . .

محمد علی گھبرا کر فوراً ایک چھلانگ مار کر اپنی ماں کے پاس پہنچا۔ اُسکو اس طرح پکڑ لیا گویا وہ کسی زبردستی سے چھوڑانا چاہتا ہے۔ اور کہنے لگا نہیں میں نہیں باور کرتا کہ خدا مجھ پر اپنا کرم نہ کریگا۔ میں نہیں باور کر سکتا کہ اس سے پہلے کہ میں آپکی پرورش و شفقت کا کچھ بدلہ کر سکوں خداوندکریم آپ کا سایہ میرے سر پر سے اُٹھا لیگا۔ یہ ناممکن ہے کہ کوئی آپ کو مجھ سے لیلے آپ زندہ رہیں گی اور ضرور زندہ رہیں گی۔

محمد علی کے جھنجھوڑنے سے خضرہ کا حال اَور خراب ہو گیا اور اس صدمہ کے آثار اسکے چہرے پر نمودار ہو گئے۔ لیکن اس نے انکو چھپانا چاہا۔ اور بیٹے کو شفقت سے پیار کر کے کہنے لگی بیٹا! میں اس وقت تک اسلئے زندہ رہی کہ تمہاری پرورش کروں اور اگر تم نہ ہوتے تو میں بھی زندہ نہ رہتی۔ تم مرد بننا چاہتے ہو۔ مرد رویا نہیں کرتے۔ سپاہی بننا چاہتے ہو۔ سپاہی سختیوں سے نہیں گھبراتے۔ اور نہ دشوار سے دشوار مصیبت اُنکی ہمتوں کو پست کر سکتی ہے۔

محمد علی۔ میں جانتا ہوں کہ آپ ان باتوں سے میرے دل کو مضبوط اور مجھے اپنی جدائی کا صدمہ اٹھانے کیلئے تیار کرتی ہیں۔ اگرچہ میں زمانہ کی سختیوں کو جھیلنے اور زندگی کی کشمکش برداشت کرنیکو تیار ہوں لیکن آپکی جدائی

Marfat.com

اماں تاب نہیں - آپ یقین کریں کہ جب آپ نہیں ہیں میں بھی نہیں - آپ کے بعد میں
مندر میں گر پڑوں گا یا . . . . . .

محمد علی اپنی بات نہ پوری کر سکا اور اپنا سر والدہ کی گود میں ڈال کر رونے لگا - خضرہ نے
اس فرصت کو غنیمت جان کر اپنے آنسو پونچھ ڈالے تاکہ اسکا رونا نہ ظاہر ہو اور پھر بولی بیٹا؟
جسم کی کمزوری دل کو بھی کمزور کر دیتی ہے - تمہارا دل خیالی فرضی باتوں اور زمانہ کی
سختیوں سے تنگ ہونے والا نہیں ہے لیکن ان دنوں تم نے اپنے بدن کو بالکل کمزور
کر دیا - جس سے تمہارا دل بھی کمزور ہو گیا ورنہ تم بچوں کی طرح نہ روتے -

خضرہ کی باتوں نے محمد علی کے دل پر ایسا اثر کیا کہ وہ اُٹھکر اس کے سامنے کھڑا ہو گیا
اور کہنے لگا اماں؟ آپ بڑی بہادر ہیں اور چاہتی ہیں کہ میں آپ سے بہادری سیکھوں
اماں میں بھی انشاء اللہ ایسا ہی کرونگا -

تھوڑی دیر تک دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے رہے گویا ان کے دل چپکے چپکے
آپس میں باتیں کر رہے ہیں - ان باتوں کا محمد علی کے دل پر ایسا اثر پڑا کہ تمام عمر نہ بھولا -
جیل خانے میں بھی اکثر بیٹھ کر پچھلی باتیں سوچتا اور اُس وقت کو یاد کرتا جبکہ ماں نے اسکو سینہ پر
لگا کر پہلی ہی دفعہ میں سچی محبت اسکے دل میں کوٹ کوٹ کر بھر دی - کچھ دیر کے بعد خضرہ
نے اپنا ہاتھ محمد علی کے بازو پر رکھا اور کہا مجھ سے وعدہ کرو کہ جیسے کل تم نے اپنی جان کو
بھوک سے تکلیف دی آیندہ کبھی ایسا نکرو گے -

محمد علی - میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ جان کی سلامتی کیلئے جسم کو ضرور غذا پہنچاتا رہونگا
کیونکہ مجھے اپنے قوی دل کی ضرورت ہے جو زندگی کی سختیوں میں میری مدد کرے - میں آپ سے
وعدہ کرتا ہوں مگر میں چاہتا ہوں کہ جسم کو دل کے قابو میں رکھوں اسلئے میں ایک بات دوہرا
کر اگر غائب رہوں تو آپ پریشان نہوں - میں تنہائی کا مشتاق ہوں - وہی میری درسگاہ
ہے اور اسی میں میں اپنے ضروری خیالات کی تکمیل کرتا ہوں جلتی پھرتی روحیں ہمارے
ان میرے گرد گھومتی رہتی ہیں اور آنکھوں سے نظر نہیں آتیں مجھے بہت کچھ تعلیم دیتی ہیں
جنکی مجھے آیندہ زندگی میں سخت ضرورت ہوگی - جب آپکو میری ضرورت ہو چھینکی کی
آواز دل کر مجھے بلا لیجئے گا -

خضرہ - (اپنے اضطراب کو چھپا کر) اور اگر مجھ سے یہ نہ ہو سکے اور میری آواز اس قدر

کمزور ہو جائے کہ سُنا ہی نہ دے ؟۔

محمدؐ علی - (غور سے دیکھکر) آپ کیا کہتی ہیں ؟ کیا آپکو ایسی ہی توقع ہے اور آپ کچھ اس کا احساس کرتی ہیں ؟

خضرہ - اس وقت تو مجھے کچھ نہیں معلوم ہوتا - لیکن ایسا ہونا ممکن تو ہے -

محمدؐ علی - (اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپا کر اور آہ سرد بھر کر) یہ محال نہیں ہے میں جاتا ہوں اپنے چچا طوسوں آغا کو یہ آواز سکھاتا ہوں تاکہ جب ضرورت پڑے اُن سے کہکر مجھے بلوالو - آپ مجھ سے اس کا وعدہ کرلیں تاکہ مجھے اطمینان ہو جائے - ورنہ میں اپنی تنہائی کی راحت اور اپنے درس ریاضت سب کو چھوڑ دوں گا -

خضرہ - میں تم سے اس کا وعدہ کرتی ہوں - تم میری خاطر اپنی آیندہ بہبودی کی طلب میں کوتاہی نہ کرو - اے چھوٹے شہباز اُڑ اور دل کھول کر پرواز کر - خدا تجھ سے راضی رہے اور تجھکو بھلائی کی ہدایت کرے - پھر خضرہ نے جھُک کر محمدؐ علی کی پیشانی کو چوما اور محمد علی خضرہ کے ہاتھ کو بوسہ دیکر اپنے چچا کی طرف چلدیا جو جھونپڑی سے قریب ہی اپنے کام میں لگا ہوا تھا - محمدؐ علی نے جب چچا کے پاس جاکر اپنے آنے کی غرض بیان کی اور چیتے کی آواز سکھانے کا قصد ظاہر کیا - طوسون آغا تعجب سے محمدؐ علی کیطرف دیکھکر کہنے لگا - بیٹا تمہیں آج کیا ہوگیا ہے - کیا تمکو مجھ جیسے بڈھے سے یہ امید ہے - کہ لڑکپن کے زمانہ کی طرف پھر رجوع کروں - اور چڑیوں کی زبانیں اسلئے سیکھوں کہ تمہاری اماں جب تمکو بلانا چاہیں میں تمکو پکار دوں - محمدؐ علی برابر اصرار کرتا رہا کبھی عاجزی سے کہتا کبھی سختی سے آخر اُس نے چچا کا ہاتھ پکڑ لیا - اور لئے ہوئے پہاڑی کے کنارے پر پہنچگیا اور ماں کی بزرگی کا واسطہ دلاکر التجا کرنے لگا - یہانتک کہ چچا کو ماننا پڑا اور وہ اس آواز کی مشق کرنے لگا اور جب بولنا آگیا تو محمدؐ علی کی پیشانی چمک اُٹھی اور کہنے لگا اب میں بے فکر ہوگیا جب اماں آپ سے میرے بلانے کی خواہش ظاہر کریں آپ یہاں کھڑے ہوکر اسی آواز سے پکاریں میں فوراً آجاؤں گا لیکن مجھے ایک بات دریافت کرنیکی سخت ضرورت ہے اسلئے میں چچا جان آپ کو ہر ایک عزیز اور خدا و رسول کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ میری ماں کا سچ سچ حال بتادیجئے کہ وہ بیمار ہیں یا نہیں -

یہ سُنتے ہی طوسون آغا کا چہرا متغیر ہوگیا اور رنج و ملال کے آثار نمودار ہوگئے اور

Marfat.com

ر نیچا کر لیا - منتظر تھا کہ کیا جواب ہے - محمد علی نے آگے بڑھکر کہا چچا جان؟ میں نے آپ کو
ی بڑی قسمیں دلائی ہیں آپ مجھ سے سچ بیان کر دیں -

طوسون آغا - عزیز من مجھ سے نہ پوچھو کیونکہ آئندہ آنے والی باتوں کے درپے ہونا
ٹھیک نہیں - اور ہمکو مشیت ایزدی پر راضی رہنا چاہیئے -

محمد علی - لیکن خدا نے اپنے کلام پاک میں ہمیں والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم
ا ہے - لہذا میرا فرض ہے کہ میں دریافت کروں کہ والدہ کی یہ حالت کیوں ہو گئی ہے -

طوسون آغا - (غمگین آواز سے) وہ زرد پڑ گئی ہیں اور چند قدم چلنے سے سانس چڑھ
ا ہے میں نے دیکھا ہے - اور تم بھی ہاتھ لگاؤ گے تو آگ کی طرح تپتا پاؤ گے - اور گمان
لب ہے کہ آخر میں جو انکو بخار آیا ہے یہ اسی کا نتیجہ ہے - اب ضعف بہت بڑھ گیا ہے
ٹر لیون نے ایک مقوی شربت بھیجا تھا - کہ اس کے پینے سے طاقت آجائیگی -

محمد علی - ہاں انکو ضرور شفا ہوگی کیونکہ خدا انکو مجھ سے چھین کر بے یار و مددگار نہ کریگا -

طوسون آغا - (ملامت کی نگاہ سے دیکھکر) اکیلے اور بے مددگار؟ نہیں یہ نہ کہو جبتک
طوسون آغا زندہ ہے اس وقت تک ابراہیم آغا کا بیٹا بے یار و مددگار نہیں ہو سکتا -

محمد علی کا چہرہ ندامت سے سرخ ہو گیا اور اپنے چچا کی طرف بڑھکر ان کے ہاتھ کو کئی بار
بوسہ دیکر بولا چچا جان؟ میرا قصور معاف فرمائیے - اماں جان کا سایہ سر سے اٹھ جانے
کے خیال نے حواس باختہ کر دیا تھا - رہی آپ کی محبت و شفقت اسکو میں کبھی فراموش
نہیں کر سکتا - میں آپ کا تہ دل سے ممنون ہوں - اب آپ کو آواز کی مشق ہو گئی ہے
اس لئے جب آپ میرے بلانے کا ارادہ کریں اس کا خیال رکھیں -

یہ کہکر چچا کو رخصت کیا - اور چٹانوں پر ہرن کی طرح کودتا ہوا چلا گیا -

طوسون آغا اسکو دیکھ رہا تھا - اور کہتا جاتا تھا کہ کیسا پیارا اور ہر دلعزیز ہے معلوم
نہیں اب کس وقت اسکی ماں کو اس کا جمال دیکھنا نصیب ہو یا کب مجھے اسکی دید
کا موقع ملے - طوسون آغا کے آنسو جاری تھے - لیکن اس خوف سے کہ کہیں آنسو پونچھنے
میں محمد علی نظروں سے غائب نہ ہو جائے - آنسو نہ پونچھے - جب وہ نگاہ سے اوجھل
ہو گیا اور چٹانوں نے اسے اپنے آڑ میں چھپا لیا وہ سر نیچا کئے ہوئے اپنے کام پر
واپس چلا آیا -

Marfat.com

مرض الموت

محمد علی کو اپنی ماں کی باتیں یاد ہیں اور اسے بیمار دیکھکر اسکا تردد بڑھتا جاتا ہے۔ غم وافگار نے اس پر ہجوم کرلیا ہے۔ وہ کھیل کود کو چھوڑ چکا۔ اسکے چہرے پر پژمردگی چھائی ہے۔ اور اسکے ساتھی بھی اس سے الگ الگ رہنے لگے ہیں لیکن شرط کے پھل پھول بدستور پیش کئے جاتے ہیں۔ محمد علی کبھی کبھی انکو دوڑنے اور کشتی لڑنے کے لئے بلاتا ہے۔ لیکن اب چند زورآور اور تنومند لڑکوں کے سوا نہ کوئی اس سے کشتی لڑتا ہے اور نہ اس کے ساتھ دوڑنا چاہتا ہے۔ وہ سب اس سے بازی لیجانے سے مایوس ہو چکے ہیں جہاں کہیں اسے دیکھ پاتے ہیں اس کے سامنے سے دائیں ہو کر نکل جاتے ہیں تاکہ اسکی نگاہ ان پر نہ پڑے۔ لیکن اسکی تیز وسنجیدہ نگاہیں ان پر پڑتی ہیں اور وہ حقارت آمیز تبسم کے ساتھ کہنے لگتا ہے۔ کہ آج یہ کمزور زبردستوں سے آنکھیں چرا لیں۔ لیکن میں ان چھوٹی چھوٹی چڑیوں پر اچھی طرح سے نوچوں گا۔ اس وقت انہیں معلوم ہوگا کہ میں ان کا سردار ہوں۔

ان دنوں محمد علی اس فکر میں ہے کہ کمائی کا کوئی نیا طریقہ نکالے۔ اور جہاں تک ہوسکے اپنی ماں کے لئے عیش وآرام کے سامان مہیا کرے۔ اسلئے وہ پہلے سے بھی زیادہ گھر سے غائب رہنے لگا ہے۔ جب سمندر میں طوفان بپا ہوتا ہے اور مچھیرے ایمر نہیں پہنچ سکتے۔ تو وہ ان کے جال سمیٹنے اور شکار لانے کیلئے آمادگی ظاہر کرتا ہے ہاں بایں شرط کہ اجرت دوچند دی جائے۔ مچھیرے اس خوف سے کہ کہیں سمندر کی موجیں جال اور شکار دونوں کو نہ بہالیجائیں دُونی اُجرت پر رضی ہو جاتے ہیں ایک دن ایک مچھیرے نے اپنے جال کو سمیٹنے کیلئے خلیج کے عبور کرنے کا ارادہ سمندر میں طوفان آیا ہوا اور سخت دھند چھایا ہوا تھا۔ مگر خلیج میں کودنے کا حوصلہ نہ اور اسے یقین ہوگیا۔ کہ جال اور شکار دونوں ہاتھ سے گئے۔ وہ کنارے پر کھڑا اپنی قسمت کو روتے اور اللہ سے عاجزی کرنے لگا کہ دفعتاً دھیمی سی آواز سے کسی نے کہا دوست کیوں خلیج کے پار نہیں جاتا اور جال ومچھلی نہیں اٹھالاتا؟ مچھیرے نے مڑکر

دیکھا کہ محمد علی اس کے پیچھے کھڑا مسکرا رہا ہے۔ یہ دیکھکر مچھیرا بولا ایسے طوفان اور سمندر میں کون خطرے میں پڑ سکتا ہے۔ اس کے علاوہ آج جمعرات کا دن ہے جسمیں سمندر کے دیو اپنے غاروں سے نکلتے ہیں تاکہ آدمیوں کو سمندر کی تہ میں گھسیٹ لیجائیں۔ ہائے میرے جال و شکار دونوں جاتے ہیں۔ اور یہ تمہارے چچا طوسون آغا کی خوش قسمتی ہے۔ میں مجبوراً دوسرا جال لینے جاؤں گا۔ اور وہ اپنی عادت کے موافق تمام روپیہ جو میرے پاس ہوگا دھروا لیگا۔

محمد علی۔ میرا چچا تو صاحب فراش ہے اور کام نہیں کر سکتا۔ تو میری نصیحت مان اور اپنا جال بچانے کے لئے کوشش کر۔ پھر تجھے ایسا جال نہ ملیگا۔

مچھیرا۔ (غصہ میں آکر) تمہاری نصیحت کس کام کی ہے۔ میں کر ہی کیا سکتا ہوں میں کیا کوئی ماہر سے ماہر شکاری بھی آج کے ایسے دن میں اپنی جان کو خطرے میں نہیں ڈال سکتا۔

محمد علی۔ تجھ سے اگر نہیں ہو سکتا۔ تو بتا مجھے کیا دیگا۔ اگر میں جال اور اسکی مچھلیاں تجھے لا دوں۔

شکاری۔ محمد علی تم مجھ سے ہنستے ہو۔ مجھے یقین نہیں آتا۔ کہ اس طوفان کے وقت تم اپنی جان جوکھوں میں ڈالنے کو تیار ہو۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ سمندر منہ پھاڑ پھاڑ کر آتا ہے۔ کہ ہمیں نگل جائے حالانکہ ہم ساحل پر کھڑے ہیں۔ سوچو تو موجوں میں پڑ کر کیا حال نہ ہوگا۔

محمد علی۔ تمہاری کشتی بہت ہلکی ہے میں اسے باسانی چلا سکتا ہوں۔ اور بحری دیو مجھ سے محبت کرتے ہیں وہ اٹھا کر مجھے ایمبرو لیجائیں گے۔ تو میں تمہارے جالوں کے سمیٹنے کے لئے جاتا ہوں بشرطیکہ جو اجرت میں مانگوں وہ دینی کرو۔

مچھیرا۔ (جس کا نام عمرو ہے) جال کی برآمد کا متوقع ہوکر بولا۔ اچھا کیا اجرت مانگتے

محمد علی۔ تمہارے جال میں جتنی مچھلیاں نکلیں انمیں سے آدھی۔ جب میں جال اور مچھلیاں نکال لاؤں تم اپنے چار دوستوں کو بلا لو۔ وہ مچھلیوں کی قیمت آنک دیں اسکی آدھی قیمت مجھے دیدینا۔ کہو منظور ہے۔

عمرو۔ (ترش رو ہوکر) اتنی اجرت۔ میں کچھ بیوقوف ہوں جو اسکو قبول کرلوں۔

محمد علی۔ بیوقوفی تو یہ ہے کہ یہ شرط نہ قبول کرو۔ اور جال و شکار دونوں
میں تم سے پھر کہتا ہوں کہ میرے چچا طوسون آغا نے جال بُننا چھوڑ دیا ہے۔
تمہارا جال بہت اچھا ہے۔

عمرو۔ محمد علی حرص کو چھوڑو۔ اگر چاہو تو چوتھائی قیمت دینے کو میں تیار ہوں
محمد علی۔ میں دکاندار نہیں ہوں۔ قیل و قال کی حاجت نہیں۔ اگر نصف قیمت دینی
ہو دو۔ نہیں تو میں جاتا ہوں۔

عمرو۔ (افسوس کرتے ہوئے) اچھا اگر تم نہیں مانتے تو آدھی ہی قیمت دیدونگا
رہی میری کشتی؟ خدارا جلدی کرو۔ ایسا نہ ہو کہ موجیں جال کو پارہ پارہ کردیں۔

محمد علی۔ اچھا لیکن پہلے اپنے اقرار پر کسی کو گواہ کردو۔

عمرو۔ (بایوسی سے آنکھیں بند کرکے) کیا اللہ گواہ نہیں ہے۔

محمد علی۔ یہ صحیح ہے لیکن مجھے اندیشہ ہے کہیں تمہاری بات سمندر کے شور۔
اللہ کے کان تک نہ پہنچے۔ میں اپنے دوست مسٹر لیون کو لے آتا ہوں۔ تم اسکا
اپنا وعدہ دُہرا دینا۔

یہ کہکر محمد علی نے عمرو کو اتنی مہلت نہ دی کہ وہ اُسے ٹھیرا سکے۔ جھپٹا اور تیر
طرح دوڑتا ہوا مسٹر لیون کی دوکان پر پہنچا۔ اور کہا کہ میرے ساتھ چلو۔ اور ایک شکا
جو عہد و پیمان ہوا ہے اسے سُن لو۔ مسٹر لیون محمد علی کو بہت پیار کرتا تھا۔ وہ فوراً
ساتھ ہولیا۔ لیکن جب عمرو سے باہمی قرار داد سُنی تو اُسکی طرف غضب آلود نگاہ
دیکھکر کہنے لگا۔ عمرو؟ تجھے خدا کا خوف نہیں۔ کہ تو اس بچہ کو بہکا کر اس طوفان میں ڈالتا
تو گناہ کا مرتکب ہورہا ہے۔ اور چاہتا ہے کہ اسے موت کے مُنہ میں ڈال دے
اسے نکلنے پر تیار بیٹھی ہے۔

یہ سُن کر محمد علی کا چہرہ سُرخ ہوگیا۔ آستین چڑھا کر کہنے لگا مسٹر لیون؟ ذرا مجھے
کیا تم مجھکو بہت سے مردوں سے قوی اور زبردست نہیں پاتے۔

مسٹر لیون۔ عزیز؟ میں تمہاری عمر کو دیکھتا ہوں نہ قوت کو۔ تم مرد ہو یا بچے کہ
نہیں ایسے طوفان کے وقت سمندر میں نہ جانا چاہئے۔

محمد علی۔ لیکن میں آپ کو دکھا دونگا کہ میں طوفان کی ذرا بھی پروانہ کرتا جبکہ

Marfat.com

لتی ہو۔ قبل اس کے کہ مسٹر بون کچھ اور کہے محمد علی کشتی کی طرف جھپٹ پڑا۔ اور اسکو
ل کر اسمیں اتر گیا۔ اور دم کی دم میں موجوں پر جا پڑا۔ اور انکو کاٹنے لگا۔ کشتی کبھی بلند
ی تھی گویا آسمان سے جا لگے گی۔ اور کبھی نیچے کو اترتی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ
یں اسکو ابھی اپنے پنجے میں لے لینگی۔ اسی حالت میں محمد علی نگاہوں سے چھپ گیا
ن اپنے پورے زور سے ڈانڈ ہلاتا۔ اور جوش طرب میں آ آکر باواز بلند پکارتا تھا جبتک
زندہ ہوں مجھے اسی طرح حوادث سے لڑنا چاہئے۔ اور اسی طرح میں زندگی کے
ائب کو پست کرونگا۔ موجیں میرے عزم کی پختگی کو دیکھیں گی اور بآسانی مجھے
بر و پہنچا دینگی یا ہوا نے بھی طوفانی ہونیکے باوجود محمد علی کی مدد کی اور جزیرہ المیرد
ادیا۔ اس نے فوراً جال جمع کئے اور مچھلیوں کی کثرت دیکھکر گھبرا گیا اور لوٹنے
لئے طوفان کے فرو ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ اسکی ماں نے سچ کہا تھا کہ محمد علی
ی دیو تجھ سے پیار کرتے ہیں اور تیری سلامتی چاہتے ہیں اسلئے کہ ابھی محمد علی کو
مار کرتے ہوئے کچھ دیر نہیں ہوئی تھی کہ طوفان رکا۔ ہوا تھمی سمندر اپنی اصلی
ت پر آگیا۔ آفتاب چمکنے لگا اور بادل جو جزیرے کے گرد چھائے ہوئے تھے
ٹ گئے۔ اور محمد علی بغیر کسی بڑی تکلیف کے اس جگہ پہنچ گیا جہاں شکاریوں کا
گروہ اسکی انتظار کر رہا تھا۔ انہیں میں عمرو بھی کھڑا تھا۔

اس وقت عمرو کا چہرہ سیاہ پڑ گیا ہے۔ اور تھوڑی دیر انتظار نہ کرنے اور سابقہ
رواد پر نادم ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مسٹر بون گواہ نہ ہوتا۔ تو وہ اپنے
مد کو توڑ ڈالتا۔ اور وعدہ خلافی میں ذرا بھی پس و پیش نہ کرتا۔ جوں جوں صیاد دل سے
ھلیاں نکالے جاتے تھے ایک طرف عمرو کا پیچ و غصہ بڑھتا جاتا تھا۔ اور دوسری
طرف شکاری مچھلیوں کی زیادہ مقدار پر حیران و متعجب ہوتے جاتے تھے۔ الغرض
کاریوں نے مچھلیاں ۵۰ روپیہ کی تباہیں۔ یہ سنکر محمد علی کی خوشی کا ... نہ
ار نمودار ہوگئے۔ اور اسے اس وقت تک اپنی قسمت کا یقین نہ آیا کہ عمرو نے نہایت
ردو افسوس کے ساتھ اپنی تھیلی سے روپیہ نکال کر دئے۔ اور یہ کہتے ہوئے محمد علی کو
ئے "حریص لے خدا تجھے انمیں برکت نہ دے۔ تو نے میرے کنبہ کا حصہ رزق
چھین لیا۔ میں بحر کا دیوتاؤں سے درخواست کرونگا کہ تجھ ... اور تجھے

تو نے مجھ سے چھینا ہے میرے اس نقصان کی تلافی کریں" یہ سن کر محمد علی جھلا کر بولا عمرو؟ کیوں اپنے نفس کو آپ ذلیل و خوار کرتا ہے میں نے تجھ سے کچھ نہیں چھینا۔ میں نے اپنی جان کو اس اجرت کے لئے جو شرافت سے حاصل کی ہے خطرے میں ڈالا پھر تجھے کیا حق ہے کہ یہاں لوگوں کے سامنے تو میری توہین کرتا ہے۔ لوگو اس بیداد سے میرا انصاف کرو۔ یہ سن کر جماعت کی جماعت باتفاق عمرو کو جھڑکنے لگی۔ اور سب نے کہا محمد علی سچ کہتا ہے۔ مسٹر لیون آگے بڑھا اور بولا۔ بیٹا؟ تم نے جو واجبی طور پر کمایا ہے اس سے تمہاری کون توہین کرسکتا ہے۔ آو میرے ساتھ میرے گھر چلو۔ ہم بہت تھک گئے ہیں۔ ساتھ ساتھ کھانا کھائینگے اور تم وہاں اپنے کپڑے بھی آگ سے سکھا لینا۔

محمد علی۔ (ہنس کر) میرے کپڑے بھیگے ہیں۔ لیکن میرے بدن میں جو گرمی ہے وہ انکو جلد سکھا دیگی۔ اس سے میں انکار نہیں کرتا۔ کہ محنت نے مجھے تھکا دیا۔ اور مجھے ایسا بھی معلوم ہوا کہ سمندر کے دیو مجھے نگلنا چاہتے ہیں۔ لیکن انکی گرج مجھے بینڈ کے ترانوں سے بھی زیادہ بھلی معلوم ہوتی تھی۔ اور اب میں بھوکا ہوں اور آپ کی دعوت کو بشکریہ تمام قبول کرتا ہوں۔

مسٹر لیون۔ (پیار کی نگاہ سے دیکھ کر) عزیز؟ تم بھی عجیب الاطوار ہو اگر مجھے لوگوں کا یہ خوف نہ ہوتا کہ کہیں گے مینے محمد علی کو عیسائی بنا لیا۔ تو میں ضرور تمکو بیٹا بنا لیتا۔ اچھا تب تو جب میں یہاں سے جاؤں گا تم میرے ساتھ میرے وطن چلو گے۔ اور میرا دین اختیار کرکے میرے مال کے وارث بننا قبول کرو گے۔

محمد علی۔ مسٹر لیون؟ میں سمجھتا ہوں کہ تم مجھ سے دل لگی کرتے ہو کہ ایسی باتیں کہہ رہے ہو۔ ورنہ تمکو ابراہیم آغا کے بیٹے سے یہ امید نہ ہوگی کہ وہ کسی اور کا بیٹا بنے۔ نہیں۔۔ نہیں۔۔۔ جو مسلمان عیسائی بننا پسند کرے۔ وہ کافر ہے۔ مجھے آپ معاف کریں کیونکہ میں آپ کو اس سے آزردہ کرنا نہیں چاہتا۔۔۔۔ اور۔۔۔۔

مسٹر لیون۔ (بات کاٹ کر) تم نصرانی کو کافر کہتے ہو۔ اچھا کچھ مضائقہ نہیں۔ آؤ اس بات کو یہیں ختم کردیں جیسا مینے کہا ویسا جواب پایا۔ اب ہمیں پھر اسی سابقہ دوستی پر آجانا اور ملکر شراب پینا چاہیئے۔

جب یہ دونوں مسٹر لیون کے مکان پر پہنچے تو دسترخوان پر بیٹھ گئے۔ اور خوشی خوشی

کھانا کھایا۔ کھانے سے فارغ ہو کر محمد علی نے کہا۔ اگر آپ مجھے اپنے ساتھ نہ بھی لاتے تب بھی میں آپکے پاس آتا۔ کیونکہ جو مال میں نے حاصل کیا ہے اسکے بارے میں آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔

مسٹر لیون۔ میں یہ دیکھکر خوش ہوں کہ تم اس معاملہ کی طرف توجہ کرتے ہو۔ شاید تمہاری مرضی یہ ہے۔ کہ جو کچھ تم نے پایا ہے۔ وہ مجھے دیدو۔ تاکہ میں اسے تمہارے نام پر کسی کام میں لگا دوں۔ یہ ارادہ بہت مبارک ارادہ ہے۔ اور میں تمہارے روپیہ پر بڑا فائدہ مقرر کرنے کے لئے تیار ہوں۔

محمد علی۔ نہیں۔ نہیں۔ میں کنکر سے گھر بنانے کا خیال نہیں کرتا۔ میرا یہ ارادہ نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم سے بعض ضروریات خریدوں۔ اور چونکہ میں جانتا ہوں کہ تم مجھ سے محبت کرتے ہو۔ اسلئے مجھے امید ہے کہ آپ مجھ سے چیزوں کی ایسی گراں قیمت نہ لیں گے جیسی مالداروں سے لیا کرتے ہیں۔

مسٹر لیون۔ بیشک یقین رکھو میں تم سے لاگت کے دام لونگا۔ کہو تم کیا خریدنا چاہتے ہو

محمد علی۔ ایک عمدہ حریر کا دوپٹہ اور سفید لمبا نقاب جو شریف عورتوں کے لائق ہو۔

مسٹر لیون۔ (چونک کر) میں سمجھا۔ اب تم بچے نہیں رہے۔ تم جوان ہو گئے محبت نے تمہارے دل میں جگہ کر لی۔ اور تم اپنی دولہن کے لئے یہ خریدتے ہو۔

محمد علی۔ نہیں۔ مجھے ابھی تک بی بی کا خیال بھی نہیں۔ لیکن اس سے میں انکار نہیں کرتا کہ میں جو کچھ خریدتا ہوں۔ وہ محبت ہی کا ہدیہ بنا کر کسی کو پیش کرونگا۔

مسٹر لیون۔ محمد علی پھر تمہاری کوئی محبوبہ ہے۔ میں اس بات سے بھی خوش ہوں کہ تم اس کم سنی میں اپنے آپکو منگنی کی بلا میں گرفتار نہ کرو۔ جو تمہارے یہاں کی رسم ہے اور پھر شادی ہونے تک کوئی ایسی بات دیکھو جو تمہیں پسند نہ آئے۔

محمد علی۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ اس دستور کو برا سمجھتے ہیں۔ لیکن ہم بیوی سے اگر کوئی ناپسندیدہ حرکت دیکھتے ہیں۔ تو اسے اسکے گھر بھیجدیتے ہیں۔ تمہاری طرح زنا شوئی کے تعلق قائم رکھنے پر مجبور نہیں ہوتے۔ اگرچہ سخت مصیبت ہی کیوں نہ اٹھانی پڑے۔ ہمارے نبی نے ہمیں یہ حکیمانہ رخصت دی ہے۔ اور ہم نکلوٹا شوئی کے تعلقات قائم رکھنے پر مجبور پاتے ہیں۔ اگرچہ حالت کیسی ہی خراب کیوں نہ ہو۔ تم بارہا اپنی

آنکھوں سے دیکھتے ہوکہ تمکو دھوکہ دیا گیا لیکن کچھ نہیں کر سکتے۔

مسٹرلیون۔ تم مجھ سے تاکید کہہ چکے کہ تم اپنا ہدیہ اپنی چاہتی محبوبہ کو دوگے اسلئے میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اچھی طرح سمجھ سوچ کر کام کرنا اور ہوشیار رہنا۔

محمدؐ علی۔ اس قدر اہتمام نہ کیجیے اور میری باتوں سے دھوکا نہ کھائیے۔ میں یہ اپنی والدہ کو دونگا جسکے سوا میں نے نہ کسی سے محبت کی اور نہ کرونگا۔ لاؤ ایک کامدانی کا دوپٹہ اور ایک زرنگار نقاب تاکہ میں اپنی ماں کو پہناؤں۔ اور وہ انہیں پہنکر جامع مسجد میں جائے اور عورتیں اسکے لباس کو دیکھکر اسپر حسد کریں۔

مسٹرلیون کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور کہنے لگا بیٹا؟ جو کچھ تم چاہتے ہو میں تمہیں دیتا ہوں۔ اور آیندہ سے میں تمہیں اپنا بیٹا کہونگا تاکہ تم سے مجھ کو جو محبت ہے اُسکا اظہار کرسکوں۔ میرے ساتھ گودام میں چلو۔ اور قیمت سے قطع نظر کرکے جو تمہیں پسند آئے چُن لو۔

محمدؐ علی گودام میں گیا۔ اور اس نے طرح طرح کے کپڑوں میں سے ایک عمدہ ارغوانی کامدانی کا دوپٹہ اور ایک زرنگار حریر کا نقاب چُن لیا۔ اور مسٹرلیون کو وہ روپیہ دیدیا جو عمرو سے لیا تھا۔ پھر دونوں چیزیں اپنے ساتھ لیکر خوشی خوشی اپنی ماں کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ اماں جان میں آپ کے لئے وہ چیزیں لایا ہوں جو آپ چاہتی ہیں۔

ماں۔ کیا اپنے سوا کچھ اور لائے ہو۔ مجھے تو تمہارے سوا اور کسی چیز کی تمنا اور آرزو نہیں

محمدؐ علی۔ آپ کو ایسے دوپٹے اور نقاب کی ضرورت تھی جیسے کہ امیر گھرانے کی بیبیاں پہنا اوڑھا کرتی ہیں۔ میں وہی آپکے لئے لایا ہوں۔ . . . نہیں . . . نہیں . . . آپ فکر نہ کریں میں اپنے پسینہ کی کمائی سے اسے خرید کر لایا ہوں۔

خضرہ کی طبیعت بجائے اسکے کہ اس ہدیہ سے خوش ہوتی اس کا دل اور مکدر ہوگیا۔ اور موت کی زردی اسکے چہرے پر چھا گئی اور کہنے لگی بیٹا؟ تصنع و تکلف میری عادت نہیں۔

محمدؐ علی۔ اماں؟ یہ دونوں میں تمہارے ہی لئے لایا ہوں۔ آپ مسٹرلیون سے پوچھ لیں کہ میں نے انکو نقد قیمت دی ہے۔ کیا آپ سمجھتی ہیں کہ میں آپکے اس بوسیدہ لباس کو نہیں دیکھتا جسے پہنے ہوئے آپ جامع مسجد جایا کرتی ہیں۔ کیا آپ سمجھتی ہیں کہ میں آپ کے

Marfat.com

پیوند دار لقاب کو نہیں دیکھتا۔ مجھے لوگ کہتے ہیں کہ تیری ماں کے ایسے کپڑے بھی نہیں جنہیں پہنکر گھر سے باہر نکل سکے۔ میں نے یہ باتیں سُنیں اور مجھے سخت رنج ہوا۔ لیکن اب تو میری خوشی کی بھی کوئی حد نہیں۔ کہ مجھے یہ مقدرت نصیب ہوئی کہ آپکے لئے نئے نئے کپڑے لاؤں۔ اماں جان؟ انہیں پہنئے۔ اور یہی پہنکر نماز کیلئے جایا کیجئے۔

خضرہ۔ یہ نہیں ہوسکتا۔ جو لوگ ہمارے پھٹے پُرانے کپڑے دیکھکر ہنستے ہیں وہ اور بھی زیادہ ہنسیں گے۔ کہ ابراہیم آغا کی غریب بیوہ ارغوانی چادر اور امیر عورتوں کا سا حریر پہنے ہوئے نکلتی ہے۔ اگر تم نے یہ چیزیں خرید لیں اور واپس کرنا ممکن نہیں تو انہیں رکھ چھوڑو۔ اپنی دولہن کو پہنانا نہ اپنی بڑھیا ماں کو۔

محمد علی۔ (غصہ اور رقت کی ملی جلی حالت میں) اماں؟ ابھی تو تم جوان ہی ہو۔ جب یہ کپڑے پہنو گی تو قوالہ کی تمام عورتوں سے حسن و جمال میں بڑھ جاؤ گی۔ انہیں میری خاطر پہنو۔ اور مقنعہ اتار دو تاکہ لوگ دیکھیں اور حیران رہ جائیں۔

خضرہ۔ بیٹا؟ یہ کیا بکواس ہے خاموش۔ غنیمت ہے کہ ہمارے پاس کوئی بیسرا نہیں جو تمہاری باتیں سنتا ہو۔ کوئی پاکدامن عورت ایسی نہ ہوگی جو بے نقاب پھرے۔ اور کسی نے اسے دیکھیں۔ میں کبھی ایسی بات نہ کروں گی جس سے میرے بیٹے محمد علی کو شرمندگی اٹھانی پڑے۔ تو بس اس گٹھڑی کو مسٹر لیون کے پاس واپس پہنچا دو میں ان کپڑوں کو نہیں پہن سکتی۔

محمد علی کپڑوں کی گٹھڑی ماں کے سامنے رکھتے ہی کو تھا۔ جب اس نے ماں کا پچھلا فقرہ سنا اسکو اٹھالیا اور کہنے لگا تو آپ انہیں نہ پہنیں گی اور اس ہدیہ کو رد ہی کریں گی جسکو محبت بھرا دل آپکے سامنے پیش کرتا ہے اور ذریعہ سعادت سمجھتا ہے۔

خضرہ۔ ہاں بیٹا؟ میں اسکو واپس ہی کرتی ہوں۔ تم ملول ہو تم نے تمہیں سب بتا دیا

محمد علی۔ تو اچھا پھر میں یہ ہدیہ مجبوراً سمندر کی دیویوں کی نذر کروں گا وہ میری شکرگذار ہونگی۔ اور ان کے حاصل کرنے کے لئے جس طرح میری جان کو خطرے میں ڈالا تھا۔ اسکی قدر کرینگی۔

یہ کہکر محمد علی نے منہ پھیرا اور بجلی کی طرح دروازے کی طرف جھپٹا۔

خضرہ۔ ہیں ہیں بیٹا کہاں کو۔

محمد علی۔ ان کپڑوں کو سمندر میں ڈالنے کے لئے۔

Marfat.com

خفضرہ - لٹ پھرو - الٹے - اچھا میں قبول کرتی ہوں - انکے سمندر میں ڈالنے سے انکار کیجھوڑنا اچھا ہے -

محمد علی - (مسکراکر) تو مجھ سے آپ وعدہ کریں کہ آپ پہن لینگی -

خفضرہ اٹھ بیٹھی اور کپڑوں کو کھول کر غم وافسوس سے ملے تبسم کے ساتھ انکو ٹٹولنے لگی -

محمد علی یہ دیکھکر بولا - اماں ؟ یہ ہدیہ میری اس محبت کا ایک ثبوت ہے جو چاہتی ہے کہ آپ ارغوانی کپڑے اور سنہرا زیور پہنیں - میرا جی یہی چاہتا ہے کہ میں اپنی ماں کو تمام عورتوں میں بہتر دیکھوں - محمد علی یہ کہہ رہا تھا اور خوشی اسکے چہرے پر چھائی ہوئی تھی لیکن یہ خوشی بہت جلد ملال سے بدل گئی - اور غم وقلق نے آگھیرلیا - اسلئے کہ اسنے دیکھا کہ اسکی ماں کا چہرا زرد ہوگیا ہے - خاصکر اُس وقت کہ ارغوانی روپٹہ کھول کر اس نے اپنے سامنے رکھا - محمد علی گھبراکر بولا اماں ؟ کیا آپ بیمار ہیں ؟ میں آپ کو بے چین دیکھ رہا ہوں -

خفضرہ - نہیں .. نہیں میں بیمار نہیں ہوں - عنقریب تم بہت خوش ہوگے جب تم مجھے دیکھو گے کہ میں نے یہ خوش وضع روپٹہ اوڑھا اور یہ زریں نقاب پہن لیا ہے بیٹا ؟ تم خوش رہو - پھلو پھولو - میں جبتک زندہ ہونگی تمہاری اس یادگار کی حفاظت کرونگی

محمد علی - (اپنی ماں کے ہاتھ کو بوسہ دیکر) اماں جان ؟ میں آپکا شکرگذار ہوں کہ آپ نے میرا یہ ہدیہ قبول کیا اور میں یقین کرتا ہوں آپ میری اس حرکت سے ناخوش نہ ہوئی ہونگی

خفضرہ - ضبط نہ کرسکی اور بولی - نہیں میں ناخوش نہیں - اور پھر کہنے لگی کہ آج کیا بات ہے کہ میں دیکھتی ہوں - کہ تم خلاف عادت گھر میں زیادہ ٹھیرے اور ابھی تک سیر وتفریح کیلئے ساحل پر نہیں گئے - تم اتنی دیر کیوں باہر نہیں پھر آتے کہ میں تمہارے بیمار چچا کی اعادت کرکے واپس آجاؤں - اور ہاں تم میری وجہ سے جلدی آنے کی فکر نہ کرنا میں واپس آکر تمہارے انتظار کے بغیر سوجاؤنگی - اچھا لو جاؤ اللہ نگہبان -

محمد علی - خوشی سے ہنسا اور ماں کے گلے سے لپٹ گیا اور پھر باہر چلدیا +

Marfat.com

قصہ گو

محمد علی اپنی ماں سے رخصت ہو کر گلیوں میں سے ہوتا ہوا پہاڑی کی چوٹی پر چلا۔ اور چپکے چپکے اپنے دل میں کہنے لگا۔ کہ آج مینے ایک سبق بھی حاصل کر لیا۔ اور اماں جان بھی اپنی طبیعت اچھی بتاتی ہیں۔ اب اگر میں تھوڑی دیر اپنے حجرہ میں آرام کروں۔ تو کوئی حرج نہیں پہاڑی کی چوٹی پر پہنچنے کے شوق میں ہوا کے گھوڑے پر سوار تھا۔ ذرا سی دیر میں غار کے دروازہ پر پہنچ گیا۔ اور ادھر ادھر دیکھ کر کہ کوئی دیکھتا تو نہیں ہے۔ جھٹ سے غار میں داخل ہو گیا۔ غار کے اندر پہنچ کر اسکی گھبراہٹ جاتی رہی۔ پیشانی چمک اٹھی اور بآواز بلند کہنے لگا۔ اب میں اپنی سلطنت میں آگیا۔ میں اسکا نہایت ہی مشتاق تھا۔ اس وقت جس قدر میں اپنے اوپر ناز کروں بجا ہے۔ اتنا ہی کہنے پایا تھا کہ کچھ یاد آیا۔ دفعتاً رک کر کہنے لگا! اماں جان نے مجھ سے کہا تھا۔ کہ دنیا میں صاحب اقبال وہی ہوتا ہے جو اپنی خواہشوں کو روکتا ہے۔ میں بھی عہد کرتا ہوں کہ اپنی خواہشوں کو روکوں گا۔ مجھے سعادت اسی وقت نصیب ہوگی۔ کہ نفس پر جبر کروں۔ اور جو کچھ وہ مانگے اسے نہ دوں مینے یہ نیت کی ہے کہ پھولوں کی سیج پر ہرگز نہ سوؤں گا۔ بلکہ بھالوں کی نوکوں پر دوڑوں گا تاکہ میرے پاؤں تکلیف کے خوگر ہو جائیں۔ میں اس وقت ایک نادان بچہ کی طرح اپنے غار میں اپنے تخت پر تنہا بیٹھا ہوں۔ نہیں مجھے آرام پسند نہ ہونا چاہیئے۔ یہ غار اور یہ تخت مجھے بھلا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن مجھے اپنے نفس کا کہنا نہ ماننا چاہیئے۔ میرا جی تو یہی چاہتا ہے کہ اس غار میں پڑا ہوا آسمان کی نیلی فضا اور سمندر کے خوشنما نظارے دیکھتا۔ اور ان دونوں صفحوں سے نئے نئے سبق پڑھتا رہوں۔ لیکن یہ میری نادانی ہے۔ بہتر یہی ہے کہ اپنے دل سے باتیں کرنے کے بجائے اوروں کی باتیں سنکر ان سے سبق حاصل کروں۔ یہ کہکر محمد علی الٹے پاؤں لوٹا اور اس نے ارادہ کر لیا کہ اب مشہور داستان گو اور شاعر کے قصے سنا کروں۔ جیسے کوئی اپنے سایہ سے ڈر کر بھاگے محمد علی اسی طرح دوڑتا ہوا باہر آیا۔ اسے خوف تھا کہ کہیں تن آسانی کا خیال غالب آکر غار ہی کی طرف [illegible] ۔ دوڑتا جا

تھا۔ اور دبی آواز سے کہتا جاتا تھا۔ میں نے نفس کشی شروع کر دی ہے۔ مجھے نصیب د
خوش بخت ہونا چاہیئے۔
محمد علی ابھی کچھ دُور نہیں گیا تھا۔ کہ راستہ میں حسان تنوبچی کو دیکھا اسکے نوکر چاکر اسے گھیرے
ہوئے ہیں۔ جونہی محمد علی پر اسکی نظر پڑی ہنس کر سلام کیا۔ محمد علی نے بھی نہایت وقار و
تمکنت سے وعلیکم السلام کہا۔ بعدازاں حسان بولا محمد علی؟ تم کو میری خوش قسمتی یہاں لائی
ہے۔ میں نے تمہاری تلاش میں آدمی بھیجے ہوئے ہیں۔ عثمان بیمار ہے اس نے ایک کبوتر
اُڑتا ہوا دیکھا۔ اُسکا بھنا ہوا گوشت کھانے کو اُس کا جی چاہتا ہے۔ اگرچہ وہ جانتا ہے کہ
اس کا شکار آسان نہیں مگر انسان کی طبیعت ہی کچھ ایسی واقع ہوئی ہے۔ کہ جو چیز نہیں مل
سکتی اُس کا زیادہ خواہاں ہوتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ عثمان کی آرزو پوری ہو جائے
اور یہ بھی جانتا ہوں کہ تم سے بہتر کوئی نشانہ نہیں لگا سکتا۔ اسی لئے تمہاری تلاش
میں آدمی بھیجے تھے۔ امید ہے کہ براہ مہربانی میرا یہ کام کر دوگے۔ محمد علی نے جواب دیا
کہ اگر میں اپنے آقا عثمان کی کوئی خدمت کر سکوں تو مجھے بہت خوشی ہوگی آپ عثمان کی
تسلی کر دیں۔ میں جا کر ابھی اپنی بندوق اور شکار کا سامان لئے آتا ہوں۔ یہ بات
پوری بھی نہ کی تھی کہ محمد علی اپنی جھونپڑی کی طرف چلدیا۔ اور بندوق اُٹھا کر بھری اور
کبوتروں کی تلاش میں نکلا۔ ایک گھنٹہ نہیں گذرنے پایا تھا۔ کہ چار کبوتر مار لئے اور
یہ کہتا ہوا حسان کے گھر کو چلا۔ آج ہی نفس کا کہنا نہ ماننے سے مجھے فائدہ ہوا۔ یہ کیا
کچھ کم بات ہے کہ عثمان کا جس چیز کو جی چاہتا تھا جب اُسے وہ ملجائیگی تو خوش ہوگا۔ محمد علی
جب حسان آغا کے محل پر پہنچا تو اُس نے دیکھا کہ ایک ارمنی غلام دروازے پر کھڑا انتظار
کر رہا ہے۔ اس نے محمد علی کو دیکھکر سلام کیا۔ اور کہا میرے آقا عثمان اور اُنکے والد باغ
میں آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ اور مجھے حکم ہے کہ آپ کو آتے ہی اُن کے پاس لیچلوں
آپ میرے پیچھے پیچھے آئیے۔ محمد علی نے کبھی یہ باغ نہیں دیکھا تھا۔ جب وہ پھلواری
کی روشوں میں سے گذرا جہاں پھولوں کی مہک پھیل رہی تھی۔ قریب تھا کہ اس فردوس
زمین میں داخل ہونے کی خوشی سے اُچھل پڑے۔ لیکن اس نے ضبط کیا اور متانت و
بے پروائی سے چلتا ہوا ایک پردے کے سامنے جا کھڑا ہوا جس پر سنہرا کام ہو رہا
تھا۔ اس کے اندر ایک تخت پر مریض عثمان لیٹا ہوا اور اسکا باپ ایک عمدہ کرسی پر

اسکے برابر بیٹھا ہوا تھا۔ جونہی کہ عثمان کی نظر محمد علی پر پڑی باپ سے کہنے لگا ابا جان ؟ دیکھو کیسی خوبصورت آنکھیں ہیں اور کیسا اچھا جسم ہے۔ جوان ایسا ہی ہونا چاہئے ورنہ نہ ہو تو بہتر ہے محمد میرا ہم سن ہے لیکن ہم دونوں کے جسموں میں کتنا فرق ہے حسان نے ٹھنڈے سانس کو روک کر اور تصنع سے مسکرا کر کہا بیٹا ؟ اللہ تم کو جلدی سے شفا دے تم بھی بہت جلد محمد کی طرح توانا ہو جاؤ گے۔ پھر محمد علی کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ اور کہا کہو تمنے اپنا وعدہ پورا کیا اور کبوتر لائے ؟۔

محمد علی۔ جی ہاں۔ میرے آقا عثمان کیلئے کبوتر حاضر ہیں۔

عثمان تکیہ کے سہارے ہو بیٹھا۔ اور اپنا لاغر ہاتھ بڑھا کر محمد علی سے مصافحہ کیا۔ اور کہنے لگا ہائے محمد علی تم میرے پاس کیوں نہیں آتے جاتے مجھے تمہارے دیکھنے سے بڑی مسرت ہوتی ہے۔

محمد علی۔ آپ سے ملنے کا شوق تو مجھے بھی بہت رہتا ہے۔ لیکن مجھ جیسا فقیر آپ جیسے امیر و رئیس کی صحبت میں کیونکر آئے۔

عثمان۔ امیر و رئیس سے تمہاری کیا مراد ہے۔ میرے نزدیک تو غنی تم ہو کہ تندرست ہو پوری قوت رکھتے ہو۔ سمندر کے جانور اور ہوا کے طائر تمہارے مطیع ہیں تم قوی ہو۔ اور قوت ہی شرافت ہے۔

شوربجی نے بیٹے کے اس مبالغہ کو پسند نہ کیا۔ اور کہنے لگا عثمان جو دولت و شرافت تمہیں حاصل ہے۔ وہ کچھ کم نہیں۔ رہی صحت وہ بھی انشاء اللہ جلد حاصل ہو جائیگی پھر کبوتر محمد علی کے ہاتھ سے لیلئے۔ اور الٹ پلٹ کر انکے خوبصورت پروں کو دیکھنے لگا اور بولا ابھی انمیں زندگی کی گرمی باقی ہے۔ اللہ۔ اللہ ایک گھڑی پہلے یہ زندہ تھے آدمی بھی کیا بلا ہے جس نے اپنی تدبیر سے اڑتے ہوئے جاندار کو مار ڈالا اور اس کی خوشی کا خاتمہ کر دیا محمد علی ؟ میں تمہارا شکر گذار ہوں تمنے میری خواہش پورا کیا۔ لو یہ اس محنت کی اجرت ہے۔ ہاتھ بڑھا کر دو اشرفیاں نکالیں اور دینے لگا محمد علی پیچھے ہٹ گیا۔ اور اس کا چہرہ سرخ ہو گیا اور غصہ کے آثار نمایاں ہونے لگے عثمان نے یہ دیکھکر محمد علی کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ اور بولا ابا جان یہ تو ناراض ہو گئے۔ کہ یہ کیوں دیتے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ یہ کبوتر مجھے بطور تحفہ کے دئے ہیں

خواہش پوری کرنے کے لئے لائے ہو نہ قیمت لینے کے لئے۔ کل جو کچھ تم نے میرے ساتھ کیا۔ میں اُسے ہرگز نہ بھولوں گا۔ اور وہ تمہاری دوستی کی کافی دلیل ہے۔

شوربجی۔ (تعجب سے) عثمان؟ وہ کیا۔ تم نے مجھ سے کیوں نہیں کہا؟

عثمان۔ میں نے آپ سے باین خیال نہیں کہا تھا۔ کہ آپ مجھ پر خفا ہونگے۔ میں نے عرصہ سے طبیب کے کہنے کے موافق دو خادموں کو حکم دے رکھا تھا۔ کہ مجھے پہاڑ کی چوٹی پر لیجایا کریں۔ میں روزمرہ وہاں ایک درخت کے نیچے جا کر بیٹھا کرتا تھا۔ جو مجھے بھلا معلوم ہوتا ہے۔ جہاں سمندر اپنے جوش وخروش کے ترانے مجھے سُنا تا۔ اور میں اُفق کے اُس خط کو دیکھا کرتا۔ جہاں زمین و آسمان ملے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کل میں بیٹھا ہوا سیر کر رہا تھا۔ کہ دفعتاً آسمان سیاہ ہو گیا۔ اور مینہہ کی دھمکی دینے لگا۔ ہمیں یہ خیال بھی نہ تھا کہ موسم یوں بدل جائیگا۔ کہ ہم پہلے سے کچھ تیاری کر لیتے۔ فضا کی یہ متغیر حالت دیکھکر مینے اس خوف سے کہ مینہہ میں بھیگ نہ جاؤں دونوں خادموں کو گھر بھیجدیا تاکہ گاڑی لاکر مجھے اُسمیں بٹھا لیچلیں۔ ابھی اُنکو گئے ہوئے دیر نہوئی تھی۔ کہ موسلادھار مینہہ پڑنے لگا۔ اور درختوں کے پتوں میں سے گرگر کر بڑی بڑی بوندیں مجھے بھگونے لگیں۔ جاڑہ مجھے محسوس ہوا۔ اور میں سمجھ گیا انجام بُرا ہوگا کہ دفعتاً پاؤں کی آہٹ میرے کان میں پڑی۔ اور محمد علی ادھر سے آنکلے۔ جب مجھے اس حال میں دیکھا۔ مینہہ سے میری زندگی خطر میں سمجھکر اپنے جسم سے مجھپر سایہ کیا۔ اور مجھے مینہہ اور جاڑے کے اثر سے بچالیا۔ جب تک خادم لوٹ کر آئیں یہ بالکل شرابور ہو چکے تھے مینے ہرچند ان سے کہا کہ گھر تک میرے ساتھ چلو۔ لیکن انہوں نے ایک نہ مانی مینے اصرار کیا کہ انعام ہی قبول کرلیں۔ مگر انہوں نے یہ بھی منظور نہ کیا اور کہنے لگے کہ میرا بھیگنا میرے لئے غسل ہے جس سے مجھے خوشی حاصل ہوئی۔ اگر تم بھیگ جاتے تو تکلیف اُٹھاتے۔ پھر مجھے وہیں چھوڑکر یہ بھاگ گئے۔ حتیٰ کہ میں شکریہ بھی ادا نہ کرسکا۔

شوربجی یہ سنکر کہنے لگا محمد علی؟ تمنے بڑا احسان کیا کہ عثمان کو بھیگنے سے بچالیا۔ تمہارا حق ہوگیا ہے۔ کہ تمکو بہت بڑا صلہ دیا جائے۔ میں تمکو نیا لباس دونگا۔ تاکہ ان پُرانے کپڑوں کو اُتار کر انہیں پہنو۔

محمد علی۔ جناب من۔ مجھے نئے کپڑوں کی حاجت نہیں۔ میں ان پُرانے کپڑوں کو

نہیں بدلنا چاہتا- یہ میرے باپ کی یادگار ہیں- جنکو میری ماں نے میرے لئے حفاظت سے رکھ چھوڑا تھا- ان کپڑوں سے مجھے اپنا باپ یاد آتا ہے-

شوریجی- اچھا تو پھر یہ اشرفی ہی لے لو-

محمدؐ علی- میں انہیں بھی نہیں قبول کر سکتا- مینے صرف اپنا فرض ادا کیا ہے- اور ادائے فرض پر میں اجرت لینا گوارا نہیں کر سکتا-

محمدؐ علی کی گفتگو سن کر شوریجی کے چہرے پر سلوٹیں پڑ گئیں لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہے عثمان سبقت کر کے بولا- محمدؐ علی؟ یہ اشرفیاں اس کام کیلئے لیلو جو میں ابھی تم سے کہوں گا- میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ ابا جان یہ بتانا بھول گئے- کہ ان اشرفیوں کے دینے کا کیا مطلب ہے- مینے سنا ہے کہ ایک نیا قصہ گو شہر میں آیا ہے- لوگ اس کی بہت تعریف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ محمدؐ شاعر سے بڑھا ہوا ہے- یہ تو تمہیں معلوم ہو گا کہ محمدؐ بازار میں بیٹھکر پرانے قصے کہانیاں اور ترکوں کی تاریخ بیان کیا کرتا تھا- یہ نیا شاعر قسطنطنیہ سے آیا ہے- اسکی باتیں نہایت ہی دلچسپ ہوتی ہیں- لیکن وہ بازار میں نہیں بیٹھتا بلکہ اس نے ایک مکان کرایہ لے لیا ہے اور داخلہ کا ٹکٹ مقرر کر دیا ہے- میں چاہتا تھا- کہ خود جا کر اسکی داستانیں سنوں- لیکن ابا وہاں جانے کی اجازت نہیں دیتے اور کہتے ہیں کہ قصوں کے سننے سے طبیعت میں ہیجان پیدا ہو گا- اور مکان کی خراب ہوا نقصان کریگی- میں چاہتا ہوں کہ یہ اشرفیاں ابا جان سے لیلو اور میری جگہ قصہ سننے جاؤ- اور داخلہ کی فیس ادا کر دو- اور ہر روز آ کر جو کچھ وہاں سنو مجھے سنا جایا کرو- یہ مجھے یقین ہے کہ میری خاطر تم اس تکلیف کو گوارا کرو گے- تم جانتے ہو کہ مجھ میں تمہاری سی قوت نہیں ہے کہ پہاڑوں پر جا کر چڑھوں- اور کسی چٹان پر بیٹھکر سمندر کی موجوں کے ترانوں کو سن سکوں- میں مجبور ہوں کہ بیماری کی وجہ سے اپنے چھوٹے سے گھر میں رہوں- زیادہ سے زیادہ میری خوشی اسی میں ہے کہ تم روزمرہ میرے پاس آؤ- اور سنا ہوا قصہ سنا جایا کرو- کیا تم میری اس آرزو کو پورا نہ کرو گے؟-

محمدؐ علی عثمان کی یہ باتیں سن کر اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے ہاتھ بڑھا کر عثمان کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہنے لگا اچھا لئے لیتا ہوں- اور نئے شاعر کی باتیں سننے جاؤں گا- کل انشاءاللہ تمہارے پاس آؤں گا- اور جس دن تم چاہو گے سنا ہوا قصہ سنا جایا کروں گا اور اس

Marfat.com

خدمت کے بجالانے کو اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا۔ عثمان نے اسکا شکریہ ادا کیا اور محمد نے شوربجی سے اشرفیاں لے لیں۔ آخر میں شوربجی نے کہا مجھے یقین ہے کل تم ضرور آؤ اور جو کچھ شاعر سے سنو گے اسے پوری طرح سے یاد رکھ سکو گے۔ محمد علی شکر ادا کرتے رخصت ہوا۔ اور بغیر اسکے کہ ادھر ادھر دیکھے یا حاکم کے مکان کی زیب و زینت اسکی نگاہ کو اپنی طرف کھینچ سکے وہ مکان سے باہر نکل آیا۔ اس وقت اسکے دل و دماغ میں کوئی خیال اسکے سوا نہ تھا کہ داستان سرا کی داستان جاکر سنے اور واپس آکر عثمان کو سنائے۔

جب داستان سرائی کا وقت قریب آیا محمد علی قصہ گو کے مکان پر پہنچا۔ بہت سے لوگ اسکو گھیرے ہوئے بیٹھے تھے۔ مگر سب خاموش۔ محمد علی بڑھتا چلا گیا اور اسکے سامنے جا بیٹھا۔ تھوڑی دیر کے بعد قصہ گو نے یوں داستان شروع کی:۔

میں تم سے ترکوں کی قدیم تاریخ انکی سلطنت اور سلطنت کی عظمت کا کچھ حال بیان کرچکا ہوں۔ اب اُن دور دراز ملکوں کا حال بیان کروں گا جنکو ہمارے سلطان نے اپنی قوت و شوکت سے اپنی سلطنت میں شامل کرلیا ہے۔ مصر ان میں سب سے پہلے قابل ذکر ہے یہ سمندر کے کنارے پر واقع ہے۔ میں ابھی تم سے بیان کروں گا۔ ہمارے نامور سلطان سلیم نے ایسے ایسے کام کئے ہیں کہ تمام شاہان عالم بھی ملکر نہیں کرسکتے۔ کل بھی میں تم سے سلطنت مصر کا کچھ حال اور ان لڑائیوں کی مختصر سی کیفیت بیان کرچکا ہوں جو بربروں نے وہاں سالہا سال تک جاری رکھیں اور جن کا عربوں کے غالب آنے پر خاتمہ ہوا۔ یہ بھی تم سن چکے ہو۔ کہ مصر کی سلطنت خلفائے راشدین۔ سلاطین اُمویہ و عباسیہ کے عہد میں اسلامی سلطنت کا کیونکر ایک حصہ رہی یہاں تک کہ احمد بن طولون ترکی نے اپنی مستقل حکومت قائم کی اور محمد اخشید اسکا جانشین ہوا یہ بھی ترکی الاصل تھا۔ اسکے بعد مصر کی حکومت اسکے حبشی غلام کافور نامی کو ملی کیونکہ اس نے دعوے کیا کہ اخشید مجھکو اپنا جانشین بنا گیا ہے۔ چونکہ فوج نے اسکے اس دعوے کو تسلیم کرلیا اسلیئے تمام ملک نے اسکے سامنے سر اطاعت خم کردیا۔ لیکن کافور کی حکومت کو بہت زمانہ نہیں گذرا تھا کہ عبید اللہ المہدی علوی نے مصر پر حملہ کیا۔ یہ بڑا زبردست شجاع بادشاہ تھا اپنے ساتھ مغرب سے بہت جہاز لایا تھا۔ اسکندریہ پر آکر اس نے لنگر ڈالا جو سمندر کے کنارے پر بہت بڑا شہر ہے۔ اسکی جرار فوج کشتیوں سے اترتے ہی

Marfat.com

نا فاندانی سبز جھنڈا آگے آگے لیکر اسکندریہ پر قبضہ کرلیا۔ اور رفتہ رفتہ اس کا تسلط
ڑھنے لگا مگر عبید اللہ کی عمر نے وفا نہ کی اور وہ جلد ہی مرگیا۔ اسکے بعد اس کا پوتا
معزالدین اس کا جانشین ہوا۔ اس نے اپنے سپہ سالار جوہر کے ماتحت ایک لاکھ
وج بھیجکر فسطاط تک مصر فتح کرلیا۔ جسکی بنیاد مصر کے فاتح اول عمرو بن العاص نے ڈالی
ھی اور اس وقت تک بہت بڑا شہر ہو چکا تھا۔ جوہر نے فسطاط پر قبضہ کرکے ایک دوسرے
شہر کی بنیاد ڈالی۔ اور قاہرہ نام رکھا۔ جو عظمت کے لحاظ سے فسطاط سے بھی بڑھا ہوا
ہے۔ اسکے بعد معزالدین نے مغرب کی جگہ قاہرہ کو اپنا دارالخلافہ بنایا اور مصر میں دولت
فاطمیہ کی بنیاد ڈالی۔ قاہرہ آہستہ آہستہ علوم وفنون۔ صنعت وحرفت۔ دولت وثروت
ں ترقی کرتا گیا۔ یہانتک کہ بغداد کی بھی اسکے سامنے کوئی حقیقت نہ رہی۔ لیکن فاطمی
دشاہ عباسیوں کی طرح مدبر نہ تھے جن کا حال تم سن چکے ہو انہوں نے بہت جلد جبرو
بدی اپنا شیوہ بنالیا اور عدل و رحم سے کچھ سروکار نہ رکھا۔ اور بجائے اسکے کہ احکام شریعت
رعمل اور اپنے بھائیوں کے حقوق کا لحاظ کریں اسی ادعا پر اکتفا کرنے لگے کہ ہم رسولؐ کی
اولاد ہیں۔ حاکم بامر اللہ کو اسپر بھی صبر نہ آیا اس نے نبوت کا دعوی کیا۔ اور لوگوں سے
پنی نبوت منوانی چاہی۔ قاہرہ والوں نے جب اس کا حکم نہ مانا اور اسکی نبوت سے
انکار کیا۔ تو اس نے فوج کو قتل عام کا حکم دیا۔ اس سفاک فوج نے آدھے شہر کو جلا کے
خاک سیاہ کردیا۔ اور باقی آدھے شہر کو خوب لوٹا۔ حاکم روزمرہ دریائے نیل کے کنارے
کوہ مقطم پر جاتا اور اپنے خیال کے موافق اللہ سے خلوت کرتا۔ اور اللہ تعالے بھی اُسکے
زعم کے موافق اُس سے ایسے ہی کلام کرتا۔ جیسا کہ موسیٰؑ سے کیا کرتا تھا۔ حاکم اپنی عادت
کے موافق ایک دن مقطم پر گیا ہوا تھا۔ مگر دیر تک نہ لوٹا۔ جب فوج نے تلاش کیا۔ تو
اسکی لاش ٹکڑے ٹکڑے کی ہوئی ملی۔ فاطمیوں کی حکومت دوسو برس تک
خدا نے انکی گستاخی وبے باکی کی پاداش میں کافروں کو ان پر مسلط کردیا۔ جنہوں نے انکو
مغلوب کیا۔ اور ان کے ملک پر قابض ہوکر جزیہ لگا دیا۔ یہ کافر اپنے آپ کو صلیبی کہتے
اور صلیب ہی اپنے سینوں اور ہاتھوں پر لگاتے تھے۔ یہی انکی فوج کا نشان تھا فاطمیو
کا آخری بادشاہ عاضد نہایت ہی کمزور ہوا ہے۔ اس نے اپنے ہمسایہ نورالدین امیر
شام سے مدد طلب کی۔ اس نے اسکی مدد کیلئے ایک لشکر صلاح الدین کردکی ماتحتی

Marfat.com

میں روانہ کیا۔ صلاح الدین نے خلیفہ کے یہاں اس قدر رسوخ پیدا کیا کہ اس کا وزیر ہوگیا اور خود حکومت کرنے لگا۔ عاضد اس کوفت میں مرگیا اور صلاح الدین مستقل بادشاہ بن کر ایوبی خاندان کا بانی ہوا۔

مممالیک

قصہ گو یہاں تک داستان بیان کرنیکے بعد تھوڑی دیر ٹھیر گیا۔ اور اپنے بیان کا اثر دیکھنے کیلئے حاضرین پر ایک نظر ڈالی۔ سب لوگ اسکے بیان سے خوش اور آگے سننے کے خواہاں تھے۔" یہ خوش ہوکر مسکرایا۔ اور اپنی داستان پوری کرنے لگا۔

ایوبی خاندان بھی زیادہ عرصہ تک برسرحکومت نہ رہا۔ اسکی عمر گذشتہ خاندانوں سے بہت کم ہوئی ہے۔ اور صرف معدودے چند بادشاہ ہوئے جنہوں نے اپنی تمام کوششیں فضول خرچی۔ زیب و زینت۔ لونڈی غلام۔ لہو ولعب کی باتوں پر صرف کیں اس زمانہ میں چنگیز خاں مغل اپنا ٹڈی دل لیکر جہانکشائی پر نکلا۔ بہت سی تاتاری قومیں اسکے ساتھ ہوگئیں۔ وہ انکو ہمراہ لیکر دجلہ و بحر قزوین کے کنارے سے گذرا۔ تباہی و ویرانی اسکے ساتھ تھیں۔ جس شہر سے نکلا اسکو جلا کر خاک سیاہ اور اسکے باشندوں کو تہ تیغ بیدریغ کیا جب اسکی فوج قتل و غارت اور خونریزی سے تھک گئی تو آخر میں وہ اسکو لیکر چرکسون کے شہر پر جا پڑا۔ اور غلاموں کو پکڑ پکڑ کر ایوبیوں کے ہاتھ فروخت کرنا شروع کیا۔ ایک ایوبی نے بارہ ہزار غلام خریدے۔ اور مصر میں لاکر ریشمی جاندانی کے کپڑے پہنائے۔ اور خوب انکی تربیت کی۔ وہ بڑھنے گئے اور کچھ عرصہ میں انکی ایک بہت بڑی قوم ہوگئی۔ جو ممالیک کے نام سے مشہور ہوئی۔ سلطان نے انہیں سے ایک فوج خاص اپنی حفاظت کیلئے تیار کی اس سے انکی عزت بڑھ گئی۔ اور ان کا رعب بڑے بڑوں کے دل میں بیٹھ گیا۔ یہاں تک کہ خود سلطان ڈرنے لگا۔ آخر کار انہوں نے اپنی قوت وشوکت کو دیکھکر اپنے آقا کو تخت سے اتار دیا۔ اور اسکو قتل کرکے خاندان ایوبیہ کا خاتمہ کردیا۔ مملوک اپنی قوت کے گھمنڈ پر پھولے نہیں سماتے تھے۔ یہ سب کے سب سفاک و ظالم تھے۔ انکے زمانہ میں قتل و غارت کا بازار خوب گرم رہا۔ انہوں نے نہ کسی کا لحاظ کیا۔ اور نہ کسی کے عہد پیمان کو خیال میں لائے

انکے نزدیک شاہ ہو یا گدا یکساں تھے۔ انکی حکومت قانونی قیود سے آزاد تھی۔ انکا قانون قتل اور انکا حکم تلوار تھا۔ جب انکی سرکشی اور جور و تعدی کی حد نہ رہی۔ خدا کا قہر قحط و وبا کی صورت میں ان پر نازل ہوا۔ جس سے مصیبت اور بڑھ گئی اور بدبختی عام و تام ہو گئی۔

ممالیک ابتدا میں جاہل بت پرست تھے پھر اسلام لائے۔ مگر قرآن کے سوا کچھ نہ پڑھا۔ انکی کوشش صرف یہی تھی کہ تلوار کی مشق کریں۔ گھوڑے پر سوار ہوں۔ اپنے آقا کی خوشامد اور اسکی خواہش پوری کریں۔ جب کسی کے غلام کے ڈاڑھی نکل آتی تو آقا اسکو آزاد کرکے سردار بنا دیتا تاکہ جو غلام ابتک آزاد نہیں ہوئے ہیں ان پر حکومت کرے۔ سرداری نے انکے حوصلے بلند کردئے۔ یہ لوگ اپنا مطلب نکالنے کیلئے خوشامد۔ جوڑ توڑ۔ خیانت مکر، کسی بات سے دریغ نہیں کرتے تھے۔ انمیں مالدار معزز اور امیر بھی تھے۔ چونکہ سب سے بڑا اور باثر وہی خیال کیا جاتا تھا جسکے پاس لوازمہ زیادہ ہوتا اسلئے انہوں نے نوکر چاکر لونڈی غلام عربی گھوڑے شامی تلواریں بیش بہا جواہر۔ عجمی شالیں بکثرت رکھنا شروع کیں۔ انمیں ایسے ایسے رئیس بھی تھے جنکی دولت اور ثروت کا اندازہ نہیں ہوسکتا تھا چونکہ انکو دین اور اخلاق سے کوئی واسطہ نہ تھا اسلئے نفس پروری شہوت پرستی اور کمینہ خصلتوں کے عادی ہوگئے۔ عجب اور تکبر نے انکے دماغ میں خلل ڈالدیا تھا۔ انکے نزدیک غیر کی کچھ وقعت نہ تھی۔ بازاروں میں بے تحاشا گھوڑے دوڑاتے تھے۔ آدمی کچل جاتے مگر انکے کان پر جوں تک نہ رینگتی۔ انکا ظلم زمانہ میں مشہور ہوگیا۔ جب کسی دشمن پر حملہ کرتے اور وہ انکی قوت سے خوف زدہ ہو کر اور انکو بھیڑیوں کی طرح آتے دیکھ کر بھاگتا تو یہ اسکا خوب پیچھا کرتے اور پکڑ کر قید کرلیتے۔ لیکن جو دشمن انکی کچھ پروا نہیں کرتا تھا اور پہلے حملہ میں انکے سامنے جما رہتا اس سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے۔

غرضکہ مصر کو انکے زمانہ میں ایسی مصیبت اور ایسا تلخ عذاب سہنا پڑا کہ العظمۃ للہ آخر مصریوں کی آہ و فغان آسمان تک پہنچی۔ خدا کو انکی حالت زار پر رحم آیا۔ اور اس نے ڈھائی سو برس کے بعد مصر کو آل عثمان کے ذریعہ ان سے نجات دلوائی۔ پہلے ترک شہروں کو فتح اور ملکوں کو زیر کرتے ہوئے باسفورس میں پہنچے۔ اور اس کو عبور کرکے اسکے مغربی ساحل پر شہر استنبول کو اپنا پایہ تخت بنایا۔ انکی سلطنت نے بہت ترقی کی۔ انہوں نے استنبول کے سب سے بڑے کلیسا کو جامع مسجد بنالیا جو آیا صوفیا کے نام سے مشہور ہے۔ جب آل عثمان کا ستارہ عروج پر

Marfat.com

تھا سلطان سلیم اول نے ممالیک کا حال سُنا اور اسکی دینی حمیت وغیرت جوش میں آئی ایک لشکر جرار لیکر شہروں کو فتح کرتا ہوا مصر پہنچا اور اسکا محاصرہ کر لیا۔ ممالیک نے سخت مقابلہ کیا۔ آخر کار انکو سلطان کے آگے سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ سلطان مصر میں داخل ہوا۔ اور امن وامان قائم کر دیا۔

ممالیک کی عاجزی اور تباہی دیکھکر سلطان کو خیال ہوا۔ کہ یہ لوگ اب اسکے مطیع ہو گئے اور اسکے اس جھنڈے تلے آ گئے ہیں جو انکے قلعہ کے برجوں پر لہرا رہا ہے۔ اسلیے اس نے اطاعت کی قسم لے لینے کو کافی سمجھا۔ اور انکو پامال کر کے دنیا کو انکے عذاب سے نجات دلانیکے بجائے آزاد ہی نہیں کر دیا بلکہ سابقہ حکومت بھی انکو دی۔ اور ترکی عہدہ داروں میں چوبیس ملوکوں کی بھرتی کا حکم دیا۔ اس کا خیال تھا کہ مختلف قوتوں کے ہونے سے نفوذ قائم رہیگا۔ مگر اس انتخاب سے ممالیک کی شوکت پھر بڑھ گئی۔ اور انہوں نے اپنا اپنا ایک سردار شیخ البلد کے نام سے مقرر کر لیا اس کا وہی اثر و اقتدار تھا جو سلطانی نائب کا۔ سرکاری عہدوں میں ایک آغا کا عہدہ ہوتا تھا جسکی ماتحت سات پلٹنیں ہوتی تھیں۔ یہ عہدہ بھی ملوکوں ہی کے ہاتھ میں رہا۔

اسطرح پر جوں جوں یہ قوت پکڑتے گئے سابقہ جور و ظلم بھی انمیں عود کرتا گیا۔ اور پھر انکے جور و ظلم کی کوئی حد نہ رہی۔ اور یہ یہانتک قوت پکڑ گئے کہ سلطان کی اطاعت سے پھر گئے اور اپنے سردار علی بک کی تدبیروں سے سلطانی نائب کو مصر سے نکال دیا۔ اور آزادی مصر کی صدائیں بلند ہوئیں۔ مگر درحقیقت علی بک نے مصریوں کو اپنی خود مختاری اور ہوا وہوس کا بندہ بنا لیا۔ مگر آخر میں سلطانی سطوت و جبروت سے ڈر کر بعض بادشاہوں سے نامہ و پیام شروع کیا۔ کہ انکے ساتھ دوستی کا عہد و پیمان کر کے محفوظ ہو سکے۔ پھر اپنی سپاہ کو لیکر حجاز کی طرف بڑھا اور مدینہ منورہ پر بزور شمشیر قبضہ کیا۔ اُس وقت اس کا غرور و تکبر اور بھی بڑھ گیا۔ حکم دیا کہ اسکو سلطان البرین والبحرین کے لقب سے پکارا جائے۔ چونکہ خدا ظالموں کو دیکھتا اور انکی بداعمالیوں کی انکو سزا دیتا ہے اسکو بھی اپنی سرکشی کی سزا ملی۔ اسکے ایک غلام محمد ابو ذہب نے جس پر یہ پورا بھروسہ کرتا تھا اُسکو قتل کر ڈالا اور خود اسکی جگہ تخت نشین ہوا۔ مگر اسکی خوشی بھی دیرپا نہ ثابت ہوئی۔ اور شامت اعمال نے اسے بھی آگھیرا دن رات اسے یہی خیال رہتا تھا۔ کہ اسکا مقتول آقا سامنے کھڑا ہے۔ اور اسکو پکار رہا ہے

اس حال سے اسکو سخت رنج پہنچا۔ اور دماغ میں خلل آگیا اور اس نے خودکشی کر لی ان وقعات کے بعد بھی مصر سلطان کی ماتحتی میں نہیں آیا۔ بلکہ تین مملوکی سردار مراد ابراہیم بک۔ اسمٰعیل بک آپس میں جھگڑتے رہے۔ ہر ایک اپنا دعوے ثابت کرنیکی کوشش کرتا اور اپنے آپ کو شیخ البلد بنائے جانے کا مستحق بناتا۔ اسمٰعیل بک انمیں زیادہ کمزور تھا۔ باقی دونو نے اسکے خلاف اتحاد کر کے اسکو پکڑ کر قتل کر ڈالا۔ اس اتفاق سے باقی دونوں مصر کے مستقل حاکم ہو گئے اور حکومت میں کوئی مخالفت کرنے والا نہ رہا۔

اس وقت تک یہ دونوں مملوکی یعنی مراد اور ابراہیم قاہرہ میں موجود ہیں۔ جو غلاموں کے طبقہ سے رفتہ رفتہ ترقی کر کے سپاہی بنے۔ اور پھر امرا کے طبقہ میں پہنچکر امیر مصر ہو چکے ہیں۔

خیالی پلاؤ

داستان ختم ہوتے ہی تمام حاضرین تعجب اور داستان گو کی تعریف کرتے ہوئے چلے گئے۔ محمد علی بیٹھا داستان گو کی جگہ کو دیکھتا رہا۔ گویا وہ ابھی برابر اسکو دیکھ اور سن رہا ہے۔ وہ اپنے خیالات میں اسقدر ڈوبا ہوا تھا کہ مکان کے سناٹے نے اسے خبردار کیا۔ وہ ممالیک کے حالات کو سوچتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ اس وقت نہ اسکے دل میں ماں کا خیال ہے جس سے پریشان ہوا کرتا تھا۔ نہ اُن ساتھیوں کی کچھ پرواہ کی جو راستہ میں کھیل رہے تھے نہ اپنے غار یا فردوس کو یاد کیا جسمیں تنہا خاموشی کے ساتھ بیٹھنے کا مشتاق رہتا تھا۔ بلکہ پہاڑی بکرے کی طرح چٹانوں پر چڑھنا شروع کیا۔ اور اس بلند چوٹی پر پہنچ گیا جو یوسفا اوس کے نام سے مشہور تھی۔ یہاں اسکے خدا کے سوا کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اس نے اپنی تیز نگاہوں کو کشادہ سمندر پر جہاں سمندر افق سے ملتا ہے۔ پھر اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر گویا کسی حبیب سے ملنا چاہتا ہے باواز بلند کہنے لگا۔ جس سے کہ پہاڑ گونج گیا۔ اے دور دراز زمین میں تیری ہی طرف آتا ہوں ہاں میں عنقریب سعادت و نصیبہ کی سرزمین کی طرف جاؤں گا۔ اُس سرزمین کی طرف جہاں غلام سپاہی اور سپاہی سردار ہو جاتا ہے۔ ہاں؟ تمہارا خواب جلد پورا ہوگا۔ میں اپنے لئے وہاں ایک حکومت قائم کروں گا اور محلات بناؤں گا۔ اور تلوار کھینچکر اسکے بلند مقام پر

Marfat.com

بیٹھوں گا۔ لوگ میرے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھیں گے۔ میں عظمت و بزرگی کی طرف جو ہزاروں سال سے اپنی طرف آنے والوں کی مدد کرتے ہیں۔ اور بلند ہمت لوگوں کو حاکم و امیر بناتے ہیں۔ ہاں۔ ہاں۔ میں اپنی گم شدہ چیز پا گیا۔ میں اب غور کروں گا کہ کس طرح لوگوں پر حکومت کروں اور اپنے آپ کو ایسا سردار بناؤں جس کی ہیبت کے آگے لوگ سر تسلیم خم کریں۔

محمد علی انہیں خیالات میں محو تھا اور دنیا و مافیہا سے غافل او رافق کی طرف دیکھ رہا تھا کہ ایک دھندلا سیاہ نقطہ نظر آیا۔ اس نے قیاس کیا کہ کوئی جہاز خشکی کی طرف آ رہا ہے۔ جہاز جوں جوں قریب آتا گیا ایسا معلوم ہوتا کہ کوئی پرندہ اپنے بازو پھیلائے آ رہا ہے۔ محمد علی کو یہ منظر بہت بھلا معلوم ہوا اور اپنے دل میں کہنے لگا۔ میں بھی ایکدن جہاز کا مالک ہوں گا جو مجھے اپنی پشت پر لاد کر جہاں جانا چاہوں گا لیجائیگا اور میرے حکم سے چلیگا۔

جب جہاز بندرگاہ کے قریب آ گیا شہر والے تماشہ دیکھنے کو ساحل پر جمع ہوئے۔ کیونکہ اس شہر میں جہاز بہت کم آتے تھے۔ اور سوا تمباکو کے کسی اور چیز کی تجارت نہیں تھی۔ چھ مہینے بعد ایک جہاز آستانہ سے آیا کرتا تھا۔ اور سلطان کے نام سے جو خراج حاکم جمع کرتا اسکو لیکر چلا جاتا تھا۔ جب جہاز کنارے پر آ لگا لوگوں کو معلوم ہو گیا۔ کہ یہ وہ جہاز نہیں ہے جو آیا کرتا تھا۔ انھوں نے اس جہاز پر ایک ترکی آدمی بیٹھا دیکھا جسکے چہرہ پر جاہ و جلال برس رہا تھا اور ایک ریشمی مسند پر تکیہ لگائے تھا۔ اور اسکے گرد غلام و کنیز صف باندھے کھڑی تھیں تماشائی اسکی طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے اور آپس میں پوچھتے کہ یہ کون آیا ہے۔ جہاز کے لنگر ہوتے ہی ایک چھوٹی کشتی لگائی گئی۔ تین آدمی اسپر سوار ہو کر خشکی پر آئے۔ اور آدمیوں کے ہجوم سے ہوتے ہوئے قوالہ کے راستہ ہو لئے۔ نہ کسی کو سلام کیا اور نہ بات کی جیسے کسی کو دیکھا ہی نہیں اور وہ امیر جہاز ہی پر مسند لگائے ایک مرصع پائپ منہ سے لگائے بیٹھا رہا۔

محمد علی کے دل میں قصہ گو کی داستان کا اثر ابھی تک باقی تھا اس واقعہ کو دیکھکر اور بھی تعجب ہوا اور اس منظر نے اسے دم بخود کر دیا۔ وہ چوٹی پر سے اتر کر لوگوں کے مجمع میں آیا گویا ان شہروں کا کچھ حال دریافت کرنا چاہتا تھا جنپر قبضہ کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ جہاز پر اس مسند نشین کو دیکھکر اپنے دل میں کہنے لگا ایکدن میری بھی یہی حالت ہوگی۔ جب میں امیر ہو جاؤنگا میں بھی ریشمی مسند پر تکیہ لگاؤنگا۔ میرے گرد بھی لونڈی غلام حلقہ باندھے ہونگے۔ جو لوگ اسکے پاس کھڑے تھے اگر اسکی ان امیدوں اور آرزوؤں سے واقف ہو جاتے جو اسکے دل میں گذر رہی تھیں تو

Marfat.com

کے پُرانے پائجامہ پر جسکا پائچہ پھٹ گیا تھا اور جس کو اس نے چڑھا کر باندھ رکھا تھا ضرور قہقہہ لگاتے اور دیوانہ خیال کرتے۔ اور اسکے پاؤں میں ادھوڑی کا جوتا تھا۔ اور بدن پر ایک پُرانا کرتہ جسکا رنگ پہنتے پہنتے اُڑ چکا تھا۔ کمر میں ایک شامی پٹکہ تھا جو بالکل بدرنگ ہوگیا تھا۔ سر پر کوئی عمامہ ترکی ٹوپی پر بندھا ہوا تھا جس نے سارے سر کو ڈھک رکھا تھا غرض محمد علی کی ظاہری ایسی حالت نہ تھی جو اسکی ان آرزوں کے حسب حال ہو یا اسکی امیدوں کے برآنے کا ثبوت دے لیکن باایں ہیئات گذائی وہ اپنے دل میں یہی کہہ رہا تھا۔ کہ میں ایکدن اس بڑے آدمی سے جو جہاز پر بیٹھا ہے بڑھ جاؤنگا۔

تھوڑی دیر میں وہ تینوں آدمی قوالہ جاکر واپس آئے۔ انکے آگے آگے حسان شوربجی حاکم تھا اور پیچھے پیچھے غلام بیانہ لئے ہوئے تھے جسمیں نہایت قیمتی قالین سونے چاندی کے کام کا مسند لگا ہوا تھا آئے۔ اور وہ آدمی کشتی پر سوار ہوکر جہاز پر گئے۔ حاکم نے جلدی سے اس آدمی کے سامنے جھک کر سلام کیا۔ اور اُس نے ذرا سر جھکا کر جواب دیا اور اپنی جگہ سے ہلا تک نہیں۔ یہ دیکھکر لوگوں کو اور حیرت ہوئی۔ کہ حسان شوربجی انکا حاکم اور انکے شہر کا سب سے بڑا رئیس اس اجنبی کا احترام و ادب کرتا ہے اور وہ اسکی طرف متوجہ بھی نہیں ہوتا۔ محمد علی نے ترچھی نگاہ سے دیکھکر کہا میں اس سے بڑھکر ہونگا۔ یہ بادشاہ نہیں معلوم ہوتا۔ ورنہ حاکم اسکے سامنے زمین پر سجدہ کرتا۔ اگر یہ بادشاہ ہوتا تو اسکے مستول پر پھریرا لہراتا ہوتا۔ جیسا داستان گو نے بیان کیا تھا۔ اگرچہ حاکم نے اسکو سجدہ نہیں کیا۔ لیکن میرے سامنے لوگ ضرور زمین پر سجدہ کرینگے

بعد ازاں وہ شخص کھڑا ہوا اور حاکم کے شانے پر سہارا دیکر روانہ ہوا۔ حاکم نے اس خدمت کو بہت بڑی عزت سمجھا۔ دونوں سیڑھی کے پاس پہنچے۔ حاکم پہلے اُترا تاکہ اُسکو اترنے پر مدد دے۔ اور خادموں نے جلدی سے کشتی میں ریشمی گدے اور تکئے لگا لئے جن پر سونے کا کام بنا ہوا تھا۔ وہ شخص اسپر بیٹھ گیا۔ اور حاکم اسکے سامنے کھڑا ہوگیا۔ نہایت [illegible] لرزتا رہا۔ غلام قیمتی چنور لئے ہوئے کھڑے تھے۔ جب کشتی خشکی سے جالگی سب پیدل ہو لئے حسان شوربجی نے لوگوں کو مخاطب کرکے کہا۔ تم گھٹنوں کے بل جھک کر نہایت ادب سے اپنے آقا وزیر کبیر خسرو پاشا کو سلام کرو۔ سب گھٹنوں کے بل جھک گئے۔ اور پاشا کے گذرنے تک بالکل خاموش رہے۔ مگر محمد علی ایک پتھر کے پیچھے چھپا رہا۔ کبھی وہ پاشا کو دیکھتا اور کبھی ان لوگوں کو جو گھٹنوں کے بل جھکے ہوئے تھے۔ اور انکی ذلت پر ہنستا۔ جب پاشا نظروں سے

Marfat.com

غایب ہوگیا اسکی بیگمات اور خواجہ سرا راستہ صاف کرنے کیلئے دوڑے۔ بازار میں جاکر حکم دیا۔ کہ جب تک یہ عورتیں گذریں مرد آڑ میں رہیں۔ جب سب انتظام ہوگیا بیگمیں خشکی پر اتریں اور حاکم کے مکان کی طرف چلیں جسکو وزیر نے قیام کیلئے پسند کیا تھا۔ اور حاکم کے حرم سرا میں جو کچھ دنوں سے خالی تھا جا اتریں۔ محمد علی اپنی جگہ پر تھمبکی آڑ میں کھڑا تھا۔ جب سب نکل گئے اور شور وشغب کم ہوگیا۔ وہ جہاز دیکھنے کیلئے سمندر کے کنارے پہنچا۔ جہاز اور ملاحوں کی نقل وحرکت کو بغور دیکھنے لگا۔ پھر بولا آہ کاش میں جانتا کہ یہ کدھر جائیگا تاکہ میں بھی اسمیں بیٹھکر جاتا۔ محمد علی اپنی بات پوری نکرنے پایا تھا کہ پیچھے سے ایک آواز آئی جسکو سنکر وہ چونک پڑا۔ اگر تم وہیں جانا چاہتے ہو تو ہمارے ساتھ آؤ کیونکہ سفر آرام کا ہے۔ تم بلند قامت پرزور ہو۔ تمکو لینے میں کوئی دشواری نہیں محمد علی کی باچھیں کھل گئیں۔ پیچھے پلٹ کر دیکھا تو یہ آواز ایک دبلے پتلے لڑکے کی تھی جو زرکی لباس پہنے تھا۔ لیکن اسکا سر منڈا ہوا تھا نہ سر پر زرکی ٹوپی تھی نہ کوئی عمامہ۔ یہ دیکھ کر محمد علی کا چہرہ متغیر ہوگیا۔ اور اسکی طرف ترچھی نگاہ سے دیکھکر بولا تو غلام ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں لیکن میں عنقریب آزاد ہوجاؤنگا۔ کیونکہ میں جہاں جارہا ہوں میرا ناخدا مجھے وہاں بیچ ڈالیگا۔ اگر آدمی چلتا ہوا ہو تو وہاں سب کچھ کرسکتا ہے۔ اور اپنے ہاتھوں آپ آزاد ہوسکتا ہے۔

محمد علی۔ تم کہاں جانے کا قصد رکھتے ہو؟

غلام۔ خیر وبرکت والے ملک مصر کو۔ ناخدا وہاں اپنا اسباب تجارت فروخت کرنے جاتا ہے۔ اسکے اسباب تجارت میں سے ایک میں بھی ہوں۔

محمد علی (تعجب سے)۔ کیا تم مصر جاتے ہو؟ جہاں غلام سپاہی اور سپاہی سردار ہوجاتا ہے

غلام۔ (مسکراکر) ہاں۔ مجھے معلوم ہوتا ہے تم نے اس ملک کا حال سنا ہے۔ تم داستان گو سے قصے سنتے ہوگے کیونکہ یہ لوگ وہاں کے حالات دنیا بھر کو سناتے پھرتے ہیں۔ میں نے استنبول میں وہاں کا حال سنا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنے ہم جنسوں کے قدم بقدم چلوں کیونکہ ممالیک مصر میں عہدوں کے ٹھیکدار ہیں۔ اگر مجھکو کسی بک (عہدہ دار) نے خرید لیا۔ تو پھر میں آزادی اور سرداری کا راستہ نکال لونگا۔

محمد علی۔ (غلام کی باتوں سے خوش ہوکر) کیا تمکو یقین ہے کہ مصر میں تمکو کوئی خرید لیگا؟

Marfat.com

غلام - بیشک میں گھوڑے پر خوب سوار ہوتاں - سواری میں مجھے پوری مہارت ہے
ننگی پیٹھ پر سوار ہونے میں مجھ سے کوئی بڑھا ہوا نہیں - اور منہ زور گھوڑے کو کوئی مجھ سے
زیادہ سیدھا کر سکتا ہے - ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ میرا گھوڑا نہایت تیزی سے دوڑا جا رہا تھا
مینے اسی حالت میں اپنی تلوار سے اسکا سر اڑا دیا - مجھے نیزہ بازی اور تلوار چلانے میں
بھی خوب مشق ہے - یہی اوصاف ہیں جنکا ہونا ایک غلام کے بکنے کے لئے ضروری
ہے - شاید تمکو میری بات ماننے میں پس و پیش ہو - اور میری بات میرے ظاہر حال کے مطابق
معلوم ہوتی ہو - سنو میں چودھویں برس میں ہوں - اور اگرچہ میں تم سے دبلا اور چھوٹا ہوں لیکن
مجھ میں جوانوں کے برابر طاقت ہے - اور میں اپنی قوت ہی سے اپنی مراد کو پہنچوں گا -

محمد علی - تم کہاں سے آئے ہو اور پچھلا زمانہ کہاں گذرا؟

غلام - میں بچپن ہی سے غلام تھا - اور علم کے شوق کی وجہ سے مینے کچھ پڑھ بھی لیا ہے
ان برس تک اپنے آقا کی خدمت کرتا رہا - پھر مجھ سے خدمت نہو سکی اور میں آزادی کا مشتاق
ہوا - ایلے اپنے آقا کی مخالفت اور سامنا کرنا شروع کر دیا تاکہ وہ مجھے اپنی خدمت سے نکال دے
لیکن ان حرکتوں سے رنج و مصیبت کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا - وہ مجھے بہت مارتا میں جوانمردی اور
اولعزمی سے اس پر صبر کرتا - جب میرا آقا مجھ سے تنگ آگیا تو اس نے مجھے بیچ ڈالا ابھی
تک میرے پاؤں پر مار کے نشان موجود ہیں - میں انہیں دیکھکر بہت خوش ہوتا ہوں کیونکہ
اسی کی بدولت میں اپنی آیندہ حالت درست کر سکوں گا -

محمد علی کو اس قدر خوشی اور تعجب ہوا کہ وہ کھل کھلا کر ہنس پڑا - اور اسکی باچھیں کھل گئیں غلام
نے اسکی طرف دیکھکر کہا کیوں ہنستے ہو؟ لوگوں کے مذاق مختلف ہوتے ہیں - میں اپنی پچھلی
زندگی کو ناپسند کرتا ہوں کہ تمہاری طرح ان صاف پتھروں پر اکیلا پھرا کروں - میں مصر جاتا
ہوں - اور مصر ہی میں میری مراد بر آئیگی -

محمد علی - میں خوشی اور تعجب سے ہنستا ہوں - میں دیکھتا ہوں تم بھی اسی کی کوشش کر رہے
ہو جسے میں چاہتا ہوں - لیکن میں نہیں جانتا کہ مجھے کس طرح کام شروع کرنا چاہئے -

غلام - میں بھی نہیں جانتا - مگر اس کا مدار میری شہسواری اور اپنے خریدار کو فن سپاہگری
سکھلانے پر ہے - جب یہ مشکل حل ہو جائیگی میں مملوک ہو جاؤں گا اور بہت جلد ترقی کر جاؤنگا
اور امید پوری ہو جائیگی - سنو میرا نام عثمان ہے - بعض نے میرے ارادہ سے خبردار ہو کر

Marfat.com

مجھے بطور تمسخر بک کا لقب دے دیا لیکن عنقریب میں اس لقب سے پکارے جانے کا مستحق ہونگا اور انکو دکھادوں گا کہ میں کیا ہوں۔ اُس وقت میں مشہور ہو جاؤں گا۔ دنیا میرے ذکر سے گونج اُٹھے گی۔ ان چٹانوں تک میری شہرت پہنچیگی۔ پس جب تم آئندہ عثمان بک کا حال سنو تو جان لینا کہ یہ وہی ہے جس نے تم سے گفتگو کی تھی۔

محمد علی۔ (غلام کو حقارت سے دیکھکر) میں محمد علی ابراہیم آغا کا بیٹا ہوں۔ جب کبھی تمہارے سامنے میرا تذکرہ ہو یاد کر لینا کہ میں وہی ہوں۔ جس نے تم سے ساحل پر اس حالت میں گفتگو کی تھی۔ عثمان؟ میں آزاد پیدا ہوا ہوں اور اسیطرح آزاد رہونگا۔ دنیا میں کسی کے سامنے سر نہ جھکاؤں گا۔ خبردار میرے نام کو نہ بھولنا کسی نہ کسی دن انشاءاللہ تم میرا شہرہ سنو گے محمد علی یہ کہکر وہاں سے اینٹھتا ہوا چل پڑا۔ عثمان ہنسا اور آہستہ سے بولا جسکو محمد علی نے نہیں سنا میں خیال کرتا ہوں کہ اے گستاخ بدزبان تو ہی میرے نام کو پہلے سُنیگا۔ اے محمد علی؟ میں جانتا ہوں کہ میں آیندہ تیرا نام کبھی نہ سُنوں گا۔ جا اپنی قوت حافظہ میں عثمان بک کا نام محفوظ رکھ۔ عثمان کشتی پر لوٹ آیا اور وہاں سے جہاز پر پہنچا۔ محمد علی آرام کرنے اور دیکھی سُنی باتوں پر غور کرنے کیلئے پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گیا۔ جہاز مصر جانے کیلئے بالکل تیار تھا فوراً روانہ ہو گیا۔ محمد علی برابر دیکھتا رہا اور جب افق سے غائب ہو گیا ایک آہ سرد کھینچی اور کہا آہ جہاز غائب ہو گیا شائد میں اسکو دوبارہ نہ دیکھوں۔ لیکن میرا گمان غالب ہے کہ یہ میری اور اس غلام عثمان یا عثمان بک کی آخری ملاقات نہیں ہے۔ شاید وہ میرے نام کو نہ بھولے آہ مجھے اسکے مصر جانے پر کس قدر رشک ہے۔ مصر میری آرزوں کا قبلہ ہے۔ میں چاہتا تھا کہ اسکے ساتھ جاؤں۔ لیکن تعجب ہے کہ قیدی غلام چلا گیا اور میں انہیں چٹانوں پر رہگیا۔ میں اگر چاہوں بھی تو نہیں جا سکتا۔ اماں کی وجہ سے ٹھیرنا لازمی ہے۔ جہاز روانگی کے تیسرے دن بحر اخضر میں جا پہنچا اور چوتھے دن اسکندریہ کے بندرگاہ پر لنگر انداز ہوا۔ سوداگر و دلال اسباب خریدنے کے واسطے بندرگاہ پر آئے۔ ناخدا نے اپنے غلام عثمان کو فروخت کیلئے پیش کیا اور بولی شروع کی کہ خدمت گذاری بھرنے اور اپنے آقا کی اطاعت کرنے میں اسکا کوئی نظیر نہیں ہے۔ عثمان غصہ سے آگ بھبوکا ہو گیا اور بآواز بلند کہنے لگا بلکہ میں اسکے سوا اور باتیں بھی جانتا ہوں۔ میں گھوڑے پر بے لگام اور ننگی پیٹھ سوار ہو کر بیابان طے کر سکتا ہوں۔ اور تلوار کے ایک وار میں کئی سر اُڑا دیتا ہوں۔

Marfat.com

ممالیک کے سردار مراد بک کو ہمیشہ خدام اور سواروں کی ضرورت رہتی تھی۔ اس نے اپنی شوکت بڑھانے کیلئے دلالوں سے کہہ رکھا تھا۔ کہ جب نوجوان قوی غلام آیا کریں میرے لئے لیا کرو۔ عثمان کی آواز سنکر ایک دلال نے اسکی طرف رخ کیا۔ عثمان کے تیور دیکھکر اسے اسکی بات کا یقین ہوگیا اور بہت ہی پسند آیا۔ ناخدا سے قیمت دریافت کی۔

کپتان۔ غلام کے اوصاف تم سن چکے ہو لہذا اگر اسکی قیمت زیادہ ہو تو کوئی تعجب نہیں۔ دیر تک سودا کرنیکے بعد ایک قیمت طے ہوئی۔

اگر محمد علی کی نگاہ اس مقام تک پہنچ سکتی اور وہ عثمان کو شکر کی بوری یا روئی کے گٹھے کی طرح بکتا دیکھتا۔ اور یہ بھی کہ امیر مراد بک اس عمدہ سودے سے کس قدر خوش ہوا اور کیونکر اسکو اپنے غلاموں میں شامل کیا اور کس طرح اسکی پرورش کی تو وہ اپنی غربت و تنہائی پر ناز کرتا کہ وہ کسی کا غلام نہیں جو خرید و فروخت کیا جاسکے اور نہ کسی کا خدمتگار ہے۔ اپنے آیندہ اقبال و خوش نصیبی سے آگاہ ہے جسکے لئے پیدا ہوا ہے۔

جس وقت محمد علی جوڈی پر کھڑا جہاز کو جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ محمد علی کی ماں اس وقت سڑک پر تھی اسکی بغل میں ایک گٹھڑی تھی جسے وہ اپنی جھونپڑی سے لیکر مسٹر لیون کی کوٹھی پر جارہی تھی۔ جب مسٹر لیون کے یہاں پہنچی وہ استقبال کیلئے کھڑا ہوگیا اور ہاتھ اٹھا کر سلام کیا اور کہا۔ ست خضرہ؟ خوب آگئیں میں آپکے انتظار میں ہی بیٹھا تھا۔

خضرہ۔ آپ اس قدر تکلیف کیوں کرتے ہیں۔ سادہ طور سے گفتگو کیجیے۔ آپ مجھے کیوں بناتے ہیں؟

مسٹر لیون۔ میں اور آپ سے مذاق کروں۔ استغفر اللہ۔ میں آپکو اپنی ماں کے برابر سمجھتا ہوں بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ میں جانتا ہوں کہ آپ میرے پاس کس غرض سے آئی ہیں۔ جو کپڑے محمد علی آپکے واسطے خرید کر لیگیا تھا انہیں برقع میں چھپا کر واپس کرنے لائی ہیں۔

خضرہ۔ ہاں میں چاہتی ہوں کہ انکو واپس کردوں یہ میرے لائق نہیں ہیں۔ میں اپنے بیٹے کو انہیں پھیر کر رنجیدہ بھی کرنا نہیں چاہتی تھی۔ وہ اس خیال سے خوش ہوجاتا ہے کہ میں انکو پہن لونگی۔ اسی خیال سے میں نے اسوقت لے لئے۔ اب میں امید کرتی ہوں کہ آپ واپس لیں گے۔

مسٹر لیون۔ میں اسکا انتظار ہی کر رہا تھا تمہارے بیٹے نے جو دام دئیے تھے وہ مجھے

Marfat.com

تمکو واپس کرنے کیلئے الگ رکھ چھوڑے ہیں۔

خضرہ۔ میں کپڑا واپس کرنا چاہتی ہوں۔ دام واپس لینا نہیں چاہتی۔ اور نہ لونگی۔ میں جانتی ہوں کہ آپنے کپڑا بہت کم قیمت پر دیا ہے۔

مسٹر لیون۔ مینے کپڑا اصلی قیمت پر دیا تھا کیونکہ میں محمد علی کے ساتھ اپنے بیٹے کا سا برتاؤ کرتا ہوں۔ تم دام لینے سے انکار کرتی ہو۔ بتاؤ انکو کیا کروں۔ محمد علی کو واپس نہیں کرسکتا۔ مجھے ڈر معلوم ہوتا ہے کہ کہیں اسے غصہ نہ آجائے اور دست درازی کر بیٹھے اگر اسکو معلوم ہو جائے کہ مینے تم سے کپڑا واپس لے لیا تب بھی شاید یہی نتیجہ ہو۔

خضرہ۔ اُسے اسکا علم نہوگا جب وہ مجھ سے پوچھیگا میں کہدونگی کہ مینے سینے کے لئے درزی کو دیدیا ہے تاکہ آئندہ عید اسے پہنوں۔ اور جب عید آئیگی میں یہاں نہ ہونگی وہ کپڑوں کو بھول جائیگا۔

مسٹر لیون۔ تم اگلی عید میں یہاں نہوگی؟ کہاں جانے کا ارادہ ہے؟

خضرہ۔ (آسمان کیطرف اشارہ کرکے) میں وہاں ہونگی۔ اب وہ وقت قریب آگیا ہے کہ اپنے شوہر کیطرح خدا کے جناب میں حاضر ہوں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کروں جنکے وسیلے سے میں اپنے بیٹے کی بھلائی کی امیدوار ہوں۔

مسٹر لیون۔ خضرہ؟ تم کیا کہتی ہو۔ تمکو موت کا کیوں اسقدر اندیشہ ہے۔ ہم امید کرتے ہیں اگلی عید کیا بلکہ خدا کے فضل سے معلوم نہیں ابھی کتنی عیدیں دیکھوگی۔

خضرہ۔ مجھے یقین ہے کہ میں ضرور مرجاؤنگی۔ دو دن سے جان کنی کی سی حالت ہو رہی ہے اگر آپ میری صورت دیکھ سکتے تو آپکو اسکا یقین ہو جاتا لیکن مینے اپنے منہ پر گلاب کا تیل مل رکھا ہے کہ میرے بیٹے کو میری زردی کا علم نہو۔ آپ مجھے اس پر ملامت نکریں۔ خدا بھی مجھ سے درگذر کریگا جسنے بیٹے کی محبت سے مجبور ہو کر ایسا کیا ہے۔ چونکہ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ میرے اس جہان سے کوچ کرنے کا وقت نزدیک آگیا اسلئے میں امید کرتی ہوں کہ آپ ان روپیوں کو اپنے پاس رہنے دیجئے جب میرے بیٹے کو کسی وقت ضرورت پیش آئے اسکو دیدیجئے گا اور کہدیجئے گا کہ یہ تمہاری ماں نے تمکو دئے ہیں اور اپنی برکت وخوشنودی کے ساتھ بھیجے ہیں اسکو نصیحت کیجئے گا کہ اچھی طرح سے صرف کرنے۔

مسٹر لیون؟ آپ ہمارے پرانے خیرخواہ دوست ہیں۔ اور اب تک اُس پر قایم رہے

Marfat.com

اسلئے میں آپ سے امید کرتی ہوں کہ میرے بعد محمد علی کی نگرانی رکھیں گے اور اسے میری محبت یاد دلاتے رہیں گے اور سمجھاتے رہیئے کہ میری جدائی کا غم نکرے بلکہ خوش ہو کیونکہ میں اپنے شوہر یعنی اسکے باپ ابراہیم آغا کی خدمت میں ہوں۔ اور ہم دونوں اسکے اعمال کو دیکھتے ہیں۔ اُسکو چاہیئے کہ خدا سے ڈر کر کام کرے تاکہ ہم خوش ہوں۔ مسٹر لیون آپ مجھ سے وعدہ کریں کہ ایسا ہی کرینگے۔

مسٹر لیون کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور بولا اپنی شرافت کی قسم کھا کر تمہارے اور خدا کے سامنے وعدہ کرتا ہوں کہ محمد علی کے ساتھ بیٹے کی طرح سلوک برتاؤ کروں گا۔ اس کا نگران رہوں گا۔ اسکو نصیحت کروں گا۔ اور اسکی مدد کرنے میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھوں گا۔ لو میں اپنا ہاتھ عہد کیلئے بڑھاتا ہوں۔ خضرہ کا لاغر ہاتھ چھوتے ہی مسٹر لیون کا بدن کانپنے لگا اور اسے معلوم ہوگیا کہ اسکو تپ محرقہ ہے اور یقین ہوگیا کہ اسکی موت کا وقت قریب آگیا۔ خضرہ جانے کیلئے اٹھی اور کہا جناب میں آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ اب مجھے اطمینان ہوگیا۔ جب مرونگی آرام سے مرونگی۔ گھر واپس جا کر اب مجھے محمد علی کا انتظار کرنا چاہیئے چند گھڑیاں اسکے ساتھ رہنے کی اور باقی ہیں۔ یہ سب باقی جتنی ممکن ہوں اسکے ساتھ گذارنا چاہیئے۔ میں آپ کو خدا کے حوالہ کرتی ہوں۔

دوست

خسرو پاشا کے آنے کے بعد حسان شو بچی کا مکان بالکل بدل گیا۔ اوپر کے حصہ میں خسرو پاشا رہتا تھا۔ اور زنانہ مکان میں اسکے حرم تھے۔ باغ کا بہت بڑا حصہ انکے لئے الگ کر دیا گیا تھا کیونکہ انکی آمد و رفت کا راستہ اسی طرف تھا۔ عثمان کیلئے ایک چھوٹا حصہ ہوا اور کچھ نہ رہا۔ اسے یہ بہت برا معلوم ہوا اور اسکی شکایت اپنے دوست سے کی کہ افسوس محمد علی امیر باغ کی سبزہ آفتاب کی روشنی اور صاف ہوا سے محروم ہوگیا۔ میری خوشی کے سب سامان جاتے رہے۔ آہ مجھ جیسے کی زندگی کس قدر دشوار ہے۔ محمد علی اسکے پاس قصہ سنانے کی غرض سے آیا تھا۔ عثمان کو چارپائی پر لیٹا دیکھکر اسکے پہلو میں بیٹھ گیا اور نہایت جوش سے ممالیک کا قصہ بیان کیا۔ عثمان قصہ سن رہا تھا مگر اسکی نگاہ محمد علی کی طرف لگی

Marfat.com

ہوئی تھی۔ جب محمد علی فارغ ہوگیا پوچھا عثمان؟ کیا اس بیان سے تم خوش نہیں ہو کیا تم ان شہروں کی طرف نہیں جانا چاہتے جہاں غلام سپاہی اور امیر ہو جاتے ہیں؟

عثمان۔ آہ میں نہیں جانتا۔ میں اسی پر قانع ہوں کہ اپنی چارپائی پر تکیہ لگائے ہوں آفتاب نکل رہا ہو تم میرے پاس ہو میں تمہاری باتیں سن رہا ہوں۔

محمد علی۔ لیکن یہ تو بتاؤ کیا تمکو یہ داستان پسند نہیں آئی۔

عثمان۔ بخدا میں نہیں جانتا میں تمہارے دیکھنے میں مشغول تھا داستان کس نے سنی۔ میں تمہارے دیکھنے ہی سے بہت خوش ہوتا ہوں۔ محمد! میں تمکو دیکھتا ہوں گویا تم دوسرے عثمان ہو۔ میں وہی سوچتا اور سمجھتا ہوں جو تم سوچتے اور سمجھتے ہو۔ تمکو اس فصاحت وجوش سے بیان کرتے ہوئے سنکر جو میری قوت سے باہر ہے بہت خوش ہوتا ہوں اپنی نسبت خیال کرتا ہوں کہ اگر تندرست ہوتا تو تم جیسا ہوتا اسی وجہ سے جب تمکو دیکھ لیتا ہوں گویا اپنے آپ کو تندرستی کی حالت میں دیکھ لیتا ہوں۔

محمد علی۔ ناامید نہو۔ خدا کے فضل سے جلد شفا ہو جائیگی۔ اور اصلی قوت آجائیگی میں بھی تم سے اسیطرح دبوں گا جیسے کہ شہر کے لڑکے مجھ سے دبتے ہیں۔ تم مجھ سے بازی جیت کر شرط دھروا لیا کروگے جیسے اور لڑکے اب میرے سامنے دھر جاتے ہیں۔

عثمان (اپنا ہاتھ اٹھاکر اور تھوڑی دیر اسے بغور دیکھکر) نہیں۔ نہیں۔ کیا تم اس سوکھے بدرو ہاتھ کو نہیں دیکھتے گویا مرجھایا ہوا پھول ہے۔ یہ ہاتھ خیر خواہ دوستوں سے مصافحہ کے لایق ہے نہ تمہارے ہاتھ کیطرح تلوار سونتنے یا امنڈتی ہوئی موجوں پر غالب آنیکے لایق۔ میں اسی میں خوش ہوں کہ باغ کے پھول یا کمزور شاخ کیطرح زندگی بسر کروں کیونکہ میں ہوائی عقاب یا طاقتور گھوڑا یا محمد علی نہیں بن سکتا۔ ہاں میں اپنی قسمت پر قانع ہوں ہر ایک کے لئے دنیا میں ایک حصہ ہے۔ میرا یہی حصہ ہے کہ آفتاب کی روشنی میں ارغوانی فرش پر لیٹا رہوں اور تم مجھے داستان گوئی داستان سناتے رہو۔ میری بہت بڑی آرزو یہی ہے کہ تم روز مجھے ملجایا کرو۔ خصوصاً جبکہ میں ان ناگوار مہمانوں کے آنے سے بدبخت ہوگیا ہوں۔ اور انہوں نے میری زندگی کے دائرہ کو بالکل تنگ کر دیا ہے۔ میرے والد بھی میری اس تنگدلی کو جانتے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ بھی یہی چاہتے ہیں کہ یہ چلے جائیں۔ اگرچہ انکا رہنا انکے لئے فخر

وعزت کا باعث ہے۔

محمد علی۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ تمہارے والد کی مہمانی میں یہ بہت دنوں تک رہیں گے۔

عثمان۔ اسکا حصر اسٹنبول میں کامیابی حاصل کرنے پر ہے۔ اس وقت یہ سلطانی غضب میں آئے ہوئے ہیں۔ اور جبتک انکے دوست انکو پہلی عزت پہنچانے میں کامیاب ہوں یہ جلاوطن رہینگے۔ انکو چاہئے تھا کہ تالیک نے جہاں شورش نژکے ترکی حاکم کو نکال دیا ہے وہاں چلے جاتے۔ لیکن یہ کاہلی اور عیش پرستی کے خوگر ہو گئے ہیں اسلئے انکو یہ گوارا نہوا۔ اور یہاں بھاگ آئے۔

محمد علی۔ (کراہتے) عثمان میری نظروں میں یہ خوار و ذلیل ہو گیا۔ میں اس شخص کو حقیر جانتا ہوں جو عورتوں کی باتوں اور نازنینوں کی اداؤں کو گھوڑے پر چڑھنے اور معرکوں میں گھسنے پر ترجیح دیتا ہے۔

عثمان۔ (ہنسکر) میں خیال کرتا ہوں کہ تم اس رائے پر زیادہ دنوں تک قایم رہو گے۔

محمد علی۔ میں اپنے خیال کو ہرگز نہ بدلونگا۔ میرے نزدیک عورتیں ایک کھلونا ہیں جن سے مرد بیکاری میں دل بہلائے اور بس۔ جو انہیں کو اپنا مشغلہ بنالے وہ گمنام ہے جیسے تمہارا مہمان خسرو پاشا۔ کہ شرافت و بلندی کے حصول میں تگ و دو کرنیکے بجائے عورتوں میں نرم نرم بستر پر پڑا کروٹیں بدلا کرتا ہے۔

عثمان۔ ہمارا مہمان خسرو پاشا رات دن حرم میں ناچ رنگ میں گذارتا ہے۔ ایک پنکھا جھلتی ہے۔ دوسری سگار پائپ میں لگا دیتی ہے۔ کوئی ناچتی ہے کوئی گاتی ہے۔ غرض سب اسکی خدمت میں لگی رہتی ہیں وہ مسند لگائے انکو دیکھتا رہتا ہے۔ اور خوشی سے پھولا نہیں سماتا۔

محمد علی۔ شاید وہ خیال کرتا ہو کہ محبت کی وجہ سے وہ ایسا کرتی ہیں۔

عثمان۔ میرا گمان ہے کہ وہ ایسا ہی خیال کرتا ہے۔ میں اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ عورت کی میٹھی میٹھی باتیں دل کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہیں اور اسکی صورت میں دنیا کی خوشی موجود ہے خواہ اسکے دل میں اسکا کچھ بھی خیال نہو۔ میرا گمان غالب ہے کہ اگر میں انمیں سے ایک کے پاس بیٹھوں اور وہ مجھ سے باتیں کرے تو مجھے بہت بڑی مسرت حاصل ہو اور میرا غم

Marfat.com

غلط ہو جائے۔ ہم لوگ جو لڑنے مرنے کیلئے نہیں پیدا ہوئے ہیں داعیٔ عشق کو لبیک کہنے سے نہیں رُک سکتے۔ یار کے پیچھے یہاں جان جاتی ہے مگر تمہارے نزدیک محبت ایک بے معنی لفظ ہے۔

محمد علی۔ نہیں۔ میں اسکو کچھ نہیں سمجھتا اور جبتک زندہ ہوں عورتوں کو اپنے اوپر غالب آنے دونگا۔ عثمان؟ عورتیں مردوں کا جال ہیں کہ پھانس کر انکے ہوش و حواس لوٹ لیتی ہیں اور گمنامی دنیا ہی میں ڈالدیتی ہیں لیکن سب عورتیں برابر نہیں ہوتیں آخر ہماری مائیں بھی عورتیں تھیں مگر وہ ایسی نتھیں جنکا تذکرہ ہے۔

عثمان۔ (مسکراکر) ایک دن اسی جال میں پھنسوگے جسکی آج مذمت کرتے ہو۔ اسکے انکار کی کوشش نکرو۔ یاد رکھو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی عورتوں کو پیار کرتے تھے۔ اور ہم سے خدا نے وعدہ کیا ہے کہ جنت میں حوریں مومنوں کی خدمت کرینگی۔ یہ نکہو کہ محبت تمہارے پاس نہیں آئیگی۔ تم جوانمرد اور جوانمرد کا دل ضرور محبت کرتا ہے۔ میں ابتک پورا مرد نہیں ہوا اور نہ امید ہے مگر پھر بھی مجھے ایک سے محبت ہے جسکے سوا میں کسی اور کو محبوب بناؤں گا۔

محمد علی۔ عثمان! اخاہ وہ کون ایسا خوش نصیب ہے جو آپکا منظور نظر ہے۔

عثمان مسکراکر اپنا ہاتھ فرش کے نیچے لیگیا اور ایک آئینہ نکالا جس کا چوکھٹا سیپ کا تھا اور سنہرا کام بنا ہوا تھا۔ اسکو محمد علی کے سامنے پیش کرکے کہا میرے محبوب کی تصویر دیکھ لو۔

محمد علی اپنے متاثر ہونیکو نہ چھپا سکا اور اپنے دوست کی طرف دیکھکر بولا۔ عثمان؟ میں کچھ بات تم سے چھپانا نہیں چاہتا۔ اگرچہ ابتک تجھے اسکے ذکر کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ میں اپنی ماں کے بعد تم سے زیادہ کسی کو نہیں چاہتا۔ میں ہر وقت اپنے آپکو تم پر سے قربان کرنے کو تیار رہوں۔ جب تم نے مجھے اپنا دوست کہا تو اب چاہئے کہ ہم تم دوستی پر ثابت قدم رہنے کا عہد کرلیں۔ لو میں عہد کیلئے اپنا ہاتھ بڑھاتا ہوں۔ عثمان جب کبھی تمکو ضرورت پڑے مجھے بلانا۔ میں جہاں کہیں ہونگا آجاؤں گا۔ میں یہ بھی وعدہ کرتا ہوں کہ تم سے اپنا حال نہ چھپاؤں گا۔ بھلا برا جو کچھ پیش آئیگا سب تمہیں بتا دونگا۔ خواہ سارے جہان سے چھپاتا رہوں کیا تم بھی مجھ سے ایسا ہی وعدہ کرتے ہو۔

عثمان۔ ہاں میں بھی وعدہ کرتا ہوں اس اتحاد کو پوشیدہ رکھنا۔ میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے اپنی اس سچی محبت ثابت کرنے کی قوت عنایت کرے۔

Marfat.com

محمد علی نے اپنے دوست کا ہاتھ مہربانی سے پکڑا۔ اور محبت بھری نگاہ سے اسکی طرف دیکھا۔ نگاہوں میں جو باتیں ہوئیں انکے بیان سے زبان قاصر ہے۔ پھر محمد علی نے کہا اب مجھے جانے دو۔ کیونکہ داستان گوئی کا وقت آگیا کل تمہارے پاس آکر رات کی سُنی ہوئی باتیں بیان کرونگا۔ عثمان نے "کل تک" کہتے ہوئے رخصت کیا۔ محمد علی تیزی سے آگے بڑھا عثمان کی آنکھیں اسی کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ محمد علی کو یہ خیال نہ رہا کہ باغ کا بہت بڑا حصہ گھرا ہوا ہے۔ جہاں کسی کو جانے کی اجازت نہیں ہے اور پچھلے دروازہ سے نکلنے کا ارادہ کیا۔ کہ ایک نازنین برقع پوش سامنے سے نکلی جس کے آگے آگے دو خواجہ سرا تھے اُنہوں نے محمد علی کو دیکھتے ہی آواز دی کہ راستہ فوراً خالی کردو محمد علی انکو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہوا کھڑا ہو گیا اور پوچھا حسان آغا شوربجی کے مکان کے تم کب سے مالک ہو گئے کہ اسطرح حکومت کرتے ہو۔ میں تمہارے حکم سے نہیں جاتا بلکہ محض اپنی مرضی سے یہ کہکر لوٹ پڑا یہاں تک کہ بیگم کے بالکل پاس سے ہوکر گذرا اور نگاہ اُٹھا کر بھی اسکی طرف نہ دیکھا۔ لیکن وہ کھڑی ہو کر اپنی غزالین آنکھوں سے جنہوں نے دل میں ایک آگ بھڑکا دی تھی۔ دیکھنے لگی سُرخ ہونٹوں کو ہلا کر چپکے چپکے بولی۔ اللہ اللہ کیسا خوبصورت ہے یہ جوان۔ کیسی اچھی ہے اسکی صورت اور کیا دلربا ہیں اسکی آنکھیں۔ تیر کی طرح جگر سے پار ہو گئیں۔

موت

محمد علی داستان گو کے پاس داستان سُننے بہت جانے لگا جب سُنکر نکلتا دماغ میں نیا سودا دل میں نئی آرزوئیں لیکر آتا۔ یہ سب باتیں اسکے نزدیک بالکل ہیچ ہو گئی تھیں۔ وہ کہتا تھا اگر میں قوالہ میں سب سے بڑا نشانہ باز یا اسکے سمندر میں سب سے زیادہ کشتی چلانے والا یا ساحل پر سب سے بڑھکر مچھلیوں کا شکار کرنے والا ہوا تو کیا ہوا۔ مجھے ان باتوں سے کیا حاصل۔ سوا چند تاجروں کے جو تمباکو خریدنے آتے ہیں یا خراج لینے والوں کے جن کا سال میں دو مرتبہ دورہ ہوتا ہے مجھے کون جانے گا۔ نہیں نہیں میرا دل ان طفلانہ باتوں کو ذلیل جانتا ہے اور بڑی بڑی آرزوئیں اور امیدیں رکھتا ہے

یہ مصر کے سوا اور کہیں نہیں پوری ہو سکتیں۔ یہ شوق اس پر اس قدر غالب ہوا تا کہ بوسیفالوس کی پہاڑیوں پر تنہا چلا جاتا اور افق کی طرف دیکھکر خیال کرتا کہ جس طرح قصہ گو نے ان شہروں کا حال بیان کیا ہے انہیں اسی طرح دیکھ رہا ہوں۔ اسی خیال میں کبھی وہ افریقہ کے ساحل پر پہنچ جاتا اور شہر اسکندریہ اور اسکی جامع مسجدیں۔ منارے۔ برج اور اسکا وسیع بندرگاہ جسمیں بڑے بڑے جہاز جنکے اطراف پر سنہرا پانی پھرا ہوا ہے اور بلند بلند مستولوں پر جھنڈے لہرا رہے ہیں اور چاروں طرف صدہا کشتیاں چینٹیوں کیطرح آجا رہی ہیں۔ جا دیکھتا۔ کبھی اس سے بھی آگے بڑھ جاتا ہے اور دیکھتا کہ شہر قاہرہ لق و دق صحرا میں بسا ہوا ہے اسکے محلات جامع مسجد انکے منارے آسمان سے باتیں کر رہے ہیں۔ اسکے بازاروں میں ملک ملک کے آدمی ترکی۔ عربی۔ مصری۔ شامی۔ فرنگی۔ امریکانی۔ نوبی۔ حبشی وغیرہ پھر رہے ہیں ایکمرتبہ وہ اسی قسم کے خیالات میں ڈوبا ہوا تھا کہ چینے کی آواز نے اسے اپنی طرف متوجہ کرلیا۔ محمد علی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسکو دیکھنے لگا جب وہ نہ دکھائی دیا اور آواز برابر آتی رہی۔ اسے خیال ہوا کہ میرا چچا طوسون آغا مجھے پکار رہا ہے اسے خطرہ گذرا کہ والدہ کو میری ضرورت پڑی ہوگی۔ یہ خیال آتے ہی اسکا بدن کانپ اٹھا اور اپنی جگہ سے اٹھکر زخمی ہرن کی طرح سے بھاگا۔ اتنے میں ایک اور آواز آئی جسکے جواب میں اس نے باآواز بلند کہا چچا؟ ٹھیرئے میں آگیا اور دوڑتا ہوا سیدھا جھونپڑی کے اندر چلا گیا۔

خضرہ کو جانکنی شروع ہوگئی تھی وہ چاہتی تھی کہ آخری وقت اپنے بیٹے کو دیکھ لے اور الوداع کہے۔ خضرہ کے رونے کی آواز طوسون آغا کے کان میں پڑی خود بھی صاحب فراش تھا مگر اپنی چارپائی سے اٹھکر اسکے پاس آیا جب اسکی خواہش معلوم ہوئی محمد علی کا پتہ نہ تھا کہ کہاں ہوگا وہ جھونپڑی کے سامنے کھڑا ہو کر بولی بولنے لگا تین مرتبہ آواز دینے کے بعد ضعف کی وجہ سے اپنے بستر پر لیٹا۔ محمد علی آکر جلدی ماں کے پاس گیا اور پاس بیٹھکر اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا وہ بالکل سرد ہو چکا تھا۔ اور ٹکٹکی باندھ کر اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔ یہ دیکھکر محمد علی دردناک آواز سے بولا جس سے دل پاش پاش ہوتا تھا اماں! تمہارا بیٹا تمہارے پاس آگیا تم کیا اسے نہیں دیکھتیں؟ کیا تم اسکی آواز نہیں سنتیں؟ اماں میں تمہارے پاس آگیا۔ تم مجھے تنہا نہ چھوڑو۔ خضرہ کی جان نکلنے لگ گئی تھی مگر مادری شفقت موجزن ہوئی اور اسے تھوڑی فرصت ملگئی جسمیں اس نے اپنے حواس جمع کر لیے

Marfat.com

اور مسکرا کر اپنے بیٹے کو پیار کرنے کیلئے ذرا سر اُٹھایا اور بولی بیٹا؟ مینے تمکو پہچان لیا مَیں تمہاری منتظر تھی کہ کوچ کرنے سے پہلے تمہیں دیکھ لوں ۔

محمدؐ علی نے غمگین آواز میں کہا اماں جان؟ مَیں تمکو خدا کی قسم دلاتا ہوں کہ تم مجھے نہ چھوڑو

خضرہ نے اپنے آخری دم کو روک کر اور نہایت کوشش کر کے کہا پیارے بیٹے! غمگین نہ ہو۔ اے نورالعین ہمت نہ ہارو۔ مَیں اب زندہ نہیں رہ سکتی۔ کئی دن سے میری حالت خراب تھی۔ جہانتک مجھ سے ہوسکا مَیں چھپاتی رہی اب میری زندگی کا چراغ گُل ہوا چاہتا ہے۔ اتنی ہی دیر تھی کہ مَیں تمکو ایک مرتبہ اور دیکھ لوں۔ محمد علی کے گلے میں غم سے پھندا پڑ گیا اسلئے وہ کچھ نہ کہہ سکا۔ خضرہ نے بہت ہی آہستہ سے کہا میں آخری وقت تمکو وصیت کرتی ہوں کہ تم اپنا دل مضبوط رکھو اور رنج و غم کو اپنے پاس نہ آنے دو۔ مرد ہو اُس خواب کو یاد رکھو جو مینے تم سے بیان کیا تھا۔ اور اُسکے پورا کرنیکی کوشش کرو۔ تم اپنے وعدہ کے موافق ایسے جوانمرد سپاہی بنو جس کے سر پر آئندہ تاج اور ہاتھ میں تلوار ہو۔ مجھے آیندہ کے حالات نظر آتے ہیں گویا مَیں دیکھ رہی ہوں کہ تمہاری اولاد کے سروں پر شاہی تاج رکھے ہیں۔ اور تمہارے سامنے لوگوں کے سر جھکے ہیں۔ ہاں تمکو ان باتوں سے خبردار کرنے کیلئے میری روح میرے پاس واپس آگئی ہے۔

محمدؐ علی۔ (حسرت و اندوہ سے رک رک کے) اگر آپکی جان لوٹ آئی ہے تو اب اسکو نہ جانے دو۔ آہ اماں! میری زندگی تمہارے بعد بے لطف اور تیرہ و تار ہو جائیگی یا آپ مجھے بھی اپنے ساتھ لیچلیں۔ مجھے اب خواب اور ہاتف غیبیہ کی کچھ پرواہ نہیں۔ مجھے بھی لیچلیئے ہم سب اباکے ساتھ ملکر رہینگے۔

خضرہ۔ نہیں۔ نہیں۔ ہر شخص کیلئے وقت مقرر ہے اور ہر ایک کا وقت لوح پر لکھا ہے۔ مَیں ابھی اس وقت تمہارے باپ کے پاس جاؤنگی تمہارا حال اُن سے بیان کرونگی۔ اور کہونگی کہ تم ہمارا نام بلند کرنے اور ہماری یاد کو ہمیشہ قائم رکھنے کے واسطے رہگئے ہو۔ لہذا تم میری خواہش کو منظور کرلو۔ اور میری امید بر لانیکی کوشش کرو۔

ان باتوں نے خضرہ کو اور کمزور کر دیا اور وہ گدے پر لیٹ گئی اسکا دم اکھڑ گیا اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ محمدؐ علی کا دل یہ دیکھ کر دہل گیا اور پاس جا کر کہنے لگا۔

Marfat.com

اماں ؟ اماں ؟ تمہیں قسم ہے ایک مرتبہ مجھ سے اور بات کرلو۔

خضرہ ۔ (آہستہ سے ہونٹ ہلاکر) میںنے تمہاری بات سُن لی ہیں تمکو جواب دیتی ہوں میں تم سے محبت رکھتی ہوں ۔ تمہاری محبت ہی نے مجھے ایک سال تک موت کے مقابلہ میں ثابت قدم رکھا ۔ اور میں اپنی حالت کو تم سے چھپائے رہی ۔ اگر محبت نہوتی تو میں کب کی مر چکی ہوتی ۔ اب وقت مقررہ آگیا اور وہیں جاتی ہوں جہاں ہر زندہ کو جانا ہے ۔ بیٹا ؟ میری خوشی سے تم بھی خوش ہو کیونکہ میں پہلے کیطرح جوان ہوکر تمہارے باپ کی خدمت میں حاضر ہونگی ۔ میں تمہارے لئے صبر کی دعا کرتی ہوں اور چاہتی ہوں کہ خدا تمکو ایسی دلہن دے جو تم سے ایسی ہی محبت کرے جیسی مینے تمہارے باپ سے کی ۔ اور میری طرح تم پر شفقت کرے ... خدا تمہاری حفاظت کرے .... اور تم پر اپنا فضل و کرم کرے .... اسی پر تمکو چھوڑتی ہوں ... اور تمکو اسی کے حوالہ کرتی ہوں ۔

محمد علی اپنی ماں سے بالکل قریب ہوگیا تھا تاکہ اسکی کوئی بات سُننے سے نہ چھوٹنے پاوے ۔ جب اس نے دیکھا کہ وہ پیار کرنے کیلئے ہونٹ ہلا رہی ہے یہ بڑھکر گلے سے لگ گیا ۔ اس نے اسے پیار کیا اور مسکراتی ہوئی آنکھیں بند کرکے جان بحق تسلیم ہوئی ۔ محمد علی اسکا سُرد بدن اور زرد رنگ دیکھکر جھجھک گیا اور چیخ مارکر اماں ؟ اماں ؟ اماں کہا اور بیہوش ہوکر گر پڑا ۔ پاس پڑوس کی عورتیں خضرہ کا بُرا حال سُنکر دیکھنے کیلئے دوڑیں ۔ جھونپڑی کے قریب آکر محمد علی کے رونے کی آواز سُنکر جان گئیں کہ اس غریب کا کام تمام ہوگیا ۔ اندر جاکر دیکھا کہ وہ مری ہوئی پڑی ہے اور محمد علی اسکے پاس بیہوش ہے ۔ عورتوں نے اسکے ہوش میں لانیکی کوشش کی ۔ اسنے آنکھیں کھولکر ماں کی لاش کو دیکھا اور دیوانہ وار دروازے کی طرف بھاگتا چلا گیا کسی نے اسکو پکڑنے کا خیال بھی نہ کیا ۔ انکو یہ خیال ہوا کہ وہ اپنا غم غلط کرنے گیا ہے پھر چلا آئیگا ۔ میت کی تجہیز و تکفین کا سامان کیا گیا ۔ اور ہاتھوں ہاتھ جنازہ گورستان تک پہنچا دیا ۔ خضرہ اگرچہ غریب بیکس تھی لیکن سب اسکو مانتے اور اسکی عزت و حرمت کرتے تھے اسی وجہ سے اسکے جنازہ میں بستی کو دیکھنے ہوئے بہت اچھا مجمع ہوگیا ۔ تجہیز و تکفین میں مشغول ہونے کی وجہ سے محمد علی کا کسی کو خیال بھی نہ آیا ۔ اور نہ محمد علی کو کسی بات کی خبر ہوئی کیونکہ وہ اپنی جھونپڑی سے نکلکر غار پوشیدہ جنت میں جا بیٹھا اور پکا ارادہ کرلیا کہ اسمیں مرکر رہونگا ۔ جاتے ہی اس غار میں لیٹ کر اپنی

Marfat.com

ماں اور اپنے اوپر روئے اور کہنے لگا - میں دنیا میں اکیلا رہ گیا - میرے سر سے والدین کا سایہ اُٹھ گیا - والد بچپن ہی میں رخصت ہو گئے تھے اور ابھی جوان بھی نہیں ہونے پایا تھا کہ ماں بھی چل بسیں - آہ یتیمی کیسی تلخ ہے اور موت کس قدر دشوار - غم اس قدر غالب ہوا کہ اسے نیند آگئی اور چاروں طرف سناٹا چھا گیا - سمندر کی آواز کے سوا اور کوئی آواز نہ تھی لیکن وہ بھی اسکے کان تک نہ پہنچتی تھی - کیڑے مکوڑے اپنے اپنے بلوں سے نکل کر غار میں پھرنے لگے - انہیں یہ بھی معلوم نہ تھا کہ یہاں کون ہے - وہ محمد علی کے اوپر سے گزر جاتے تھے اسے قطعی خبر نہ تھی - ایک بڑا سانپ اسکے جسم پر سے گذرا جس سے وہ چونک کر کود پڑا پھر سنبھل کر کہنے لگا میں موت سے کیوں ڈروں میں تو اسی کو تلاش کر رہا ہوں بارہا میرے یہ آرزو کی ہے کہ اس غار میں جسکو میرے سوا کوئی نہیں جانتا قیامت تک رہوں - کئی بار شوق مجھے یہاں تک کشاں کشاں لایا اور میں نفس کو روکنے اور سعادت حاصل کرنے کی امید پر اندر داخل ہونے سے پہلے ہی لوٹ گیا میں نے بہت مرتبہ اپنے نفس کو روکا لیکن مجھے سعادت نہ نصیب ہوئی آج کم سے کم یہ سعادت حاصل کرونگا میں نے اپنے آپ کو اس پر راضی کر لیا ہے اس جگہ سے مجھے مرنے تک یہیں رہنا چاہئے - آہ - اس دنیا میں کوشش سے کیا حاصل اور سعادت و اقبال کی طرف لو لگانے سے کیا فائدہ - میرے یہ تخیلات اور آرزوئیں جنون ہیں - دنیا میں سوا تنگی اور بدبختی کے کچھ نہیں میں مرجاؤں اور دکھو خوشی سے زندگی بسر کرنے دو - ہاں جو بات آزاد محمد علی نہ حاصل کر سکا غلام عثمان اسے حاصل کرلے - لیکن اسکی سزا اسکو بہت جلد ملجائیگی کیونکہ موت سب کے پیچھے لگی ہے - پھر غار کے سوراخ میں سے آسمان اور سمندر کو خصمنی نگاہ سے دیکھکر کہا - غلام کو کامیابی حاصل کرنے دو - آزاد محمد مرجائے اسکا مرنا ہی بہتر ہے - محمد علی نے چاہا کہ تھوڑی دیر سو کر آرام کرے لیکن نیند نہ آئی - غلام عثمان کو یاد کرکے کیونکر چین آسکتا تھا - اسکے تفکرات کا جوش بڑا اور انکا روکنا اسکی قوت سے باہر ہو گیا - اسکے خیالات اسکو وادی نیل سے سلطانی محلات اور انکی آرام گاہ اور ممالیک کے پایہ تخت میں لیکر پھرنے لگے - اسکا دماغ چکر کھانے لگا اور نزع کی کیفیت طاری ہو گئی - لیکن دفعتاً اسکے حواس بجا اور آرزوئیں اور خیالات رفو چکر ہو گئے - پیٹ بڑا ظالم ہے جب اسمیں آگ لگی - اسے معلوم ہو گیا کہ جبتک جسم ساتھ نہ دے صرف دل کی خواہش سے موت نہیں آتی - اس نے خیال کیا کہ

Marfat.com

کئی بار میں بھوک پیاس کا مقابلہ کر چکا ہوں کم سے کم اس مرتبہ بھی مرنے تک مردانہ مقابلہ کرتا ہوں۔ یہ کہکر ایک پتھر سے چمٹ گیا گویا اس سے پناہ مانگتا ہے کہ وہ باہر نکلنے سے روک لے۔ مگر حالت ایسی نازک ہوگئی تھی کہ بدن ودل کے قابو سے نکل چکا تھا۔ اسلیے باہر نکلنے کے ارادہ سے بے تحاشا غار کے دہانہ کی طرف دوڑا۔ محمد علی اسوقت ایسا بدحواس ہوگیا تھا۔ کہ اسے یہ نہ معلوم ہوتا کہ کیا کر رہا ہوں۔ پیاس کی شدت سے ہونٹھ خشک ہوکر پھٹ گئے تھے۔

جب غار سے باہر نکلا ٹھنڈی ہوا لگی مگر قوت نے جواب دیا ہمت پست ہوگئی اور زمین پر گر پڑا۔ کان میں کسی کی آواز آئی مگر اسے جواب دینے کی تاب نہ تھی۔ اسنے جو کچھ سنا وہ واقعی تھا۔ وہمی وخیالی نہ تھا۔ آوازہ دینے والا مسٹرلیون تھا جس نے پاس آکر اسکو جھنجھوڑا اور جھک کر کان میں آہستہ سے کہا محمد علی؟ افسوس تمنے اپنی حالت کیسی تباہ کرلی۔ اگر تمہاری شیدا ماں تمہاری اس حالت کو دیکھتی تو خون کے آنسو بہاتی۔

محمد علی نے آنکھیں کھولدیں۔ مسٹرلیون نے اسکی طرف دیکھکر کہا میں جانتا ہوں تمنے کچھ نہیں کھایا ہے میں تمہارے کھانے کیلئے کچھ لایا ہوں۔ کھاؤ کہ بدن میں جان آئے۔ پھر اپنی جیب سے ایک شیشی نکالی اور اسمیں سے تھوڑا تھوڑا عرق محمد علی کے منہ میں ٹپکایا محمد علی نے چاہا کہ نہ پیئے مگر پیاس کو نہ روک سکا اور پے درپے تین گھونٹ پیئے اور کھانا بھی مانگا۔ مسٹرلیون نے کھانا دیا۔ کھاتے ہی حواس درست ہوگئے بدن میں قوت آنے لگی۔ یہ دیکھکر مسٹرلیون کا چہرہ بھی خوشی سے چمکنے لگا۔ لیکن محمد علی نے مسٹرلیون کی طرف دیکھکر پوچھا دوست؟ یہ میرے ساتھ کیا کیا۔ کیوں موت کے منہ سے چھڑالیا۔ میں تو چاہتا تھا کہ مرکر ماں سے ملجاؤں۔

مسٹرلیون۔ (شفقت سے بوسہ دیکر) عزیز من؟ تمہاری ماں کی یہ مرضی نہیں ہے۔ وہ تمکو پیار کرتی ہے۔ اسی نے یہ پیار تمکو بھیجا ہے۔ اس نے اپنا ضعف کا حال پوشیدہ طور پر مجھ سے بیان کیا اور کہا تھا کہ میں جلدی ہی مرنے والی ہوں۔ اس نے مجھے یہ بھی حکم دیا تھا کہ جب میں تم سے ملوں تو انکی طرف سے پیار کرلیا کروں۔ یہ پیار اسی کی طرف سے ہے اس سے تم اپنے دل کو تسکین دو اور باقی زندگی خوشی سے گذارو۔ محمد علی کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی جو خود گرم ہونے کے باوجود محمد علی کی سوزش بجھانے لگے۔

مسٹر لیون (اگرچہ غم نے آواز بند کر دی تھی) عزیز من دل کھول کر رو لو۔ دل کی کدورت کو آنسو کے سوا اور کوئی نہیں بجھا سکتا۔ تم تو بچہ ہو جوان بھی رونے سے نہیں شرماتے مسٹر لیون محمد کے پاس زمین پر بیٹھ گیا اور اُسے گلے سے لگا کر کہنے لگا۔ پیارے ناامید نہ ہو اور اپنے آپ کو تنگدست بے کس خیال کرو۔ تمہاری ماں خدا مغفرت کرے مرنے سے پہلے میرے پاس آئی تھیں اور جو کچھ تم نے اُنکی نذر کیلئے مجھ سے خریدا تھا اُسکو واپس کر دیا اور جو کچھ انہوں نے تمہارے لئے مال بچا رکھا تھا اُسکو میرے پاس امانتاً رکھ گئی ہیں۔ اس وقت میرے پاس تمہاری تھیلی میں شرفیاں رکھی ہیں وہ تمہارا مال ہے جسطرح چاہو خرچ کرو۔ جبتک یہ خرچ ہونگی خدا سے امید ہے وہ تمہاری معاش کی کوئی صورت پیدا کر دیگا اور تمہاری آرزو پوری ہو جائیگی۔ محمد علی میں نے تمہاری ماں سے عہد کر لیا ہے۔ کہ جب کبھی تمکو مالی مدد یا صلاح مشورہ کی حاجت ہو میرے پاس چلے آؤ۔ تم جانتے ہو کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ اب اٹھو چلو صبر کرو تمہاری ماں نے تمہاری وجہ سے زندگی میں بہت مصیبتیں جھیلی ہیں تمہارے رونے سے انکی روح کو صدمہ پہنچیگا۔ اب انکو آخرت میں چین لینے دو۔ ہمارے ساتھ اُٹھ کر چلو۔ ہاں میں تم سے کہنا بھول گیا تمہارا ایک دوست اس پہاڑی کے نیچے تمہارے انتظار میں کھڑا ہے

محمد علی۔ (آنسو پونچھکر) یہ کون دوست ہے؟ شاید عثمان ہوں۔

مسٹر لیون۔ ہاں۔ وہ میری طرح ان چٹانوں پر نہیں چڑھ سکتے۔

محمد علی۔ (اٹھ کر) میں ابھی انکے پاس جاتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ وہ آنسو کے نشان میرے چہرے پر دیکھکر مجھ پر نہ ہنسینگے۔

مسٹر لیون اور محمد علی دونوں عثمان کے پاس گئے۔ عثمان محمد علی سے بغلگیر ہوا۔ دونوں پر سکتہ کی حالت طاری ہو گئی کسی کے منہ سے کوئی بات نہ نکلی۔ یہ حالت دیکھکر مسٹر لیون یہ کہتا ہوا چلدیا کہ یار کی غمگساری یار ہی خوب کرتا ہے اور دوست ہی سے تسلی ہوتی ہے۔ اور دل کو انکی باتیں سننا چاہئیں۔ جب دونوں دوست دل بھر کر رو چکے محمد علی نے اپنے آنسو پونچھے اور دل کو سنبھالا۔ عثمان نے اپنا ہاتھ بڑھا کر محمد علی کے ہاتھ کو پکڑ لیا اور کہنے لگا دوست؟ تمہاری والدہ کا انتقال ہو گیا لیکن تمہارے دوستوں کے دلوں میں ہمیشہ زندہ رہینگی۔ وہ اسوقت مجھ سے کہہ رہی ہیں کہ میں تمہارا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لیجاؤں۔ اس وقت سے وہ تمہارا گھر ہے۔ کیونکہ

Marfat.com

میں تمکو اکیلا نہیں رہنے دونگا۔ تم میری خواہش کی مخالفت نہ کرنا۔

محمد علی۔ (عثمان کا ہاتھ پکڑ کر) پیارے دوست؟ میں آپکا شکریہ ادا کرتا ہوں لیکن مینے پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ کسی کا غلام بنکر رہوں۔ آپکے اسطرح مجبور کرنے کو میں غلامی سمجھتا ہوں۔

عثمان۔ محمد علی؟ تم بھی کیا وہمی آدمی ہو۔ میں تمپر دوستانہ دباؤ ڈالتا ہوں نہ کہ غلامی کا۔ تم جانتے ہو میں اکیلا رہتا ہوں تمہارے سوا میرا کون دوست ہے اور بیماری اور تنہائی میں تمہارے سوا کون میری تسلی و تشفی کر سکتا ہے۔

محمد علی۔ (تھوڑی دیر ٹھہر کر اور اپنے دوست کو محبت کی نگاہوں سے دیکھکر) عثمان لو۔ میں تمہارا مطیع ہو گیا۔ اب کبھی تم جیسے سچے بھائی کی غلامی اور خدمت سے انکار نکروں گا۔

خسرو پاشا

محمد علی اپنی ماں کے مرنے کے بعد اکثر اپنے دوست عثمان کی تسلی و تشفی میں لگا رہتا۔ اور کبھی کبھی باہر نکل جاتا۔ اور شکار کیلئے چٹانوں پر چڑھتا یا شکاریوں کے جال جمع کرنے میں مدد دیتا یا اسکی کے منہ زور گھوڑوں کو رام کرنیکے لئے انہیں چھیڑتا۔ ان باتوں میں اسکو کچھ ایسا مزہ آتا کہ ماں کے غم کو بھول جاتا اور روز بروز عثمان کی دوستی گہری ہوتی جاتی۔ محمد علی اسکے دل بہلانے اور درخواستیں پوری کرنے میں ذرا کوتاہی نہ کرتا۔ صرف ایک بات میں اس نے عثمان کا کہنا نہیں مانا عثمان کی خواہش تھی کہ محمد علی اسکے ساتھ رہا کرے۔ لیکن محمد علی نے اپنی خفیہ جھونپڑی میں رہنے کو ترجیح دی۔ وہ اپنی ماں کے بستر پر سوتا اسی کے آبخورے سے پانی پیتا اور اسی کے اسباب کو کام میں لاتا۔ تنگدستی کی زندگی کو غیروں کی ماتحتی میں امیرانہ رہنے سے اچھا سمجھتا۔ اکثر عثمان اس سے کہتا محمد علی؟ تمکو خدا کی قسم تم میرے پاس چلے آؤ۔ اور میرے ساتھ رہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ تم رئیسانہ ٹھاٹھ اور شان و شوکت کو حقیر جانتے ہو۔ لیکن میں امید کرتا ہوں کہ تم میری اور میرے والد کی خاطر سے اس قسم کے خیالات کو چھوڑ دوگے۔ میرے والد کی بھی یہی آرزو ہے کہ تم میرے ساتھ رہو کیونکہ تجربہ نے نہیں بتا دیا ہے کہ تمہارے میرے ساتھ رہنے سے مجھے جلد شفا ہو جائیگی اسلئے کہ جب مجھے

Marfat.com

معلوم ہوگا کہ تم میرے پاس موجود ہو تو مجھے بڑے مزے سے نیند آجائیگی اور ایسا آرام ملیگا جو تنہائی میں نہیں مل سکتا۔ اگر تمہیں میری شفا منظور ہے تو تمہیں خدا کی قسم میرے پاس رہو۔

اس تقریر کا محمد علی کے دل پر بہت اثر پڑا لیکن وہ اپنے ارادہ سے باز نہ آیا اور کہنے لگا پیارے دوست؟ یہ میرے امکان سے باہر ہے کیونکہ میں جب ایسا کرونگا تو اپنی آزادی کھو کر رنج و غم کا پہاڑ اپنے اوپر ڈھا لونگا۔ اُسکا وبال تم پر پڑیگا اسلئے کہ پھر میں تمہارا دل نہ بہلا سکونگا۔ اور میں تمہارے لئے باعث نشاط ہونیکے بجائے بار خاطر ہو جاؤں گا اور اسکا اثر تمہاری صحت پر بُرا ہوگا۔ تم مجھے یوں ہی آزادی سے بسر کرنے دو۔ تاکہ میں نت نئی خوشی و مسرت حاصل کرتا رہوں اور تمہارے پاس آنے سے جو غرض ہے اسکو پورا کر سکوں۔ کیونکہ اس وقت میں یہ سمجھونگا کہ میں تمہاری دلجوئی کی غرض سے آتا ہوں نہ اپنے سر سے قرض اُتارنے۔ علاوہ اسکے اگر میں تمہاری درخواست منظور کرلوں تو میں تمہارے غلاموں کا مضحکہ بنجاؤں گا۔ کیونکہ وہ سمجھینگے کہ ہم تو اسلئے تمہاری خدمت کرتے ہیں کہ زرخرید غلام ہیں اور میری نسبت کہینگے کہ یہ غلام بے دام ہے اور میری تحقیر کرینگے۔ اسلئے تم مجھے میری حالت پر چھوڑ دو کہ اپنا آپ مختار رہوں اور اپنی روزی اپنی سعی بازو سے آپ حاصل کروں عثمان؟ اگرچہ میرے کپڑے پُرانے اور کھانا غریبانہ ہے لیکن میں اسپر ناز کرتا ہوں اسلئے کہ میں اپنے مال سے کھاتا اور پہنتا ہوں۔ کسی کا زیر بار احسان نہیں ہوں۔ سن لو میں آزاد رہنا چاہتا ہوں یہی میری غرض و غایت ہے اور یہ اُسی وقت حاصل ہو سکتی ہے کہ اپنی جھونپڑی میں رہوں اور اُسی بچھونے پر سوؤں جو ماں نے چھوڑا ہے۔

عثمان۔ میں تمہاری غیرت و بلند ہمتی کو جانتا ہوں اسلئے ناچار میں تم سے موافقت کرتا ہوں اگرچہ مجھے اس سے تکلیف ہی کیوں نہ ہو اور نہیں چاہتا کہ میں تمکو مقید اور اپنے احسان کا پر مجبور کردوں۔

محمد علی۔ میرے احسانمند ہونے کا حال خدا ہی کو خوب معلوم ہے من کہ سر در نیاورم بدو کون + گردنم زیر بار منت تست + اس احسان کی بھی کوئی حد ہے کہ تمہارے والد میرے لئے اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور مہربانی سے پیش آتے ہیں۔ اپنے برابر دسترخوان پر بٹھاتے ہیں گویا میں انکے برابر کا ہوں۔ یہ سب تمہاری مہربانیوں کا نتیجہ ہے۔

عثمان - (ہنسکر) نہیں بلکہ وہ اسلئے ایسا کرتے ہیں کہ تمہارا میرے ساتھ رہنا ضروری جانتے ہیں - انہیں خوف ہے کہ اگر انکی طرف سے تمہارے ساتھ کچھ بے پرواہی ظاہر ہو تو تم آنا چھوڑ دو - اور وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ تمہاری صحبت سے میری صحت روز بروز اچھی ہوتی جاتی ہے - محمد علی ؟ میری بیماری بہت سخت ہے - اور میری جو حالت ہے وہ تم دیکھ رہے ہو یہاں تک کہ مجھے یقین کامل ہو گیا ہے کہ میں اب زیادہ زندہ نہ رہونگا لیکن پھر بھی میں دیکھتا ہوں کہ مجھ میں مردانہ صفات آچلی ہیں یہ تمہارا ہی طفیل ہے تمہاری صحت دیکھکر میرا خون بڑھتا ہے اور تمہاری ذہن کی تیزی مجھ میں زندگی کی روح پھونکتی ہے - تم یہ نکہو کہ میں تمہارے مرہون احسان ہو - مجھ ہی پر تمہارا احسان ہے - میرے والد بھی اس بات کو جانتے ہیں اور میرے ساتھ وہ بھی شکر گذار ہیں -

محمد علی - تم ان باتوں سے میری دلجوئی اور میری عزت بڑھاتے ہو - لیکن واقعیت کا انکار نہیں ہو سکتا - خدا خوب جانتا ہے کہ میرے دلمیں تمہارے اور تمہارے والد کی طرف سے کیا خیال ہے - اگر تم نہ ہوتے تو مجھے وہ باتیں ہرگز نہ معلوم ہوتیں جو تمہارے ہم سبق ہونے سے معلوم ہوئیں - تمہارے ہی بدولت مینے داستان گو کی باتیں سنیں اور اپنے ملک اور غیر ممالک کا حال معلوم کیا - تمہیں نے ہی مجھے دنیا کی بہت سی باتوں سے آگاہ کیا - تم جانتے ہو کہ جب میں پہلی مرتبہ تمہارے پاس آیا تو مجھے اسکے متعلق کچھ بھی علم نہ تھا -

عثمان - ہاں میں جانتا ہوں لیکن تمنے کتنی جلدی یہ باتیں حاصل کرلیں - تمہاری قوت حافظہ سے سب دنگ ہیں - میرے استاد بھی برابر تمہاری تعریف کرتے رہتے ہیں جب کبھی آتے ہیں تمہارے دیکھنے کی آرزو ظاہر کرتے ہیں -

محمد علی - (مسکراکر) ہاں بات سنکر جلد یاد کرلینا میری قوت حافظہ کی خوبی ہے جو خدا کا عطیہ ہے لیکن مجھے اسکا رنج ہے کہ میں لکھنا نہیں جانتا کیونکہ میری انگلیاں تلوار یا بندوق یا گھوڑے کی باگ پکڑنے کی عادی ہوگئی ہیں اسلئے میں انکو قلم پکڑنے کے قابل نہیں بنا سکتا -

عثمان - اسمیں شک نہیں کہ تمہارا لکھنا نہ جاننا بہت بڑی کمی ہے لیکن بہت سے علما ہیں جو سمجھتے ہیں اور نہیں لکھ سکتے - بزرگی دماغ ہی کو ہے جو مضامین پیدا کرتا ہے اور لکھواتا ہے نہ ہاتھ کو جو لکھتا ہے - بھائی ؟ تمہارے اصرار کو میں لکھدیا کرونگا

Marfat.com

کیونکہ لکھنا میرے کمزور ہاتھوں کے مناسب ہے۔ جب تم کوئی بات سوچا کرو تو مجھے لکھا دیا کرو میں تمکو لکھدیا کروں گا اور اس ذریعہ سے ہم تم زندگی بھر ساتھ رہیں گے۔

محمد علی۔ عثمان؟ ہم تم کیونکر ایک ساتھ رہ سکتے ہیں کیونکہ تمہارے والد جلد ہی تمہاری شادی کی فکر کرنیوالے ہیں اور جب تمہاری شادی ہو جائیگی تم حرم میں داخل ہو جاؤ گے اور میرا تم تک پہنچنا بھی محال ہو جائیگا۔ میں تنہا رہ جاؤں گا مجھے نہ کسی محبوبہ کا خیال ہوگا اور نہ کسی حبیب کا۔

عثمان۔ (ہنسکر) جو محبت کے جال سے بھاگتا ہے وہی سب سے پہلے اسمیں گرفتار ہوتا ہے مجھے تو اس کا کچھ ڈر نہیں اور نہ مجھے اسکی فکر ہونی چاہئے کیونکہ میں بیمار ہوں میرا رنگ بدل گیا دل تنگ آ گیا ہے جی پژمردہ ہو گیا ہے۔ نہیں۔ نہیں۔ میں عورتوں سے تعلق نہ پیدا کروں گا جنکا یہی مشغلہ ہو کہ میری بیماری کو بڑھائیں ہوئے ہیں۔ اکثر میرے والد نے مجھ سے اس بارے میں گفتگو کی اور اس بات کی بہت خواہش ظاہر کی کہ میں انکی وفات سے پہلے عیالدار بنجاؤں لیکن انکی دلشکنی کے خیال سے میں نے اپنا خیال ظاہر کرنیکی جرأت نہیں کی بلکہ خاموشی اختیار کی جس سے انکو میری رضامندی کا خیال ہو گیا ہے پچھلی مرتبہ تو انہوں نے مجھے حرم میں داخل کرنیکا پورا ارادہ کر ہی لیا تھا مگر خوش قسمتی سے خسرو پاشا آ کے مہمان ہو گیا جسکے زنانہ خانہ نے آ کر حرم سرا کو گھیر لیا میری یہی آرزو ہے کہ زیادہ دنوں تک مہمان رہیں تا کہ والد کے منصوبے پورا ہونے میں دیر لگے۔

محمد علی۔ میں تو اس متکبر بدمزاج کا زیادہ بھی پابند نہیں کرتا۔ میں اسکو بہت برا سمجھتا ہوں کیونکہ وہ اپنے آپکو تمام مخلوق سے افضل و اشرف جانتا ہے اور قوالہ کے کسی آدمی کا کچھ خیال نہیں کرتا یہانتک کہ ہمارے آقا اپنے میزبان شہر کے حاکم یعنی تمہارے والد کا بھی کچھ احترام نہیں کرتا۔ اور میں اسکے نخوت کی کوئی معقول وجہ بھی نہیں پاتا جسکا اخراج سلطانی بھی ہے اور پایہ تخت سے نکالا ہوا بھی۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں تم سے اسکا وہ حال بیان کردوں جو میں نے کل سنا ہے۔ لوگوں نے مجھ سے بیان کیا کہ قبطان پاشی حسین پاشا نے اسے بچپن میں مول لیا تھا۔ پھر محبت کی وجہ سے اسکو آزاد کر دیا اور مالدار بنا دیا اور خود بھی اسکی تعلیم و تربیت کی اور سلطان معظم سے بھی اسکی تربیت کی سفارش کی سلطان نے انکی درخواست منظور کر لی اور اسکو منصبدار بنا دیا

Marfat.com

جب اس نے دیکھا کہ میں کچھ ہو گیا ہوں شیطان نے اسکے کان میں پھونک ماری اور اس نے اپنے محسن حسین پاشا کا عالی منصب چھین لینے کیلئے بہت کچھ دست درازیاں کیں اور سلطان سے چغلی کھائی اور زہر دلوانے کی کوشش کی۔

عثمان۔ بھائی؟ جو کچھ تم سنو اسکو صحیح نہ مان لو کیونکہ یہ دستور ہے کہ جب کوئی بڑا آدمی منصب سے گر جاتا ہے تو اُس پر جھوٹے اتہام باندھتے اور سو عیب لگاتے ہیں۔ اگر ایسا ہی ہوتا تو حسین پاشا اُسکو مروا دیتا کیونکہ وہ بہت بڑے عہدے پر ہے اور خسرو پاشا اسکا محکوم ہے۔ مجھ سے میرے والد نے صحیح واقعہ بیان کیا ہے۔ اور یہ خبر اُنکو اسٹنبول سے ملی ہے کہ سلطان نے خسرو پاشا کو مصر کا والی مقرر کیا۔ یہ ممالیک کی شوکت سے ڈر گیا اور اس عہدے کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ عدول حکمی کی وجہ سے سلطان ناراض ہو گئے اور اسکو شہر بدر کر دیا۔ سلطان نے اُنکو مصر کی گورنری کے لائق سمجھ کر نہیں مقرر کیا تھا۔ بلکہ اُنکو معلوم ہو گیا تھا کہ ایک شاہی حرم پر عاشق ہے اور لونڈی غلاموں کے ذریعے اس تک پہنچنا چاہتا ہے۔ چنانچہ سلطان نے ایک رات اسکی جستجو کی اور اسکی معشوقہ کے کمرے کے پاس پہنچکر دونوں کو باتیں کرتے سنا اور دروازہ کھول کر اندر چلے گئے اس کمرے میں روشنی نہ تھی اسلئے کچھ نظر نہ آیا پھر روشنی منگوا کر دیکھا تو اسکو جھروکے کے پاس تنہا بیٹھے ہوئے دیکھا وہ سلطان کو دیکھکر مسکرانے لگی اور کہا کہ نیند نہ آتی تھی اسوجہ سے جھروکے کے سامنے بیٹھ گئی تا کہ صاف ٹھنڈی ہوا اور رات کے سناٹے اور تاروں بھری رات کی سیر سے دل بہلاؤں یہ سُنکر سلطان نے غصہ سے اپنے دانت پیسے اور صبح تک ضبط کیا۔ صبح ہوتے ہی خسرو پاشا کو بُلا کر یہاں بھیجدیا۔ اگرچہ حسین پاشا اسکے معاملہ میں بہت کچھ سفارش کرتا رہا لیکن سلطان نے ایک نہ مانی۔ مجھے اپنے والد سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ حسین پاشا معافی کیلئے برابر کوشش کر رہا ہے تا کہ یہ اپنے پہلے عہدے پر پھر بحال ہو جائے۔ اور یہ بھی اب یہی مناسب جانتا ہے کہ اپنے ولی نعمت کی اطاعت کرے چنانچہ اس نے لکھا ہے کہ میں اب مصر جانے میں کچھ عذر نہ کروں گا۔

محمد علی (حقارت سے مسکرا کر) کیا اب وہ مصر جانے میں عذر نہ کریگا؟ کیا وہ وہاں جانے پر راضی ہے جہاں اسکو بزرگی حاصل ہوئی اور وہ اسکو تنزل سمجھتا ہے؟ یقیناً یہ شخص بیوقوف ہے ورنہ یہ مصر جانے میں عذر نہ کرتا جہاں جانے کیلئے دوسرے جان تک دینے پر تیار ہیں۔

Marfat.com

عثمان - کیا اگر تم اسکی جگہ پر ہوتے تو وہاں جانے پر رضی ہو جاتے؟

محمد علی - اگر مجھے اختیار دیا جاتا تو میں اپنی نصف زندگی اور جو کچھ میرے پاس ہوتا کے اس منصب کے لیئے دینے سے دریغ نکرتا - آہ.. اگر میں منصبدار ہوتا اور مجھے وہاں جانیکا حکم دیا جاتا تو میں فوراً ان بڑے شہروں کی طرف چلا جاتا اور مملوکین کی حکومت کو جڑ سے اکھاڑ ڈالتا اور انکی قوت کو توڑ کر مصر کا مالک بن جاتا لیکن افسوس میں ایک نادان لڑکا ہوں جو محال خواب دیکھ رہا ہے -

دونوں دوستوں میں اتنی ہی گفتگو ہوئی تھی کہ سامنے سے خسرو پاشا اور حاکم آتے دکھائی دیئے - محمد علی جانیکے ارادہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور کہا میں نہیں چاہتا کہ اس بد دماغ بدزبان آدمی کے پاس بیٹھوں میں اسکی صورت سے نفرت کرتا ہوں -

عثمان - (محمد علی کو پکڑکر) نہیں - ایسا نکرو - ان دونوں نے ہمیں دیکھ لیا ہے اور یہ مناسب نہیں کہ والد اپنے پہنچنے سے پہلے تمکو جاتا ہوا دیکھیں اور شاید خسرو پاشا کو یہ خیال ہو کہ تم ڈر کر سامنے سے بھاگ گئے -

محمد علی - (تھوڑی دیر خاموش رہکر) عثمان؟ سچ کہتے ہو - پھر تنکر کھڑا ہو گیا اور اپنے ہاتھ سینہ پر باندھ لیئے اور متکبرانہ انداز سے سربلند کر لیا - اور اسی ہیئت سے اپنے دوست کی چارپائی کے ایک کنارے پر کھڑا ہو گیا - جب شوربجی اور خسرو عثمان کے قریب آئے شوربجی نے اپنے بیٹے کو سلام کیا محمد علی نے شوربجی کی تعظیم کیلئے سر جھکایا اور خسرو پاشا کی طرف سے نگاہ پھیر لی اور اسکے سامنے ذرا بھی خم نہوا - خسرو پاشا نے بھی عثمان کو بہت مہربانی سے سلام کیا پھر محمد علی کیطرف متوجہ ہوا - اسکو خیال تھا کہ یہ اسکے آگے سجدہ تعظیم بجا لائیگا - لیکن جب اسنے دیکھا کہ یہ اسی طرح اکڑا کھڑا ہے تو اس نے حسان کی طرف دیکھکر پوچھا یہ کون ہے؟ شاید تمہارا غلام ہے؟ حسان جواب دینے پایا کہ عثمان نے کہا - نہیں - جناب یہ میرے ایک پیارے دوست محمد علی ہیں -

خسرو پاشا - تعجب ہے تم ایسے کمینہ بے تہذیب غلام کو عزیز دوست کا خطاب دیکر اپنے خاندانی شرف کو بٹہ لگاتے ہو اور پھر گھور کر محمد علی کی طرف دیکھا - پاشا کی بات سنتے ہی محمد علی کی رگوں میں خون جوش مارنے لگا - اسنے ایک قدم آگے بڑھکر غضبناک آواز سے کہا کیا شرافت یہی ہے کہ ایک حاکم کا بیٹا مجھے اپنا دوست کہے - کیا پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی

بڑے آدمی نے اپنے زرخرید غلام کو دوست بنایا اور برابر کا سمجھا ہو؟ میں نے تو کل ہی سُنا ہے کہ مشہور امیر حسین پاشا نے ایک ترکی غلام خرید کر اسکو آزاد کر دیا اور اسکو اپنا دوست بنا لیا اور اپنے غلام کو دوست بنانے میں ذرا شرم نہ کی۔ اسی غلام کا نام تو خسرو ہے اور۔۔۔۔ شوربجی آنکھ مار رہا تھا کہ محمد علی خاموش ہو لیکن جب وہ ان اشاروں کو نہ سمجھا اس نے چیخ کر کہا محمد!!

بس۔ تمہیں خدا کی قسم کہ چپ ہو جاؤ۔

خسرو۔ (لاپرواہی ظاہر کرنے کیلئے) تم اسے کیوں چپ کراتے ہو۔ یہ تو لوگوں سے سُنا سُنایا قصہ بیان کر رہا ہے۔ اور لوگوں کا یہ دستور ہے کہ قصہ گو کو کچھ اُجرت دیدیا کرتے ہیں پس اے بیہودہ گو اپنی اُجرت لے یہ کہکر جیب سے ایک اشرفی نکال کر محمد علی کی طرف پھینک دی محمد علی کا غصہ اور بڑھ گیا اور اشرفی اٹھا کر چاہتا تھا کہ پاشا کے منہ پر پھینک مارے لیکن عثمان نے یہ دیکھکر محمد علی کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ اپنے غصہ کو روکو تو وہ رُک تو گیا لیکن اسکے چہرے کا رنگ بدل گیا اور ہونٹھ تھرتھرانے لگے اور جسم پر رعشہ سا چھا گیا اور غضب آلود تیز نگاہوں سے خسرو پاشا کو گھورنے لگا۔ پھر ایک غلام کو پکارا اور اسکو اشرفی دیکر کہا یہ لے۔ غلام غلام کو بخشش کے طور پر دیتا ہے۔

اسکے بعد خاموشی چھا گئی اور ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے پھر پاشا نے حسن سے کہا اگر میں تمہاری جگہ ہوتا تو اسکو خوب پٹواتا اور تم دیکھتے کہ ڈنڈے سے اس کمینہ کی کھال ادھڑ گئی ہے اور ساری تیزی کافور اور بدزبانی گم ہو گئی ہے۔ اور یہ جان لیتا کہ بڑوں کا کس طرح ادب کیا جاتا ہے۔

محمد علی۔ یہ علاج تو ایسے بیان کر رہا ہے جیسے اسکا خود اپنے پر تجربہ کیا ہو۔ لیکن تجھکو یاد رکھنا چاہیے کہ تو اس وقت جزیرہ کونتیہ میں ہے جہاں غلاموں کے سوا اور کوئی نہیں رہتا۔ میں غلام نہیں ہوں اگرچہ میرے کپڑے بوسیدہ اور میری حالت فقیرانہ ہے۔ اور جو راحت لطف مجھے اپنی ٹوٹی پھوٹی جھونپڑی اور پرانے بچھونے میں آتا ہے وہ ان غلاموں کو نصیب نہیں جن کو اُنکے آقاؤں نے احسان کیا اور مرتبہ پر پہنچا دیا اور حریر پر سوتے ہیں۔

خسرو پاشا اپنے طیش کو نہ روک سکا اور محمد علی کے منہ پر مارنے کو طمانچہ اٹھایا لیکن محمد علی کے اطمینان اور کلہ بکلہ جواب دینے کی مستعدی کا کچھ ایسا خوف ہوا کہ رُک گیا پھر حاکم کی طرف دیکھکر کہا شوربجی؟ ایک خادم نے تمہارے گھر میں مجھے ذلیل کیا ہے اسکو

کی بدزبانی کی سزا دینا تمہارا فرض ہے
محمد علی۔ (مسکرا کر) نہیں میں سزا کا مستحق نہیں کیونکہ مینے اپنے شہر کے حاکم کے خلاف کچھ نہیں کیا ہے۔ اگر مینے تم سے بدزبانی کی تو اس وجہ سے کہ تمنے اپنے مرتبہ کا خیال نکرکے خود ہی اسکی ابتدا کی۔ یاد رکھو کہ یہاں سزا صرف مجرم کو دیجاتی ہے اور جیسا تم خیال کرتے ہو رعایت مروت کسی کی نہیں کیجاتی۔

حسان خسرو پاشا کی طرف بڑھ کر اسکی دلجوئی کرنے لگا اور اپنے بیٹے کے دوست کے قصور سے درگذر کرنیکی سفارش بایں الفاظ شروع کی۔ جناب میں آپ سے عرض کرچکا ہوں کہ عثمان میرے ایک ہی لڑکا ہے۔ اور اس جوان سے اسکو انس ہے اور دل لگی رہتی ہے سبب یہ کہیں چلا جاتا ہے اسکی بری حالت ہوتی ہے لہذا آپ مجھ پر اور میرے بیٹے پر کرم کیجے اور میری درخواست کو قبول فرماکر چلے چلیے۔ بعد ازاں پاشا کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسکو لیکر چلدیا۔ راستہ میں غصہ فرو کرنیکی کوشش اور محمد علی کی طرف سے معذرت کرتا جاتا۔ کہ وہ نادان ہے آداب مجلس اور بڑونکی قدر نہیں جانتا۔

خسرو پاشا۔ (غصہ سے بیخود ہوکر) دل میں تو یہ آتا ہے کہ اس کمینہ حرام زادہ کو پکڑ کر کچل ڈالوں۔

حسان پاشا کو لئے ہوئے تیزی سے جارہا تھا اور خیال تھا کہ کہیں محمد علی پاشا کی باتیں سن لیں تو اور غضب ہوجائیگا۔ محمد علی اپنی جگہ پر کھڑا کھڑا پاشا کو جبتک وہ دونوں نظر سے غائب نہیں ہوگئے دیکھتا رہا۔ عثمان اسوقت اٹھا اور محمد علی کے گلے میں بانہیں ڈالکر اسکو بٹھالیا اور پیار کرکے کہنے لگا ع این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔

بغاوت

اس اثنا میں حسان شوربجی حاکم شہر نے سپاہیوں کو بردستا جو اسکے علاقہ میں داخل تھا کاری روپیہ کی وصولی کے واسطے روانہ کیا اور سپاہیوں کو حکم دیا کہ معمولی مالگذاری سے دوچند وصول کریں کیونکہ اس سال تمباکو کا محصول بہت کم وصول ہوا اور راستوں کی درستی و اصلاح میں روپیہ بہت خرچ ہوگیا ہے۔ جب یہ حکم بردستا کے اعلے نمبردار کے پاس پہنچا وہ گھبراگیا اور محصل سے

کہا دو چند مال کا دینا ہماری قوت سے باہر ہے۔ ہمارے شہر میں کوئی ایسا بھی نہیں جو
رقم کو ادا کر سکے۔ محصل نے جواب دیا کہ مجھکو اہل شہر کے حال سے کوئی تعلق نہیں میں
اپنے آقا کے حکم کی تعمیل چاہتا ہوں۔ وصولی کی کارروائی کیجائے کل دو چپراسی روپیہ
لینے آوینگے۔ یہ کہکر وہ چلدیا اور جواب کا بھی انتظار نہ کیا۔ مکھیا نے شہر کے رئیسوں
ملاؤں کو بلوایا اور انکو اصل حال سے مطلع کیا۔ بحث و مباحثہ کے بعد یہ قرار پایا کہ ایسا
ظلم کو ہرگز نہ برداشت کرنا چاہئے۔ دوسرے دن سپاہی مال لینے کیلئے آئے دیکھا کہ شہر کے
آدمی اعلے نمبردار کے مکان کے گرد جمع ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ مطلوبہ رقم کا ادا کرنا ہماری قوت سے
باہر ہے۔ حاکم کو چاہئے کہ معمولی مالگذاری پر اکتفا کرے۔ جو رقم سالانہ ادا کرتے ہیں اُسی کے
مقابل و مناسب ہی ہم زمین سے پیداوار نہیں پاتے اُسپر طرہ یہ ہے کہ جب ہمارے
یہاں پیداوار اچھی ہوتی ہے تو جنس ہم سے بٹوا لیتے ہیں اور جب قحط پڑتا ہے تو ہم سے
لگان زیادہ مانگتے ہیں۔ ہمیں کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی جسکی وجہ سے ہم اس مطالبہ کو
اپنے اوپر فرض تصور کریں۔ سپاہیوں نے جواب دیا وجہ کچھ نہیں حاکم کا حکم ہے۔ تمکو اُسکے
حکم کی تعمیل کرنی پڑیگی۔ وہ سلطان کا قائمقام ہے اُسکو اختیار ہے جب چاہے تمہاری
جائداد و املاک پر قبضہ کرلے۔

نمبردار۔ ہم خلاف عقل باتیں سننے کے عادی نہیں۔ حاکم کو اور لوگوں کو معلوم ہو جائیگا
کہ ہم اپنے مال کے مختار ہیں کسی کی ماتحتی میں نہیں ہیں۔
نمبردار کے یہ کہتے ہی لوگوں نے خنجر نکال لئے اور سپاہیوں کو قتل کرنیکے لئے اُن پر
ٹوٹ پڑے۔ مگر نمبردار نے اُنکو روک دیا اور کہا بھائیو؟ ہمیں پیش قدمی نکرنی چاہئے پھر
کچھ فقہا سپاہیوں کے گرد جمع ہوگئے اور نمبردار نے سپاہیوں سے کہا ہماری طرف سے
آخری جواب حاکم کو پہنچا دو کہ ہم آپکے حکم کی تعمیل سے معذور ہیں خصوصاً اس سال تو فصل
کے جاتے رہنے اور بارش کافی نہونے سے ہمارا نقصان بھی بہت کم ہوگیا۔ دونی مالگذاری کا
ادا کرنا ہمارے امکان سے باہر ہے۔ ہمیں تو یہ امید تھی کہ اس سال مالگذاری معاف
ہو جائیگی۔ ہم نافرمانی و سرکشی کرنا نہیں چاہتے اور وعدہ کرتے ہیں کہ جب خدا آئندہ سال ہمارے
نقصان کو پورا کردیگا ہم خوشی سے مطالبہ داخل کردینگے۔
لوگوں نے جب نمبردار کا جواب سنا سب ملکر باواز بلند کہنے لگے عادل مکھیا کی جے

ات بالکل انصاف سے بعید ہے کہ جو تھوڑا سا غلہ ہمیں نصیب ہوا ہے اس سے ہم
ہمارے گھر والے محروم کر دئے جائیں اور وہ ایسی قوم کو دیدیا جائے جو اپنے عیش و آرام
ا اُڑائے اور ہم بھوک کا شکار رہیں۔ پھر مکھیا کی جے۔ مکھیا کی جے کہتے ہوئے دوڑ
ھیا کو ہاتھوں ہاتھ لے لیا اور ایسے نعرے بلند کئے کہ آسمان گونج اُٹھا۔ مجمع کے منتشر ہوتے
سپاہی قوالہ کو روانہ ہوئے . . . جب مکھیا وسط شہر میں پہنچا اُس نے سب کو ٹھیرا کر کہا
یو؟ جبتک تم اپنے اتفاق پر قائم رہو گے میں تمکو بچاؤنگا اور تمہاری بھلائی کیلئے
ی کوشش کرونگا۔ اتفاق و ثابت قدمی جب حق کیلئے ہو تو وہ اُس قوت پر غالب آجاتی ہے
لم کی حمایت کرے۔
سب ایک زبان ہو کر بولے ہم متفق ہیں اور آپ دیکھیں گے کہ ہم کیسے ثابت قدم رہتے ہیں مکھیا
ہو کر مسکرایا اور یہ کہکر اُنکو رخصت کر دیا کہ اب گھر جا کر منتظر رہو کہ حاکم کیا حکم دیتا ہے۔
محمد علی کچھ دنوں سے عثمان کی ملاقات ہی کا ہو رہا تھا ہر وقت اسکے پاس آتا جاتا رہتا۔
یک دن سپاہی بردستا گئے تھے حاکم اپنے بیٹے عثمان اور محمد علی کے ساتھ برآمدہ میں بیٹھا تھا
اپنے بیٹے کے چہرے پر صحت کے آثار دیکھ کر خوش ہو رہا تھا عثمان نے یہ دیکھکر کہا اگر آپ میرے
شفایاب ہونے سے خوش ہیں تو خدا کا شکر اور میرے دوست محمد علی کا شکریہ ادا کیجے
نے مجھے زندگی اور تندرستی کا لطف اسی وقت آتا ہے جب میرے پاس آتے اور اپنے وقت
کی صحبت میں گذارتے ہیں۔ میں اُسوقت اپنے آپکو بہت ہی خوش نصیب سمجھتا ہوں جب یہ میرے
س ہوتے ہیں۔ حسان نے مسکرا کر کہا محمد علی میرے شکریہ سے بیخبر نہیں۔ کیا خوب ہوتا
وہ میری خواہش قبول کر لیتے اور ہمیشہ ہمارے ساتھ رہنے پر راضی ہو جاتے اور میں انکو اپنا دوسرا
خیال کرتا اور تمکو جلد شفا ہو جاتی۔
محمد علی۔ خدا خوب جانتا ہے کہ اگر مجھے اپنی آزادی کا خیال نہوتا کیونکہ پابندی مجھکو گوارا
ں تو میں آپکے ارشاد کو کبھی رد نکرتا اور نہ کسی بات میں اپنے دوست عثمان سے دریغ کرتا۔
سوقت سے انکی خواہش منظور کرتا ہوں بشرطیکہ میں آزاد رہوں اور جب چاہوں آؤں اور
چاہوں جاؤں۔ مجھے بھی ایک مرض ہے جسکا علاج اپنی جھونپڑی میں تنہا بیٹھنے اور
توں اور ٹیلوں پر سیر کرنیکے سوا کچھ نہیں۔
عثمان۔ (باواز بلند) دوست تمہیں اختیار ہے لیکن مجھ سے یہ وعدہ کرو کہ جب

Marfat.com

تمہیں فرصت ہو میرے پاس آنے میں دیر نکرو گے اتنے میں سپاہی تیز تیز قد
ہوئے واپس آ گئے - حاکم نے انکے چہروں پر خوف کے آثار نمودار پائے اور بلا اجازت
چلے آنے سے اسے افسوس ہوا اور سمجھ گیا کہ کوئی بری بات پیش آئی ہے فوراً اُن
پوچھا کہ وہاں کی کیا حالت ہے اور تمکو کس خطرہ کا اندیشہ ہے کہ تم اس حالت میں میرے پاس گھسے چلے

ایک سپاہی - حضور ہمکو سخت مصیبت پیش آئی - آپنے ہمکو بروستا میں محاصل وصول کر
واسطے بھیجا تھا - جب ہم وہاں پہنچے اور مکھیا سے روپیہ طلب کیا اُسنے اس رقم کو بہ
برا سمجھا پھر اُسنے شہر والوں کو جمع کر لیا اُنکے چہروں سے غضب و غصہ اور نافرمانی ٹپک رہی
اُنھوں نے ہمکو بری بری باتیں سنائیں اور تلواریں نکال کر ہمارے سامنے آئے اور ہمارے
ارادہ کیا لیکن مکھیا اور بعض فقہا نے اُنکو منع کیا اور اس حرکت سے باز رکھا اور ہم سے کہا
لوگ رقم مطلوبہ نہ ادا کرینگے اپنے حاکم سے جا کر کہدو ہم ہرگز قرارداد کے خلاف نہ کرینگے
آپکے جواب کے منتظر ہیں -

محمد علی ان باتوں کے سنتے ہی کرسی پر سے اُٹھ کھڑا ہوا - اسے یہ بھی خیال
میں حاکم کے سامنے ہوں اور اس آدمی سے کہنے لگا کیا بروستا والوں نے حاکم کے حکم
کی اور اسکے حکم ماننے سے بالکل انکار کر دیا

سپاہی - ہاں بار بار تلوار اور خنجروں کے قبضوں پر ہاتھ ڈالتے تھے اور اُنکی آنکھ
میں خون اُتر آیا تھا -

محمد علی - پھر تم نے اُن کا مقابلہ کیوں نہ کیا اور اپنی تلواریں اُنکے شکم میں اتار کر
اطاعت پر کیوں نہ مجبور کیا -

سپاہی - وہ پچاس مسلح جوان تھے بھلا ہم اُنکا کیونکر مقابلہ کر سکتے تھے -

محمد علی - بیشک وہ تم سے گنتی میں زائد تھے لیکن وہ کمینے ہیں اُنمیں تمہاری ایسی
کہاں - تمکو چاہئے تھا کہ اپنی بہادری دکھاتے اور اُنکے شہر کو نافرمانوں کے خون سے
یا اپنا فرض منصبی ادا کرنے میں جان دیدیتے نہ یہ کہ اس حالت سے اپنی بزدلی اور بدنظمی
حاکم سے بیان کرنے آتے -

عثمان اپنے دوست کو دیکھ رہا تھا اور اُسکی شجاعت سے متعجب تھا - حسان کے تیور
بگڑ گئے تھے - رنگ متغیر ہو گیا تھا اور دریائے فکر میں غوطہ زن تھا - سپاہیوں کو حکم

جاکر حکم کا انتظار کریں اور خود کمرے میں ٹہلنے لگا اور عثمان و محمد علی کو اس سے بات کرنیکی جرات نہوئی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے خود کہا مجھے پہلے ہی سے سرکشی کا اندیشہ تھا۔ بردستا والے سرکشی شرارت میں شہرہ آفاق ہیں۔ انکی تعداد میرے سپاہیوں سے زیادہ ہے کیونکہ میرے کل پچاس سپاہی ہیں جو میرے علاقہ میں پھیلے ہوئے ہیں اور اگر وہ سب یہاں موجود بھی ہوتے تو بھی میں بردستا والوں سے بلا کسی سخت مجبوری کے مقابلہ نکرتا۔ پھر اس نے اپنے بیٹے عثمان کیطرف دیکھا اور صلاح لینے کیلئے کہا مجھے یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں خود جاؤں اور نرمی سے انکے جوش کو ٹھنڈا اور انہیں مطالبہ ادا کرنے پر راضی کرلوں محمد علی حاکم کیطرف ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا۔ اسکی باتیں سنکر محمد علی کی آنکھوں میں خون اتر آیا اور چہرہ سرخ ہوگیا۔ حاکم نے جواب کے انتظار میں عثمان کیطرف دیکھا۔ اس نے محمد علی کیطرف اشارہ کرکے کہا اباجان محمد علی سے پوچھئے انکی رائے میری رائے سے اچھی ہوگی۔ محمد علی نے حاکم کے پوچھنے کا بھی انتظار نکیا اور کہنے لگا میری رائے میں آپکا جانا مناسب نہیں۔ اس سے کمزوری ثابت ہوگی۔ اگر آپ اس کام کو میرے سپرد کریں تو میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ ان باغیوں کے شر کو دبادونگا اور مالیہ لے آؤنگا۔ حاکم محمد علی کو اس کام کے نااہل سمجھکر مسکرایا اور بولا تمہیں اسکے پورے ہونیکی کسطرح امید ہے۔

محمد علی۔ میں نے جو کام کے کرنیکا ارادہ کیا ہے اس سے آپکو آگاہ کردیا ہے۔ اسکے پورا کرنیکا طریقہ وہ میرے اوپر چھوڑ دیجئے۔ میں آپ سے صرف اتنی درخواست کرتا ہوں کہ آپ مجھے تمام اختیار دیکر دو منشی اور کچھ سپاہی ساتھ کردیں۔

حاکم کچھ دیر تک گھورا محمد علی کو دیکھتا اور سوچتا رہا۔ پھر کہنے لگا میں تمکو اپنے خاص اردلی کے سپاہی دونگا جو آٹھ تجربہ کار جوان ہیں۔ میں نے تمکو پورا اختیار دیا اور اپنے سپاہیوں کو سمجھا دیتا ہوں کہ وہ بے چون وچرا تمہاری اطاعت کریں۔

یہ سنتے ہی محمد علی کی پیشانی چمکنے لگی اور جھک کر حاکم کے ہاتھ چوم لئے اور اپنے اوپر اعتبار کرنیکا شکریہ ادا کیا اور اپنے دوست عثمان سے رخصت ہوکر چلدیا۔ جوش غیرت میں آکر اس تیزی سے بڑھا کہ اسکے پاؤں زمین پر نہ لگنے پاتے تھے۔ حاکم ڈیوڑھی تک اسکے پیچھے پیچھے آیا اور اپنے سپاہیوں اور دو محرروں کو اسکے ساتھ جانے اور ہر طرح اسکی اطاعت کرنیکا حکم دیا۔ ایک محرر کو جب اس روانگی کی غرض معلوم ہوئی بولا ہم موت کے منہ میں جاتے ہیں۔

Marfat.com

بروستا والے یقیناً تم لوگوں کو قتل کروا لیں گے - محمد علی نے اس سے للکار کر کہا اگر تم مرد وار
طرح انکے سامنے ثابت قدم رہے تو وہ تمہارا بال نہ بیکا کر سکیں گے - ہاں اگر تم نے بزدلی د
کی اور تم ڈر کر بھاگ گئے یا منکر ہونے لگے تو میں اسکا انتظار نہ کروں گا کہ وہ تمہارا پیچھا کریں بلکہ تم
کو میں ہی اپنے ہاتھ سے قتل کر ڈالوں گا -

حاکم کو بھی محمد علی کی لیاقت و قابلیت کا خیال ہوتا جاتا تھا اور وہ سمجھنے لگ گیا تھا کہ
مجھے نہیں بھلاتی ہے اور اس نے کہا محمد ؟ تم ہتھیار کیوں نہیں لیتے - اس نے جواب دیا کہ جناب میں
مولوی ہوں ضرورت نہیں سمجھتا لیکن اگر آپکی یہی مرضی ہے تو مجھے تلوار کا رکھنا کافی ہے حاکم جلدی
گیا اور خود ہی ہتھیار لے آیا - محمد علی نے تلوار کمر سے لگا لی - اور حاکم سے رخصت ہو کر اپنی
چودھری کی جماعت کے آگے آگے خوشی خوشی اتراتا ہوا چلا گویا دنیا کو فتح کیے ہوئے آ رہا ہے

محمد علی اپنے آدمیوں کے ساتھ برابر بروستا کی طرف بڑھتا چلا گیا - قریہ میں گھستے ہی جامع مسجد
پر نظر پڑی تھی محمد علی اپنے آدمیوں کو لئے ہوئے ایسا داخل ہو گیا کسی کو اسکے آنیکا علم نہ ہوا اور اسکے
رخ گھوڑوں کے باگ ڈھیلے تھے اسے جانا ہی تھا کہ خدا کا نام لے کے میدان میں پہلے ہی قدم رکھ -
یعنی یہ کہتا تھا کہ صدقہ اور والدین کی رضا جوئی کے طفیل تو اس کام کو سنوار - جب عام سے فارغ
ہوا سپاہیوں کو حکم دیا کہ جامع مسجد کے تینوں دروازے بند کر دو اور چوتھے کو کھلا رہنے دو
چار جوانوں کو شہر کے نمبردار اور تین فقیہوں کو بلانے کیلئے بھیجا انکو ہدایت کی کہ ہر ایک کے پاس
جا کر اطلاع دو کہ حاکم نے ایک اہم پیغام پہنچانے کیلئے اپنا خاص معتمد بھیجا ہے - جب ان لوگوں کو
روانہ کر چکا تو باقی چار سپاہیوں کو حکم دیا کہ دروازے کے بغل میں اندر کی طرف دو دو کھڑے
ہو جاؤ - اور ثابت قدم رہو اگر اسکے خلاف کیا یا بھول گئے تو سخت سزا دی جائیگی - انکو یہ بھی
فہمائش کر دی کہ اپنی جگہ پر کھڑے رہو - چودھری و فقہا کے داخل ہوتے ہی دروازہ بند کر دو
اور کسی طرف نکلنے نہ پائیں - جب یہ حکم احکام دے چکا جامع مسجد میں غالیچہ پر کھڑا ہو گیا دل میں
خیال گزرا کہ جو کارروائی تو نے کی ہے بلا مبالغہ وہ خطرناک ہے بعد ازیں ماں یاد آئی اور معلوم ہوا
کہ جیسے اسکی روح آئی ہے اور یہ دیکھنے کو سر پر منڈلا رہی ہے کہ بیٹا کسطرح نئی زندگی میں
داخل ہوتا ہے پھر اس نے اپنے دل میں کہا اگر میں یہاں سے صحیح و سلامت واپس گیا تو سمجھونگا کہ
آئندہ مجھکو اس غایت کے حصول میں بھی کامیابی ہو گی جو ہر وقت میرے پیش نظر ہے -
محمد علی اسی سوچ میں تھا کہ ایک سپاہی چودھری کو لیکر آ گیا - محمد علی نے ارادہ کیا

Marfat.com

آگے بڑھکر ادب سے اُسکا استقبال کرے۔ لیکن اُس نے اپنے آپکو روکا اور کہا اے شیخ میں
اب لڑکا نہیں ہوں کہ آپکی پیرانہ سالی کیوجہ سے تعظیم کروں بلکہ میں حاکم کا نائب اور تعظیم حکومت کی
ہے نہ عمر کی۔

چودھری جب اندر داخل ہوا اور محمد علی کے سوا اور کسی کو نہ دیکھا حقارت سے مسکرایا اور کہا
مجھے خیال تھا کہ میں حاکم کے کسی ایسے قائم مقام سے ملونگا جو اُسکی نیابت کے لائق ہو۔ یہ
طفلانہ خیال تھا کہ میں ابراہیم آغا کے بیٹے محمد علی کو دیکھونگا۔ اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں اس
کی تکلیف ہی کیوں گوارا کرتا بلکہ انتظار کرتا کہ یہ خود میرے پاس آئے۔

محمد علی۔ (نہایت وقار سے) حاکم کا نائب بھی حاکم کیطرح واجب التعظیم ہے خواہ کی
عمر کچھ ہی ہو۔

چودھری۔ (قہقہہ مار کر) کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ میں ان باتوں سے ڈر جاؤنگا۔

یہ سنتے ہی محمد علی کی آنکھیں غصہ سے لال ہوگئیں اور اپنا ہاتھ تلوار کے قبضہ پر رکھا لیکن
تھا کو سپاہیوں کے ساتھ آتے دیکھکر رُک گیا جب وہ سامنے آگئے اُنکو حاکم کا حکم سُنایا اور اُن سے
کہا اطاعت کے سوا اب کوئی چارا نہیں اور نافرمانی کی سزا موت ہے۔

چودھری۔ تم حاکم کے پاس واپس جاؤ اور اُس سے کہدو کہ ہم اُسکے زور و ظلم کو برداشت نہیں
کرسکتے اور ہمکو اُسکا کچھ ڈر نہیں ہم جان سے اپنے حقوق کی حفاظت کرینگے اور دو چند
مالگذاری نہ ادا کرینگے بلکہ جو سالانہ دیتے تھے وہ بھی نہ دینگے اسکا جو جی چاہے کرے۔

چودھری بات پوری نکرنے پایا تھا کہ محمد علی نے اپنے سپاہیونکو اشارہ کیا وہ اُسپر
ٹوٹ پڑے اور اسکو پکڑ لیا۔ اور کہا ہمیں حکم ہے کہ تمکو پکڑ کر پیش کریں۔ شاید وہ اس سال
تمہاری جانیں لینے پر اکتفا کرے اور مالگذاری نہ مانگے تاکہ نافرمانوں کو تم سے عبرت ہو۔

چودھری کے دل میں پہلے ہی وسوسہ پیدا ہوگیا تھا کہ کہیں کوئی حادثہ پیش آجائے
گھر سے روانہ ہونے سے پیشتر اپنے غلام کو اشارہ کردیا کہ شہر والوں کو خبر کردے۔ وہ لوگ
بھی اپنے چودھری کے پیچھے پیچھے جامع مسجد تک آئے اور دروازے پر جمع ہوگئے محمد علی نے
انکی طرف غصہ سے دیکھا اور چیخکر کہا جو شخص اندر آئیگا میں اسکو قتل کردونگا۔ لوگونکو محمد علی کی
آنکھیں دیکھکر یقین ہوگیا کہ جو کچھ کہتا ہے اسکو پورا کریگا اسلیے اُلٹے پاؤں پیچھے ہٹ گئے۔
بعض لوگ اور دروازوں سے داخل ہونا چاہتے تھے لیکن اُنکو بند پاکر پھر صدر دروازے کیطرف

واپس آئے۔ اپنے چودھری اور فقہا کو زمین پر پڑا ہوا پایا جنکے سینوں پر سپاہی خنجر رکھے ہوئے
ان لوگوں نے مدد کیواسطے اندر داخل ہونا چاہا لیکن اس خیال سے اسکے اندر کون کون ہو اندر نہ آئے اور
باہر ہی سے واپس پلٹتے رہے۔ اسی اثنا میں سبھوں نے ایک آواز سنی اور ایک لڑکی کو نقاب ڈالے مسجد
سے جاتے دیکھا۔ سپاہیوں کے روکنے سے پہلے وہ اندر گھس گئی ایک سفید براق چادر اوڑھے ہوئی سیدھی
چودھری کے پاس چلی گئی اور اسکے پاس گر کر ایسے دردناک آواز سے رونے پیٹنے لگی جسکو سنکر سنگدل
سے سنگدل موم ہو جائے۔ اس آواز کے سنتے ہی محمد علی کے ایک تیر سا دل میں لگا اور نگاہ اٹھائی
تھی کہ اس لڑکی نے اپنی نقاب پھاڑ ڈالی اور محمد علی کیطرف دیکھکر کہا۔ اے جناب؟ میرے
والد پر رحم کیجے اگر اسے قتل ہی کرنا ہے تو پہلے میری گردن اڑا دیجے محمد علی نے نظر اٹھائی
تو کیا دیکھتا ہے کہ غزالیں آنکھوں پر پیوستہ کماندار ابرو جھکے ہوئے اس سے سفارش کر رہے ہیں
لب رنگین پر لرزہ طاری ہے۔ صراحی دار گردن کی صفائی کے سامنے بلور کی کوئی حقیقت
نہیں اور رخ انور کے مقابل آفتاب کی روشنی ہیچ۔ اس نظارہ سے دل بیقرار ہو کر تڑپنے لگا
اور قریب تھا کہ خرمن تاب و تواں پر بجلی گرے مگر اس نے نہایت ہی دلیرانہ اس حملہ کا مقابلہ کیا
اور بہت ہی ضبط سے کام لیا۔ ہاتھ بڑھا کر اس غارتگر ہوش کے چہرے پر نقاب ڈالدی اور تحکمانہ
آواز سے بولا تم اٹھو اور مسجد سے چلی جاؤ میں عورتوں کو قتل کرنے نہیں آیا ہوں۔ اس نازنین
نے جونہی محمد علی کی آواز سنی اسکے کلیجہ میں بھی تیر سا لگا اور نرم آواز سے کہا میرے آقا
میرے باپ پر رحم کر۔

محمد علی۔ (نگاہ پھیر کر لڑکی) تیرے باپ کی نجات اسکی اطاعت پر منحصر ہے جب وہ
اطاعت قبول کریگا قوم کو نافرمانی سے منع کر دیگا اور لوگ حاکم کا حکم مان لینگے تب اسکو
مع اسکے ہمراہیوں کے چھوڑ دونگا۔

چودھری۔ (اپنی لڑکی کی طرف دیکھکر) جوہرہ؟ تیرا یہاں آنا مناسب نہ تھا لیکن
میں جانتا ہوں کہ میری محبت تجھکو یہاں کھینچ لائی ہے اسلئے میں معاف کرتا ہوں۔ تو
پھر لوٹ جا اور یاد رکھ کہ شریف زادیاں گھروں سے نہیں نکلا کرتیں۔

لڑکی۔ (غمزدہ کمزور آواز سے) ابا جان؟ بغیر تمہارے میری زندگی و شرافت کس کام
کی۔ میں جیسے آرام میں تمہارے ساتھ رہی ویسے ہی تکلیف میں بھی ساتھ دونگی۔

محمد علی۔ (دروازے پر جو لوگ جمع تھے انکی طرف دیکھکر) کیا جو کچھ تم دیکھ رہے ہو

زہ تمکو نافرمانی سے باز رکھنے کیلئے کافی نہیں؟ اب تمکو معلوم ہوگیا ہوگا کہ حاکم کا حکم ماننا ضروری ہے۔

چودھری (بات کاٹ کر) ہرگز نہیں یہ لوگ جابر حاکم کا کوئی حکم نہ مانیں گے اور ہم حاصل وانکریں گے۔

محمد علی۔ (لوگوں کو چودھری کا فرمانبردار دیکھکر حقارت سے مسکراکر) چودھری تونے اور تیرے ساتھیوں نے تیری جان کا فیصلہ کر دیا۔ پھر لوگوں کی طرف غصے سے دیکھکر سپاہیوں کو حکم دیا کہ دروازہ بند کرلو۔ جوہرہ اندر سے نکلی اور بیقرار ہوکر محمد علی کے قدموں پر گر پڑی اور انکو چوم چوم کر کہنے لگی حضور؟ آپکے رحم و کرم کا واسطہ آپ مجبر مہربانی کریں اور میرا باپ مجھے عنایت کردیں کیا آپکے باپ نہیں جن سے آپکو محبت ہو؟ کہ آپکے ماں نہیں جنکی آپ اطاعت کرتے ہو؟ اپنے والدین کو یاد کرکے مجھپر رحم کیجئے جو بات اس لڑکی کے منہ سے نکلتی تھی محمد علی کے دل کو پارہ پارہ کئے دیتی تھی لیکن اس نے دل مضبوط کرلیا اور اسکی طرف سے رخ کرکے اسکے نکالنے کا حکم دیدیا۔ وہ سامنے کھڑے ہوکر کہنے لگی۔ اے سنگدل؟ اپنے آدمیوں کو میرے نکالنے کا حکم نہ دے میں خود چلی جاؤنگی۔ یاد رکھ اگر میرے باپ کو کوئی صدمہ پہنچا میں مر جاؤنگی اور جنت میں جاکر تیرے والدین سے ملونگی اور ان سے شکایت کرونگی۔ انکو جب معلوم ہوگا کہ انکا لڑکا دنیا میں کس سنگدلی سے کام لے رہا ہے تو تجھ سے ناخوش ہونگے۔ یہ کہکر وہ آہستہ سے دروازہ کی طرف گئی اور سپاہیوں کو اشارہ کیا انہوں نے دروازہ کھولدیا اور اسکے نکلنے کے بعد بند کر دیا۔ چودھری نے محمد علی کی سختی دیکھکر کہا اے ناسپاس کیا تونے ہمارے قتل کی دلمیں ٹھان لی۔

محمد علی۔ میں نے اسکا ارادہ ہرگز نہیں کیا بلکہ تم نے خود ہی موت کو زندگی پر ترجیح دی ہے

پھر اس نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ پچھلا دروازہ کھولکر چاروں قیدیوں کو لے چلیں جنکے آگے محمد علی اور پیچھے دونوں مجبر حفاظت کے واسطے ساتھ تھے اور تیزی سے قلعہ کو روانہ

جب لوگ دروازے پر انتظار کرتے کرتے تھک گئے تو بعض لوگ اٹھکر اندر کی دیکھنے کے واسطے گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ پچھلا دروازہ کھلا ہے اور محمد علی مع سپاہیوں قیدیوں کے راستہ پر جا رہے ہیں۔ وہ زور سے چلائے اور محمد علی کا پیچھا کرنے کیلئے جلد جلد بڑھے محمد علی نے یہ دیکھکر اپنے آدمیوں کو آگے بڑھنے کا حکم دیا اور خود وہیں کھڑا ہوگیا اور اسکے چہرے پر شجاعت و بہادری کے آثار نمودار ہوگئے۔ جب لوگوں نے اسے دیکھا رک گئے

اگرچہ انکی تعداد پچاس سے زیادہ تھی مگر چاہتے تھے کہ اسے نظروں نظروں میں کھا جائیں لیکن انکو لڑنے مرنے پر مستعد دیکھکر انکی طرف بڑھنے کی جرأت نکر سکے اور اسکو مجسم ملک الموت خیال کرنے لگے۔ محمد علی نے انکی کچھ پرواہ بھی نہ کی۔ اور اسی سفید پوش کو جو دو عورتوں کے درمیان تھی دیکھتا رہا۔ اپنے خیال میں اس لڑکی کے آخری کلمات کو جنمیں اس نے اسکو والدین کی یاد دلا کر نصیحت کی تھی برابر سن رہا تھا۔ محمد علی نے لمبی سانس لی اور گرم گرم دو آنسو آنکھوں سے ٹپکے جنکو اس نے فوراً پونچھ ڈالا اور کہنے لگا اے محمد علی؟ اس قسم کے خیالات کو تیرے فرض منصبی پر نہ غالب آنا چاہئے جسکے پورا کرنیکا تو نے ذمہ لیا ہے۔ اس لڑکی کے رنج و غم کی مثال گرمی کے بادل کی سی ہے تھوڑے ہی دنوں میں والد کا غم جاتا رہیگا اور وہ اسکو بھول جائیگی۔ پھر بروستا والوں کی طرف دیکھا جو لڑنیکو نکل کر آئے تھے مگر انکی ہمت نہیں پڑتی تھی کہ آگے بڑھیں۔ انکو یہ خیال نہ تھا کہ محمد علی نے اس تھوڑی سی جماعت کے بل پر ایسا کام کیا ہے بلکہ وہ سمجھتے تھے کہ خدا جانے کمین میں کتنے آدمی چھپے ہونگے۔ جب محمد علی نے دیکھا کہ اسکے سپاہی قیدیوں کو لیکر دور نکل گئے اس نے اہل بروستا میں سے چند کو پہچانکر اور انکے نام لیکر آواز دی کہ اے اسماعیل؟ اے ماروت؟ اے ردھی کیا تم مجھے نہیں پہچانتے۔ تینوں نے ایک ساتھ کہا ہاں اے محمد علی بن ابراہیم آغا ہم تمکو پہچانتے ہیں لیکن ہمارا یہ گمان نہ تھا کہ تم جس ہانڈی میں کھاؤ گے اسی میں چھید اور اپنے پرانے دوستوں کے ساتھ دغا کروگے۔

محمد علی۔ مینے ناسپاسی نہیں کی اور نہ میں جاسوس ہوں بلکہ میں حاکم کا حکم پورا کر رہا ہوں جسکو تم ذلیل و پامال کرنا چاہتے ہو۔ تم میرے پاس آؤ تاکہ میں تم سے ایک بات کہوں جو تم سب کے لئے نہایت اہم ہے۔ یہ لوگ خیالی کمین گاہوں سے ڈرتے ہوئے آگے بڑھے جب محمد علی کے قریب پہنچے بعض نے کچھ گفتگو کرنی چاہی محمد علی نے انہیں خاموش کرکے کہا میں نے تمہیں نصیحت کرنیکو نہیں بلایا ہے بلکہ اسلئے بلایا ہے کہ جو کچھ میں کہوں اسے سنو۔ میں اس علاقہ کے حاکم کا نائب ہوں اس نے اپنے حکم کا پورا کرنا میرے سپرد کیا ہے لہذا دیر اور رکاوٹ کرنیمیں کوئی فائدہ نہیں مطلوبہ رقم کا جمع کرنا لازمی ہے میں تم تینوں کو معین کرتا ہوں اور کل چاشت تک تمکو مہلت دیتا ہوں۔ اگر اس عرصہ میں تم مال مطلوب لیکر نہ حاضر ہوئے تو تمہارے چودھری اور فقہا کا سر کاٹکر تمہارے پاس بھیجدیا جائیگا جس سے ثابت ہوگا کہ تمنے نافرمانی کی

Marfat.com

اور جسے اور لوگ دیکھکر ڈریں گے اور عبرت حاصل کرینگے مقتول خدا سے تمہاری شکایت کرینگے کہ تمنے حاکم سے سرکشی کر کے انکو قتل کردیا۔ پھر اس نے انکو اپنی تلوار کے اشارہ سے رخصت کیا اور پیٹھ پھیر کر قوالوں کی راہ لی۔ اور اسی بانکپن سے چلا جیسے سپہ سالار اپنی فوج میں یا بادشاہ اپنے اردلی میں۔

نازنین بروسہ

جب محمد علی اپنی خدمت مفوضہ کو انجام دینے چلا گیا حسان اپنے بیٹے عثمان کے کمرے میں آیا اور دونوں محمد علی کی شجاعت و حسن تدبیر کے متعلق گفتگو کرنے لگے اور ایک دوسرے سے پوچھنے لگا کہ اس کے جانیکا کیا نتیجہ ہوگا لیکن اسی اثنا میں حاکم کو کچھ اس قسم کے خیالات آئے جس سے وہ بیچین ہوگیا اور ڈرا کہ کہیں ایسے قاصد اور بیٹے کے دوست کو کوئی آفت نہ پیش آ جائے اسکے جانے کا اثر سپاہیوں کے جانے سے بھی برا ہوا اور یہی نہیں کہ پریشان ہوا ہی نہیں بلکہ نافرمانی و سرکشی کے جوش میں آکر قوالوں پر حملہ آور ہو جائیں اور [illegible] کا ذہن میں ایک سلسلہ بندھ گیا پریشانی [illegible] اور وہ اٹھا کمرے میں ٹہلنے لگا [illegible] ایک جگہ چین نہ آتا تھا کبھی اپنے محل میں جاتا اور کبھی عثمان کے کمرے میں آتا۔ وہ اسی پریشانی میں تھا کہ محمد علی کے واپس آنیکا وقت قریب آگیا اور وہ دونوں اٹھ کر بڑے کمرے کی طرف گئے جو لب سڑک [illegible] انکو وہاں پہنچے ہوئے کچھ دیر ہوئی تھی کہ دو غلام دروازہ کھول کر اندر آئے اور ایک طرف کھڑے ہو گئے ان کے بعد تیسرا غلام آیا جس نے خبر دی کہ آپکی [illegible] جس [illegible] بادشاہی نہایت عمدہ لباس پہنے اپنے خیمے کے آگے ہاتھ پر ہار لگائے ہوئے آ پہنچا۔ حاکم اسکے استقبال کیلئے دروازہ تک گیا۔ اور عثمان نے [illegible] سلام [illegible] خسر [illegible] ہوا اور وہ اسکو نہ چھپا سکے۔ لیکن حاکم چونکہ جانتا تھا کہ اسکا مہمان متکبر و خود پسند ہے وہ جس محفل میں جاتا ہے اسمیں اپنے آپکو سب سے زیادہ تعریف کا مستحق سمجھتا ہے اسلئے جس قدر تعظیمی الفاظ یاد آئے سب اسکی تعریف میں صرف کر دیے جعفر خوش ہوا اور اشارہ سے اپنی خوشنودی کا اظہار کیا اور آگے بڑھکر مسند پر بیٹھ گیا اور غلام کو اشارہ کیا جس نے مرصع حقہ سامنے رکھدیا۔ ذرا بعد جعفر حاکم کی طرف دیکھکر بولا حسان؟ کیا یہ صحیح ہے کہ اہل بروسہ نے تمہاری اطاعت سے انکار کر دیا ہے

Marfat.com

اور کھلم کھلا نافرمانی کرنے لگے ہیں۔

حاکم۔ جی؟ ابھی یہاں تک نوبت نہیں پہنچی ہے۔ مینے اُن سے دگنی مالگذاری طلب تھی۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ ظلم ہے اور اسکے ادا کرنے سے انکار کرتے ہیں۔

پاشا۔ ان کتوں کی کیا مجال ہے جو اس سے انکار کریں۔ کیا تمنے انکے سرداروں کو پکڑنے کسی کو نہیں بھیجا جو انہیں قید کرکے تمہارے پاس لے آوے اور تم انکو دیوانے کتے کیطرح گولی سے

حاکم۔ (پاشا کے کلام سے مکدر ہوکر) حضور! ہمارے شہر کی آبادی اتنی نہیں بڑھ گئی ہے کہ ہم لوگوں کو قتل کرکے کم کریں۔ علاوہ اسکے یہ مرنا والے اگرچہ تھوڑے ہیں قوی با ہمت۔ جنگجو ہیں۔ دن رات اپنے بال بچوں کی پرورش کیلئے معاش کی طلب میں کوشش کرتے ہیں۔ اس سال قحط پڑ گیا ہے۔ اسپر میری طرف سے دوگنی مالگذاری کی طلبی پہنچی۔ انہوں نے اسکو ظلم سمجھا۔ یہ صرف غصہ کا جوش ہے جو فرو ہو جائیگا۔ مجھے اعتماد کامل ہے کہ جسکو بھیجا ہے وہ انکو راضی کریگا اور فوراً صلح ہو جائیگی۔

پاشا۔ جب تمکو معلوم تھا کہ وہ مجبور ہیں تو دو چند حاصل کیوں طلب کیا؟

حاکم۔ اصلی مالگذاری خزانہ عامرہ میں بھیجی جائیگی اور باقی روپئے سے اخراجات و مطالبات پورے کئے جائینگے۔

پاشا۔ (مسکراکر) اچھا۔ اچھا میں سمجھ گیا۔ تمہاری مراد میرے اخراجات و مطالبات و نذرانے سے ہے۔ یہ کمینے کیونکر اس سے انکار کرنیکی جرأت کرتے ہیں باوجودیکہ جانتے ہیں کہ ان سے طلب کیا جاتا ہے وہ میرے لئے ہے۔ میں خسرو پاشا حسین پاشا کا دوست اور سلطان ایک بہت بڑا امیر ہوں۔ وہ لوگ میرے قیام اور میری سطوت کی اہانت کرتے ہیں خدا اگر میں یہاں کا رہنے والا ہوتا تو انکو کتوں کی طرح اپنے سامنے گھسیٹ لاتا اور بھیڑوں کی ذبح کرکے شہر کو ان سے پاک کر دیتا۔ تم کہتے ہو کہ جس شخص کو تمنے بھیجا ہے وہ اس کام کو خوبصورتی سے انجام دیگا اور مالیہ لیلے گا جسکو اگر وہ بخوشی نہ ادا کریں تو زبردستی وصول حق ہے۔ شاید تمنے مہربانی و دلجوئی سے وصول کرنے کیلئے آدمی بھیجا ہے۔ حسان؟ وقت قریب آگیا کہ خسرو پاشا اس جلاوطنی کو چھوڑ کر پھر اپنی عظمت و جلال پر پہنچ جائے سے بھی بلند مرتبہ ہو جائے۔ تم اسکو یاد رکھو اور اپنے شہر والوں کو بھی اس سے آگاہ کر ہوشیار ہو جاؤ اُس وقت میں ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر اپنی خدمت کرنیوالوں کو انکی خدمت

Marfat.com

گستاخی کرنے والوں کو انکی شرارت کی سزا دوں گا۔

حسان۔ (غصہ کو ضبط کر کے) حضور؟ آپ جانتے ہیں کہ میں آپکی شرف خدمت سے مشرف ہو کر قدر خوش ہوں۔ اور ان ایام کو جنمیں آپ میرے یہاں فروکش ہوئے اور اس حقیر مکان کو اپنی ذات سے زینت بخشی کبھی بھولوں گا۔ کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ میں آپکی خدمت میں کوتاہی کرتا ہوں؟

پاشا نے سر ہلا کر انکار کیا لیکن اپنے میزبان کے شکریہ میں ایک لفظ منہ سے نہ نکالا اسے امید تھی کہ میں بہت جلد اپنے عہدہ پر واپس ہو جاؤں گا اسلئے اس نے اپنے خیال کے ظاہر کرنیکو اس وقت کے لئے اٹھا رکھا۔ عثمان پر پاشا کی بات کا بہت اثر پڑا تھا اور والد کے جواب سے وہ اتر گیا۔ خون میں حرارت بڑھ گئی۔ آنکھوں سے چنگاریاں نکلنے لگیں اور اٹھنے کا ارادہ کیا۔ اسکا باپ دزدیدہ نگاہوں سے اُسے دیکھ رہا تھا اسکی دل کی کیفیت کو جان گیا۔ پیار کی باتیں کرتا ہوا اسکے قریب پہنچا اور چپکے چپکے اس سے کہا۔ بیٹا؟ اپنی تیزی کم کرو۔ مہمان کے حقوق کا پاس ضروری ہے علاوہ اسکے جب غصہ کے ظاہر ہونے سے اپنے اوپر وبال آتا ہو تو عقلمندی یہی ہے کہ غصہ کو ضبط کیا جائے۔

حسان۔ (پاشا کی طرف متوجہ ہو کر) حضور خیال کریں کہ میں اس مقام میں اس قوت سے کام نہیں لے سکتا جس سے آپ فایدہ اٹھاتے ہیں کیونکہ میرے صرف آٹھ سپاہی ہیں باقی تمام علاقہ میں پھیلے ہوئے ہیں اسلئے ہمکو ان لوگوں سے نرمی برتنے کے سوا کوئی چارہ نہیں کیونکہ اگر وہ لوگ لاٹھیاں لیکر بھی چڑھ آویں تو ہم پر غالب آجائیں۔

پاشا۔ پھر تمنے کیا ارادہ کیا ہے؟۔

حاکم۔ میرے بیٹے کے دوست محمد علی نے اس معاملہ کو درست کرنیکا بیڑہ اٹھایا ہے میں نے انکو آٹھ سپاہی دیکر روانہ کر دیا ہے۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ اب میں انکا انتظار کر رہا ہوں۔

خسرو پاشا۔ (تعجب سے) آٹھ آدمیوں سے شہر کو قابو میں کر لیگا؟ یقیناً یہ لڑکا بہادر و غیور ہے پھر عثمان کیطرف دیکھکر کہنے لگا میں تمکو اس دوست کی دوستی پر مبارکباد دیتا ہوں لیکن مجھے اس میں شک نہیں کہ وہ تمہارا غلام یا آزاد کردہ غلام ہے جسکو تمنے اپنا دوست بنا لیا کیونکہ تمہارا یہاں اور کوئی ساتھی نہ تھا۔

عثمان۔ نہیں۔ وہ نہ میرا غلام ہے نہ میرا آزاد کردہ۔ کاش مجھ میں شرافت و بلندی محمد علی کو

Marfat.com

حاصل ہے وہ مجھے حاصل ہوتی۔ مجھے اس سے محبت ہے اور اسکا خیال رہتا ہے اور مالک مکان کا بیٹا ہونے کی وجہ سے چاہتا ہوں کہ جو ہمارے گھر آئے وہ صاحب خانہ کے بیٹے کی عزت کا خیال رکھے۔

عثمان اپنی بات پوری کرنے نہ پایا تھا جواب دینے پایا کہ حاکم خوشی سے چیخ اٹھا کہ محمد علی آگیا اسکے ساتھ چار قیدی ہیں اور بخداوہ بروستا کے چودھری اور تینوں فقیہہ ہیں۔ پھر محمد علی سے ملنے کیلئے چلا لیکن خسرو پاشا نے ہاتھ پکڑ لیا اور کہا تمہارے آدمی کا فرض ہے کہ وہ تمہارے سامنے آکر کھڑا ہو نہ یہ کہ تم اس سے ملنے کیلئے جاؤ۔ علاوہ اسکے میں بھی اسکی کارروائی سننا چاہتا ہوں مجبوراً حاکم ٹھیر گیا اتنے میں محمد علی اندر آیا اور حاکم کے سامنے آکر جھک گیا۔ اور محبت و شفقت بھری نگاہ سے اپنے دوست عثمان کیطرف دیکھا اور ابتدا سے قصہ بیان کرنا شروع کیا جب جوہر کے معاملہ پر پہنچا اسکی آواز بند ہوگئی لیکن اس نے اپنے دل کو مضبوط کیا اور اس معاملہ کو چھوڑ کر قصہ کو آخر تک بیان کر دیا۔ حاکم نہایت مسرت سے سن رہا تھا۔ اور فرط انبساط سے اسکے رخساروں پر آنسو جاری تھے۔ کہنے لگا کہ۔ اب تم ان چاروں شخصوں کو لے آئے جو شہر کے سردار اور رئیس ہیں ان کے ساتھ کس قسم کا سلوک کرنیکا ارادہ ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ تم نے صرف دھمکی دی ہے درحقیقت تمہارا ارادہ قتل کرنیکا نہیں ہے۔

محمد علی۔ جناب؟ میری یہی نیت ہے۔ شہر والے انکی اندھی تقلید کرتے ہیں انہی لوگوں نے انکو نافرمانی پر ابھارا ہے اور یہی بغاوت کے سرغنہ ہیں اور باغیوں کی سزا قتل ہے میں نے بروستا والوں کو حکم دیا ہے کہ کل صبح نماز سے پہلے مال مطلوب حاضر کردیں اور آپ کے نام کی قسم کھا کر کہدیا ہے کہ اگر انہوں نے تعمیل نکی تو میں فوراً ان لوگوں کی گردن اڑا دونگا۔

حاکم۔ میں قاتل بننا نہیں چاہتا اور نہ میں بادشاہ ہوں جسکے لئے جلاد ہو۔ نہیں نہیں میں انکے قتل کو روا نہ رکھونگا۔

محمد علی۔ آپ نے مجھے اپنا نائب کیا تھا۔ میں نے جو کچھ کیا ہے آپ کے نام سے کیا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ آپ کیوں اپنے ہاتھ سے اپنا عیب لکھنا چاہتے ہیں۔ یاد کیجئے کہ آپ نے مال جمع کرنا اور باغیوں کی سرکوبی میرے سپرد کی تھی لہذا آپ کے ارشاد کے بموجب مجھے اپنے قول کا پورا کرنا واجب ہے اگر مال وقت معین پر نہ پہنچا۔ تو جیسا میں کہہ آیا ہوں انکی گردنیں ضرور کاٹ ڈالونگا اگرچہ مجھے اپنے ہاتھ سے یہ کام کرنا پڑے۔

Marfat.com

حاکم - (ٹھنڈی سانس لیکر) امید ہے کہ خدا انکو راہ راست پر لائے اور انکی جانیں بچائے - قیدیوں کی حفاظت ضروری ہے - اسلئے سپاہیونکو حکم دیدو کہ انکو قیدخانہ میں داخل کردیں اور ہوشیاری سے پہرا دیتے رہیں -

حاکم کے محل کے سامنے ایک بہت بڑا لوہے کا پنجرہ تھا اسمیں ایک شیر بندر میں آیا تھا - جو چند سال حاکم کے پاس رہا - اہل قوالہ اس سے بہت ڈرتے تھے انکو ہر وقت دھڑکا لگا رہتا تھا - اسلئے انہوں نے اسکو زہر دیکر مار ڈالا - پنجرہ خالی رہ گیا -

محمد علی - (حاکم کے جواب میں) ہرگز نہیں - یہ مناسب نہیں کہ جیل کی دیواریں انکو چھپا لیں بلکہ میں انکو لوہے کے پنجرے میں بند کرونگا خود انکی حفاظت کرونگا اور آنے جانے والوں کو انکا ماجرا سناؤنگا تاکہ تمام ضلع والوں کو عبرت ہو اور شام سے پہلے پہلے انکی خبر پروستہ پہنچ جائے - اور وہاں والے مطلوبہ مالگذاری ادا کرنے پر آمادہ ہو جائیں -

عثمان - (بے چین ہوکر) دوست محمد علی؟ تم بڑے سخت ہو لیکن جب تم بادشاہ ہو جاؤگے تو اپنی رعیت کے دل دہلادوگے -

خسرو پاشا خاموشی سے دیکھ رہا اور سن رہا تھا اپنے دلمیں کہنے لگا کہ لڑکے کی رائے صائب ہے - یہ کیسا شجاع اور ہونہار ہے - اگر زندہ رہا تو یہ ایک مشہور شخص ہوگا - میں دیکھتا ہوں کہ اسکا حوصلہ بلند ہے میں اسکو اپنی طرف مائل کرنیکی کوشش کرونگا شاید یہ میرے کام آوے -

محمد علی نے باہر نکل کر حکم دیا کہ انکو پکڑکر لوہے کے پنجرے میں داخل کردو جب وہ اسمیں داخل ہونے سے جھجکے تو چودھری نے کہا کہ مجرم رسوائی سے بھاگتا ہے لیکن جو حق پر ہوتا ہے وہ فراخ دلی سے صبر کرتا ہے - تم لوگ ہر حال میں خدا کا شکر کرو امید ہے کہ خدا نبی کریم کے صدقہ میں ہم پر رحم فرمائے -

جب سب اندر چلے گئے محمد علی نے دروازہ بند کردیا اور کہا تم اپنے شہر سے جس کو بلانا چاہو آزادی سے بلا سکتے ہو - تمکو اختیار ہے چاہو اطاعت کی ہدایت کرکے رہائی حاصل کرو - چاہے نافرمانی پر مغرور رہو اور اپنے گلے کٹواؤ - میں تم سے کہے دیتا ہوں کہ اگر کل صبح تک مال نہ آیا تمہارے سر کاٹ کر تمہارے شہر کے قریب پہاڑی پر لٹکادونگا تاکہ تمہاری قوم دیکھے اور نادم ہو حالانکہ اسوقت انکی ندامت فضول ہوگی -

جوہر

شہر کا چودھری اور تینوں فقیہہ لوہے کے پنجرے میں داخل ہو گئے انکے چہرے پر کسی طرح خوف و دہشت کے آثار نمودار نہ تھے اور نہ انکو قتل کی کچھ پرواہ تھی محمدؐ علی نے ایک چپراسی کو بروستا بھیجا اور اسکو حکم دیا کہ جاکر بروستا کی جامع مسجد کے دروازے پر بیٹھے جو اس سے پوچھے اس سے کہدے کہ حاکم کسی کو قیدیوں کے دیکھنے اور سرکشی نے انکو جس حال پر پہنچایا اس سے عبرت حاصل کرنے سے نہ روکے گا بشرطیکہ تین تین آدمیوں سے زیادہ نہ جائیں اور ہتھیار نہ لیجائیں۔ ان لوگونکی جان کا وبال بروستا والوں کی گردن پر پڑیگا کیونکہ اگر وہ چھڑانا چاہیں تو اس سے آسان اور کیا صورت ہو سکتی ہے کہ مال مطلوب فدیہ میں دیکر چھوڑالیں جب شہر والوں نے یہ حکم سُنا تین تین آدمی پے در پے چودھری کے دیکھنے اور اسکے احکام سننے کی غرض سے آنے لگے۔ چودھری کی بیٹی جوہرہ دوڑکر اس ٹیلہ کی چوٹی پر چڑھ گئی جو بروستا اور قواہ کے درمیان حد فاصل تھا اور بیٹھکر رونے اور ہاتھ پھیلا پھیلا کر جانے والوں سے سفارش کرنے جب کوئی اسکے گاؤں کا اسکے سامنے گذرتا اس سے کہتی تمہیں خدا کی قسم مجھپر شفقت اور میرے باپ پر رحم کرو۔ مجھے یتیم نہ کرو میرے باپ کو مرنے سے بچالو۔ لوگ رنج و افسوس سے اسکی طرف دیکھتے اور اسکی بچپن پر ترس کھاتے۔ مگر چودھری سے ملے بغیر کچھ جواب نہیں دے سکتے تھے۔ جب چودھری اور فقہا کے پاس کوئی ملنے جاتا وہ اسے اطاعت نہ کرنے پر ابھارتے اور ثابت قدم رہنے کی ترغیب دیتے اور کہتے ہم اپنے خون سے تمہاری راحت حاصل کرینگے۔ کیونکہ اگر تم حاکم کی اس درخواست کو پورا کردوگے تو تمہیں ظالم کو مالیہ اور بڑھانے کی اور جراءت ہو جائیگی۔ ہم راضی برضا ہیں اگر ہماری موت اسطرح لکھی ہے تو اس سے کوئی چارہ نہیں اور نہ کوئی اسکے حکم کو روک سکتا ہے۔ وہو حسبی ونعم الوکیل محمدؐ علی دروازے کے پیچھے چھپا ہوا باتیں سُن رہا تھا کہ اتنے میں اسکا دوست عثمان آگیا اور سمجھانے لگا کہ دن بھر تھکے ماندے ہو مکان پر چلکر آرام کرو۔ قیدیوں کے بھاگ جانے کا کچھ اندیشہ نکرو۔ سپاہی پوری حفاظت سے نگرانی کرینگے۔ عثمان کی اصلی غرض یہ تھی کہ اپنے دوست کے دل کو نرم کرے تاکہ وہ قیدیوں کو سزائے موت نہ دے محمدؐ علی اسبات کو سمجھ گیا۔ اور عثمان سے کہا عزیز من میرے عزم کو بدلنے کی بے سود زحمت نہ اٹھا

Marfat.com

کا بور اکرنا ضروری ہے ورنہ ہمیشہ کیلئے تمہارے والد کا رعب جاتا رہیگا۔ اسی اثنا
حسان بھی آگیا اور محمد علی کی بات سنکر بولا اگر صبح تک مال نہ آیا تو پھر کیا کرو گے۔
اتنے میں خضر پاشا بھی اپنے آن بان کے ساتھ آن پہنچا اور بولا محمد علی خدا تمکو زندہ
رکھے جو کچھ تم کہتے ہو درست ہے۔ تمنے انکو مہلت دی ہے کہ اطاعت پسند کریں یا موت
تمہارا مہلت دینا موافق قانون اور عین عدل ہے اور جب قانون سے ایک بات ثابت ہو جائے
اور عدل کے مطابق فیصلہ کیا گیا ہو پھر رحم کی ضرورت نہیں رہتی۔
حاکم۔ حضور؟ میں اپنے صحن کو رعیت کے خون سے رنگنا نہیں چاہتا۔ میں اسوقت تک
برابر نرمی و مہربانی سے حکومت کرتا رہا۔ اسلئے مجھے اب اپنے آخری زمانہ میں طرز
حکومت کا بدلنا بہت شاق ہے۔
خضر پاشا۔ حسان؟ تم بہت بڑی غلطی پر ہو۔ مہربانی و نرمی حکام کی شان نہیں
اور نہ وہ بغیر قوت و سختی کے لوگوں میں وقار قایم رکھ سکتے ہیں اگر حاکم اپنی اطاعت کروانا چاہتا
ہے تو اسکو چاہیئے کہ پھانسی کو تبسم اور تلوار کو ہنسی بنائے۔
عثمان۔ (خضر پاشا کو تیز تیز نگاہوں سے دیکھکر) جب حاکم اس قسم کی کاروائی کرکے
تخت حکومت پر پہنچے اور تلوار بندوق سے راستہ صاف کرتا چلے تو کیا امید رکھنی چاہیئے
کہ وہ ثنا کی آوازیں سنکر خوش ہونیکی یا زخمیوں کی دردناک آوازوں اور مقتولین کے تڑپنے کی
صدائیں سننے کی۔ فرض کرلیجیے یہی فضیلت ہے لیکن اسکی رعیت کون بنیگا۔ ویران
بیابان کے سوا اسکی مملکت ہی کیا ہوگی۔ وہ بھی لاشوں سے پُر اور خون سے سرخ
نہیں۔ نہیں اگر مجھے اختیار دیا جائے تو میں ہرگز اسطرح حکومت پر پہنچنا نہ گوارا کروں
ایسی عزت پر جو خون سے خریدی گئی ہو پست حالی میں سلامتی و راحت کے ساتھ زندگی
بسر کرنے کو ترجیح دوں میرے دوست مجھ سے محبت کرتے رہیں اگرچہ مجھے سمندر کے
کنارے سیپیوں کے سوا اور کچھ نہ نظر آوے۔
پاشا۔ (قہقہہ لگا کر محمد علی کیطرف مخاطب ہوا) محمد؟ تمہاری کیا آرزو ہے؟
کیا تم اپنے دوست کے ساتھ سیپیاں جمع کرنا پسند کرتے ہو یا میری پیروی کرکے جاہ و جلال
کے راستہ میں قدم رکھو گے۔
محمد علی نے پاشا کو کچھ جواب نہیں دیا اور عثمان کیطرف دیکھکر کہنے لگا عزیز من؟

Marfat.com

تم جانتے ہو کہ میں نے اپنے لئے ایک راستہ مقرر کر لیا ہے اور عنقریب میں تنہا اس پر چلوں گا اگرچہ معلوم نہیں کہ وہ راستہ مجھے کہاں پہنچائیگا مگر یہ پکا ارادہ ہو گیا ہے کہ کسی کے ساتھ نہ چلوں گا اور نہ کسی کی تابعداری میں ہونگا۔ بھائی؟ تم میری باتوں سے ملول نہ ہو اور نہ یہ خیال کرنا کہ میں تمہارے ساتھ رہنے سے ملول ہو گیا ہوں۔ میں تمہارے پاس لوٹ کر آؤں گا اور تمہارے پاس ٹھیرونگا۔ فرصت کے وقت سپاہیوں کو جمع کر کے میں تمہاری مدد کرونگا

اہل روستا یکے بعد دیگرے شیخ کے دیکھنے کو آتے اور وہ انکو ثابت قدم رہنے پر مستعد کرتا رہتا یہانتک کہ آفتاب غروب ہو گیا اور عشا کی نماز کا وقت آ گیا حسان کے محل میں جتنے آدمی تھے سب سو گئے اور قوالہ میں سناٹا تھا بروسنا والے شہر کی جامع مسجد میں جمع ہوئے اور خدا سے دعا کرنے لگے کہ انکو راہ راست کی توفیق عنایت کرے اور اس کشمکش سے نجات دلوادے۔ جوہرہ بھی نہیں لوگوں میں بیٹھی تھی لوگوں نے اسے اصرار کرنا شروع کیا کہ اپنے باپ کے پاس جاکر درخواست کرے کہ اگرچہ حاکم زیادتی کرتا ہے مگر آپ لوگوں کو اسکی اطاعت کی اجازت دیدیں لیکن جوہرہ زار زار روتی اور افسوس کرتی تھی۔ وہ اپنے باپ کی طبیعت سے خوب واقف تھی اور جانتی تھی کہ وہ مرنے کو ذلت پر ترجیح دے گا۔

اہل قوالہ اور حسان کے گھر کے کُل آدمی سو گئے مگر محمد علی بیدار قیدیوں کی پاسبانی کر رہا تھا۔ حسان و عثمان دونوں نے باصرار اس سے کہا کہ اس کام کو سپاہیوں کے سپرد کر دینے دو باری باری سے پہرا دیتے رہیں گے۔ یہ دن بھر کے تکان کے بعد کچھ آرام کرے مگر محمد علی نے قطعی انکار کر دیا اور اپنے اندرونی جذبات کو چھپانے کیلئے عثمان سے نظر بچا کر کہا۔ نہیں نہیں میری راحت اسی میں ہے کہ میں اپنی ڈیوٹی خود بجا لاؤں۔ سپاہیوں کو آرام کر لینے دو شاید ہمیں کل انکی ضرورت پڑے۔ حسان و عثمان نے جب محمد علی کو مصر دیکھا تو چھوڑ کر چلے گئے محمد علی نے تمام رات جاگنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ کیا اسکا سبب صرف اپنے فرائض ادا کرنیکا خیال تھا یا محمد علی اسبات کا منتظر تھا کہ چاند کی روشنی اسکے سامنے ایک خوبصورت منظر پیش کریگی جسکی طرف اسکا دل لگا ہوا تھا جو اس خوشنما منظر سے بالکل نرالا ہے جسکا ظہور حاکم کے محل میں ہوا تھا۔

محل کے بیرونی صحن میں لب سڑک ایک بلند چٹان تھی۔ محمد علی اسپر چڑھ کر بیٹھ گیا

Marfat.com

بادلوں سے کہانیاں اور چاند سے باتیں کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد آسمان
کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھا۔ دیکھتا کیا ہے کہ ایک سفید پوش نہایت ہوشیاری سے
بڑھا چلا آرہا ہے اسکے دیکھتے ہی محمد علی کا دل اُچھلنے لگا اور قریب تھا کہ کلیجہ منہ کو آجائے
مگر وہ چٹان پر اسطرح دراز ہوگیا کہ اُسکو کوئی نہ دیکھ سکے اور وہ سب کو دیکھتا رہے وہ صورت
برابر آگے بڑھتی رہی یہانتک کہ چٹان کے پاس پہنچگئی۔ محمد علی نے پہچان لیا کہ چودھری کی
بیٹی جوہرہ ہے۔ اسکا دل اَور زیادہ دھڑکنے لگا۔ وہ ہوشیاری سے برابر آگے بڑھتی
چلی آئی یہانتک کہ صحن میں داخل ہوگئی۔ اُسکو یہ خیال نہ تھا کہ چاند اور ستاروں کے سوا
سے کوئی اَور بھی دیکھتا ہوگا۔ پھر وہ اُس حجرے کے پاس گئی جسمیں قیدی بند تھے اس نے
ادھر اُدھر دیکھا کہ کوئی ہے تو نہیں اور ہاتھ اُٹھا کر دھیمی آواز سے کہا۔ اے میرے عزیز
باپ اے میرے مہربان باپ کیا آپ اپنی بیٹی کی آواز سُنتے ہیں؟

چودھری۔ ہوشیار ہوکر، ہاں؟ میں سنتا ہوں۔ آواز پہچان گیا میں تمہارے
آنیکے انتظار ہی میں تھا۔ کیونکہ میں تمہاری رقیق القلبی کو جانتا ہوں۔

محمد علی نے گویا مور کے کان مانگ لئے تھے اس سے ایک بات بھی نہ چھوٹی جب
اس نے جوہرہ کا نام سُنا ٹھنڈی سانس لی اور کہا جوہرہ۔ جوہرہ۔ کیا قیمتی نام ہے
میرے کان کو کس قدر بھلا معلوم ہوتا ہے۔ اس نے میرے دل پر بالکل قبضہ کرلیا۔ پھر
اس نے باقی گفتگو سننے کیلئے کان لگائے۔ جوہرہ نہایت عاجزی سے اپنے باپ سے
درخواست کر رہی تھی اور بھولی آواز سے کہہ رہی تھی کہ وقت کو دیکھکر شہر والوں کو
اجازت دیدیجے کہ وہ چھوڑالیں۔ چودھری اپنی بیٹی کو روکتا اور کہتا تھا کہ خاموش ہو جا
تا کہ اُسکے رونے کی وجہ سے رنج نہ بڑھے پھر کہا بیٹی؟ ہماری موجودہ زندگی آنیوالی زندگی
کے مقابلہ میں بالکل ہیچ ہے۔ افسوس ہے اُن لوگوں پر جو اس دنیا میں اپنے فرائض ادا
کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں خدا اُن پر اپنا غضب نازل کریگا اور وہ اسی کے مستحق ہیں میں نے
اس منصب کو جب قبول کیا ہے تو قسم کھالی تھی کہ اپنے شہر والوں کی مصلحتوں کی
حفاظت کرونگا اسلئے جیتے جی اس قسم کو توڑنا نہیں چاہتا

جوہرہ۔ میں اس سے انکار نہیں کرتی لیکن میں آپکو یاد دلاتی ہوں کہ اس منصب کے قبول کرنے
سے پہلے آپ میرے باپ ہو چکے تھے اور آپنے میری حفاظت اور جان بچانیکی قسم

کھائی تھی اسلئے اگر آپ اپنی قسم کو پورا کرنا ضروری سمجھتے ہیں تو پہلے یہ قسم پوری
اور اپنی لڑکی کی جان بچائیے۔ یاد رکھئے کہ جب آپکو کوئی تکلیف پہنچے گی اور آپ اس
دنیا کو چھوڑنے کا پورا ارادہ کر لینگے تو آپ اپنی لڑکی کو موت کے حوالہ کر دینگے کیونکہ آپکے بعد اسکا
زندگی نہ بھائیگی۔ آہ۔ اے اماں ؟ تم مجھے کم سنی میں ہی چھوڑ گئیں میں نے دنیا کی کسی بات کو
نہ جانا۔ ابا پر چھوڑ گئیں انہوں نے نہایت ہی شفقت کی اور دوسری شادی نہ کی۔ تاکہ میں ہمیشہ
انکے یہاں ہوں۔ اپنی تمام کوشش و شفقت اپنی اکلوتی بیٹی پر صرف کر دی اور بہت
ہی اچھا کیا لیکن افسوس . . . . بابا جان ؟ میں اس سے انکار نہیں کر سکتی کہ آپ پر
آپکے شہر والوں کا بہت بڑا حق ہے لیکن آپکو اسکا بھی خیال رکھنا چاہئے کہ جب آپ مجھے
دنیا میں تنہا چھوڑ جائینگے تو میرا کیا حال ہوگا۔ غم میرے دل کو پارہ پارہ اور محتاجی مجھے خوار
و ذلیل کر دیگی میں اس مرجھائے ہوئے پھول کیطرح ہو جاؤنگی جو راستہ پر پڑا ہو اور آنے جانے
والے اسے پامال کرتے ہوں۔ کسیکو مجھ سے اتنی بھی ہمدردی نہ ہوگی کہ میرے ا کو
باتوں سے تو تسلی دے۔ میں بہت بری موت مرونگی۔ کوئی افسوس کرنے والا
نہ رونے والا۔

محمد علی اسکی باتیں سنکر گرم آنسو بہائے بغیر نہ رہ سکا۔ اسنے اپنے دل میں کہا ہرگز نہیں
نہ وہ مریگی اور نہ ذلیل ہوگی اگر میں زندہ ہونگا۔ میرا دل اسکا دردمند ہوگا میں اسکا پاسبان
اور میری زندگی اسکی خوشی کی ضامن ہوگی۔ لیکن جوہر کے کان تک اسکی ایک بات بھی
نہ پہنچی بلکہ وہ آنسوؤں کی سفارش اور عاجزی و منت سے باپ کے آگے درخواست کرتی رہی۔ باپ
پر اس قدر رقت طاری ہوئی کہ جواب دینے کی طاقت نہ رہی آخر دل کو مضبوط کر کے بولا بیٹی
میں تمہاری آرزو پوری کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ میری بھی آرزو ہے کہ زندہ رہوں
اور تمہارے ساتھ خوشی سے زندگی بسر کروں تمکو دیکھکر آنکھیں روشن کلیجہ ٹھنڈا کروں
تمہاری شیریں آواز سنکر تمہاری ماں کی یاد تازہ کرتا رہوں لیکن مجبور ہوں میں اپنی
دوسری ذمہ داریوں کو فراموش نہیں کر سکتا جن کا پورا کرنا میرا فرض ہے نہیں ہرگز مناسب
نہیں کہ میں شخصی خواہش کی وجہ سے اپنی قوم کو ذلیل اور شہر والوں کو پاش پاش
کر ڈالوں لہذا میں صبر کے ساتھ مصیبت برداشت کرنیکو تیار ہوں اور خدا
جو کچھ قسمت میں لکھدیا اسپر راضی ہوں۔ مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔ اسوقت فقط

Marfat.com

بیدار ہو گئے تھے صبح نمودار ہو چکی تھی یہ لوگ چودھری کے ساتھ اُٹھے اور
آخری نماز پڑھی۔ جوہرہ خاموشی سے سُن رہی تھی۔ اور انکو حسرت بھری نگاہ سے دیکھ
رہی تھی اسکی روتے روتے آنکھیں سُرخ ہو گئی تھیں۔ یہ ایسا منظر تھا جس سے کلیجہ مُنہ کو آتا تھا
جب نماز سے فارغ ہو گئے چودھری نے بمشکل اپنے رنج و قلق کو ضبط کر کے کہا جوہرہ!
اب تم بروتنا جاؤ۔ گھر میں بیٹھو۔ صبر کرو۔ کل کی خبر سُننے کا خاموشی سے انتظار کرو
جاؤ اپنی شرافت و عالی نسبی کا ثبوت دو۔ جاؤ خدا حافظ وہی تمہاری نگرانی اور تم پر
فضل کرے گا۔

محمد علی کھڑا سب سن رہا تھا اور جو کچھ ہو رہا تھا اسکو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے دیکھا
کہ جوہرہ نے گھٹنوں کے بل بیٹھے بیٹھے اپنے والد کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیکر بوسہ دیا اور پھوٹ
پھوٹ کر رونے لگی۔ پھر اُٹھکر آہستہ آہستہ چلی۔ باپ کی دُعائیں اسکے پیچھے پیچھے تھیں
چاند اور صبح کی روشنی نے اسکو بقعۂ نور بنا دیا معلوم ہوتا تھا کہ وہ بہشت کی ایک
حور ہے جو آسمان سے نازل ہوئی یا کسی ولی کی روح ہے جو پھر رہی ہے اور اسکے
چلنے کی آہٹ نہیں ہوتی۔

آغاز بادشاہی

جوہرہ رات کے سناٹے میں تنہا چلی جا رہی تھی۔ چاند اپنی نورانی چادر بچھائے ہوئے تھا
ستارے اسے محبت و شفقت کی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے نہ تنہائی کی وحشت سے خوف
زدہ تھی اور نہ اسکو میدان بیابان کا کچھ ڈر تھا۔ اسکو یقین تھا کہ اولیاء اللہ پاکدامن دوشیزہ
لڑکیوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ لیکن تھوڑی ہی دیر میں ایک سوار کو آتا دیکھکر چونک پڑی
اور گھبرا گئی۔ دعا مانگی کہ الٰہی تو مجھے چھپا لے پھر اپنے دوپٹے کو سنبھال کر آنچل مار کر
اور آگے بڑھی مگر سوار اسکے قریب آ پہنچا اور اسے معلوم ہوا کہ ایک ہاتھ نے میرا شانہ پکڑ لیا
ایک آواز سنی کہ اے جوہرہ؟ ٹھہر جا یہ سُنتے ہی اسکے ہاتھ پیر کانپنے لگے آگے بڑھنے کا
ارادہ کیا مگر نہ بڑھ سکی پیر زمین میں گڑ گئے خدا کی درگاہ میں منت عرض کی کہ اس مصیبت
سے بچائے اور اسکی حفاظت کر۔ اس سوار نے نہایت نرمی کے لہجے میں کہا

Marfat.com

اے جوہرہ؟ ڈرو نہیں۔ میری بات سنو میں بھوت پریت یا تمہارا بدخواہ نہیں
جوہرہ۔ میں بھوت پریت سے نہیں ڈرتی۔ میری ماں اوپر سے میری حفاظت کر
اور مجھے دیکھ رہی ہیں۔ میں پاکدامن ہوں ہر حال میں خدا میرے ساتھ ہے
(سوار کو پہچان کر) تو میرا دشمن ہے کیونکہ میرے باپ کا دشمن ہے۔ میں تجھے پہچان گئی۔ تو وہ
سنگدل جوان ہے جس نے میرے زار زار رونے پر رحم نہیں کیا اور میرے باپ کو پکڑ کر
منہ میں لے گیا۔ تو نے ہی میرے دل کو پاش پاش کیا اور ہماری کمبختی کا سبب ہوا چھوڑ مجھے جا
اپنا ہاتھ میرے مونڈھے پر سے اٹھا لے کسی اجنبی کو پاکدامن لڑکی کا اپنے بدکار ہاتھ
چھونا درست نہیں ہے۔ میرے رستہ سے ہٹ جا کہ میں اپنے گھر پہنچ کر اپنے باپ اور اپنے بچے
جو سوار اس لڑکی کے سدّراہ ہوا محمد علی تھا اس نے کمزور آواز سے کہا تم کہتی ہو
تمہارا اور تمہارے باپ کا دشمن ہوں۔ جوہرہ؟ خدا کی قسم میں دشمن نہیں ہوں بلکہ میں اس پر
پر لعنت بھیجتا ہوں جب میں نے اپنے ذمہ اس خدمت کو لیا اور انکے دل کو غمگین کرنیکا سبب
جسپر میں جان قربان کرتا ہوں جسے تم اسوقت دشمن کہہ رہی ہو اسکو دیکھو گی اور
سنا کہو گی کہ وہ تمہارا اور تمہارے باپ کا سچا دوست ہے۔ اگر میں پہلے ان فرشتہ
آنکھوں یا اس خوبصورت چاند سے مکھڑے کو دیکھ چکا ہوتا تو کبھی اس سخت کام کو نہ اختیار
جس سے منہ موڑنیکی طاقت نہیں رکھتا۔ اسمیں شک نہیں کہ تمہارے والد اسوقت نہایت
ہی نازک حالت میں ہیں۔ میں تمہارے پاس اسلئے آیا ہوں کہ انکی بابت تم سے
کروں۔ کیا تم میری بات سنو گی؟
جوہرہ۔ (خوف و غصہ سے کانپتی ہوئی) ہرگز نہیں میں تمہاری بات سننا نہیں چاہتی
اور نہ اپنے قاتل کا منہ دیکھنا چاہتی ہوں۔
محمد علی۔ میں اپنی ماں کے دم واپسین کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں وہی بات کر
جسمیں بھلائی ہے اور جس سے تمہارا وہ زخم بھر جائے جس سے میرا دل بھی زخمی ہو گیا۔
تم مجھ سے روگردانی کر کے میرے غموں کو نہ بڑھاؤ۔ اے جوہرہ؟ میں نے اپنی
کے سوا نہ کسی عورت کو پہچانا اور نہ کسی سے محبت کی۔ جب انکا انتقال ہو گیا میں
الگ ہو گیا اور اپنے آپ کو ذبح کر کے ماں کے پاس پہنچنا چاہا لیکن قبل اسکے کہ میں
تمام کروں ہاتف غیبی نے آواز دی اے محمد علی؟ خدا نے جتنی زندگی لکھدی

ے پورا اور تقدیر میں جتنی مصیبتیں لکھی ہیں انکو برداشت کر۔ مجھے سوا اطاعت کے اور کوئی رہ نہ رہا۔ میں تنہائی سے چلا آیا اور اپنے غم کو زندگی کے پہاڑوں پر چڑھنے کی سیڑھی بنایا میں نے تمکو دیکھا۔ مجھے خیال ہوا کہ میری ماں کی روح تمہاری خوشنما آنکھوں سے باتیں کر رہی ہے میرے غم کا بہت بڑا حصہ دُور ہوگیا۔ اسوقت میں فوالہ سے تمہارے پیچھے اسلئے آیا ہوں جو کچھ میں اپنے سے چھپاتا ہوں اُسکو تم سے ظاہر کردوں جسکو تمہارے کانوں کے سوا اور کوئی نہیں سن سکتا لیکن میں اسکو برسر راہ کہنا نہیں چاہتا مبادا کوئی ناگاہ آجائے بس میں تمہیں تمہاری اپنی ماں اور اس محبت کی جو ہمارے اور تمہارے دلمیں ہے اور اس چاند اور تاروں کی روشنی کی قسم دلاتا ہوں کہ تم میرے ساتھ اس پہاڑ کی چوٹی تک چلو کہ میں تمہارے سامنے اپنے دل کی قربانی پیش کروں اور تم سے وہ طریقہ بیان کردوں جسکے سوا تمہارے باپ اور اشراف روستا کیلئے نجات کا کوئی طریقہ نہیں۔

جوہرہ۔ (محمد علی اور پہاڑی کیطرف دیکھکر) کیوں۔ تم مجھے وہاں کیوں لیجانا چاہتے ہو؟

محمد علی۔ میں تمکو عزت و احترام کے ساتھ لیجاؤنگا۔ تمہارے پیچھے مثل خادم کے چلونگا وہاں رستہ سخت ہے اور پتھر تیز ہیں لیکن ہرن کیواسطے بہت آسان ہے مجھے اب تک یاد ہے کہ مینے تمکو بارہا سفید چادر اوڑھے ہوئے کبوتر کیطرح اُڑتے اور چٹانوں پر ہرن کیطرح چوکڑیاں بھرتے دیکھا ہے۔ میں تمکو خدا کی قسم دلاتا ہوں کہ تم مجھے نا امید نکرو۔ میرے ساتھ جلد آؤ مینے پہاڑی بوسیفالوس کی چوٹی کو تنہائی کی وجہ سے پسند کیا ہے وہاں ہماری باتوں کو پہاڑ کے سوا نہ کوئی سُنیگا اور نہ خدا کے سوا ہماری خلوت کو کوئی دیکھیگا۔ میں تم سے تمہارے باپ اور تمہارے شہر اور خاص تمہارے بارے میں گفتگو کرونگا۔

جوہرہ کو ابھی تک اسکی سچائی اور خلوص نیت میں شک تھا اس وجہ سے سر جھکائے اسکی بات سن رہی تھی مگر جب اسنے محمد علی کے چہرہ کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھا اُسوقت چاند کی روشنی اسکے چہرے پر پڑ رہی تھی اسے دیکھتے ہی اخلاص و صداقت کا یقین ہوگیا اور ٹھنڈا سانس بھر کر گھونگٹ کو چھوٹا کرلیا اور بولی میں بھی تمہیں دکھاؤنگی کہ میرے پاس نہ ڈرنے والا دل ہے اچھا تم میرے آگے آگے چلو میں تمہارے پیچھے پیچھے چلتی ہوں

محمد علی کو اس وقت اسقدر خوشی ہوئی کہ قریب تھا شکریہ میں اسکے سامنے فرط مسرت سے لوٹنے لگے مگر اس نے اپنے آپکو روکا اور نہایت ادب سے اُسکے سامنے جھک گیا پھر آگے

آگے خود چلا اور پیچھے پیچھے جوہرہ ہولی۔ دونوں خاموشی کیساتھ ایک پتھر سے دوسرے پتھر پر کودتے چلے جاتے تھے۔ محمد علی بار بار مڑ مڑ کر دیکھتا جاتا تھا کیونکہ وہ پیچھے تھی اور مدد کی محتاج۔ جب دونوں پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گئے محمد علی ٹھہر گیا (جوہرہ اس وقت محمد علی کے برابر تھی) اور کہنے لگا کیا اس خوشنما منظر کا تم پر کچھ بھی اثر نہیں پڑتا؟ کیا دیکھتی نہیں چاندنی کیسی ہلکی پڑ گئی ہے؟ اور آگے بڑھنے والے آفتاب کے سامنے تاریکی کا لشکر کسطرح بھاگا جا رہا ہے۔ اسکے جلوہ گر ہوتے ہی اندھیرا دور اور دن پُرنور ہو جاتا ہے کیا تم جانتی ہو کہ اس آفتاب عالمتاب کا نظیر اسوقت مجھ پر پرتوفگن ہوگا اور میری تیرہ و تار زندگی کو روز روشن کیطرح روشن کردیگا۔

یہ چوٹی اسقدر بلند تھی کہ اسپر کھڑا ہوا آدمی نیچے سے ایسا معلوم ہوتا جیسے کوئی پرند آسمان میں منڈلا رہا ہو۔ چاند اسوقت دن کے بادشاہ کے سامنے سے روپوش ہونے میں جلدی کر رہا تھا۔ سمندر پر آسمان کا عکس پڑ رہا تھا کہ دوسرا آسمان معلوم ہوتا تھا۔ تمیز دشوار تھی مگر اُن مقامات میں جہاں ابر گھرا ہوا تھا اور شفق نے اسکا قرمزی جامہ پہنا دیا تھا۔ ستارے رات بھر جاگنے کے بعد نیند کے ماتے آنکھ بند کر رہے تھے۔ اور اپنی روشنی کو چھپا رہے تھے۔ سمندر نے نیند سے ہوشیار ہو انگڑائی لی اور پانی کی موجیں لہرانے لگیں۔ ہوا چلنی شروع ہوئی گویا کہ وہ فرشتوں کی صفیر جنت میں سے بطرف باری عز اسمہ کے ذکر اذکار لئے آرہی ہیں اور اسکی قدرت کو بیان کرتی ہیں۔ محمد علی نے اپنا ہاتھ بڑھا کر جوہرہ کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیا اور اپنے لبوں تک اٹھا کر اسپر ایک بوسہ دیا جسکے اثر نے اسکے گرم گرم سانسوں کو جلا دیا جوہرہ بھی اس دلکش منظر کو دیکھ کر اپنی خود اور جوش محبت میں از خود رفتہ ہوئی کہ اس نے بھی اپنا ہاتھ دینے میں کچھ تامل نہ کیا۔ دونوں اس خلوت میں ایکدوسرے کا ہاتھ پکڑے دیر تک بزبان حال گفتگو کرتے رہے۔ اسکے بعد محمد علی نے ایک ٹھنڈی سانس لیکر کہا اے جوہرہ! میں نے ان پہاڑوں پر پھر ادن صبح کی سفیدی اور طلوع آفتاب کا نظارہ دیکھا لیکن جو لطف آج دیکھا وہ کبھی نہ دیکھا تھا اور نہ آج کی سی گرم جوشی کبھی میسر ہوئی۔ میں اسجگہ آفتاب کے نکلنے کا اسلئے انتظار کیا کرتا تھا کہ روزی حاصل کرنے کیلئے شکار مارنے کی کوشش کروں تا کہ [illegible] کا ذریعہ معاش بال جمع کروں۔ مگر اس وقت گردوپیش کی

Marfat.com

جس چیز پر نگاہ پڑتی ہے وہ ایک ایسا مزا دیتی ہے جس سے میں پہلے کبھی آگاہ ہی نہ تھا۔ ہاں میں اس سے پہلے محبت کے اسرار سے نا آشنا تھا۔ محبت! تو کس قدر شیریں ہے۔ تو مجھے ایسی باتیں دکھاتی ہے جن سے میری آنکھیں اندھی تھیں۔ تو میری آنکھیں کھولتی ہے اور میں اب پہلی مرتبہ دنیا کی تر و تازگی اور خوبی کو دیکھتا ہوں۔۔۔

جوہرہ۔ (ناز سے) میں نہیں جانتی کہ کیا کہوں۔ بلکہ میں یہ بھی نہیں جانتی کہ بغیر ابا جان کی اجازت کے میں تمہاری ان باتوں کے سننے اور انکے جواب دینے کی مجاز بھی ہوں یا نہیں۔

محمد علی۔ بہتر لیکن میں یقین کرتا ہوں کہ اے جوہرہ! تم مجھے اس نعمت سے مشرف کرو گی اور مجھے اجازت دو گی کہ میں تمہارے والد کے پاس جا کر درخواست کروں کہ وہ اپنی بیٹی مجھے عنایت کر دیں تاکہ تم ساری عمر میرے ساتھ رہ سکو۔

جوہرہ۔ (شرم سے پسینہ پسینہ ہو کر) نہیں نہیں میں ایسی باتیں سننا نہیں چاہتی تم مجھے میرے باپ کے متعلق باتیں کرنے کیلئے لائے تھے۔ میں اسکے سوا اور کچھ نہیں سننا چاہتی۔

محمد علی۔ ہاں ہمارے یہاں آنے کی یہی غرض تھی اور میں نے اس معاملہ میں تم سے گفتگو کرنے کا پورا ارادہ کر لیا تھا۔۔۔ مگر میں بالکل بھول گیا۔ میں نہیں جانتا کہ کیا کہوں؟

جوہرہ۔ نہیں یہ نہیں ہے بلکہ تم مجھے آزمانا اور خلوت میں دیکھنا چاہتے تھے۔ سو تم نے مجھے دیکھ لیا اور میرا مذاق اڑایا۔۔۔ لیکن۔۔۔ محمد علی! یاد رکھو جوہرہ اسم بامسمیٰ ہے جوہرہ چاہے اپنی سہیلیوں میں ہو یا اپنی لونڈیوں میں یا کسی مقام پر اکیلی ہو لیکن اسکی قدر و قیمت ذرہ برابر بھی نہیں گھٹتی۔ اگر تم کو میرے والد کے متعلق کچھ کہنا سننا نہیں تو مجھے جانے دو۔ خبردار میرا پیچھا ہرگز ہرگز نہ کرنا۔

محمد علی۔ بخدا میرے دل میں یہ خیال ہرگز نہیں گذرا۔ واللہ میں تم کو اسی غرض کیلئے لایا تھا جو تم سے بیان کی تھی لیکن تمہارا ہاتھ چھوتے ہی مجھے ایسا معلوم ہوا کہ گویا میں نے نیا جنم لے لیا۔ پچھلی زندگی اور اسکے تمام واقعات بالکل رفت گذشت ہو گئے۔

جوہرہ پہلے ہی سے محمد علی پر عاشق تھی محمد علی سے زیادہ اسکے دل میں آگ لگی ہوئی تھی مگر عورتیں اپنے جذبات چھپانے اور بے بنیاد باتوں کو وقعی کر دکھانے میں مردوں سے بہت زیادہ کمال رکھتی ہیں چنانچہ جوہرہ نے چین بجبیں ہو کر کہا ان جھگڑوں

Marfat.com

کو چھوڑ دو میں تجھ نہیں جانتی۔ اپنی پہلی بات یاد کرو اور میرے باپ کے متعلق مجھ سے گفتگو کرو۔

محمدؐ علی۔(ایک آہ سرد کھینچکر) تمہارے والد میری قید میں ہیں تمکو دیکھنے سے پہلے میں قسم کھا چکا کہ نافرمانوں کو سید ھا کر دونگا اسلئے میری شرافت میری قسم پورا کرنیکا تقاضا کرتی ہے۔۔۔ آہ۔۔۔ میں تمکو دیکھکر مسترہ ہوا اور میرا دل موم ہو گیا۔ اب چاہتا ہوں کہ جو کچھ کر گذرا کاش نکرتا۔ تم دیکھتی ہو کہ خوفناک ظالم سنگدل محمدؐ علی تمہارے قدموں پر گرنے اور اپنے دل کو تم پر قربان کرنے کیلئے تیار ہے۔ افسوس میں اپنی بات پھیر سکتا اور نہ اس قسم کے خلاف کر سکتا ہوں جو اہالی بروستا کے سامنے کھا چکا ہوں اسلئے جو حکم کہ میں نے انکو حاکم حسان شور بچی کیطرف سے پہنچایا ہے اگر اسکو پورا نکرینگے تو مجبوراً مجھے اپنے عہد کا پورا کرنا اور قیدیوں کا سر کاٹنا پڑیگا۔

جوہرہ یہ سنتے ہی ایسی لرزی گویا سر پر بجلی گر پڑی اور منہ ڈھانپ کر چلانے لگی۔ آہ۔ ہائے باپ۔

محمدؐ علی۔(آہ سرد کھینچکر) جوہرہ؟ جوہرہ؟ آہ۔ جتنا تم اپنے باپ کو چاہتی ہو اس سے زیادہ میں اپنی شرافت کو عزیز رکھتا ہوں۔ لہذا تمہارے باپ کی نجات اور میری شرافت کی حفاظت اسی میں ہے کہ میں مر جاؤں۔۔۔ میں تمکو رنج پہنچانا نہیں چاہتا اسلئے تمہارے باپ کی زندگی کیلئے میرا مرنا نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ تمہارا مسکرا کر کہنا خدا اس پر رحم کرے وہ میرے باپ کے فدیہ میں مر گیا مجھے زیادہ لطف دہ اور باعث فخر ہے بہ نسبت اسکے کہ میں زندہ رہکر تمکو روتا اور اپنے باپ کے لئے نوحہ زاری اور اسکے قاتل پر لعنت کرتا دیکھوں حاکم کی رائے قتل کی نہ تھی۔ قیدیوں کے چھوڑنے میں میرے سوا اور کوئی مانع نہ تھا اسلئے انکا معاملہ میرے ہاتھ میں ہے میری موت کے سوا انکو اور کوئی آزاد نہیں کر سکتا ہاں اب مجھے وہ بات یاد آگئی جو میں تم سے کہنا چاہتا تھا یعنی جو تمنے ابھی سُن لی۔ آخری وقت قریب آگیا مجھے زندگی سے سوا ان چند لمحوں کے جنکو تمہارے ساتھ گذار رہا ہوں اور جو تمام زندگی کے برابر ہیں کوئی اور امید باقی نہیں ہی۔ آہ کتنی مرتبہ میں ان پہاڑیوں پر کھڑا ہوا اور طبعی نظاروں اور صاف ہوا سے لطف اٹھایا طلوع آفتاب کا تماشا دیکھا لیکن تمکو دیکھکر پچھلی ساری باتوں کو بھول گیا اور اب میں موجودہ زندگی اور تمہارے سوا کسی کو نہیں دیکھتا۔ میں اپنی جان تمہارے باپ پر

قربان کرتا ہوں۔ تم مجھ سے ایک مرتبہ اور ملنے کا وعدہ کرلو بس میری یہی آرزو ہے۔ میری ماں نے مرنے سے پہلے مجھ سے بیان کیا تھا کہ جب آدمی کے مرنے کا وقت قریب آتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے ایک روح اور اپنی جنت کا ایک پاک فرشتہ بھیجتا ہے تاکہ وہ دنیا ہی میں جنت کے لطف سے آگاہ ہو جائے۔ مجھے اب کوئی شبہ نہیں رہا کہ تم وہی فرشتہ ہو اسلئے میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ تم اپنے نقاب کو ہٹا دو تاکہ میں تمہاری صورت دیکھ لوں اور اسکے بعد خوشی خوشی اپنی جان نثار کردوں۔

محمد علی کا لفظ لفظ نشتر کیطرح جوہرہ کے دل پر لگتا اور نیا زخم پیدا کرتا تھا یہاں تک کہ اسے اپنے جذبات پر قابو نہ رہا اور اس نے اپنا ہاتھ منہ تک لیجا کر نقاب الٹ دی اور آفتاب سے زیادہ تاباں چہرے کو سامنے کردیا۔ محمد علی نے اسکی آنکھوں میں آنسوؤں کے دو موتی دیکھے جو اسکے گلابی رخسار پر گرا چاہتے تھے اس نے محمد علی سے کہا اے محمد علی میری صورت دیکھو میں خوشی سے منہ دکھاتی ہوں اسے دیکھو جان مت دو۔ مگر میرے باپ کے بچانے کیلئے کسی دوسری تدبیر کا سوچنا ضروری ہے کیونکہ ایک جان کو مار کر ایک جان بچانے میں کوئی فائدہ نہیں۔

اسی اثنا میں افق کے کنارے سے آفتاب نکل آیا اور اطراف عالم کو سنہرے خوش رنگ سے رنگ دیا۔ محمد علی کو جوہرہ کا قد و قامت اور چہرہ اچھی طرح نظر آگیا اور اسے ایسا معلوم ہوا کہ حسن و جمال اور عفت و عصمت کی دیوی کے سامنے کھڑا ہے تھوڑی دیر تک تو متحیر کھڑا رہا پھر اسکا بدن تھر تھرایا اور جوہرہ کے قدموں میں سر رکھدیا اور گرم جوشی سے دعائیں دینے اور کہنے لگا اے محبت کی دیوی! میری پوجا یہی ہے کہ میں تجھکو چاہتا ہوں تو میرے دل کو چیر کر دیکھ اسمیں آتشیں حرفوں میں بھی لکھا پائیگی کہ میں تجھکو چاہتا ہوں پہلے میرا دل خالی اور دین و دنیا سے بالکل بے خبر تھا لیکن اب خواہ زندہ رہوں یا مرجاؤں بہر حال تجھی پر جان دیتا ہوں۔ پھر اٹھ کھڑا ہوا اپنے ہاتھ جوہرہ کے گلے میں ڈال دئے اور اپنے سینہ سے لگالیا اور اسکے لبوں پر ایسا بوسہ دیا کہ تمام حواس نے برابر حظ اٹھایا جوہرہ کا جسم کانپ اٹھا اور اس نے اپنا سر تھوڑی دیر کیلئے محمد علی کے شانے پر رکھدیا پھر الگ ہو کر چہرہ پر نقاب ڈال لی اور کہا تم نے مجھ سے بیان کیا کہ تم یہاں اسلئے آئے ہو کہ اپنی جان ہلاک کرکے میرے باپ کو رہائی دلوا دو۔ مگر مجھے یہ منظور نہیں کوئی ایسی صورت نکالو کہ ابا بھی بچ جائیں اور تمہارا بھی بال بیکا نہ ہو۔ محمد علی حیران تھا کہ کیونکر بات بنائے

Marfat.com

کہنے لگا اچھا تم میرا جینا چاہتی ہو اے جوہرہ؟ میں تمہاری اطاعت کرونگا اور رہونگا لیکن کیوں اور کس لئے کیا تم بھی مجھ سے محبت کے بدلے محبت کرو گی؟ کیا تم قسم کھاتی ہو کہ میری ہو کر رہو گی اور میری زندگی میں شریک ہو گی۔

محمد علی جوہرہ کے جواب سننے کا انتظار کرنے لگا۔ ہوا بھی بند ہو گئی اور خاموشی کا عالم چھا گیا گویا کائنات محمد علی کے ساتھ جوہرہ کے جواب سننے کا انتظار کرنے لگی۔

جوہرہ تھوڑی دیر خاموش رہی پھر کہا میں بھی... تمکو چاہونگی۔ یہ کلمات اس دلفریب انداز سے ادا کئے گئے کہ محمد علی کے دل میں کھب گئے وہ اس جواب کو سنتے ہی اسکی طرف ٹکٹکی لگا کر سامنے کھڑا ہو گیا گویا کہ وہ ایک دیوی ہے جسکے پاس کوئی مر جا نہیں سکتا لیکن دفعتاً چونک پڑا اور بولا افسوس میں شرافت کی موت مرنے آیا تھا نہ شرافت کو ڈبو کر زندہ رہنے۔

جوہرہ۔ (مسکرا کر) کیا تم مرنے ہی پر تلے رہو گے...؟ ہمارے ملکر زندگی بسر کرنے کی عمر ایک ہی ساعت ہو گی۔

محمد علی۔ اب کیا ہو سکتا ہے میں تو اپنی شرف و عزت کی قسم کھا چکا کہ اگر مال نہ ادا ہوا تو میں قیدیوں کو فنا کر دونگا۔ نہ بروستا والے مال ادا کرینگے اور نہ حکم منسوخ ہو سکتا ہے۔ اسلئے تمہارے باپ کی رہائی میری موت کے سوا اور کیونکر ہو سکتی ہے۔ چونکہ حاکم کریم النفس نیکدل ہے اسلئے جب میں مر جاؤنگا وہ میری قسم سے بری الذمہ ہو جائیگا تاوان بھی نہ لیگا اور انکو آزاد بھی کر دیگا۔ لیکن اگر میں زندہ رہا تو کسی بات سے درگذر نہیں کر سکتا لہذا میری زندگی تمہارے باپ کی موت کا سبب ہو گی۔ اور مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ تمہارے باپ کا جلاد بنوں اور تمہیں روتا دیکھوں۔ تمہارا ایک ایک آنسو میرے دلکو جلانیوالا اور میرے سینہ کو چاک کرنے والا ہے۔

جوہرہ۔ (آہ سرد بھر کر) کچھ بھی ہو تم جان نہ دو۔ بڑے سنگدل ہو۔ کیا تم نے ابھی یہ نہیں کہا تھا کہ تم میری خاطر زندہ رہو گے۔ میرے باپ کے قتل سے اگر میرے آنسو بہینگے تو کیا تم خیال کرتے ہو کہ جب انکے لئے جان دیدو گے میرے آنسو خشک ہو جائینگے

محمد علی کو اسوقت ایسا معلوم ہوا کہ گویا وہ آدمیوں سے الگ ہو کر جنت میں پہنچ گیا۔ وہ موجودہ حال سے بالکل غافل تھا اسکے منہ سے کچھ نہ نکلا۔ لیکن جوہرہ نے کہا کہ پیارے

Marfat.com

ہمیں اس معاملہ میں تدبیر سے کام لینا چاہئے۔ اپنے خیال کو یکسو کرو اور خدا اور خدا کے پیاروں سے مدد مانگو۔ اپنی ماں کی روح سے مشورہ طلب کرو کیونکہ وہ ہمیں اپنے بلند مقام سے دیکھ رہی ہیں۔ آؤ اس بارہ میں غور و فکر کریں کیونکہ میرے باپ کی جان بچانے کے واسطے تمہارا جان دینا ایسا ہی درست نہیں جیسا کہ مجھے اپنے باپ کے قاتل سے محبت کرنا میں تم سے محبت کرتی ہوں تم نے بھی مجھ سے محبت کرنیکا وعدہ کیا ہے۔ اس محبت سے کیا فایدہ جسکی ابتدا ہی غم۔ فراق اور موت ہو آؤ مجھے مشورہ میں مدد دو۔ ہم دونوں ملکر اپنی آرزو پورا کرنیمیں کوشش کریں۔ اچھا مجھے بروشا جانے دو میں اپنی قوم سے اپیل کرونگی کہ میرے والد کی مرضی کے خلاف مال ادا کردیں۔ اگر وہ رضی ہو گئے تو تمہاری بات میں بھی فرق نہ آئیگا اور ہمارا مقصود بھی حاصل ہو جائیگا اور ابا کی جان بھی بچ جائے گی۔

محمد علی۔ (نہایت یاس و حسرت سے) اگر وہ انکار کردیں تو سوا دیر کے اور کیا نتیجہ ہوگا۔

جوہر۔ وہ میری درخواست رد نکرینگے کیونکہ محبت نے میری زبان میں ایسا جادو پیدا کردیا ہے جو ان سے میری آرزو پوری کرالیگا۔ والد کی محبت و شفقت میرے کلام میں وہ زور پیدا کردیگی کہ وہ جبراً و قہراً میری بات مان لینگے۔ جب وہ میرے آنسوں کو رحم کا خواستگار پائینگے تو وہ رحم سے دریغ نہ کرینگے محمد علی؟ بہت سنا ہیں ایسے آدمی ہیں جنکے دل نیکی اور رحمت و شفقت سے بھرے ہوتے ہیں۔ وہ میرے والد سے اسقدر محبت کرتے ہیں کہ انکی محبت عبادت کے درجہ پر پہنچگئی ہے اسلئے وہ انکی موت کو ہرگز نہ گوارا کرینگے خواہ انکو میرے والد کے خلاف مرضی ہی کیوں نہ کرنا پڑے لہذا تم مجھے وقت گذرنے سے پہلے جانے دو۔

محمد علی نے جوہرہ کیطرف دیکھا اگرچہ وہ اسکی باتوں پر ایسا شیدا ہو چکا تھا کہ [illegible] لیکن کہا جاؤ۔ جاؤ۔ خدا تمہاری کوشش کو کامیاب کرے۔ اور اگر محمد علی کی زندگی باقی ہے تو وہ تمہاری ہی آرزو کے موافق ہو لیکن.. افسوس جوہرہ اگر توفیق نے تمہا ساتھ ندیا.. جوہرہ مجھ سے الگ ہونے سے پہلے....

محمد علی نے ابھی اپنی بات پوری نہ کی تھی کہ جوہرہ اسکا مطلب سمجھ گئی اسکے رخسار سرخ ہوگئے اور اس نے شرم سے سر نیچا کرلیا۔ محمد علی جوہرہ سے بہت قریب ہوگیا

Marfat.com

اس نے اپنے ہاتھ سے اسکا نقاب اُٹھایا اور اسکے لبوں پر ایک بوسہ دیکر پیچھے ہٹا نقاب ڈال دی اور کہا اے جوہرہ! مجھ سے قسم کھاؤ کہ اگر موت ہمارے درمیان تفرقہ نہ ڈالے تو اس نقاب کو اپنے چہرے سے میرے سوا کسی اَور کیلئے نہ اٹھاؤ گی۔

جوہرہ۔ افسوس۔ محمد علی؟ تم مجھے یہ تکلیف کیوں دیتے ہو۔ تم جانتے ہو کہ میرے والد زندہ ہیں وہ میرے مختار ہیں اور انکی اطاعت مجھپر فرض ہے۔ ہاں میں قسم کھاتی ہوں کہ جبتک زندہ رہونگی تمہاری محبت کی امانت دار بنکر رہونگی اور اگر میرا بس چلا تو میں قسمیہ کہتی ہوں کہ میں مرنیکو اس پر ترجیح دونگی کہ تمہارے سوا کوئی اَور میرا نقاب میرے چہرے سے اٹھائے

محمد علی کچھ اور محبت کی باتیں کرنی چاہتا تھا مگر آواز نہ نکل سکی اور حلق میں پھندا پڑ گیا اس نے اشارہ کیا کہ اب جانے میں جلدی کرو کچھ دُور تک میں بھی ساتھ چلتا ہوں۔ جوہرہ اسکا مطلب سمجھ گئی منع کرنے کیلئے سر ہلایا اور اس میدان کیطرف اشارہ کرکے جو اسکے گھر کے سامنے واقع تھا اور جس پر دھوپ پھیل گئی تھی کہا ایکدم بھی میرے ساتھ نہ چلو کیونکہ لوگ اپنے اپنے کاروبار کیلئے باہر نکلنے شروع ہو گئے ہیں ہمیں ساتھ ساتھ چلتے دیکھکر کیا کہیں گے زبان طعن نہ دراز کرینگے؟ نہیں۔ نہیں مجھے تنہا جانے دو اور خدا سے دعا کرو کہ میری امید بر لائے۔ یہانتک کہ جب تمہارا منظور نظر کبوتر تمہارے پاس پرواز کرکے آئے تو عفت و عصمت کے ساتھ تمہارے بنائے ہوئے گھونسلے میں داخل ہو۔ تم تو الٹے جاؤ اور میری طرف نہ دیکھو۔ جبتک تم مجھے دیکھتے رہو گے میرے قدم نہ اُٹھیں گے۔

جس نگاہ سے اسوقت محمد علی نے اسے دیکھا قلم اسکے بیان سے عاجز ہے خدا حافظ کہکر اسنے اپنی نگاہ پھیر لی۔ اسکی جدائی سے جو صدمہ ہوا اسکا حال نہ پوچھو۔ نہ اسکے چلنے کی آواز سنتا تھا اور نہ نظر اُٹھاکر اسکو دیکھ سکتا تھا اُسکا خیال دل سے دُور کرنے کیلئے کبھی آسمان کیطرف دیکھتا تھا۔ اور کبھی سمندر کے اُڑتے ہوئے جھاگوں کیطرف کچھ دیر میں پھر دزدیدہ نگاہ سے ایکدفعہ بروسنا کی طرف دیکھا اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ اسکی دلربا نظروں سے غائب ہو گئی سر جھکائے خدا سے دعا کرتا ہوا چلا کہ الٰہی اسکے مقصد کو پورا کر اسکی زندگی میرے ہی لئے ہے۔ اے جوہرہ! خدا تجھے کامیاب میری زندگی کو سعید کرے۔ میں تیرے ہی لئے زندہ رہوں گا۔

Marfat.com

جوہرہ کا زیور

اس رات بروستا میں کسی کی آنکھ نہ لگی بلکہ لوگ نہایت بے چین و مضطرب تھے۔ اس آفت ناگہانی پر افسوس کرتے تھے اور اپنے قیدیوں کو چھڑانے کی فکر میں لگے ہوئے تھے۔ جب صبح ہوئی تمام شہر والے جامع مسجد کے سامنے جمع ہوکر اس معاملہ میں غور و خوض کرنے لگے اتنے میں جوہرہ سامنے سے آتی ہوئی نظر آئی لوگ اسکے استقبال کیلئے آگے بڑھے انہیں معلوم کہ وہ اپنے باپ کے پاس سے آرہی ہے انہیں امید ہوئی کہ شاید کوئی خوشخبری لائی ہو جس سے انکی بے چینی کم ہو جائے۔ جب انہوں نے اس سے اسکے باپ کا حال دریافت کیا تو اسنے جواب دیا کہ میرے باپ کی موت و زندگی تمہارے ہاتھ میں ہے۔ میں انہیں مناتے مناتے تھک گئی اب تمہارے پاس اس امید پر آئی ہوں کہ تم انکی اور فقہا کی رہائی میں کوشش کرو میں تمہارے پاس آئی ہوں اور تمکو مروت و انسانیت کی قسم دلاتی ہوں کہ تم حاکم کی اطاعت قبول کرلو اور اس غریب لڑکی پر رحم کرو جو تمہارے قدموں پر گرتی اور اپنے باپ کی نجات چاہتی ہے۔

لوگ۔ (جوہرہ کے کلام سے متاثر ہوکر) ہم اس خیال میں تمہارے شریک ہیں اور تمہارے باپ اور ان کے ساتھیوں کی رہائی کے طالب لیکن ہم کیا کریں تمہارے باپ ہمکو کچھ نہیں کرنے دیتے ظالم کی اطاعت سے منع کرتے ہیں۔

جوہرہ۔ انہوں نے اپنی نیک نیتی سے تمکو ایسا کرنیکو حکم دیا ہے اور اسی پر جمے رہنے کی تاکید کی ہے۔ کیونکہ وہ تمہارے مال کو اپنی خلاصی کے واسطے ضائع کرنا نہیں چاہتے ہیں مگر تم اپنے احساس اور انسانی ہمدردی و شرافت کی کیوں نہیں اطاعت کرتے اور جسطرح وہ تمہاری جانوں کو قربان کر رہے ہیں تم ان پر اپنے مال کو کیوں نثار نہیں کر دیتے کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ لوگ کہیں کہ تم نے چار فدائیان قوم کی جان بچانے پر اپنے مال کی حفاظت کو ترجیح دی۔

ایک آدمی۔ جوہرہ؟ ایسا نہیں ہے۔ ہم مال کی محبت کی وجہ سے نہیں کرتے ہیں بلکہ اپنی عزت و کرامت کی حفاظت اور پیش بندی کی وجہ سے کیونکہ حاکم نے سوقت ہم پر زور دیا محصول کر دیا ہے اگر ہم اسے منظور کرلینگے تو پھر ہم سے تگنا چوگنا طلب کریگا

اور ہم محتاج و تنگدست ہو جائیں گے - علاوہ اسکے وہ معمولی خراج سے دو
اس قحط سالی میں مانگتا ہے - جبکہ فصلیں سوکھ گئیں اور شکار جاتا رہا - بخدا معمولی
خراج کا ادا کرنا بھی ہم پر دشوار ہے - بھلا ہم دونا خراج کہاں سے ادا کر سکتے ہیں
ہمیں سوا صبر و مصیبت برداشت کرنیکے اور کیا چارہ ہے تم بھی اپنے معاملہ کو خدا کے سپرد
کردو وہ تمکو جزائے خیر دیگا -

جوہرہ لوگوں کے سامنے بیٹھ گئی اور ہاتھ اُٹھا کر بولی (آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے)
خدا کیلئے مجھپر رحم کرو اور میرے باپ کی ہٹی کا کوئی راستہ نکالو... ہاں نجات کی تدبیر
نکالنا تم پر واجب بلکہ فرض ہے - اپنے قیدیوں کو قید میں چھوڑ کر قاتلوں کے شریک نہ ہو
ورنہ یاد رکھو کہ خدا دیکھ رہا ہے تمکو تمہاری کرتوتوں کی ضرور سزا دیگا - تم پر بلا نازل
ہو گی اور بدبختی چاروں طرف سے گھیر لیگی - اس بات کا تمام سامعین پر اثر ہوا اور
انہوں نے ایک زبان ہو کر کہا لیکن ہم کیا کر سکتے ہیں ہمارے پاس تو بقدر ضرورت مال
بھی نہیں ہے -

جوہرہ - جو کچھ تمہارے پاس ہے اُسے لیکر حاکم کے پاس جاؤ اور اسکے سامنے
عاجزی کرو اور کہو کہ تم اسکے مطیع ہو اور واقعی تمہارے پاس اس مال کے سوا اور کچھ
نہیں ہے - تم جانتے ہو کہ وہ نیک دل مہربان ہے وہ تمہاری آرزو کے پورا کرنے
اور تمہارے قیدیوں کے چھوڑنے میں دریغ نکریگا اور شاید تمہارا مال بھی تمکو واپس کردے
جوہرہ برابر فصاحت سے گفتگو کرتی اور انکے اس عمل سے خدا کی رضامندی کے وعدے اور
باز رہنے پر عذاب کی دھمکی دیتی رہی یہانتک کہ ان کے دل نرم اور وہ ان اخطروں سے
واقف ہو گئے جو انکے قیدیوں کی زیست کے پیچھے لگے ہوئے تھے - اور کہنے لگے اب
تم ہم سے کیا چاہتی ہو - اس نے کہا تم میں سے ہر ایک شخص اپنے گھر جائے اور جس قدر مال
پیش کر سکتا ہو جلد لیکر واپس آجائے - میں بھی اپنے گھر جاتی ہوں - اگر تم مجھ سے پہلے
آجاؤ تو میرے آنے تک انتظار کرو - یہ کہتے ہی جھٹ اُٹھ کھڑی ہوئی اور گھر آکر
دم لیا - اسکی دو لونڈیاں اسے ملیں جو نہایت بے صبری سے اسکا انتظار کر
رہی تھیں لیکن وہ جلدی سے انکے پاس سے گذر کر اپنے خاص کمرے میں پہنچ گئی
اندر سے اس کا دروازہ بند کر لیا - اپنے صندوق کو کھولکر اس سے گٹھری نکالی

جسمیں سیپیاں اور قیمتی پتھر ٹنکے ہوئے تھے اور بغچہ میں سے ایک ایک زیور نکالنا شروع کیا اور کہنے لگی یہ نفیس گلوبند ہے یہ نادر ہار ہے یہ جڑاؤ موتی ہے مجھ سے کہا گیا تھا کہ کم سے کم یہ سو دینار کا ہے۔ میں خیال کرتی ہوں کہ دوناں محصول اس سے زیادہ نہ ہوگا اور اگر اس سے زیادہ بھی ہو تو میں امید کرتی ہوں کہ حاکم میرے کل زیور پر قناعت کریگا۔ اور مصیبت کا خاتمہ ہو جائیگا۔ یہ تمام زیور جوہرہ کی ماں کا تھا مرتے وقت وہ اپنی بیٹی کو دیگئی تھی جس نے اس یادگار کو قیمتی خزانہ کیطرح رکھ چھوڑا تھا لیکن اب چونکہ ضرورت پیش آگئی اسلئے اسے جدا کرنے سے کوئی چارہ نہ رہا مگر وہ اسے دیکھتی تھی اور اسکی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے ہاتھ میں اٹھاتی اور رکھ دیتی اور ایک زیور کو چومتے اور کہنے لگی اماں۔ تم اس بات سے ناراض نہ ہونا کہ تمہاری بیٹی ان قیمتی یادگاروں کو جدا کر رہی ہے تم جانتی ہو کہ میں ابا جان کی وجہ سے ایسا کرنے پر مجبور ہوں۔ میری آرزو یہ تھی کہ میں اپنے بیاہ کے دن انکو پہنتی اور تمہارے تبرکات سے برکت حاصل کرتی لیکن میں جانتی ہوں کہ جو مجھے چاہتا ہے اسے میری طرف دیکھ لینا ہی کافی ہے اسکو زیور کی کچھ پرواہ نہیں۔ پھر انکو دوبارہ چوم کر دے دیں سکھ اسے اپنے ساتھ لیا اور دوڑتی ہوئی جامع مسجد کی طرف گئی۔ شہر والے بھی جو کچھ انکے پاس تھا اسے لیکر جلد جلد وہاں آ رہے تھے جب سب جمع ہو گئے تو اس نے پوچھا معمولی سالانہ خراج کیا ہے۔ لوگوں نے کہا معمولی خراج سو دینار ہے جسے پچاس آدمی ادا کرتے ہیں ہر شخص کے حصہ میں دو دو دینار پڑتے ہیں۔ انکو بھی ادا کرنا ہر شخص کو دشوار معلوم ہوتا ہے۔ بھلا اس قحط سالی میں اب وہ چار دینار کسطرح ادا کر سکتے ہیں۔ لیکن جوہرہ کی پیشانی چمکنے لگی اور بولی بس صرف سو دینار۔ خدا کا شکر ہے مشکل آسان ہو گئی۔ لوگ جو کچھ لائے تھے اسکو اکٹھا کیا وہ معمولی خراج کے برابر نکلا اسکو لیکر وہ چلی لوگ اسکے پیچھے ہوئے جب اس ٹیلہ کے پاس پہنچی جو قوال کے قریب تھا اس نے لوگوں کو ٹھہرا کر کہا بھائیو! تم نے مجھے معمولی خراج دیدیا اور خدا کی مدد سے مجھے امید ہے کہ میں حاکم کو راضی کر لونگی اور وہ ہمارے قیدیوں کو چھوڑ دیگا نہ تمہیں دوناں خراج ادا کرنا پڑیگا اور نہ تمہارے چار بہترین آدمی شورش و بغاوت کے جرم میں قتل ہونگے۔ تم یہیں میرا انتظار کرو کہ میں حاکم کے محل تک جاؤں اور آؤں پھر یا تو

میں تمکو اپنے ساتھ چلنے کیلئے بلا لونگی یا تمہارے پاس خود چلی آؤنگی۔ یہ
لوگ اس معاملہ میں رائے زنی کرنے لگے۔ بعض اس رائے کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے
تھے اور بعض اسکو بُرا جانتے تھے۔ لیکن جوہرہ نے فوراً حاکم کے محل کا رُخ کیا اور لوگوں کی
نگاہ سے بچتی ہوئی اندر داخل ہوئی تاکہ کوئی اسے دیکھکر اسکے باپ کو نہ خبر کردے
اور وہ اسے اسکے منصوبہ سے روک دے۔

حسان شوہر بھی خوابگاہ سے اُٹھکر کمرے میں آچکا تھا اسکے چہرے پر رنج و
ملال کے آثار نمودار تھے اور اپنے نفس کو ملامت کر رہا تھا کہ ناحق خراج کا جمع کرنا
محمد علی کے سپرد کیا اور اسکو عام اختیار دیا۔ جب اپنے قصر میں جا رہیگا ہوں کے قتل کا خیال
کرتا تھا۔ اسکا بدن کانپ اُٹھتا تھا۔ اسوقت اپنے بیٹے عثمان کو محمد علی کے پاس
بھیج چکا تھا کہ اسکو اپنے ارادہ سے باز رکھنے کی پوری کوشش کرے۔ عثمان کے
لوٹنے کا انتظار کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ دیکھو محمد علی اسے منظور کرتا ہے یا نہیں کہ
اتنے میں کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک برقعہ پوش لڑکی اندر داخل ہوئی اور قریب آکے
حاکم کے سامنے دوزانو بیٹھ گئی اور کہنے لگی اے آقا میں قیدی جوہر کی بیٹی ہوں
میں آپکے پاس رحمت کی امیدوار ہی ہیں آئی ہوں کہ آپ اپنی اس لونڈی پر ترس
کھا کر اسکے باپ کو آزاد کر دیجے۔

حاکم۔ (ٹھنڈا سانس لیکر اور زیادہ رنجیدہ ہوکر) بخدا اگر یہ معاملہ میرے اختیار
میں ہوتا تو میں ایک منٹ کی بھی دیر نکرتا لیکن میں اپنے نائب محمد علی کو پورا
اختیار دیکر زبان ہار چکا ہوں اب بات کا واپس لینا میرے امکان سے باہر ہے
ورنہ میں اسی وقت تمہارے باپ کو آزاد کر دیتا اور خراج سے درگذر کرتا۔

جوہرہ۔ میں آپ سے خراج چھوڑنے کی درخواست نہیں کرتی کیونکہ وہ سرکاری
حق ہے اُسکا دینا ضروری ہے میں تجوتی اہالی بُرستا کی طرف سے اسے لیکر حاضر
ہوئی ہوں۔ لیکن میں آپکے پاس ایسے درخواست کرتی ہوں اور امید ہے کہ آپ
میری درخواست پوری کر دینگے۔ آپ جانتے ہیں کہ بروستا کے لوگ حقیقت
دو سو دینار ادا کرنیکے قابل نہیں ہیں۔ پوری کوشش کے بعد بھی وہ معمولی خراج سے
زیادہ نہ جمع کر سکے حالانکہ پورا خراج بھی کل رقم مطلوبہ کا نصف ہے۔ اسلئے میں

Marfat.com

آپ کے پاس مطلوبہ نصف مالگذاری کے عوض میں ایسی چیز لائی ہوں جو اسکے برابر ہے اور امید کرتی ہوں کہ آپ اسے قبول کرینگے۔

حاکم خوشی سے ہنسنے لگا اور لڑکی کی بات کو عجیب و غریب سمجھکر بولا اگر تم مال مطلوب میں تو مشکل آسان ہوگئی اور کام بنگیا۔ مگر مجھے تمہاری بات میں کچھ پیچ معلوم ہوتا ہے تمہاری اس سے کیا مراد ہے کہ میں تمہارے پاس ایسی چیز لائی ہوں جو نصف خراج کے برابر ہے۔

جوہرہ نے ہوشیاری سے دروازہ کی طرف دیکھا جیسے اُسے ڈر ہو کہ کہیں محمد علی نہ آجائے اور اسکی حالت کو دیکھکر اسکے ارادہ کو پورا کرنے سے روک دے جب اسنے دیکھ لیا کہ کوئی اسے نہیں دیکھ رہا ہے تو اس نے ڈبہ نکالکر کہا حضور اس زیور کو لیجئے ماں اسے اپنی یادگار چھوڑ کر مری تھیں اسلئے یہ میری ملک ہے میرا جو جی چاہے کر سکتی ہوں اسلئے میں اسے لیکر حاضر ہوئی ہوں کہ جو کچھ آپ میری قوم سے طلب کرتے ہیں اسکے عوض اسے لے لیجئے میں آپ سے سچ کہتی ہوں کہ یہ سو دینار سے زیادہ ہے لیکن میں اسکو آپکے ہاتھ سو دینار میں فروخت کرتی ہوں۔ حسان زیور کو ہاتھ میں لیکر دیکھنے لگا اسنے کہا اگر معاملہ صرف میرے ہاتھ میں ہوتا تو میں تمہاری خواہش کو منظور کر لیتا مگر محمد علی نے خراج نقد حاضر کرنیکا حکم دیا ہے میرے پاس اتنے دام نہیں کہ اس قیمتی زیور کو خرید سکوں ورنہ میں اپنے پاس سے دیدیتا اور کسی کو معلوم بھی نہ ہوتا۔۔۔ لیکن۔۔ ٹھیر جاؤ مجھے یاد آگیا میرے مہمان خسرو پاشا کے پاس آستانہ سے ایک رومی روپیہ لیکر آیا ہے میں یہ زیور انہیں دکھا کر درخواست کرتا ہوں کہ اسے خرید لو مجھے یقین ہے کہ وہ خرید لینگے۔ میرا خیال ہے کہ اس معاملہ میں انکے سوا ہماری اور کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ میں تمہاری مدد اسلئے کرتا ہوں کہ جیسا تمکو اس معاملہ میں خیال دیسا ہی مجھے بھی ہے میں اس سختی سے جو محمد علی نے اختیار کی ہے ہرگز راضی نہیں اور دل سے قید یونکی سلامتی کا آرزومند ہوں۔ ابھی اپنا زیور اپنے پاس رکھلو یہیں میرا انتظار کرو میں ابھی لوٹکر آیا۔

رہائی

جوہرہ حسان کے جانے کے بعد اسی جگہ بیٹھی اسکی واپسی کا انتظار کر رہی تھی اور

Marfat.com

خدا سے دعا مانگتی تھی کہ حسان کی کوشش نتیجہ خیز اور محمد علی کے مقرر کردہ وقت سے پہلے معاملہ طے ہو جائے کہ اتنے میں حاکم مع خسرو پاشا کے کمرے میں داخل ہوا اور کہنے لگا اسی لڑکی کا تذکرہ میں نے آپ سے کیا تھا پھر جوہرہ کی طرف دیکھکر کہا تم ایک بڑے مقتدر شخص کے سامنے ہو وہ تنہا تمہاری مدد کر سکتا ہے اسلئے اسکو نہایت ادب سے سلام کرو۔ یہ سنتے ہی جوہرہ پاشا کے سامنے دو زانو ہو بیٹھی اور حسرت و یاس کے لہجہ میں بولی آہ۔ میرے آقا اگر آپ واقعی میری مدد کر سکتے ہیں تو خدا کیلئے دیر نہ کیجے مجھ پر ترس کھا کر میرے والد کو چھوڑا دیجے اور ہم سب کو اس آفت ناگہانی سے بچا لیجے۔ حاکم نے جوہرہ کیلئے سفارش کی اور خسرو پاشا کو اسکے حال سے آگاہ کیا اور کہا اگر آپ چاہیں تو اس سے اسکا زیور خرید سکتے ہیں جس سے وہ اپنے باپ کے چھوڑانے کے قابل ہو جائے۔ خسرو جوہرہ کو دیکھ رہا تھا اور اسکے حسن و جمال نے اسکو از خود رفتہ کر دیا تھا اسکی آنکھیں اسکے اس دلی جذب کو ظاہر کر رہی تھیں جو اسمیں اس خوشنما و خوش قامت کے دیکھنے اور شیریں آواز کے سننے اور ان آنکھوں کے دوچار ہونے سے جنھوں نے اسکے سینہ کو تیر مژگاں سے چھید دیا تھا پیدا ہو گیا تھا خسرو نے اس دوشیزہ کی طرف بڑھکر کہا لڑکی؟ مجھے اپنا زیور دکھا۔

جوہرہ۔ (اپنے زیور کا بٹوا دیکر) لیجے۔ خدا آپکے دل میں رحم ڈالے تاکہ آپ کئی جانوں کو موت سے بچا لیں۔

خسرو پاشا۔ (بٹوا لیکر اسکو غور سے دیکھنے لگا اور بنظر حقارت مسکراکر حاکم سے مخاطب ہوا) حسان؟ میں تمکو ایسا سادہ لوح نہیں جانتا تھا کہ کسی کے دھوکے میں آجاؤ گے اور ملمع کئے ہوئے تانبے کانسی اور شیشہ پتھر کی خریداری کو منظور کرو گے۔ یہ کل زیور تو دو دینار کے برابر بھی نہیں ہے۔

جوہرہ کے دل پر چوٹ لگی اور پاشا کے سامنے کھڑی ہو کر غضبناک لہجہ میں کہنے لگی تم مجھپر مکاری کا اتہام لگاتے ہو بخدا یہ غلط ہے تم خود سادہ لوح ہو کہ تمکو کھرے کھوٹے کی پہچان نہیں۔ یہ زیور خالص سونے کا ہے اسکے پتھر قیمتی جواہر ہیں۔ میرے نانا سنار تھے انھوں نے یہ زیور میری ماں کو تحفہ دیا تھا۔ اور اماں جان نے مرتے وقت میرے سپرد کیا میں نے اس وقت سے انکو چھوا تک نہیں۔

Marfat.com

[بہ]یہ مکاری اور دغابازی کا اتہام لگانا تمہاری عالی ہمتی اور شرافت کو نہیں زیبا ہے۔
[ح]اکم نے آگے بڑھکر چاہا کہ لڑکی کی تیزی کو کم کرے اور اسکی جرات و دلیری پر
[پا]شا سے معافی مانگے مگر جوہر کے غیظ و غضب نے پاشا کی فریفتگی کو اور بڑھا
[د]یا تھا اسلئے اس نے کہا حسان؟ اسے کہنے دو۔ مجھے اسکی تیزی اچھی معلوم ہوتی
ہے۔ میں اس سے تنہائی میں باتیں کرنا چاہتا ہوں تاکہ اگر مجھے اسکی مدد کا کوئی وسیلہ
[م]علوم ہو جائے تو میں اسکی مدد کروں۔ تم دوسرے کمرے میں چلے جاؤ اور ہمارے
[پ]اس کسی کو نہ آنے دو۔

حسن پاشا۔ (تخلیہ میں جوہر کی طرف بڑھکر) مجھ سے صاف صاف کہو کیا
تمہارے ابا تمکو واقعی ایسے ہی پیارے ہیں۔

جوہر۔ حضور؟ کیوں نہ پیارے ہوں۔ انکے سوا میرا کون والی وارث ہے۔ انہوں
[ہ]ی نے بچپن سے میری پرورش کی وہی میرے باپ ہیں وہی میری ماں ہیں وہی
[د]وست ہیں وہی آشنا ہیں۔ ہمیشہ انکی یہی فکر رہتی ہے کہ میری خوشی کے سامان
[م]ہیّا کریں اور مجھے خوش رکھیں۔

پاشا۔ (سر ہلاکر) تم قابل رحم ہو . . . . اگر تمہاری قوم مال مطلوب ادا نہ کرے تو
محمد علی کے حکم کا نافذ ہونا بھی ضروری ہے جسکا اختیار حاکم نے اسے دیا تھا
قتل کا وقت بھی قریب آگیا ہے اسوقت یقیناً محمد علی تیار ہو گا کیونکہ اس نے
اپنا حکم پورا کرنے کی قسم کھائی ہے۔

جوہرہ۔ کیا اس نے اپنے ہاتھ سے قیدیوں کے سر کاٹنے کی قسم کھائی ہے۔

پاشا۔ ہاں۔ اسمیں کچھ شک نہیں کیونکہ وہ سنگدل خونخوار لڑکا ہے اسے
لوگونکی گردنیں اڑانے میں لطف و مزہ آتا ہے۔

جوہرہ۔ یہ نہ کہو۔ وہ نرم دل ہے کسی کا نقصان نہیں چاہتا۔

پاشا۔ (غیرت سے جوش میں آکر) تم یہ کیسے کہتی ہو کیا تمنے اسے دیکھا ہے۔

جوہرہ۔ ہاں میںنے اسے دیکھا ہے اور اس سے رحم و نرمی کی بھی درخواست
کی تھی . . . . یہ کہتے ہی جوہرہ کی آنکھوں کے سامنے اس مصیبت کا نقشہ کھنچ گیا
جسمیں وہ مبتلا تھی یعنی والد کا قتل یا پیارے کی قربانی۔ دل میں کہنے لگی خدایا دینے

Marfat.com

فضل سے کوئی صورت پیدا کر جو مجھے اس مصیبت سے بچالے۔ یہ خیال آتے ہی وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

پاشا۔ نیک بخت صبر کریں تیرے والد کی نجات کا ذمہ وار ہوں۔

جوہرہ۔ (پاشا کو مسرت کی نگاہ سے دیکھکر) کیا تم میری مدد کروگے؟ اگر ایسا ہو تو گویا خدا نے میری دعا سُن لی اور مجھ پر مہربان ہو گیا اب آپ بتایئے کہ مجھے کیا کرنا چاہیے

پاشا۔ (مسکراکر) ہمیں اسکے سوا کچھ نہیں کہ اپنے چہرے سے نقاب اٹھادو تاکہ میں تمہارے چاند سے مکھڑے کو ایک نگاہ دیکھکر دل خوش کرلوں۔

جوہرہ۔ (نقاب کو کس کر) آپ جانتے ہیں کہ ہماری شریعت میں اجنبی آدمی کے سامنے کھولنا منع ہے۔

پاشا۔ میں اسے جانتا ہوں لیکن اُس آدمی سے کوئی ممانعت نہیں جو اُسے اپنے حرم میں داخل کرنا چاہتا ہو۔

جوہرہ۔ ہاں یہ بھی مگر جبتک وہ اسکے لئے حلال نہو جائے وہ ایسا نہیں کر سکتی تمہیں خدا کی قسم اس وقت اس گفتگو کو رہنے دو اتنا وقت نہیں ہے کہ ان باتوں میں ضائع کروں

پاشا۔ تم اپنے باپ کی رہائی نہیں چاہتی ہو اور اس طریقہ سے گریز کرتی ہو جس سے انکو نجات حاصل ہو سکتی ہے۔ اگر تمہارا یہی خیال ہے تو تمہیں اختیار ہے۔ تمہارے باپ مارے جائینگے تم یتیم و بیکس ہوجاؤگی نہ تمہارا کوئی ٹھکانا ہوگا نہ کوئی مددگار اسکے ساتھ یہ بھی یادرکھو کہ اپنا نقاب نہ اٹھانے کی وجہ سے تم ہی اپنے باپ کی قاتل بنوگی۔

جوہرہ۔ (آنسو بہاکر) خدا کیلئے مجھ پر رحم کرو اور مجھ سے ایسی بات کی درخواست نکرو جس سے میں شرمندہ ہوں اور میری پاکدامنی پر دھبہ لگے۔ مجھ پر فرض کردیا گیا ہے اور میں قسم کھا چکی ہوں کہ میں اپنا نقاب نہ اٹھاؤنگی۔

پاشا۔ (تیز نگاہ سے دیکھکر) تم نے قسم کھائی ہے؟ کس کیلئے؟ اور کس نے تم پر یہ فرض کیا ہے؟

قریب تھا کہ جوہرہ کے منہ سے نکل جائے اور وہ اقرار کرے کہ اپنے پیارے محمد علی کیلئے اور سب کو بلا میں پھنسا دے لیکن وہ سنبھلی اور بولی۔ دین نے مجھ پر فرض

Marfat.com

کیا ہے اور خدا کے لئے قسم کھائی ہے۔
پاشا۔ (قہقہہ لگا کر) بہت خوب۔ مگر چونکہ مجھے تمہارے والد کے چھوڑنے سے پہلے جو کہا میں تم سے وعدہ کر چکا ہوں تمہاری فتنہ انگیز صورت کا دیکھنا ضروری ہے اور تم قسم کھا چکی ہو کہ اپنے چہرے سے نقاب نہ اٹھاؤ گی لہذا میں تمہاری قسم کے قائم رکھنے اور اپنا مقصد حاصل کرنے کیلئے خود اپنے ہاتھ سے نقاب اٹھاتا ہوں اور قبل اسکے کہ وہ منع کرے پاشا نے ہاتھ بڑھا کر نقاب اٹھا دی اور گھورنے لگا اتفاق سے اسوقت محمد علی کا گذر بھی باہر کے کمرے کے سامنے سے ہوا اور اسکی نگاہ اس نظارہ پر پڑ گئی فوراً اسکے تن بدن میں آگ لگ گئی اور جوش سے بے تاب ہو گیا اور دانت پیسنے لگا اور چاہتا تھا کہ اندر گھس جائے کہ حاکم اسکے سامنے آ کھڑا ہو گیا۔ اور روکنے کیلئے اسکو پوری قوت سے پکڑ لیا اور پھر فی الفور کمرے کے دروازے کو بند کر کے چابی لگا دی۔ محمد علی پوری کوشش کرنے اور بپھرے ہوئے شیر کیطرح اچھلنے اور کہنے لگا کہ میں ضرور اندر جاؤں گا۔ عثمان اپنے باپ کی آواز پر دوڑا اور محمد علی کو اپنے باپ کے ساتھ گتھا ہوا دیکھ کر آنکھیں سے آگے بڑھا اور محمد علی کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگا بھائی محمد علی کیا تم بھول گئے کہ یہ میرے والد ہیں؟ تم کیوں اس قدر خود رفتہ ہو گئے۔
عثمان کی باتوں نے محمد علی کو خاموش کر دیا اور اس نے اپنے ہاتھ ڈھیلے کر دیئے اور بمشکل غصہ کو ضبط کر کے کہا عثمان تم مجھ سے سبب دریافت کرتے ہو یہ وحشی درندہ بلکہ موذی حرامی بچہ خسرو چودھری کی لڑکی کے ساتھ تخلیہ میں عشق و محبت کی باتیں کر رہا ہے اور تمہارے والد مجھے اندر جانے سے روکتے ہیں۔
حاکم۔ یہ بات نہیں ہے۔ محمد علی تمکو چودھری کی لڑکی سے کیا واسطہ وہ تو اپنے باپ کی رہائی کی فکر میں آئی ہے۔
محمد علی (چنخکر) مجھے چودھری کی لڑکی سے کیوں واسطہ نہیں ہے؟ مجھے جوہرہ سے کیوں واسطہ نہیں ہے؟ پھر عثمان کیطرف جس نے اشارہ کر کے افشائے راز سے منع کیا۔ محمد علی خاموش تو ہو گیا۔ مگر غصے سے کانپنے لگا اور اپنا منہ دونوں ہاتھوں سے بند کر لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد دردناک آواز سے کہا ہاں مجھے خاموش

Marfat.com

ہو جانا چاہئے۔ میں وہ بدقسمت ہوں جو بدبختی سے پیدا ہوا اور جسے غموں نے پرورش کی۔ جس دن میں پیدا ہوا میری پیشانی پر لکھدیا گیا کہ میں سعادت کو نہ دیکھ سکونگا اور اسکی طلب میں ٹھوکریں کھاؤنگا اور جب اس تک پہنچ جاؤنگا اور اسکو اپنے ہاتھ میں لے لونگا وہ بے حقیقت سراب ہو جائیگی اور میں خالی ہاتھ اور شکستہ دل واپس ہونگا اچھا میں اس نقصان کو بھی سابقہ نقصانوں میں شمار کرونگا اور انتقام کے سوا سب چیزوں کو بھلا دونگا ...... تھوڑی دیر کے بعد محمد علی نے حاکم کیطرف دیکھ کر کہا شاید تم اپنی بات پھیرنا چاہتے ہو۔ قیدیوں کے معاملہ میں جو کلی اختیار مجھے دے رکھا ہے وہ مجھ سے لیلو۔

حاکم۔ میں اپنی زبان پکر کبھی نہیں پلٹتا اگرچہ اسمیں میرا نقصان ہی کیوں نہو۔ لیکن اے محمد علی؟ میری یہی آرزو ہے کہ تم اپنا کہا پورا کرو۔ اگر تم بھی میری طرح اس لڑکی کی فریاد سنتے اور اسکے آنسو دیکھتے تو تمہارا دل بھی نرم ہو جاتا۔ اور وہ بھی خسرو پاشا کے سامنے گڑگڑا گڑگڑا کر مدد چاہنے پر نہ مجبور ہوتی۔

محمد علی۔ وہ پاشا کے سامنے خوشامد کرنی ہے۔ گویا وہ میرے حکم کو روک سکتا ہے نہیں ہرگز نہیں وقت قریب آگیا اور کوئی دنیاوی قوت میرے کہے کو نہیں روک سکتی۔

عثمان۔ (آگے بڑھکر اور محمد علی کے گلے میں باہیں ڈالکر) دوست؟ ذرا تحمل سے کام لو۔ دل کو مضبوط رکھو تاکہ فوری خیالات جلد نہ ظاہر ہو جائیں ضبط کرو ضبط تاکہ لوگ استقلال کو دیکھیں۔ محمد علی نے عثمان کو کچھ جواب نہ دیا بلکہ لپٹکر سر اسکی گردن پر رکھدیا اور بچوں کیطرح رونے لگا۔

خسرو پاشا اپنی چھیڑ چھاڑ میں ایسا مشغول تھا کہ اسے اس پاس کے واقعہ کی بالکل خبر نہیں ہوئی۔ اور اس دوشیزہ کے حسن پر ایسا شیدا ہوا کہ دیر تک نقاب اٹھائے کھڑا رہا اور پوچھا تیرا کیا نام ہے؟ وہ اسکی شہوت و دنائت بھری آنکھ کو نہ دیکھ سکی اور شرم سے سر جھکا لیا اور آہستہ سے کہا میرا نام جوہرہ ہے اور میں امید کرتی ہوں کہ میرے نقاب کو چھوڑ دوگے۔

پاشا۔ مجھے سیر ہو کر اپنا جمال دیکھ لینے دو میں نہیں جانتا کہ تمکو کس چیز سے تشبیہ دوں اگر کہوں کہ چاند ہو تو چاند میں داغ ہے اگر گلاب سے تشبیہ دوں

Marfat.com

تو گلاب بے آب ہو جاتا ہے - تم حسن کا گلدستہ ہو جسکو خدا نے حور کے سر پر رکھ کر نُور کے اُجالے میں میرے پاس بھیجا - جوہرہ نے اسکی بات بالکل نہیں سُنی - گرم گرم آنسو اسکے رخساروں پر رواں تھے اور وہ التجا کر رہی تھی کہ نقاب چھوڑ دو -

پاشا - جو آبدار موتی تمہاری چشم نرگس سے گلگون رخساروں پر گر رہے ہیں تمہارے کُل زیور سے بہتر ہیں - مجھے اجازت دو کہ میں انکو اپنے لبوں سے چُن لوں -

جوہرہ خوف زدہ ہو کر پیچھے ہٹی اور اپنی نقاب کھینچکر مُنہ پر ڈال لی اور تمکنت آمیز انداز سے اپنے سر کو بلند کر کے بولی نہایت شرم کی بات ہے کہ تم ایک کمزور لڑکی کو ذلیل کرنا چاہتے ہو -

پاشا - آہ - یہ آواز میرے کانوں کو کیسی بھلی معلوم ہوتی ہے - تمہارا جس قدر دل چاہے مجھے سخت سست کہو لعنت ملامت کرو میں کبھی ناخوش نہونگا بلکہ اس سے تمہاری محبت اور بڑھتی جائیگی - محبوب کی ہر ادا محبوب ہوتی ہے -

اس وقت پاشا نے محمد علی کی آواز باہر کے کمرے سے سُنی اور بولا یہی اُس خونخوار ظالم کی آواز ہے معلوم ہوتا ہے کہ قتل کا وقت آ گیا - تھوڑی دیر کے بعد تم اسکے ہاتھوں کو اپنے باپ کے خون سے رنگین دیکھو گی لیکن یہ کہ میں انکی خلاصی کا ذریعہ بن جاؤں ؟

جوہرہ - کیا تم لوگوں کو چھوڑا سکتے ہو اور پھر چھوڑانے میں کوتاہی کرتے ہو میں تم سے سفارش کرتی ہوں کہ اگر یہ تمہارے امکان میں ہو تو دیر نکرو -

خسرو پاشا - (قریب آ کر چپکے سے کان میں) ہاں میں تمہارا زیور لئے بغیر مال دیکر انکو چھوڑا سکتا ہوں - میں تمکو اس قدر مال دے سکتا ہوں جتنا تمہارے شہر سے طلب کیا گیا ہے بلکہ اس سے زیادہ بھی بشرطیکہ میں تمکو اس مال سے خرید لوں اور تمکو اپنے حرم میں داخل کر لوں - وہاں تمکو بہت سی ایسی نظر آئینگی جو حسن و نزاکت میں تمہارے ہی سی ہونگی اور بعض خاندانی شرافت میں تم سے کہیں زیادہ ہونگی - تم سچ جانو کہ وہ میرے ساتھ رہنے کو اپنی خوش قسمتی تصور کرتی ہیں میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ تمکو اُن سب پر ترجیح دونگا تم مخدوم ہوگی اور وہ خادم اور سب سے بڑا خادم میں ہونگا میں تمہارا عاشق ہونگا اور تم میری مالک ہوگی -

Marfat.com

جوہرہ پیچھے ہٹتی جاتی اور اسکے دل کی ہول بڑھتی جاتی تھی آخر اس نے چیخ مار کر کہا نہیں۔ نہیں میں اپنے آپ کو نہیں بیچونگی۔ میں آزاد پیدا ہوئی ہوں خدا کی دی ہوئی آزادی کو نہیں بیچنا چاہتی۔ تمکو میرے سامنے یہ کہنے کی کیسے جرأت پیدا ہوئی۔

پاشا۔ (ہنسکر) کیا تم اس درخواست کو رد کرتی ہو؟۔ اچھا تم اپنی اس آزادی کو قائم رکھو میں تمکو تمہارے باپ کے مرنے پر تعزیت کرتا ہوں۔ آہ۔ اے اپنے باپ کی قاتل کیا تو یہ خیال کرتی ہے کہ محمد علی کو اپنی بات کے پورا کرنے سے باز رکھنے کا کوئی اور طریقہ ہو سکتا ہے میں تجھ سے پھر کہتا ہوں کہ کیا تو اسکو پسند کرتی ہے کہ قاتل و ذلیل اور بیکس ہو کر رہے یا ملکہ اور خسرو کی مملوکہ بنکر اسکی دولت سے عیش کرے اور اسکے محل میں حکومت۔ میں عنقریب دارالخلافہ جانے والا ہوں اور پھر منصب وزارت پر پہنچونگا۔ اگر تو میری درخواست قبول کر لیگی تو میں تیرا مرتبہ سب سے بالا کر دونگا تیرا باپ زندہ رہیگا اور فخر کریگا کہ خسرو پاشا اسکی لڑکی کا غلام ہے۔ بس وہ لوگ مضطرب و پریشان ہیں شاید یہ موقعہ نکل جائے اور تیرا باپ گردن مارے جانے کیلئے لایا جائے۔ میں نے تجھ سے کہا کہ میں تجھے خریدنا چاہتا ہوں اس سے یہ خیال نکر کہ میں نے تجھے لونڈی بنانا چاہتا ہوں ہرگز نہیں بلکہ میں صرف تیری محبت خریدنا چاہتا ہوں۔ تیری نگاہوں سے مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تو کہہ رہی ہے ”میں تجھے پیار نہیں کرتی“ اور یہ کوئی تعجب بھی نہیں کیونکہ بلبل و کوے کا ربط نہیں نبھتا لیکن تو دیکھ لیگی کہ میں کس قدر تیری دلداری کرونگا۔ ہاں تیرا دل نرم ہو جائیگا جتنا میں تجھے چاہتا ہوں اس سے کہیں زیادہ تو مجھے چاہنے لگ جائیگی۔

خسرو پاشا نے اپنے کلام کو بہت طول دیا اور جوہرہ کے سکوت نے اسے اور جرأت دلا دی۔ کبھی وہ دھمکاتا اور کبھی خوشامد کرتا اور کبھی اقبال و عزت کا سبز باغ دکھاتا مگر جوہرہ آسیب زدہ کی طرح کچھ بھی نہ بولی۔ باہر سے چیخنے چلانے کی آواز سنائی دی اور پاشا نے کہا یہ شور و غل نہیں سنتی ہو یہ بڑوشا والے درد و غم سے چیخ چلا رہے ہیں وہ دیکھ رہے ہیں کہ سپاہیوں نے قیدیوں کو قتل کے واسطے انکا لینے کیلئے گھیر لیا ہے اور نماز کا وقت جو محمد علی نے مقرر کیا تھا آگیا یہ سنتے ہی جوہرہ بیہوش

زمین پر گر پڑی اور ہونٹ دعا کے لئے ہلنے لگے۔ اس نے دعا مانگی کہ یا
اللہ مجھ پر رحم کر۔ خسرو پاشا اسے اُٹھانے کیلئے یہ کہتا ہوا پاس آیا کہ وقت آگیا جلد جواب
ورنہ کام تمام ہوا چاہتا ہے۔ باہر شور زیادہ ہوا اور وہ کانپتی ہوئی اٹھی اور
وہ آواز میں رک رک کے کہا آہ مجھ سے یہ نہیں ہوسکتا کہ میں اپنے باپ کو اپنے
سے قتل کروں میں نے اپنی پوری کوشش صرف کی مشکلوں کو حل کیا۔ بروشتا والونکو
نہیں کیا مگر جب معاملہ کا فیصلہ صرف میرے اختیار پر آن پڑا تو مناسب نہیں کہ میں
کروں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ ابا زندہ رہیں خواہ میری جان پر کچھ بھی کیوں نہ بنے
میرے آقا میں تمہاری درخواست منظور کرتی ہوں۔ مال و جلدی کرو۔
پاشا۔ خدا کا شکر ہے کہ تم راہ راست پر آگئیں اور اسوقت سے خسرو پاشا کے
ل کی مالک ہوگئیں۔ تم میرے حرم سرا میں جاؤ میں محمد علی کے پاس مال لیکر جاتا
دل قیدیوں کو اپنے ہاتھ سے رہا کرونگا۔
جوہرہ۔ تمہیں تمہارے رحم و کرم کا واسطہ دلاتی ہوں کہ صرف آج کے دن اور آزاد
رہنے دو تا کہ والد کے ساتھ خوشی میں شریک ہولوں۔ انکو اس قربانی کا علم نہ ہونے
دے جو میں نے انکی رہائی کیلئے پیش کی۔
پاشا۔ (جوہرہ کیطرف دیکھکر) اگر تم اپنی ماں کی قسم کھاؤ کہ میں صبح لوٹ
آؤنگی تو میں تمہیں اجازت دے سکتا ہوں۔
جوہرہ۔ میں تم سے اپنی ماں کے یاد کی قسم کھاتی ہوں کہ کل صبح تمہارے
پاس آجاؤنگی۔
پاشا۔ اچھا جب تم آؤ تو پچھلے دروازے سے اندر چلی آنا جہاں میرا خواجہ تمہارا
منتظر ہونگے۔ بعد ازاں کہ پیچھے دروازے پر آیا اور حاکم کو آواز دیکر کہا افسر
لو روک لو میں مال دیتا اور قیدیوں کو چھڑواتا ہوں۔ جوہرہ کی طرف دیکھکر
کہا کل صبح تک جو پاک قسم تم نے کھائی ہے تمہارے دل سے غائب نہ ہو جائے
اور رکھو کہ تم میری ہو چکیں کہیں بھی ہو صبح کے وقت میں تمکو دیکھنے کا آرزومند
ہونگا۔ صبح ہوتے ہی جسطرح میں نے تم سے کہدیا ہے چلی آنا تمکو خواجہ سرا لیگا جسکو
میں تمہارے لانے کیلئے بھیجونگا۔

Marfat.com

جوہرہ۔ میں آپکی تابعدار ہوں۔ آپ کے حکم کی تعمیل کرونگی۔
پاشا رضامندی ظاہر کرنیکے لئے سر ہلا کر باہر چلا گیا۔
جوہرہ کھڑی ہوکر کپڑے جھاڑنے لگی اور نقاب تنگ کرلیا تاکہ آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسوؤں کو چھپاوے۔

فرار

جب بروستا والوں کو جوہرہ کا انتظار کرتے کرتے بہت دیر ہوگئی اور انھوں نے دیکھا کہ نماز کا وقت قریب آگیا ہے اور جوہرہ کی کامیابی سے ناامید ہوگئے اپنے صلاح کی کہ قیدیوں کو چھڑانے کی پوری کوشش کریں اگرچہ دومرتبہ مالیہ بھی کیوں نہ ادا کرنا پڑے یہ طے کر کے وہ قوالہ کی طرف دوڑے اور حسان کے محل پر جا پہنچے۔ مگر محمد علی نے حفاظت کیلئے جن سپاہیوں کو مقرر کر رکھا تھا انہوں نے انکو داخل ہونے سے روکدیا۔ جب بروستا والوں نے یہ حالت دیکھی خنجر نکال لئے اور بہ زور اندر جانیکا ارادہ کیا اور کہا ہم لڑنا نہیں چاہتے ہماری غرض صرف اتنی ہے کہ حاکم کے سامنے حاضر ہوکر رحم کی درخواست کریں۔ اتنے میں محمد علی انکے سامنے آگیا غیظ و غضب کے آثار اسکے چہرہ سے عیاں تھے اس نے بادل کیطرح گرج کر انکو خاموش کردیا اور کہا کیا تم آخری وقت میں فرماں برداری اختیار کر کے حاکم سے معافی مانگنے آئے ہو تم سمجھتے ہو کہ وہ حکم بدل دیگا کہ عفو کے ملتجی ہوئے۔ نہیں۔ بدلنے کی گنجایش نہیں۔ تم لوگوں نے مالیہ ادا نہیں کیا لہذا معافی کی کوئی صورت نہیں۔ محمد علی کے پیچھے ایک غلام طشت و تیغ لئے کھڑا تھا جسکی دھار سے موت جھلک رہی تھی۔ یہ حالت دیکھکر لوگوں کے دل اور دہل گئے سب پر ہیبت چھاگئی اور محمد علی کے سامنے عاجزی سے رحمت و شفقت کی درخواست کرنے لگے اور شیخ و فقہا کی جان بخشی کیلئے اتنی مہلت چاہی کہ مال جمع کرلیں لیکن محمد علی نے چین بجبیں ہوکر کہا تمکو نافرمانی کرنے اور میرے قسم کھانے سے پہلے اسطرح عاجزی اور وعدہ کرنا چاہئے تھا۔ اب تم راستہ چھوڑدو موت کا وقت

Marfat.com

قریب آ گیا۔ اس وقت قصر کے اوپر سے ایک کھڑکی کھلی اور اسمیں سے
خسرو پاشا نے نکلکر کہا محمد علی جھگڑا طے ہو گیا اور خونریزی کی ضرورت نہیں
رہی۔ بردستہ والو ذرا دیر ٹھیر جاؤ تم سے مجھے کچھ کہنا ہے۔

محمد علی کی سمجھ میں پاشا کا مطلب بالکل نہیں آیا۔ اور نہ یہ کہ جو کچھ وہ حکم دے چکا
ہے اُسپر کیوں عملدرآمد نہ کیا جائے لیکن خسرو پاشا کے دیکھنے اور اُسکی آواز سُننے
سے اُسکے دل میں ایک قسم کی گھبراہٹ سی پیدا ہوئی اور بدن پر رونگٹے کھڑے
ہو گئے اور جوہرہ کو قصر سے باہر نکلتے اور اپنے پاس سے اسطرح گذرتے دیکھکر گویا
اسے کبھی دیکھا ہی نہیں اسکے دل سے ایک آہ نکلی جس سے اسکا دلی غصہ اور
ناامیدی ظاہر ہو گئی۔ اور اپنے دل ہی میں کہنے لگا افسوس ہے اس جاں سپر جسے
یہ قسم کھائے ہوئے کہ سوا میرے کوئی اسکے چہرہ کو نہ دیکھیگا ایکدن بھی نہیں
گذرا تھا کہ میں دیکھتا ہوں کہ اس نے قسم توڑ دی۔ میرا خیال تھا کہ لوگ میری طرح اپنی
قسموں کو نباہتے ہیں لیکن واقعات نے بتا دیا کہ دنیا میں امانت و سچائی نہیں ہے افسوس
افسوس اس تخم محبت پر جسکو میں نے اپنے دل میں بویا اور جو اُگنے سے پہلے ہی خشک
ہو گیا۔ میں نے اپنی ماں سے قسم کھائی تھی کہ اپنی زندگی آدمیوں سے انتقام لینے
میں صرف کرونگا۔ ہاں قریب تھا کہ میں اپنے ارادہ سے پھر جاؤں لیکن اب
پھر ایسی ہی صورت پیش آئی جس نے مجھے یاد دلا دیا اور اس ارادہ پر ثابت قدم کر دیا۔
جوہرہ اس حجرے کے پاس پہنچکر جسمیں اُسکا باپ قید تھا ہاتھ پھیلا کر خوشی سے
چیخنے لگی ابا! خدا کا شکر کرو تم رہا ہو گئے۔ جوہرہ اپنی بات پوری نہ کرنے پائی تھی
کہ محمد علی اسکے پاس آ گیا اور اسکو اس زور سے دھکا دیا کہ وہ زمین پر گر گئی۔ جوہرہ
نے زبان سے کچھ نہ کہا لیکن اسکو حسرت اور رحم طلب نگاہ سے دیکھنے لگی۔ محمد علی
اسکی تیز نگاہ کو نہ برداشت کر سکا اور منہ پھیر کر کہنے لگا بُرا ہو خیانت کرنیوالی کا۔
بہت جلد معلوم ہو جائیگا کہ (میرے انتقام کی سختی عشق کی فریفتگی سے بہت
زیادہ ہے) اگرچہ میں عاشق ہوں مگر عشق مجھپر اس قدر غالب نہیں آیا کہ
میں انتقام نہ لوں۔

خسرو اوپر سے اُترا احسان اسکے پیچھے پیچھے تھا اور وہ قیمتی لباس پہنے

Marfat.com

سینہ پر ہاتھ رکھے چلا آتا تھا اسکے سینہ کے جواہر ایکدوسرے سے کھیل رہے تھے اُس نے بڑھ کر بروستا والوں سے کچھ باتیں کیں اور وہ لوگ محسن خسرو پاشا کی جَے - وزیر کبیر کی جے - خلاصی رہائی دلانے والے کی جے - پکارتے قیدیوں کی طرف بڑھے - خسرو پاشا مسکراتا ہوا اُنکو دیکھتا تھا اور اظہار خوشنودی کے لئے سر ہلا رہا تھا -

محمدؐ علی لوہے کے پنجرے کے سامنے کھڑا تھا اس نے ایسے تیور بدل کر انکی طرف دیکھا کہ وہ ڈر گئے اور پھر بولا اے بروستا والو ٹھیر جاؤ مجھے اختیار حاصل ہے اور جو کچھ میں نے حکم دیا اسکا پورا ہونا ضروری ہے میں نہیں جانتا تم کیوں اسقدر خوش ہو رہے ہو اور رہائی اور جان بخشی کے نعرے بلند کرتے ہو مجھے ابتک مال نہیں ملا میں قیدیوں کی سر ضرور کاٹوں گا -

انمیں سے ایک نے کہا لیکن اے سنگدل ہم مال لے آئے ہیں یہ لے -

محمدؐ علی - میں تمہارے ہاتھ سے نہ لونگا اسکو طشت پر رکھو یہ خراج نہیں بلکہ فدیہ ہوگیا ہے - پھر تھوڑی دیر تک ان دیناروں کو دیکھتا رہا جو اسکے سامنے طشت پر گنے جا رہے تھے جب وہ گن لئے گئے تو اس نے جوہرہ کیطرف غضب آلود نگاہ سے دیکھکر کہا لڑکی ؟ خدا تجھے معاف کرے تو نے اپنی آبرو بہت سستی بیچ ڈالی میں اسکی قیمت اس سے کہیں زیادہ اندازتا تھا -

جوہرہ نے محمدؐ علی کیطرف نہایت عاجزی سے دیکھا اور آنسو انکو روکتی رہی اور بات نکر سکی لیکن اس نے محمدؐ علی کے قریب آنا چاہا محمدؐ علی نے ہاتھ اُٹھا کر کہا آہ اے خائنہ تو نے وہ قسم بھلا دی جو تو نے چند گھنٹے بیشتر کھائی تھی - اب تو پھر میرے پاس دوبارہ نہ آ مجھے تجھ سے نفرت آتی ہے جا دور ہو . . پھر اسکو اپنے ہاتھ سے دھکیل دیا - اگر عثمان ان دونوں کے پاس نہ آگیا ہوتا تو قریب تھا کہ وہ دوبارہ گر جاتی لیکن اس نے اپنے دونوں ہاتھوں میں اُٹھا لیا اور اسکے کان میں چپکے سے کہا جوہرہ میں انکے غصہ کو فرو کر دونگا غصہ نے انکو اندھا کر دیا ہے انکو ملامت نکرو کیونکہ وہ حقیقت حال سے واقف نہیں -

جوہرہ - (عثمان کی طرف نہایت عاجزی سے دیکھکر) کیا آپ کل کے

Marfat.com

حال سے واقف ہیں۔
عثمان - ہاں - مگر اس وقت خاموش ہوجا کیونکہ لوگوں کی نگاہیں ہماری طرف ہیں - شام کو میرے پیام کا انتظار کرنا۔
لوگ اس واقعہ سے جو بہت ہی تھوڑے عرصہ میں ہوگیا تھا بالکل غافل تھے محمد علی نے بخت نگے دروازہ کو کھول دیا کیونکہ اب اسکو قیدیوں کے روکنے کا کوئی حق نہ باقی رہا تھا - اسکے کھولتے ہی جوہرہ اندر گھس گئی اور روتے ہوئے باپ کے گلے سے چمٹ گئی۔ باپ نے بھی اسکو گلے لگایا اسکو ہاتھوں پر اٹھا کر باہر نکلا تینوں قیدی اسکے پیچھے تھے سبھوں نے خوشی و مسرت کے نعروں سے انکا استقبال کیا - شیخ نے اشارہ کرکے سبکو خاموش کردیا اور کہا تم ہماری رہائی سے خوش ہو حالانکہ تم نے ہمارے اور اپنے دونوں کے ساتھ برائی کی - ہم اس بات پر موت کو ترجیح دیتے تھے کہ تم غیر کے صدقہ سے ہمکو مول لو اب تم انکے مرہون منت اور ہمیشہ کیلئے غلام ہوگئے -
خسرو پاشا - (نہایت ان بان سے آگے بڑھ کر) اے شیخ؟ اپنے اوپر رحم کر - میں نے جو کچھ دیا صدقہ نہیں دیا بلکہ مجھ سے یہ گوارا نہو سکا کہ تمہاری مشیخیت کو دھبہ لگے اور اس عفت مآب لڑکی کی آنکھیں آنسو بہائیں - اسوقت محمد علی کیطرف رخ کیا اور اسکے چہرہ کی زردی دیکھکر اپنی بات پوری کی - کہ تم سے پوشیدہ نہیں کہ اس دفعہ خراج کی طلبی امسال میری ہی وجہ سے تھی کہ حاکم میرے اور میرے ہمراہیوں کے اخراجات برداشت کرسکے - اسلئے میں تم سے زیادہ اس بار کے اٹھانے کا مستحق ہوں خصوصاً میں عنقریب تمہارے پاس سے جانے والا ہوں جس شخص کی وجہ سے اس قدر سختی ہوئی وہ دوبارہ اس جگہ نہ آئیگا - پس اے شیخ میں تجھے مبارکباد دیتا ہوں اور تمہارے اور تمہارے آدمیوں کی خوشی و مسرت کا آرزومند ہوں -
سبھوں نے ملکر خسرو پاشا وزیر کے جیکارے بلند کئے اور برابر اسکے انکو دہراتے رہے یہانتک کہ انکی آوازوں سے آسمان بھی گونج اٹھا اور کسی نے اس غمناک آواز کو نہ سنا جو ان نعروں کے ساتھ بلند ہوئی تھی "خسرو پاشا مر جائے" میرے کینہ ور دشمن پر خدا کی پھٹکار" یہ آواز بلند کرنے والا محمد علی تھا - عثمان کے سوا کسی نے اسکو نہ سنا اس نے محمد علی کے منہ پر ہاتھ رکھدیا اور کہا

Marfat.com

اے عزیز؟ خدا کے لئے چپ ہو جاؤ۔ کہاں ہے تمہارا صبر اور کدھر گیا تحمل صبر سے کام لو شاید معاملات بہت جلد بدلجائیں اور آیندہ تمہارے لئے بہتری

پھر بروستہ والے اپنے شیخ کو اٹھا کر لیچلے اور اسکی بیٹی جوہرہ پیچھے پیچھے تھی۔ محمد علی نے انکی طرف دیکھکر عثمان سے کہا تم کہتے ہو آیندہ میرے لئے بہتری ہوگی نہیں نہیں۔ زمانہ مجھے سیاہ بختی کے سوا کچھ نہ دکھائیگا اور زندگی غم واندوہ کے سوا اور کچھ نہ پیش کریگی۔ نہیں انتقام کے سوا میرے لئے کوئی آرزو اور خواہش نہیں رہ گئی آہ۔ آہ۔

عثمان۔ غصہ کو میرے خاطر سے کم کر دو۔ دیکھو ابد اور غمیر پاشا لوگو نکو واپس کرکے ہماری طرف آرہے ہیں اور پاشا کو چونکہ تمہیں رنج پہنچانیکا موقعہ ہاتھ لگ گیا اسلئے وہ مارے خوشی کے پھولا نہیں سماتا۔ کیا تم یہ دکھا کر کہ وہ تم پر غالب ہوگیا اسکی خوشی کو اور بڑھانا چاہتے ہو۔

محمد علی۔ تم سچ کہتے ہو میں اسکو اس خیال سے فایدہ اٹھانیکا موقع ہرگز نہ دونگا ایک دن مجھے اس سے زیادہ سخت بدلہ لینا ضروری ہے یہ کہکر بناوٹ سے مسکرایا اور حاکم کے ساتھ آنیوالوں کا استقبال کرنے کیلئے آگے بڑھا۔ حاکم نہایت گرمجوشی سے اسکے سامنے آیا اور کہا اے محمد علی مجھے تمہارے وعدہ کو پورا کرنیکا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے تمنے نہایت ہی تدبیر و شجاعت سے کام لیا میرا فرض ہے کہ میں تمہاری ذہانت و دلیری کا پورا بدلہ دوں۔ کل کے واقعہ اور بروستہ والوں کی سرکشی کے بعد میرے دلمیں یہ خیال گذرا کہ وقت ضرورت امن قائم رکھنے کیلئے ایک احتیاطی دستہ مرتب کروں اور اسکے لئے علاقہ کے ہر گوشہ سے آدمی لوں جنکا صدر مقام قوالہ میں ہو۔ میں تم سے زیادہ کسی کو انکی افسری اور درستی وتیاری کے لئے مناسب نہیں جانتا اسلئے میں تمکو اسی وقت سے بلک باشی (میجر) کا عہدہ دیتا ہوں امید ہے جو لوگ جمع ہوتے جائیں تمہارے سپرد ہیں۔

اس تعریف کو سنکر محمد علی کے گال سرخ ہو گئے اور کہنے لگا میں آپکا شکریہ ادا کرتا ہوں یہ آپکی پہلی نعمت نہیں جو آپنے مجھے عنایت کی لیکن مینے اپنے چند ہی فرایض ادا کئے ہیں۔

Marfat.com

عثمان ۔ جناب بلک باشی میں پہلا دوست ہوں جو آپکو اس نئے عہدہ کی مبارکباد دیتا ہوں اور جب آپکو آپکے نئے لباس میں مسند کے آگے چلتا دیکھوں گا اپنے آپکو مبارکباد دوں گا ۔ میں بہت ہی خوش قسمت ہوں گا جب تم جیسے بہادر سپاہی کی مانند ہو جاؤں گا

محمد علی کی پیشانی چمکنے لگی اور اسے یہ خیال ہوا کہ گویا وہ اپنی جماعت کے آگے آگے انتقام لینے کیلئے چلا آرہا ہے اور اپنے دلمیں کہنے لگا کیا جس وقت کا میں منتظر تھا وہ آگیا ؟ ۔

حاکم ۔ تمہارا جب جی چاہے خزانچی کے پاس جاؤ اور اسے حکم دو کہ وہ تمہاری خاص وردی تیار کرادے ۔

عثمان ۔ تلوار نہ لینا میں تمکو اپنی طلائی تلوار دوں گا جو صدر اعظم نے ہم سے آخری مرتبہ ملاقات کرنیکے بعد میرے پاس بھیجی تھی کیونکہ وہ میرے پاس بیکار ہے مجھے اپنے اچھے ہونیکی امید نہیں کہ میں اسے لگا سکوں ۔ جب میں اسے اپنے دوست کو لگائے دیکھوں گا خیال کرونگا کہ میں ہی اپنے شہر کی حفاظت کیلئے اسے لگائے ہوں بھائی محمد آؤ ایک ساتھ قصر میں داخل ہوں کیونکہ مجھ میں اب کھڑے ہونے کی طاقت نہیں رہی ۔ رات کی بیداری اور دن کی تھکن کے بعد تمکو بھی آرام کرنے کی بہت ضرورت ہے ۔

حاکم ۔ ہاں اندر جاؤ ۔ میں بھی تمہارے پیچھے پیچھے آتا ہوں ہم سب کو آرام کی نہایت ضرورت ہے کیونکہ اس معاملہ میں جسکا آغاز نحوست اور انجام خدا کے فضل بخیر ہوا جسم و عقل دونوں کام کرتے کرتے تھک گئے ۔

حسنہ پاشا ۔ ہاں ہم سب خوش ہیں لیکن مجھے معلوم ہوتا ہے کہ محمد علی کا دل اندر دوچار ہے اسلئے کہ اس عہدے پر جو تمنے اسکو بلا استحقاق دیا ہے فخر کرنا اثر نہیں پایا جاتا ہے اور سب کو غضب آلود اور ناراضی کی نگاہ سے دیکھ رہا ہے ۔

محمد علی ۔ (تیز نگاہ سے دیکھکر) نہیں میں خوش ہوں اور تمکو میرے چہرہ پر جو ترش روئی نظر آتی ہے وہ میرے اس تفکر کا اثر ہے کیونکہ میں اپنے دل میں ان بڑے بڑے مرتبوں اور عالی مقامات کا خیال کر رہا تھا جو ان لوگوں کو دیئے جاتے ہیں جو

Marfat.com

صرف ریا و مکاری اور غلامی سے حاصل کرتے ہیں اور شریف و خیر خواہ جو انکے مستحق ہیں محروم رہتے ہیں اور گمنامی میں زندگی بسر کرکے مرجاتے ہیں۔

پاشا۔ تمہاری منطق میری سمجھ میں نہیں آتی۔ پھر حاکم کیطرف دیکھکر کہا بارہا میں چاہتا ہوں کہ تمہارے اور تمہارے لڑکے کے پاس بیٹھکر دل بہلاؤں لیکن جب میں یہ ارادہ کرتا ہوں اس سنگدل غلام کو تمہارے ساتھ دیکھکر میری طبیعت مکدر ہوجاتی ہے یہ پہلے ہی نہ ہنجار ظالم تھا اب تمنے اسکو بیا عہدہ دیکر اسکی ان صفات کو اور بڑھا دیا مجھے معلوم ہوتا ہے کہ اس عہدے کے ملنے سے اسکی آنکھیں پھٹ گئی ہیں اور یہ جادہ اعتدال سے منحرف ہوچلا ہے اسی وجہ سے بہکی بہکی باتیں کرتا ہے۔

محمد علی۔ (پاشا کو ترچھی نگاہ سے دیکھکر) اگر تم میری بات نہ سمجھو تو میرا کیا قصور پھر حاکم اور اپنے دوست عثمان کیطرف متوجہ ہوا اور آرام کرنیکے لئے چلا گیا۔

پاشا نے اسکو تیز تیز نگاہوں سے دیکھا جن سے کینہ و حسد کے شرارے نکل رہے تھے اور کہا یہ کمینہ ہمیشہ منہ آتا رہتا ہے اور میں تمہاری خاطر سے اسے برداشت کرتا ہوں اس نے بہت اچھا کیا کہ چلا گیا۔ بخدا اگر تمہارے گھر میں نہ ہوتا تو میں اسکو کبھی برداشت نہ کرتا لیکن اگر اس نے ابکی بار مجھ سے کوئی سخت بات کہی تو اسکے لئے اچھا نہ ہوگا بلکہ سخت برا ہوگا۔ ان باتوں سے اسکو جان کے لالے پڑ جائینگے۔ اور اسوقت شرمندہ ہوگا جب شرمندگی بے سود ہوگی۔

قاصد

بروسنا والے اپنے چودھری اور فقہا کو شہر لیگئے اور سب ایک مکان میں جمع ہوکر خوشیاں منانے لگے سب پاشا کے احسان اور حاکم کے حلم اور عثمان کی نرم دلی کی تعریف میں رطب اللسان تھے محمد علی کا خیال بیشک اس رنگ میں بھنگ ڈالتا تھا۔ ہر شخص اسی کا شاکی اور ہر زبان اسی پر طعنہ زن تھی۔ اسکے اپنے شہر میں لانے اور جہاز رانی اور مچھلیوں کا شکار سکھانے پر ہر شخص متاسف تھا۔ محمد علی کو اس سے بالکل خبر نہ تھی بلکہ اگر وہ انکی باتیں سنتا بھی ہوتا تو بھی اسے کچھ خیال نہ ہوتا کیونکہ وہ ایک

Marfat.com

ایسے حال میں مبتلا تھا جو اُسے انکی طرف توجہ کرنیکی فرصت ہی ندیتا - وہ حاکم دعثمان
سے رخصت ہوکر سیدھا پہاڑ کی چوٹی پر پہنچا اور لوگوں سے الگ دور جا بیٹھا جہاں
فکروں اور اُسمیں کشاکش شروع ہوئی اور غم اُسے کھانے لگا - وہ صبح کے اُس سین کو یاد کر رہا
تھا جسمیں آفتاب نے مشرق سے نکلکر اسوقت استقبال کیا تھا اور وہ عیش سے فرحاں تھا
اور سارا عالم اسکے سامنے اس دلربا کے دانتوں سے تبسم کر رہا تھا جو اُسکے پہلو میں تھی - جسکے گلابی
رخساروں سے اسکا شجر حیات سرسبز تھا اور دنیا کا افق اُسکی سفید پوشاک سے پُرضیا بن گیا
تھا - اور جسکی محبت نے عیش و نشاط کے لطف کو دوبالا کر دیا تھا - اور اسوقت کا موجودہ حالت
سے مقابلہ کرتا تھا جس سے عالم اسکی نظروں میں تیرہ و تار ہو گیا اور گرد و پیش کے طیور
کے چہچہے ہیبت ناک آوازیں بن گئے تھے - بادِ نسیم کے خوش خرام جھونکے ارواحِ خبیثہ
کیطرح اسکے کانوں تک بُری بُری خبریں پہنچاتے - اور فاسد خیالات پیش کرتے تھے - اُس کا
دل پاش پاش تھا اور زندگی تلخ و بے لطف معلوم ہوتی تھی - اسنے گھٹنوں کے بل بیٹھکر
لبوں سے خاک کو جھاڑا اور اپنے آنسو سے اسکو دھویا گویا اپنے گذشتہ عیش کی یاد کو اپنے دل
سے مٹانے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا - پھر چیخکر کہا میں محبت کو اپنے دل سے نکال ڈالونگا -
آرزوؤں کو اپنے دل سے دور کرونگا - ان خیالات کو اپنے دماغ سے مٹا دونگا میرے کان
اس آواز بازگشت کے سننے سے بالکل بہرے ہو جائیں گے جو میرے کان میں آئی اور جسکو میں نے فرشتوں
کی آواز خیال کیا تھا - میں اُس لڑکی پر بالکل مفتون ہوا اور اُس نے اخلاص کی قسم
کھائی مگر اُس نے دغا کی - میں نے اپنا دل اسکے سامنے پیش کیا اُس نے بے پروائی سے پامال
کر ڈالا - اور میرے درد کا کچھ خیال نکیا - اُسنے اپنی ماں کی قسم کھائی کہ اُسکے اقتاب کو میرے
سوا کوئی نہ اُٹھائیگا - لیکن اُسنے خیانت کی اور قسم توڑ دی جسکو میں نے نیکی کا فرشتہ خیال
کیا تھا اور سمجھا تھا کہ آسمان سے میری تسلی دلانے کیلئے اُترا ہے - وہ شیطان
کا دیو نکلا جو مجھے عذاب دینے کیواسطے نازل ہوا تھا - آہ افسوس کون ہے جو میرے
دل سے اس خیال کو بالکل مٹا دے - میں دن میں دنیاوی کاروبار میں مشغول رہکر اسے بھلا
رہونگا - لیکن رات کے سناٹے میں وہ مجھ سے آکر چمٹ جائیگی اور طرح طرح سے تکلیف
دیگی - آہ اے جوہرہ تجھ پر افسوس - پہلی مرتبہ جب پاک محبت کسی نوجوان کے
دل میں گھر کرتی ہے اُسکو سعادتمند بنا دیتی ہے - مگر محبت کا کسی جگہ سے منقطع ہو جانا

Marfat.com

مصیبت کا پہاڑ ہے۔ محمد علی اس سے مستثنیٰ نہ تھا۔ ایک ہی دن میں اُسکے دل پر دو داغ لگے۔ اسکے سینہ میں غم کی جانسوز آگ بھڑک اٹھی اور اُسے ایک نیا آدمی بنا دیا۔ جیسے پہلے خوشی کی حد نہ تھی اب غم کی بھی انتہا نہیں۔ پھر جس جگہ صبح کو جوہرہ کھڑی تھی اُسے پڑے پڑے چومنے اور لڑکوں کی طرح رونے اور چلانے لگا مگر قریب سے ایک نئی آواز نے آکر اسے خبردار کیا اور کہا اے محمد علی؟ مرد رویا نہیں کرتے۔ اور نہ رونے والے سے فریاد کرنیوالے کو کچھ فائدہ ہو سکتا ہے۔ محمد علی نے سر اٹھا کر دیکھا تو ایک سفید پوش کو اپنے قریب پایا اسکو جن سمجھکر اسکے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہا اے سفید پوش! یہ تو سچ کہتا ہے۔ مجھ سے جو پناہ مانگے اُسے کچھ فائدہ نہیں کیونکہ مجھ سے انتقام لینے اور مار ڈالنے کے سوا کوئی کام نہیں ہو سکتا میرے پاس سے جا مجھے تباہی و بربادی کی تدبیر کرنے دے۔

سفید پوش۔ (اپنی جگہ پر ثابت قدم رہکر) میں نے کسی اور کو تجھ سے زیادہ دردِ مصیبت میں گرفتار دیکھا ہے لیکن وہ تمہاری طرح روتے پیٹتے نہیں۔ میں نے عورتوں اور لڑکوں کو دیکھا ہے کہ زمانہ کے تیر انکے دلوں کو چھیدتے ہیں لیکن وہ اپنے دلوں میں چھپائے رکھتی ہیں اور کسی کے سامنے اپنی کمزوری ظاہر نہیں ہونے دیتیں۔ محمد علی! میں ایک ایسی لڑکی کو جانتا ہوں جس نے ایک مرد سے محبت کی۔ اپنی زمامِ اختیار اسکے ہاتھ میں سونپ دی۔ اپنی زندگی اُسپر وقف کر دی۔ اپنے دل میں اسکی تصویر کا کعبہ بنایا جسکی طرف وہ وقت نماز عبادت انجام دیتی ہے۔ مگر افسوس آج کا دن ابھی ختم نہ ہونے پایا تھا کہ اُس نے اُسے جھوٹا بہتان لگایا اور اسکو خیانت کا الزام دیا اور شاید اس پر بھی اُسکو صبر نہیں آیا اور کیا عجب ہے کہ وہ خدا سے اس ناکردہ گناہ پر ایک جرم کے بدلے میں جو اُسکے دامن عصمت پاک سے اپنا عذاب نازل کرنیکی دعا مانگے۔

محمد علی۔ (ہنس کر) اگر تو کسی ایسی لڑکی سے واقف ہے جو ان صفات سے موصوف ہے تو تو بہت ہی خوش نصیب ہے لیکن میں کسی ایسی عورت کو نہیں جانتا جو خیانت اور فریب کرنے والی نہ ہو۔

سفید پوش۔ (تعجب سے) کیا تم اس لڑکی کو نہیں پہچانتے جو حور سے زیادہ خوبصورت اور فرشتے سے پاک ہے۔ کیا تم جوہرہ کو نہیں جانتے؟

Marfat.com

محمد علی کی پیشانی کسیقدر چمکنے لگی اور آخری فقرہ یعنی جوہر کو کئی بار دہرایا لیکن تھوڑی ہی دیر
میں اسکی طبیعت مکدر ہوگئی اور مٹھی باندھ کر غصہ کا نے لیے گھونسا اُٹھا کر کہا ۔ اے ہائے تف ؟
تجھے دھوکا ہوا کیونکہ تو نے اس وقت جس کا نام لیا وہ مجسم خیانت ہے یہ نہ خیال کرنا کہ میں وہم
وخیال سے کہہ رہا ہوں بلکہ میں نے اسکو بچشم خود دیکھا ہے اور میری آنکھیں اسکی گواہ ہیں۔ بلکہ
قریب تھا کہ میری زندگی کا خاتمہ ہوجاتا میرے دل پر ایسا زخم لگا ہے جسکا درد ہر لحظہ بڑھتا جاتا ہے
اے ہائے تف ؟ میرے پاس سے چلا جا اور پھر کبھی اسکی گفتگو نہ کیجیو۔ میں پھر اُس غدار بے وفا پر
اعتبار کروں نہیں ہاں اور لوگ بھی نہیں جانتے اگر پھر دھوکہ کھایا کیا پھر دھوکے میں آجائیں
محمد علی نے جب دیکھا کہ سفید پوش اپنی جگہ پر اڑا ہوا ہے اور جانے کا نام ہی نہیں لیتا اُس نے
دوسری طرف سے پیچھے اتر جانے کا قصد کیا مگر سفید پوش نے جلدی سے آگے بڑھکر
پکڑ لیا اور روک کہا ۔ محمد علی ٹھہر جاؤ ۔ ذرا ایک لمحہ ٹھہر جاؤ ۔ مجھے تم سے کچھ کہنا ہے میری
جان ہونے کے سبب میں تم سے یہ درخواست کرتی ہوں ۔ سفید پوش کی ہیئت ۔ طرز گفتگو
اور قسموں نے محمد علی کو رک جانے پر مجبور کیا ۔ پھر سفید پوش نے اپنا کپڑا اُٹھا دیا جسکے اندر سے
ایک نوجوان عورت نکلی جس نے محمد علی کو بات کرنے یا بھاگنے کی مہلت نہ دی اور
کہا کہ میری بات سنو اور اُس لڑکی کا حال جو تمہیں دنیا میں سب سے زیادہ چاہتی
ہوں میں جوہر کی خادمہ ہوں میرا نام ۔۔۔ ہے اسکی ماں نے مرتے وقت اسکو میرے
سپرد کیا تھا ۔ اور میں نے اسکی ماں کے سامنے قسم کھائی تھی کہ اسکو میں اپنی جان کے
برابر رکھونگی اور ہر آفت سے اسکو بچاؤنگی ۔ اب تک میں وعدہ کو پورا کرتی رہی
اور اپنے نفس سے زیادہ اسکو چاہا ۔ آج جب ۔۔۔ اُلٹ کر آئے اور تمام شہر میں
خوشی منائی جارہی تھی ۔ میں نے جوہر کو ۔۔۔ کے چہرہ پر غم کے آثار نمایاں
تھے ۔ وہ اپنے کمرہ میں بیٹھ رہی اور لوگوں کے ساتھ خوشی میں شریک نہ ہوئی
میں بھی اسکے پیچھے اسکے دروازے تک گئی اور سنا کہ وہ رو رہی ہے اور دعا
کرتی ہے کہ اللہ مجھے موت دیدے ۔ میں اسکے پاس گئی اور اُس سے دریافت
کیا اے جوہر ؟ تو میرے اخلاص اور محبت کو جانتی ہے ۔ تو مجھ پر بھروسہ کر اور
مجھ سے اپنا حال غم بیان کردے شاید میں تیری اس مصیبت میں مدد کرسکوں جسکو تو
ناامیدی سے ناحق سہہ رہی ہے ۔ ۔۔۔ کرتی رہی آخرش

Marfat.com

جب ضبط نہو سکا اُٹھکر مجھ سے لپٹ گئی اور رو رو کر مجھ سے ان تمام باتوں کو جو صبح کے ستاروں اور آفتاب کے نکلنے کے درمیان تم سے پیش آئی تھیں اور اس آسمانی لذت و محبت کی شیرینی و تلخی کو بیان کر دیا۔ مینے اس سے قسم کھائی ہے کہ میں اسکے راز کو فاش نکرونگی اپنی زندگی کو اُسکی مطلب برآری کیلئے صرف کر دونگی اور خود میں اسکے محبوب کے پاس قاصد بنکر جاؤنگی . . . .

محمد علی۔ (بات کاٹکر) بہتر ہے۔ تم اسکے محبوب کے پاس جاؤ۔ وہ جان کے قصر میں ہے تم اُسے شاندار تخت پر تکیہ لگائے بیگموں کے درمیان دیکھوگی جنمیں عنقریب تمہاری صاحبزادی بھی داخل ہو جائینگی۔ جاؤ اسی کو پیام دو۔ وہ تمہارے جانیکی قدر کریگا اور تمہیں بڑا انعام دیگا

جمیلہ۔ میں اُس شخص کو بخوبی پہچانتی ہوں جسکو پیام بھیجا گیا ہے اور اُسی کے پاس آبھی گئی ہوں کیونکہ عاشقوں کے دل میں ایسی آنکھیں ہوتی ہیں جن سے وہ ان چیزوں کو دیکھ لیتے ہیں جو اوروں کو نہیں نظر آتیں۔ جوہر نے مجھے ہدایت کی تھی کہ میں سطرف آؤں اور اُس نے بتاکید مجھ سے کہا تھا کہ میں تمکو اس جگہ صبح کی ملاقات یاد کرتے اور اس پر آنسو بہا کر لعنت کرتے ہوئے پاؤنگی۔ میں اسکے بتانے کے موافق آئی اور تمکو جہاں اُسنے بتایا تھا وہیں پایا۔ تم مجھ سے دور نہ بھاگو اور جس بات کے پہنچانے کی مجھے تکلیف دیگئی ہے اسے سُنو۔ محمد علی نے اس سے بچکر نکل جانیکی کوشش کی لیکن نہ نکل سکا اور سُننے کے سوا کوئی چارہ کار نہ نظر آیا ناچار اسکے برابر پتھر کے اوپر بیٹھ گیا اور جمیلہ اس سے کہنے لگی اے محمد علی جوہرہ جب سے گھر گئی ہے کمرہ بند کرکے رو پیٹ رہی ہے۔ اور قسم کھا چکی ہے کہ اگر اس بدبختی اور ننگ و عار سے جو اُسے ڈرا رہا ہے کوئی بچاؤ کی صورت نہ نکلی تو میں رات کو سمندر میں گر کے اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالونگی۔ کیا تم مجھ سے اسکی درخواست پورا کرنیکا وعدہ کرتے ہو کہ میں تمکو حقیقت حال سے آگاہ کر دوں۔

محمد علی۔ (تامل کے بعد) کچھ ہرج نہیں بیان کرو۔ لیکن یہ یاد رکھو کہ اگر مجھے دھوکا دینے کا ارادہ کروگی تو میں تمکو سزا دونگا اور تم سے بدلہ لئے بغیر باز نہ آؤنگا اسلئے اپنی خیر منا لو

جمیلہ۔ تمہیں تھوڑی دیر کے بعد خود ہی معلوم ہو جائیگا۔ لیکن اسوقت تم میرے قریب آجاؤ کہ میں تم سے چپکے چپکے کہدوں کیونکہ جو بات تم سے جوہرہ کہنی چاہتی ہے اسکی بھنک ہوا کے کان میں بھی نہ پہنچنا چاہئے۔ کہ کھل جائے "نا نہ گشتہ چشم بتاں کا راز۔"

Marfat.com

یوں کہئے بات بھی کہ خدا کو خبر نہو * یہ کہکر جمیلہ نے محمد علی کے سر کو پکڑا اپنے منہ سے قریب کرلیا اسنے بھی اپنا سر جھکا دیا۔ جمیلہ نے اسکے کان میں ایک ایسی بات کہنی شروع کی جسکی اہمیت کے آثار اسکے چہرے پر نمودار تھے۔ لیکن محمد علی سنتا اور دانت پیستا جاتا تھا غیظ و غضب کے شعلے اسکی آنکھوں سے نکل رہے تھے مگر تھوڑی ہی دیر کے بعد آہستہ آہستہ اسکی حالت بدلنے لگی اور خوشی و مسرت کی علامتیں چہرے پر نمایاں ہوگئیں اور جب جمیلہ بات ختم کرچکی تو وہ اچھل پڑا اور ساتھ ہی چہرہ چمکنے لگا اور مسکرا پڑا۔ قریب تھا کہ فرط مسرت سے چیخنے لگے مگر دل کی دھڑکن نے آہ کرنیکی بھی اجازت ندی اور ہاتھ پھیلا دئے گویا وہی محبوبہ باعفت و باعصمت اسکے سامنے آرہی ہے جو صبح کو یہاں موجود تھی اور یہ اسے اپنے سینہ سے لگانا چاہتا ہے۔ پھر جب ذرا اپنے پر قابو ہوگیا چیخکر بولا۔ آہ۔ کیا اچھی ہے زندگی۔ کیسا لذیذ ہے عیش کیسی عجیب و غریب دنیا کبھی دوزخ ہے کبھی جنت۔ ہاں مجھے جنت بھی اسی زندگی میں حاصل ہوگا۔ جن لوگوں کا اعتقاد ہے کہ سعادت مرنے ہی کے بعد حاصل ہوتی ہے انکو دکھا دونگا کہ اسی زمین پر میں آسمانی سعادت سے بہرہ ور ہوں۔

پھر جوہرہ کی خادمہ کیطرف دیکھکر کہا اے جمیلہ اے خوشخبری کی سنانیوالی ہمنے آج صبح اس مقام پر کھڑے ہوکر ایک دوسرے کے ساتھ اخلاص کا عہد و پیمان کیا ہے اسلئے یہ جگہ میرے لئے مقدس ہے یہیں مجھکو سعادت نصیب ہوئی اور یہیں ناامیدی کے آنسو بہائے۔ آہ مینے آج بے شمار تکلیفیں اٹھائیں یہ سب میری ہی بدگمانی کا نتیجہ تھیں مینے کس قدر جہالت کی آہ اے جوہرہ؟ مجھے معاف کردے عنقریب میں اپنے گناہ کا کفارہ ادا کردونگا اور زندگی تیری محبت کی قربان گاہ پر چڑھا دونگا تو ہی اکیلی میری زندگی کی مالک ہے۔ جبتک کہ میری رگوں میں ایک قطرہ بھی خون کا باقی ہے اور دل حرکت کرتا ہے . . . اے جمیلہ میں تجھسے جو کچھ کہتا ہوں اسے کان لگاکر سنو۔

روپوشی

بروستا والوں نے اپنے شیخ کی رہائی کی خوشی میں دن لہو و لعب گانے بجانے اور

خوشی منانے میں صرف کر دیا۔ جب شام ہوئی اپنے اپنے گھروں کو واپس گئے شیخ عشا کے وقت اپنے گھر گیا نماز پڑھی اور سونے سے پہلے اپنی بیٹی جوہرہ کو دیکھنے کیلئے اسکے کمرے کی طرف گیا دروازے کے سامنے خادمہ جمیلہ کھڑی تھی اس نے آہستہ آہستہ قدم رکھنے کا اشارہ کیا تاکہ جوہرہ کی آنکھ نہ کھل جائے کیونکہ وہ سو رہی تھی۔ خادمہ نے چپکے سے کہا کہ جوہرہ نے ان دو دنوں میں جس قدر رنج و غم اٹھایا ہے آپ جانتے ہیں اسکے قویٰ بالکل کمزور ہوگئے ہیں اور بغیر آرام کئے اسکا اچھا ہونا دشوار تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ میں آپکی منتظر رہوں اور آپکی خدمت میں اسکا سلام عرض اور اسکی معذرت عرض کردوں حضور؟ آپ کو معلوم ہے کہ کل کا دن اسے روتے گذرا اور اسنے اب تک کچھ کھایا نہیں ہے۔ اسوقت آپ معاف کریں صبح میں اسے جگا دونگی وہ آپکی خدمت میں قہوا اور حقہ لیکر حاضر ہوگی۔

شیخ۔ تمنے بہت اچھا کیا اسے سونے اور آرام کرنے دو۔ خبردار جبتک خود نہ اٹھے تم اسے نہ جگانا۔ ہمیں بھی آرام کی ضرورت ہے سبکو سو رہنا چاہیے۔ اگر میں تم سے پہلے جاگ گیا تو خود ہی اپنی جوہرہ کو دیکھنے آؤنگا۔ یہ کہکر وہ وہاں سے اپنے کمرے میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد شیخ کے مکان اور تمام شہر میں سناٹا ہوگیا کیونکہ گذشتہ دو دن کی ہیبتوں سے سبھی پریشان و خستہ ہوگئے تھے۔

قوالہ میں بھی ہل چل ختم ہوگئی اور رات کی تاریکی اسپر تسلط کر چکی ہے۔ صرف حاکم کے قصر میں دھندلی دھندلی روشنی نظر آرہی ہے جو خسرو پاشا کے ایک جھروکے سے نکلتی ہے جسنے پردہ ڈالکر اسے اور بھی دھندلا کردیا تھا۔ خسرو پاشا ابھی سویا نہ تھا بلکہ میز کے کنارے کھڑا تھا جسپر ایک چاندی کے شمعدان میں شمع جل رہی تھی اور اسکی روشنی اسکے دھاری دار عبا اور چہرے پر جس سے بے چینی اور فکر کے آثار نمایاں تھے پڑ رہی تھی۔ وہ نہایت ہی مضطرب ہو ہو کر کمرے میں اس لڑکی کے انتظار میں ٹہل رہا تھا جسکو اس نے اسکے باپ کے بدلہ میں خرید لیا تھا۔ ذرا آہٹ سنتا ہے اور کان لگا کر جھروکے کے پاس کھڑا ہوتا ہے کہ شاید وہ آتی ہوئی نظر آجائے۔ مگر جب کچھ نظر نہیں آتا تو اسکے دیر کرنے پر جل بھن کر خاک ہو جاتا اور اپنے دل میں کہتا وہ اپنی ماں کی قسم کھا گئی ہے کہ آؤنگی۔ وہ اپنی قسم توڑنے کی جرات نہ کریگی۔ انتظار کرتے کرتے تھک گیا کھڑکی کھولکر بیٹھ گیا تاکہ دور سے اسے آتے ہوئے دیکھ سکے اتنے میں ہوا کے جھونکے نے شمع گل کر کے اسکے

Marfat.com

غصہ کو اور بھڑکا دیا۔ کہنے لگا اگر وعدہ خلافی کی تو بلا شبہ اسے موت نصیب ہے۔ بخدا میں کل اپنے غلام لیکر شیخ بردستا کے مکان پر جاؤنگا اور مکان گرا کر اس بے وفا کو نکال لونگا۔ وہ میری لونڈی ہے اور میں نے اسکو اپنے مال سے خریدا ہے۔ میں نے اس سے کہا تھا کہ تو میری سزا بھگتیگی لیکن اب میں اسے دکھا دونگا کہ وہ میری مملوک اور لونڈی ہے یہ کہہ رہا تھا اور امید تھی کہ جوہرہ کو سامنے سے آتا ہوا ضرور دیکھیگا۔ باد نسیم کا ہر جھونکا اسکو جوہرہ کے رفتار کی آواز کا دھوکا دیتا تھا۔ آخر میں ضبط نہ ہو سکا اور بچھڑے ہوئے بچے کیطرح جسکے ہاتھ سے شکار نکل گیا ہو پیچ و تاب کھانے لگا۔ اسی حالت میں اسکو وقت کی کچھ خبر نہ رہی۔ صبح نے تیرہ و تار عالم کے سر سے چادر غفلت اٹھانی شروع کی اور شہنشاہ مشرق کے پیشرووں کے سامنے سیاہ انجم کے پیر اکھڑنے لگے۔ جعفر پاشا نے پیروں کی آہٹ سنی اور شوق سے دوڑا۔ کیا دیکھتا ہے کہ ان دو خواجہ سراؤں میں سے جنکو جوہرہ کے انتظار کیلئے باغیچہ کے دروازے پر مقرر کیا تھا ایک چلا آ رہا ہے۔ پاشا نے اسے دیکھکر پوچھا کیا خبر ہے۔ اس نے عرض کی حضور کوئی نہیں آیا راستہ آدمیوں سے بالکل خالی ہے۔ کیا اب بھی مجھے انتظار کرنیکا حکم ہے۔

پاشا۔ (غصہ سے ہونٹھ چبا کر) نہیں تم حرم سرا میں اپنی جگہ پر جاؤ معلوم ہوتا ہے اس نے میری بات سمجھنے میں غلطی کی اور کل آنے والی رات کو وعدہ کی شب خیال کیا

خواجہ سرا نے جھک کر سلام کیا۔ اور پاشا کی کوشش بے سود ہونے پر ہنستا ہوا اپنے ساتھی کے پاس چلا گیا۔ اور اس سے کہا ہمارے سردار نے جاگ کر رات کاٹی اور ظرفہ یہ ہے کہ اس لڑکی نے اسکے ساتھ ہنسی کی اور انکو بیوقوف بنایا۔ دوسرا بھی خوشی سے مسکرانے لگا۔ آدمی یہ دیکھکر خوش ہوتا ہے کہ گردش زمانہ امیر و غریب میں کوئی فرق نہیں کرتی اور سبکو ایک ہی لاٹھی سے ہانکتی ہے۔

جب شاہ مشرق تخت گردوں پر جلوہ گر ہو گیا لوگ اٹھکر اپنے کاروبار میں مصروف ہوئے بردستا کا شیخ بھی اپنی چارپائی سے اٹھ بیٹھا۔ اور اتنی دیر تک انتظار کرتا رہا کہ جوہرہ قہوہ لیکر آئے۔ جب انتظار کرتے کرتے تھک گیا اور وہ نہ آئی اور اسکے دیکھنے کا شوق زیادہ غالب ہوا اٹھکر اسکے کمرے کیطرف گیا اور اسے آواز دی مگر صدائے برنخواست۔ اندر جا کر اسکو تلاش کیا کہیں پتہ نہ چلا اسے پکارنا شروع کیا لیکن کسی نے جواب نہ دیا۔ اب تو وہ پریشان

ہو گیا اور اسکا دل دھڑکنے لگا دیوانوں کی سی حالت ہو گئی۔ خیال آیا کہ شاید قہوہ تیار کر
گئی ہو آواز دیتا ہوا صحن میں اترا لیکن اسکا کچھ نشان نہ پایا۔ اتنے میں جمیلہ سامنے سے آ
یہ نہایت بے چینی سے اسکے پاس گیا اور جوہرہ کا حال دریافت کرنے لگا اس نے کہا حضور؟
کیا معلوم میں تو بہت سویرے بیوی کیلئے دودھ دوہنے گئی تھی اور اب انکے پاس واپس جا رہی
پھر آپ اسکا حال کیوں دریافت کرتے ہیں وہ اپنے کمرے میں ہونگی۔

شیخ۔ نہیں۔۔ میں اسکے کمرے میں گیا تھا وہ نہیں ملی بلکہ میں نے کونہ کونا
وہ کہیں نظر نہ آئی۔

جمیلہ نے اس قدر رنج و قلق ظاہر کیا کہ دودھ کا برتن اسکے ہاتھ سے گر گیا۔ بال نوچتی رو
چلاتی۔ اور آہ میری بی بی آہ میری دلاری؟ آہ جوہرہ کہاں ہو۔ کہتی ہوئی جوہرہ کے
کمرے میں گئی۔

جب شیخ نے جمیلہ کو ایک کمرے سے دوسرے کمرے۔ ایک کوٹھری سے دوسری
کوٹھری میں جاتے دیکھا خود بھی اسکے ساتھ پھرنے لگا۔ مگر جوہرہ کہیں نہ ملی۔ شیخ کو
ہوا کہ شاید اسکی آنکھ بہت سویرے کھل گئی اور وہ ہوا کھانے سمندر کنارے یا نماز شکرانہ ادا کرنے
جامع مسجد چلی گئی۔ یہ خیال آتے ہی وہ پہلے جامع مسجد گیا کوئی نظر نہ آیا تو ساحل کا رخ کیا
راستہ میں جوہرہ جوہرہ پکارتا جاتا تھا لیکن بے سود۔ جب سمندر کے قریب پہنچا اور موجوں کے شور کی آواز
کان میں آئی خیال پیدا ہوا کہ جوہرہ نہانے آئی ہوگی پاؤں پھسل گیا ہوگا اور موجوں نے پانی
بار کر اسے نگل لیا ہوگا یہ خیال کرکے رونے اور پانی اور پتھر کی چٹانوں سے اسکا حال پوچھنے
لگا کہ وہ ہی کچھ بتا دیں۔ کچھ دیر تک نالہ و فغان کرتا رہا جب دل کی بھڑاس نکل چکی تو اسکی
طبیعت کو کچھ قرار آیا اور وہاں ٹھیرنا بے فائدہ تصور کرکے شہر میں واپس آیا۔ اسے امید
تھی کہ وہ کسی ضرورت سے شہر میں کسی سہیلی کے پاس گئی ہوگی اور اب واپس آگئی ہوگی۔ مگر
جب مکان پر پہنچا جمیلہ کو سر کھولے۔ کپڑے پھاڑے۔ منہ پیٹتے۔ اور جوہرہ کو پکار پکار کر
دروازے پر روتے پایا۔ بہت سے مرد عورتیں پریشان بدحواس اسکے گرد جمع ہو گئے تھے۔ اسوقت اسے
یقین ہو گیا کہ اب بیٹی کے ملنے کی کوئی امید نہیں۔ شدت غم سے بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا
کچھ لوگ اسکے سنبھالنے میں مصروف ہوئے اور باقی عورتیں۔ مرد اور بچے راستوں اور
چٹانوں پر پھیل گئے۔ کوئی غار یا درخت یا گوشہ ایسا نہ تھا جس میں کوئی نہ کوئی جوہرہ کو

...اش کر رہا ہو۔
آفتاب نکلنے کے بعد محمد علی نے قوالہ کے اُن لوگوں کو جمع کیا جو اُسکے ساتھ
...ہیں بھرتی ہونے پر رضی ہو گئے تھے سب ملکر باجا بجانے اور گانے لگے محمد علی اُس وردی
...پہن کر سپاہیوں کے آگے آگے حاکم کے قصر کے سامنے آیا تاکہ اپنے آدمیوں کے ساتھ
...یہ ادا کرے ۔ حسان شور بجی نے گانے بجانے کی آواز سُنی۔ اور اُنکے آنیکی غرض معلوم
...ی تو اپنے بیٹے عثمان کو بلایا اور خسرو پاشا سے درخواست کی کہ وہ بھی محمد علی کی سپاہیوں
...یکھنے کیلئے اسکے ساتھ چلیں۔ پاشا نے مجبوراً منظور کرلیا اور اپنی کوشش کے رائگان جانے
...ات کی بیداری سے جو قلق تھا اُسکے چھپانے میں بہت جدوجہد کی اور سوا چہرے کی
...زی کے اور کوئی بات نہ ظاہر ہو سکی۔ جب محمد علی قصر کے سامنے آیا تلوار کے
...مارہ سے حاکم کو سلام کیا اور اپنے دوست عثمان کیطرف سر جھکا دیا۔ ان دونوں نے
...بہت خوشی سے جواب دیا۔ عثمان سے محمد علی کا حال پوشیدہ نہ تھا۔ اسکے چہرے
...بی بشاشی تھی جس سے بہت بڑی خوشی کا پتہ چلتا تھا۔ اسکی آنکھیں چمک رہی
...ہیں۔ اس حالت کو خسرو پاشا نے بھی دیکھا اور اسکے چہرے پر سیاہی چھا گئی اور قریب تھا کہ
...کے منہ سے کوئی طنز آمیز کلمہ نکلے مگر بہت ہی ضبط سے کام لیا اور اپنے بھڑکتے ہوئے
...نہ کو پی کر لاپروائی ظاہر کرتا رہا۔
محمد علی نے اپنے آدمیوں کو اپنے گرد صف باندھ کر کھڑا کیا اور انکو سپاہیوں کی طرح چلنے
...لے بڑھنے اور پشت موڑنے کا طریقہ سمجھایا۔
خسرو پاشا نے بلند آواز سے محمد علی کو سنانے کیلئے کہا سچ ہے بازاری لڑکے
...اہیوں کو ایکم تبہ قواعد کرتے دیکھکر قواعد سیکھ جاتے ہیں ورنہ محمد علی تجربہ کار آدمیوں کی نقل نہ کرسکتا
...اس خوف سے کہیں کوئی نالائم بات سُننی پڑے فوراً اپنے خاص کمرے میں چلا گیا
...دونوں خواجہ سراؤں کو بلا کر کہا جب لڑکا اپنا کام کرکے آدمیوں کو چھوڑ دے تم اُنکے
...جاؤ اور حاکم کیطرف سے انہیں حکم دو کہ تلواریں لیکر اور بندوقیں بھر کر تمہارے پیچھے ہو لیں۔
...انکو لئے ہوئے بروستہ جاؤ اور جب شیخ کے پاس پہنچو تو اس سے کہو کہ خسرو پاشا نے اپنی
...ڈی لینے کیلئے تمکو بھیجا ہے۔ اگر وہ تمہاری درخواست قبول نہ کرے یا لڑکی کو
...چھپا ڈالے تو تم اسکے گھر کو ڈھا دو۔ اور اسکو اسی میں جلادو۔ اور شہر کے ایک

Marfat.com

ایک گھر میں اُسکو تلاش کرو۔ میں اس لڑکی کو نہ چھوڑوں گا۔ اگر وہ تمکو آج نہ ملی تو کل ضرور ملجائیگی۔ میں تمکو ایک ہفتہ کی مہلت دیتا ہوں تاکہ تم اُسے میرے پاس زندہ یا مردہ لاکر حاضر کردو۔ اور اگر وقت گذر گیا اور تمنے میرا حکم نہ پورا کیا تو میں تمہاری گردن اڑادونگا۔ اور تم پر سُست و مجہول کیواسطے عبرت کا باعث ہوگے۔ تمنے بلک باشی (میجر) سے غافل نہ رہنا۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ اس لڑکی کے معاملہ میں اسکو کچھ دخل ہے لہذا اسکی نگرانی کیلئے کچھ آدمی مقرر کردو تاکہ رات دن اسکی نقل و حرکت کے نگران رہیں اور اسے خبر نہونے پاوے وہ بہت ذہین اور ہوشیار ہے۔ میں تمہیں حکم دے چکا تمکو اختیار ہے خواہ سزا حاصل کرو خواہ انعام و اکرام۔

جس وقت خسرو خواجہ سراؤں کو حکم دے رہا اور مستعد کر رہا تھا اسی وقت حسان نے محمد علی کو اپنے پاس بلایا اور کہا مجھے اسمیں ذرا بھی شک نہیں کہ تم بہادر سپاہی ہوگے۔ تمہارے پاس وہ شجاعت ہے جسکی ضرورت ہے۔ اگر اسکے ساتھ تم اپنے دل کو بھی قابو میں رکھو تو بلاشبہ دوسروں پر بھی سرداری اور حکومت کرنیکے اہل ہوجاؤگے۔ تم اس وقت سے حکومت کے آدمیوں میں داخل اور تنخواہ کے مستحق ہوگئے۔ یہ تھیلی لو اسمیں تمہاری تین مہینے کی تنخواہ ہے میں تمکو پیشگی اسوجہ سے دیتا ہوں کہ تمکو ذاتی اخراجات کی ضرورت ہے۔ یہ کہکر حاکم نے اپنا منہ پھیر لیا تاکہ محمد علی کے شکریہ سننے سے بچ جائے لیکن اس نے تھیلی لیکر شکریہ ادا کیا۔ پہلی مرتبہ وہ اتنی بڑی رقم لیکر اس وجہ سے نہیں خوش ہوا کہ چمکتا ہوا سونا تھا بلکہ اسکی پیشانی ایک ایسی چھپی ہوئی آرزو کے برآنے کی امید سے چمک اُٹھی جسکا علم اسکے دوست عثمان کے سوا کسی کو نہ تھا۔ جو اُسے دیکھ رہا تھا اور اُسکے چہرے کے آثار کو بغور مطالعہ کر رہا تھا۔ جب عثمان کا باپ چلا گیا وہ اپنے دوست محمد کی طرف جھک کر بولا اے عزیز؟ میں تمکو مبارکباد دیتا ہوں کیونکہ میں نے تمکو بہادر سپاہی کیطرح کھڑا دیکھا اور تمہاری نگاہ تمہاری دلی محبت و الفت کو ظاہر کر رہی تھی۔ سُنا۔ ابا جان نے کہا کہ اپنے نفس پر قابو رکھنا تمہارے لئے دشوار ہے لیکن میں تمکو اسوقت اس صفت سے متصف پاتا ہوں اور میں دیکھتا ہوں کہ جسطرح تم رنج و غم چھپانے کی قوت رکھتے ہو اسیطرح خوشی و مسرت کو بھی چھپا سکوگے۔ لیکن موخر الذکر اوصاف کی مثال ایسی ہے جیسے آفتاب نصف النہار پر کہ اسکی روشنی چھپ نہیں سکتی۔ اسلئے میں تمکو ہوشیار کئے دیتا ہوں۔ بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ دشمن اس

Marfat.com

تم کی باتوں سے سمجھ جاتا ہے کہ میرا حریف آیندہ صاحب اقبال ہوگا اور بچنے یا انتقام لینے کے اسباب بہم پہنچانے میں مشغول ہو جاتا ہے۔ محمد علی نے انجان بنکر دریافت کیا بھائی عثمان؟ میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔ عثمان نے کہا میرا مطلب یہ ہے۔ کہ خوشی کے آثار چہرے پر نمایاں ہو جانے سے تمکو بہت بڑا نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے اسکو یاد رکھو اور اپنے احساس پر گہرا پردہ ڈالنے کی کوشش کرو تاکہ کوئی تمہارے دل کے حال کو چہرے سے نہ تاڑ سکے۔

کہاں تھا

برستا والوں کے حق میں سال نہایت مصیبت و ادبار کا سال تھا۔ ابھی مالگذاری ادا کرنے۔ ہلاکت و مصیبت ناگہانی سے نجات ملنے پر اچھی طرح خوشی نہ منانے پائے تھے کہ جوہر کے غائب ہو جانے سے نیا غم پیدا ہو گیا۔ اور یہ بھی آخری مصیبت نہ ثابت ہوئی۔ دوپہر نہ ہونے پایا تھا کہ دیکھا آگے خسرو پاشا کے خواجہ سرا اور اُن کے پیچھے محمد علی کے سپاہی شہر کیطرف چلے آرہے ہیں۔

خواجہ سرا اتنی دیر تک انتظار کرتے رہے کہ محمد علی سپاہیوں کو چھوڑ دے۔ جونہی کہ وہ انہیں چھوڑ کر اپنے دوست عثمان کے ہاں گیا یہ دونوں جا پہنچے اور خسرو پاشا کا حکم انہیں اسطرح پہنچایا کہ انہیں یقین ہو گیا کہ یہ حاکم کا حکم ہے اسلئے انکے پیچھے ہوئے۔ اور سب کے سب شیخ کے مکان پر جا دھمکے۔ جمیلہ ڈری ہوئی سامنے آئی اور اندر آنے سے اُن کو روکنا چاہا انہوں نے اسکو ایکطرف ڈھکیل دیا اور اندر گھسے چلے گئے۔ شیخ کو ایک چارپائی پر پڑا ہوا پایا اُٹھا کر اس سے کہا کہ اپنی بیٹی یعنی ہمارے آقا کی لونڈی ہمارے سپرد کرو۔ شیخ برافروختہ ہو کر انکی طرف دیکھا اور کہا تم مجھ سے میری بیٹی طلب کرتے ہو۔ اور کہتے ہو وہ تمہارے آقا کی لونڈی ہے۔ وہ کون نامرد ہے جو اُسے لونڈی کہتا ہے۔

خواجہ سرا۔ ہمارا امیر خسرو پاشا اپنی لونڈی طلب کرتا ہے کیونکہ اس نے اُسے اُس کی رضامندی سے اُن روپیوں کے بدلے میں خریدا ہے جس سے تم اور تمہارے ساتھی چھوٹ گئے۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ انہوں نے احسان کیا تھا۔ نہیں ...

Marfat.com

تمہاری لڑکی کی قیمت دی ہے جس سے تمہاری قوم کا خراج پورا ہوا۔
شیخ۔ (بگڑ کر) کمینو؟ دور ہو۔ تمہارا آقا جھوٹا ہے۔ جاؤ اس سے کہو کہ شریف غلاموں کی طرح نہیں بکتے۔ یاد رکھے کہ ظالم کے ہاتھ سے بھی ایک زبردست ہاتھ ہی جو اسے ظلم کی سزا دیگا۔

خواجہ سرا نے جب یہ حالت دیکھی سپاہیوں کو اندر آنے کا حکم دیا۔ وہ اندر گھس آئے اور شیخ کو باندھکر ڈالدیا۔ وہ غریب حیران تھا کہ الہ العالمین یہ کیا ماجرا ہے۔ کیا جو کچھ میں دیکھ سُن رہا ہوں آیا واقعی ہے۔

سپاہی اندر گھس گئے اور ایک ایک کوٹھڑی ڈھونڈ ڈالی جب جعبرہ کا پتہ نہ لگا تو احاطہ میں نکل آئے جہاں قوم کے بہت سے لوگ جمع تھے۔ ان سے کہا کہ شیخ کی لڑکی ہمارے حوالہ کر دو انہوں نے جواب دیا ہم خود اسے تلاش کر رہے ہیں اسپر یہ لوگ شہر والوں کے گھروں میں بھی گھس گئے اور تلاش کرنا شروع کیا۔ نہ کسی کی عزت آبرو کا خیال کیا نہ دین بعت کا۔ جب تلاش کرتے کرتے ہار گئے۔ اور لڑکی کا کہیں پتہ نہ چلا۔ ناچار خواجہ سرا سپاہیوں کو ساتھ لیکر واپس آئے۔ اخسر بادشاہ سے کُل حال بیان کیا وہ غصہ سے دانت پیسنے لگا اور بولا نہیں بنے بلکہ باشی کا بھی کچھ حال معلوم ہے۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ ابتک ہم اُسکا کچھ حال دریافت نکر سکے لیکن آج شام یا کل صبح تک اُسکی خبر لے آوینگے۔

محمد علی اپنے آدمیوں کو رخصت کرکے اپنے دوست عثمان کے پاس گیا تھوڑی دیر تک اسکے پاس بیٹھا۔ پھر باہر نکلکر اپنے دوست سوداگر مسیو لیون کے پاس گیا وہ اسے دیکھتے ہی اس سے ملنے کیلئے اُٹھا اور نئے منصب پر اسے مبارکباد دینے اور کہنے لگا میرا دل چاہتا ہے کہ تمہاری ماں تمکو یہ لباس پہنے ہوئے دیکھتی تاکہ تمہارے اس منصب پر پہنچنے اور دلی مراد بر آنے پر خوش ہوتی۔

محمد علی۔ ہاں۔ کاش وہ آج زندہ ہوتیں تو میری خوشی کی کوئی انتہا نہ ہوتی لیکن یہ دنیا فانی ہے جو آج پیدا ہوا نا پید ہوگا۔ اسکا یہی دستور ہے۔ زندگی بہت اچھی ہوتی اگر موت کا کھٹکا نہ لگا ہوتا۔

مسٹر لیون کو محمد علی کی باتوں اور صورت میں ایک غیر معمولی بات نظر آئی جو پہلے نہ تھی وہ نرم دل ہوگیا تھا۔ چہرہ ہشاش بشاش تھا اور خوشی و مسرت کے آثار نمایاں تھے

Marfat.com

اس نے اسکی اصلی وجہ دریافت کی اور کہا میں تمہیں بیٹا سمجھتا ہوں۔ اور تمنے بھی وعدہ کیا تھا کہ جو کچھ گذریگا اس سے آگاہ کر دیا کرونگا۔ وعدہ پورا کرو اور حقیقت حال مجھے بتا دو۔

محمد علی۔ (مسکرا کر) آپ مجھ سے خوشی کا سبب دریافت کرتے ہیں؟ کیا آپ میری اس وردی کو نہیں دیکھتے جو مجھے ملی ہے اور جسکا میں ایک زمانہ دراز سے آرزومند تھا۔

مسٹر لیون۔ (سر ہلا کر) مجھے اس سے انکار نہیں کہ یہ تمہاری خوشی کا باعث ہے لیکن جو تغیر میں دیکھ رہا ہوں اسکا یہی ایک سبب نہیں ہو سکتا۔ کسی اور سبب کا ہونا بھی ضروری ہے۔ اگر تم اسکو ظاہر کرنا نہیں چاہتے تو میں مجبور نہیں کرتا۔ پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی نشست کے کمرے میں لے گیا اور اپنے برابر بٹھا کر قہوہ منگایا۔

محمد علی۔ دوست؟ میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے زیادہ دیر تک نہ روکو مجھے کئی ضروری کام کرنے ہیں۔ میں تمہارے پاس چند ضروری چیزیں خریدنے آیا ہوں۔

مسٹر لیون۔ تعجب ہے کیا دنیا میں کوئی ایسی چیز ہے جسکے بغیر گذر نہو؟ کیا تمکو اپنی وہ بات یاد نہیں رہی جو ابھی تھوڑے دن ہوئے مجھ سے کہی تھی کہ مینے ارادہ کر لیا ہے کہ ایکدن دنیا کی تمام چیزوں سے مستغنی ہو جاؤں حتیٰ کہ کھانے پینے سے بھی۔ لیکن محمد؟ مجھے اس سے کچھ غرض نہیں۔ آدمی ایک حالت پر کبھی نہیں رہتے اور نہیں رہ سکتے ہیں ہاں تمہیں اسوقت کیا چاہئے شاید تمکو زیور یا کشمیری شال یا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

محمد علی۔ (بات کاٹکر اور اپنی حالت کو چھپانے کیلئے) ہاں اگر میں پہلی ہی حالت میں ہوتا تو ہر چیز سے مستغنی ہوتا لیکن میرا اپنا منصب مجھے مجبور کرتا ہے کہ بعض باتوں کا خیال رکھوں اس وقت مجھے ایک قالین کھلے رنگ کا اور عمدہ پُر نقش و نگار درکار ہے۔

مسٹر لیون۔ (مسکرا کر) اب میں تمہاری ضرورت کی وجہ سمجھ گیا۔ قالین تم اس خاتون کو ہدیہ دوگے جسکی نسبت مجھے کچھ خبر پہنچ چکی ہے۔

محمد علی۔ (تعجب سے دیکھکر) مسٹر لیون؟ تمہیں کیا خبر ملی ہے؟ بخدا مجھ سے کہدو چھپاؤ نہیں۔

مسٹر لیون۔ مینے سنا کہ لوگ آپسمیں چرچا کرتے ہیں کہ عثمان تنور بھی تم سے کیوں محبت کرتے ہیں اور انکے والد کا تمہارے ساتھ اس درجہ عنایت آمیز سلوک کی کیا وجہ ہے بعض کہتے ہیں

کہ شوہر بھی اپنی بھتیجی عائدہ کا تم سے نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ وہ لڑکی حسن و جمال میں بے نظیر اور ادب و کمال نصیبی و دولتوں سے مالا مال ہے۔ اس نے تمکو دیکھ لیا ہے اور تم سے محبت رکھتی ہے۔ مینے بھی تحقیق کیا۔ دیکھا کہ وہ تمکو راہ سے آتے جاتے دیکھنے کیلئے اپنی کھڑکی کھولکر کھڑی ہو جاتی ہے۔ تمہیں معلوم ہوگا کہ اسکی شادی ہو چکی ہے لیکن شوہر اسکے ساتھ بدسلوکی سے پیش آتا ہے۔ شوہر بھی اس سے واقف ہے اسلئے وہ چاہتا ہے کہ عایدہ کو شوہر سے طلاق دلواکر تم سے اُس کا نکاح کر دے۔ محمد علی؟ اگر تم میرا کہا مانو تو میں تمہیں اس نکاح کی پرزور صلاح دونگا۔ تمکو اس نکاح سے ایک پری جمال لڑکی ملجائیگی جسکی بہتوں کو خواہش ہے علاوہ اسکے بیشمار دولت بھی ہاتھ لگیگی۔ تُمنے بارہا میری مالی امداد کو رد کیا اسلئے کہ تم کسی کے زیر بار احسان ہونا نہیں چاہتے۔ اور یہ اچھا بھی ہے لیکن اب مفت دولت ہاتھ آتی ہے اسے جانے ندو۔ یاد رکھو کہ آدمی کی کامیابی دولت پر موقوف ہے جسکے پاس جتنی دولت ہوتی ہے وہ اُسی رتبہ اور مرتبہ کا سمجھا جاتا ہے۔

محمد علی مسٹر لیون کی باتیں سُنتا اور ہنستا جاتا تھا۔ اسکے مفید مشورہ کا شکریہ ادا کرکے بولا دوست جو سنو اُسے سچ نہ مان لیا کرو۔ اس خیال کی کچھ اصلیت نہیں ہے۔ مینے عائدہ کو کئی بار اپنے شوہر کے ساتھ جاتے دیکھا ہے میں اپنے دوست عثمان کے ہمراہ تھا۔ مینے یہ بھی دیکھا کہ وہ بارہا کھڑے ہوکر مجھیں دیکھتی تھی لیکن یہ بات کبھی میرے خیال میں بھی نہیں آئی کہ اتنی بڑی مالدار عورت مجھ جیسے محتاج غریب کو خیال میں لائیگی۔ مجھے ان باتوں سے کچھ واسطہ نہیں۔ جو چیزیں میں خریدنا چاہتا ہوں وہ میری ذاتی اور شخصی ورتاو کیلئے ہیں جیسے گھر میں بچھانے کیلئے غالیچہ اور ضروری سامان کھانیکے برتن وغیرہ۔ کچھ مجھے اپنے ہمسائے کیلئے بھی خریدنا ہے۔ وہ میری ماں کی (خدا انکی مغفرت کرے) ملنے والی ہیں انکو بہت چاہتی تھیں۔

مسٹر لیون نے کچھ ادنی پھیکے رنگ کے کپڑے پیش کئے جو بڑھیوں کے لائق تھے۔ محمد علی نے کہا نہیں بلکہ میں ریشمی خوش رنگ چاہتا ہوں۔ مسٹر لیون مسکرایا اور اسے یقین ہوگیا کہ محمد علی شادی کرنا چاہتا ہے لیکن مجھ سے چھپاتا ہے۔ اسنے اپنا سامان دکھانا شروع کیا اور محمد علی انمیں سے پسند کرتا گیا۔ اسنے ایسی ہی چیزیں انتخاب کیں جو شادی کے وقت دولہن کو یا کسی محبوبہ کو ہدیہ میں دی جاتی ہیں۔ پھر اسنے کچھ کنگن انگوٹھیاں خریدیں گویا اسے مسٹر لیون

Marfat.com

کے دیکھنے اور مسکرانے کی کچھ خبر ہی نہیں۔ جب سب چیزیں لے چکا انکی قیمت دریافت کی۔ مسٹر لیون نے بہت کم قیمت مانگی جو محمد علی نے شکریہ ادا کر دی۔ اور کہا یہ چیزیں میرے گھر بھجوا دیجئے۔ جو کچھ مینے خریدا ہے اسکا ذکر کسی سے نہ کیجئے گا۔ اور میرے آنیکی خبر بھی بالکل پوشیدہ رہے

محمد علی سوداگر کے دوکان سے نکلکر بازار کیطرف چلا۔ اور طرح طرح کے کھانے اور ضروریات کی چیزیں خرید کر ایک لڑکے کے سر پر رکھوائیں اور گھر کا رُخ کیا۔ اسے اُس لڑکے کی کچھ خبر نہ تھی جو سایہ کیطرح اسکے پیچھے لگا ہوا اسکی حرکات کی نگرانی کر رہا اور اسکی خرید فروخت کو دیکھ رہا تھا۔ گویا اسکی خبر گیری اور اسکے کاموں کی دیکھ بھال کیلئے مقرر ہے۔ جب محمد علی اپنے جھونپڑے کے قریب پہنچا ایک سن رسیدہ بڑھیا کو دیکھا جو خیرات مانگنے اسکے سامنے آئی۔ اس نے جیب سے نکالکر اسے کچھ دیدیا۔ اور اسکی طرف دیکھا بھی نہیں اور نہ اسے معلوم ہوا کہ وہ غور سے اسکے چہرہ کو دیکھ رہی ہے اور جو کچھ وہ لایا ہے اسے دیکھنے کیلئے گردن بلند کرتی ہے۔ اسے بڑھیا کا خیال ہی نہ رہا۔ اور جو کچھ اس نے خریدا تھا اسکو لئے ہوئے اندر گھس گیا۔ تھوڑی دیر بعد دو لڑکے مسٹر لیون کے یہاں کا سامان لیکر آ پہنچے۔ اس نے ان دونوں کو معقول اجرت دیکر سامان لے لیا جب وہ ان دونوں لڑکوں کو پہنچانیکے لئے نکلا تب بھی اسے اس بڑھیا کا کچھ خیال نہ ہوا جو اسکی جھونپڑی کے پاس زمین پر پڑی جھوٹ موٹ سو رہی تھی۔

سفر

دوسرے دن قوالہ کے بندرگاہ پر دار السلطنت سے ایک جہاز آیا جو نشانوں سے آراستہ اور بہترین گدّے اور تمام راحت و آرام کا سامان مہیا تھا۔ جہاز کے لنگر انداز ہوتے ہی اسکا کپتان اُترا اور مکان دریافت کر کے حاکم کے یہاں گیا اور خسرو پاشا سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ جب اسکی خدمت میں حاضر ہوا عرض کی کہ حضور کے دوست حسین قپطان پاشا اپنی کوشش اور سلطانی عتاب کے دور کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ سلطان نے آپکی بحالی کا حکم دیدیا ہے اور یہ جہاز آپکے لینے کیواسطے بھیجا ہے بعد ازاں کپتان نے معافی اور بحالی کا پروانہ دکھایا۔ خسرو پاشا نے اس پروانہ کو لے لیا اور تکبر کیوجہ سے اسے نہایت لاپروائی سے دیکھا گویا اسے اس منصب کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے۔ کپتان کیطرف دیکھکر بولا بہتر ہے لیکن میں ابھی سفر کیلئے تیار نہیں ہوں چند اسباب مانع ہیں کیا عجب ہے کہ

Marfat.com

مجھے ایک ہفتہ تک کنا پڑ جائے لیکن تم ہر وقت تیار اور میرے حکم کے منتظر رہونا کہ جس وقت روانہ ہونا چاہوں فوراً روانہ ہو جاؤں۔ کپتان نے پاشا کو جھک کر سلام کیا اور چلا گیا خسرو پاشا نے دونوں خوجوں کو بلایا اور پوچھا کوئی نئی بات دریافت ہوئی انہوں نے نفی میں جواب دیا۔ پاشا نے انکو اور سخت سست کہا۔ انھوں نے عرض کیا حضور؟ کچھ پتہ نہیں چلتا۔ ہم رات بھر نہیں سوئے اور تلاش کرنے کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔ ہمیں اسکے سوا اور کچھ معلوم نہیں ہوا کہ محمد علی کل فرنگی سوداگر مسٹر لیون کی دوکان پر اور بازار گیا اور گھر کا سامان اور ضروری کپڑے اور کھانے کی چیزیں خرید کر لایا۔ اور اُس بڑھیوں کے بیان کے موافق جنکو جاسوسی کیلئے مقرر کیا گیا تھا محمد علی نے جو کچھ خریدا تھا ایک ایک کر کے بیان کر دیا۔ یہ سُنکر پاشا کے تیور بدل گئے اور اُسکی آنکھوں سے آتش انتقام کے شرارے اڑنے لگے۔ اس نے پوچھا محمد علی نے رات کس کام میں گذاری اور کیا اسکے پاس کوئی اور تھا۔ دونوں نے جواب دیا ہم یہ نہیں دریافت کر سکے۔ پاشا نے انکو جھڑکا اور ملامت کر کے کہا کہ آج شام تک دریافت کر کے بتاؤ۔ پوری کوشش نہ کی تو مارے کوڑوں کے دونوں کی کھال اُڑا دونگا۔ [illegible] ہوتے وہ دونوں خوجے محمد علی کے جھونپڑے کی طرف گئے اور اسکو مقفل پا کر یہ چال چلے کہ اُسکے پاس کی ایک پُرانے جھونپڑے میں آگ لگا دی اور چیخنا چلانا شروع کیا۔ لوگ پاس آکر جمع ہو گئے دونوں محمد علی کے جھونپڑے کے پاس جا کر زور زور سے پکار کرنے لگے۔ باہر نکل آؤ اور اپنی جان بچالو ورنہ آگ لگ جائیگی۔ لیکن کچھ جواب نہ آیا۔ گویا محمد علی حیلہ کو سمجھ گیا اور انکے قریب نہیں آیا یا وہ وہاں تھا ہی نہیں بلکہ کسی دوسری جگہ چھپ رہا تھا جسکو اسکے سوا کوئی جانتا ہی نہ تھا۔

دوسرے دن عثمان باغ کے اُس حصہ کی طرف گیا جو اسکی تفریح کیلئے باقی رہ گیا تھا۔ خواجہ سراؤں کے پٹنے اور چیخنے چلانے سُنکر بہت متاثر اور رنجیدہ ہوا۔ خاصکر اس لئے کہ اسے آن کے گناہ ہونیکا باعث معلوم تھا۔ اسی حال میں محمد علی آگیا اسے دیکھکر عثمان کا غم دور ہو گیا۔ اور خوشی سے اسکی طرف ہاتھ بڑھا دیا اور مرحبا کہکر زیادہ غائب رہنے کی شکایت کرنے لگا۔ محمد علی نے کہا کہ اپنے سپاہیوں کیلئے ضروری سامان مہیا کرنے میں مشغول تھا۔ محمد علی جس بات کو دوست سے چھپانا چاہتا تھا وہ اس سے پوشیدہ نہ تھی اسلئے اسنے مسکرا کر اسے اپنے برابر بٹھا لیا اور گلے میں باہیں ڈالکر آہستہ آہستہ باتیں کرنے لگا۔ محمد علی؟ تم میری باتوں سے نہ بدکو اور جو کچھ میں کہتا ہوں غور سے سُننا۔ بہت سے لوگ ہماری نگرانی کرتے رہتے

...ہاری حالت کو جتنا تم خیال کرتے ہو اس سے میں زیادہ جانتا ہوں اور خسرو پاشا تو اگر اپنا
...سارا مال خرچ کر ڈالے تو بھی اُسے خبر نہو۔ اسوقت جو جن کوڑے برس رہے تھے میں انکی
...ہو زاری کی آواز سن رہا تھا۔ انہیں ابتک اسکا پتہ نہ لگا کہ تم نے کل کی رات کہاں گذاری۔ تم
...سے یہ نہ کہنا کہ میں اپنی جھونپڑی میں تھا اسلئے کہ انہوں نے تمہارے پاس کی جھونپڑی کو جلا دیا
...چیخ چلا کر تمام شہر کو سر پر اٹھا لیا تاکہ تم نکل آؤ اور انہیں معلوم ہو جائے کہ تم یہاں ہو لیکن انکا
...بلہ کارگر نہوا۔ میں جانتا ہوں کہ تم آفتاب غروب ہونیکے بعد بردوست کی طرف گئے تھے تم
...ت تیز جارہے تھے راستہ میں ایک کمزور آدمی کو دھکا دیکر گرا دیا تھا اور اُسکی بات کی کچھ
...وا نکی۔ پھر تم نے ساحل کا رُخ کیا اور چٹانوں پر چڑھتے ہوئے اُس غار میں پہنچے جسکو میرا اور
...ٹرلیون کے سوا اور کوئی نہیں جانتا ہے۔ وہی جسکے دروازے پر ہم تم اُسدن ملے تھے
...ب اپنی ماں کے ساتھ ہی بھوک سے خودکشی کرنا چاہتے تھے۔ تم نے اس وحشتناک مکان نہیں
...اس قصر سعید میں رات گذاری۔ ابتو خوف و دہشت کے مارے محمد علی کے چہرہ پر ایک رنگ آتے اور
...جانے لگا اور وہ گھبرا کر اپنے دوست عثمان کیطرف دیکھکر بولا خدا کیلئے ایسا نہو کوئی سن لے۔ اور
...ہیں یہ کیونکر معلوم ہوا؟

عثمان۔ (مسکرا کر) تم نہیں جانتے کہ میں تمہیں کتنا پیار کرتا ہوں۔ مجھے تم سے از حد الفت ہے
...ر چاہتا ہوں کہ جو کچھ تمہاری خواہش ہو اُسے پورا کردوں لیکن میں اپنی بدقسمتی سے اپنا ارادہ
...را کرنے سے قاصر ہوں۔ چونکہ تمہاری خوش نصیبی میری خوش نصیبی ہے اسلئے میں تم سے کم
...ہارے لئے بیدار اور تمہاری حرکات کا نگراں ہوں اور بقدر امکان تمہاری حفاظت کرتا
...ہوں اور کوشش کرتا رہتا ہوں کہ جس خطرہ میں تم ہو اور تمہاری جو بدیہ مبتلا ہو جانیکا اندیشہ ہے
...س سے تمہیں بچا لوں۔ میں دیکھتا ہوں کہ تم جوانمردی و دلیری اور مردانہ صفات کے باوجود بزرگی کے
...رے ہو اور بے دھڑک اپنے آپکو خطرہ میں ڈال رہے ہو۔ تم نہیں جانتے کہ تمکو خسرو پاشا کے
...لگائے ہوئے جاسوس گھیرے ہوئے ہیں۔ اُسے معافی کا پروانہ جسکے حاصل کرنے کیلئے جان دینا
...مل گیا ہے اور لینے کیلئے جہاز آگیا ہے مگر اُسے نہ معافی کا خیال ہے اور نہ کوچ کرنے کی
...جلدی بلکہ اُس نے کپتان سے کہدیا ہے کہ شاید مجھے ایک ہفتہ رکنا پڑے۔ وہ تم سے بہت ناراض ہے
...اس سے ایسا مفسد جیلہ جو آدمی ناخوش ہو موت اسکے سامنے ہے۔ وہ جانتا ہے کہ جو ہرہ
...کے غائب ہو جانے میں تمکو دخل ہے۔ وہ برابر تمہاری گھات میں لگا ہوا ہے اور جب جوہرہ

Marfat.com

ملیگی اُس سے سخت انتقام لیگا تاکہ تمہاری اور اسکی طرف سے اپنے دل کا بخار نکالے
یہ سنکر محمد علی کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ اور کہنے لگا کیا یہاں بھی پاشا کی حکومت ہے کہ جسے
چاہے سزا دے اور جسے چاہے مالا مال کردے۔

عثمان۔ بیشک خصوصاً۔ جبکہ وہ اپنے منصب پر بحال ہوگیا۔ اب اسکا حکم تمام اطراف
سلطنت میں واجب الاتباع ہے میں تم سے بات کو چھپانا نہیں چاہتا جس سے تم اور بابا جان
واقف ہیں اور جس پر خسرو پاشا اور جوہرہ نے اتفاق کیا تھا۔ یعنے جوہرہ نے اپنے آپکو اپنے والد اور
فقہا کے چھڑوانے کیلئے بیچ دیا ہے۔ اسنے اپنے آپکو اُسکا بتا کر کے اُسے بیوقوف بنایا۔ اور
غائب ہوگئی۔ اسلئے تمکو بہت ہوشیار رہنا چاہئے۔ یاد رکھو کہ جوہرہ کی تلاش میں دونوں خوجہ سرا
سر توڑ کوشش کررہے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر ہفتہ ختم ہونے سے پہلے وہ نہ ملی تو قتل کردئے
جائینگے۔ آج رات تم اپنے غار میں جاؤ بلکہ اپنے جھونپڑے میں ہو تاکہ جاسوس دھوکے میں
پڑے رہیں۔ خوب جان لو کہ تمہاری جوہرہ کو سخت خطرہ کا سامنا ہے۔ تمہاری ذرا سی لغزش
اُسکو مصیبت میں پھنسا دیگی مجھپر پورا بھروسہ رکھو کیونکہ جو کچھ خسرو پاشا کے گھر میں ہوتا ہے اُسے
میں ایک ایسے جاسوس سے معلوم کرلیتا ہوں جو نہ غافل ہوتا ہے اور نہ سوتا ہے۔ میری بہن عائدہ پاشا
کے حرم سرا میں اکثر جاتی ہے اور تم جانتے ہو کہ عائدہ تم سے بیحد محبت کرتی ہے اور اس نے
ارادہ کرلیا ہے کہ اپنے شوہر سے طلاق لیکر تم سے نکاح کرے۔ مینے اُسکو تمہارے حال سے آگاہ
کردیا ہے اور کہدیا ہے کہ تمہارا دل دوسرے کی محبت میں پھنسا ہوا ہے۔ اس سے اسکا رنج
وغم اور تمہاری محبت اور زیادہ ہوگئی اور وہ تمہاری خوشنودی حاصل کرنے اور تمکو مصیبت سے
بچانیکے لئے برابر کوشش کرتی رہتی ہے۔ وہ مجھ سے کہہ چکی ہے اگر میں ایسی خوش نصیب نہ
بھی ہوئی کہ محمد علی اپنا دل مجھے دے تو بھی کم سے کم میں اُسے صاحب اقبال بنادونگی
محمد علی کو عائدہ کی عالی حوصلگی بلند ہمتی پر بہت تعجب ہوا۔ اور عثمان سے کہنے لگا میری
طرف سے میرا سلام اور شکریہ انہیں پہنچا دینا مگر میرے ہر راز سے انہیں آگاہ نکرنا۔

عثمان۔ اس سے تم مطمئن رہو عائدہ کو تمہارا خاص بھید معلوم نہیں ہے لیکن وہ جانتی ہے
جب سے تمنے خسرو پاشا سے سخت کلامی کی ہے اُسوقت سے وہ تمہارا سخت دشمن ہوگیا ہے اور
ایذارسانی کے درپے ہے اُسے تمپر رحم آیا اور اس نے بار بار حرم میں جاکر خبریں لینا شروع کیں
تمہارے متعلق وہاں کوئی ایسی بات نہیں ہوتی جو اس سے چھوٹ جاتی ہو۔

Marfat.com

محمد علی۔ کیا خسرو پاشا میرے اور جوہرہ کے تعلق کو جانتا ہے؟

عثمان۔ ہاں۔ وہ جوہرہ کو پہلے ہی مرتبہ دیکھکر یہ جان گیا تھا۔ اور وہ سمجھتا ہے کہ تمہیں معلوم ہے کہ جوہرہ کہاں ہے۔ ورنہ تمہارے چہرہ پر بیقراری اور بےچینی کے آثار نمایاں ہوتے۔ تمہاری آج اور کل کی حالتوں میں جو فرق ہے وہ ایسا نہیں جو اس سے چھپا رہے۔ میں تمہیں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ تم سے جہانتک ہو سکے حفاظت کرو اور آج اپنے غار میں جاؤ۔ مناسب یہی ہے کہ [illegible] پاس رہو۔

محمد علی۔ مجھے غار میں جانا ضروری ہے [illegible] کہنے کے موافق میں ضرور حفاظت کرونگا۔ میں تمہارے احسان اور محبت کا کسطرح شکریہ نہیں ادا کر سکتا۔ میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے اس قابل کرے کہ میں تمہارا بدلہ اتار سکوں۔ کل تک تمکو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔

عثمان۔ رخصتی کا بوسہ لیکر جاؤ اور یاد رکھو کہ بہت سے لوگ تمہاری گھات میں ہیں نسیان اکثر انسان پر غالب آ جاتا ہے۔ اور شاید حال میں تم اپنے آپکو بھی بھول جاؤ۔ لیکن میں تمہاری خاطر ہوشیار رہونگا اور جب کوئی اندیشہ کی بات ہوگی میں کوٹھے پر سے ایک بندوق چلاؤنگا اور جب کوئی [illegible] آئیگی جس میں تمہارے لئے خطرہ زیادہ ہو تو دو بندوقیں۔ اسکے بعد [illegible] ہوشیار ہو جانا اور جب دوسری آواز سنو۔ تو جہاں کہیں [illegible] جانا۔ جاؤ خدا حافظ۔

تیسری چال

محمد علی کے چلے جانے کے بعد عثمان اپنے دوست کے حالات کو سوچتا رہا۔ اس نے ارادہ کیا کہ اپنے باپ کو ساتھ لیکر خسرو پاشا کے پاس جائے اور [illegible] دونوں اس بات کی کوشش کریں کہ [illegible] خسرو پاشا سے اس بات [illegible] لیکن [illegible] ناسپاسی سے اسے نفرت تھی اسلئے [illegible] کہ وہ اسکے مکان میں خودمختاری سے جسطرح چاہتا تصرف کرتا تھا [illegible] شکرگذاری اور مہمان نوازی کا اظہار نکرتا۔ زیادہ غور کے بعد وہ اپنے دوست محمد علی کے بچانے کی خاطر اپنی خودداری کو خاک میں ملانے اور ذلت برداشت کرنے پر آمادہ ہو گیا اور اپنے والد کے پاس جاکر انہیں اپنے ارادہ سے مطلع کیا اس نے اس رائے کو پسند کیا اور دونوں

Marfat.com

خسرو پاشا کے کمرے کیطرف گئے۔ پہلے حاکم اندر گیا پاشا نے اسکا استقبال کیا اور بیٹھا ہی تھا کہ حاکم نے بات کرنی شروع کر دی۔ اور پاشا کے جلد سفر کرنے اور شرف اقامت سے محروم ہونے پر سخت افسوس ظاہر کیا۔ پھر کہا میرے بیٹے عثمان کو بھی اسکا بہت صدمہ ہے اور باوجود کمزوری کے وہ بھی میرے ساتھ آیا ہے تاکہ اپنے رنج مفارقت کو ظاہر کر سکے۔ آپکی اجازت کا منتظر ہے جب خسرو پاشا نے اس تعظیمی فقرہ کو سنا اسکی پیشانی چمکنے لگی اور خود کھڑے ہو کر عثمان کو بلالیا اور اندر لا کر اپنے پہلو میں بٹھایا اور حسان کو اشارہ کیا کہ اپنے بیٹے کے پاس بیٹھ جائے۔

عثمان۔ جناب؟ مجھے معلوم ہوا ہے کہ کل آپ ہمارے شہر کو چھوڑ دینگے اسلئے مجھے جو صدمہ ہوا اسکو میں بیان نہیں کر سکتا۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ آپکے سفر کا انجام نہایت مبارک ہے لیکن آپکی تشریف آوری سے ہم لوگونکو ایسی عزت اور اتنا بڑا فخر حاصل ہوا کہ زمانہ ہم پر حسد کرنے لگا۔

خسرو پاشا۔ (مسکرا کر) میں نہیں جانتا کہ میں کل سفر کرونگا۔ بہرحال میں اس شہر میں رہنے سے جہاں کوئی کام ہے نہ کوئی مشغلہ آزردہ ہو گیا ہوں۔ اور غیر متمدن قوم میں تمہارے زندگی بسر کرنے پر رنج کرتا ہوں عثمان؟ میں خیال کرتا ہوں کہ یہ طرز معاشرت تمہاری صحت کے موافق نہیں ہے۔ اسلئے میں چاہتا ہوں کہ پایہ تخت پہنچنے کے بعد تم میرے پاس چلے آؤ۔ تمکو وہاں دلبستگی کا بہت کچھ سامان نظر آئیگا۔ تمہاری صحت پر اسکا بہت اچھا اثر ہوگا اور تمکو آیندہ ترقی کا موقع بھی ملجائیگا اگر تم اپنے والد کی جدائی گوارا نہ ہو تو میں انکے مناسب حال کوئی دوسرا امر کر تجویز کر دوں تاکہ تمہارے احسان اور مہمان نوازی کا کچھ حق ادا کر سکوں۔ اگر تمکو یہ بھی منظور نہ ہو تو میں تمہاری کوئی اور حاجت پوری کر دوں یا کسی خواہش کو حاصل کرا دوں کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ زیر بار احسان ہوں تمکو معلوم ہو گیا ہوگا کہ میں اپنے عہدہ پر پہنچ گیا ہوں۔ اور جیسا کچھ میرا اثر و اقتدار ہے وہ بھی تم سے پوشیدہ نہیں اسلئے جو کچھ تم طلب کروگے وہی پاؤگے۔

حسان۔ حضور؟ خدا نے جو کچھ دے رکھا ہے میں تو اسی پر قانع ہوں اور دنیا میں میری صرف یہی آرزو ہے کہ میرے اس لڑکے کی آرزو پوری ہو جائے۔ لہذا جو کچھ یہ آپ سے طلب کرے وہی میری آرزو ہے۔

خسرو پاشا۔ (عثمان کو نہایت محبت و شفقت سے دیکھکر) عثمان؟ تمہارا جو دل چاہے طلب کرو میں نبی کریم اور خسرو پاشا کے سر کی قسم کھاتا ہوں کہ تمہاری درخواست کو پورا کرونگا خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔

Marfat.com

عثمان۔ (تاکیداً دوبارہ قسم لیکر اور ارمان بھری نگاہ سے دیکھکر) حضور! میری صرف ایک خواہش ہے، وہ یہ کہ محمد علی کو کسی طرح کا صدمہ نہ پہنچایا جائے اور نہ کوئی ایسی بات کیجائے جس سے اسے رنج ہو۔ خسرو پاشا دیر تک عثمان کو دیکھتا رہا اور کچھ جواب نہیں دیا۔ عثمان نے نہایت پر درد اور نرم لہجہ سے کہا حضور! آپ دیکھتے ہیں کہ میں بیمار ہوں اور میری زندگی ایک ٹمٹماتے ہوئے چراغ کی ہے معلوم نہیں کس وقت ہوا کا جھوکا آکر اسے گل کردے اور اس مختصر سی زندگی میں میرے لئے محمد علی کے سوا اور کوئی دلبستگی کا سامان نہیں جبتک وہ میرے پاس ہے میں خوش نصیب ہوں۔ چونکہ میں دیکھ چکا ہوں کہ اسنے جوانی کے نشے اور بزرگوں کے آداب صحبت سے ناواقف ہونیکی وجہ سے آپکی جناب میں گستاخی کی جرأت کی ہے اسلئے میں آپ سے سفارش کرتا ہوں کہ آپ اسکی بات کا خیال نہ فرمائیں اور میری اس آرزو کو پورا کردیں میں امید کرتا ہوں کہ آپ مقدس قسم کھانیکے بعد اسکو منظور کرنے میں تامل نہ کرینگے۔

پاشا۔ میں نہیں جانتا کہ تمکو میری طرف سے اپنے دوست کے حق میں کیوں اسقدر خوف ہے۔ مجھے اسکا بالکل خیال ہی نہیں ہے۔ میں اس سے انکار نہیں کرتا کہ میں اسکی بے خیالی و سخت کلامی کیوجہ سے اس سے متنفر تھا۔ اگر تمہاری یہی خوشی ہے تو میں تمہاری خواہش کو منظور کرتا ہوں اور خدا کو اس معاملہ میں گواہ کرتا ہوں کہ میں ہرگز اسکے آزار کے درپے نہونگا لیکن اگر وہ مجھ سے کسی اور شہر میں ملا اور میرے درپے ہوا یا یونہی آداب صحبت سے جاہل رہا تو بلاشبہ اسکی جان کی خیر نہیں۔ پھر نرم لہجہ میں عثمان سے کہنے لگا تو میں نے تمہاری خواہش کے موافق قسم کھالی اور یہ صرف تمہارے احسان کا بدلہ ہے۔ اب تم خوش ہوگئے؟

عثمان نہایت ادب سے پاشا کے سامنے جھک گیا اور اسکی مہربانی کا شکریہ ادا کیا اور ادب کے ساتھ اٹھکر جانیکی اجازت طلب کی اور دونوں دعائیں دیتے ہوئے باہر نکل آئے

تنہائی میں خسرو پاشا عثمان کی ذکاوت۔ اپنے وعدہ۔ اور محمد علی کے ہاتھ سے نکل جانے پر غور کرکے نہایت پیچ و تاب کھاتا رہا۔ دونوں خواجہ سراؤں کو بلاکر دریافت کیا کہ جو کام انکے سپرد کیا گیا تھا اسکا کچھ پتہ چلایا۔ انہوں نے نہایت عاجزی سے اسکے سامنے دوزانو بیٹھکر کہا ابھی تک کچھ نہیں معلوم ہوا لیکن امید ہے کہ جلد معلوم ہوجائے کچھ کھوج ملگیا ہے۔ حقیقت حال معلوم ہوجانے پر عرض کیا جائیگا۔ پاشا نے اپنی رضامندی ظاہر کی اور انکو یاد دلایا کہ اب صرف چار دن رہگئے ہیں یا تو لڑکی کو تلاش کرلو ورنہ قتل کئے جاؤگے

Marfat.com

انکو یہ بھی ہدایت کی کہ محمد علی کی جان کی حفاظت کریں اور اسکو کسی قسم کی تکلیف نہونے پائے اور فہمایش کردی کہ اگر کوئی میرے سفر کا حال دریافت کرے تو کہدینا کہ میں کل شام کو جاؤنگا۔ انکو رخصت کر کے کمرے میں ٹہلنے لگا اور اس خیال سے بیچین ہونے لگا کہ مینے کیوں محمد علی کی جان کی حفاظت کا وعدہ کر لیا مگر ذرا دیر کے بعد پشیمانی کے دور ہو جانے سے اور دل ہی دل میں کہنے لگا اگر اس کمینے کو جوہرہ سے تعلق ہے جیسا کہ میں خیال کرتا ہوں تو جوہرہ سے انتقام لینا اسی سے انتقام لینا ہے بلکہ اسکے مارنے سے زیادہ مجھے اس لڑکی کا ڈھونڈ نکالنا نہایت ضروری ہے میں خواجہ سرا شکاری کتوں کی طرح اپنے شکار سے ناکام نہیں ملتے جب وہ مجھے ملجائیگی پھر اسکے سامنے قتل کرونگا تاکہ وہ بھی بے موت مر جائے۔

خسرو پاشا کے سفر کی خبر سنتے ہی ... معلوم ہوا جوہرہ کے گم ہو جانیکے بعد انہیں پورا یقین ہو گیا تھا کہ انکی ... وہ ہونا نہ حاکم دو ناخراج طلب کرتا نہ انکے سر آور دو لوگوں کو قید اور قتل کی ... لڑکی کو خرید کر ایک احسان سے دھوکا دیسکتا اور نہ انکے شیخ کی پاکدامن لڑکی گم ہوتی۔ پہاڑ والوں کا یہ عقیدہ تھا کہ جوہرہ نے اس سے بچنے کیلئے خودکشی کر لی کیونکہ بعض لڑکوں نے یوسف اور اس کی بیوی کو چوٹی پر چڑھتے دیکھا تھا اسلئے انہیں یقین ہو گیا تھا کہ وہ دونوں سمندر میں کود پڑے ... شیخ اپنی بیٹی کے غم میں بستر پر پڑا موت کی دعائیں مانگ رہا تھا تاکہ رنج و غم سے نجات پا جائے جب شام ہوئی اور رات کی تاریکی چھا گئی اور سناٹا ہو گیا اور سب سو گئے مگر محمد علی تاریکی کا برابر انتظار کر رہا تھا اور جب اسکے گرد اندھیرا کا گھیرا وہ پڑ گیا وہ اپنی جھونپڑی سے نکلکر پہاڑ کی چوٹی کی طرف دوڑا اور رقیبوں کے خوف سے دائیں بائیں مڑ مڑ کر دیکھتا ہوا پہاڑ کی چوٹی پر جا پہنچا اور گردن بلند کر کے دیکھنے لگا کہ کوئی رقیب تو نہیں ہے اتنے میں چاند کے اوپر سے بادل ہٹ گیا اور اسکے سامنے چاندنی پھیل گئی جس سے اسے رقیبوں کے دیکھنے میں اور مدد ملی۔ وہ تیار ہو کر ... دیر آیا اور مقرر کردہ آواز دی اور دل کی حرکات کو زور زور کا تاکہ جواب سننے سے مانع نہو۔ تھوڑی دیر نہ گذر نے پائی کہ اس نے اپنی آواز کے جواب میں ہلکی سی آواز سنی اور فرط مسرت سے نعرہ مارا اور فوراً غائب ہو گیا اور پہاڑ کی غار نے اسے سب کی نظروں سے چھپا لیا۔

بہشت ارضی

بچھڑے ہوئے عاشق و معشوق اس غار میں مل گئے۔ وہ خیال کرتے تھے کہ انکی جدائی کو

سالہا سال گذر گئے۔ ایکدوسرے سے بغلگیر ہو کر دونوں دنیا و مافیہا سے ایسے بیخبر ہوئے کہ گویا فردوس بریں میں جا پہنچے۔ محمد علی کبھی جوہر کو لپٹاتا اور کبھی اُسکا مُنہ دیکھتا بلائیں لیتا آنکھوں اور لب رخسار کو بوسہ دیتا۔ اس سے بھی تشفی نہوئی تو اسکے سامنے دو زانو بیٹھکر اسکے پاؤنکو چومنے لگا۔ مگر جوہرہ نے محمد علی کو اس سے روکدیا اور دونوں بیٹھکر ایکدوسرے کا مُنہ تکنے لگے۔ محمد علی نے ایک آہ سرد بھر کر کہا جوہرہ؟ کیا تم مجھے معاف کروگی۔

جوہرہ۔ (اپنا سر محمد علی کے سینہ پر رکھکر) پیارے؟ کیسی معافی چاہتے ہو؟

محمد علی۔ اپنی زیادتیوں کی جو میں نے تم پر بیجا اتہام لگا کریں۔ آہ اس گھڑی کی یاد مجھے کس قدر ستاتی ہے جسمیں میں نے تمہاری محبت پر لعنت بھیجی اپنے دل سے سکو نکال ڈالنے کا ارادہ کیا اور عورتوں پر خیانت کا بہتان لگایا اور یہ نہ سمجھا کہ انمیں تم جیسی فرشتہ خصلت پاکدامن موجود ہے۔ میں چاہتا تھا کہ اپنے دل سے محبت کے نام و نشان کو بالکل محو کر دوں میں نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ حوادث زمانہ سے لڑکر اور موت کے مُنہ میں گھسکر یا نو فخر و ناموری حاصل کر لوں اور اسطرح جو رنج و غم مجھے کھائے جاتے ہیں انہیں بھول جاؤں یا موت کا ہو جاؤں کہ آرام ملے لیکن اب تمہارے پاس رہنے کے سوا کوئی آرزو نہیں رہی۔ دنیا بھر کے جاہ و جلال کو اُس ایک لمحہ کے عوض خرید نا پسند نہیں کرتا جو تمہارے ساتھ اس بہشت میں گذرے۔ تمہارا ہاتھ میرے گلے میں سونیکا ہار ہے۔ تمہاری نگاہ لطف میرے لئے اقبال کا آفتاب ہے جو مجھپر چمک رہا ہے۔ اور تمہاری خوشبوئے دہن میرا عطر ہے تمہاری محبت میری بادشاہت کا تاج اور یہ غار میرا تخت ہے۔ تم ہی میرے لئے سارا جہان ہو تم ہی اور ہو۔

جوہرہ۔ (ناز سے) افسوس کاش میں بھی خوش بیان شیریں کلام ہوتی کہ اپنے خیالات کو ظاہر کر سکتی۔ مجھ سے کچھ کہتے بن نہیں پڑتا۔ مجھے اس وقت ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے جنت میں ہوں۔ خدا کرے ہمیشہ اسی میں رہوں۔ کیا اچھا ہو کہ ہم یہیں رہیں اور دنیا میں لوٹکر نہ جائیں۔

محمد علی۔ (جوہرہ کو سینہ سے لگا کر) ہاں۔ کیا اچھا ہو کہ ہم یہاں ہمیشہ رہیں اور دست بدست ایک ساتھ اس دنیاوی بہشت سے آسمانی بہشت کیطرف سفر کریں۔ لیکن اگر ہمیں مجبوراً دنیا کی طرف لوٹنا پڑے تو قسم کھاؤ کہ تم میری محبت سے نہ پھروگی۔

جوہرہ۔ پیارے؟ ایکدن کی زندگی ہے۔ تم کیوں اپنی طبیعت کو بگاڑتے ہو۔ یہ خیال بھی نکرو کہ جوہرہ صبح کی قسم شام کو توڑ دیگی۔

محمد علی۔ (پیار کی نگاہوں سے دیکھکر) جوہرہ؟ تم سچ کہتی ہو۔ مگر شاید خدا نے

ہماری تقدیر میں لکھا ہو کہ ہم اس ایکدن کو خیر و خوبی کے ساتھ نہ گذار سکیں۔ اگر تمہارا رخ انور کی روشنی زندگی کو روشن نکرے تو وہ بالکل تاریک بے لطف ہے۔ ۔ ۔ دیکھو چاند اس سوراخ سے اپنی روشنی کسطرح اندر بھیج رہا ہے گویا وہ ایک جاسوس ہے جو ہماری چغلی کھایا جاتا ہے۔ اے چاند؟ چھپ جا اور دو ستوں کے آرام میں خلل انداز نہو اگر میری جوہر مجھ سے دور ہوگئی تو مجھے زندگی میں کچھ مزہ نہ رہیگا کیونکہ یہی میری ایک غمگسار ہے۔ محمد علی نے پھر جوہر کو اپنے سینہ سے لپٹا لیا گویا وہ ڈرتا تھا کہ کوئی اسکے ہاتھ سے چھین لیگا۔ وہ اسی حالت میں تھا کہ رات کے سناٹے میں ایک گونجتی ہوئی آواز آئی۔ محمد علی گھبرا کر کھڑا ہو گیا۔

جوہرہ۔ (محمد علی کو پکڑ کر) پیارے! کہاں؟ تمہیں کیا ہو گیا؟

محمد علی۔ میں نے بندوق کی آواز سنی جسکو عثمان نے مجھے اس خطرہ سے آگاہ کرنے کیلئے چلایا ہے جو ہمیں گھیرے ہوئے ہے۔ اب یہاں سے جانا ضروری ہے۔ افسوس زمانہ کا ستم انسان کی خوشی کو پورا نہیں ہونے دیتا خسرو پاشا سفر کرنیوالا ہے۔ اس نے جاسوس چھوڑ رکھے ہیں کہ تمکو تلاش کریں اور میرے نگراں رہیں اور دیکھیں کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ اسے یہ نہ معلوم ہونا چاہئے کہ میں رات بھر باہر رہا اسلئے مجھے اپنے جھونپڑے میں جانا چاہئے۔ صبح ہوتے ہی یہ ظالم سمندر پر ہوگا اسوقت مطلع صاف ہوگا اور ہم تم پھر ملجائینگے اور صرف یہ غار نہیں بلکہ تمام عالم ہمارے لئے جنت ہو جائیگا

جوہر۔ (گھبرا کر) تم چلے جاؤ گے اور مجھے یہاں اکیلا چھوڑ دو گے؟

محمد علی۔ ہاں پیاری تمہیں یہیں رہنا چاہئے مجھے ڈر ہے کہ اس نے ہمارا پوشیدہ حال دریافت کرنے کیلئے اپنے سفر کی خبر مشہور کر دی ہو تم اتنی دیر تم انتظار کرو میں اسکی تحقیق کر آؤں۔

جوہر۔ پہلے میں نہیں ڈرتی تھی لیکن اب مجھے یہاں تنہائی کا خیال ستاتا ہے۔ پھر اسے اپنے باپ کا خیال آگیا اور رو کر کہنے لگی پیارے؟ تمہیں ابا جان کی بھی کچھ خبر ہے مجھے انکا بہت رنج ہے اور ڈر ہے کہ غم انکا کام نہ تمام کر دے۔

محمد علی۔ رنج نکرو تمہارے باپ خیریت سے ہیں ہم تم جب انکے ساتھ انکے پاس جائینگے وہ تمہیں دیکھکر بہت خوش ہونگے۔ یہ کہکر اس نے جانیکا ارادہ کیا۔ جوہر لپٹ گئی اور کہنے لگی تمہیں خدا کی قسم مجھے اس کال کوٹھری میں تنہا نہ چھوڑو مجھے اسوقت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سامنے سے ڈراونی صورتیں مجھے ستانے کیلئے آرہی ہیں میں تمہارے ساتھ موت کے منہ میں بھی جانے سے نہیں ڈرتی لیکن تمہاری جدائی میری آنکھوں کو تاریک اور خوف و دہشت کو سامنے لا کھڑا

Marfat.com

رہی ہے۔ خدا کیلئے تم مجھے تنہا نہ چھوڑو ۔

محمد علی حیرت کا پتلا بنکر کھڑا ہو گیا اسکی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کرے۔ حکمت و عقل کی رہبری کرے اور باہر نکل کر دیکھے کہ کیا خطرہ ہے اور اسکا تدارک کرے یا محبوبہ کی اطاعت کرکے درد و رنج و مصائب کے پہاڑ اپنے اور اسکے سر پر لائے۔ پھر اسے خیال آیا کہ اسکے یہاں ہونیکی کس کو خبر ہے کہ اسے کوئی نقصان پہنچا سکے۔ اگر خسرو پاشا کو یہ جگہ معلوم بھی ہو گئی تو وہ اپنی محبوبہ کو نامعلوم راستے لیکر ساحل پر جا پہنچیگا اور کسی ریگی کشتی تیار کرکے دونوں اسپر سوار ہو جائینگے اور بسے چٹانوں کے درمیان خوشی منانے سے موجوں کے درمیان خوشی منائینگے ..... ابھی یہ عزم پکا نہ ہونے پایا تھا کہ ایک اور آواز آئی جس نے موجودہ خطرہ کی اہمیت کو اور بڑھا دیا اور اس نے ہر طرف دیکھکر کہا۔ جوہر! میرا جانا ضروری ہے۔ تم یہیں رہو اسی میں ہماری زندگی ہے ورنہ خطرہ قریب آگیا اور نکلنا دشوار ہے۔ عثمان ہمارے لئے بیدار ہے اور نگرانی کر رہا ہے اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ جب ہوشیاری کا وقت آئیگا میں ایک فیر سے متنبہ کرونگا اور جب خطرہ قریب اور خوفناک ہو جائیگا دوسرا کرونگا میں اب دوسری آواز سن چکا ہوں اسلئے کوئی بہت بڑا خطرہ ضرور پیش آنیوالا ہے۔ تم مجھے جانے دو اور دل کڑا کئے بیٹھی رہو میں تھوڑی ہی دیر میں تمہارے پاس واپس آتا ہوں علاوہ اسکے صبح ہو گئی ہے اور آفتاب نکلا چاہتا ہے جب میں چلا جاؤں کل کیطرح پتھر سوراخ پر رکھدینا اور غار کے اندر گھس کر میرا انتظار کرنا۔ اور میری خاص آواز کے سوا جو میں نے تمکو بتا دی ہے کسی کی آواز کا جواب نہ دینا ۔

اتنے میں تیسری آواز بھی آگئی اور محمد علی جھٹ پٹ کھڑا ہو گیا اور سمجھ گیا کہ خطرہ اسکے گمان سے بہت زیادہ سخت ہے اور کہنے لگا پیاری جوہر! رخصت ہوتا ہوں۔ قریب جاکر بوسہ لینا چاہا مگر اسکا رنگ بدلا ہوا دیکھکر گھبرا گیا گود میں لیکر غار کے دروازہ پر آیا اور بیہوش دیکھکر اسکا ایک بوسہ لیا اور کہا میں اس بوسے سے اپنی محبت کی صداقت پر ہمیشہ کیلئے مہر لگاتا ہوں تم بھی ایسا ہی کرو۔ لیکن اسے بدحواس دیکھکر ڈرا کہ کہیں اپنی حالت سے غافل نہ ہو جائے اسلئے اسے اٹھاکر خود غار کے اندر پہنچا دیا اور باہر نکل آیا۔ مگر اسکا دل جدائی کے خوف سے بیٹھا جاتا تھا اور اسکے کان میں محبوبہ کی الوداع الوداع کی آواز آرہی تھی۔

(۲) دوسرا حصّہ

ممالیک

پہلی فصل

انتقام

جب عثمان اپنے دوست محمد علی کو نشیب و فراز سمجھا چکا۔ تو محمد علی اس کے پاس سے نکل کر باہر چلا گیا۔ اور عثمان باغ مین رہگیا۔ اپنے دوست محمد علی کے لیئے جاگتے رہنے اور حتے الامکان ان مشکلات کو دور کرنے کی قسم کھائی جن کا محمد علی کو سامنا تھا۔ عثمان کے دو خیر خواہ غلام تھے جو صداقت و محبت سے اس کی خدمت کرتے تھے۔ وہ انپر اعتبار کرتا اور وہ اس پر بھروسہ رکھتے عثمان نے اُن مین سے ایک کو باین خیال کہ کہین محمد علی کسی ایسی بلا مین نہ پھنس جائے۔ جو ابھی وہم و گمان سے بھی دور ہے۔ نگاری دوسرے نگرانی کے لیئے بھیجدیا۔ اور دوسرے کو ضرورت کے وقت کام لینے کے واسطے اپنے پاس رکھا۔ جب رات زیادہ تاریک ہوگئی۔ تو دفعتہً عثمان نے دیکھا کہ خسرو پاشا کے کمرون مین روشنی اِدھر سے اُدھر آجا رہی اور غیر معمولی نقل و حرکت ہو رہی ہے۔ یہ دیکھکر اُسکے دل مین خوف پیدا ہوا۔ غلام نے بھی آکر خبر دی کہ پہاڑ کی چوٹیون پر آدمی چل پھر رہے ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ محمد علی کی جان خطرہ مین ہے۔ عثمان نے یہ سُنتے ہی اسے حکم دیا کہ فلان جگہہ کھڑا ہوکر بندوق چلائے۔ اور محمد علی کا انتظار کرتا رہے اور جب وہ آجائے فوراً میرے پاس پہونچادے۔ عثمان یہ حکم دے کر خود پڑا ہوا فکر و تردد مین پیچ و تاب کھاتا رہا۔ مگر دوست کی محبت اور اس کی جان کے خطرہ کی خبر نے اس کے کمزور جسم مین بھی قوت پیدا کردی تھی۔ خسرو پاشا کے کمرے کے پاس والے باغ مین جاکر ایسی جگہہ بیٹھ گیا۔ کہ سب کچھ دیکھ سُن سکے۔ تھوڑی دیر مین بندوق کے پہلے فیر کی آواز گونجتی ہوئی دور تک چلی گئی۔ عثمان نے اس آواز کو سُن کر کہا اس نے بلاشبہ میرے دوست تک پہنچکر اس کو

Marfat.com

ہوشیار کر دیا ہوگا۔ جو کچھ اس کمرے مین ہو رہا ہے مجھے اسکا حال معلوم کرنا ضروری ہے
تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھا رہا۔ اتنے مین ایک دروازہ کھلا۔ اور اُس مین سے دو آدمی کوئی چیز
لیئے ہوئے جس پر سفید چادر پڑی ہوئی تھی۔ برآمد ہوئے۔ اور ایک دوسرے دروازہ سے
جو باہر جاتا تھا نکل گئے۔ اُنکے نکلتے ہی دروازہ مقفل کر دیا گیا۔ عثمان اسے دیکھ کر متحیر
رہگیا۔ اور اسکی سمجھ مین نہ آیا کہ کیا معاملہ ہے۔ مگر اُس نے اپنے دل کو یہ کہکر تسکین دی کہ شاہ
کا کچھ سامان ہوگا۔ جسے وہ کشتی پر بھیج رہا ہے تاکہ کل سفر مین کوئی امر مانع نہ ہو۔ جب ہلچل
مٹ گئی۔ اور کوئی نئی بات نظر نہ آئی۔ اپنے بستر پر لیٹ کر آرام کرنے لگا۔ کچھ عرصہ نہین گذرنے
پایا تھا۔ کہ پیرون کی آہٹ پاکر اٹھ بیٹھا۔ اپنے غلام اور اُسکے پیچھے محمد علی کو آتے دیکھکر اُسکے
استقبال کیلئے دوڑا۔ محمد علی نے عثمان کو سلام کرکے دریافت کیا کہ تمنے مجھے کیون بلایا۔
عثمان نے اس کو سارا قصہ کہہ سنایا۔ اور اصرار کیا۔ کہ آج کی رات یہین رہو کہ کسی قسم کا کھٹکا نہے
خسرو پاشا کل صبح چلا جائے۔ پھر تمہارے لیئے میدان صاف ہے۔ جو چاہنا کرنا۔ محمد علی نے
کہا دوست مجھے معاف رکھو۔ تم ہی بتاؤ۔ بھلا یہ کیونکر ہوسکتا ہے۔ خود ہی بیان کر چکے ہو
پہاڑی پر لوگ چل پھر رہے ہین۔ کیونکر مجھے اپنی پیاری کو تنہا اُن خطرون مین چھوڑ کر
یہان چین آسکتا ہے۔ مجھے اسی وقت جانے دو۔ میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ کوئی ناگوار
بات واقع ہوئی ہے۔ اگر تمہارا تمنچہ بھرا ہو۔ تو مجھے دیدو۔ عثمان نے دیکھا کہ محمد علی کی رائے
درست ہے۔ لڑکی کو تنہا چھوڑنا مناسب نہین۔ اس کا کہنا مان لینا چاہیئے۔ جواب دیا۔ کہ ہان
میرا تمنچہ بھرا ہوا تیار ہے۔ لیلو۔ اور جہانتک ہوسکے ہوشیار رہو۔ اگر کسی خطرہ مین پھنس
جاؤ۔ تو اس کو چھوڑنا۔ مین اپنے باپ کے پاس جاکر اسے جگاؤنگا۔ اور اُس سے درخواست
کرونگا۔ کہ اپنے سپاہیون کو تمہاری مدد پر بھیجدے۔ جاؤ۔ خدا حافظ۔ مین اُس سے التجا
کرتا ہون کہ تم کو ہر ایک شر سے بچائے۔

محمد علی ہوا کی طرح دوڑتا ہوا پہاڑی پر پہونچا۔ مگر رستہ مین کوئی نہ ملا۔ خیال ہوا کہ عثمان
کو غلط خبر پہونچی۔ غار کی طرف جھپٹا۔ مگر وہ پتھر جس سے غار کا مونھ بند کرنے کو جوہرہ سے
کہا گیا تھا نظر نہ آیا۔ دل مین کہنے لگا کہ شائد رکھنا بھول گئی۔ مقرر کردہ طریقہ سے آواز دی۔
مگر صدائے برنخاست۔ اب خیال گذرا کہ شائد نیند کا غلبہ ہوا۔ اور سو گئی۔ جلدی سے غار کے اندر
گھسا۔ لیکن ہائے۔ وہان جوہرہ نہ تھی۔ دل دہل گیا۔ کلیجہ کانپ اٹھا۔ بدن پر رعشہ طاری ہوگیا۔

Marfat.com

قریب تھا کہ بیہوش ہو جائے۔ مگر دُنیا بامید قائم۔ غار کے دیوارون کو ٹٹولنے اور پکارنے لگا۔ جوہرہ! کہان ہو۔ اے جوہرہ۔ کہان ہو؟ تمہاری جدائی مین میرے خرمن تاب و توان پر بجلی گری۔ سوا اس کی کمزور آواز کی گونج کے جو غار کی دیوارون سے ٹکرا کر لوٹتی تھی کسی نے اس کا جواب ندیا۔ غار پیچھے اور کچھ سامان تتر بتر پڑا ہوا ملا۔ لہذا جس خدشہ کا اُسے ابھی تک اندیشہ تھا۔ مگر اب اُسکے وقوع مین آنے کی نسبت کوئی شک نہین رہا۔ ہوش و حواس رخصت ہوئے۔ ناتوانی نے قابو پایا۔ اور حرمان نصیب عاشق زمین پر گر پڑا۔ جان سوز آواز سے کہنے لگا۔ آہ۔ افسوس! میری جوہرہ کو لوگ پکڑ لیگئے۔ اس حرامی دلال نے مجھ سے میری جوہرہ کو چھین لیا۔ افسوس صد افسوس! وفور غم سے آنسو خشک ہوگئے۔ مایوسی نے حد کو پہونچکر صبر کی صورت اختیار کرلی۔ اور دل نے سمجھایا کہ آہ و زاری فضول ہے۔ اُٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ شیطان دلیری کرکے میرے جنت مین گھس آئے۔ اور میری جوہرہ کو لیگئے۔ ہان میری حفاظت کرنے والے فرشتے نے ان شیطانون کو دور کرنے اور اپنے بچانے کی کوشش کی جسکے آثار موجود ہین۔ لیکن ہائے وہ انپر غالب نہ آسکا۔ آہ۔ آہ۔ اے میری پیاری محبوبہ وہ کون مینہ تھے۔ جنہون نے مجھ پر یہ ظلم کیا۔ اُنہون نے تیرے ساتھ کیا کیا۔ اور تو کہان ہے؟ کیا تو ابھی تک زندہ ہے۔ یا اُنہون نے مار ڈالا۔ خیالات کا سلسلہ یہین تک پہونچنے پایا تھا کہ جوش کی کوئی انتہا نہ رہی۔ محمد علی رنج و غم سب بھول گیا۔ ہوا مین اس طرح ہاتھ ہلانے لگا کہ گویا کسی کو مار رہا ہے۔ اور قسم کھائی کہ چاہے جان پر کیون نہ بن آئے۔ بدلہ لیئے بغیر نہ رہونگا۔ ابھی آخری الفاظ مُونھ سے نہ نکلنے پائے تھے کہ پیچھے سے ایک فولادی ہاتھ نے اس کی گردن پکڑلی۔ اور اُس کو زمین پر دے پٹکا۔ چشم زدن مین اسکے ہاتھ سے تمنچہ چھین لیا۔ اور اُس کو مضبوط باندھ لیا۔ اسنے چیخنا اور پناہ مانگنا چاہا۔ کہ ایک چمکتی ہوئی تلوار سر پر نظر آئی۔ اور کسی نے کہا کہ اے بلاک باش چیخ کر اپنے آپ کو نہ تھکا۔ یہان سوا تیری آواز کے اور کوئی سننے والا نہین ہے۔ بعد اسکے شخص نے اپنے ساتھی کی مدد سے اس کے مُونھ پر پٹی چڑھا دی۔ اور اس کو بیحس و حرکت لکڑی کے کندے کی طرح اُٹھا کر لیگئے۔ اس مین اور جمادات مین سوائے تفاوت اور احساس و غم کے اور کوئی فرق نہین تھا۔ محمد علی کی آنکھون سے آنسو جاری تھے۔ اور اپنے دل مین کہہ رہا تھا کہ اگر مین اس ناگہانی مصیبت سے بچ گیا۔ تو دیکھنا کیسا بدلہ لیتا ہون۔ اور اگر مجھے مار ڈالا۔ تو مین ہمیشہ کے لیئے اپنی محبوبہ سے جا ملونگا۔ اور ظالم خدا تعالی سے جاکر فریاد کرونگا۔ تاکہ وہ بدلہ لے

Marfat.com

آہ۔ کاش یہ مجھے اسی وقت مار ڈالیں۔ اور مَیں اس عذاب سے چھوٹ جاؤں۔ کیونکہ بغیر عزت کے زندگی کا کچھ لطف نہیں۔

دونوں شخص جنہوں نے چھپ کر اسے گرفتار کیا تھا خسرو پاشا کے خوجے تھے۔ یہ اس کو لیئے ہوئے سمندر کے کنارے پہونچے۔ محمد علی کو یہ خیال گذرا کہ سمندر مین ڈالدیا جاؤنگا۔ مگر اُنہوں نے اپنے آقا کی فہمایش کے مطابق اس کو آہستہ سے ریت پر رکھدیا۔ اور اس سے کہا قوالہ کی طرف دیکھو اس نے جب قوالہ کی طرف دیکھا کچھ آدمی سامنے سے آتے نظر آئے جن کو اچھی طرح سے پہچان نہ سکا۔ وہ لوگ اپنے درمیان ایک سفید چیز لادے ہوئے لا رہے تھے۔ جس کو دیکھتے ہی اس کا خون خشک ہو گیا۔ اور معلوم ہوا کہ دل کی حرکت بند ہو گئی۔ جب قریب آگئے رونے اور چلانے کی آواز آئی جس کے کان مین پڑتے ہی اسے معلوم ہو گیا۔ کہ یہ جوہرہ کی آواز ہے۔ اس کے مونہہ سے جیسے شیر دھاڑتا ہے۔ ایک گونجتی ہوئی آواز نکلی۔ بہت ہاتھ پیر مارے۔ اور چاہا کہ سمندر مین کود پڑے مگر بیڑیوں اور رسیوں نے جو مونھہ پر چڑھی تھی۔ ہلنے اور چیخنے نہ دیا۔ اس کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو کر رہ گیا۔ چاہتا تھا کہ کسیطرح جوہرہ کو یہ معلوم ہو جائے۔ کہ یہ اُس کے پاس ہی موجود ہے تاکہ اُس کو تقویت ہو۔ مگر اپنے ارادہ مین کامیاب نہ ہو سکا۔ جب وہ لوگ آن پہونچے۔ جوہرہ کو محمد علی کے قریب ریت پر رکھا۔ محمد علی نے دیکھا کہ ایک شخص مردہ کی طرح لیٹا پڑا ہے۔ اور اسکے ایک جانب متکبر کینہ جو دشمن خسرو پاشا کھڑا ہے۔ یہ دیکھتے ہی محمد علی کی آنکھوں سے آگ کے شعلے نکلنے لگے۔ خصوصاً جب دیکھا کہ خسرو پاشا بھی اس کی طرف اسیطرح دیکھ رہا ہے اس کے سینہ سے ایک دردناک آواز نکلی۔ جس نے اُس کے اُس وقت کے احساس کو ظاہر کیا۔ خسرو پاشا نے خوجوں کو اشارہ کیا کہ اس ٹکٹکی کو سمندر سے قریب اور محمد علی سے دور کر دو۔ خسرو باوجود اس کے محمد علی کو غالب و قاہر کی طرح دیکھ رہا تھا۔ پھر کہا اے محمد علی تمہارا ایک دوست ہے جس پر مَیں نے مہربانی کی۔ اور اُس نے مجھ سے قسم لیلی کہ مین تمہاری جان کی حفاظت کروں ورنہ تم اس وقت تک زندہ نہ رہتے۔ مگر مَیں اب بتا دونگا کہ مَیں باوجود اس کے تمکو جس طرح چاہوں نقصان و تکلیف پہونچا سکتا ہوں۔ کیونکہ بدلہ صرف قتل ہی سے نہیں لیا جاتا۔ تم عنقریب دیکھ لوگے کہ خسرو پاشا گستاخ و بےادب سے کس طرح بدلہ لے سکتا ہے۔ اور مَیں امید کرتا ہوں کہ تم اس مثال کو تمام عمر یاد رکھوگے۔ اب تم دیکھو کہ اس ٹکٹکی پر کون ہے۔ یہ کہکر چادر اُتار دی۔ صبح ہو چکی تھی۔ اور روشنی کی شعاعین پھیل گئی تھین۔ اس لیئے محمد علی جوہرہ

نو اچھی طرح دیکھا اور پہچان سکتا تھا۔ اور جوہرہ کو ایک گز کے فاصلہ پر مردہ کی طرح پڑے ہوئے دیکھا۔ لیکن یہ فاصلہ بھی دونوں کے لیئے بعد المشرقین سے کم نہ تھا۔ اور اس کا جوہرہ تک پہونچنا محال تھا۔ محمد علی کو خیال آیا کہ خسرو پاشا نے جوہرہ کو روپیہ دے کر مول لیا ہے لہذا شرعاً وہ اس کی لونڈی ہو گئی۔ اب اگر وہ اپنی لونڈی کو قتل کرنا چاہے تو کون اُس کا ہاتھ پکڑ سکتا ہے۔ یا اگر وہ اس کو زندہ درگور کرنا یا مچھلیوں کی خوراک بنانا چاہے۔ تو کون اسے باز رکھ سکتا ہے۔ دیر تک دیکھنے کے بعد ایک آہ سرد کھینچی۔ آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ اور دم بخود رہگیا۔ جوہرہ کو جب یہ معلوم ہو گیا کہ محمد علی اس کے پاس موجود ہے۔ اُس نے اُٹھنے کا ارادہ کیا۔ لیکن بیڑیوں نے اسے اُٹھنے نہ دیا۔ مجبوراً رُخ محمد علی کی طرف کر لیا۔ اور اسے اس حالت میں دیکھ کر کہا۔ پیارے دل مضبوط رکھو۔ اور خدا کی اس عنایت کا شکریہ ادا کرو کہ ہم تم یکجا ہو گئے۔ تھوڑی دیر ہوئی کہ ہم یہی خواہش کر رہے تھے۔ کہ اس دنیا کو ایک ساتھ چھوڑ دیں۔ بارے خدا نے ہماری خواہش پوری کر دی۔ تم بھی اپنے وعدہ پر ثابت قدم رہو۔ اور یہی آواز سنا دو تا کہ مجھ میں ہر ایک مصیبت برداشت کرنے کی قوت آجائے۔ اتنا کہنے کے بعد آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ ہچکیاں بندھ گئیں۔ دل بھر آیا۔ مونھ سے آواز نہ نکلی۔ خسرو پاشا نے اس کی طرف دیکھ کر کہا اے جوہرہ کیا تو میری لونڈی نہیں ہے۔ اور کیا میں نے تیری قوم کو مال دیکر تجھے نہیں مول لیا۔؟ کیا تو نے مجھ سے یہ درخواست نہیں کی کہ میں تجھے ایک دن کے لیئے جانے کی اجازت دیدوں۔ تا کہ اُسے اپنے باپ کے ساتھ رہکر گذارے؟ اور کیا تو نے مجھ سے قسم نہیں کھائی۔ کہ شام کو زرخرید لونڈی کی طرح لوٹ آؤں گی؟ تو نے مجھے بیوقوف بنایا اور اس مغرور غلام کے ساتھ بھاگ گئی۔ تو نے اپنے صاحب قدرت آقا کے ساتھ خیانت کی۔ اس لیئے تو قطعی سزا کی مستحق ہے۔ لیکن میں ابھی تک تجھے چاہتا ہوں۔ اور تیری محبت نے میرے دل پر قبضہ کر لیا ہے۔ میں اس وقت تجھے آزاد کر دوں۔ اگر تو بھی گمراہی سے باز آجا [illegible] ساتھ چلکر اپنے باپ سے یہ کہنا منظور کرے کہ میں نے تجھ کو مول لیلیا ہے۔ تو میری لونڈی ہو گئی ہے۔ میں جہاں جاؤں تو میرے ساتھ چلنے پر راضی ہے۔ اور سب کے سامنے اقرار کرے کہ تو میری فرمانبردار ہے۔ اور مجھے برضا و رغبت خود پسند کرتی ہے۔ اگر تو یہ سب قبول کرے تو میں تیرا قصور معاف کر سکتا ہوں۔ تیرے جمال و کمسنی پر ترس آتا ہے۔ مجھ کو تجھ سے الفت ہے۔ جو کچھ ہو چکا اس کو میں اپنی امانت کا بدلہ اور اس بخت غلام کی بُرائی کا قصاص سمجھ لونگا۔۔۔۔۔۔ تجھے

Marfat.com

کیا ہو گیا۔ جو مجھ سے محبت نہین کرتی ؟ اگر تجھے بات کرنے کی طاقت نہین۔ اور یہ سب منظور ہے میری جانب تین مرتبہ اپنا ایک ہاتھ ہی اٹھا دے۔ اور مَین ابھی اپنے ہاتھ سے بیڑیاں کم دیتا ہون۔

لیکن جوہرہ محمد علی کی طرف ٹکٹکی لگائے ہوئی تھی۔ اور اس کی آنکھین پتھرائی تھین گویا اس نے پاشاہ کی باتون کو سنا ہی نہین۔ باوجود اصرار کے اس نے اشارہ کا خیال تک بھی نکیا محمد علی سب دیکھ سن رہا تھا۔ اور غصہ سے تن مین آگ لگی ہوئی تھی۔ اس سخت مصیبت مین بھی محبوبہ دلنواز کو اس قدر وفادار پاکر وہ اپنی قسمت پر نازان ہوتا تھا۔ جوہرہ کے ستار بان سے بات نہین کرسکتا تھا مگر اس کی روح جوہرہ کی روح سے باتین کر رہی تھی۔ اور ایک دوسرے کی بات سمجھ کر خوش ہو رہے تھے۔ وہ دیکھتا تھا کہ جوہرہ اس متکبر ظالم کو خفیف کر رہی ہے۔ اور جواب نہین دیتی ہے حالانکہ وہ جانتی ہے کہ اس کا انجام سوائے موت کے کچھ نہین۔ لیکن پھر بھی مرنے کو اپنے حبیب کی خیانت پر ترجیح دیتی ہے۔ ہان وہ دیکھتا تھا۔ کہ موت جوہرہ کے سامنے کھڑی ہے۔ اور وہ اسکی پروا تک نہین کرتی۔ اس لیئے نہین کہ وہ اپنی محبت کو اس پر ثابت کر دے۔ بلکہ اس لیئے کہ وہ اس کے بعد زندہ رہے تو اپنی پہی محبت اس کے لیئے یادگار چھوڑ جائے۔ وہ دیکھتا تھا جوہرہ اس کے ساتھ مرنے کو دوسرے کے ساتھ عزت و آرام کی زندگی پر ترجیح دیتی ہے۔ کیا اچھی ہے وہ محبت جسکو موت دل سے نہ نکال سکے۔ اور کیسی مزہ دار ہے وہ موت جس کو محبت پاک و مقدس بنا دے۔ دونون کے ہاتھ پیر جکڑے ہوئے اور موٗنھ پر تھیلیان چڑھی ہوئی ہین۔ نہ حرکت کرنے کی قوت نہ بولنے کی مجال۔ مگر پھر بھی دونون کی روحین آزادی سے اُڑکر ایک دوسری سے ملتی ہین۔ اور ایک دوسرے کا حال دیکھکر خوش ہوتی تھین۔

جب خسرو پاشاہ کا انتظار اور اصرار بہت بڑھ گیا۔ اور جوہرہ نے نہ اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا۔ اور نہ کچھ جواب دیا تو اسکے تپنگو لگ گئے اور زہر اُگلنے لگا۔ کہ اے خائنہ اب تیری موت آگئی اور تجھ پر ہمیشہ کے لیئے لعنت کا دروازہ کھلجائے گا۔ دونون خوجون کو بلاکر حکم دیا کہ اس کو ایک بوری مین ڈالکر خوب مضبوط باندھو۔ اور کشتی مین لادکر محمد علی کے سامنے سمندر مین پھینک دو۔ دونون نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ اور بوری کے موٗنھ پر ایک وزنی لوہا باندھ دیا۔ تاکہ جلد ڈوب جائے۔ اس کو کشتی پر لادکر تھوڑی دور لیگئے۔ اور سمندر مین ڈالدیا۔ خسرو پاشاہ ہنستا ہوا اس نظارہ کو دیکھتا تھا۔ گویا وہ عذاب کا فرشتہ ہے۔ اسے خیال بھی نہ آیا کہ اس نے ایک پاک بیگناہ

Marfat.com

...مرہ کی ناحق جان لی۔جب خوجے لوٹ آئے۔خسرو محمد علی کے پاس آیا۔اور تمسخر سے اس سے ...نے کی اجازت مانگی۔خوجون سے کہا اس کو یہین ٹہیرا رہنے دو۔کوئی نہ کوئی اسکی خبر لیگا یہنے ...نا وعدہ پورا کر دیا۔اور اس کو ذرا بھی تکلیف نہین پہونچائی۔

یہ کہکر آگے آگے خسرو پاشا، اس کے پیچھے دونون خوجے تو آلہ کو روانہ ہوئے۔تاکہ شوہر بچی ...ے رخصت ہو کر قسطنطنیہ کی راہ لین۔کیونکہ اب کوئی امر مانع نہ تھا۔کشتی بالکل تیار تھی۔اور کل ...رات مین پاشا کا کل اسباب کشتی مین پہونچ چکا تھا۔خسرو پاشا نے حاکم کے مکان پر پہنچکر ...سے رخصت ہونے کے لیئے بلایا۔وہ پیادہ پا سمندر کے کنارہ تک اُسکے ہمراہ حسرت و افسوس ...ہر کرتا ہوا گیا۔لیکن دلمین اسے یقین نہ آتا تھا کہ اس سے نجات پا جاؤنگا۔کشتی لنگر اُٹھا کر تھوڑی ...ن دور گئی تھی کہ حاکم توالہ واپس ہوا۔اور اپنے بیٹے عثمان کو اس تند خو و بدمزاج سے خلاصی ...نے کی خوشخبری دینے کے واسطے سیدھا اسکے کمرہ مین گیا۔عثمان اپنے باغ مین چارپائی کے ...وپر پڑا ہوا تھا۔اسنے اس خوشخبری کی کچھ پرواہ نہ کی۔کیونکہ وہ اپنے دوست محمد علی کے ...یال مین غرق تھا۔اس کے بدن پر رعشہ اور چہرے پر بے چینی و قلق کے آثار نمودار تھے۔اسکے ...الد نے جب اس کا سبب دریافت کیا۔تو اس نے رات کا پورا واقعہ سنا دیا۔اور کہا مین نے ...مام رات جاگ کر گذاری۔مین اسکی خبر اور نتیجہ کا منتظر ہون۔لیکن ابھی تک تپنچہ کی آواز نہین ...ئی۔اور یہ یقینی امر ہے کہ اسے کوئی گزند پہونچا ہے۔اگر قوی ہوتا تو جہان وہ ہوتا اسکے پاس اُڑکر پہنچ جاتا۔لیکن افسوس! مین چلنے سے معذور ہون۔اور بیداری نے میری قوت کو اور بھی سلب کر لیا۔اب آپ دونون غلامون کو لیکر جایئے۔اور اسکی خبر لیئے۔میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ وہ سخت مشکل مین گرفتار ہے۔

عثمان ضبط نہ کر سکا۔اس کا رنگ بدل گیا۔اور آنسو بہنے لگے۔باپ نے اُس کو دلاسا دیا۔اور کہا خدا نے چاہا تو خیر ہو گی۔

دونون غلامون کو ساتھ لیکر چوٹی پر اور وہان سے ساحل پر گیا۔محمد علی کو آنکھہ پر بند ھا رسیٔ پر پڑا پایا۔بالکل بحس و حرکت تھا۔حاکم نے اسکی بیڑیان اپنے ہاتھ سے کاٹین۔اور رومال اس کے مونھ سے نکالا۔لیکن اسکی وہی کیفیت ہے

تمہارے عاشق کو کیا ہوا ہے نہ مونھ سے بولے نہ سر سے کھیلے۔
وہ مست مجذوب بن رہا ہے نہ مونھ سے بولے نہ سر سے کھیلے

ایک غلام نے پانی لاکر جلدی سے مونھ پر چھڑکا۔ اور اسے ہوش مین لانے کی کوشش کی تھوڑی دیر مین ہوش آیا۔ تو وہ اس شیرنی کی طرح کہ جس کے بچے گم ہوگئے ہون یا اس چڑیا کی طرح جو جال سے چھوٹ گیا ہو۔ کود کر الگ جا کھڑا ہوا۔ اور چارون طرف نگاہ دوڑانے لگا۔ پھر ایک چیخ مار کر سمندر کی طرف ہاتھ پھیلا کر دوڑا۔ گویا کہ وہ کسی سے گلے ملنا چاہتا ہے حسان اور غلامون نے دوڑ کر اسے زبردستی روک لیا۔ اور حسان نے اسکی کولی بھر لی۔ اور کہا محمد علی! اپنے دلکو مضبوط کرو۔ اور ہوش مین آؤ۔ اپنے دوست عثمان کا خیال کرو۔ اگر تم کو تکلیف پہونچی یا تم پر مصیبت آئی۔ تو وہ تمہارے غم مین مر جائین گے۔ لیکن محمد علی کی سمجھ مین کچھ نہ آیا تھا۔ وہ حاکم کی کولی مین کھڑا کانپ رہا تھا۔ گویا اس کے بجلی لگا دیگئی ہے۔ پھر اس طرف متوجہ ہوا۔ جہان جوہرہ ڈالدیگئی تھی۔ اور کچھ بات کرنا چاہی۔ لیکن نہ کرسکا۔ آنکھین بند کرلین اور بیہوش ہوکر زمین پر گر پڑا۔ حاکم نے غلامون کو حکم دیا کہ اسے اٹھاکر لے چلو۔ دو غلام اسے مکان کی طرف لے چلے۔ یہ دیکھکر عثمان دوڑا۔ اور اپنے دوست کے پاؤن پر سر رکھ کے انہین چومنے اور گرم گرم آنسوون سے دھونے لگا۔ اس کے گرم گرم سانسون نے محمد علی مین جان ڈالدی۔ اور اس نے آنکھین کھولدین۔ اور دوست کو دیکھکر آہ سرد کھینچی۔ مونھ کھول کر جھکوسے کہا جوہرہ چلی گئی۔ اس نے گویا انہین دو کلمون مین رات کی بقیہ تاریخ اور اپنے رنج و غم کی شدت بیان کردی۔ اور پھر آنکھین بند کرکے بیہوش ہوگیا۔

(۲) دوسری فصل

چنان نماند چنین ہم نخواہد ماند

اس واقعہ کو دس سال گذر گئے۔ اور اس اثناء مین قوالہ کی طبعی حالت مین کوئی فرق نہین آیا۔ سمندر مین برابر جزر و مد آتا اور وہ آفتاب کے نکلنے سے جگمگاتا اور رات کی تاریکی مین سیاہ ہوجاتا رہا۔ جو اسپر لادا جاتا اس کو اٹھاتا اور جو اسکے پیٹ مین پہنچ جاتا اس کو ہضم کرتا رہا۔ پہاڑ کی چوٹیان برابر فضا مین بلند اور اپنے سکون پر افسوس کرتی اور سمندر کے حرکت کرنے کو رشک کی نگاہ سے دیکھتی رہین۔ دس سال گذر گئے۔ لیکن انکا اثر آدمیون کے چہرون کے سوا اور کسی چیز پر ظاہر نہ ہوا۔ اس شخص کے لیئے جو عیش و آرام سے زندگی بسر کر رہا ہو۔ دس سال ایک دن کے برابر ہین

Marfat.com

وہ اپنے گزشتہ سالون کو یاد کرکے لطف کو ہر وقت تازہ کرتا رہتا ہے۔ لیکن بدبخت بدنصیب کے
لیے ایک ایک دن ایک ایک سال کے برابر ہو جاتا ہے ؎

ایام مصیبت کے تو کاٹے نہین کٹتے
دن عیش کے گھڑیون مین گذر جاتے ہین کیسے

پچھلے زمانہ کو یاد کرکے اس کی یاس اور زیادہ ہو جاتی ہے۔ لیکن دنیا کی کوئی حالت پائدار
نہین جسطرح خوشی کا زمانہ گذر جاتا ہے مصیبت کے دن بھی کٹ جاتے ہین۔ اور اگرچہ زخم گہرا
اور خطرناک ہو۔ مگر صبر اُسکے ہیجان کو روکتا ہے۔ اور مرور ایام اس کو شفا دیتا ہے۔ جو یہ نہین کر
سکتا۔ نا اُمیدی اسے کھا جاتی ہے۔

شیخ بروستا کا یہی حال ہوا کہ وہ اپنی بیٹی کی جدائی پر صبر نہ کر سکا۔ اور نہ اُسے کوئی تسلی
کی راہ نظر آئی۔ نا امیدی نے اس کا کام تمام کر دیا۔ اور وہ دم واپسین تک بیٹی کا نام لیتا ہوا
رخصت ہوا۔ اسکے دفن کے بعد بروستا والے اپنے اپنے کامون مین لگ گئے۔ اور اسکی بیٹی کی طرح
اسے بھی بھول گئے۔ اور اِن دونون گم شدگان کے حال کو اپنی تاریخ مین پڑھا دیا۔

محمد علی کبھی کبھی بروستا کی گلیون مین بدحواس و خستہ حالی کے ساتھ پھرتا نظر آتا ہے
بلکہ کسی کو ان واقعات کا جو اسپر دس برس سے پہلے گذرے خیال بھی نہین آتا۔ اور نہ یہ کہ
کسی کی وجہ سے اُنپر وہ آخری رنجدہ مصائب نازل ہوئے۔ لیکن محمد علی اس بات کو بھولنے والا
تھا جب حاکم محمد علی کو اپنے محل مین لے آیا جیسا کہ بیان ہو چکا۔ تو کچھ دن تو اُسکے پاس بے
ہوش و حواس آسمان کی طرف آنکھین پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا رہا۔ گو یا کہ وہ مُردہ بصورت زندہ تھا۔
انسان اور اس کے بیٹے کی بیہودہ کوشش اسکا غم غلط نہ کر سکی۔ اور نہ گنڈے تعویذ اور دوا دارو
اور علاج کچھ کارگر ثابت ہوئے۔ بھلا کہین گنڈے تعویذ بھی غم کے زخم کو بھر سکتے ہین۔ اور روح نے
بھی اُسکے کمزور کرنے کا اچھا موقع پا لیا۔ اور عالم خیال مین محو ہو کر گذشتہ واقعات کو تلاش کرنے
لگی۔ کبھی بروستا کی معشوقہ دکھاتی کہ آفتاب نکل رہا ہے۔ اور وہ محمد علی کو نیچی نگاہون سے دیکھ
رہی تھی۔ کبھی اس کے سامنے اس دہشت کا نقشہ کھینچتی۔ اور کبھی اُس پاک بے گناہ کے سمندر مین
ڈالے جانے کے دردناک منظر کو سامنے لاتی۔ جس سے محمد علی کا جسم کانپنے لگتا۔ اور وہ پوری قوت
سے چینخنا چاہتا۔ لیکن کمزوری کی وجہ سے سوائے ہلکی سی سانس کے جو اس کے بند ہونٹھون پر عالم کو
نقاہت ڈراتی ہوئی گذرتی تھی۔ بلند آواز نہ نکل سکتی۔ عثمان اپنے دوست کی نگرانی کے لیئے

Marfat.com

برابر جاگتا رہتا۔ اور اس ہلکی سی آواز سے مطمئن ہو جاتا کہ ابھی زندہ ہے۔ جب اسی حال
مین ایک زمانہ گذر گیا۔ اسکی نا امیدی کمزوری سے بدلکر اس پر غالب آگئی جس سے اس کی
تندرستی مین بھی خلل پڑ گیا۔ اور سخت تکلیف ہونے لگی۔ قاعدہ ہے کہ جب آدمی پر سخت مصیبت
آپڑتی ہے وہ اوروں سے بالکل غافل ہو جاتا ہے۔ محمد علی بھی آہستہ آہستہ اپنے غم کو بھولنے لگا
اور روز بروز اُس مین قوت آنے لگی۔ اور امید پڑی کہ اچھا ہو جائے گا۔ صرف عثمان ہی تمام
کے لیے راتون کو نہین جاگتا تھا۔ بلکہ اس کی چچازاد بہن عائدہ بھی اس کی شریک تھی جب اسنے
محمد علی کا حال سُنا محبت کے جوش مین شرم کو بالائے طاق رکھ کر شوہر سے طلاق لیلی۔ اور اپنے
چچا کے یہان آکر بیان کیا کہ شوہر کی بے اعتنائی وظلم کی وجہ سے مین نے اُس سے طلاق لیلی
ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی صاف صاف کہدیا کہ مجھے محمد علی سے محبت ہے۔ وہ میرے دل کا مالک
ہو گیا۔ اور مین اس کے سوا اور کسی کی ہو کر نہ رہونگی۔ مجھے اجازت دیجیے۔ کہ مین محمد علی
کی تیمارداری اور خدمت کرون۔ اس کے چچا نے بھی کچھ مزاحمت نہ کی۔ اور عائدہ محمد علی کے
پاس راتین جاگ کر گزارنے لگی۔ اور اسکی حفاظت کرتی رہی۔ محمد علی ہذیان مین جو دل
دہلانے والے واقعات اور جوہرہ کی محبت اور اس کے قاتلون سے انتقام لینے کا ذکر
کرتا۔ یہ سب سُنتی رہتی۔ اور ان باتون سے اسکی محبت کو ترقی ہوتی تھی۔ جب محمد علی تندرست
ہونے لگا۔ اور بخار نے اس کا پیچھا چھوڑا۔ دیکھا کہ عائدہ عثمان کے ساتھ ملکر اُسکی خدمت اور
تیمارداری مین مشغول ہے۔ اس کے دل پر بھی اس کا بہت گہرا اثر پڑا۔ کیونکہ وہ خیال کرتا
تھا کہ مین تن تنہا رہ گیا ہون۔ اور اب اسنے دیکھا کہ دو آدمی اسکی دیکھ بھال اور خدمت کر رہے
ہین۔ جب عثمان کو یقین ہو گیا اب کوئی بات خطرہ کی نہین رہی۔ تو اسنے عائدہ کی فریفتگی کا حال
محمد علی سے کہنا شروع کیا۔ اور کہا کہ تمہارا حال سُن کر اُسے سخت صدمہ ہوا حتی کہ وہ اسی وقت سے
اپنی سعادت سمجھکر تمہاری تیمارداری کرنے لگی۔ اس امید پر کہ تم سے شادی ہو جائے گی شوہر سے
طلاق لیلی۔ وہ قسم کھا چکی کہ تمہارے سوا کسی اور کی ہو کر نہ رہے گی۔ محمد علی نے یہ سُن کر آنکھین بند
کر لین۔ اور دل سے ایک آہ کھینچی۔ کیونکہ اُسکے دوست کی باتین ایک ایسے زخم پر تیر ہو کر جا لگین
جو ابھی تک بھرا نہ تھا۔ تاہم وہ عائدہ کے حسن سلوک اور محبت پر غور کرنے لگا۔ اس نے اپنے
شوہر سے طلاق لیلی۔ میری خاطر عزت وشرافت پر لات ماری۔ اور ملامت کی کچھ پرواہ نہ کی مین
خود دیکھتا ہون۔ وہ میری صحت اور تندرستی دیکھکر بہت خوش ہوتی ہے۔ ایک مدت اسی فکر و

Marfat.com

تردد مین رہا۔ کہ کیا باوجود ان سب باتون کے مجھے اس سے اعراض کرنا مناسب ہے۔ وہ مالدار تندرست ہے اسی نے مجھ بیمار و فقیر کی خدمت کی۔ کیا یہ جائز ہے کہ مین اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرون۔ اور تندرست ہو کر محبت مین اُس کا ساتھ نہ دون۔ اگر مین نے اس کے خلاف کیا تو سخت سنگدلی کا مرتکب ہونگا۔ اور اس قسم کی سنگدلی کا مزہ ایک دفعہ چکھ چکا ہون۔ یہی کافی ہے۔ ایک عرصہ تک اس قسم کے افکار مین مبتلا رہکر وہ حاکم سے بھی ملا۔ اور خلوت اس سے اپنے خیالات ظاہر کرکے مشورہ لیا۔ حسان نے اپنی پوری رضامندی ظاہر کی۔ اور یہ نئی محبت پرانی محبت کی طرح روز بروز بڑھنا شروع ہوئی۔ محمد علی کے مرض کا یہ بہترین علاج ثابت ہوا۔ اور یوماً فیوماً اس کو صحت ہونے لگی۔ اور تھوڑے ہی دنون مین اچھا ہو گیا۔ عائدہ برابر اس کی خدمت کرتی اور راتون کو اُس کے لیئے جاگتی رہی۔ ایک دن محمد علی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسکی محبت کا اقرار لیا۔ اور شادی کرنے کی درخواست کی۔ جو اسکی انتہا درجہ کی آرزو تھی۔ حاکم نے دونون کا نکاح کر دیا۔ عائدہ نے اس عقد کی خوشی مین اپنا کُل مال محمد علی کو دے دیا۔ اور وہ ایک خوش نصیب مالدار شوہر بن گیا۔

جتنی جلدی جلدی محمد علی کے ساتھ زمانہ کا رنگ بدلتا رہا۔ اتنی جلدی کسی کے ساتھ نہ بدلا ہوگا۔ صبح کے وقت وہ خوش و خرم ایک بادشاہ نظر آتا۔ شام کو ملول غمگین تنگ دست تن تنہا بے یار و مددگار دکھائی دیتا۔ لیکن محمد علی ان نیرنگیون کو دیکھتا۔ ایک وقت خوش ہوتا اور دوسرے وقت غمگین۔ لیکن کسی حالت کا دل پر قابو نہ ہونے دیتا۔ عائدہ سے شادی کرنے اور اُس کے مال پر قابض ہونے کے بعد اس نے یہ مناسب نہ جانا کہ اس کے مال کو خرچ کرے یا بیکار رہنے دے۔ اس لیئے اس نے تمباکو کی تجارت شروع کی۔ لیکن تجارت کے اصول اور حالات سے بالکل بے خبر تھا۔ اس مشکل کو اس کے پرانے دوست مسٹر لیون نے حل کیا۔ جس نے اُس کو بتایا کہ ابتدا مین کس طرح کام شروع کرنا چاہیئے۔ اور چونکہ وہ محمد علی کی سچائی اور بے لوثی کو مانتا تھا۔ اس لیئے اس نے مشورہ دیا کہ تھوڑے مال سے کام شروع کرو۔ تاکہ اسباب کے فروخت کرنے مین خوشامد و چاپلوسی نہ کرنی پڑے۔ محمد علی کو تجارت مین بہت بڑی کامیابی ہوئی۔ دُور دُور کے تاجر اس سے تمباکو خریدنے آتے۔ اور اس کے لین دین کو اورون پر ترجیح دیتے۔ یون اسکی حالت بھی بہتر ہو گئی۔ اور دولت اس کے گھر کی لونڈی۔ اور وہ اپنی بی بی کے ساتھ عیش و آرام سے گذارنے لگا۔ خدا نے اس کو تین لڑکے بھی عنایت کیئے۔ جن کو اس نے نہایت محبت و شفقت سے پرورش کیا۔ ان کو تیرنا کشتی چلانا۔

Marfat.com

ہتھیار چلانا- مچھلی اور پرندوں کا شکار کرنا سکھایا- لیکن اُن کو لیکر کبھی اس پاک مقام کی طرف نہیں گیا- جو پہاڑ کی چوٹی کے پاس تھا- اور نہ کسی کو اس پوشیدہ غار کا حال معلوم ہوا گویا زمانہ نے خود اسکے چھپانے کا ارادہ کر لیا تھا- کیونکہ اس کے دہانہ کو ریت سے بند کر دیا تھا جو کہ منحوس واقعہ کو دس برس گذر گئے- اور لوگ اس کو بالکل بھول گئے- اور محمد علی سے اس قدر واقف رہگئے کہ وہ مالدار سوداگر اور عائدہ کا شوہر ہے لیکن کیا محمد علی بھی اس واقعہ کو بھول سکتا تھا نہیں ہرگز نہیں- عائدہ کے نکاح سے کچھ ہی پہلے جب کہ رات زیادہ جا چکی تھی- اور لوگ سو گئے محمد علی پہاڑی کی طرف گیا- اور نہایت ادب و احترام سے اس غار کے اندر گھسا اور فرش پر لیٹ گیا- غم نے آہستہ آگھیرا- اور دیرینہ محبت کی آگ بھڑک کر اس کے دل کو جلانے لگی- کہ اشکوں کی جھڑی اُس کے بجھانے کے لیئے ناکافی ثابت ہوئی- محمد علی نے چاہا کہ اس عزیز قربانگاہ پر آخری کفارہ پیش کر دے- باین خیال کہ یہ فردوس اور اُس کی نیرنگیاں آیندہ بھول جائین گی- یا بُھلا نا پڑینگی- محمد علی نے اسی حالت مین یہ رات یہان گذاری- صبحکو باہر نکلنے کے قصد سے اُٹھا- اور چاہا کہ اس مقدس مقام کے کل خوشگوار و ناگوار واقعات کو یہین دفن کر دے- زمانہ نے بھی اسکی مدد کی پتھر گرا کر ان تمام نشانات کو مٹا دیا- لیکن کیا وہ نشانات محمد علی کے دل سے مٹ سکتے تھے- اور کیا وہ بوسی فالوس کی چٹانون پر چڑھکر سمندر کا نظارہ صرف تفریح اور جسمانی ریاضت کے لیئے کرتا تھا- اور کیا اسکی بے خوابی اور رنگ کا تغیر اور آنکھوں کی خیرگی صرف جسمانی بے چینی کی وجہ سے تھی اور درد دل کو اس مین کچھ بھی دخل نہ تھا- ہرگز نہیں- کیونکہ اگرچہ وہ ان واقعات کو بُھلانے کی بیحد کوشش کرتا تھا- لیکن وہ ان خیالات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا تھا تاہم وہ تجارتی کاروبار اور لوگون کی بات چیت سے جی بہلاتا- اور بڑے بڑے معاملات مین مسٹر لبون سے مشورہ لیتا- بھلائی سمجھتا- اور اپنے اوقات کا بہت بڑا حصہ اسی سے دنیا بھر کے قصّے کہانیاں سُننے مین صرف کرتا- مسٹر لبون محمد علی کی دیرینہ آرزوؤں کا پتہ چلانے کے لیئے اس کے چہرے کو بغور دیکھا کرتا- مگر تجارتی معاملات مین جد و جہد کرنے اور سکون کے آثار کے سوا کچھ نہ معلوم کر سکتا یہان تک کہ اسکی بی بی عائدہ بھی اس سے بے خبر تھی- محمد علی کی حقیقت کو سوا عثمان کے اور کوئی نہ جانتا تھا- کیونکہ وہ سب سے زیادہ اس کی طبیعت سے واقف تھا- ایک مرتبہ محمد علی اور عثمان ایک جلسہ مین بیٹھے ہوئے تھے- کہ لوگون نے ذکر کیا کہ سلطان نے سرکش ممالیک کی تادیب کے لیے مصر مین ایک زبردست بیڑہ بھیجا ہے- عثمان نے دیکھا کہ اس خبر کے سُنتے ہی محمد علی کی پیشانی کس طرح چمکنے لگی

Marfat.com

ایک اور روز کا ذکر ہے۔ کہ ایک سوداگر نے آکر بیان کیا کہ خسرو پاشا جو توالہ مین جلاوطن کیا گیا تھا۔ مصر کا والی مقرر ہو گیا ہے۔ یہ سنتے ہی محمد علی کا رنگ بدل گیا۔ اور بدن پر جھرجھری پھا گئی۔ عثمان بجھ گیا۔ کہ محمد علی سینہ کی بھڑکتی ہوئی آگ کو خاک سکون کے نیچے دبانے کی برابر کوشش کرتا رہتا ہے۔ محمد علی یہ خبر سننے کے بعد ہی جلسہ سے باہر نکل گیا۔ اور دن بھر غائب رہا۔ عثمان نے بوسیفالوس کی چوٹی کی طرف دیکھا۔ اسپر ایک سیاہ سا نقطہ نظر آیا۔ اسے یقین ہو گیا کہ یہ اس کا دوست محمد علی ہے۔ اپنا غم غلط اور سب سے الگ ہو کر تنہائی مین طبعی نظارے اور اپنی یادگاروں مین دل بہلانے لگا ہے۔

فصل سوم (۳)

کپتان

اسی اثنا مین مصر فتح کرنے کے لیئے فرانسیسی آگے بڑھے۔ ممالیک اس وقت مصر پر حکمران تھے۔ انہون نے اپنی پوری قوت سے اونکا مقابلہ کیا۔ سلطان نے بھی خاص اہتمام سے ایک زبردست بیڑہ فرانسیسیون کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے روکنے اور انکو مصر سے خارج کرنے کے لیئے روانہ کیا سلطان کی غرض صرف اسی قدر نہ تھی۔ بلکہ انہون نے سپاہ کو حکم دیا تھا کہ فرانسیسیون کو نکالنے کے بعد ممالیک کے زور کو بھی توڑ دین۔ اس حملہ کے جزو کل کا ذمہ دار خسرو پاشا کو مقرر کیا۔ اور اسے عام اختیار دے کر مصر کا والی کر دیا۔ جب خسرو پاشا نے اس ذمہ داری کو اپنے ذمہ لیا۔ تو اطراف سلطنت مین لشکر و سامان رسد مہیا کرنے کے لیئے قاصد و جہاز بھیجے۔ منجملہ انکے ایک جہاز قوالہ بھی روانہ کیا۔ اور اسکے ناخدا کے ہاتھ ایک خط حسان شوربجی حاکم شہر کے نام روانہ کیا۔ اس مین لکھا تھا۔ کہ چونکہ آقائے نعمت سلطان المعظم کی یہ خواہش ہے کہ فرانسیسی لشکر کو مصر سے نکالدیا جائے اور ممالیک سے بدلہ لین۔ اور اس غرض کے پورا کرنے کے لیئے مجھے مقرر کیا گیا ہے۔ اس لیئے ہر شخص اور ہر صوبہ کا یہ فرض ہے کہ اپنے آقا کی اطاعت ظاہر کرنے کے واسطے مصر پر حملہ کرنے کے لیئے جس قدر سپاہ تیار ہو سکے روانہ کرے۔ چونکہ مین اس صوبہ سے جو تمہاری ماتحت ہے۔ واقف ہون۔ اس لیئے

Marfat.com

میرے اس پیغام کے پہنچتے ہی تین سو سپاہیون کو تیار کرکے میرے پاس فوراً بھیجدو۔ مین نے سُنا ہے کہ تمہارا لڑکا عثمان بالکل تندرست ہوگیا ہے۔ اور مین تیرا احسان نہین بھولا ہون اسلیے مین عثمان کو کپتان مقرر کرتا ہون۔ اور عثمان کی خوشی پوری کرنے کے لیے محمد علی کو اس کا نائب کرتا ہون۔ چاہیے کہ تمہارا بیٹا لشکر اور محمد علی کو لیکر حاضر ہو جائے۔ اگر محمد علی زندہ ہے۔ اور غصہ و تہور نے اُس کا کام نہ تمام کردیا ہو۔ اغلب ہے کہ اسے زمانہ نے تجربہ کار بنا دیا ہو گا۔ تو اس مین شک نہین کہ وہ ان طاقتور لوگون مین ہو گا۔ جن کی ہمین اس وقت ضرورت ہے۔ حاکم نے خط پڑھ کر عثمان و محمد علی کو اس سے مطلع کیا۔ اور محمد علی سے درخواست کی کہ آدمیون کے انتخاب اور انکے مشق کرانے مین عثمان کی مدد کرے۔ محمد علی نے حاکم کی درخواست منظور کرلی۔ تو اطراف و برون مین گشت لگا کر لوگون کو آمادہ کرنے اور جنگ کی ترغیب دینے لگا۔ اور تین سو آدمی جمع کرلیے اور اُنکو قواعد اور ہتھیار چلانا سکھا دیا۔

محمد علی نے پہاڑی کی چوٹیون پر تنہا بیٹھکر کچھ ایسی باتین حاصل کرلی تھین جنھون نے اسکی کایا پلٹ دی۔ اور اس کو بالکل نیا آدمی بنا دیا۔ اور اس مین اپنے اندرونی جذبات کو دبانے کے لیئے ایک نئی قوت پیدا ہوگئی۔ عادت کے خلاف وہ اپنے گھر بیٹھا رہتا۔ اور اپنے بال بچون کے ساتھ کھیلا کرتا تھا۔ مگر کوئی اسکے دلی جذبات کو نہین معلوم کرسکتا تھا۔ اسکی بیوی کو اس کا کچھ احساس ہوتا تھا۔ اور وہ سمجھتی تھی کہ یہ اپنے دلی جذبات کو چھپانے مین بیحد کوشش کرتا ہے۔ اور میرے سامنے بہ تکلف انکے خلاف ظاہر کرتا رہتا ہے۔ لیکن وہ اپنی محبت اور تعلق کی وجہ سے اس کے دل بہلانے اور خدمت مین لگی رہنے مین ذرا بھی کوتاہی نہ کرتی تھی۔ جب خسرو کا پیغام آیا۔ اور محمد علی نے لشکر تیار کرلیا۔ اور سفر کا وقت قریب آگیا۔ عثمان نے محمد علی کو بلایا۔ اور کہا دوست! اب سفر کا وقت آگیا ہے۔ سب کو سامان کرنے دو۔ ہم اپنا سامان دیکھین

محمد علی:۔ لشکر تو تیار ہے۔ لیکن ہمین سامان کی کیا ضرورت ہے؟

عثمان۔ ہمین کوئی فکر نہین؟ کیا تم نہین جانتے کہ مین اس حملہ مین کپتان مقرر کیا گیا ہون اور خسرو پاشا نے تم کو نائب مقرر کیا ہے۔ اور تمہاری بہادری کی تعریف کی ہے؟

محمد علی۔ مجھے یہ کبھی خیال ہی نہین ہوا۔ کہ تم باوجود اس کمزوری کے اس منصب کو قبول کرلوگے۔ حالانکہ تم جانتے ہو کہ سپاہیونکی زندگی بہت ہی محنت و مشقت کی زندگی ہے۔ جسے تم برداشت نہین کرسکتے۔ اور مین اپنا یہین رہنا ضروری جانتا ہون۔ کیونکہ خسرو پاشا باوجود

Marfat.com

میری مبالغہ آمیز تعریف کرنے کے ابھی تک نہ بھولا ہو گا۔ کہ مَین اس کو بُرا جانتا ہون۔ اور اس کا دشمن ہون۔ نہین۔ نہین! نہین!! عزیز من۔ میرا وہان جانا ممکن نہین۔ اور جو موانع ہین۔ وہ تم سے پوشیدہ نہین ہین۔

عثمان۔ نہین۔ تم میرے ساتھ جاسکتے ہو۔ اور تم کو جانا پڑے گا۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ مَین تمہاری ان دلی آرزؤن کو نہین جانتا جن کو تم اپنے دل سے بھی چھپانا چاہتے ہو؟ تم اپنے جذبات پر پردہ ڈالنے مین کامیاب ہوئے۔ اور تم اس پردہ کو اُٹھانا نہین چاہتے۔ لیکن تمہارے دوست کی نگاہین اس پردہ کو پھاڑ کر اندر تک پہونچ بھی گئین۔ اور جو کچھ تمہارے دل مین تھا اس کو دیکھ ہی لیا۔ تم اس معاملہ مین غور کر لو۔ اور جب مَین نے باوجود اس کمزوری کے اسکو منظور کر لیا تو تم توی نوجوان ہو کر اس موقع کو کیون ہاتھ سے جانے دیتے ہو۔ بعد از فتح لوگ تمہاری عزت کرین گے۔ اور تم پر اُن کو ناز ہو گا۔ محمد علی! اگر تم کو مجھ سے محبت ہے۔ تو مجھ سے نہ چھپاؤ۔ اور میری خواہش پوری کردو تاکہ ایک ساتھ سفر کرین۔ اور دنیا اور حالات دُنیا کا نظارہ کرین۔ مَین بزدلی اور یہان پر رہنے سے اُکتا گیا ہون۔ شاید ہمارا یہ عیش و آرام بھی ہمارے ضعف و بیکاری کا باعث ہو۔ مجھے امید ہے کہ جب مین سُستی کی چادر اُتار کر غنیمتون سے دست و گریبان ہونگا اور زندگی کی دشواریون اور شقتون کو جھیلونگا۔ میری صحت پھر اچھی ہو جائے گی۔ مجھے بیکاری جو وہم ہو گیا ہے۔ میرے دل سے دور ہو جائے گا۔ اور میری حالت درست ہو جائے گی۔ کیون خاموش ہو۔ جواب کیون نہین دیتے۔ تم اس معاملہ پر غور کرنا چاہتے ہو۔ کچھ مضائقہ نہین۔ جاؤ۔ اچھی طرح سوچ سمجھ لو۔ تمہاری قرارداد کا منتظر ہون۔ خدا کے لئے فیصلہ کرنے مین جلدی نہ کرنا۔ خوب سمجھ سے کام لینا۔

محمد علی اجازت لیکر چل دیا۔ عثمان کی باتین اسکے کان مین گونج رہی تھین۔ اور اپنے دل مین ان کلمات کو دُھراتا تھا۔ اور محوشی سے پھولا نہ سماتا تھا۔ گھر پہونچکر بھی چین نہ آیا۔ اور خلوت و تنہائی کا شوق غالب آیا۔ بی بی سے رخصت ہو۔ دوڑتا ہوا پہاڑی کی طرف گیا۔ تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ معلوم ہوا کہ پیچھے سے کسی نے مونڈھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ اور کہا محمد علی! تمہارا کیا حال ہے؟

محمد علی نے پلٹ کر دیکھا تو وہ بروسنا کا نیا شیخ تھا۔ محمد علی سے اسکی دوستی تھی۔ اور وہ اسکا نہایت ادب کرتا تھا۔ کیونکہ محمد علی اس کی صحبت سے بہت محظوظ اور اسکی معاملہ فہمی اور وسعت معلومات سے مستفید ہوتا تھا۔ محمد علی نے اس کو دیکھ کر سلام کیا۔ اور کہا مَین آپ کی اس مہربانی کا شکریہ ادا

Marfat.com

کرتا ہون ۔ کہ آپ مجھ سے میرا حال دریافت کرتے ہین ۔ خدا کا شکر ہے کہ میرا کاروبار اچھی طرح چل رہا ہے ۔

شیخ ۔ مین تمہاری تجارت کا حال نہین پوچھتا ۔ اس کو تو مین جانتا ہون ۔ مین تمہارے ذاتی حالات اور افکار کو دریافت کرتا ہون ۔ تم سے مجھے اپنے لڑکے سے کم محبت نہین ہے ۔ تم جانتے ہو کہ مین اڑتی چڑیان پہچانتا ہون ۔ اور صورت دیکھتے ہی اسکے دل مین جو کچھ ہوتا ہے تاڑ لیتا ہون ۔ جو افکار تم کو بے چین کر رہے ہین وہ مجھ سے پوشیدہ نہین ہین ۔ مین سن چکا ہون کہ حاکم نے خسرو پاشا کے حکم کے موافق تین سو سپاہی تیار کیئے ہین ۔ اور اپنے بیٹے عثمان کو کپتان اور تم کو انکا نائب مقرر کیا ہے ۔

محمد علی ۔ یہ سچ ہے ۔ شاید خسرو پاشا اپنے گذشتہ احسانات کو بھول گیا ۔ اس نے چشم پوشی کر کے مجھے اس احسان سے یاد کیا ۔

شیخ ۔ (مسکرا کر) نہین ۔ وہ گذشتہ واقعات کو نہین بھولا ہے ۔ بلکہ وہ چاہتا ہے کہ جلاوطنی کے زمانہ مین جن لوگون مین ذلت کے ساتھ رہا ہے انکو اپنی عزت و عظمت و قدرت دکھائے وہ بڑا ہی مغرور و سرکش ہے ۔ اس کے غرور کی کوئی انتہا نہین ہے ۔ بہت سی کام ایسے ہین ۔ جو بظاہر نیک نیتی اور خوش اخلاقی پر دلالت کرتے ہین لیکن باطن مین ریا و نمود پر مبنی ہوتے ہین ۔

محمد علی (خوش ہو کر) تم نے میرے دل کی بات کہی ۔

شیخ ۔ کیا تم اس منصب کے قبول کرنے اور دوست عثمان کے ساتھ جانیکے لیئے تیار ہو ؟ ۔

محمد علی ۔ مین نہین جانتا کہ عثمان اس خدمت کو انجام دیسکین ۔ اور اگر وہ جانے کے لیئے تیار ہی ہو جائین ۔ تو بھی مین کیونکر جا سکتا ہون ۔ اپنے بال بچے کس طرح چھوڑ دون جب تک میں اپنے گھر اور وطن مین بال بچون کے ساتھ آرام سے بسر کرتا ہون ۔ اور میری تجارت فروغ پر ہے ۔ اور حاکم اور اس کے بیٹے تک میری تعظیم کرتے ہین ۔ پھر مین کیون غربت اختیار کر دن اور سختیون سے لڑنے اور طوفان مین پڑنے اور زمانہ کے مصائب سے مقابلہ کرنے مصر جاؤن ۔ مشہور مقولہ ہے عَزَّ مَنْ قَنِعَ جو فارغ البالی خدا نے مجھے دی ہے ۔ مین اس پر قانع ہون ۔

شیخ ۔ بے تمہارے عثمان اس خدمت کو انجام نہین دے سکتے ۔ مین جانتا ہون کہ مصیبتین جھیلنے ۔ خطرے مین پڑنے اور سختیان اٹھانے کے علاوہ وہ مفر بھی نہین ہے ۔ لیکن تمہارا ان سے دل چرانا اور پیچھے ہٹنا غلطی ہے ۔ خصوصاً جب کہ تم ایک عرصہ سے اس ادھیڑ بن مین ہو کہ کسیطرح

Marfat.com

یہ مرتبہ اور عزت حاصل کرون۔

محمد علی (بات کاٹ کر) مَین آپ کو خدا کی قسم دلاتا ہون کہ اس قسم کے الفاظ نہ سنایئے۔ بلکہ مَین آپسے التجا کرتا ہون کہ اس گفتگو کو چھوڑ دیجئے۔ اس قسم کے خیالات سے دل مین ہیجان پیدا ہوتا ہے۔ اب آپ اس کا ذکر نہ کرین۔ اور مجھے ایسے کام کے واسطے نہ آمادہ کرین۔ جس کا انجام شائد ندامت ہو۔

شیخ۔ بلکہ میرا فرض ہے کہ مَین تم کو اس کام کے واسطے مستعد کرون جس کے لئے پیدا ہوئے ہو یعنی نام آوری۔ اس کو چھوڑ کر پستی اور سوداگری مین وقت بسر کروگے تو اپنے نفس پر ظلم کروگے خدا نے تم کو قوت دی ہے۔ جس سے تم کوشش کرکے بلند رتبہ پر پہنچ سکتے ہو۔ جس کو تمہارا دل جانتا ہے تم پھر غور کرو۔ اور میری باتون کو دہراؤ۔ جب عثمان جانے کا مصمم ارادہ کرین تم ہرگز انکی ہمراہی مین تامل نہ کرنا۔

یہ کہکر شیخ نے آہستہ سے محمد علی کے شانہ پر ایک ہاتھ مارا اور رخصت ہوگیا۔ محمد علی اسکی باتونکو سوچتا رہا۔ اتفاقاً شیخ کا ملجانا اور عثمان کے ساتھ مصر جانے پر راضی کرنا۔ اور اس کے انکار پر اصرار کرنا۔ ان خیالات نے اس کو سخت حیران کیا۔ مان کا بیان کیا ہوا خواب اور جو خیالات بچپن سے اس کے دماغ مین چکر کھایا کرتے تھے۔ یاد آگئے۔ اور وہ انپر غور کرنے لگا۔ لیکن عجب مذبذب حالت تھی۔ یہ خیال دامنگیر تھا کہ بی بی بچون کو کس پر چھوڑ جاؤن۔ اور اگر اسی خطرناک سفر مین مر گیا۔ تو میرے بعد کوئی پرسان حال نہ ہوگا۔ جب تک زندگی ہے انہین لوگون کے ساتھ رہنا ضرور ہے۔ طبیعت کے ولولون کا تقاضا تھا کہ چلئے۔

غرضکہ محمد علی جانے نہ جانے کی بابت کچھ فیصلہ نہ کرسکا۔ اور یہان سے گھر کو لوٹا وہ چاہتا تھا کہ سفر کے شوق کو دل سے نکال ڈالے۔ اسی بے چینی مین تارے گنتے گنتے رات کٹ گئی۔ اور آنکھ تک نہ جھپکی۔ صبح ہوتے ہی اس پریشانی مین اٹھا۔ اور سیدھا اس چوٹی کی طرف چلا گیا جہان جوہرہ سے پہلو پہل ملاقات ہوئی تھی۔ اس مقدس مقام پر کھڑا ہوگیا۔ جہان ایک دن دونون نے ہمیشہ کے لئے عہد و پیمان کیا تھا۔ اور آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی گویا وہ آسمان سے وحی آنے کا منتظر تھا۔ اتنے مین آفتاب نکل آیا۔ اور اوس نے اس دن کی یاد دلائی جس دن کا آفتاب اس کے دل مین طلوع ہوا تھا۔ یہ عالم خیال مین جا پہونچا۔ اور جوہرہ اور اسکی ملاقات کا نقشہ اس کے سامنے کھنچ گیا۔ اتنے مین مان کا خیال آگیا۔ گویا وہ خواب اور اس کی تعبیر بیان کر رہی ہے

Marfat.com

اپنی موجودہ حالت پر نظر ڈالی تو معلوم ہوا۔ کہ گویا اب وہ محمد علی ہی نہین رہا جو جوہرہ کی حفاظت کرتا تھا۔ اور نہ وہ محمد علی ہے جو ریتِ خضرہ کا بیٹا اور عزت و نصرت کے تاج کا خواہان تھا۔ بلکہ وہ ایک تاجر یا زمین کا کیڑا ہو گیا ہے۔ جو تھوڑی سی روزی پر قناعت کرتا ہے۔ دیر تک یہ خیالات اُس کے دماغ مین چکر لگاتے رہے۔ اور از سر نو جوش پیدا ہو گیا۔ اور اندر ہی اندر ایک سخت جنگ شروع ہو گئی۔ مگر اہل وعیال کا خیال غالب رہا۔ اور انکی خاطر نہ جانے کو ترجیح دی۔

جوہرہ کے بعد یہ آج پہلی دفعہ ہی آکر اس مکان پر کھڑا ہوا تھا۔ اس نے چاہا کہ اس کو ہمیشہ کے لئے رخصت ہونے سے پہلے اپنی زندگی مین آخری مرتبہ اس مقام کے واقعات کو یاد کرکے مزے لیلون۔ زمین پر بیٹھ کر فکر کے سمندر مین ڈوب گیا حتی کہ بےخودی طاری ہو گئی۔ کیا دیکھتا ہے کہ گویا جوہرہ ارغوانی چادر اوڑھے سمندر کے اندر سے نکل کر اوپر چڑھ رہی ہے۔ اور اس کے بدن سے پانی ٹپک رہا ہے۔ چہرے پر سُنہری کام کی نقاب پڑی ہے۔ اور وہ اوسی جادو بھری نگاہون سے دیکھ رہی ہے۔ محمد علی نے بیتاب ہو کر اس کو اپنی طرف کھینچنے کو ہاتھ بڑھا دیئے۔ اور چیخ کر کہا۔ جوہرہ میرے پاس آؤ۔ تاکہ جو پانی تمہاری چادر سے ٹپک رہا ہے میرے سینہ کی آگ کو بجھادے۔ میری پیاری میرے پاس آؤ۔ مجھ سے باتین کرو۔ اور مجھے اس حالت سے نجات دو۔ اور مجھ سے میری آئندہ زندگانی کا حال بیان کرو۔ وہ ایک ناز سے آگے بڑھی۔ اور پاس آکر محمد علی کو گلے سے لگا لیا۔ اور بوسہ دینے لگی۔ محمد علی کو عالم خیال مین اُس کے گرم گرم سانسون کا جو احساس ہوا۔ بدحواس ہو کر اُٹھا۔ پاس کوئی نظر نہ آیا۔ اور نسیم سحری کے جھونکون کے سوا جو اس کے مُونھ پر لگ رہے تھے۔ اور کسی کو وہان نہ پایا۔ اس خواب کے بعد وہ گذشتہ واقعات کو کسیطرح نہ بھول سکا۔ اسے وہ سخت سخت قسمین جو جوہرہ کے قاتلون سے انتقام لینے کی کھائی تھین۔ یاد آگیئن۔ اور خیال کیا کہ جوہرہ کے اس وقت ظاہر ہونے کے یہی معنی ہین۔ کہ دریافت کرے کہ آیا اسنے اپنی قسمون کو پورا کیا۔ یا نہین۔ یا اس کی جان مفت مین گئی۔ مجھے موقع ملگیا ہے۔ مَین اسے کیون غنیمت نہ سمجھون۔ اگر مَین اپنی کوشش مین کامیاب ہوا۔ تو یہ نمایان کامیابی ہوگی۔ اور اگر میدان جنگ مین مر گیا۔ تو ان آلام سے نجات پا جاؤن گا جن کو گذشتہ واقعات کے یاد کرنے اور انکے بھلانے کی کوشش مین جھیلتا ہون۔ شاید خدا نے اسی اس لیئے بھیجا ہو کہ مَین اپنے ارادہ کو پختہ کرلون۔ اور مصر کا سفر اختیار کرون۔ اپنی جگہ سے

Marfat.com

اٹھ کھڑا ہؤا۔ اور سمندر کے پیچھے سے مصر کو دیکھنے لگا۔ اسے خیال ہوا کہ وہ مصر کے کشادہ میدان اور سنہرے ٹیلے دیکھ رہا ہے۔ اور خسرو پاشا اسکے سامنے کھڑا ہے۔ محمد علی نے اس سے کہا تو نے اس کو بلایا ہے جو تجھ کو تیری بداعمالیون کی سزاء دیگا۔ تونے اپنی بربادی کا آپ فیصلہ کیا۔ لیکن وہ اپنا مقصد حاصل کرنے تک تیری نہایت ہی فرمانبرداری کرے گا۔ لہذا ہوشیار رہیو

محمد علی پہاڑی پر سے اُترنے کے بعد سے اپنے آپ کو نہایت ہی چست و چالاک اور خوش پاتا تھا۔ قوالہ مین داخل ہوا۔ مگر اب وہ کل والا محمد علی نہ رہا تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ قضا و قدر کا ایک آلہ ہے جسے وہ بڑے بڑے کام پورا کرنے کے لیئے گردش دیتی ہے۔

محمد علی حاکم کے قصر کے سامنے سے گذرا۔ اپنے دوست عثمان سے ملنے کے لیئے گیا۔ عثمان محمد علی کی چال دیکھ کر اس کے خیالات کو تاڑ گیا مسکراتا ہوا سامنے آیا۔ اور کہنے لگا۔ مین دیکھتا ہون مشکل آسان ہوگئی۔ اور تم میری آرزو پوری کرنے اور میرے مستقبل کے لیئے کوشش کرنے کی طرف مائل ہوگئے۔

محمد علی۔ نہین۔ بلکہ مین اپنا حق طلب کرنے پر مائل ہون۔ اگر مل گیا تو خیر۔ ورنہ لوگون کو معلوم ہوجائے گا۔ کہ شریف کس طرح مرتے ہین ❊

فصل چہارم (۴)

سفر

جب سفر کا دن آیا۔ اور حاکم کو یقین ہوگیا کہ عثمان اس سے جدا ہوئے والا ہے شفقت پدری نے زور کیا۔ اور بیٹے کی جدائی کی تاب نہ لاکر روتا ہوا اس کے پاس گیا۔ تاکہ اسے جاکر روک لے۔ کیونکہ اس کے بغیر اس کی زندگی بے لطف تھی۔ لیکن عثمان نے دل سخت کرلیا۔ اور کہنے لگا ابا جان! اب وہ وقت آگیا ہے کہ مین اپنے آپ کو لوگون کے سامنے پیش کرون۔ اور انکو بتادون کہ مین کس باپ کا بیٹا ہون۔ کیا آپ خیال کرتے ہین کہ جو خدمت میرے سپرد ہوئی ہے مین اس کا اہل نہین؟ ابا جان! مین پہلے عاجز بیمار تھا۔ اب میری صحت بہت اچھی ہوگئی ہے۔ گمان غالب ہے

Marfat.com

کہ عیش و آرام کی زندگی میرے ضعف کو اور بڑھا دیگی۔ لیکن اگر مَیں کاہلی کی چادر اپنے اوپر سے اُتار کر پھینک دوں۔ اور رفتہ رفتہ اپنے آپ کو سختی و مشقت کا عادی بنالوں تو میرے لیئے تمام علاجوں سے زیادہ مفید ثابت ہوگا۔ شہرت و نام آوری کا جو تمغہ حاصل ہوگا۔ وہ الگ ہوگا۔ یہ آپ بھی جانتے ہیں کہ مَیں محمد علی سے جدا نہیں رہسکتا۔ اُس کا پاس رہنا قوت و شجاعت کو اور بڑھائے گا۔ اور مُجھے خطرات میں پڑنے کے لیئے دلیر کریگا۔ مَیں نہیں خیال کرسکتا کہ آپ مجھے خوشنما جنگی وردی پہنے اور سب کو میری تعریف کرتے دیکھکر آزردہ ہونگے۔ آپ آنسو بہاکر میری ہمّت نہ توڑیئے۔ میری حوصلہ افزائی کیجئے۔ اور اپنی گرانبہا نصیحتوں کا مجھے توشہ دیکر حکم دیجئے کہ مَیں اپنے کپڑے پہن کر سفر کے لیئے تیار ہو جاؤں۔

جب حسان نے عثمان کی یہ باتیں سنیں۔ اسے بھی غیرت آگئی۔ اور مردانہ صفات کا جوش پدری شفقت پر غالب آگیا۔ اور آنسو پونچھکر عثمان کی طرف بڑھا۔ اور اس کو پیار کیا۔ مگر مُونھ سے کچھ نہ کہا تاکہ کہیں ضبط ہاتھ سے نہ جاتا رہے۔ اور کمزوری ظاہر ہو جائے۔ ازان بعد محمد علی کی تلاش میں نکلا۔ دیکھا وہ صحن میں سپاہیوں کو مرتب اور اُن کو سفر کے لیئے تیار کر رہا ہے۔ تھوڑی دیر کھڑا ہوا اس کو دیکھتا رہا۔ پھر پاس بلاکر دیوان خانہ میں لیگیا۔ اور کہا بیٹا محمد علی! کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو کہ مَیں تجھ سے کچھ مانگوں۔ اور کیا تم مجھ سے میری درخواست پورا کرنے کا وعدہ کرتے ہو؟

محمد علی (حاکم کے اخلاق سے متاثر ہوکر) جناب فرمائیں تو بخدا آپ مجھے تابع فرمان پائینگے۔ اگرچہ آپ میری گردن مارنے کا حکم کیوں نہ دیں۔

حسان۔ میرا اکلوتا بیٹا عثمان تمہارے ساتھ جاتا ہے۔ اور یہ تمہیں معلوم ہے کہ مَیں اسے کتنا عزیز رکھتا ہوں۔ اور اس کا ضعف بھی تم سے چھپا ہوا نہیں۔ مَیں چاہتا ہوں کہ تم اسکی نگرانی رکھو۔ اور طاقت سے زیادہ اس کو کام میں مشغول نہ ہونے دو۔ اس کا نفس اسکے جسم سے زیادہ بلند حوصلہ ہے۔ اسلیئے جسم اسکی نفس کی خواہش کو نہیں پورا کرسکتا۔ محمد علی! مجھ سے اور زیادہ نہیں کہا جاتا۔ مختصر یہ ہے کہ تم بھی صاحب اولاد ہو۔ تمہارے بھی بال بچّے ہیں۔ میری دیکھ گئی نا۔

محمد علی (آبدیدہ ہوکر) مَیں آپکے سامنے اس بات کے ثابت کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا کہ مَیں اپنی جان عثمان پر قربان کرنے کو تیار ہوں۔ آپ یقین رکھیئے کہ مَیں اپنی جان سے زیادہ اپنے دوست عثمان کا خیال رکھونگا۔ مَیں خدا کو گواہ کرتا ہوں اور یہ قسم کہتا ہوں کہ خطرے کے وقت

Marfat.com

عثمان کی سپرد ہوگا۔ لیکن میری بھی آپ سے ایک عرض ہے۔ شفقت پدری کا ابھی آپ ذکر کر چلے۔ اور آپ جانتے ہین کہ مَین کیسے ننھے ننھے بچے چھوڑ چلا ہون۔ آپ نانا ہونے کے سبب سے زیادہ انکے قرابت دار ہین۔ لہذا اگر زمانہ میرا ساتھ نہ دے اور مَین نہ واپس آؤن۔ تو آپ انکی کفالت کرین۔ اور چونکہ موجودہ دولت و ثروت بیوی کے مال سے ہے۔ اس لیئے مَین اس کی دولت اس کو واپس کرتا ہون۔ اور جو زیادہ ہے وہ اپنے بچون کے لیئے چھوڑتا ہون۔ انکو اختیار ہے آپکے مشورہ سے جسطرح چاہین خرچ کرین۔ مَین اب ایک نیا آدمی بن کر اس دنیا مین گھستا ہون اپنی سابقہ زندگی سے بال بچون اور وطن کی محبت کے سوا اور کچھ ساتھ نہین لیتا۔ ہان آپ میرے دوست عثمان کی بابت جو میرے پاس رہینگے۔ جو کچھ فرمائین منظور کرتا ہون۔ اور جبتک مَین زندہ ہون بعنایت الٰہی اسکا بال بیکا نہ ہوگا۔ حسان اور محمد علی باتین کرتے ہوئے عثمان کے کمرے تک پہنچ گئے۔ عثمان اپنے اس کمرے مین حسان کے جانیکے بعد جدائی کے خوف سے کچھ دیر روتا رہا۔ پھر اسنے فوجی وردی پہن کر اپنے دونون غلامون کو سفر کے لیئے تیار ہونیکا حکم دیا۔ اور خود تھک کر کمزوری سے چارپائی پر لیٹ گیا۔ اور خدا سے دعا مانگنے لگا کہ سفر کی تکلیف برداشت کرنے کی قوت عنایت کرتا کہ اپنی محبت محمد علی پر ثابت کر دکھاؤن۔ اتنے مین کمرے کا دروازہ کھلا۔ اور حسان محمد علی کا سہارا لیئے ہوئے اندر داخل ہوا۔ اور کہنے لگا کل سامان تیار ہے۔ لشکر ساحل پر جانے کے لیئے انتظار کر رہا ہے۔ پھر محمد علی بولا۔ بھائی! مناسب یہ ہے کہ تم ابا جان کے ساتھ پہلے ساحل پر پہنچ جاؤ۔ پیچھے سے مَین فوج کو لے آتا ہون۔

حسان محمد علی کا مطلب سمجھ گیا۔ اور بولا ہان یہ بہتر ہے۔ اسمین افسر کی زیادہ عزت ہے اور چونکہ مَین تھکا ہوا ہون پیدل نہین چلسکتا۔ لہذا گاڑی پر سوار ہو کر جاؤنگا۔

عثمان مین امید کرتا ہون کہ تم میرے ساتھ چلوگے۔ آؤ۔

عثمان سمجھ گیا کہ ان دونونکا کیا مطلب ہے۔ یہ نہین چاہتے کہ مَین لشکر کے ساتھ پیدل چلکر تکلیف اٹھاؤن۔ آبدیدہ ہو کر بولا اچھا یونہی سہی۔

جب حسان و عثمان سمندر کے کنارے پہونچے دیکھا کہ شہر کے بہت سے آدمی لشکر کو رخصت کرنے اور تماشہ دیکھنے کے لیئے آئے ہوئے ہین۔ ان لوگون نے حاکم اور اس کے بیٹے کو آتے دیکھکر انکا استقبال کیا۔ اور خوشی کے نعرے بلند کیئے۔ عثمان نے اپنا دل مضبوط کر لیا۔ اور بے تکلف اپنے درد و رنج کو چھپا کر گاڑی سے کود پڑا۔ اور لوگون مین جا کھڑا ہوا۔ اور انکا شکریہ ادا کرنے لگا۔

Marfat.com

تھوڑی دیر بعد فوج بھی آگئی۔ جسکے آگے آگے محمد علی تھا۔ اسکے ساحل پر پہنچنے کے
لوگ ایک دوسرے کو رخصت کرنے لگے۔ فوجی خوش تھے اور اہل شہر انسے بھی زیادہ۔ اس لیے
ہر دلعزیز حاکم کے بیٹے کی ماتحتی مین انکے بھائی جہاد کے لیئے جا رہے تھے۔ پہلے حسان و عثمان
کشتی مین سوار ہوئے۔ اور محمد علی پچھلے حصہ مین رہگیا۔ یہانتک کہ جب آخری کشتی مین اسکے سوار
ہونے کی باری آئی۔ تو وہ اپنی بیوی اور بچون کو رخصت کرنے لگا۔ جو اسکے دوست قیولن
کے ساتھ کھڑے تھے۔ اور بیوی سے کہا۔ عائدہ! مجھے اجازت دو۔ مین تمہین رخصت کرتا ہون
اور شاید یہ آخری رخصت ہو۔ جو کچھ تم نے اس وقت تک میرے ساتھ کیا۔ اس کا شکریہ ادا کرتا
ہون۔ تمہارے اس وقت کے آنسو مجھے سفر کے خطرات برداشت کرنے پر دلیر کرتے ہین۔ کیونکہ
یہ تمہاری محبت اور اسکی پائداری کا بین ثبوت ہین۔ انکی یاد مجھے ہمیشہ مسرور رکھی گی اور
مجھے زندہ رہنے کا مشتاق بنائے گی۔ تاکہ پھر لوٹ کر تم سے ملون۔ تم بھی مجھے یاد رکھنا۔ اور بچون
کی تربیت مین کوشش کرنا۔ انکو شریف بنانا اور آگاہ کرنا کہ انکا باپ سپاہی ہے۔ اور چاہتا
ہے کہ اسکی اولاد بھی اسکے نقش قدم پر چلے۔ انکو لکھنا پڑھنا بھی سکھانا۔ غرضکہ کسیطرح تربیت
مین کوتاہی نہ کرنا۔ مین چاہتا ہون کہ جب یہ لشکر مین داخل ہون تو وہ ان اہم معاملات کے انجام
کرلینے کے قابل ہون۔ جو انکے سپرد کیے جائین۔ نہ یہ کہ نالائق اور جاہل ثابت ہون۔ عائدہ! رخصت
ہوتا ہون۔ اچھا لو رخصت۔ تم نے جو وقت میرے ساتھ گذارا۔ جو مجھے سعید بنانے کی کوشش مین
رہا۔ اُس کا شکریہ کبھی نہ بھولونگا۔ محمد علی نے یہ تو کہا۔ لیکن یہ نہ کہا کہ مین اس وقت کا شکر گذار ہونگا
جس مین تو نے مجھے سعید بنایا۔ کیونکہ وہ منافقانہ جھوٹ بولنا نہین چاہتا تھا۔ وہ اب تک بھی
اپنے جذبات کو بیوی سے چھپاتا اور بہ تکلف خوشی و مسرت کا اظہار کرتا رہا تھا۔ نہ کبھی شکایت
کی اور نہ ملول ہوا۔ اسلیئے عائدہ نے محمد علی کو سعید و خوش خیال کر لیا۔ اسے محمد علی کی سابقہ محبت
کے درد اور جوہرہ کے انتقام لینے کے خیال کی کچھ خبر نہ تھی۔ محمد علی نے عائدہ کو اس جوش و خروش
سے جو اسکے سینہ مین موجزن تھا۔ اور ان اسباب سے جو اسکو مصر کا سفر کرنے پر مجبور کر رہے تھے۔
مطلق آگاہ نہ ہونے دیا۔ جہان وہ جاکر اپنے دشمن سے ملنے اور موقع پاتے ہی اسکے سر پر
انتقام کی بجلی گرانے اور اس پاکدامن کے خون کا بدلہ لینے والا تھا۔ جب بیوی کو رخصت کر چکا تو
وہان بھی ایک نظر ڈالی جہان جوہرہ غرق ہوئی تھی۔ پھر کود کر ایک چھوٹی سی کشتی مین سوار ہوگیا
اور اُس کو بڑھا کر جہاز کے قریب پہونچ گیا۔ عثمان اس کا منتظر ہی تھا۔ استقبال کو بڑھا۔ اور کہا

Marfat.com

بھائی آؤ۔ اب ہم تم ایک ساتھ عزت و ناموری حاصل کرنے کے لیئے سفر کرتے ہین۔ محمد علی یہ سن کر مسکرانے لگا۔ اس کے بعد حاکم نے دونون کو رخصت کیا۔ اور محمد علی کو پیار کرتے ہوئے جھک کے کان مین کہا۔ بیٹا! میری نصیحت یاد رکھنا۔ اور اپنے بھائی کا خیال رکھنا۔ پھر دونون کو دعا دیتا ہوا ہمارے پر لوٹ آیا تھوڑی دیر کے بعد سمندر کے کنارے سے سلامی رخصت کی شلک سر ہوئی اور جہاز کا لنگر اُٹھا دیا گیا۔ اور وہ موجون سے کھیلتا ہوا کنارے سے روانہ ہوا محمد علی نے عثمان کی طرف دیکھ کر کہا۔ عثمان! جو ہیرہ اس وسیع قبر کے ملان گوشہ مین مدفون ہے پچھلا زمانہ گذر گیا۔ اور استقبال ہمارے سامنے ہے۔ جو مسکرا مسکرا کر بلا رہا ہے۔ مین عنقریب اسی زمانہ مین اس پاک دامن کا بدلہ لونگا۔ اور اس کا مقبرہ ایسا بناؤنگا جواب تک کسی عورت کی لاش پر نہ بنایا گیا ہوگا۔ ہان مین عنقریب اس وسیع قبر کے مصری ساحل پر مقبرہ بناؤنگا عثمان تم میرے ساتھ رہو اور دل مضبوط رکھو۔

فصل پنجم (۵)

ابو قیر کا لشکر گاہ۔

مصر اس وقت ممالیک کے قبضہ مین تھا۔ اور ملک مین انکا سکہ جما ہوا خاندان عثمانیہ کی ماتحتی سے الگ ہوکر اُنہون نے ایک بڑے مالدار اور با اثر مملوک مراد بک نامی کو اپنا بادشاہ بنا لیا تھا۔ ایک دن وہ اسکندریہ مین اپنے قصر مین بیٹھا تھا۔ اور اُس کے گرد و پیش ارکان سلطنت و امراء حاضر تھے کہ اسکے آدمیون نے آکر خبر دی کہ فرانسیسی جنگی بیڑہ بندرگاہ مین گھس آیا ہے اور بہت سے سپاہی خشکی پر اُتار دیئے ہین۔ مراد بک انگریزی سفیر سے سن چکا تھا۔ کہ فرانس مصر پر قابض ہونا اور اس کو اپنی حکومت مین لینا چاہتا ہے۔ مگر اسنے اس کی کچھ پرواہ نہ کی۔ جب جنگی بیڑے کے پہونچنے کی اور سپاہ کے خشکی پر اترنے کی خبر سنی۔ وہ مسکرایا۔ اور ارکان دولت کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔ فرانسیسی ہم سے خیرات مانگنے آئے ہین۔ انکو کچھ صدقہ دیدو کہ چلے جائین۔ ورنہ

Marfat.com

مین اپنے غلامون سے بُری طرح سے نکلواؤنگا۔ مرادبک نے فرانسیسیون کی قوت کی ہنسی
لیکن یہ برمحل نہ تھی۔ کیونکہ وہ آسانی سے واپس ہونے والے نہ تھے۔ وہ اُس نامی جرنیل کے تحت
تھے جس کا ذکر تمام عالم مین گونج رہا تھا۔ اور جس کے نام سے یوروپ کانپتا تھا یعنی نپولین
بوناپارٹ۔ بوناپارٹ نے اپنی حکومت کو ملک ہند محیط کرنے پر رضی کر لیا تھا۔ اور ہند کی فتح اسکے
سپرد کر دیگئی تھی۔ وہ پہلے مصر پر آیا۔ تاکہ اسے زیر کرکے فرانس و ہند کے درمیان فرانسیسیونکا
ایک اسٹیشن بنائے۔

مرادبک نے جب دیکھا کہ بوناپارٹ ملک پر قبضہ کرنے پر تلا ہوا ہے۔ تو اسنے بھی اپنا لشکر
جمع کیا۔ اور اسکے مقابلہ کے لئے تیار ہوگیا متعدد خونریز معرکون کے بعد اسے دشمن کی قوت کا
پورا اندازہ ہوگیا خصوصًا وہ معرکہ جو جرنل ڈیزیہ اور ممالیک کے درمیان ہوا جس مین تین یا
چار ہزار ممالیک تھے۔ جب فرانسیسیون نے اسے پست کر دیا تو نپولین نے حکم دیا کہ انمین سے
ایک بھی بچ کر نہ جانے پائے۔ ڈیزیہ کے لشکر نے اُن کو گھیر کر آتشباری شروع کر دی۔ اور بھاگنے
کے راستے بالکل بند کر دیئے اور سب کو وہین کھیت رکھا۔

مرادبک یہ دیکھکر مشغولِ تدبیر ہوا۔ اور سخت جنگ شروع ہوئی۔ فریقین کے بیشمار آدمی لقمۂ
اجل ہوئے۔ مگر دفعتًہ فرانس مین ایک ایسا معاملہ پیش آگیا جسکی وجہ سے بوناپارٹ کو وہان
جانا پڑا۔ اسنے جرنل کلیبر کو لشکر کے ساتھ چھوڑ دیا۔ اور خود سپاہ جمع کرنے اور کافی تعداد بہم
پہنچانے کی نیت سے فرانس کی راہ لی کہ پھر آکر مصر پر ایک فیصلہ کن جنگ کرے۔ مگر اسکی قسمت
مین یہ کامیابی نہ لکھی تھی۔ کیونکہ جرنل کلیبر کو کسی نے جنگ کے میدان مین اچانک خنجر سے قتل کر
ڈالا۔ جب شہر والون کو یہ معلوم ہوا کہ جرنل کلیبر قتل ہوگیا سب ایک دم اُٹھکر چارون طرف
شور مچانے لگے "فرانسیسی ہلاک۔ فرانسیسی ہلاک" اس سے فرانسیسی لشکر مین ہلچل پڑگئی لیکن
اسنے بھی موت کے سامنے حیرتناک جوانمردی و دلیری دکھائی۔ یہانتک کہ دول یوروپ نے بیچ
مین پڑکر فیصلہ کیا کہ فرانسیسی لشکر مصر سے واپس چلا جائے۔ جو فرانسیسی سپاہ رہگئی تھی۔ وہ سب
خوشی خوشی واپس ہوگئی۔ مگر مصری اُنسے بھی زیادہ خوش تھے کہ جنگ کا خاتمہ ہوگیا جس سلطنت
نے بوناپارٹ کی کوششون کو روکنے کا بیڑا اُٹھایا۔ اور فتح ہند کے راستہ مین قدم جمانے سے روکا
وہ گورنمنٹ انگلشیہ تھی۔ مصر نے بھی فرانسیسیون کے نکالنے کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سطوت و جبروت
کی طرف منسوب کیا۔ اسلیئے وہ اسکے شکر گذار تھے۔ گورنمنٹ برطانیہ نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر

Marfat.com

اپنے سیاسی ہاتھ پیر مارنا شروع کیئے۔ یہانتک کہ مصر مین بہت کچھ انگلش اثر ہوگیا۔ پھر سے
اپنے سفیر لارڈ بالان کے ذریعہ سے بابعالی اور ممالیک کے درمیان صلح کی کوشش شروع کی بہت کا
رد و کد کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ ممالیک قاہرہ چھوڑ کر مصر کے بالائی حصہ مین چلے جائین اور وہان
نئی زمین بھی حاصل کرین۔ اور سوار و پیادہ فوج کو لیکر وہان اطمینان سے رہین۔ ان سے
کوئی کسی قسم کا تعرض نہ کرے گا۔ ممالیک چونکہ جنگ و خونریزی سے تنگ آچکے تھے اور امن و
آسایش کے خواہان تھے اس لیئے انہون نے اس کو منظور کر لیا۔ اور لارڈ بالان کو جواب دیدیا کہ ہم
پر راضی ہین۔ اور ہمکو دولت علیہ کے اس معتمد کے فیصلہ سے جو ملک کو ہمارے اور دولت علیہ کے
درمیان تقسیم کرانے پر مقرر ہوگا۔ اور نیز ان شرائط کے تسلیم کرنے مین جو فریقین مین امن و
سلامتی کی ذمہ دار ہون۔ کچھ تامل نہ ہوگا۔ جب یہ طے ہوگیا۔ ممالیک کو اس وفد نے جو قسطنطنیہ سے
آیا تھا۔ ابو قیر مین بلایا۔ ممالیک وہان گئے اور اپنے خیمے نصب کر دیئے۔ اور وفد کی ملاقات
اور معاملہ کے طے ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ اور اپنا وقت خوشی اور دعوتون مین گذارنے لگے۔
کیونکہ انہین خیال تھا کہ مصیبت کا خاتمہ ہوچکا یا ہوا چاہتا ہے۔ اسی حالت مین پندرہ دن گذر
گئے۔ وفد وقت کو ٹالتا اور معاملہ کو لیت و لعل مین ڈالتا رہا۔ مراد بک کا انتقال ہوچکا تھا۔
اسکی جگہ پر ایک سردار زبردست عثمان بک بردیسی نامی ممالیک کا بادشاہ ہوا جب پندرہ
دن گذر گئے مراد بک کی بیوی ست نفیسہ لشکر مین آئی۔ اور سیدھی عثمان بک کے خیمہ کیطرف
چلی گئی۔ اور اس سے کہا۔ اے امیر مجھے تجھ سے ایک اہم معاملہ مین گفتگو کرنا ہے جسے مین کسی
اور کے سامنے نہین کہہ سکتی۔ عثمان بک نے اس کو بیٹھنے کے لیئے اشارہ کیا۔ اور سب لوگ باہر
نکل گئے۔ اور وہ ست نفیسہ سے ملنے کے لیئے اٹھا۔ عثمان بک اسکی ذاتی بزرگی اور نیز اپنے
دوست مراد بک کی بیوی ہونے کی وجہ سے اسکی بہت عزت و احترام کرتا تھا۔ عثمان نے اس کے
اس وقت کے آنیسے بہت تعجب کیا۔ اور اسکی بات سننے کے لیئے ہمہ تن گوش ہوگیا۔ ست نفیسہ نے
بیٹھکر کہا مین تمہارے پاس اس لیئے آئی ہون کہ تم کو اس خبر سے آگاہ کردون جس سے تم بالکل
غافل ہو۔ تم اپنی سچائی و دیانت کی وجہ سے وفد کی باتون اور وعدون کو سچا سمجھتے ہو کہ سلطان
تم کو آزادی اور حقوق دیدیگا۔ وہ تم کو اپنا سخت دشمن جانتا ہے۔ مین نے اپنے شوہر سے مرتے
وقت سنا وہ کہتا تھا کہ جب تک سلطان ممالیک کو مصر سے نیست و نابود کر لیگا۔ اس کو چین نہ
آئے گا۔ یہ وفد اسکے اغراض پورا کرنے کا پیش خیمہ ہے وہ تم سب کو ہلاک کرنا چاہتا ہے۔ مین تم سے

Marfat.com

زور کے ساتھ کہتی ہون کہ مجھے یہ خبر ایک تجربہ کار واقف شخص سے پہونچی ہے۔ جس کا مین نام بتانا نہین چاہتی۔ عاقل وہی ہے جو عبرت حاصل کرے۔ اور خطرہ پیش آنے سے پہلے اس کا تدارک کرے۔

مین تم کو مشورہ دیتی ہون کہ تم آج ہی وفد سے بلکر معاملہ فیصل کر دینے کی خواہش ظاہر کرو۔ تمہین میری بات کی سچائی معلوم ہو جائے گی۔ اگر وہ آج ملنے پر راضی ہو جائین تو خیر۔ ورنہ آفتاب غروب ہونے سے پہلے اپنے آدمی لیکر قاہرہ چلے جاؤ۔ وہان کے سوا تمہارے لئے کہین پناہ نہین ہے۔

سنو! مین تمہارے پاس اسلئے آئی ہون کہ میرے شوہر مراد بک نے رات خواب مین آکر مجھے حکم دیا کہ مین تمہارے پاس آکر تمہین ہوشیار کر دون۔ اور جلد قاہرہ واپس ہونے کا مشورہ دون اُنہون نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر تمہین تاخیر کی تو سمندر تمہارے خون سے رنگین ہو جائے گا۔ کیونکہ ابو قیر کا سمندر ابھی خون سے سیراب نہین ہوا ہے۔ مین تم کو قسم دیتی ہون کہ تم ان لوگون پر بھروسہ نکرو۔ یہ مکار و دغاباز ہین۔ انکے وعدون مین نہ آؤ۔ بلکہ خطرہ پیش آنے سے پہلے اس کا بندوبست کرو۔ تاکہ وقت گذر جانے پر ہاتھ ملتے نرہجاؤ۔

بردیسی۔ مین تمہاری اس نصیحت کا شکریہ ادا کرتا ہون۔ لیکن جو کچھ بھی ہو نہ آج ہم سفر کر سکتے ہین۔ اور نہ آج فیصلہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ دو دن ہوئے مین نے وفد کے پاس کہلا بھیجا تھا۔ کہ جہانتک جلد ممکن ہو فیصلہ ہو جائے۔ اُنہون نے چند دنمین فیصلہ کرنے کا وعدہ کیا ہے ہمکو اس کا انتظار کرنا ضروری ہے۔

ست نفیسہ۔ تم نے بہت برا کیا۔ تمنے اپنے اس اصرار سے ان پر اپنے شک کو ظاہر کر کے ہوشیار کر دیا۔ لہذا وہ قبل اسکے کہ تمہارا شک اُن کی طرف سے یقین کے درجہ پر پہنچے۔ اپنا کام کر گذرینگے۔ تم ہوشیار ہو جاؤ۔ مین تم کو تمہارے ہر دلعزیز اور تمہارے مکرم و معظم دوست مراد بک کی قسم دلاتی ہون کہ تم اسیوقت اُٹھکر قوم کو لئے ہوئے قاہرہ چلے جاؤ۔

بردیسی۔ کیا اچھا ہوتا اگر ایسا ممکن ہوتا۔ اور کاش مین تمہاری درخواست منظور کر سکتا کل مجھے اسکندریہ جانا ضروری ہے۔ کیونکہ لارڈ بالان نے وہان اپنے افسرونکی دعوت کی ہے جس مین مجھے بھی بلایا ہے اور میرے قریب جو ترکی نائب ٹھیرا ہوا ہے اسکی بھی دعوت آئی ہے لیکن اے سیدہ! ہم اسکندریہ سے واپس ہوتے ہی قاہرہ لوٹ جائینگے۔

ست نفیسہ (غمگین و پژمردہ ہوکر) تم اس دعوت مین بلائے گئے ہو جس مین تمہارے ساتھ

یہ ترکی نائب خسرو پاشا ر حاضر ہوگا۔ مین تم کو خدا کی قسم دلاتی ہون کہ تم ان لوگون کے ساتھ کل نہ جاؤ۔ تم جن کو اپنا دوست خیال کرتے ہو میرے جاسوس انمین چھوٹے ہوئے ہین۔ انمین سے ایک نے مجھے خبر دی تھی۔ کہ اسکندریہ کے بندر پر ایک ترکی بیڑا تمہارے قتل کرنے کی گھات مین کھڑا ہے۔

عثمان اس خبر کے سنتے ہی چونک پڑا لیکن اسنے لاپروائی ظاہر کرنے کے لیئے کہا۔ ایسا نہین ہوسکتا۔ مین نہین خیال کرسکتا کہ وہ ہمارے ہم مذہب ہوکر ہمارے ساتھ اتنا مکر و فریب کرین گے ہمارا ہی انکا نبی ہے۔ ہماری کتاب انکی کتاب ہے۔ جس مین مسلمانون کے ساتھ ہمدردی واخوت ونصرت کی نصیحتین بھری پڑی ہین۔ علاوہ اس کے خسرو پاشا کہلا بھیجا ہے کہ صلح مین دیر نہ کرونگا صرف شرائط صلح کا مرتب ہونا باقی ہے۔ اور صلح مین کچھ روک نہین ہے۔ ان سب باتون کے باوجود بھی اگر وہ اس قسم کی خیانت سے مجھے قتل کر دین۔ اور میرے خون سے گنہگار غدارون کے ہاتھ رنگین ہون تو مین انکو نسبت کسی پر بدظنی کرنے کی ترجیح دیتا ہون۔ خاصکر یہ قوم جسکو مین بہادر خیال کرتا ہون۔ اسپر تو مین ایسا گمان نہین کرسکتا۔

ست نفیسہ۔ مین پھر تاکید کہتی ہون۔ اگر میری نصیحت پر کان نہ دھرا۔ اور اسکندریہ گئے تو قطعی مارے جاؤگے۔ اور اگر تمہین اس وقت قاہرہ جانے سے انکار ہے تو کم سے کم اس غدر کے ساتھ دعوت ہی مین جانے سے باز آجاؤ۔ اور وقت کو غنیمت سمجھ کر مقابلہ کے لیئے تیاری کرلو۔ تاکہ جب وہ اسکندریہ سے واپس ہوکر آئین تو بے ہتھیار رکھائے انکو خشکی پر نہ اترنے دو۔

بردیسی۔ مین آپ کی نصیحت و خیرخواہی کا مشکور ہون۔ لیکن مین بھی دیکھتا ہون کہ آپ محبت و شفقت و غیرت کی وجہ سے ایسے خطرات کو محسوس کر رہی ہین۔ جو میرے نزدیک اوہام سے زیادہ وقعت نہین رکھتے۔ مین اسکندریہ جانے کا وعدہ کرچکا ہون۔ مین وعدہ خلافی نہین کرسکتا۔ خدا پر بھروسہ کرکے جاؤنگا۔ وہی میرا مددگار ہے۔ البتہ تقدیر سے کچھ چارہ نہین۔

ست نفیسہ۔ اگر تمہارا جانا ضروری ہے تو مین خدا سے دعا کرتی ہون کہ وہ تمہارا محافظ رہے۔ لیکن جس بات کا مجھے اندیشہ ہے اگر خدانخواستہ پیش آگئی تو میرا شوہر تمہاری حالت دیکھکر جان جائیگا۔ کہ مین تمہارے اس جانے کے مواخذہ سے بری ہون۔ مین اسکے حکم کی تعمیل کرچکی۔ یہ کہکر جانے کی اجازت لیکر خسرو پاشا کے لشکر کی طرف گئی۔ دونون لشکرون کے درمیان جارہی تھی۔ اور اپنے آپ کہتی جاتی تھی کہ اے نامنو! دھوکہ دینے والو! تمہارا برا ہو۔ تم منافق

Marfat.com

کو ہلاک کرنا چاہتے ہو لیکن مین عنقریب انکو تمہارے پنجہ سے چھڑا لونگی۔

عثمان بک نے وہ دن کھیل کود اور گھوڑ دوڑ مین صرف کر دیا۔ اور فن سپاہگری اور شہسواری کے وہ کرتب دکھائے کہ دوست و دشمن اسکی شہسواری اور ہتھیار چلانے کی مشاقی دیکھ کر حیران ہو گئے۔ نائب خسرو پاشا یہ دیکھکر اظہار تعجب کرتا اور کہتا جبتک یہ زندہ ہے ہمارے اور ممالیک کے درمیان صلح نہین ہو سکتی۔

خسرو عثمان بک کی قوم کی قوت و شجاعت اور اپنے ساتھیون کی کمی کو دیکھ کر سوچنے لگا کہ تین جہاز کے بیڑے کو آستانہ واپس کر دے۔ اور مصر کو بدستور اپنی حالت پر چھوڑ دے۔ مگر اسی دن ایک جہاز اور آکر بیڑے مین شامل ہو گیا۔ جس سے قوت بڑھگئی۔ کیونکہ اس مین تین سو بہادر سپاہی عثمان بن حسان شورنجی کے ...... ماتحت تھے جس کے ساتھ محمد علی بھی تھا۔

فصل ششم (۶)

مقتل

خسرو پاشا مصر کا نائب اور اس وفد کا افسر مقرر ہوا تھا جو ممالیک کے ساتھ صلح کرنے آیا تھا۔ اس لیئے اس کے اختیارات شاہی اختیارات تھے نہ کہ فوجی۔ اسیوجہ سے اسکے ساتھ ایک فوجی افسر اور روانہ کیا گیا تھا جس کے متعلق فوج و جنگ کا انتظام تھا۔ اس کا لقب قبطان پاشا تھا۔ جس دن قوالہ کا جہاز آیا۔ اسی دن قبطان پاشا اسکے دیکھنے اور قوت کا اندازہ لگانے گیا۔ عثمان اور محمد علی نے نہایت ادب سے اس کا استقبال کیا۔ سپاہیون کے معائنہ کے بعد عثمان کی بلند ہمتی کی تعریف کی کہ اسنے سفر کے زمانہ مین سپاہیون کو جنگی قواعد سکھا دی۔ عثمان نے کہا مین آپ کی اس قدر دانی کا شکریہ ادا کرتا ہون۔ لیکن مین اس شکریہ کو نہین قبول کر سکتا جس کا مستحق کوئی اور ہو۔ کیونکہ یہ کارگذاری میرے نائب محمد علی کی ہے۔ اسنے میری نیابت سے اثنائے سفر مین انکو قواعد کی مشق کرائی۔ اور وہی اس شکریہ اور قدردانی کا مستحق ہے۔

قبطان پاشا۔ شکریہ تو انکا مین اس وقت ادا کیئے دیتا ہون لیکن قدردانی انکی
ارگذاری پر موقوف ہے۔
عثمان۔ اگر آپ اجازت دین تو مین انکی قدردانی کے متعلق اپنی رائے آپکی خدمت مین
رض کرون جس سے انکی قدردانی بھی ہوجائے گی اور آپ کو بھی نفع ہوگا۔
قبطان پاشا ایسی باتون کا ماننے والا نہ تھا۔ اور نہ عثمان کی رائے سُننے کے لیئے تیا
ا لیکن نو واردون کی دلجوئی کرنے کو تاکہ ضرورت کے وقت چلے نہ جائین عثمان کی
رف دیکھکر کہا۔ بہتر۔ اپنی رائے بیان کرو۔
عثمان۔ میری رائے یہ ہے کہ محمد علی کو اس حسن خدمت کے صلہ مین بجائے میرے توالہ کے
میونکا افسر کر دیجیئے۔ کیونکہ مین عنقریب اجازت لیکر اپنے مکان کو واپس چلا جاؤنگا۔
قبطان پاشا (متعجب ہوکر) اگر تمہاری یہی مرضی تھی کہ دریائی سفر کی شقت اُٹھاکر جب
ل مقصود پر پہنچ جاؤ تو اپنا عہدہ دوسرے کو دیدو۔ تو پھر آئے کیون تھے؟
عثمان۔ مینے اس عہدے کو خسرو پاشا کے حکم سے منظور کیا تھا جسنے مجھے اس منصب پر
رکے سرفراز کیا۔ لیکن مین اپنے مین کمزوری اور ہتھیار چلانے اور جنگ کی سختیون کے برداشت
کی قوت نہ پاکر اپنے آپ کو اس کا اہل نہیں سمجھتا۔ مین درخوست کرتا ہون کہ مجھے اسی
از مین سمجھین کہ مین آیا ہون مکان جانے کی اجازت ملجائے۔ اور میرا منصب میرے دوست
مد علی کو دیدیا جائے۔ کیونکہ اس کے سوا اور کوئی اسکے قابل نہیں ہے۔
قبطان پاشا نے محمد علی کو غور سے دیکھا۔ اسکے بدن کی مضبوطی اور اعتدال قامت اور
جاعت و دلیری کے آثار دیکھ کر خوش ہوا۔ اور کہا مین اس معاملہ مین غور کرونگا۔ مگر اسکی
قی کل کے خطرناک حادثہ کی کارگذاری پر موقوف ہے۔ اگر یہ کام میری مرضی کے موافق
ے گا۔ تو مین اسکو تمہاری جگہ پر مقرر کرکے تمکو جانے کی اجازت دیدونگا۔ مین اس کا حال
یافت کرنے کے لیئے اسی پر نگاہ رکھونگا۔ اور ٹیلہ پر سے اسکو دیکھتا رہونگا۔ پھر محمد علی کو آواز
ا اور جہاز کے ایک گوشہ مین علیحدہ ہوکر محمد علی سے چپکے چپکے باتین کرنے لگا۔ محمد علی کا
ا کبھی سُرخ ہوجاتا اور کبھی زرد پڑجاتا۔ اور بدن کے رؤین کھڑے اور بے چینی کے
ار نمودار ہوجاتے۔ جس سے اس بات کی اہمیت معلوم ہوتی تھی جو پاشا محمد علی کے کان
ی کو رہا تھا۔ پاشا نے بھی محمد علی کے ان آثار اور تبدیلیون کو دیکھ لیا۔ اور کہا مجھے معلوم

Marfat.com

ہوتا ہے تم اب تک فنون حرب مین نو آموز ہو۔

محمد علی۔ ہان ! لیکن مین عنقریب جنگ کے مصائب برداشت کرنے کا خوگر ہو جاؤنگا پھر بہتے ہوئے خون اور تڑپتے ہوئے جسم کو دیکھکر میرا دل نہ دھلیگا۔

قبطان پاشا۔ مین تمہین یقین دلاتا ہون کہ تم کو اس کے لیئے زیادہ وقت نہ صرف کرنا پڑیگا۔ اور تم اپنا مقصد جلد حاصل کر لوگے۔ مصر کی ہوا مُردون کی بو سے بسی ہوئی ہے اسکا پانی خون سے رنگین ہے۔ اگر تم میرے اس وقت کے حکم کو سمجھ گئے ہو۔ اور آدمی تمہارے قابو مین ہین تو تعمیل حکم کے لیئے تیار ہو جاؤ۔ اگر تم نے اس خدمت کو خوش اسلوبی سے انجام کو پہنچایا۔ تو مین تم کو تمہارے ساتھیون کا میجر کر دونگا۔ یہ تمہاری ترقی کا پہلا زینہ ہے۔ جب اس عہدے پر پہنچ جاؤ سمجھ لو کہ مین نے تمہارے لیئے دروازہ کھولدیا۔ اور تم کو شاہراہ ترقی پر ڈالدیا۔ مجھے تمہارے بشرہ سے اقبالمندی کے آثار معلوم ہوتے ہین۔

محمد علی۔ جناب مین آپ کا شکریہ ادا کرتا ہون اور امید کرتا ہون کہ جو حسن ظن آپ کو میری نسبت ہے زمانہ اسکو ثابت کر دکھائے گا۔ آپ کا نوکر ہون۔ مجھ جیسا سپاہی مثل ایک آلہ کے ہے جس کو اسکا مالک جسطرح چاہتا ہے گھماتا ہے۔ اور وہ اس کی غرض پوری کرنے کے لیئے حرکت کرتا ہے۔

قبطان پاشا اپنی بات پوری کرکے اپنے لشکرگاہ ابو قیر کو واپس چلا گیا۔ محمد علی نے اپنے دوست عثمان کو اپنے بچون کی طرح ہاتھون پر اٹھالیا۔ اور اس کے کمرہ مین جاکر اسکی چارپائی پر اتار دیا۔ اور اس کے پاس جھک کر آہستہ آہستہ کہنے لگا۔ پیارے بھائی ! میری آرزو ہے کہ تم کل دن بھر اپنے اسی کمرے مین بیٹھے رہو۔ اور اس جہاز پر شور و غل کی آواز سُن کر باہر نہ نکلو اگرچہ تمہارے کان مین مُردون کی دردناک آوازین اور زخمیون کی چیخ پکار پہونچے لیکن تم اپنی جگہ سے نہ ہلو۔ عثمان ! آہ یہ دنیا نہایت پرآشوب اور اسکی زندگی سخت دشوار ہے۔ جو زندگی بسر کرنے کے لیئے پیدا ہوا ہے اسکو دنیا مین پڑنا درست نہین۔ مین تمہارے توالد سے بہت خوش ہون۔ کیونکہ تمہاری طبیعت اس قسم کی نہین ہے کہ اس قسم کی برائیون اور حرکتون مین شریک ہو۔ یہ نہ کہو کہ مین بھی تمہارے جیسا ہون۔ ہم اب ایک دوسرے سے الگ ہوا چاہتے ہین۔ اس لیئے مین تم سے چھپانا نہین چاہتا بلکہ ظاہر کیئے دیتا ہون کہ مین ویسا نہین ہون۔ جیسا تم مجھے دیکھتے اور خیال کرتے ہو۔ تم مجھ کو محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہو۔ اس لیئے

...ی باتین نظر آتی ہین۔ جو تم کو تمہارا پاک خیال اور نیک نیتی دکھاتی ہے۔ مجھے زمانہ نے سلیخ
...ر کیا ہے کہ مین سب سے زیادہ سنگدل اور درشت خو ہون۔ اور مجھ پر لطف و محبت کا کچھ اثر
...ظاہر ہو۔ اب زمانہ نے میری اس دبی ہوئی سنگدلی کو اُبھار دیا۔ اور میرے فرائض نے اس کے
...ہر کرنے پر مجھے مجبور کر دیا۔ عنقریب اس مقام سے آدمیون کی ایک گرگ صفت جماعت
...نے بھائیون کو چیرنے پھاڑنے جائے گی۔ اور مجبوراً تمہارا دوست محمد علی بھی اس فعل بد مین شریک
...ر گا۔ اور یہ کچھ تعجب کی بات بھی نہین۔ کیونکہ میری تقدیر مین یہی لکھ دیا گیا ہے کہ مین خون کے
...یا مین تیرون تاکہ اپنے مطلب کو حاصل اور قسمت کے لکھے کو پورا کرون۔ اب میرے اختیار مین
...ین رہا۔ دوست! مین تم کو خدا کی سپرد کرتا ہون۔ اور تمہارے لیئے بہتری اور آرام و سلامتی
...آرزومند ہون۔ جسکے تم اہل ہو۔ مکرر یہ کہ مین اپنی نصیحت یاد دلاکر امید کرتا ہون کہ آپ
...سے نہ بھولائین۔ پھر محمد علی جہاز پر واپس گیا۔ اور لوگون کو جمع کرکے اُنکے حوصلے بڑھائے
...دران کے دلون مین حمیت کی آگ بھڑکا کر اپنے احکام سُنائے۔ وہ سب کل کے لیئے تیار رہان
...نے بندوقین بھرنے۔ تلوارون کو صاف کرنے اور برچھے کے لیئے کمین گاہین درست کرنے لگے
...یہ سب کچھ محمد علی کے حکم سے کر رہے تھے۔ ان کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ کس سے اور کہان مقابلہ
...دگار نئے افسر کی محبت نے انکے دلون پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور وہ اسکے اشارہ پر چلنے کو تیار تھے
...سب صبح ہوئی محمد علی اُٹھا۔ اور اپنے سپاہیون کو دیکھ کر مسکرایا۔ پھر جہاز کی طرف گیا۔ اور دونو
...تھ سینہ پر رکھکر ابو قیر کی طرف نگاہ ڈالی۔

ابو قیر مین اس وقت سوائے عیش و نشاط اور کھیل کود اور ناچ رنگ کے اور کچھ نہ تھا۔
...یہانتک کہ دعوت مین جانے کا وقت آگیا۔ اور ممالیک اپنی اپنی کشتیون مین سوار ہو کر سمندر کی
...موج کو پھاڑتے ہوئے خوش خوش چلے۔ وہ منتظر تھے کہ کب اس مقام پر پہنچتے ہین جہان کھانے
...پینے اور فرحت و سرور کے سامان مہیا ہین۔ اس سے زیادہ انکو اس بات کی خوشی تھی کہ بہت
...جلد ہمارے اور سلطانی وفد کے درمیان شرائط صلح طے ہو جائین گی۔ اور آئے دن کی جنگ و
...جدل سے چھٹکارا۔ اس آرزو مین اس قدر مست تھے کہ انکو وفد کے افسرون کے اپنے ساتھ
...دعوت مین نہ جانے کا بھی کچھ خیال نہ ہوا۔ اس کو ایک معمولی بات خیال کر لیا۔ انھین خیال تھا کہ
...اس وفد کو کوئی ایسے معاملات درپیش نہین ہین جن کو انہین اسکندریہ مین جاکر بھی انجام پہنچانا
...ہو۔ وفد کا فوجی افسر قبطان پاشا ان کے ساتھ جا ہی رہا ہے۔ جس پر کل کام کا مدار ہے۔ قبطان پاشا

Marfat.com

ایک خاص کشتی مین سوار تھا۔ اور ممالیک کے سردار عثمان بک بردیسی نے اپنے اعیان مین سے عثمان بک توبچی کو ساتھ لیلیا تھا۔ جب جہاز چلا قبطان ان دونو سے محبت آمیز باتین کرنے لگا۔ اور اپنی باتون مین ایسا لگایا کہ کسی دوسری طرف متوجہ ہی نہ ہونے دیا۔

ست نفیسہ اپنے خیمہ مین بیٹھی بیٹھی سب دیکھ رہی تھی۔ کوئی بات سپر پوشیدہ نہ تھی۔ وہ یہ دیکھکر کہ چنے ہوے مالیک جارہے ہین۔ اور انکے ساتھ سوا ایک افسر کے اور کوئی نہین ہے بہت بے چین تھی۔ اور قریب تھا کہ پیش آیندہ سے اس کا دل پاش پاش ہو جائے۔ اسنے اپنے دل مین کہا بردیسی! خدا تجھے سلامت لائے۔ تونے میری نصیحت کیون نہ قبول کی۔ اوران لوگون کے سازسے کیون نہ باز آیا۔ جو تجھ کو غفلت مین بھیڑ کی طرح ذبح کرنے کو لیئے جارہے ہین آہ تقدیر سے کچھ زور نہین چلتا۔ جب کشتیان دور چلی گئین۔ خسرو پاشا نے اپنے آدمیون کو خشکی مین بڑہنے کا حکم دیا۔ اور وفد والے جلدی سے چل کھڑے ہوئے۔ اور دو گھنٹون کے اندر اندر اس جگہ سے دور ہوگئے۔ خسرو پاشا ان کے آگے آگے تھا۔ ست نفیسہ کو حیلہ کے پورے ہوجانے کا یقین اور اس کا خوف اور زیادہ ہوگیا۔ اور وہ سمجھ گئی کہ قبطان پاشا ممالیک کے ساتھ اس لیئے گیا ہے تاکہ خسرو پاشا اور اُس کے ساتھی نکلجائین۔ اور وہ خود بھی اسکندریہ تک انکے ساتھ نہ جائے گا بلکہ واپس آجائے گا۔ ست نفیسہ سے وہان نہ ٹھیرا گیا۔ اور گھوڑا منگاکر نہایت تیزی سے اسکندریہ کی طرف چلی۔ راستہ مین دعا مانگتی جاتی تھی کہ خدایا میری مدد کر کہ مین اپنی قوم کو بچالون۔ اور مجھے اتنا موقع دیدے کہ وقت گذرنے سے پہلے پہنچ جاؤن۔

کشتیان ممالیک کو لیئے چلی جارہی تھین۔ اور انکے گانے بجانے کی آوازین بلند تھین۔ پاشا اسی عیش وطرب سے اظہار مسرت کرتا اور ممالیک کے انس کو بڑھاتا اور انکی بذلہ سنجی ولطف طبیعت کی بے حد تعریف کرتا جاتا تھا کہ دفعۃً اسکندریہ کی طرف سے ایک کشتی انکے سامنے آتی ہوئی نظر آئی۔ جب وہ قریب آگئی اسمین سے ایک سردار جو ایک ہاتھ مین سفید جھنڈی لیئے ہوئے تھا نکلا۔ اور دوسرے ہاتھ سے ایک خط لیکر بلند کیا۔ اور پاشا کی طرف بڑھا پاشا نے افسوس کرکے کہا۔ آہ۔ عجلت کے احکام اور کار بار انس والفت سے محروم کردیتے ہین۔ اور راحت سے فائدہ نہین اُٹھانے دیتے۔ دیکھئے اس خط کا کیا مضمون ہو۔ اس مین کوئی بہت ضروری بات ہوگی۔ ورنہ خاص کشتی اس کو لیکر میرے پاس اس وقت نہ آتی۔ جب کہ مین تمام کاروبار اور دنیا کے بھول جانے کو اچھا جانتا ہون تاکہ فارغ البال ہوکر خوشی ومحبت کا لطف اُٹھاؤن۔

ایک شخص۔ کیا آپ حکم دیتے ہین کہ مین پیغام و پیغام بر دونون کو یہین لے آؤن؟
پاشاہ (سر ہلا کر) نہین۔ تم ہماری سلطنت کے قواعد و آئین سے نہین واقف ہو کہ ایسے
ت مین ان کی کس طرح تعمیل کی جاتی ہے۔ اس وقت ضروری ہے کہ مین خود جاؤن اور خط
اس کو علیحدہ پڑھون۔ تم اس سے کچھ ناخوش نہ ہونا۔ کیونکہ مین اسکی تعمیل کرکے قاصد کو
ی لیتا آؤنگا جس کے آنے سے ہماری خوشی مین خلل پڑ گیا ہے۔ یہ کہکر پاشاہ نے قاصد کو اشارہ
ا کہ اسکا انتظار کرے اور خود اپنے ممالیک ساتھیون سے اجازت طلب کی۔ اور کہا مین ابھی
اپس آتا ہون۔ ہان اگر خط مین کوئی ایسی ضروری بات ہوئی جس کی وجہ سے ابو قیر جانا ضروری
وا۔ تو مجبوری ہے۔ پھر اپنی کشتی مین سوار ہوکر اس کشتی کی طرف چلا گیا۔

ممالیک کی کشتیان چلی جارہی تھین۔ اور انکو کسی بات کا ذرا بھی اندیشہ نہ تھا۔ یہانتک کہ
سلطان کی کشتی اس جہاز کے سامنے پہونچ گئی۔ اور پاشاہ اس پر سوار ہوگیا۔ عثمان بک نے پھر
اس جہاز کی طرف دیکھا اور پردیسی کا ہاتھ پکڑ کر کہا عثمان بک دیکھتے ہو جہاز سپاہیون سے
بھرے۔ اور سب پورے ہتھیار لگائے ہین۔ پردیسی نے دیکھا تو اسے بھی اپنے دوست کی بات
کا یقین ہوگیا۔ اور پھر اسے ست نفیسہ کی نصیحت یاد آئی۔ اور عقل گم ہوگئی۔ مین اسنے اپنے
دل کو مضبوط کرکے سپاہیون کو للکارا۔ کہ ہوشیار ہوجاؤ۔ اور آسانی سے اپنی جانین نہ دو۔
اور جہازرانون کو تاکید کرنے لگا کہ تیزی سے کشتیان چلائین۔ شائد کہ ہم دشمن کے حملہ کرنے سے
پہلے اسکندریہ پہنچ جائین۔ لیکن عثمان اپنا کلام پورا نہ کرنے پایا تھا کہ بندوق کی آواز آئی۔
اور گولی اسکی کنپٹی کے پاس سے ہوکر نکلگئی۔ اسنے چیخ کر کہا بُرا ہو خیانت کارون کا۔ اور اپنا
خنجر نکال لیا۔ مگر وہان سمندر کے پانی کے سوا کیا تھا۔ بندوق کی وہ پہلی آواز حملہ کی علامت
تھی۔ جس کے بعد ہی پے درپے فیر ہونے شروع ہوئے۔ اور مینہ کی طرح گولیان برسنے لگین
یہانتک کہ ممالیک کو یہ بھی ہوش نہ رہا کہ ہم کو کیا کرنا چاہئیے۔ اور قبل اسکے کہ انکو اپنے خطرے کا
پورا علم ہو بیڑہ کے بقیہ جہازون نے بھی آگھیرا۔ اور گولیون کی بوچھار پڑنے لگی۔ عثمان بک بیچارے
کے سینہ پر ایک گولی لگی جس سے وہ گر گیا۔ پردیسی اس کا بدلہ لینے کے لئے لشکر کے سامنے گیا۔
دشمن سپاہی اس وقت ممالیک کے جہازون اور کشتیون مین اتر رہے تھے۔ کہ پردیسی کے دماغ
پر ایک ضرب لگی۔ جس سے وہ غش کھاکر گر پڑا۔ چونکہ فریقین کی طاقت برابر نہ تھی۔ اس لئے جنگ
کا جلد خاتمہ ہوگیا۔ ترک غالب اور ممالیک مغلوب و تباہ ہوئے۔ اور انمین سوا مقتول و مجروح

کے اور کوئی باقی نرھا بلکہ باشی محمد علی نے اپنے آدمیون کو حکم دیا کہ مقتولین کو کشتیون پانی پر پڑا رہنے دو اور زخمیون کو جہاز پر اُٹھا لاؤ۔ عثمان بک بردیسی بھی انہی زخمیون میں تھا۔ دو آدمی اُسکو اُٹھا کر لائے وہ اپنے خنجر کو مضبوط پکڑے ہوئے تھا اور اب تک کوئی اس نہ لے سکا تھا۔ جب وہ محمد علی کے سامنے آیا اور اُسکو کچھ ہوش ہوا۔ تو اسنے چیخ کر کہا اے بدعہد کمینو! تم ذلیل و خوار ہو۔ یہ شریفانہ لڑائی نہین ہے۔ اور نہ یہ عثمان بک بردیسی کے قابو مین لانے کا طریقہ۔ اے بدنصیب قاتلو۔ مین تمہارے مونھ پر لعنت بھیجتا ہون مین اس وقت تم سے انتقام نہین لے سکتا۔ کیونکہ تم جیسے نامرد کمینون کے ہاتھ مین پڑ گیا ہون۔ اس لیئے خدا سے دعا کرتا ہون کہ وہ تم سے بدلہ لے۔

محمد علی عثمان بک بردیسی کی آواز سُنتے ہی چونک پڑا۔ اور پاس جا کر اسکے چہرہ کو غور سے دیکھنے لگا۔ سپاہی عثمان بک اُس کی اس سخت کلامی کی پاداش مین قتل کرنے کے لیئے بڑھے۔ محمد علی نے انکو جھڑک کر کہا۔ ٹھہر جاؤ۔ ہم اپنے آقا کی طرف سے حق و انصاف سے لڑتے ہین۔ اور حق و انصاف سے دور ہے کہ ہم ان زخمیون کا کام تمام کرین جو اپنی حفاظت نہین کر سکتے۔ یہ قیدی میری امان مین ہے۔ بردیسی نے یہ سُنتے ہی نگاہ اٹھائی۔ اور ایسے نیک دل آدمی کے موجود ہونے پر متعجب ہوا۔ پھر محمد علی کو اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا۔ جب وہ قریب آیا۔ پوچھا کیا آپ مجھے اپنا نام بتا کر میری عزت افزائی فرمائینگے؟ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ پردیسی ہو اور تمہارا خمیر اس مٹی سے نہین ہے جس سے یہ قوم بنی ہے۔

محمد علی۔ ہان مین غریب الوطن ہون۔ اور مین تم کو پہچانتا ہون۔ مین تم سے خلیج مرمرا کے ساحل پر ایک بار ملا تھا۔ کیا تمہین یاد ہے کہ تم وہان ایک لڑکے سے ملے تھے۔ اور آیندہ عزت و نام پیدا کرنے کی کوشش کے بارہ مین اس سے کچھ کہا تھا۔ اور سخت کلامی سے پیش آئے تھے۔ کیا یہ باتین تمہین یاد ہین اور اُس لڑکے کا نام جانتے ہو؟

بردیسی۔ ہان مجھے یاد ہے کہ مین محمد علی نام ایک لڑکے سے ملا تھا۔ کیا تم ہی محمد علی ہو؟

محمد علی۔ ہان مین وہی ہون۔ اور اس جدائی کے بعد ہماری تمہاری یہ پہلی ملاقات ہے اور مجھے افسوس ہے کہ یہ ملاقات بھی دشمنون کی سی ملاقات ہوئی۔ نہ دوستونکی سی۔

بردیسی۔ ہان اس وقت مین ہم دشمن ہین۔ لیکن مین تمہین یقین دلاتا ہون کہ اگر زندگی باقی ہے۔ تو مین ثابت کر دکھاؤنگا کہ مین تمہارا عمر بھر ممنون رہنے والا دوست ہون۔ اور ہمیشہ شکرگزار

Marfat.com

ہون - یہ کہکر پردیسی کا دل بھر آیا - اور بات پوری نہ کر سکا - بلکہ غش آگیا - یہ دیکھ کر محمد علی نے حکم دیا کہ عثمان کو میرے خاص کمرے مین پہونچا دیا جائے - اور کوئی اُسے تکلیف نہ دی ٭

فصل ہفتم (۷)

ست نفیسہ مارا مار خشکی کے راستے سے اسکندریہ کی طرف گھوڑا اُڑائے چلی جارہی ہے - اور سمندر مین ممالیک کی کشتیون کی طرف اُسکی نگاہ جمی ہوئی ہے - اور ذراسی حرکت کو بغور دیکھتی جاتی ہے کہ دفعتہً بندوق سر ہوئی - اور مقتولون کے ڈھیر ہو گئے - ست نفیسہ نے یہ دیکھ کر روتے اور افسوس کرتے ہوئے اپنے گھوڑے کو پوری طاقت سے دوڑانا شروع کیا - اور اسکندریہ پہونچکر جنرل ہتشنس سفیر بالمین کے وکیل سے ملاقات کرنی چاہی - اور جب بعد اجازت اُس کے پاس پہونچی - تو تمام ماجرا کہہ سنایا - اور پھر اُس سے کہا کہ مجھے یقین نہین کہ آپنے ممالیک کو دعوت مین بُلایا - اور اُنکو اس ہلاکت مین ڈالا ہو - بلکہ مجھے یقین ہے کہ اُنکے دشمنون نے موقعہ پاکر اُن کو ہلاک و برباد کیا - اب آپکی شرافت کا مقتضا یہ ہے کہ جو لوگ آپکے نام سے دھوکہ دیے گئے آپ اُنکی حمایت کرین - اور کم از کم ممالیک قیدیون کو چھڑا لین -

جب جنرل ہتشنس نے ست نفیسہ کی بات سنی اور اسکے آنسو بہتے دیکھے سخت برافروختہ ہوا کیونکہ وہ اپنی گورنمنٹ کی طرف سے اس خیانت کا مرتکب نہین ہو سکتا تھا - اسنے فوراً قبطان پاشا کو بُلانے کے لیئے قاصد بھیجا تاکہ اس حرکت کا اس سے جواب طلب کرے جس کا مواخذہ اس کے سر آپڑا تھا - مگر پاشا کو کیا معلوم تھا کہ میری طلبی ہوگی - وہ کہین چلا گیا تھا - اور کسی کو بھی معلوم نہ تھا کہ کہان گیا ہے - جنرل کا قاصد دیر تک ٹھیرا رہا - یہانتک کہ جب ترکی جہاز چلے اور حاکم امین بلک باشی محمد علی نظر آیا - اسنے اس کو پیغام پہونچا دیا - اور پاشا کی نیابت مین جنرل سے ملنے کے لیئے اسکو ساتھ لیگیا - جب محمد علی جنرل کے پاس پہونچا - اسنے محمد علی سے اس خونریزی کا سبب دریافت کیا - محمد علی نے کہا اگر تعمیل حکم مین کوئی قصور ہوا ہو تو مین اسکا جوابدہ ہو سکتا ہون - کیونکہ قبطان پاشا نے مجھے حکم دیا تھا کہ مین جا کر ممالیک سے مقابلہ کرون

اور اُن کو پکڑ کر اپنے جہاز مین سوار کرے آستانہ پہونچا دون۔ اُنہون نے مجھے حکم دیا تھا کہ بجز کے بغیر ہتھیار سے کام نہ لون۔ جب ہم ممالیک کے قریب پہونچے۔ چونکہ اُنہون نے ہتھیارون سے ہمارا مقابلہ کیا۔ مجبورًا مدافعت کے لیئے ہم کو بھی اسلحہ سے کام لینا پڑا۔ اور خدا نے ہمکو فتح دی اگر تعمیل حکم مین کوئی نقص یا خرابی ہوئی ہو تو میرا قصور ہے۔ اور وہ بھی نہ کسی بدنیتی سے بلکہ نا سمجھی سے ہوئی ہو گی۔

جنرل۔ کیا تم اس فعل قبیح کو نا سمجھی کی طرف منسوب کرتے ہو۔ کیا تم نہین جانتے کہ ممالیک میرے مشورہ سے آئے تھے۔ اور مین اُنکو فرمان دے چکا تھا۔ اور تمہارے وعدہ کے موافق مین نے ان کو تمہاری طرف سے اطمینان دلا دیا تھا۔ اور اب تم نے عہد شکنی کی۔ اور بہت بڑی خیانت کے مرتکب ہوئے۔ عہد و پیمان کرنے کے بعد مین اس قسم کی خیانت کو کبھی روا نہین کہ سکتا۔

محمد علی۔ مجھے ان باتون کا کچھ علم نہین۔ مین کل ہی شام کو اسکندریہ پہونچا ہون۔ ہمارا جہاز ٹھہرنے نہ پایا تھا کہ ہمارے پاس احکام آئے۔ اور مینے جیسا کہ سپاہی کا فرض ہے کہ اپنے افسر کے حکم کی تعمیل کرے۔ حکم کی تعمیل کی۔ پس اگر آپ کو میری اس کارروائی مین کوئی امر ناگوار معلوم ہو تو مین اسکی معافی چاہتا ہون۔ علاوہ اسکے اگر آپ کو وہ احکام معلوم ہوتے جو پایہ تخت سے قبطان پاشا کے نام صادر ہوئے ہین۔ تو آپ کو اس واقعہ سے کچھ تعجب نہ ہوتا۔

جنرل۔ اس واقعہ سے مین وہ احکام سمجھ گیا۔ اور جان گیا کہ باب عالی کل ممالیک کی سرکوبی کرنا چاہتا ہے۔ لیکن جب تک مین یہان موجود ہون یہ ہرگز نہین ہوسکتا۔ اور مین اسکو کبھی نہین گوارا کرسکتا۔ کہ میری گورنمنٹ کا نام ممالیک کی دھوکا دہی مین بدنام ہو۔ اور نہ مین اس بات کو برداشت کرسکتا ہون کہ لارڈ بالان یا جنرل ہتچنسن کا نام اس دعوت مین لیا جائے۔ جو محض خونریزی وخیانت کے لیئے کیگئی تھی۔ تم جاؤ۔ اور اپنے سردار کو اسکی خبر کر دو۔ اور کہو کہ اس شرمناک واقعہ سے انگلستان کے نام پر حرف آگیا۔ مین مقتولین کے خون کا مطالبہ کرونگا۔ اور جو زندہ قید ہون انکو اسیوقت چھوڑ دو۔ اور علاج کے لیئے میرے پاس بھیجدو۔ کیونکہ جب تک مین یہان ہون اور فریقین مین صلح کے متعلق گفتگو کر رہا ہون۔ انکی قید کو کسیطرح نہین گوارا کرسکتا۔

محمد علی۔ جناب لیکن معاملہ ختم ہوچکا اور ممالیک نے سلطان کی اطاعت و فرمانبرداری قبول کرلی۔ اور سب کے سامنے اُنہون نے اس پر حلف اُٹھائے۔ مین بھی اُس وقت موجود تھا۔

جنرل۔ اُنہون نے مجبوری قسم کھائی ہے۔ کیونکہ مرنے یا اطاعت کرنے کے سوا کوئی اور صورت نہ تھی۔

Marfat.com

اور مجبوری کی قسم کا کچھ اعتبار نہین۔ لہذا میری درخواست کو پورا کرنا اور قیدیون کو فوراً میرے سپرد کرنا پڑے گا۔ اپنے آقا سے کہدینا کہ اگر اس درخواست کو رد کر دیا۔ یا کسی قیدی کو اپنے پاس رکھ لیا تو مین انکے خلاف جنگ کا اعلان کر دونگا۔ اور یہ یاد رکھنا چاہیے کہ میرے جہاز اسکندریہ کے بندر پر میرے اشارہ کے منتظر کھڑے ہین۔ یہ کہکر محمد علی کو جانے کی اجازت دیدی۔ اور محمد علی باہر نکلکر سیدھا جہاز پر چلا گیا۔ اور قبطان پاشا کو تمام ماجرا کہہ سنایا۔ پاشا نے مسکرا کر کہا محمد علی! تم نے بہت اچھا کیا۔ مین تمہاری تدبیر سے بہت خوش ہوا۔ جب ہمارا مقصد حاصل ہو گیا۔ تو ہمین اس فعل پر افسوس ظاہر کرنے سے کیا نقصان ہو سکتا ہے۔ جنرل کے مطالبہ کی مجھے کچھ پروا نہین۔ کیونکہ مُردون سے اسے کچھ فائدہ نہین ہو سکتا۔ اور انہین کا شمار زیادہ ہے رہے قیدی۔ انکا اس سرکش انگریز کے سپرد کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ مین انگلستان کے ساتھ جنگ چھیڑکر اسکی جوابدہی مین نہین پڑنا چاہتا۔ اور مین ان شہرون سے جہان سوا خون اور مُردون کی لاشون کے اور کچھ نہین نظر آتا۔ جلد جانا چاہتا ہون۔ میرا کیا نقصان ہے اگر مین اس جنرل سے صلح کر لون اور فرصت کو غنیمت جانکر پایۂ تخت چلا جاؤن۔ جہان اور بھی امن و خوشی ہی خوشی ہے۔ محمد علی! سب قیدیون کو کشتیون مین سوار کر کے اس کے پاس پہنچا دو۔ مین نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ تم کو ترقی دونگا۔ لہذا مین تمکو کپتان کرتا ہون۔ جاؤ اپنے دوست کپتان عثمان کو یہ خوشخبری سنا دو۔ اور اس سے اعلیٰ مراتب حاصل کرنے کے واسطے اپنی ذات پر بھروسہ کرو۔ مین خیال کرتا ہون کہ تم جس بڑے مرتبہ کو حاصل کرنا چاہو گے اسے حاصل کر لوگے۔ کیونکہ مین تمہاری آنکھون مین دل کی بلند آرزؤن کو دیکھ رہا ہون۔ مگر مین تمکو نصیحت کرتا ہون کہ اپنے جذبات چھپائے رکھنا۔ ہان اگر تم کامیاب ہونا چاہتے ہو تو اپنی آنکھون کو اپنے بھیدونکا چغلخور نہ بننے دو۔ ورنہ تمہارا کام خراب ہو جائے گا۔ جاؤ قیدیون کو پہونچا دو جب اس کام سے فارغ ہو جاؤ اپنے جہاز پر جاؤ۔ اور اپنی سپاہ کو ہمراہ لیکر تما ہرہ کو روانہ ہو تاکہ نئے نائب کے داخلہ کے وقت تم وہان پہنچ جاؤ۔ وہ کل ابو قیر سے روانہ ہو چکا ہے مین تمکو ایک سفارشی خط اسکے نام دیتا ہون۔ مجھے یقین ہے کہ وہ تمہارا خیر مقدم کرے گا۔ کیونکہ خسرو پاشا کو اولوالعزم و چالاک آدمیونکی بہت ضرورت ہے۔

خسرو پاشا کا نام سنتے ہی محمد علی چونک پڑا۔ لیکن اسنے اپنے آپ کو سنبھال کر کہا جناب! مین آپ کی اس عنایت اور ترقی و ستایش کا بیحد ممنون ہون۔ اور اس آخری خبر سے میری

Marfat.com

خوشی اور بھی زیادہ ہو گئی۔ ایک مدت سے میری آرزو تھی۔ کہ مین خسرو پاشا کی ماتحتی مین رہون۔ کیونکہ مین نے اپنے شہر مین اس کی بہت کچھ تعریف سُنی ہے۔ اور چاہتا ہون کہ خاطر خواہ خدمت کرون۔

پاشا کو محمد علی کے آخری فقرون مین ظاہری مضمون کے علاوہ کچھ اور بات بھی معلوم ہوئی اور محمد علی کی کم سنی کے باوجود وہ اسکے اس طرز بیان پر جو اسنے لفظ خدمت سے پورا کیا بہت تعجب ہوا۔ اور کچھ پند و نصائح کرکے نئے نائب کی اخلاص سے خدمت کرنے کی تاکید کی پھر اُسکو رخصت کر دیا۔ محمد علی قیدیون کو جنرل کے سپرد کرنے چلا۔ پردیسی کو دلاسا دیتا اور شفا کی دعائین مانگتا جاتا تھا۔ مگر اُسکو اپنے بچنے کی امید نہ تھی۔ محمد علی نے اسپر زور دیکر کہا ایک مرتبہ ہم ملے اور دشمنون کی طرح الگ ہوئے۔ اور آج دو مختلف گروہون مین ملے۔ کون جانتا ہے کہ تیسری مرتبہ ملاقات ہوگی۔ مین دوستانہ مصافحہ کرنے کے لیئے اپنے ہاتھ بڑھاتا ہون۔

پردیسی۔ مین اس وقت سے تمہارا دوست ہون۔ اور جب تک زندہ رہونگا تمہارا احسان کبھی نہ بھولونگا۔ اگر مین زندہ رہا۔ اور تم کو سچے دوست کی ضرورت پڑے تو یاد رکھنا یہ سینہ تمہاری زرہ اور میرے ہاتھ تمہاری تلوار ہونگے۔ اسکے بعد محمد علی نے اسکو رخصت کیا اور شبان آدمیون کو لیکر روانہ ہوئین۔ یہانتک کہ ساحل پر پہنچ گئین۔

جنرل ہچنسن منتظر ہی کھڑا تھا۔ اسنے ان لوگون کا استقبال اور انکی مصیبت پر افسوس ظاہر کیا جب پردیسی جنرل کے سامنے پہونچا۔ اسنے سب قصہ سُنایا۔ اور خیانت اور غداری سے حملہ کرنے کی کیفیت بیان کی۔ اور قسم کھا کر کہا کہ اس واقعہ نے ہم کو صلح و اتفاق کی پابندیون سے آزاد کر دیا ہے۔ اب مین عثمانی سپاہ کے مقابلہ سے باز نہ رہونگا۔ اور اس نئے نائب سے اپنے آدمیون کا بدلہ لونگا کیونکہ اسنے انکو اپنے حکم سے ہلاک کرایا۔ اور خود قاہرہ پر قبضہ کرنے چلا گیا

پردیسی اثنائے کلام مین جنرل سے کمک کی درخواست کرتا جاتا تھا۔ جنرل نے کہا وفد نے ہماری بھی توہین کی ہے۔ اور ہمارے نام سے یہ خیانت کی ہے۔ اسلیئے ہم بھی وفد کی اس اعانت سے بے تعلق ہوگئے جس کا ہم نے وعدہ کیا تھا۔ اور جو کچھ تم کروگے ہمین اس سے کوئی تعرض نہ ہوگا۔ بلکہ تمہاری فتح و کامیابی کے ہم آرزومند ہین۔ لیکن اس معاملہ مین تمہاری کسیطرح بھی مدد نہین کر سکتے۔ اور شاید میرے فرائض فی الحال مجھے مصر کو چھوڑنے پر مجبور کرین۔

جب سب قیدی اُتر کر جنرل کی کوٹھی مین آگئے۔ اسنے ڈاکٹر اور نوکرون کو انکی خدمت

Marfat.com

...رانی کا حکم و ریاست نفیسہ بھی ان لوگون کی نہایت جانفشانی اور ہمت سے خدمت کرتی رہی۔
اب محمد علی کا حال سنو۔ جب کشتیان دور نکل گئین۔ محمد علی نے حکم دیا کہ جہاز مین جو خون لگا ہوا ہے اُس کو دھو ڈالو تاکہ اسکے دوست عثمان کی صحت پر اسکے دیکھنے سے برا اثر نہ پڑے۔ پھر اُتر کر عثمان کے پاس گیا۔ دیکھا کہ وہ اسکی کل کی نصیحت کے موافق چار پائی پر بیٹھا ہے۔ جب عثمان نے اپنے دوست کو دیکھا پٹ گیا۔ اور اسکی سلامتی کی خوشی مین اسکو بوسہ دیا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اسنے میری نیابت مین ایسا کام پورا کیا ہے۔ جس مین خون پانی کی طرح بہتا ہے۔ محمد علی نے بھی تمام واقعہ مفصل بیان کیا۔ اور اس خیانت سے جس مین اسکو مجبوراً شریک ہونا پڑا۔ اپنی سخت بیزاری ظاہر کی۔ اور اپنی شرکت کا یہ عذر کیا کہ مین نے بحیثیت ایک فوجی آدمی کے اپنے افسر کے حکم کی تعمیل کی ہے۔ اور اقرار کیا کہ اس فعل سے اسکی سنگدلی اور بڑھ گئی۔ اور دل سے شفقت بالکل جاتی رہی ہے۔ اور یہ کہ اب مین وہ محمد علی نہین رہا جو پہلے تھا۔ عثمان اپنے دوست کی باتون کو خوشی خوشی سنتا رہا۔ اور محمد علی کو ان مشکلات کے مقابلہ مین جو اسکی کوششون کی سد راہ ہون ثابت قدم رہنے کی ترغیب دی۔ اور کہا کیا تم جانتے ہو کہ مین نے باوجود اپنی کمزوری اور عاجزی کے خسرو پاشا کے حکم کی کیون تعمیل کی؟ اور کیون ان سپاہیون کو لیکر چلا۔ اور تم کو اپنے ساتھ لانے پر کیون اس قدر ضد کی؟ مین نے یہ سب اس لیئے کیا کہ تم کو اس راستہ پر پہنچا دون جسپر تمکو چلنا ہے۔ کیا یہ میری محبت و صداقت کی کافی دلیل نہین ہوسکتی۔

محمد علی نے عثمان کا شکریہ ادا کیا۔ کیونکہ اس نے اس کے سینہ مین اس روح کو زندہ کر دیا تھا۔ جو کہ اسکے سینہ مین مرنے کے قریب تھی۔ اور کہا مین تمام عمر یاد رکھونگا۔ اور مین جس مرتبہ اور بلندی پر پہونچونگا وہ سب تمہاری ہی طفیل ہے۔ مین ہر وقت تمہارے لیئے دعائے خیر گرفتار ہونگا۔ پھر محمد علی نے محبت کو تازہ رکھنے کے لیئے قسم کو دُہرایا۔ اور کہا جب نرمی کی ضرورت پیش آوے گی مین تمہاری مثال کو پیش نظر رکھونگا تاکہ تمہارے اخلاق مجھ مین سرایت کرین۔ اور میری سختی کم ہو جائے۔

عثمان۔ (ہنسکر) کیا تم خسرو پاشا کے سامنے اپنی طبیعت پر قابو رکھ سکتے ہو؟
محمد علی۔ خدا کے لیئے مجھے اس وقت اسکی یاد نہ دلاؤ۔ لیکن کیا تم یہ جانتے ہو کہ مین واقعی اس کے خادمون مین شامل ہو جاؤنگا۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قبطان پاشا میرے

خسرو سے بد دل ہونے کو بھی گیا ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ وہ بھی اس سے ناراض ہے اِس لئے اسنے مجھے اس کے پاس بہیجا ہے۔ اور عنقریب وہ مجھے ایک سفارشی خط دیگا جب مین خسرو کے پاس پہنچون گا۔ اس کا احترام اور اسکی خدمت خاطر خواہ کرونگا۔ جیساکہ قبطان پاشا سے کہہ چکا ہون۔

عثمان۔ تمہارا دل کیا چاہتا ہے۔ خسرو پاشا کی خدمت مین تمہارے داخل ہونیکے بعد بھی اسکی کچھ وقعت و عزت مصر مین باقی رہجائے گی۔

محمد علی (مسکراکر) دوست عثمان مجھے تجھسے ڈر معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ تم اس سوال سے میرے دلی راز کو معلوم کرنا چاہتے ہو۔ لیکن مین اسکے جواب کو آئندہ زمانہ پر موقوف رکھتا ہون وہی اس کا تم کو جواب دیدیگا۔ تم امن و امان کے شہر یعنی قوالہ مین پہنچ جاؤگے۔ مین تم کو اپنے حالات لکھتا رہونگا۔ لیکن میری تم سے ایک درخواست ہے وہ یہ کہ میرا سلام میری بی بی کو پہنچا دینا۔ اور میری طرف سے میرے بچون کو پیار کر لینا اور انکو میری یاد دلاتے رہنا۔ اور میرے قدم بقدم چلانا۔ اور جب کبھی تم سمندر کے کنارے پہونچو اور اس مقدس مقام کو دیکھو۔ جو مینے تم کو دکھایا تھا۔ جہان میری محبوبہ جوہرہ مدفون ہے۔ تو کنکری اٹھاکر اس مقدس مقام پر ڈالنا۔ جب وہ پانی پر پہنچ جائے اور لہرون مین دوائر پیدا ہون تو آخری دائرہ کے اپنے پاس تک پہونچنے کا انتظار کرنا۔ جب وہ پہونچ جائے تو کہنا جوہرہ! محمد علی تم کو سلام کہتا ہے۔ اور یہ بھی کہ مین تم کو نہین بھولا۔ اور نہ کبھی بھولونگا۔ اب مین نے اپنے مقدس کام کو شروع کر دیا ہے۔ تم آرام سے سو جاؤ۔ مین انتقام لے لونگا۔

فصل ہشتم (۸)

نائب مصر

فرانسیسیون کو مصر سے نکلے ہوئے دو برس گذر گئے اور مصریون کو جو ذلت اور خواری انکے ہاتھون اٹھانی پڑی تھی فراموش ہوگئی۔ اب وہ ایک صغیر الجسم بڑے کام کرنے والے

Marfat.com

افسر کے ماتحت ہونگے۔ وہ خوشیان مناتے ناچتے کودتے اور اس نائب کے خیر مقدم کے نعرے بلند کرتے تھے جس کو سلطان نے انکے پاس بھیجا تھا کہ انکے کام کو سنبھالے اور ممالیک کی جبر و تعدی سے آزاد کرے۔ وہ باواز بلند کہتے ہمارے نئے آقا خسرو پاشا کی عمر دراز ہو جم غفیر یہی پکارتا ہوا بولاق کی طرف جا رہا ہے جدہر سے خسرو شہر مین آنے والا ہے یہ جس قدر آگے بڑہتے جاتے تھے۔ لوگون کی کثرت ہوتی جاتی تھی۔ دریائے نیل کا کنارہ حکام و علماء و مشائخ اور عثمانی اور بعض انگریزی فوجی افسرون سے جو اس جلسہ کو دیکھنے کے لیئے ٹھہر گئے تھے۔ ڈھکا ہوا ہے۔ خسرو پاشا دریا سے آرہا ہے۔ اور اس کی کشتیان دریائے نیل کی سطح کو چھپائے ہوئے ہین۔ وہ خود ایک بڑے جہاز مین سوار اور اسکی چھت پر کھڑا ہے۔ اس کے گرد معززین اور افسران فوج اور سفرائے دول اپنی سرکاری وردیان پہنے موجود ہین۔ آفتاب کی شعاعین انکے تمغون اور ان بیش بہا جواہرات پر جو انکے سینون پر آویزان ہین پڑکر عجیب چمک پیدا کرتی اور منظر کی خوبی و آب و تاب کو دوبالا کر دیتی ہین مصریون نے بولاق کے پاس اپنی کشتیون کو اس طرح صف بستہ کیا۔ گویا ایک دریا ہے جو کنارون کو ملاتا ہے۔ اور ان کو بیش بہا قالینون اور رنگدار سفنون سے خوب آراستہ کیا اور بے صبری سے نائب کے آنے کا انتظار کرنے لگے جب نائب کا جہاز اس مقام پر پہنچ گیا۔ اور لنگر انداز ہوا۔ اور پاشا نے اترکر زمین پر قدم رکھا۔ ایک آواز بلند ہوئی جس سے آسمان گونج اٹھا۔ اور ہزارون آدمیون کے مونھ سے جو وہان جمع تھے۔ مرحبا اور سلامی اور خوشی کے نعرے بلند ہوئے۔ خسرو پاشا نے جواب مین سلام اور شکریہ ظاہر کرنے کے لیئے اپنا جھکا دیا۔ پھر آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی۔ اور دور سے دیکھا کہ اہرام کی چوٹیان سر اٹھائے آسمان سے سرگوشیان کر رہی ہین پاشا نے نگاہ نیچی کر کے دوبارہ سر نیچا کر لیا اور اسے خیال آیا کہ مین ان فراعنہ کا جانشین ہو گیا ہون۔ جنہون نے اپنے جاہ و جلال کی یاد مین ان اہرام کو بنایا۔ اور ارادہ کیا کہ مین بھی اپنے لیئے ایسی ہی یادگار تا قائم رہیگا اور اپنی ایسی یادگار چھوڑ جاؤنگا جس کو لوگ ہزارون برس تک یاد رکھین گے۔ اور نائب مصر کو پاشا مصر کے نام سے یاد کرین گے۔ وہ اسی قسم کے خیالات مین کاٹھ کے پل پر ہوکر اس گاڑی تک پہونچ گیا۔ جو اسکے لیئے تیار تھی۔ پھر اس پر سوار ہوا۔ ایک خلقت اس کو ہر گوشہ سے سلام کر رہی تھی۔ اس نے اس وقت کا جب کہ وہ قوالہ مین جلا وطن کیا گیا تھا۔ جہان

Marfat.com

دل بہلانے کے لیئے سوا حرم اور محمد علی کی تو تو مین مین کے اور کچھ نہ تھا۔اس وقت سو مقا
کیا۔جس مین دیکھ رہا تھا کہ بڑے بڑے شہرون اور ملکون کی زمین اس کے قدمون سو منبر
ہورہی ہے۔غرضیکہ اُسکی سواری ہٹو بچو کی آواز کے ساتھ قلعہ تک پہونچی۔اور وہ اُترکر اس
قصر مین داخل ہؤا۔جو اس کیلیئے تیار کیا گیا تھا۔اور جس کے دروازہ پر امراء و منصبدار
اس کا انتظار کر رہے تھے۔پاشا نے نہایت مہربانی سے اُنکو سلام کیا۔اور انکی اطاعت قبول
کرنے کا شکریہ ادا کیا۔اور اس مکان مین چلا گیا۔جو خاص اسکے رہنے کا تھا۔ریشمی گدون
پر لیٹ کر دریائے فکر مین غرق ہوگیا۔گذشتہ اور موجودہ زمانہ کا مقابلہ کرنے اور
سوچنے لگا۔کہ آیندہ کیا ہوگا۔اِتنے مین ایک خیال نے آکر گدگدایا۔اور مسکرا کر اپنے دلمین
کہنے لگا۔مین نے ایک رستہ اختیار کیا۔اور منزل مقصود دل مین ٹھہرائی۔اگرچہ رکاوٹین
پیش آئین۔مگر مین مراد کو پہنچ گیا۔کون جانتا ہے کہ مین اس سے زیادہ نہ حاصل کرسکون
اور ان شہرونکا مستقل بادشاہ نہ ہوجاؤنگا۔نہین یہ کوئی مشکل بات نہین۔مگر یہ بات سچے امانتدار
خیرخواہ دوستون کے ذریعہ سے حاصل ہوسکتی ہے۔اور انکا ملنا کوئی بعید نہین۔یہ قوم میری
ہی ماتحت ہے۔کیونکہ قبطان پاشا میرا آوردہ ہے۔مین نے ہی اسکو گمنامی سے کل فوج کی
افسری تک پہونچایا ہے۔وہ میرے احسان کو نہ بھولے گا۔اور اظہار شکریہ کا مشتاق رہیگا۔بعد ازان
دفعتہً اپنی جگہ سے اُٹھا۔اور ایک غلام کو آواز دے کر اس سے کہا کہ مجھے قلعہ کی فصیل دکھاؤ
اسنے ایک پوشیدہ دروازہ کھولا۔جو ایک تنگ رستہ سے قلعہ کی دیوار تک پہونچتا تھا خسرو
پاشا نے غلام کو وہین انتظار کرنے کا حکم دیا۔اور خود اس رستہ سے قلعہ کی دیوار تک گیا اسکو
سامنے شہر قاہرہ اور اسکی مسجدین اور منارے نظر آئے۔اور اس کے پاس ایک چھوٹی سی بستی
قبون کی نظر آئی۔جسے اُسنے پہچان لیا کہ یہ خلفاء کے مقبرے ہین۔اسکو بادشاہ ہونے پر مبارکباد
دے رہے ہین۔اور نصیحت کرتے ہین کہ اے ابن آدم جب تو قوی اور زبردست ہو یاد کر کہ تو
مرنے والا ہے۔اور خدا کا شکر کر کیونکہ تو ابھی تک زندہ ہے خسرو پاشا نے ان خیالات کے بعد
اللہ کا شکر کیا۔اور پھر اپنا رُخ بدلا۔اور دوسری طرف دریائے نیل کو بل کھا کر بہتے ہوئے دیکھا
گویا کہ چاندیکی ہیلی ہے جس پر کشتیون کے زینت و نقش نگار بنے ہین۔اور یہی اس آباد اور اس سنسان
بیابان مین حد فاصل ہے۔جہان اگلون کی یادگار اور گمنام مردے دفن ہین۔اس نے
افق کے کنارہ پر جیزہ کے اہرام کو دیکھا جسکو آتے وقت دیکھا تھا۔اور اس کے پیچھے دہشور کا

Marfat.com

اہرام ہے۔ یہ دیکھ کر دوبارہ مسکرایا۔ اور کہا الٰہی تو نے میری آرزو پوری کر دی۔ اور میرا مقصد بر لایا۔ اب مَیں اس مملکت کا بادشاہ ہوں۔ کوئی میری مزاحمت کرنے والا نہیں ہے۔ مَیں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھ پر اپنی نعمت کو پورا کر دے اور مجھ کو بڑی عمر دے تاکہ تیرے عطیہ سے فائدہ اُٹھاؤں۔ جب یہ کہکر واپس ہوا۔ تو بلند مسند پر بیٹھ کر لوگوں کے نعرے اور مبارکبادیاں سُننے لگا۔

پاشا اسی حال میں تھا کہ کمرے کے دروازہ کا پردہ اُٹھا۔ اور غلام نے اندر آکر کہا کہ قبطان پاشا کا قاصد اور کپتان جن کو اُنہوں نے بھیجا ہے۔ آپ سے ملنے کے لئے کھڑے ہیں۔ یہ قاصد حسن آغا نام قبطان پاشا کے بڑے مقربین میں سے ہے۔

خسرو پاشا۔ قاصد کو آنے دو۔ قاصد نے داخل ہوتے ہی سر جھکا کر رسم سلام ادا کی۔ اور آگے بڑھ کر خسرو کو خط دیا۔ پاشا (خط کھولتے ہوئے) کیا تم کو اس خط کا حال معلوم ہے؟

قاصد۔ جی ہاں۔ یہ قبطان پاشا کا الوداعی خط ہے کیونکہ وہ کل آستانہ چلے جائیں گے۔

خسرو پاشا۔ پہلے مسکرایا پھر اسکی حالت بدل گئی۔ اور رنج و ملال کے آثار نمودار ہوگئے کہا ایسے وقت میں سفر کا ارادہ کر لیا اور مجھکو تنہا چھوڑ چلا۔

قاصد۔ وہ چاہتے ہیں کہ مصر کو سلطان کا ماتحت بنانے کا فخر آپ ہی کو حاصل ہو۔ وہ اپنا کام کر چکے۔ اُنہوں نے آپ کو زبردست ممالیک کے پنجہ سے جن کی شوکت کا آپ کو خوف تھا بچا لیا۔ کیا آپ مجھے اس واقعہ کے بیان کرنے کی اجازت دیں گے؟ خسرو پاشا نے اثبات میں جواب دیا۔ اور حسن آغا نے ممالیک پر دفعۃً حملہ کرنے کی کیفیت بیان کرنا شروع کر دی۔ یہاں تک کہ وہ آخر تک سب بیان کر گیا۔ خسرو پاشا نے کہا قبطان پاشا نے اپنے پیچھے ایک خونی یادگار چھوڑ دی۔ لیکن کیا ہمیں انکا قتل کرنا اُن کی دوستی اور اُن سے فائدہ اُٹھانے سے زیادہ مناسب ہے۔

حسن آغا۔ میرے آقا نے جو کچھ کیا ہے بہت سوچ سمجھ کر کیا ہے۔ وہ [illegible] یہ یقین ہوگیا کہ انسے دوستی ناممکن ہے۔ آپ کو میرے آقا کی اس کارروائی میں جو ممالیک کی [illegible] سے یقینی طور پر مایوس ہوکر انہوں نے کی۔ انکی عبودیت کے اظہار اور آپکی سلطنت قائم رکھنے کی [illegible] دلیل ملسکتی ہے۔ آپکو ذرا بھی بدگمانی نہ کرنی چاہئیے۔

خسرو پاشا۔ وہ بیّن دلیل کیا ہے؟

حسن آغا۔ اسنے آپ کی خدمت مین ایک جوان بھیجا ہے۔جو اُلو العزم ہمت والا ہے۔جس کو کوئی مشکل سامنا نہین کرسکتی۔میرے آقا نے ابو قیر کے واقعہ مین اس کی آزمایش بھی کرلی ہے اور اُنہون نے مجھے کہا ہے کہ مَین اپنی محبت و خلوص کے ثبوت مین اس خیر خواہ بہادر جوان سے زیادہ اور کوئی چیز نہین پیش کرسکتا۔مَین اس گرانبہا ہدیہ کو ساتھ لایا ہون۔کیا آپ مجھے اُسکے پیش کرنے کی اجازت دیتے ہین؟

خسرو پاشا نے اشارے سے اس بات کا جواب دیا۔اور حسن آغا باہر گیا۔اور بکباشی (کپتان مذکور) کو اندر لے آیا۔خسرو پاشا نے لاپروائی سے نظر اُٹھا کر اسکی طرف دیکھا۔لیکن اُس کی صورت اور تیز تیز نگاہ دیکھتے ہی ہوش اُڑ گئے۔اور پوچھا کہ باشی تمہارا کیا نام ہے۔اور کہان کے رہنے والے ہو بکباشی آگے بڑھا۔اور پاشا کو بغور دیکھ کر سر جھکایا۔اور جواب دیا میرا نام محمد علی ہے۔اور میرا وطن قوالہ ہے۔محمد علی کی صورت اور باتون کا خسرو پاشا پر ایسا اثر ہوا کہ وہ جھجک گیا۔اور اسکی پریشانی ظاہر ہو گئی۔خسرو کو جوہرہ کے قتل کا کچھ افسوس نہ تھا۔لیکن وہ اکثر اپنے آپ کو اس ظلم پر ملامت کیا کرتا تھا جو اسنے محمد علی کو اس جانکاہ واقعہ کے دیکھنے پر مجبور کر کے کیا۔اس وقت اسے محسوس ہؤا محمد علی اسکے خیالات کو تاڑ رہا ہے۔تھوڑی دیر خاموش رہکر اسنے اپنے حواس جمع کیے۔اور کہا تم کہتے ہو کہ تمہارا شہر قوالہ اور تمہارا نام محمد علی ہے ہان مجھے اس وقت یاد آیا جب مَین قوالہ مین تھا ایک لڑکا محمد علی نام میرے میزبان شوربجی کے بیٹے عثمان کا دوست تھا۔اور مجھے یاد ہے کہ مَین نے اسے اجازت دی تھی کہ اپنے دوست کو بلک باشی (میجر) کے عُہدہ پر مقرر کر دے۔لیکن عثمان نہین آیا۔اور مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تم وہ محمد علی نہین ہو جس کو مَین نے اس وقت دیکھا تھا۔

محمد علی (مسکراکر) جناب قصور معاف مَین وہی ہون۔لیکن اب وہ نہین رہا۔وہ بدتمیز سرکش تھا۔آپ کی مخالفت کرتا اور آپکے سامنے سر اُٹھاتا تھا۔مگر یہ محمد علی جو آپکے سامنے کھڑا ہے وہ آپ کا سچا خادم ہے۔اور عثمان کا سلام اور انکا شکریہ لیکر آپ کی خدمت مین حاضر ہوا ہے کہ آپنے انہین اتنی بڑی عنایت سے سرفراز کیا۔انہون نے فوراً آپکے حکم کی تعمیل کی لیکن تندرستی انسان کے اختیار مین نہین ہے عثمان کی کمزوری اب تک نہین گئی۔اور پچھلے پہل جو واقعہ ابو قیر مین پیش آیا اس سے انکو بہت صدمہ پہنچا۔اس لیے وہ قوالہ جانے پر مجبور ہین قبطان پاشا نے مہربانی فرما کر مجھے انکی جگہ پر مقرر کر دیا ہے۔مَین اپنے آپ کو حضور کی خدمت

Marfat.com

مین پیش کرتا ہون۔کیونکہ مین جانتا ہون مجھے جو کچھ ملا وہ آپ ہی کے دست کرم سے۔
خسرو پاشا محمد علی کی باتین سُن رہا تھا۔اور اسکی نگاہ اسکے چہرہ کی طرف لگی ہوئی تھی۔اور خوشی چہرے پر چھائی ہوئی تھی۔اسنے کہا محمد علی سچ کہتے ہو مین تم مین اس لڑکے کی شوخی نہین پاتا۔اور تمہاری باتین نہایت سنجیدہ ہین۔ہم جانتے ہین کہ لڑکے بچپن سے نکلجاتے ہین۔تو کس طرح مہذب و شائستہ ہو جاتے ہین۔اسیوجہ سے مین تم کو اپنے خاص آدمیون مین شامل کرتا ہون۔تم ہمیشہ میرے ساتھ رہا کرو تم نے کہا ہے کہ تم میرے ہاتھون ترقی کرنی چاہتے ہو۔اور مین تمہاری حسن خدمت اور خیر خواہی سے واقف ہون۔اسیلئے مین تم کو صرف کپتان نہین کرنا چاہتا۔بلکہ تم اس وقت تمام سپاہ البانیہ کے افسر ہو۔کیونکہ تم بھی اسیطرف کے ہو اور انپر حکومت کرنے کا ڈھنگ جانتے ہو۔
محمد علی کی پیشانی چمکنے لگی۔اور پاشا کے سامنے جھک کر کہا آپنے مجھے دریائے احسان مین غرق کر دیا۔مین چاہتا ہون اس کا شکریہ باتون سے نہین بلکہ اخلاص و خدمت سے ظاہر کرون خسرو پاشا محمد علی کو نہایت غور سے دیکھ رہا تھا۔اور اسکی ہمت و شجاعت کی وجہ سے اس کے خوش کرنے کا پورا ارادہ کر لیا۔اور کہا اگرچہ قبطان پاشا مجھے تنہا چھوڑ چلا ہے لیکن یہ جوان اس سے زیادہ اولوالعزم اور قوی ہے۔مین اسکو ترقی اور اعلے منصب دیکر اپنا غلام بنالونگا۔ہر ایک خوف سے مطمئن ہو جاؤنگا۔اگرچہ آبوقیر کے حادثہ نے بہت سے دشمن پیدا کر دیئے ہین۔لیکن مین بتا دونگا۔کہ مین کس طرح خیر خواہ دوستون کو پیدا کر لیتا ہون۔
محمد علی بھی اخلاص و شکریہ نہایت ہی اعلے الفاظ مین برابر ادا کر رہا تھا۔یہانتک کہ پاشا متاثر ہوا۔اور حسن آغا کو جانے کا اشارہ کیا۔اور کہا میری طرف سے قبطان پاشا کو سلام پہونچا دینا۔اور کہنا مین خیر و خوبی سے انکے پہونچنے کا آرزومند ہون۔اور محمد علی کو ٹھہرنے کا حکم دیا۔اور خود کمرے مین ٹہلنے لگا۔اسکی دھاریدار عبا فرش پر لٹکتی تھی۔اور سنہرا بڑا دار عمامہ سر پر چمک رہا تھا۔محمد علی نے ایک نظر اسپر ڈالی۔مگر جلد ہی اپنی نگاہ پھیر لی۔اور زمین کی طرف سر جھکا لیا۔کہ کہین پاشا اسکی صورت سے ان خیالات کو نہ تاڑ جائے جو اس کے دل مین گذر رہے ہین۔سانس روک کر آہستہ سے قسم کھائی کہ مین اپنی قسم ضرور پوری کرونگا۔اور جوہرہ کا انتقام لونگا۔مین اس وقت اطاعت و فرمانبرداری سے سر جھکاتا ہون۔لیکن ایک دن اپنا پرانا حساب ضرور لونگا نہ قتل سے بلکہ عذاب سے۔اگر مین اس وقت قتل کرنا چاہون۔تو مجھے

Marfat.com

کوئی نہین روک سکتا۔اور نہ کوئی میری نگرانی کرتا ہے۔اور دروازہ کھلا ہے جس سے مین بھاگ سکتا ہون۔لیکن موت عذاب کے برابر نہین ہے۔اسنے خسرو پاشا زمانہ دراز تک زندہ رہو۔عذاب ہی عذاب ہو۔محمد علی کا انتقام دیکھنے کے لیئے زندہ رہو۔محمد علی دل ہی دل مین ان الفاظ کو دُہرا رہا تھا۔نہ ہونٹھ ہلاتا اور نہ ذرا اشارہ کرتا جس سے دل کا حال معلوم ہوتا۔پاشا چند بار کمرے مین پھرنے کے بعد ایک دفعہ محمد علی کے سامنے کھڑا ہوگیا۔اور کہنے لگا محمد علی! میری طرف دیکھو۔محمد علی نے پاشا کی طرف نظر اُٹھائی۔اور دونون کچھ دیر تک ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔محمد علی خسرو پاشا کے کُل افکار کو سمجھ گیا۔لیکن اسے محمد علی کے اسرار کی کچھ خبر نہ ہوئی۔آخر خسرو پاشا نے مُہر خاموشی کو توڑا۔اور پوچھا تم نے مجھ سے بیان کیا کہ پُرانا محمد علی مرگیا۔کیا یہ صحیح ہے ؟

محمد علی۔حضور ہان وہ مرگیا۔اور چاہے یون کہیئے کہ اسکی جوانی کی ترنگ مرگئی۔اور آپ سمجھ جائین کہ اسنے اس تبدیلی سے پہلے بہت مصائب اُٹھائے۔

پاشا۔مین تمہاری بات کا یقین کرتا ہون۔مجھے اکثر افسوس رہتا ہے کہ مین تمہاری بدنصیبی کا سبب ہوا۔لیکن تم جانتے ہو کہ مین قانون کے خلاف نہین کر سکتا تھا۔

محمد علی۔مین جانتا ہون کہ قانون یہی کہتا ہے کہ بھاگے ہوئے غلام اور جو اسکے بھاگنے مین مدد کرے۔دونون کی سزا موت ہے۔آپنے نافرمان لونڈی کو قتل کیا۔اور یہی عدل تھا لیکن اپنی بیحد شفقت کی وجہ سے اسے میرے سامنے قتل کرنے پر اکتفا کیا۔اور مجھسے درگذر کی۔

خسرو پاشا نے دوبارہ محمد علی کو غور سے دیکھا۔لیکن اسکے چہرہ پر سوائے اطاعت و اخلاص کے آثار کے اور کچھ نہ نظر آیا۔اگرچہ اس کا کلام نشتر ہی تھا۔پاشا نے پھر کہا۔محمد علی! مین خیال کرتا ہون کہ آدمی کو اس حالت مین قتل کرنا محبوب کے قتل ہوتے دیکھنے سے بہتر ہے۔ہان مین بارہا تمہارے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کرنے پر نادم ہوا۔اور اس فعل پر اپنے آپ کو ملامت کی۔کیا تم اس اعتراف کو کافی سمجھتے ہو۔اور میری اس بُرائی کا عوض مانو گے۔جو مین نے تمہارے ساتھ کی۔کیا تم میری یہ معذرت سارے محمد علی کے پاس پہونچا دوگے۔اور کیا تم خیال کرسکتے ہو کہ وہ اسپر راضی ہو جائے گا۔

محمد علی۔آپ تو اس نرمی اور فروتنی سے مجھے شرمندہ بنا کے مارے ڈالتے ہین۔اور آپنے صرف اتنے ہی پر بس نہ کیا۔مگر اس ... ملہ پر اظہار افسوس بھی کر دیا جو محض عدل تھا۔

Marfat.com

خسرو پاشا (ذرا سر جھکا کر) ہان مین بھی اپنے فعل مین معذور تھا۔ کیونکہ بدبختی کی گردش بھی نصیب
اور تم نے میرے غصہ کو اور بھڑکا دیا۔

قاہرہ مین کوئی

محمد علی۔ مین وہ نہین ہون۔ بلکہ جس نے آپ کو برافروختہ کیا۔ وہ نادان لڑکا
نام و نشان تک نہین رہا۔ اس کو اس سمندر نے نگل لیا۔ اور اگر مان لیا جائے کہ وہ اب تک زندہ بھی
ہے۔ اور آپ کی باتون کو سن رہا ہے تو آپ جیسے عظیم الشان پاشا کے تواضع اور ایک شدنی
عمل پر افسوس ظاہر کرنے سے متعجب ہوگا۔ بہرحال مین جب محمد علی مذکور سے ملونگا تو اس سے یہ
اخلاقی جرأت بیان کرونگا۔ جو کبھی نہین بھول سکتی۔

خسرو پاشا (خوشی سے پھول کر) مین اس وقت بہت خوش ہون۔ اور میرے ساتھ سب کو
خوش ہونا چاہیئے۔ مین چاہتا ہون تم کو اس ملاقات کی کچھ یادگار دون۔ تم اس وقت سے
رئیس ہوگئے۔ تمہارے پاس تمہارے مناسب حال سامان ہونا چاہیئے۔ کیا تمہارے پاس
گھوڑا ہے۔؟

محمد علی۔ حضور نہین۔ آپ جانتے ہین مین غریب آدمی ہون میرے پاس ماہواری تنخواہ
کے سوا اور کچھ نہین۔

پاشا۔ سلطان نے مجھے چار نایاب گھوڑے بھیجے ہین۔ مین ان مین سے ایک تم کو دیتا ہون۔
اصطبل مین جا کر جو چاہو پسند کر لو۔ نہین نہین۔ مین اس وقت تمہارا شکریہ نہین لینا چاہتا بلکہ
مین تمہاری حسن خدمت سے زیادہ خوش ہونگا۔ کیا تمہارے پاس مکان ہے۔؟

محمد علی۔ نہین جناب مین حسن آغا کے ساتھ اسی وقت قاہرہ مین آیا ہون مجھے اتنی
فرصت نہین ملی کہ مکان تلاش کرتا۔

پاشا۔ تم اس کی فکر نہ کرو مین تمہارے لیئے مکان تلاش کرونگا جب تک مین تمہارے
حسب حال کوئی مکان معین کرون تم میرے قصر مین رہو۔ جاؤ اپنے لیئے گھوڑا پسند کرو۔ دیکھو
تو بھلا تمہین گھوڑونکی کیسی پہچان ہے۔ یہ کہکر اس نے اپنے خواجہ سرا کو آواز دی اور اسے حکم دیا
کہ انکو قصر کے باہر لیجاؤ۔ اور گھوڑے دکھاؤ۔ محمد علی نہایت ادب و تعظیم سے اس کے سامنے جھکا
اور مؤدب پیچھے ہٹتا۔ یہانتک کہ کمرے سے باہر نکل گیا۔ اور دروازہ بند ہوگیا۔ خسرو پاشا
خوشی سے مسکرانے لگا اور اپنے دل مین کہا مین نے اس آدمی کو مول لیلیا۔ مین دیکھتا ہون
کہ وہ فی الحقیقت بدل گیا ہے۔ اور مین کیسا خوش نصیب ہون کہ تم میرے ہاتھ لگ گیا۔

Marfat.com

طویل القامت خوبصورت آہستہ آہستہ چلتا ہوا نظر آیا۔ گویا وہ اپنی قوت کو جمع کر رہا ہے تاکہ اس مقدس مقام سے علیحدہ ہوکر دروازے پر پہونچ جائے۔ وہ اپنے دل میں کہتا جاتا تھا۔ ... حور کیسی خوبصورت ہے۔ اور میں کیا خوش قسمت و بدنصیب ہوں۔ خوش قسمت اس لئے کہ میری آنکھیں اس حور کے جمال سے بہرہ ور ہوتی ہیں اور بدنصیب اسلئے کہ اگر اوسے اسکا علم ہو جائے تو مجھے نکلوا دے۔ افسوس وہ میری محبت سے بالکل بے خبر بلکہ محبت کے نام سے ناآشنا ہے۔ علاوہ اس کے میں اُسکا خادم ہوں۔ اُسکا شوہر مجھے چاہتا تھا۔ اسلئے اس نے مجھے اپنے گھر کا داروغہ کر دیا۔ اور یہ مجھے ایسا ہی جانتی ہے جیسے کوئی اپنے پلے ہوئے کتے کو جو اوس کے گھر سے ہل گیا ہو۔ کب تک میں برداشت کروں اور کس طرح اس حالت میں زندہ رہوں؟۔

اس جوان نے دروازہ پر پہونچکر دیکھا کہ عثمان بک پردیسی اپنے گھوڑے پر سوار چلا آ رہا ہے۔ جسکا زین کامدار اور لگام سنہری ہے۔ یہ دیکھکر جوان کی حالت بدلنے لگی اور کہا کہ آہ کمبخت ہر وقت اس کی زیارت کرتے رہتے ہیں۔ پردیسی دروازہ پر پہنچا۔ اسکے پیچھے اس کے غلام تھے اونہوں نے اس کی رکاب تھامی اور وہ زمین پر کود پڑا۔ داروغہ کی طرف دیکھ کر پوچھا یوسف کیا ست نفیسہ یہاں ہیں۔

یوسف۔ ہاں وہ باغ میں ہیں۔ کیا میں آپ کے آنے کی خبر کرا دوں

پردیسی۔ ہاں " لیکن یہ تو بتاؤ کیا اس کاہلی اور بیکاری کی زندگی چھوڑ کر میرے پاس آنا چاہتے ہو تاکہ تم میرے ساتھیوں میں ہو جاؤ۔ اگر تمہاری یہ مرضی ہو تو میں ست نفیسہ سے تمہارے بارے میں گفتگو کروں۔

یوسف۔ جناب من آپ کی اس عنایت کا شکر گذار ہوں۔ لیکن میں اپنی اس حالت کو بدلنا نہیں چاہتا۔ آپ جانتے ہیں میں آقا مراد بک کا غلام تھا۔ اُنہوں نے مجھے اس شرط پر آزاد کیا تھا کہ تا زیست انہیں کے پاس رہوں۔ پھر انہوں نے مجھے اپنے گھر کا داروغہ کر دیا۔ مینے قسم کھائی کہ ان کے اور انکے بعد انکے گھر والوں کی امانت اور خیر خواہی سے خدمت کرونگا۔

پردیسی۔ لیکن تم نوجوان ہو تمہارے دل میں بھی تلوار چلانے اور ان معرکوں میں شریک ہونیکی ترنگ اُٹھتی ہوگی جنکو ہم عنقریب تازہ کرنیوالے ہیں۔ آخر تمہارے دل میں بھی فخر و نام آوری کی امنگیں جوش مارتی ہی ہونگی مگر تمہاری موجودہ خدمت اس کی اجازت نہیں دیتی مجھے یقین ہے کہ نفیسہ تمہاری ہی برتری اور کامیابی کی خواہشمند ہیں۔ **یوسف!!** میں بھی تمہاری طرح داروغہ تھا مطلب میں اس مرتبہ کو

Marfat.com

پہونچ گیا جسے تم دیکھ رہے ہو۔ میرے ماتحت تین ہزار سپاہی ہیں جو میرے اشارہ پر کام کرتے ہیں کچھ بعید نہیں کہ تم بھی اپنی کوشش سے اس مرتبہ کو پہونچ جاؤ جس پر میں ہوں۔

یوسف۔ میں اپنے حال میں خوش ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آپ ست نفیسہ سے اس کا کچھ ذکر نہ کریں۔ شائد اُن کو ناگوار ہو۔

بردیسی۔ اگر تمہاری زندگی کا یہی مقصد ہے تو خیر۔ جاؤ دیکھو شائد تمہاری آقا ملاقات کی اجازت دیں۔ یوسف ایک لونڈی کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ عثمان بک کے آنے کی خبر کر دو لونڈی گئی وہ اسی طرح تکیہ لگائے فکر میں ڈوبی ہوئی تھی۔ جب اُس نے بردیسی کے آنے کی خبر سُنی کہا اچھا آئی دو لونڈیوں کو کہو کہ کوشک کے قریب آکر گائیں۔ کیونکہ بردیسی گانے کا شوقین ہے۔ عمدہ اور رقت آمیز غزلیں گانے کی کوشش کریں۔ تھوڑی دیر کے بعد عثمان بک بردیسی آیا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا اور لونڈیوں کے گانے سے خوش ہوتا تھا۔ مگر وہ نظر نہ آتی تھیں۔ نفیسہ اپنی مسند سے اُٹھی اُس نے چہرے پر نقاب نہ ڈالی۔ کیونکہ بیواؤں خاص کر امرا کی بیواؤں کو اس کی اجازت ہے۔ پھر اس نے بردیسی پر نگاہ ڈالی وہ اسے دیکھنے نہ پایا تہا کہ اُس کے تیز نگاہ سے گہایل اور اس کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا اور آگے بڑھنے کی تاب نہ رہی نفیسہ کو بہت تعجب ہوا کہ یہ موت کی تو کچھ پرواہ نہیں کرتا اور اسکے کہنہ میں اسطرح گہستا ہے جیسے کوئی دعوت میں جاتا ہو اور اس وقت کھڑا کانپ رہا ہے۔ پھر مسکرا کر بولی عثمان! کیوں سُست ہوا۔ میرے شوہر کے دوست اسوقت آپنے تکلیف کیوں گوارا کی۔ بردیسی سمجھہ گیا کہ اس کے آخری فقرہ کا کیا مطلب ہے اور دل کڑا کرکے آگے بڑھ کر اُس کے سامنے پہونچ گیا۔ اور گھٹنوں کے بل نہایت ادب سے اس کی چادر کو بوسہ دیکر کہنے لگا میں ان گیتوں کو سُنکر کھڑا ہو گیا۔ جنہوں نے میرے جذبات کو اُبہار دیا۔ میں اُن کو جانتا ہوں اور اسوقت کو نہیں بھول سکتا جب اُن کو اپنی زندگی میں پہلے پہل سُنا تہا۔ نفیسہ نے بیٹھنے کا اشارہ کرکے پوچھا کہ ان کو کب اور کس طرح سُنا تہا۔ اور مسند پر تکیہ لگایا۔ بردیسی ایک قدم آگے بڑھ کر اُسے دیکھنے لگا اُس کی آنکھیں بتا رہی تھیں کہ اس کے دل میں کیسے خیالات گذر رہے ہیں لونڈیاں کے گیت ختم کرنے کے بعد بولا پہلی مرتبہ ان پُراثر گیتوں کو اُس وقت سُنا تھا جب وہ خونریز سخت معرکہ ہوا ہے جس میں میں اپنے نامور سردار مراد بک کے ہمرکاب تہا۔ کیا خوفناک وقت تھا۔ ملک الموت سروں کو کاٹ رہا اور فریقین کے دل میں رعب جما رہا تہا ایک دشمن نے پہونچ کر میرے دوست مراد بک پر ایک وار کیا جو اُن کے ہاتھ پر پڑا اور سخت زخمی کیا۔ یہاں تک کہ اُن میں اپنی تلوار اُٹھانے کی قوت نہ رہی

Marfat.com

اس بد خواہ نے انکا کام تمام کرنیکے لئے دوسرا ہاتھ اوٹھایا تہا کہ میں نے بڑھ کر اس پر ایسا وار کیا کہ دو ٹکڑے ہوکر زمین پر گر پڑا۔ پھر میں اپنے زخمی دوست کو خیمہ میں اُٹھا لایا اور اس کی بی بی کے سپرد کر دیا۔ یہ پہلا موقعہ تہا۔ جس میں مینے تمکو بے نقاب کے دیکھا پھر میں معرکہ میں واپس آیا اور لشکر کی سرداری میں اوسکا قایم مقام ہوا۔ میں نہیں جانتا تہا کہ دوست کی مصیبت نے مجھ میں یہ جوش پیدا کر دیا یا ان جادو بھری نگاہوں کا اثر تہا۔ کہ میں نے ممالیک کو للکارا کہ ہمیں چاہیئے کہ یا تو جان دیدیں یا دشمن پر غالب آجائیں ہیں چونکہ نوجوان اور زندگی کو دوست رکھتا تہا۔ اس لئے مرنے پر غالب آنیکو ترجیح دی اور دشمن کو بھگا کر اُس کی جگہ پر اپنے خیمے نصب کئے۔ جب مجھے فتح کا پورا یقین ہوگیا مجھے سب سے اہم یہ فرض معلوم ہوا کہ اپنے دوست کی عیادت کرو اور اسے اپنی فتح کی خوشخبری سناؤں جب میں مکان پر پہونچا کوئی خادم نہ نظر آیا جو میرے آنے کی خبر کرتا۔ میں پردہ اُٹھا کر پہلے درجہ میں داخل ہوا دیکھا کہ دوسرے درجہ کا پردہ پڑا ہوا ہے مجھے معلوم ہوا کہ میرا دوست سو رہا ہے اور نفیسہ اس کے پاس ہے۔ ہاں مجھے معلوم ہوگیا کہ وہ اس کے پاس ہے کیونکہ مینے سُنا کہ وہ اُن کو سُلانے کے لئے گا رہی ہے۔ جیسے دائہ اپنے بچّے کو لوریاں دے کر سُلاتی ہے۔ یا جیسے حور فردوس میں گاتی اور اپنی ہلکی آواز سے جنت کی لذت آدمی کے کان میں پہونچاتی ہے۔ ہاں میں دروازے کے پاس کھڑا ہوگیا۔ گویا زمین نے مجھے پکڑ لیا اور مینے آپ کا گیت سُنا۔ میں نے سُنا آپ گا رہی تھیں جمیل اور اُس کی معشوقہ کی محبت کا حال بیان کر رہی تھیں۔ میرا دل دھڑک رہا تہا۔ اور بدن پر لرزہ طاری تہا میں نے اپنے دل کو تہام لیا تاکہ اس کی دھڑکن سے اس شیریں آواز سُننے میں کچھ خلل نہ پڑے یہانتک کہ تمنے گانا بند کر دیا اور میں سمجھہ گیا کہ میرا دوست سو گیا۔ اس کے جگانے سے کچھ فائدہ نہ تہا میں باہر نکل آیا کسی کو میرا علم بھی نہیں ہوا۔ مینے رات کے پردے میں اس میدان کی طرف دیکھا جہاں چاند کی ہلکی ہلکی روشنی پہونچ رہی تھی خیمے اور میدان رزم ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا سفید چادر سے ڈھکے ہوئے ہیں۔ اپنے خیمہ میں واپس نہیں آیا۔ بلکہ اسی فردوس کے ایک گوشہ میں رات بسر کی۔ اب جو مینے یہ گیت سُنا میرا دہ پرانا زخم پھر تازہ ہوگیا جسکے اندمال میں مینے اپنی پوری قوت صرف کی اور دوست کی زندگی بھر اس میں کامیاب رہا۔ نہ صرف اس کی وفات تک بلکہ اس کی وفات کے بعد بھی جتنے کہ غم کا زمانہ پورا ہوگیا اور عدت گذر گئی۔ لیکن اب مقرر وقت گذر گیا۔ میں دیکھتا ہوں کہ غم تمہارے دل سے دور ہو گیا۔ اور تمہارا چہرہ پھر اسی آب و تاب پر آگیا۔

نفیسہ۔ (غمگین ہوکر) ہاں زمانہ سخت سے سخت زخم کو بھر دیتا ہے اللہ اُس نے میرے غم کو دور

ردیا۔ لیکن عثمان بک! مراد بک میرے دل میں برابر زندہ ہے اور اسی خیال پر میں چاہتی ہوں
اس کی جدائی کے دن کاٹ دوں۔
دلیسی۔ مجھے آپ کی امانت میں کچھہ شبہ نہیں اور اس سے آپکا احترام میرے دل میں اور زیادہ
ہوتا ہے۔ لیکن مجھے اپنی بات تو پوری کر لینے دیجئے مجھے اجازت دیجئے کہ میں اپنے اس خیال کو
ظاہر کردوں۔ جو میرے دل میں چکر لگاتا ہے۔ اور جسکا چھپانا میرے امکان سے باہر ہے۔ اس قفل کو
توڑنا ضروری ہے۔ جس نے اسوقت تک میرے بھید کو میرے دل میں بند کر رکھا ہے۔ سنئے میں آپکو
دوست رکھتا ہوں اور آپ کی پرستش کرتا ہوں۔ اگر آپ میری بات نہ سنیں گی۔ میں محبت و دیوانگی
سے مر جاؤں گا۔
نفیسہ۔ (بات کاٹ کر) عثمان بک! خاموش۔ یاد رکھو کہ میرا شوہر میرے ساتھ اس مکان میں تنہا
اس کی ذات سے مشرف ہے ورنہ تم میرے چہرے کو یوں کھلا ہوا نہ دیکھتے جیساکہ اسوقت دیکھ
رہے ہو۔ کیا تم اسوقت نہیں دیکھتے کہ وہ تمکو کس زجر و توبیخ کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں اور کہتے ہیں
کیا اسی طرح دوستی میں خیانت کرتے ہیں۔ کہاں گئی وہ قسم جو تمنے مراد سے کھائی تھی۔ کہ تازیست انکی
بی بی کی حفاظت کروگے۔
ہردلیسی۔ میں نے اس کی حفاظت میں ذرا کوتاہی نہیں کی بلکہ میں اس کو اپنے دل و جان سے
چاہتا ہوں میں اپنے آپ کو آپ کے قدموں کے سامنے ڈالنے کے سوا، اور کس طرح اپنے ادب و اطاعت
کا ثبوت دے سکتا ہوں۔ میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ آپ میری ہو جائیں اور میرے جان و مال
کی مالک بنیں۔
نفیسہ۔ (ناراضی کے لہجہ میں) عثمان! خدا کے لئے تم دوبارہ مجھسے ایسی بات نہ کہنا مجھے اسکا
جواب دینا ناگوار ہے۔ کاش مینے اس کو نہ سنا ہوتا۔ میں تم کو اچھا خیال کرتی ہوں۔ تم زندگی بھر
اسی پر قائم رہو۔ کیونکہ میرے دل میں اب محبت کی گنجائش نہیں رہی اور نہ میں اپنے آپکو مقید
کرنا چاہتی ہوں۔ مراد بک کی بیوہ امانت دار بنکر رہے گی یہی اس کے دل میں جم گیا ہے اسوقت
جو باتیں ہوئیں ان کو ہمیں بھلا دینا چاہیئے۔ تم یقین مانو کہ میں اگرچہ عورت اور بیکس عورت ہوں
لیکن ضروریات زندگی میں سے میرے پاس کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ میں تم سے سچ کہتی ہوں کہ اگر
مجھے کبھی کسی خیر خواہ مددگار کی ضرورت پڑے گی۔ تو میں سب سے پہلے تمکو یاد کروں گی۔ میری خادمہ
آرہی ہے۔ معلوم ہوتا ہے اس کے ہاتھ میں کوئی خط ہے۔ تم اپنے مونھ کو اس سے چھپالو۔ میں نہیں

Marfat.com

چاہتی کہ تمہارے اس احساس اور آثار سے جو اس وقت تمہارے چہرے پر عیاں ہیں کوئی غیر واقف ہو۔ عثمان بک نے اپنا مونھ اس طرح پھیر لیا گویا وہ گانا سننے کی طرف ہمہ تن متوجہ ہے۔ خادمہ نے آکر خبر دی کہ الفی بک دروازے پر کھڑے ہیں اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں۔ الفی بک کا نام سُنکر عثمان بک کا بدن کانپ اُٹھا حضو صاحب نفیسہ نے خادمہ سے کہا کہ خیر مقدم کہو اور اندر بلاو عثمان الفی بک کو جانتا تھا۔ وہ جاہ و منصب میں اس کا رقیب تہا۔ عثمان نے نفیسہ کی طرف دیکھکر پوچھا۔ کیا الفی بک کو یہاں آنے کی اجازت دوگی ؟

نفیسہ۔ (سر اُٹھاکر) کیوں نہیں ؟ کیا عثمان بک پردیسی کو یہاں آنے کی اجازت نہیں دی گئی ؟ کیا الفی بک میرے خاوند کا دوست نہیں ہے ؟

عثمان۔ آپ درست فرماتی ہیں۔ میں نے بے سوچے سمجھے جو کچھ کہا اس کی معافی کا امیدوار ہوں اور جانے کی اجازت چاہتا ہوں تاکہ آپ کی ملاقات میں ناگواری نہ پیدا ہو۔

نفیسہ۔ میں امید کرتی ہوں کہ تم ٹھہرے رہوگے۔ یہ کہکر نقاب مونڈھے پر سے اُٹھاکر چہرے پر ڈال لی اور اس کو سونے کے تاروں سے کس لیا۔ پردیسی کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا اور کہا اس نے میرے سامنے اپنا مونھ کھلا رکھا لیکن الفی سے نقاب کے ساتھ ملاقات کرے گی۔ یہ نیک علامت ہے اسپر میں خدا کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ نفیسہ نے اُس کی بات کو نہ سُنا کیونکہ وہ نئے آدمی سے ملنے کیلیے تیار ہو رہی تھی

فصل دہم (۱۰)

الفی بک

الفی بک نہایت عظمت و شان سے اندر داخل ہوا اُس کے پیچھے چار غلام ایک صندوق لئے ہوئے تھے جس پر زربفت کا غلاف چڑھا ہوا تھا۔ الفی بک اپنے ہاتھ سینے پر رکھ کر نفیسہ کے سامنے زمین تک جھک گیا اور عرض کیا۔ میرے دل کی بادشاہ میری آنکھوں کی نور میں چاہتا ہوں کہ مجھے ایک حقیر ہدیہ پیش کرنے کی اجازت دی جائے جو میری محبت اخلاص کا

Marfat.com

ثبوت ہے۔ پھر غلاموں کو اشارہ کیا وہ نفیسہ کے سامنے صندوق رکھ کر چلے گئے۔

نفیسہ۔ میں تم کو یہاں دیکھکر بہت خوش ہوئی۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم بھی میرے دوست عثمان بک کی طرح تندرست ہوگئے ہو اور تمہارے زخم بھر گئے ہیں۔ تمہاری دوستی اور خلاص پیمانہ تھا جس کے ثابت کرنے کی ضرورت ہو۔

الفی بک۔ یہ سچ فرمایا۔ لیکن دوستی کا ہر وقت تازہ کرتے رہنا منع نہیں ہے۔ اگر میں بت پرست ہوتا تو کہتا کہ اپنی دیبی کی قربان گاہ پہ عبادت و محبت کی بھینٹ چڑہانے آیا ہوں۔

نفیسہ۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ تم مسلمان ہو۔ اور جو کام بت پرست کرتے ہیں وہ شریف ملوک بہادر الفی بک کو زیب نہیں

الفی بک۔ میں یہاں آکر سب بھول جاتا ہوں۔ بس اتنا ہی یاد رہتا ہے کہ تمہارا غلام ہوں اور چاہتا ہوں کہ اگر ممکن ہو تو تارے توڑ کر تمہارے قدموں کے نیچے ڈال دوں۔ یہ کہکر صندوق کا غلاف اوتار دیا اور بہت سے ظروف نکالے جو جواہرات اور زیور اور بیش بہا پتھروں سے بھرے ہوئے تھے پھر کہا۔ حضور! آپ کو معلوم ہے کہ میں جنرل کے ساتھ انگلستان میں تھا۔ وہاں کی خوبیاں آپ کی یاد اور محبت کو نہ بھلا سکیں۔ آپ کے پیش کش کرنیکے لئے ان جواہرات کی تلاش میں اپنا وقت صرف کیا۔ لیکن میں اُن کو اپنے ساتھ نہیں لاسکا۔ یہاں آکر انکو منگوایا۔ آج یہ میرے پاس پہونچے ہیں۔ لہذا ان کو لیکر حاضر ہوا ہوں۔ امید کرتا ہوں کہ آپ اپنے غلام کا ہدیہ قبول فرمائینگی۔

نفیسہ۔ مراد بک کی بیوہ کو ایسے قیمتی ہدیے کسی کو نذر کرنے نہ چاہئیں۔ لیکن چونکہ میں اپنے شوہر کے ہمدم و ہمراز کو ناخوش کرنا نہیں چاہتی۔ اس لئے میں اس گراں بہا تحفہ کو لئے لیتی ہوں۔ اسکو اپنے صحن میں رکھوں گی۔ تاکہ سب دیکھیں کہ الفی بک اپنے دوست اور سردار کی بیوہ کا کیسا احترام کرتا ہے۔ میں امید کرتی ہوں کہ آپ میرے شکریہ کو منظور کرینگے۔

نفیسہ۔ (پردیسی کی طرف دیکھکر) عثمان بک آؤ دیکھو تو۔ الفی بک۔ میرے لئے انگلستان سے کیا تحفہ لائے ہیں۔ الفی بک اپنے خیالات میں اسقدر مستغرق تھا کہ اوس نے ابتک عثمان بک کو نہیں دیکھا۔ اسکا نام سنتے ہی آنکھوں کے نیچے اندھیرا چھا گیا۔ اور پیچھے ہٹا اور پوچھا۔ کیا؟ عثمان بک یہاں ہے؟

نفیسہ۔ ہاں وہ ابو قیر کے حادثہ کے زخموں سے اچھے ہوگئے۔ میں نہیں جانتی۔ کہ تمہاری طرح انکو میرے ملنے سے کون چیز مانع ہوسکتی ہے۔ الفی بک نے سر جھکا کر نفیسہ سے اپنی ناعاقبت اندیشی

کی معافی مانگی اور عثمان بک کی طرف متوجہ ہو کر اُن کو سلام کیا۔ اور مزاج پرسی کے بعد کہا۔ ملتمس کرتا ہوں کہ تم اپنے اظہار اخلاص کے لئے جو ہدیہ لائے ہو گے وہ بھی مجھے دکھا دو گے۔ میں جو کچھ لایا ہوں اُس کے دیکھنے کی تمکو اجازت ہے۔ اب مجھے بھی تمہارے ہدیہ دیکھنے کا حق حاصل ہے۔

عثمان بک۔ حقارت سے یہ کہکر کہ میں جو کچھ لایا ہوں تم بھی دیکھ لو گے۔ خیمہ کی طرف گیا اور باغ میں سب سے اچھا جو گلاب کا سُرخ پھول لگا ہوا تھا اوس کو توڑ لایا اور نفیسہ کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اس پھول کو قدموں کے پاس رکھدیا اور کہا یہ میرا ہدیہ ہے جو میں آپ کے قدموں کے سامنے رکھتا ہوں۔ یہ آپ جیسا آپ کے باغ کا بہترین پھول ہے۔ امید ہے کہ آپ اسے قبول کریں گی۔

نفیسہ۔ (مسکرا کر) عثمان بک میں شکریہ اور مسرت کے ساتھ تمہارا ہدیہ قبول کرتی ہوں۔ اسکی یہی خوبی کافی ہے کہ خدا کا بنایا ہوا ہے۔ پھر اُس کو لیکر اپنے مُونھ کے سامنے لے گئی اور اُسکو سونگھ کر اپنی مسند پر جا بیٹھی اور کہا عثمان اٹھو میں نے تم دونوں کا ہدیہ قبول کیا اب میں چاہتی ہوں کہ میری خوشی کو اور زیادہ کرو اور میرے سامنے مصافحہ کر لو۔ میں تمہاری دیرینہ عداوت کو جانتی ہوں۔ مجھے ممالیک کے سرداروں کا اختلاف بُہت برا معلوم ہوتا ہے۔ عداوت بالکل چھوڑ دو۔ تمہاری قوت خواہ کتنی ہی کیوں نہ ہو اتحاد کے بغیر پائیدار نہیں رہ سکتی ہے۔ کم سے کم لوگوں کو تو معلوم ہو جائے کہ تم دشمنوں کے مقابلہ میں جنکی تعداد روز بروز بڑھتی جاتی ہے ایک ہو گئے خصوصاً اسوقت جبکہ نئی ترکی فوج آ گئی ہے۔ اس کا افسر ایک منچلا بہادر پہلوان ہے۔ یاد رکھو یہ افسر نہائت بارعب اور خطرناک ہے۔ تم دونوں ملجاؤ اور میں دیکھ لوں کہ تم ایک دوسرے کے دوست ہو گئے کیونکہ سرداروں کے اختلاف کی حالت میں ہمارا ملک دشمنوں کے مقابلے میں قائم نہیں رہ سکتا۔

بردیسی۔ آپ کو اختیار ہے آپ میری مالک ہیں (الفی بک کی طرف دیکھکر) لو میرا ہاتھ موجود ہے دشمنوں کے مقابلہ پر ساتھ دینے کا وعدہ کرو۔ الفی بک تھوڑی دیر کے لئے کچھ سوچتا رہا۔ پھر ہاتھ پھیلا کر کہا میں اسے منظور کرتا ہوں۔ لیکن میں تمکو اپنا دوست کہنے سے پہلے اتنا معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ میرے مزاحم تو نہیں ہو گے۔

بردیسی۔ مزاحمت سے تمہاری کیا مراد ہے الفی بک نے کچھ توقف کیا۔ اور پھر کہا نفیسہ کی رضا جس کی میں بندگی کرتا ہوں میں چاہتا ہوں کہ تم اسوقت باہر چلے جاؤ کیونکہ میں ان سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔

بردیسی۔ (غصہ سے برافروختہ ہو کر) الفی بک کو یہ کب سے اختیار ہو گیا کہ عثمان بک بردیسی کو

باہر نکلنے کا حکم دے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ یہاں صرف نفیسہ کو اختیار ہے۔ پھر نفیسہ کی طرف دیکھکر میں اسکا فیصلہ آپ ہی پر چھوڑتا ہوں کہ ہم میں سے کس کو چلا جانا چاہیئے۔

نفیسہ (ٹھنڈی سانس بھر کر) اگر تم دونوں اتفاق نہیں کرتے تو نکل جاؤ۔ اسی وقت چلے جاؤ مجھی اپنی صورت نہ دکھاؤ یہ کہکر ترش روئی سے اپنا رُخ پھیر لیا۔ اسلئے مُونھ پھیرتے ہی دونوں زمین پر گر پڑے اور درگذر اور معافی کے خواستگار ہوئے۔ الغی نے کہا عثمان بک پہلے سے آؤ تھے مگر قوی امید ہے کہ آپنے جس چیز سے انکو سرفراز کیا ہے مجھے بھی اس سے نہ فرمائینگی۔

نفیسہ۔ (نہائت سکون و وقار کیساتھ) وہ تم سے پہلے آگیا۔ اسلئے تخلیہ ضرور تھا۔ اگر تم اُسکے ساتھ آتے تو جو کچھ اُسنے کہا تم بھی اوس کو ایسے ہی سنتے جیسے یہ تمہاری باتوں کو سنینگے۔

الغی بک۔ (کھڑے ہوکر) وہ کیا بلکہ ساری دُنیا سے میں کہتا ہوں کہ میں اس لئے آیا ہوں کہ دولت و جائیداد تمہاری نذر اور اپنی زندگی و شرافت کو آپ کی خدمت میں پیش کروں آپ جانتی ہیں کہ میں نے اور سرداروں کی طرح ابھی تک شادی نہیں کی ہے اور نہ گھر میں بیٹھ کر لونڈیوں کا ناچ گانا دیکھا ہے اور اس وقت تک سوا اپنی تلوار و بندوق کے کسی سے محبت نہیں کی لیکن اب میرا دل سچی اور پاک محبت کی طرف مائل ہوا۔ اور اس طوفان کی موجیں آپ کی طرف جھک پڑی ہیں۔ پس اس دُنیا میں آپ ہی میری غرض و غائت ہیں۔ اور نہائت عاجزی سے عرض کرتا ہوں کہ آپ میری خواہش کو منظور کرینگی اور میری مالک و حاکم بنینگی۔

بردیسی۔ (الغی بک کو ایک طرف دھکا دیکر اور نفیسہ کے سامنے بیٹھ کر) جسطرح الغی آپکو پسند کرتا ہے میں بھی کرتا ہوں۔ اے نفیسہ تم میری ہو جاؤ۔ میں اگرچہ پہلی محبت کی سے اور لونڈیاں میرے پاس رہتی ہیں۔ لیکن اسوقت سے پہلے میں نے کبھی کسی عورت کی پرستش نہیں کی میں اپنا تن من دھن ہی آپ کی خدمت میں پیش نہیں کرتا۔ بلکہ عزت اور ہتیار بھی تمہارے قدموں کے نیچے ڈالتا ہوں اور تمہارا غلام بنتا ہوں۔ آپ کا جس طرح جی چاہے حکومت کریں۔ آپ ہماری محبت کو خوب جانتی ہیں کہ وہ سب محبتوں سے بڑہی ہوئی ہے۔ البتہ آپ ہمارے درمیان فیصلہ کریں اور جسے چاہیں اسے پسند کرلیں میں آپ کے انتخاب سے راضی ہوں اور اپنی عزت کی قسم کھاکر کہتا ہوں کہ آپ کے حکم سے سرتابی نہ کروں گا۔ اگر آپ ان کو اختیار کرینگی تو انکی دوستی میرے امکان سے باہر ہوگی۔ مگر میں ان کی زندگی کا خیال رکھوں گا۔ اور نہ ہلاک کرونگا قید کروں گا اور نہ قتل کے درپے ہونگا۔ آپ کی خوشنودی کے لئے اپنے ارادوں کو پامال کرونگا

حلف میری محبت کا کافی ثبوت ہے۔
نفیسہ۔ (الفی بک کی طرف دیکھ کر) کیا تم بھی اس بات سے راضی ہو اور اس کی طرح قسم کھا کر میرے اختیار پر چھوڑتے ہو۔
الفی بک۔ ہاں میں قسم کھاتا ہوں کہ جیسا عثمان بک نے کہا میں بھی ویسا ہی کروں گا۔ وہ برابر میرا دشمن ہے۔ لیکن میں اُس شخص کو جسے میری محبوبہ پسند کرے ذرا تکلیف نہ پہونچاؤنگا آپ خود ہم دونوں کا فیصلہ کر دیجئے۔
اس گفتگو کے بعد سناٹا چھا گیا۔ اور دونوں رقیب نہایت ہی بے صبری سے نفیسہ کے جواب کا انتظار کرنے لگے۔ اُس نے اپنی آنکھ آسمان کی طرف اوٹھائی جس میں عجیب وغریب چمک تھی۔ لونڈیاں کچھ دور پر برابر گا رہی تھیں۔ اون میں سے ایک نے ایک قصیدہ شروع کیا۔ جسکا مضمون یہ تھا کہ ایک غلام اپنی سیدہ پر عاشق ہوا اور اوس کی بے اعتنائی کی وجہ سے جان دیدی قصہ یوں ہے کہ ایک مدت تک اپنی فریفتگی و درد کو چھپاتا رہا حتےٰ کہ صبر کی طاقت نہ رہی۔ اتفاق سے اسی اثناء میں ایک امیر آیا اور اُس محبوبہ سے ملا۔ اُسی غلام نے دیکھا کہ وہ امیر اپنی عشق و محبت کی باتیں کر رہا ہے اور وہ محبت بھری نگاہوں سے دیکھ رہی ہے۔ پھر امیر نے جھک کر اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیکر بوسہ دیا اور اُس نے کچھ نہ کہا جب غلام نے یہ دیکھا ایک چیخ ماری کہ آہ میں تیری محبت میں جان دیتا ہوں اور زمین پر گر پڑا۔ تینوں آدمی اس قصیدہ کو بڑے غور سے سُن رہے تھے۔ جب ختم ہو گیا نفیسہ نے دونوں کی طرف دیکھ کر کہا کہ تم اس گانے کا خیال نہ کرو۔ لیکن تم یقین کر لو کہ نفیسہ تم سے ہرگز شادی نہ کرے گی تم میرے شوہر کے دوست ہو۔ اسی طرح میرے بھی ملنے والے ہو۔ مراد بک کی بیوہ شادی نہ کرے گی۔ میں جب آخری وقت میں اپنے شوہر کے پاس بیٹھی اپنے آنسوؤں سے اُن کے زخم دہو رہی تھی تو قسم کھائی تھی کہ میں اون کی محبت کا پاس کروں گی اور اُن کے بعد میرا کوئی نہ ہوگا۔ اب میں تم دونوں سے پوچھتی ہوں کیا تم چاہتے ہو کہ مراد بک کی بیوہ اپنی قسم توڑ ڈالے۔ پہلے تم میرا جواب دو تو میں تمہارا فیصلہ کر دوں۔ دونوں نے اسکے سامنے سر جھکا دیا۔ اور قلق و بے چینی کو ضبط کر کے کہنے لگے نہیں۔ اے نفیسہ اپنی قسم کو نہ توڑو جو تمنے اپنے شوہر کے سامنے کھائی اور جس پر خدا و رسول کو گواہ بنایا ہے۔ افسوس آپ ہم میں سے کسی کو نہیں اختیار کر سکتیں۔ ہمیں اطاعت کے سوا کوئی چارہ نہیں
نفیسہ۔ (مسکرا کر) میں یہ دیکھکر بہت خوش ہوں کہ تم راستی پر آ گئے۔ مراد بک کی بیوہ کی دوستی

میں ثابت قدم رہے۔ میں تم سے کہتی ہوں۔ تم دونوں میرے دوست ہو۔ تم دونوں میری بھائی ہو۔ جیسے تم دونوں مجھ سے محبت کرتے ہو۔ آپس میں بھی ایک دوسرے کے دوست ہو جاؤ۔ میں پھر سفارش کرتی ہوں۔ کہ محبت سے ہاتھ ملاؤ اور اتحاد کرلو۔ تمہارا دشمن وہی ہے جو تمہارے ملک کا دشمن ہو جس سے تمہارے ملک کو اندیشہ ہو۔ وہ دشمن جس کی قوت روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ ہمیں خیال تھا کہ فرانسیسیوں کے جانے کے بعد ہمکو امن وامان نصیب ہوگا۔ مگر ترکی سپاہ نے ہماری آزادی میں خلل ڈالا۔ اور ہمکو غلام بنانا شروع کیا۔ میں جانتی ہوں کہ وہ ممالیک کے تباہ کرنے سے باز نہ رہیں گے۔ کیونکہ ہر طرف سے برابر کمک چلی آرہی ہے اور اُسکا افسر ایک ایسا شخص ہے۔ جو نہائت ہی خطرناک ہے نفیسہ کی یہ باتیں سُنتے ہی وہ دونوں گلے مل گئے اور قسم کھائی کہ دشمن ملک کا مقابلہ مستعد ہوکر کرینگے۔ پھر نفیسہ سے پوچھا آپ ایک خطرناک افسر کا ذکر بار بار فرماتی ہیں۔ بتائیے توسہی وہ کون ہے۔ ٭ ٭ ٭

نفیسہ۔ وہ وہی آدمی ہے جس نے ابوقیر میں کپتان پاشا کے پاس پیغام پہونچایا تھا۔ اُس نے اس خونریز واقعہ کو پورا کیا۔ اُسنے اپنی بہادری۔ دلیری اور اولوالعزمی سے قصبہ رشید کو فتح کیا۔ میں نے اس افسر کو دیکھا ہے۔ اس کی آنکھوں سے شیر کی سی دلیری اور لومڑی کی سی مکاری عیاں ہے ہاں مینے اُسکو دیکھا ہے۔ میرا دل اُسکے دیکھنے سے پہلے خوف کو بالکل نہیں جانتا تھا۔ اُس سے ہوشیار رہو۔ اور اگر ممکن ہو اُسکو توڑدو۔ اُسکو اپنی طرف ملانے میں پوری کوشش کرو۔ اگر تمہیں اس تدبیر میں کامیابی ہوگئی اور محمد علی ممالیک کا پشت پناہ بن گیا۔ تو وہ تمام سلطنتوں پر بھی تمہاری کامیابی کا ذمہ دار ہو جائے گا۔ ٭ ٭ ٭

عثمان بک مسکرا کر۔ میں اس شخص کو خوب جانتا ہوں۔ پہلی ملاقات میری اُس کی جیزہ میں ہوئی تھی اور ہم دونوں میں آپس میں جھگڑا بھی ہوا تھا۔ پھر دوسری مرتبہ سال ہی میں اس سے ملاقات ہوئی اور اس نے مجھے اپنے سپاہیوں سے بچایا۔ اگر وہ نہ ہوتا تو وہ مجھ پر رحم نہ کرتے۔ [illegible] ساتھ ملانے کی کوشش کرونگا۔ جب ہماری یہ آرزو بر آئے گی۔ ممالیک کی دوبارہ قوت بحال ہوجائے گی زمانہ ہمارے موافق ہوگا۔ ہم ایک دوسرے کو مبارکباد دینگے اور نفیسہ کے شکرگذار رہینگے۔ آپ کا نام اس لڑائی میں ہمارا نشان ہوگا۔ اور اگر ہماری موت جلد آگئی تو آخری بات جو ہمارے منہ سے نکلے گی وہ جناب کا نام ہوگا۔ ٭ ٭ ٭

نفیسہ۔ میں تمہارا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ اور اب تم جاسکتے ہو۔ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر جاؤ اور

Marfat.com

بازار میں مل کر نکلو تاکہ سب دیکھ لیں اور جان لیں۔ کہ مما لیک کے دو بڑے بڑے سردار متفق ہو گئے جب عام طور پر یہ معلوم ہو جائیگا تو پراگندگی کا خوف نہ رہے گا۔ اور سب قوت یکجا ہو جائیگی تم ایسا ہی کرو اور سب پر ظاہر کردو کہ تم سچے دوست ہو گئے۔

عثمان بک۔ اگر کوئی ہم سے پوچھے گا کہ اس اختلاف کے بعد کیونکر اتفاق کر لیا تو ہم جواب دینگے کہ ہماری سیدہ یعنی مراد بک کی بیوہ نے حکم دیا۔ اور ہمنے اون کی اطاعت کی۔ ٭ ٭ ٭

الفی بک۔ ہاں ہم کہیں گے کہ ہم اپنی سیدہ کے حکم کے بندے ہیں۔ اس کے اشارہ پر کام کرتے ہیں۔

عثمان بک۔ لو آؤ آؤ۔ یہ کہکر دونوں رخصت ہوئے۔ اور باہر چلے گئے عثمان بک تیز قدمی سے جا رہا تہا۔ اور الفی بک اوسکے پیچھے آہستہ آہستہ مڑ مڑ کر دیکھتا ہوا جاتا تہا۔ جب موٹر پر پہونچا نفیسہ نے ہاتھ کے اشارہ سے پھر رخصت کیا۔ اور دونوں نظروں سے غائب ہو گئے۔ جب نفیسہ تنہا رہگئی مسند پر لیٹ گئی اور دردمندوں کی طرح ایک ٹھنڈا سانس لیا۔ چہرہ پر رنج و اندوہ کے آثار چھا گئے۔ دلی جذبات اور خیالات نے گانے کی آواز کو کان تک پہونچنے سے روک دیا۔ کچھ دیر کے بعد اپنے آپ ہی کہنے لگی۔ مینے اپنے آپ کو جھوٹ بول کر ان دونوں امیروں سے بچا لیا مینے شوہر سے کبھی قسم نہیں کھائی ہے کہ کسی اور کی نہ ہو کر رہوں گی اور کسی قسم کے خیالات سے اون کی درخواستوں کو نہیں رد کیا۔ بلکہ اون سے پیچھا چھڑانے اور اپنے دل کی خواہش پوری کرنے کی وجہ سے۔ مین محبت سے خالی نہیں ہوں۔ لیکن افسوس صد افسوس میں جسپر شیدا ہوں۔ اس سے کسی کا آگاہ ہونا اور اس سے میری محبت کرنیکا گمان کرنا بھی مناسب نہیں۔ یہ کہتے ہوئے اُٹھی اور گرم گرم انسوؤں کو جو اوس کی آنکھوں میں ڈبڈبا رہے تھے برقعہ سے پونچھ ڈالا۔ مگر دفعتہً اوس کا بدن کانپ اوٹھا اور چہرہ سرخ ہو گیا۔ کیونکہ اوس نے ابھی گھر کے داروغہ یوسف کو سامنے سے آتا ہوا راستہ پر دیکھ لیا تہا نفیسہ کے قد موزون اور تر و تازہ چہرہ پر اوس کی نگاہ گئی ہی تھی کہ جلدی سے اوس نے اپنے موٹھ پر نقاب ڈال لی۔ اور آنکھوں کے سوا کوئی عضو کھلا نہیں رہا۔ اور لوٹ کر اپنی مسند پر بیٹھ گئی۔ اور گلاب کا پھول اُٹھا کر سونگھنے لگی۔ یوسف آیا اور دست بستہ دروازہ پر کھڑا ہو گیا۔ اور عرض کیا حضور آپنے گاڑی کا حکم دیا تہا تیار ہے۔ اگر آپ حکم دیں تو میں بھی گھوڑے پر سوار ہو کر آپ کی گاڑی کے ساتھ ہو لوں۔ نفیسہ کے ہاتھ سے پھول گر گیا اور اس نے کہا میں بہت خوش ہوں۔ تم میرے حکم کی جلد تعمیل کرتے ہو۔ میں ابھی جاتی ہوں۔ دو خواص میرے ساتھ جائینگی۔ تم بھی گھوڑے پر سوار ہو کر ساتھ چل سکتے ہو۔ یہ کہکر اوٹھی اور خیمہ سے نکلتی ہوئی اس کے پاس سے گذری۔ وہ

Marfat.com

ش کھڑا تھا۔ اسمیں ہلنے کی بھی طاقت نہ تھی۔ جب تک وہ محل میں داخل ہوئی۔ یہ اسکو برابر
تا رہا اور اسکے حسن و جمال نے اسکو ورطہ حیرانی میں ڈال دیا۔ پھر دل ہی دل میں کہنے لگا افسوس
میں وہ ہوا ہوتا جو اوس کے رخساروں پر سے گذرتی ہے۔ کاش میں اُس کی جوتیوں کی خاک ہی
۔ بلکہ کیا اچھا ہوتا۔ اگر میری روح اس کے پاس پرواز کرتی اور میں آخری وقت اسکو دیکھتا ہوا
ن و خرم اس جہاں سے چل بستا۔ یہ کہکر دائیں بائیں مڑکر دیکھا کہ کوئی دیکھتا تو نہیں ہے۔
ملک کر اس پھول کو اُٹھا اور اُسکو چوم کر سینے سے لگا لیا۔ ٭ ٭ ٭ ٭

فصل یازدہم

مشورہ

محمد علی نے اپنی خدمت کو اچھی طرح سے انجام دیا۔ خسرو پاشا سے ملنے کے بعد اس نے اپنے سپاہیوں کو جمع کیا اور جوش و حمیت کی آگ سب کے سینوں میں بھڑکا دی۔ اور ان کو لیکر جہاں جہاں ضرورت ہوئی پہونچ گیا۔ محنت و مشقت اور خطرات میں پڑنے اور شجاعت دکھانے میں اور سپاہیوں کے واسطے نمونہ تھا۔ اسکے اور مما لیک کے درمیان متعدد معرکے ہوئے۔ سب میں میدان اسی کے ہاتھ رہا۔ اور اُن سے دو بڑے بڑے مضبوط قلعے فتح ہوگئے۔ خسرو۔ ان خبروں کو بہت خوشی سے سنتا اور اپنی خوش نصیبی پر ناز کرتا۔ کہ اسے ایسا افسر ہاتھ آگیا ہے۔ اور اپنے دل میں کہتا سچ ہے میرے بخت کا ستارہ عروج پر ہے۔ کہ میں ان عظیم الشان شہروں کا حاکم ہوں۔ میرے پاس بہادر اور خیر خواہ دوست ہیں۔ جو مجھسے محبت کرتے اور خواہش پوری کرنے میں میری مدد کرتے ہیں۔ کون جانتا ہے کہ یہ استقلال کیا ہوگا۔ کون جان سکتا ہے کہ جس تاج کو میں ہوا میں دیکھ رہا ہوں۔ وہ ایک دن میرے سر پر نہ آجائیگا اور میں مستقل بادشاہ نہ ہوجاؤں گا۔ ہاں محمد علی کے ہوتے ہوئے یہ کوئی دشوار امر نہیں ہے۔ لیکن مجھے خوف ہے کہ کہیں یہ ایک دن مجھے چھوڑکر الگ نہ ہوجائے کیونکہ کوئی بات اسے یہاں رہنے پر مجبور نہیں کرسکتی ہے۔ کیا میں اپنی ایک لڑکی کی شادی اس کے ساتھ کردوں۔ اس سے وہ یہاں رہنے اور مدد کرنے پر مجبور ہوجائیگا۔ میں بعض وقت اُس کی آنکھوں میں دلی جذبات کے کچھ ایسے آثار دیکھتا

ہوں۔ جس سے مجھے اندیشہ ہے کہ وہ چھپی ہوئی آگ ابتک اس کے سینہ میں برابر بھڑک رہی
لیکن وہ یہ دیکھ کر کہ میں اسے دیکھ رہا ہوں۔ فوراً اپنی حالت بدل لیتا ہے۔ اور نرمی واطاعت
آثار نمودار ہو جاتے ہیں۔ مجھے اسیوقت اسکو بلا کر اُس سے گفتگو کرنی چاہئیے۔ فوراً ایک خواجہ سرا
آواز دی۔ اور اُسے حکم دیا کہ محمدؐ علی کو بلاؤ۔ تھوڑی دیر کے بعد محمد علی آگیا۔ اور نہائیت ادب سے جھک
کر سلام کیا۔ جب خسرو پاشا نے اسکو اپنے پاس بیٹھنے کے لئے بلایا اور اُس کے لئے قہوہ اور حقہ منگو
تو خوشی سے اوسکا چہرہ دمکنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد خسرو پاشا نے پوچھا محمدؐ علی تمہاری عمر کیا ہوگی
محمد علی (مسکرا کر) جناب مجھے اچھی طرح یاد نہیں لیکن میں حساب کر کے بتا سکتا ہوں۔ مجھے یاد ہے
ہے کہ جب میں آپسے قوالہ میں ملا تھا اسوقت میری عمر پندرہ برس کی تھی۔
خسرو پاشا۔ اچھا اب رہنے دو میں حساب لگا لوں گا۔ تین برس میں وہاں رہا۔ آہ کسقدر پرشور
وسخت تھے میں تو اون کو تین صدیوں کے برابر خیال کرتا ہوں۔ لہذا میرے قوالہ سے آنیکے وقت تمہاری
عمر اٹھارہ سال کی ہوگی اسکے بعد میںنے بارہ سال آستانہ میں اور یہاں گذارے۔ اب تم تیس۳۰ برس
کے ہوگئے۔ محمدؐ علی۔ ہاں مگر آپ دیکھتے ہیں کہ میں بڈھا ہوگیا ہوں۔ میں جب اپنے پچھلے زمانہ کو
کرتا ہوں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ عمر نوح گذار چکا۔ ہاں میں بوڑھا ہوگیا۔ میری جوانی کا زمانہ گذر گیا
اب کوئی امنگ اور ولولہ باقی نہیں رہا جو پہلے سینہ میں اٹھا کرتا تھا۔
خسرو۔ کیا تم ابتک مجرد ہو۔ کیا تمہارے جورو بچے نہیں ہیں
محمد علی۔ کی آنکھوں میں ایک عجیب وغریب نور چمکنے لگا۔ اس نے اپنے ہونٹوں کو زور سے کس لیا
تاکہ بے اختیار کوئی بات موہنہ سے نہ نکل جائے۔ اس سوال سے اسے تعجب ہوا اور سمجھ گیا کہ یہ
دبے ہوئے زخموں کو ابھارتا۔ اور دلوں کے زخموں کو تازہ کرتا ہے۔ برا ہو اسکا یہ اپنے ہاتھوں اپنے
پاؤں پر کلہاڑی مار رہا ہے۔ پھر اپنے جوش کو فوراً روک کے کہا جناب میری بیوی ہے جسنے شادی
کی تھی اُس سے تین لڑکے قوالہ چھوڑ کر آیا ہوں۔
پاشا۔ صرف ایک بی بی۔ محمدؐ علی جی ہاں زیادہ کی ضرورت نہیں بلکہ بعض اوقات تو وہ ایک ہی بار معلو
ہوتی ہے۔ علاوہ اسکے میری شادی حسان شوربجی کی بھتیجی کے ساتھ ہوئی۔ وہ مجھے بہت محبت کرتی
ہے۔ میں اوس کے چھوڑنے یا دوسری تلاش کرنیکی کوئی وجہ نہیں پاتا۔
پاشا۔ کیا تمہیں بھی اس سے محبت ہے۔ محمد علی بچپن ہی میں محبت میرے دل سے نکل گئی۔ اب میں
اسکا نام تک نہیں جانتا۔ پاشا۔ (قہقہہ لگا کر) ہر شخص یہی کہتا ہے یہاں تک کہ نئی محبت اگر اُس کو دل کو

Marfat.com

ی طرف مائل نہیں کر لیتی ہے۔ میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ آدمی کی خواہ کتنی ہی عمر کیوں نہ ہو جائے
ن وہ محبت کو نہیں بھولتا کیونکہ محبت بڈھی نہیں ہوتی۔ تمہیں خدا کی قسم کہو تو سہی اگر تمہیں
بدان خوبصورت نیک سیرت لڑکی ملجائے۔ کیا تم اوسے دوسری بی بی بنانا نہیں چاہوگے تمکو مجھے
ب دینا چاہیئے۔ میں تمسے وعدہ کرتا ہوں۔ کہ میں تمہیں ایک بی بی ڈھونڈھ دونگا۔ اور بتاکید کہتا ہوں
جب تم اگلے معرکے سے کامیابی کیساتھ لوٹوگے۔ تو تم اوس کی محبت اور اُس سے نکاح کرنے میں ذرا
ی دیر نہ کروگے۔" محمد علی:۔ "کیا آپکو کسی نئے معرکہ کا خیال ہے۔ کہاں؟ اور کس کے ساتھ ہے؟"
پاشا:۔ کس کے ساتھ۔ کیا تم نہیں جانتے ہو؟ ان بدبخت ممالیک کے ساتھ؟..... اب وہ وقت آگیا ہے
اونکو جڑ سے اوکھاڑ پھینکا جائے۔ اب سلطان اُن کی نافرمانی اور مکروفریب اور شورشوں کو برداشت
نہیں کرسکتے۔ وہ چاہتے ہیں ان سب کا فیصلہ کر دیں تاکہ پورے طور سے ملک میں امن وامان ہو جائے
م جانتے ہو کہ یہ غرض ممالیک کو ہلاک کئے بغیر نہیں حاصل ہو سکتی۔

محمد علی:۔ حضور میں اسکو جانتا ہوں۔ میرا خیال ہے۔ کہ اگر ایک ملوکی بھی بچ گیا تو وہ اپنے جاہ وجلال کو دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش سے باز نہ آئے گا وہ خیال کرے گا۔ کہ میں خدا ورسول کے حکم سے مصر کا مالک ہوں۔

پاشا:۔ میں جلد ہی اُن سے نپٹ لونگا۔ ان کا کام تمام ہو چکا۔ ہم فرانسیسیوں کے زیر بار احسان ہیں۔ کہ انہوں نے مقابلہ کرکے اون کی قوت کو بہت کم کر دیا۔ سلطان نے انکی مزید روک کیواسطے دوبارہ حکم صادر فرمایا ہے کہ چرکسی اور کرد مصر میں نہ آنے پاویں۔

محمد علی:۔ پھر بھی ان کی زیادتی کے وسائل مسدود نہیں ہوئے ہیں۔ ان کا لشکر روز بروز بڑھتا جاتا ہے میں نے سُنا ہے کہ وہ خانہ بدوشوں اور البانی قیدیوں کولے آئے ہیں اور احمد علی عزنی کے قبیلہ کے ساتھ بھی مستحکم عہد وپیمان کر لیا ہے۔

پاشا:۔ یہ درست ہے لیکن بدو وعرب اور کردی وچرکس میں بہت بڑا فرق ہے۔ لومڑی شیر کا کام نہیں دے سکتی اور نہ بلی چیتے کا کام کر سکتی ہے۔ علاوہ اسکے مجھے پختہ طور سے معلوم ہے کہ مراد بک کے بعد ممالیک میں باہمی نزاع بہت بڑھ گئی ہے۔ ہر ایک کو سرداری کی ہوس ہے۔ صرف مراد بک ہی انمیں فرزانہ تھا۔ انکے بعد کوئی ایسا نہیں ہوا۔ جو ان کو کسی بات پر متفق کر سکتا۔ اور اتفاق کی روح پھونکتا۔ طمبوجی کچھ دنوں تک اسکا جانشین رہا۔ لیکن مجھے معلوم ہوا ہے وہ اونہیں کے حادثہ میں مر گیا۔ اسوقت ان میں تین سردار ہیں جن میں جانشینی کے بارہ میں سخت جھگڑا ہے۔ یہ تینوں سردار عثمان بک الفی بک اور ابراہیم ہیں۔ عثمان فرانسیسیوں کے زیر حمایت ہے

Marfat.com

اور الفی بک انگلستان کے زیر حمایت اور یہ آپسمیں ایک دوسرے کے سخت دشمن ہیں۔ اس
فائدہ ہوگا۔ اور ہمارا کام آسانی سے ہوگا۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ ابراہیم بک اور بردیسی نے فرا
جرنل بونا پارٹ سے ترکوں سے پیچھا چھڑانے کے لئے مدد طلب کی ہے۔ اور الفی بک نے ترکوں
نکالنے اور اپنے حریفوں کو شکست دینے کے لئے انگلستان سے امداد چاہی ہے۔ اس سے معلوم
ہوتا ہے کہ وہ ہماری قوت سے ڈرتے ہیں۔ اور بیرونی مدد بغیر ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ بکھو چاہ
کہ اس فرصت کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ اور مدد آنے سے پہلے جسکے یہ منتظر ہیں اُن کو بس ڈالیں
پھر اُن کو مقابلہ کرنے کی جرأت ہی نہ ہو۔

محمد علی۔ بہت مناسب ہے ہم سانپ کے سر کو کچل ڈالیں گے۔ حضور کا حکم تمام مصر پر پھیل جائے
ہاں حضور قسمت نے آپکو اس مہم سر کرنے کے لئے مقرر کیا ہے۔ میری بھی آرزو ہے۔ کہ اس مہم کی انجام
میں مجھے بھی مددگاری کا شرف حاصل ہو جائے۔

پاشا۔ فکر میں سر جھکا کر۔ میں اس مہم میں تم پر اعتماد کرتا ہوں۔ اور تمہارے اخلاص کی وجہ سے تم
مشورہ کرنا چاہتا ہوں۔ سنو ممالیک کے سرداروں نے فرانس و انگلستان کو قاصد بھیجنے کے
مجھے پانچ مہینہ کی صلح کا پیغام دیا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ فرانس و انگلستان کی معرفت سلطان
بھی صلح کی تحریک کرینگے۔ اگر صلح ہو گئی تو خیر ورنہ پھر جنگ ہوگی۔ اس میں تمہاری کیا رائے
محمد علی۔ میرے خیال میں اس سے بڑھکر اور کیا نادانی ہوگی۔ کہ ہم اون کو اپنے مقابلہ کیلئے تیار
ہونیکا موقع دیں۔ وہ لوگ بڑے چالاک ہیں۔ دفعتہً ہم پر آ پڑیں گے۔ اور یقیناً کامیاب ہو جائیں
خسرو۔ (تھوڑی دیر خاموش رہ کر) تم ہمارے سپہ سالار اور تجربہ کار مدبر ہو۔ میں بہت خوش ہوں
تم نے میرے دل کی بات کہی۔ مینے ممالیک کو یہی جواب دیا تھا۔ کہ پانچ مہینے کیسے میں پانچ ہفتہ بلکہ
پانچ دن کی بھی مہلت دینا نہیں چاہتا۔ مینے اُن سے یہ بھی کہدیا کہ میں امن و امان کا تم سے زیادہ
خواہش مند ہوں۔ اگر تم اسکو پسند کرتے ہو عثمان بک حسن ملو کی طرح تم بھی قاہرہ چلے آؤ اور
اطاعت قبول کر لو۔ مینے اُن سے وعدہ کیا ہے۔ کہ اگر سرکشی سے باز آ جائینگے۔ تو سعید کے علاوہ
اسنا کا پرگنہ لکھدونگا۔ جسطرح چاہیں اسمیں تصرف کریں وہ یہ سنکر زیادہ کے لئے منہ پھاڑنے
لگے۔ جبر چاہی مانگنا شروع کیا۔ مینے اون کی درخواست کو نامنظور کر دیا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ ان
نافرمانوں کا تلوار کے سوا اور کوئی علاج نہیں ہے۔ یوسف بک میری جنگی قوت کا بہت بڑا رکن ہے
وہ پہلے لشکر کا افسر ہوگا۔ اور محمد علی دوسرے لشکر کا افسر ہوگا۔

Marfat.com

محمد علی - میں آپ کی اُن متواتر عزت افزائیوں کا شکر گذار ہوں آپ کے پاس فتح کر کے یا مر کے آؤنگا

خسرو پاشا - ہاں مجھے یقین ہے کہ تم فتح ہی کر کے آؤ گے - صعید کے سپہ سالار طاہر پاشا کو پاس حکم بھیجدیا ہے - کہ وہ بھی تمسے آکر ملجائینگے - کہو تمہارے خیال میں اتنی قوت ممالیک کے تباہ کرنے کے لئے کافی ہے - ؛ ؛ ؛

محمد علی - کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں اس ملک کے پہونچ جانے کے بعد لشکر کی طاقت کی آزمائش کروں - یہ کہکر محمد علی نے اپنا سر نیچا کر لیا گویا اپنے اس سوال پر نادم ہے ؛ ؛ ؛

خسرو پاشا - (پست آواز سے) میں تمسے اسکا حال بیان کرتا ہوں - لیکن خبردار تمہارے سوا کسی اور کو اسکا علم نہ ہونے پاوے - ہمارے پاس سولہ سترہ ہزار سے زیادہ سپاہ نہیں ہے - ان کا بھی ایک جگہ جمع ہونا بہت ہی دشوار ہے - کیونکہ وہ ملک میں پھیلے ہوئے ہیں اور قابل اعتماد صرف چار ہزار سپاہ البانی ہے جسکو کپتان پاشا نے بھیجا ہے وہی قوی اور بہادر ہیں جو اپنے سے دوگنی فوج سے مقابلہ کرتے ہیں - لیکن میں اس سے انکار نہیں کر سکتا - کہ اُنپر حکومت کرنا بھی آسان نہیں ہے کیونکہ وہ ترکی النسل نہیں ہیں - ؛ ؛ ؛

محمد علی - (ٹھنڈی سانس بھر کر) اگر یہی بات ہے تو آپکو افسوس کرنا چاہیئے کیونکہ بدقسمتی سے میں بھی ترکی نہیں ہوں - ؛ ؛ ؛

خسرو پاشا - پھر بھی میں تمپر اعتماد کرتا ہوں کیونکہ تمہاری حسن خدمت تمہاری شومی ولادت کا بدلہ ہے لیکن میں البانی لشکر پر اسطرح اعتبار نہیں کر سکتا - اسی وجہ سے مینے حبشیوں کی ایک پلٹن مرتب کی اور انہیں سے کچھ چنے ہوئے آدمی اپنی حفاظت کے لئے مقرر کئے ہیں - فرانسیسی افسر کو بلوا کر انکو قواعد کی تعلیم دلوائی ہے - اور وہ اسمیں خوب ماہر ہوگئے ہیں - ہاں میرے یہ خاص حبشی سپاہی میرے خوف کو دور کرتے ہیں - اور میری سلامتی کے ذمہ وار ہیں - اور خیانت و مصیبت کے وقت میں انہیں پر اعتماد کرتا ہوں

محمد علی - کیا کوئی ایسا بھی ہے جسے وزیر اعظم خسرو پاشا کی خیانت یا اذیت کا خیال ہو - نہیں نہیں آپ بے خوف رہیئے - خیانت و مصیبت آپ تک راستہ نہیں پا سکتی ؛ ؛ ؛

پاشا - جب تک ایک مملوک بھی باقی ہے میں اطمینان سے نہیں سو سکتا ؛ ؛ ؛

محمد علی - آپ کو شائد اس خوش خبری سننے کا زیادہ انتظار کرنا پڑے - میں منتظر ہوں کہ کب میدان جانے کا حکم پاتا ہوں ؛ ؛ ؛

پاشا - ابھی چلے جاؤ - جو کچھ مینے تمسے پہلے کہا تھا اسکو یاد رکھنا کہ خسرو پاشا ظفر یاب محمد علی کو بدلہ دیگا -

Marfat.com

اور ایک ایسی لڑکی سے شادی کرےگا جو حسن میں بالکل لاثانی و دولت میں ملکۂ زمان ہوگی۔ جاؤ اور لشکر کو جانے کے لئے بالکل تیار رکھو۔ طاہر پاشا کے پاس تم سے ملجانے کا حکم پہونچ گیا ہوگا۔ یوسف بک بالکل تیار ہے۔ جب تم سب ملجاؤ تو جنگ شروع کردو۔ پھر مسکراتے اور دلجوئی کرتے ہوئے محمد علی کو رخصت کیا محمد علی۔ (نہائیت عاجزی سے سر جھکا کر اور باہر آکر اپنے دل ہی دل میں) تو میری خیانت و اذیت سے بچنے کے لئے اپنے خاص حبشیوں پر اعتماد کرتا ہے۔ میں اس سے بہت خوش ہوں۔ مگر کہیں اون کی سیاہ روئی تیری سیاہ بختی کی نشانی نہ ہو۔ ؛ ؛ ؛

فصل دوازدہم

آپس کی کشمکش

عثمان بک بردیسی اپنے ساتھیوں کو لیکر دمنہور کے میدان میں ٹھہر کر الفی بک اور دوسرے سرداروں کا انتظار کرنے لگا۔ اوس کے جاسوس شہروں میں پھیلے ہوئے اور خبریں اور کمک برابر پہونچاتے تھے۔ اسے خبر لگی کہ ترکی فوج مقابلہ کے لئے قاہرہ سے اور طاہر پاشا صعید سے سات ہزار جوان لئے ہوئے آرہا ہے۔ بردیسی کا ایک جاسوس شیخ عثمان بدوی تہا۔ وہی یہ خبریں لیکر آیا تہا۔ بردیسی یہ سنکر مسکرایا۔ اسکا چہرہ چمکنے لگا۔ اور کہا کام کرنیکا وقت آگیا۔ اگر میں اسپر غالب آگیا۔ تو نفیسہ بہت خوش ہوگی عجب نہیں اسکا دل نرم ہو جائے اور مجھے اپنا مالک بنائے۔ لیکن معلوم نہیں کہ الفی بک کیوں اتنی دیر لگا رہے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ ہم تنہا اس آنیوالے لشکر سے مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اگرچہ ترک بزدل ہیں اور ایک ایک مملوک دو ترکی پر بہاری ہے۔ لیکن ان کی تعداد روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ بردیسی کو انتظار کرتے ہوئے زیادہ دیر نہ ہوئی تھی۔ کہ الفی بک افسردہ دلی کے ساتھ تہوڑے سے سپاہی لیکر آگیا۔ سب لوگ اس کے گرد جمع ہوگئے۔ اور دشمن کی قوت کا حال بیان کیا۔ عثمان بک نے کہا ایسی حالت میں میری یہ رائے ہے کہ چلکر اُن سے مقابلہ کریں۔ اور ہر ایک لشکر سے الگ الگ جنگ شروع کردیں تاکہ اُن کو ملنے کا موقع نہ رہے۔ الفی بک سر ہلا کر میری یہ رائے ہے کہ ہم سب لوگ اپنی جگہ پر رہیں۔ کیونکہ اپنے سے دوگنے تگنے پر حملہ کرنا جہالت ہے۔ میں تم سے یہی کہنے آیا ہوں۔ ؛ ؛ ؛

بردیسی۔ اگر تم نہ آتے تو اچھا تہا۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ترک یہ کہیں کہ مملوک انکے سامنے سے بھاگ گئے۔

الفی۔ عثمان بک انکا جو جی چاہے کہیں ہمیں اُن کے کہنے کی کیا پرواہ ہے۔ ہم تو پیچھے ہٹتے ہیں۔ نہ کہ بھاگتے ہیں۔ ہمارے دوست انگریزوں نے بھی یہی صلاح دی ہے۔ تم جانتے ہو کہ وہ ہمارے کیسے خیر خواہ ہیں۔ اُنہوں نے ہی مجھ سے بیان کیا ہے کہ ترک تین لشکر لیکر ہم پر آرہے ہیں اور ہمکو نصیحت کی ہے کہ ہم اُن پر حملہ نہ کریں۔ اسمیں سراسر ہمارا نقصان ہے۔ تم دشمن کی قوت اور ہماری بے سروسامانی سے بے خبر نہیں ہو یاد رکھو کہ اگر وہ کامیاب ہوگئے تو ہم میں سے ایک کو زندہ نہ چھوڑینگے۔ اور جو کارروائی الوقیر میں شروع کی تھی اُس کی تکمیل یہاں کرینگے۔ اے امراء کیا تم اسی کے آرزومند ہو۔ میرے نزدیک تجربہ کار سردار وہی ہے جو زمانہ شناس اور ابن الوقت ہو ٭ ٭ ٭ ۔

بردیسی۔ (دقار و تمکنت سے) ہم مقابلہ کرنا چاہتے ہیں بھاگنا نہیں چاہتے۔ اگر تم انتظار کرنا چاہتے ہو تو انتظار کرو۔ ٭ ٭ ٭

الفی۔ ہاں میں انتظار کرونگا۔ میں تمکو نصیحت کرنے آیا تھا کہ تم بھی میری روش اختیار کرو اور اس خطرناک معرکہ سے دور رہو۔ میں اپنا قول پھر دوہراتا ہوں۔ کہ میں پیچھے ہٹتا ہوں بھاگتا نہیں ہوں اگر تم میرے قدم بقدم نہ چلوگے مارے جاؤگے۔ اگر تم طیش میں آکر اسوقت ترکوں سے بھڑ گئے تو اسکا نتیجہ تباہی کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ یوسف بک پہلے لشکر پر ہے اور اُس کے پیچھے محمد علی ہے۔ یہ وہی شخص ہے جس سے نفیسہ نے ہمیں ڈرایا تھا۔ اور ان دونوں کے پیچھے طاہر پاشا ہے پھر تم کیونکر بچنے کی امید کرسکتے ہو

بردیسی۔ نہیں بلکہ ہلاک وہ ہوتا ہے جو اپنے دشمن کو دیکھتا اور جانتا ہو پھر بھی اوس کی روک تھام کی جرأت نہ کرے۔ الفی نے اپنا سر جھکایا اور اپنے ماتحتوں کو اشارہ کیا۔ سب اوٹھ گئے اور خود سلام کرکے چلتا ہوا۔ انگریزی سواروں کا ایک رسالہ تھوڑی دور کے فاصلہ پر الفی کا انتظار کررہا تھا جب یہ اُن سے جاکر مل گیا۔ وہ رات دن چلکر طنطا پہونچ گیا۔ اور وہاں تازہ دم گھوڑے تیار تھے۔ لوگ اُنپر سوار ہوکر برابر بڑھے چلے گئے اور اسکندریہ جا پہونچے۔ اور الفی انگریزی جہاز پر سوار ہوا۔ یہ دور دراز موقع تھا کہ وہ انگریزی جہاز پر سوار ہوکر اپنے ملک سے باہر جاتا ہے۔ وہ چاہتا تھا کہ سیر و سیاحت میں مشغول رہ کر مراد بک کی بیوہ کے خیال کو اپنے دل سے دور کردے۔ اسکا دل جنگ اور شہرت طلبی سے آزردہ ہوگیا تھا بخلاف بردیسی کے کہ اسکو کبھی خیال بھی نہ ہوا کہ محبت کے داغ کو دور کرکے مٹائے بلکہ اُس نے دشمن سے انتقام لینے کی ٹھان لی تھی۔ کہ ہر آہ سرد کے عوض میں دشمن کی ایک جان لیجئے عثمان بک نے الفی کے جانے کے بعد ممالیک کے سردار ابراہیم بک و حسن آغا کو جنگ کا مشورہ کرنیکو بلایا اور کہا میں چاہتا ہوں کہ تم اپنا خیال صاف صاف ظاہر کردو آیا تم بھی پیچھے ہٹنے اور وقت کو

Marfat.com

انتظار میں انہی کا ساتھ دوگے۔ یا اس معرکہ میں شریک ہوکر ہمارے ساتھ اپنا خون بہاؤ گے۔ دشمن تو ہی ہے اور سر پر آگیا ہے۔ جو کچھ تمہارا ارادہ ہو فوراً صاف کہدو۔ کیونکہ جو وقت گذرتا ہے خطرہ بڑھتا جاتا ہے۔ شیخ عثمان سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ یوسف بک یہاں سے دو دن کی مسافت پر ہے۔ اور محمد علی تین دن کی مسافت پر۔ میرا ارادہ ہے کہ یوسف بک سے مقابلہ شروع کردوں اور محمد علی کے آنے سے پہلے اسکو مغلوب کرلوں۔ تاکہ مشکل نہ پڑے۔ جب پہلے لشکر کو پسپا کر دینگے تو دوسرے سے مقابلہ شروع کرینگے۔ اور معاملہ بہت آسان ہو جائیگا۔ کیونکہ طاہر پاشا پہلی فوج کی خبر سنکر ہمارے مقابلہ کی جرأت نہ کریگا۔ میدان ہمارے لئے صاف ہو جائیگا۔ اور ہم قاہرہ پر بڑھے چلے جائینگے۔ وہ اس وقت سپاہ سے بالکل خالی ہے۔ ممالیک بردیسی کا کلام سُن رہے تھے۔ اون کے دلوں میں حمیت و غیرت کی آگ بھڑک رہی تھی۔ انہوں نے ایک زبان ہوکر کہا کہ ہم پیچھے نہ ہٹیں گے۔ ہم آپکا ساتھ دینگے۔ اور خدا کے فضل سے غالب آئینگے۔ ہمارے گھوڑے ہوا سے بازی لے جاتے ہیں اور ہماری تلواروں کی فرشتے مدد کرتے ہیں۔ ترکوں سے مقابلہ کا وقت آگیا۔ ہم اون کو بتاوینگے۔ کہ اون کے خیال کے موافق ہم بزدل نہیں ہیں۔ ؛ ؛ ؛

بردیسی۔ (ممالیک کے جواب سے خوش ہوکر اور مسکراکر) ہم اپنی طاقت دکھاوینگے۔ اب جاؤ آرام کرو گھوڑوں کو ستاؤ۔ و صبح کے وقت میرے ساتھ چلنے کے لئے تیار رہو۔ نسیم سحری کے ساتھ ہم دشمن کے مقابلہ کے لئے جائینگے۔ خدا ہمارا پاسبان اور مددگار ہے۔ لوگ خوشی اور جرأت کی باتیں کرتے ہوئے واپس ہوئے اور اپنے گھوڑوں کی دیکھ بھال کرکے سرشام ہی سے سو رہے۔ تاکہ خوب آرام کرلیں۔ معلوم نہیں آئندہ کتنے دن تک آرام کا موقع نہ ملے۔ رات ہوتے ہی لشکرگاہ و سنسان پر سناٹا چھاگیا۔ عثمان بک بردیسی تنہا جاگتا رہا۔ اٹھ کر اپنے جاسوس شیخ عثمان کے پاس گیا۔ اسکو جگاکر کہا۔ میں جانتا ہوں تم بہادر اور دلیر ہو۔ اگر تم ایک کام کرسکو تو میں تمکو ایسا انعام دوں کہ تمہارے دل میں کبھی اسکا خیال نہ گذرا ہو گا۔ یعنی میں تمکو میدان کارزار میں اجازت دیدونگا۔ کہ جس قدر مال غنیمت تم سے لیا جاوے لے لو۔ کوئی تم سے روک ٹوک نہ کرے گا۔ گھوڑے اور ہتھیار اور اسباب جس چیز پر تم ہاتھ رکھ دو وہی تمہارا ہوگا۔ اور جنگ کے بعد ترکی فوج کا جو کچھ سازو سامان رہ جائیگا وہ سب تم لینا۔

شیخ۔ (خنداں پیشانی سے) جناب آپ جو چاہے حکم دیجئے۔ میں ہر طرح آپکا تابعدار ہوں جو کچھ آپ حکم دیجئے گا تعمیل کروں گا۔ اگر آپ چاہیں کہ میں آفتاب کو آسمان سے کھینچ لے آؤں یا تارے اور چاند آپکے قدموں پر لا ڈالوں تو اس سے مجبوری ہے۔ آپ نے جو انعام دینے کا وعدہ کیا ہے وہ

Marfat.com

ایک سختی کو آسان کر دیگا نہ اپنے ذاتی فائدہ کے واسطے بلکہ اپنی لڑکی بطیطہ کی خاطر جو ہمت دلیری میں مردوں کے برابر ہے۔ گھوڑے پر سوار ہونے اور ہتیار چلانے کی مشتاق رہتی ہے۔

دیسی تمنے بیان کیا تہا۔ کہ یوسف بک آگے آگے اور محمد علی اُسکے پیچھے پیچھے آتا ہے۔

شیخ عثمان۔ ہاں جناب۔ اور اُن کے درمیان پورے ایکدن کی مُسافت ہے۔ مگر آپکو معلوم ہے محمد علی منچلا نوجوان ہے۔ تھکنے کا نام ہی نہیں جانتا کس کو خبر ہے کہ اپنے سواروں سمیت رات دن چلکر یوسف بک سے نہ لمجائے ؞ ؞ ؞

ردیسی۔ یہ ممکن ہے۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ انکو ملنے نہ دوں۔ میں محمد علی سے لڑنا نہیں چاہتا اسیوجہ سے مینے تمکو جگایا ہے کہ تمسے اس معاملہ میں گفتگو کروں۔ آؤ لشکر سے باہر نکلکر باتیں کریں تاکہ کوئی سن نہ سکے۔ دونوں سوتی سپاہ میں سے گذرتے ہوئے دو جاکر کھڑے ہوگئے۔ بردیسی نہایت آہستہ آہستہ باتیں کر رہا تھا شیخ عثمان سُنتا جاتا تہا۔ اور اُسکے سفید سفید دانت نکلے پڑتے تھے۔ اور اُسکے بشرہ سے خوشی کے آثار ہویدا تھے۔

شیخ عثمان۔ یہ رائے بہت مناسب ہے۔ اگر آپ اس انعام کا وعدہ نہ بھی کرتے تب بھی میں آپکی اس خواہش کو خاطر خواہ ضرور پورا کر دیتا۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ اس کام کو پورا کرونگا اور انشاء اللہ اس کے شر سے بچ جاؤنگا۔ مجھے اسوقت جانے کی اجازت دیجئے۔ صبح کے وقت آپ یوسف بک سے مقابلہ کرینگے مجھے اسوقت اپنے قبیلہ والوں کے ساتھ مال غنیمت جمع کرنیکے واسطے حاضر ہونا چاہیئے۔ میں اسوقت اہرام کیطرف اپنے خیمہ میں جاتا ہوں اور اپنی بیٹی بطیطہ کو رائے دونگا وہی اس کام کو انجام دیگی۔ علی الصباح میں آپسے آپ کے خیمہ میں ملونگا۔ اگر وقت گذر گیا اور میں نہ آیا تو جان لینا کہ شیخ عثمان قتل ہوگیا اور محمد علی اس سے زیادہ ہوشیار ہے۔

فصل سیزدہم

بطیطہ

محمد علی خسرو پاشا کے چُنے ہوئے پانچ ہزار البانی جوان لیکر جیزہ کے سبزہ زار میں جا پڑا۔ یوسف بک اتنی ہی سپاہ لیکر مالیک کے مقابلہ کو پہلے ہی جا چکا تھا خسرو پاشا کا حکم تھا کہ

Marfat.com

یوسف بک تنہا مقابلہ پر جائے اور اگر وہ غالب آ جائے۔ تو محمد علی کو اسکے پیچھے جانے کی ضرو
نہیں ہے۔ بلکہ اپنی فوج لیکر چھاؤنی میں واپس آ جائے لیکن یوسف بک کے تنہا عہدہ برانہو
صورت میں محمد علی اوسکے بعد میدان میں جائے۔ محمد علی خسرو کے عندیہ کو پاگیا خسرو یوسف بک کو ب
چاہتا تھا۔ ہر ایک راز کی بات اُس سے کہدیتا تہا۔ وہ چاہتا تھا۔ کہ یوسف کو محمد علی کے ساتھ نہ بھیجے تاک
فتح یوسف کے نام کی ہو اور کامیابی کا سہرا اُسکے سر بندہے۔ اور اگر وہ ناکام رہے تو محمد علی آگے ب
اور چونکہ یوسف و محمد علی کے درمیان ایک دن کی مسافت ہے۔ اسلئے محمد علی کو شکست کی خبر دیر میں
پہونچیگی۔ اور مَمالیک سے فوراً مقابلہ کا وقت نکل جائیگا پھر نئے سر سے جنگ شروع کرنی پڑیگی
اور اس پر بھی فتح اُسکے نام نہ لکھی جائے گی۔ جیساکہ اگر وہ یوسف بک کا شریک ہونیکی حالتیں ہوتا
رات کے سناٹے میں وہ بیٹھا انہیں خیالات پر غور کر رہا تہا۔ سپاہ میدان میں پھیلی ہوئی سو رہی تھی
ہر ایک اپنے گھوڑے کے پاس لیٹا تہا اور ہاتھ تلوار کے قبضہ پر تہا۔ کہ حکم ہوتے ہی اٹھ کر دمنہور کو روا
ہو جائے۔ چونکہ موسم کی حالت اچھی تھی اور قیام تھوڑی ہی دیر کا تہا۔ اسلئے سپاہیوں نے خیمہ
نہیں نصب کئے۔ اس میدان میں سوا ایک سفید خیمہ کے جسکے سامنے سُرخ جھنڈا لہرا رہا تہا۔ اور ک
خیمہ نہ تھا یہ خیمہ کرنل محمد علی کا تہا۔ اگر کوئی قاصد باہر سے آتا آسانی سے اسی پتہ پر چلا جاتا خیمہ کے
دروازہ پر دو سپاہی پہرا دے رہے تھے۔ جب سب سپاہی سو گئے اور سناٹا چھا گیا۔ محمد علی نے خیمہ سے
نکلکر پاسبانوں سے کہا وفادار سپاہیوں کے درمیان۔ افسر کی پاسبانی کی ضرورت نہیں ہے جا
سو رہو۔ کل کیلئے تیار ہو جاؤ۔ شائد کل ہمکو بہت کچھ مشقت اوٹھانی پڑے۔ جسکا اسوقت تک خیال
بھی نہیں۔ پاسبانوں کی آنکھیں بھاری ہو رہی تھیں۔ محمد علی کا شکر یہ ادا کر کے رخصت ہوئے
اور ایک گوشہ میں جا اور بندوق سر کے نیچے رکھ زمین پر لیٹ گئے۔ اور بات کی بات میں اور سپاہیوں
کی طرح خراٹے لگانے لگے۔ محمد علی خیمہ میں آکر اپنے بچھونے کا تکیہ لگا ہاتھوں پر سر رکھ کر بیٹھ گیا او
موجودہ حالت اور خسرو پاشا کے احکام پر غور و فکر کرنے لگا۔ وہ خود ہی سوال کرتا کہ آیا مجکو اسکے
احکام کی حرف بحرف تعمیل کرنی چاہیئے یا جیسا مناسب ہو ویسا کروں۔ پھر اپنے دل میں کہنے
لگا کہ اگر یوسف بک تنہا غالب آگیا تو میری شہرت خاک میں مل جائیگی اور وہ بلاشرکت غیرے فخ
حاصل کرلیگا۔ اور اگر مَمالیک نے اسکو پسپا اور اُس کی فوج کو پراگندہ کر دیا۔ اور پھر میں حملہ آور ہوا تو اتنے
آدمیوں سے کامیاب نہ ہو سکوں گا۔ اور میرا حال بھی یوسف بک کا سا ہو گا اور سب سے بڑے معرکہ
میں پہلے ہی پہلے شکست و ہزیمت اوٹھانی پڑے گی۔ مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ کیا زمانہ اس بات کی

Marfat.com

ے رہا ہے۔ کہ میں اس ظالم کی اطاعت کو بالائے طاق رکھکر اس کام کو شروع کردوں جسکے لئے
آ دوں یا اس واقعہ کا انتظار کروں اور دیکھوں کہ کل کیا ہوتا ہے۔ محمد علی نے انہیں تفکرات میں مستغرق
ن کی طرف نگاہ اوٹھاکر دیکھا اُسکو سوائے اپنے خیالات کے اور کچھہ نظر نہ آیا۔ اسے اُن دو آنکھوں
ہہ بھی خبر نہ ہوئی جو رات کی تاریکی میں چوکیدار کی لالٹین کیطرح ٹمٹما رہی ہیں اور نہ اس نے اُس
رت کو دیکھا جو دبے پیروں لشکر پر سے گذرتی ہوئی خیمہ کے پاس آکھڑی ہوئی۔ محمد علی برابر اہنی
زات میں غرق تہا۔ کہ نیند کا غلبہ ہوا اور آنکھ لگ گئی۔ خواب میں بھی نائب اور بردیسی ہی کو دیکھتا
ایک مرتبہ غیر معمولی حرکت کی آہٹ پاکر چونک پڑا اور چاروں طرف دیکھنے لگا۔ جب کچھہ نظر نہ آیا
یٹ گیا اور نیند نے آکر اپنا غلبہ کرلیا۔ وہ صورت موقع کو غنیمت جان کر چیتے کی طرح خیمہ کے اندر
س گئی اور بلی کی طرح دبے پاؤں محمد علی کے پاس جا پہونچی اور ایک رسّی سے ہاتھ و پیر باندھ دیئے۔ مگر
و خبر بھی نہیں ہوئی۔ جب باندھ چکی نہایت پھرتی اور دلیری سے کپڑا موہنہ میں ٹھونس دیا اور اوپر سے
یلی چڑہادی اور اُس کو گردن کے پاس کس دیا۔ محمد علی جاگ پڑا اور سُنا کہ کوئی کہہ رہا ہے۔ جناب اندیشہ
یجئے۔ آپ کی جان کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ محمد علی اس قسم کی بات سُننے کے لئے کب تیار تھا اُس نے چاہا
لد آواز دے۔ لیکن نہ اُٹھ سکا۔ اور نہ آواز دینے پایا مجبوراً خاموش ہوگیا۔ اور دل میں کہنے لگا
ہی بڑا انجام ہے اور میں اسی لئے آیا تھا کہ لوگ مجھپر قہقہے لگائیں۔ اسکے بعد دفعتاً اسکا ذہن
رشتہ واقعات کیطرف گیا۔ اور کہنے لگا جس حالت میں میں اسوقت ہوں جو دراصل اسکا مستحق ہر
و دیبا و حریر میں عیش کرتا ہے۔ اور میں جو انتقام کے درپئے ہوں میری یہ حالت ہے کہ حرکت کرنیکی
ی طاقت نہیں ہے۔ یقیناً یہ حرکت اسی نالائق خسرو کی ہے۔ لیکن یہ لوگ مجھے اٹھاکر کہاں لیجائینگے
۔ آہ خسرو پاشا میرے دل کا حال جان گیا مجھسے بچنے کے لئے میری محبوبہ کیطرح مجھے بھی دریا میں ڈلوا دیگا
محمد علی کے ساتھ جس نے یہ حرکت کی تھی وہ شیخ عثمان تہا اسنے محمد علی کو قید کرکے اپنے ہاتھوں
ں اُٹھالیا۔ اور جس طرح آیا تہا ویسے ہی نہایت ہوشیاری و چالاکی سے لشکر کے باہر نکل گیا کچھ دور
اکر ٹھہر گیا۔ اور کہا اے افسر تم تو قید ہوگئے صبح اوٹھکر اور تمکو غائب دیکھکر تمہاری فوج کس طرح
وچ کرے گی پھر شیخ نے قہقہہ مارکر محمد علی کو زمین پر رکھدیا اور اپنی بیٹی سے جسے خنجر کے پاس چھوڑ گیا تہا
ہا بیٹی بطیطہ اُٹھو اس قیدی کو لیکر سوار ہو اور فوراً خیمہ گاہ پر چلی جاؤ۔ عثمان بک کے آنے اور انکے
ب کرنے تک اسکی حفاظت کرتی رہو۔ یاد رکھو کہ اگرچہ میں تمکو بہت پیار کرتا ہوں۔ لیکن یہ قیدی
ل گیا تو میں تمکو ضرور قتل کرڈالوں گا۔ اس کی حفاظت کرکے اپنی جان بچاؤ۔

Marfat.com

بطیطہ - (اسقدر بلند آواز سے کہ اسکی صدا محمد علی کے کان تک پہونچ گئی) ابا جان مجھپر اعتماد اور یقین جانئے کہ میں اسکی ایسی ہی حفاظت کروں گی۔ کہ گویا یہ دُنیا میں میری بیش بہا دولت یہ میرے ہاتھ سے نہیں نکل سکتا۔

شیخ :- اچھا اسے لیجاؤ میں دوسری طرف جاتا ہوں۔ جہاں کل معرکہ ہوگا۔ مجھے امید ہے کہ میں اپنی اس حسن خدمت کے انعام میں عثمان بک سے وعدہ کے موافق میدان قتال سے قیمتی اسباب غنیمت لاؤنگا۔ اتنا کہنے کے بعد اپنی بیٹی کو خچر پر سوار کرا اور قیدی کو اسکے سامنے رکھ رخصت کیا اور خود ہوا سے شرط باندھ کر چل دیا۔

محمد علی سب سن رہا تہا لیکن دیکھ کچھ نہیں سکتا تہا۔ گویا وہ ایک عجیب و غریب عذاب دیکھ رہا ہے چلنے اور ریت پر خچر کے پیر پڑنے سے اسے معلوم ہوا کہ خچر پر سوار ہوا میں جا رہا ہوں۔ اس نے یہ بھی محسوس کیا۔ کہ نرم نرم ہاتھ اسکو تہامے ہوئے ہیں۔ تاکہ وہ گرنے نہ پاوے۔ تھوڑی مسافت طے کرنیکے بعد بطیطہ نے خچر کو ٹہرالیا اور کہا کہ اے غریب قیدی مجھے تجھپر رحم آتا ہے۔ اس حالت میں سواری سے تجکو تکلیف ہوتی ہوگی۔ میں چاہتی ہوں کہ تیری آنکھیں کھول دوں اور کپڑا مُنہ سے نکال لوں۔ لیکن مجھے ڈر معلوم ہوتا ہے۔ کہ انتقام کے جوش میں آکر تو میرے کاٹ نہ کہائے۔ محمد علی نے اسکے جواب میں سر ہلا دیا۔ بطیطہ نے کہا تو سر ہلاتا ہے۔ کیا تو اسکا وعدہ کرتا ہے کہ تو کاٹے گا نہیں میں تجھکو زین سے کسنے کے بعد اتنی آزادی دوں گی تاکہ مجھے یقین ہو جائے۔ کہ تو بھاگ نہ نکلے۔ یہ کہکر اُسنے اپنے کندھے سے شال اوتاری اور محمد علی کو خچر کے زین سے کس کر پھر غلاف سر سے اُتار دیا۔ اور کپڑا منھ سے نکال لیا۔ رات صاف تھی۔ بطیطہ نے محمد علی کی صورت کو غور سے دیکھا محمد علی کا موںھ اور آنکھیں پہلے بند تھیں جنکی وجہ سے وہ نہ دیکھ سکتا تہا نہ بول سکتا تہا۔ اس لئے اسنے ٹھنڈی سانس لی اور روح افزا تر و تازہ ہوا کہانے پر اکتفا کی۔ بطیطہ۔ آہ یہ غریب کیسا خوبصورت ہے۔ یہ نوعمری میں کیونکر افسر ہوگیا۔ میں سمجھتی تھی کہ کوئی ریشائیل سن سفید ہوگا۔ جس کے بڑھاپے پر مجھے ترس آئیگا۔ لیکن یہ تو ایک قوی ہیکل جوان نکلا۔ مجھے اسوجہ سے اور بھی غم ہے کہ یہ ایک مسکین لڑکی کی قید میں ہے۔

محمد علی کی نگاہ رفتہ رفتہ تاریکی میں قایم ہونے لگی اور اس نے اس کی دلفریب صورت روشن آنکھیں۔ سُرخ ہونٹھ آب دار دانت دیکھکر آہ سرد کھینچی۔ اور کہا اے بطیطہ تم مجھپر نہ افسوس کرو۔ اگر مجھے کوئی آدمی قید کر لیتا تو میں شرمندہ ہوتا۔ لیکن اگر مجھے جنت کی حور قید کر کے گود میں لیلے

[illegible]ں قابل رشک ہوں۔

[illegible]لیطہ۔ (خوش ہو کر) تمہاری باتیں بہت اچھی ہیں۔ تمہارا ایک ایک لفظ موسیقی کے دلکش آواز [illegible] طرح دل کے پار ہوا جاتا ہے۔ اپنے باپ کے ساتھ طنطنا میں میں نے ایک شاعر کی بھی ایسی ہی عجیب [illegible]ں سنی تھیں۔

خدا کے لئے تم بات کئے جاؤ چپ نہ رہو۔

مجھے سناؤ کہ میں مست ہو کر تمہارے گیتوں کو گاؤں۔

[illegible]د علی۔ اگر میری باتیں راگ ہیں تو تمہاری گفتگو گانے کا آلہ ہے۔ جو مجھ میں تال اور سُر پیدا کر رہی [illegible]

[illegible]لیطہ۔ بتاؤ ہم کہاں جلتے ہیں اور ہمیں اس طرح کس نے پکڑوا دیا۔

[illegible]لیطہ۔ کیا تم نے ہماری باتیں نہیں سنیں؟ میں اپنے باپ کے حکم کی تعمیل کر رہی ہوں۔ اور وہ [illegible]ثمان بک بردیسی کی خدمت میں ہیں۔ میں اچھی طرح نہیں جانتی کہ وہ تم سے کیا چاہتے ہیں لیکن [illegible]ا جانتی ہوں کہ وہ تم سے ڈرتے ہیں۔

[illegible]ہ چاہتے ہیں کہ کل کے معرکہ میں تمہیں شرکت سے باز رکھیں تمہارے دیکھنے سے مجھے معلوم [illegible]و گیا کہ شجاعت کے آثار تمہارے چہرہ پر نمودار ہیں اور تمہاری ہر ایک بات بھی بتا رہی ہے۔ کہ تمہارا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔

عثمان بک تم سے خائف ہے اسلئے اوس نے میرے باپ کو تمہارے میدان قتال سے دور رکھنے کے صلہ میں بہت بڑا انعام دینے کا وعدہ کیا ہے۔

محمد علی۔ (اپنے دل میں مسکرا کر) میری دہشت کی وجہ سے وہ مجھے دور رکھنا چاہتے ہیں۔ آہ میرا گمان تھا کہ یہ خسرو پاشا کی چال ہے۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ قدرت کا ہاتھ مجھے اس راستہ پر دھکیل رہا ہے جس پر میں چلتا ہوں۔ ہاں یہ قضا و قدر کا حکم ہے۔ کون جانتا ہے کہ لطیطہ کا ہاتھ وہی ہاتھ ہوگا جو مجھے اس تخت پر پہونچائیگا جسکو میری ماں نے خواب میں دیکھا تھا۔ اور وہی ہاتھ ہوگا جو میرے اور میری محبوبہ جوہرہ کے انتقام میں یاور ہوگا۔

لطیطہ۔ (محمد علی کی آنکھوں میں عجیب و غریب روشنی اور خوشی کے آثار دیکھکر) مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تم اس قید سے بہت خوش ہو

محمد علی۔ ہاں۔ کیا اچھا ہوتا اگر میرے قید کی مدت زیادہ ہوتی اور میں ان گوری گوری باہوں کے درمیان مقید ہوتا۔

Marfat.com

بطیطہ۔ میں دیکھتی ہوں کہ تُمنے پھر گانا شروع کر دیا۔
آہ۔ میرے کانوں کو یہ الفاظ کیسے بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تم بھوکے ہو۔ جب تک اور کچھ نہ ملے ان خرموں کو کھا کر دل کو تسکین دو۔ یہ کہکر اوسنے ہاتھ بڑھایا۔ اور چند خرمے نکال کر بولی لو کھاؤ۔ اپنے دل کو تسکین دو۔ اسے یہ خیال نہ رہا کہ محمد علی کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔
محمد علی۔ بطیطہ؟ ان مقدس خرموں کو تمہارے ہی ہاتھ چھو سکتے ہیں۔ تم دیکھتی ہو کہ میرے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ تم ہی ان خرموں کو میرے موہنہ سے قریب کر دو۔ تمہارے ہاتھ لگنے سے مجھ میں جان پڑ جائے گی۔ نہ ان خرموں سے۔
بطیطہ خوشی سے مسکرائی۔ اور خرمے توڑ توڑ کر اوس کو کھلانے لگی۔
محمد علی ہر مرتبہ ہونٹھ اوٹھا کر اس کی اُنگلیوں کی پوروں کو چوم لیتا۔ وہ اپنی حالت کو بالکل بھول گیا۔ اس وقت اسے سوا اس دوشیزہ خوبصورت صحرانشین عفت کی مورت حسن کی دیوی کے اور کسی بات کا خیال نہ رہا۔ وہ بھی پیار کی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ جنسے انتہا کی محبت و عقیدت ٹپک رہی تھی۔ جب کھانے سے فراغت ہوئی بطیطہ کو خیال آیا۔ کہ والد کا خیمہ ابھی بہت دور ہے۔ اور صبح ہونے سے پہلے وہاں پہونچنا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی بدّو وغیرہ راستہ میں ملجائے اور قیدی کو پیلے یا رہا کر دے۔ اور باپ آکر مجھے قتل کر ڈالے۔
لہذا وہ محمد علی کے بدن پر جھکی اور باگ ہاتھ میں لیکر خچر سے کہا۔ اے جنگلی جانور جلدی کر جلدی۔ اسکے بعد دونوں خاموش ہو گئے اور جانور نے رتیلے میدان میں دوڑنا شروع کر دیا

فصل چہاردہم

صحراء

بُری عادت ہے دل کی ہائے روکے سے نہیں رُکتا
جہاں دیکھا حسین کوئی طبیعت آہی جاتی ہے

خچر برابر دوڑتا چلا جا رہا تھا۔ مگر خیمہ تک پہنچنے سے پیشتر صبح ہو گئی اور آفتاب نکل آیا۔

Marfat.com

کیونکہ بطیطہ کو اس غریب قیدی پر ترس کھاکر بمجبوری کئی بار راستہ میں دم لینے کیلئے ٹھہرنا پڑا۔ وہ برابر محمد علی کو بہر و الفت کی نگاہ سے دیکھتی جاتی تھی۔ ایک مرتبہ قہقہہ مار کر ہنسی ور کہا دیکھو آفتاب نکلنے کے بعد ہمارا خیمہ زمین پر کس طرح نمایان ہوگیا۔ دونوں ایک ساتھ وڑ رہے ہیں ایک دوسرے کو پیار کر رہا ہے۔

محمد علی۔ پھر ہمیں بھی ایک دوسرے کو پیار کرنا چاہیئے مجھے بھی ایک بوسہ لے لینے دو۔

بطیطہ۔ (حیا سے موبنہ پھیر کر) اس کی خواہش نہ کرو۔ مینے اپنے باپ سے عہد لیا ہے کہ میرا وہی شخص بوسہ لیگا جو مجھے اپنی بی بی کی طرح اپنے خیمہ میں لیجائیگا۔ اس وعدے کی وجہ سے اُنہوں نے مجھے باہر پھرنے کی اجازت دیدی ہے اور خیمہ کے اندر پردہ نشینی کا حکم نہیں دیا میں اپنے چہرہ پر کبھی نقاب نہیں ڈالتی۔

ہاں! جب طنطا کے میلے میں جاتی ہوں تو بھیڑ کیوجہ سے نقاب ڈال لیتی ہوں۔ بلکہ اپنے ہونٹوں کو بھی رنگتی ہوں۔ اور ہاتھ میں مہندی بھی لگاتی ہوں۔

محمد علی۔ اس وقت تم اپنی [illegible] شتہ [illegible] کو عام عورتوں کی صورت میں بدل دیتی ہو میں تمکو اس حالت میں دیکھنا نہیں چاہتا۔ ہاں اے بطیطہ جمال کی دیوی صحرا کی ملکہ میں تمکو اس حالت میں دیکھنا پسند کرتا ہوں جو اسوقت ہے۔

بطیطہ۔ تمہیں میرا یہ نام کیونکر معلوم ہوگیا میرے قبیلہ کے سب آدمی مجھے صحرا کی ملکہ کہتے ہیں اور سب میرے والد یعنی اپنے شیخ کی اطاعت اور اونکے ساتھ بہت محبت کرتے ہیں۔ اکثر میری تعریف بھی بہت ہی کرتے ہیں لیکن میں ان کی تعریف سے نفرت ظاہر کرتی ہوں تاکہ میرے باپ کی غیرت جوش میں نہ آئے اور مجھکو آزادی سے محروم نہ کردیں۔ مگر ہمیں ان باتوں سے کیا واسطہ کیا تمہیں وہ سیاہ بلند مقام نظر آتا ہے جو ہمارے سامنے ہے۔ وہ اس صحرا کی اصلی ملکہ کی مورت ہے۔ میں تمکو دکھانے کے لئے اس کے پاس سے ہوکر گذروں گی۔

محمد علی نے نگاہ اوٹھاکر دیکھا کہ ایک ہیبت ناک بت نصب ہے جسکا سر بہت بھاری ہے اور بڑی بڑی آنکھیں گویا سارے جہاں کو دیکھ رہی ہیں۔ کان ٹھلا ایسا کہ گویا سارے جہان کا حال بیان کرنے کھڑا ہوا ہے۔ اس بت کے چہرے پر ایسے آثار ہویدا ہیں جیسے معلوم ہوتا ہے کہ گرم و سرد روزگار چشیدہ ہے اور جانتا ہے کہ خوش نصیبی و بدنصیبی اور شک و یقین شادی و غم کیا ہے اُس نے سمجھ لیا ہے۔ کہ یہ سب باطل اور بے بنیاد ہیں۔ انکو کچھ قرار نہیں۔

Marfat.com

انسان کی ابلہ فریبی دیکھکر مسکرایا اور سلامتی و طمانیت پر اکتفا کر کے اس اعلیٰ ترین
یعنی صفات الوہیت کی طرف گردن بلند کی سالہاسال گذر گئے۔ اسکے مسکرانے میں فرق نہ آ
وہ دیکھ رہا ہے کہ قرناً بعد قرنٍ آدمیوں کی حالتیں بدل رہی ہیں۔ بادشاہ فقیروں کی طرح جان
ہیں سلطنتیں بگڑتی ہیں۔ خیالات بدلتے ہیں تغیر کسی حد پر رکھتا نہیں۔ لیکن وہ اپنی حالت پر قائم
دوسروں کی باتیں سنتا ہے۔ اسکی بات کوئی نہیں سُنتا۔ اس سے سب ڈرتے ہیں وہ کسی سے نہیں ڈرتا
یہاں تک کہ لوگ اسے ابوالہول کہنے لگے۔

بطیطہ محمد علی کے خیالات کو سمجھ گئی اور کہنے لگی یہی صحرا کی اصلی ملکہ ہے۔ بادشاہ اور امراء
مرد عورتیں سب اسکے سامنے سر جھکاتے ہیں۔ اب بھی جب کوئی اسکے پاس سے گذرتا ہے۔ اُس کے
سامنے کھڑا ہو جاتا ہے اور خدا کی حمد و ثناء کرتا ہے یہ کہکر اُس نے خچر کو ڈانٹ کر خاص آواز سے
جھکنے کا حکم دیا وہ سمجھکر زمین کی طرف جھک گیا۔ بطیطہ جلدی سے اُس کی پُشت سے کود پڑی اور
اس بُت کے سامنے عاجزی سے کھڑی ہو کر دعا مانگنے لگی کہ میرے باپ اور خیمہ اور خچر اور کل جائداد
کو حفاظت سے رکھ وہ اپنے غریب قیدی کو بھی نہ بھولی اور کہا الٰہی مجھے توفیق دے کہ میں اس
قیدی کے ساتھ نرمی برتوں کہ اس کو بیڑیوں کی گرانی نہ محسوس ہو۔ مجھے پاک دل عنایت کر اور
جو باپ سے عہد کیا ہے۔ اس کے پورا کرنیکی ہمت دے۔ دعا سے فارغ ہو کر خچر کے پاس آئی اور
اوس پر سوار ہو گئی وہ دونوں کو لیکر چلا۔ دونوں میں سے کسی کے مونھ سے کوئی لفظ نہ نکلا۔ بطیطہ
ابھی تک خشوع و خضوع میں تھی۔ اور محمد علی اپنے خیالات میں ڈوبا ہوا تھا۔ لیکن بطیطہ نے تھوڑی
دیر کے بعد مُہر خاموشی کو توڑ دیا اور دوسری طرف اشارہ کر کے بولی دیکھو یہ اہرام شاہان مصر کے
مقبرے ہیں۔ اور اسکے سامنے دوسرا اہرام ہے جو اہرام ستارہ کے نام سے مشہور ہے جو اسیوں
کا گورستان ہے اور اسکے پاس بدوشیں کا شہر ہے۔ کیا اس میدان کے آخر میں تمکو کوئی سفید نقطہ
سا نظر آتا ہے وہی میرے باپ کا خیمہ ہے اور میں وہیں جاؤں گی یہ کہکر خاموش ہو گئی اور خچر کی
لگام ڈھیلی کر دی۔ وہ دوڑنے لگا اور وہ نقطہ بڑا ہونا شروع ہوا جب یہ دونوں اس کے پاس
پہونچ گئے خچر خود بخود کھڑا ہو گیا۔ بطیطہ نے اوس کو جھکنے کا حکم دیا اور محمد علی سے کہا اے غریب الوطن
اب ہمارا سفر ختم ہو گیا۔ یہ میرے باپ کا خیمہ ہے میں کشادہ دلی سے تمہارا استقبال کرتی ہوں۔
بسم اللہ کر کے داخل ہو۔ یہ کہکر اس نے اپنی شال جس سے محمد علی کو باندھا تھا کھول لی اور بچہ کی طرح
گود میں اوٹھا کر خیمہ میں لیگئی اور مسند پر بٹھا دیا اور یہ کہکر باہر چلی گئی کہ میں کھانا لاتی ہوں محمد علی

Marfat.com

اُسکو دیکھتا رہا۔
گذشتہ خیالات اور اگلی پچھلی آرزوئیں سب بھول گیا۔ اور موجودہ حالت پر غور کر کے کہنے لگا
آہ ایک بات کا مجھے قلق ہے وہ یہ کہ رات کو میں اپنے لشکر میں سویا اور صبح کو ایک بدو کے خیمہ میں مقید
ہوں میری فوج جب سو کر اُٹھیگی اور اپنے افسر کو نہ پائے گی تو مجھپر کسقدر ہنسے گی بطیطہ نے اِن باتوں کو
سُن لیا اور دوڑتی ہوئی آئی اُس کے چہرہ پر اداسی چھائی ہوئی تھی اور بولی تمہاری بات سے مجھے
بھی رنج ہُوا جو کچھہ تم کہتے ہو اُسکا مجھے بھی خیال ہے۔ لیکن میں کہتی ہوں تمہارے لئے قید ہونا
کوئی شرم کی بات نہیں ہے۔ میرے باپ عرب میں سب سے زبردست شیخ ہیں۔ سب قبیلے اُنکو
دوست رکھتے ہیں اور اُن کا ادب کرتے ہیں۔ بہر حال میں اپنے اس فعل کی معافی چاہتی ہوں
میں نے جو کچھہ کیا صرف اپنے باپ کا حکم پُورا کرنیکے لئے کیا۔
محمد علی۔ بطیطہ؟ میں تمکو بُرا نہیں کہتا۔ لیکن کیا تم خیال کر سکتی ہو کہ مرد کا خصوصاً سپاہی کا قید
ہو کر آنا باعث ننگ و عار نہیں۔
بطیطہ۔ میں اس سے انکار نہیں کر سکتی کہ یہ بہت بُری بات ہے اور تمکو اس حالت میں دیکھنے
سے مجھے رنج ہے سچ جانو میں یہی چاہتی ہوں کہ تمہاری مصیبت کو ہلکا کر دوں۔
محمد علی۔ اگر ایسا ہو تو اپنے والد کے آنے تک میرے پاس رہو۔ بیٹھکر باتیں کرو۔ اپنا حال سناؤ میں تمہاری
آواز سنکر دوسرے عالم میں پہونچ جاؤنگا۔ اور موجودہ حالت کو بھول جاؤنگا۔
بطیطہ۔ میرے تمہارے پاس بیٹھنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ مجھہ میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جو
تمکو تمہارے خیالات سے باز رکھے علاوہ اسکے کھانا تیار کرنا بھی ضروری ہے لیکن ایک صورت ایسی ہے
کہ تمہاری تسلی بھی ہو جائے۔ اور میں اپنا کام بھی کرتی رہوں۔ اگر تم قسم کھاؤ کہ بھاگ نہ جاؤ گے۔
تو میں تمہاری بیڑیاں کھولدوں اور جس خیمہ میں میں کھانا پکاؤنگی اُسمیں اپنے ساتھ تمکو لیچلونگی۔
محمد علی تعجب سے بطیطہ کو دیکھکر؟ کیا تمکو آدمی کی ایمانداری پر بھروسہ ہے۔ اور کیا تم یقین کر
سکتی ہو کہ میں قسم کھا کر اُسے پُورا کر دوں گا؟
بطیطہ۔ اگر آدمی اپنی قسم کو نہ پورا کرے تو دُنیا اور دُنیا کی زندگی سے کیا فائدہ۔ مینے بارہا اپنے
والد سے سُنا ہے کہ وہ کہتے تھے۔ آدمی وہی ہے جو مرتے دم تک اپنی بات کو نباہے۔
ہاں جوانمرد اپنی قسم کو پُورا کرتا ہے۔ وعدہ خلافی بزدلوں کا کام ہے۔
محمد علی۔ تمہیں کیسے معلوم ہُوا کہ میں جوانمرد ہوں بزدل نہیں ہوں۔

بطیطہ۔ تمہاری صورت اسپر شاہد ہے۔ نہیں بھر کہتی ہوں کہ اگر تم قسم کھا جاؤ۔ کہ میں تمہارے والد کے آنے تک نہ بھاگوں گا تو میں تمہاری بیڑیاں کھول دوں۔

محمد علی۔ (بطیطہ کی طرف محبّت بھری نگاہوں سے دیکھکر) میں جوانمردوں کی طرح تمسے عہد کرتا ہوں اور خدا اور رسُول کی قسم کھاتا ہوں کہ تمہارے والد کے آنے اور اُن کے رہا کرنے سے پہلے میں یہاں سے نہ جاؤں گا۔ میں تمہارے پاس رہونگا اور تمکو غلاموں کی طرح دیکھتا رہونگا کیا تم مجھے اپنی غلامی میں لینا منظور کر لی ہو۔ بطیطہ نے ایسی صورت بنائی کہ گویا کہ اس کی بات سُنی ہی نہیں اور جھیپ مٹانے کے لئے سر نیچا کر کے محمد علی کے ہاتھوں پیروں سے بیڑیاں کھولنے لگی۔ جب کھول چکی کہا کھڑے ہو جاؤ تم آزاد ہو گئے۔ قید سے آزاد ہوتے ہی محمد علی نے اپنے ہاتھ بڑھائے کہ اس دوشیزہ کو گلے سے لپٹالے اور شکریہ میں اسکو پیار کرے لیکن وہ ہرن کی طرح چوکڑی بھر خیمہ کے دروازے پر پہونچی اور بولی کیا یہ میرے اس احسان کا بدلہ ہے۔ مینے تمکو نیک سمجھا برا کیا۔

محمد علی۔ (بطیطہ کی بات سے منفعل ہو کر اور سر جھکا کر) بطیطہ؟ سچ کہتی ہو مجھے معاف کرو اب تمہارا قیدی ہوں۔ جو حکم دوگی کروں گا۔

بطیطہ۔ میں یہی چاہتی ہوں کہ تم آزاد ہو لیکن اس خیمہ کے اندر رہو باہر ہرگز نہ نکلنا۔ اور جب کوئی اسطرف سے گذرے چھپ جانا۔ مجھسے باتیں کرو۔ یاد رکھو کہ ہمارے سوا اس خیمہ میں کوئی نہیں آسکتا۔ اگرچہ اس میں عورتیں نہیں رہتی ہیں۔ میرے باپ عورتوں کو ناپسند کرتے ہیں۔

اُنہوں نے بارہ شادیاں کیں۔ لیکن کسی کو نہیں رکھا۔ سب کو اُنکے گھر واپس کر دیا۔ وہ کہتے ہیں کہ اُن سے کچھ فائدہ نہیں ہے سوا بک بک اور چغلی وغیبت اور کوئی کام نہیں یہ رنج و مصیبت کو بڑھاتی ہیں۔

میں ان کی پہلی بی بی سے ہوں۔ میرے سواء انکے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ وہ مجھسے بہت محبت کرتے ہیں۔ خاص کر اب کہ میں اُن کی حسب منشاء اُنکی خدمت کرتی ہوں۔ ان کے لئے کھانا پکاتی ہوں کپڑا سیتی ہوں اُن کے جانوروں کی خدمت کرتی ہوں۔ اور جو حاجت پیش آجائے اُسکو پُورا کر لیتی ہوں۔ ہم ایک دوسرے سے الگ ہو کر نہیں رہ سکتے۔ میں اُن سے محبت کرتی ہوں وہ مجھے پیار کرتے ہیں۔ اسیوجہ سے میں نے دل میں ٹھان لی کہ شادی بیاہ کی فکر نہ کروں اور تمام عمر ان کے ساتھ رہوں۔

محمد علی۔ تم اس قسم کی باتیں یوں کر رہی ہو۔ کہ ابھی محبّت کا تیر تمہارے دل پر نہیں لگا لیکن یہ تو

Marfat.com

بتاؤ کہ تم مجھے اپنا شوہر بنانا منظور کرو گی ؟

لطیفہ نے کچھ جواب نہ دیا۔ اُس کے چہرہ پر شک و شبہ کے آثار نمودار ہو گئے۔ لیکن اوسنے خیمہ کا پردہ اُٹھا کر کہا جبتک میں کھانا تیار کروں میرا انتظار کرو۔ محمد علی اُسکے کہنے کے موافق خیمہ میں چلا لیا۔ اور بیٹھ کر سوچنے لگا وہ اپنی افسری اور قید کو بھول گیا۔ کیونکہ وہ اپنے خیال میں قوالہ جا پہونچا اور دیکھا کہ جوہرہ اُس کی طرف دیکھ رہی ہے۔ یہ لطیفہ سے باتیں کر رہا ہے وہ مسکراتی ہے۔ پھر بی بی کا خیال آیا جسکے ساتھ دس برس تک رہا اور جس سے کئی لڑکے پیدا ہوئے جنکا خیال ہر دم دل میں رہتا تھا۔ اس خیال نے طبیعت پریشان کر دی۔ اور بال بچوں کے دیکھنے کا از حد شوق پیدا ہوا۔ وہ اُس زمانہ کو نہ بھولا تھا جس میں عایدہ اُسکے پاس تھی اور ہر طرح تسلی و تشفی کرتی تھی۔ لیکن آدمی کا دل کبھی بڈھا نہیں ہوتا۔ بلکہ ہمیشہ جوان رہتا ہے اور ہر دن اسمیں نئی محبت پیدا ہوتی ہے۔ اور ہر نئی محبت کو پہلی محبت خیال کرتا ہے۔ محمد علی کو اسوقت معلوم ہوا۔ کہ اس دوشیزہ کی محبت دل میں گھر کر گئی ہے۔ اور اگر وہ بجائے شیخ العرب کی لڑکی ہونیکے کسی لونڈی ہوتی تو بھی اُس سے شادی کرنے کے لئے دھن دولت اُسکی نذر کر دیتا۔ پھر مسکرا کر بولا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی فطرت کو مدِّ نظر رکھکر چار عورتیں رکھنے کی اجازت دی ہے۔ یہ کیسا منصفانہ حکم ہے اور میں کسقدر خوش قسمت ہونگا۔ جب لطیفہ میری دوسری بی بی ہو جائے گی۔ اتنے میں لطیفہ ایک طباق میں خرمے کیلے۔ روٹی مکھن لے کر آئی اور سب کو محمد علی کے سامنے رکھدیا۔ اور بولی اے عزیز مہمان روٹی کو لیکر توڑو۔ ہم تم ساتھ کھائیں۔ دوستی و محبت کی یہی پہچان ہے۔ محمد علی نے روٹی لی اور اوسکے دو ٹکڑے کرکے آدہی اُسکو دی اور دونوں بیٹھ کر کھانے لگے۔ لطیفہ نے باتوں سے دل بہلانے کو خیمہ میں جو جو کام کیا کرتی تھی اُسکا ذکر چھیڑ دیا۔ میں بکریاں بناتی ہوں اور اون اسطرح بنتی ہوں۔ محمد علی باتیں سن رہا تہا اور اُسوقت کا سماں اُسکی آنکھوں کے سامنے تھا جب کمسنی میں قوالہ کی چٹان پر تہا لطیفہ اُس محبوبہ کی یاد دلاتی تھی جو اوسوقت اسکو گھیرے ہوئے تھی دُنیا و مافیہا سے بے خبر اس کی سادگی کے نظارہ میں مشغول تہا۔ لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد اسکو خیال آگیا۔ اور اُس کے دل میں خطرہ گذرا کہ اسوقت یوسف بک اور ماایک میں جنگ ہو رہی ہوگی۔ اگر یوسف بک ماایک پر غالب آگیا ہوگا تو اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ پردیسی مجھپر قابو پاکر مجھسے نہائیت سختی سے بدلہ لیگا۔ اور اگر ماایک غالب ہو گئے اور یوسف بک بہاگ گیا تو بھی یہی نتیجہ ہوگا کہ یوسف بک خسرو پاشا سے جاکر شکائیت کریگا۔ اور مجھپر خیانت کا الزام لگائیگا۔ ہاں خیانت ہی کا کیونکہ اسکو اس بات کا خیال بھی نہیں ہو سکتا کہ میں لڑتے بھڑتے قید ہو جاؤں

Marfat.com

یہ خیالات اسکے دماغ میں چکر کہا رہے تھے۔اسمیں بیٹھنے کی قوت نہ رہی اور اٹھ کر خیمہ میں ٹہلنے لگا
پھر بطیطہ کی طرف دیکھ کر کہا۔میں تمہارا شکریہ تہ دل سے ادا کرتا ہوں کہ تمنے مجھے کہانا کھلایا۔
لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم میری وجہ سے گھر کے کام نہ بند کرو۔تم میری تنہائی کا کچھ خیال نہ کرو۔
بطیطہ۔(محمد علی کے کلام سے شکستہ دل ہو کر اور اسکی طرف دیکھکر) ہاں پہلے ہی مجھے اسکا خیال کرنا چاہیئے تہا۔میں جانتی ہوں جو آپ کا سا عالی رتبہ ہو وہ غریب گنوار لڑکی کی باتوں سے نہیں خوش ہو سکتا۔آپ میری زیادتی سے درگذر کریں۔لیجیئے میں اپنے کام پر جاتی ہوں۔اور یقین رکھتی ہوں کہ آپ اپنے وعدہ کے موافق خیمہ سے باہر قدم نہ رکھیں گے
محمد علی۔تم میری اس بات پر اعتماد کر سکتی ہو۔میں ہرگز اسکے خلاف نہ کروں گا۔میں تمہارا قیدی اور غلام ہوں۔ہاں۔میں تمہارے خیال سے کہیں زیادہ تمہارا قیدی ہوں۔اس خوش کن بات کو سنکر بطیطہ مسکرائی اور اظہار شکریہ میں سر جھکا کر چلی گئی۔

فصل پانزدہم

(اتفاق)

محمد علی سارے دن تنہا اس خیمہ میں بیٹھا تفکرات میں غلطان و پیچان رہا۔اور تنہائی نے اور پریشان کر دیا۔پردیسی اور اُس کی فوج کی خبریں سننے کے اشتیاق نے بے چین کر رکھا تہا۔شیخ عثمان کے دیر کرنے سے اسے اور بھی تعجب ہوا کیونکہ محمد علی یہی سمجھتا تہا۔کہ صبح ہوتے ہوتے وہ آ جائیگا۔بطیطہ کے دیدار سے بھی محروم رہا کیونکہ وہ دن بھر خیمہ سے باہر کام کرتی رہی اور محمد علی کے آزردہ خاطر ہونیکے خیال سے اور بھی نہیں آئی۔اور جب آفتاب غروب ہو گیا۔کہانا لائی اور دونوں نے ملکر کہایا۔محمد چاہتا تہا کہ اپنا غم غلط کرنیکے لئے اس نوشیزہ سے کچھ باتیں کرے۔اسے بطیطہ تاڑ گئی۔نیچی نگاہ سے اوس کی طرف دیکھ کر دریافت کیا۔تم ابتک رنجیدہ و پریشان ہو۔کہو تو میں تمہارا دل بہلانیکا سامان کروں اور تم خوش ہو جاؤ۔
میں جانتی ہوں کہ تم برداشتہ خاطر ہو اور تمہارے بلند پرواز حوصلہ کیلئے یہ خیمہ تنگ ہے

Marfat.com

وہ چاہتا ہے کہ وسیع و خوش نما دُنیا پر اپنے بازو پھیلائے۔

محمد علی۔ (مسکرا کر) تمہیں کیا معلوم کہ دُنیا کشادہ اور خوبصورت ہے۔

بطیطہ۔ میں کئی بار اپنے والد کے ساتھ طنطا گئی ہوں اور قصہ گویوں سے سُنا ہے وہ تاریخی حالات اور سیاحت کے قصے بیان کیا کرتے ہیں۔ میں نے لونڈیوں کو عمدہ عمدہ گیت گاتے سُنا ہے۔ آہ وہ گیت مجھے کیسے بھلے معلوم ہوتے تھے۔ شوق نے اسقدر مجبور کیا کہ میں نے خود ایک بانسری خریدی۔ جب والد چلے جاتے اور میں اکیلی رہ جاتی۔ اُسکو بجا بجا کر انہیں گیتوں کو گاتی تنہائی کی وجہ سے جو وحشت ہوتی تھی دور ہو جاتی۔ کیا تم اوسکو سُننا چاہتے ہو۔ شائد تمہارا دل بہل جائے محمد علی کچھہ جواب نہ دینے پایا تھا کہ بطیطہ اُٹھ کر بانسری لی۔ اور مُونھ سے لگا کہنہ مشق اُستاد کی طرح انگلیاں چلانے اور دردآمیز آواز سے گانے لگی جب گا چکی اور محمد علی کی طرف دیکھا۔ تو رنج کا نام و نشان تک نہ تھا بطیطہ کی پیشانی چمکنے لگی اور بولی میں نے تم سے نہ کہا تہا کہ میں تمہاری غم کی گھنگھور گھٹا کو جو تمہاری پیشانی پر چھائی ہے دور کر سکتی ہوں۔ تم اب بشاش نظر آتے ہو۔ اور چونکہ علاج مفید ہے۔ اسلئے میں پھر گاتی ہوں۔ اسکے بعد اُسنے نَے درست کی اور دوسرا گیت گانے لگی۔ جس میں ایک جوان کا ذکر تہا۔ کہ وہ ایک دوشیزہ لڑکی پر عاشق ہوا وہ اس سے کنارہ کشی کرتی ہے۔ اور یہ کہتا ہے۔ اے نازنین میرا دل چرا کر مونھ چراتی ہو۔ میری طرف دیکھو اور اپنے عاشق پر رحم کرو محمد علی نے ہاتھ پھیلا کر کہا۔ اے نازنین میرا دل تُنے لے لیا۔ میری طرف دیکھو اور اپنے عاشق پر ۔۔۔ ہاں ہو تم نے میرے ۔۔۔ وکہ ۔۔۔ لیا اے بطیطہ۔ لیکن تم نے میرا دل چرا لیا ہے۔ خدا کے لئے مجھہ پر رحم کرو اور میرے دل کو نہ لیجاؤ۔ مجھسے وعدہ کرو کہ تم میری ہو کر رہو گی۔

بطیطہ نے کچھہ جواب نہ دیا اور اُٹھکر خیمہ کے دروازے کی طرف چلی گئی اور تاریکی کی طرف دیکھکر کہا کیا تمہیں یہ دو آدمی دکھائی دیتے ہیں۔ انمیں ایک میرے والد ہیں جو واپس آرہے ہیں اور اُنکے ساتھ ایک آدمی اور ہے

محمد علی۔ (غور سے دیکھکر) نہیں کچھہ نہیں نظر آتا۔ میں اسوقت تمہارے باپ کے آنے سے خوش نہیں ہوں۔ بلکہ میرا غم اور زیادہ ہو گیا اگر تم یہ سمجھتی ہو کہ میں یہاں رہنے سے بیزار ہوں۔ تو تمہارا یہ خیال غلط ہے کیونکہ میرا دل تمہارا گرویدہ ہو چکا ہے۔ تم مجھہ سے باتیں کئے جاؤ۔

بطیطہ۔ (بات ٹالنے کی غرض سے) جناب دیکھئے میرے باپ نے مجکو دیکھ لیا ہے۔ وہ مجھے ہاتھ کا اشارہ کر رہے ہیں۔ آؤ خیمہ میں چلیں مجھے تم سے کچھ کہنا ہے۔ پھر اُسے دھکیل کر اندر گئی اور بولی۔ میں جو تم سے کہنا چاہتی تھی بھول گئی۔ میں خیال کرتی ہوں کہ شائد مجھے آپکا شکریہ ادا کرنا چاہئیے کہ آپ میرے پاس

رہنے سے کبیدہ خاطر نہیں ہوئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا تمہارا ساتھ صرف چند لمحے رہا لیکن یہ چند لمحے میرے نزدیک سالہا سال کے برابر ہیں۔ اُنہوں نے مجھے بالکل بدل دیا۔ اور اب میں وہ نہیں رہی جو کل تھی۔

محمد علی۔ پیاری! کیوں کانپ رہی ہو؟ تمہاری آنکھوں میں آنسو کیوں ڈبڈبا رہے ہیں؟

بطیطہ۔ میری عقل ٹھکانے نہیں ہے۔ ایک نئی بلا مجھ پر مسلط ہو گئی ہے۔ آہ تم اب چلو جاؤ گے۔ کیونکہ میرے والد کے ساتھ جو آدمی آ رہا ہے وہ تمکو لیجائیگا۔ پھر میں تمکو نہ دیکھ سکوں گی۔

محمد علی۔ اگر ایسا ہے تو مجھے اپنی ایک یادگار دیدو اور مجھے اجازت دیدو کہ تمہاری بھوؤں پر سے ایک گلاب کا پھول لے لوں۔

بطیطہ۔ (تعجب سے ہاتھ بڑھاکر اور بھوؤں کو پونچھ کر) تم کیا کہتے ہو یہاں تو گلاب کا پھول نہیں ہے۔

محمد علی۔ ہاں تمہارے لال لال ہونٹھ گلاب کے پھول جیسے ہیں۔ مجھے انکا بوسہ لے لینے دو۔ یہ کہکر جھکا یہانتک کہ محمد علی کا سر بطیطہ کے سر سے لگ گیا۔ بطیطہ کو محمد علی کی گرم گرم سانس گلابی رخساروں پر محسوس ہوئی۔ اور بھوون کو بڑھایا۔ لیکن دفعتہً پیچھے ہٹی اور کہا کیا مینے تم سے نہیں کہا تھا۔ کہ میں اپنے باپ سے عہد کر چکی ہوں کہ مجھے وہی شخص پیار کریگا جو مجھسے شادی کرے گا۔ خدا کے لئے مجھپر رحم کرو۔ لو میرے باپ آ گئے۔ میں تمکو خدا کے سپرد کرتی ہوں۔ شائد پھر نہ ملاقات ہو۔ میں تمکو خیر سے یاد کیا کرونگی اور کہوں گی کہ تمنے وعدہ خلافی پر مجھے مجبور نہیں کیا۔ اور تمہاری بہتری کے لئے دعاء کرتی رہوں گی یہ کہکر اُسکو خیمہ میں چھوڑا۔ خود باپ سے ملنے کے لئے باہر آئی۔ شیخ قریب آ گیا تھا۔ اوس نے بطیطہ کو آواز دی اور اُسکو سلام کیا۔ اسکے بعد پوچھا۔ کہو عہد کی پوری پابندی کی۔ قیدی امان میں ہے۔

بطیطہ۔ آیئے دیکھئے۔ پھر اوسکا ہاتھ پکڑکر خیمہ میں لے گئی اور دوسرے شخص کا جو باپ کے ساتھ آیا تھا کچھ خیال نہ کیا۔ اور اُس کی طرف نگاہ بھر کر دیکھا۔ محمد علی کو معلوم ہو گیا کہ شیخ عثمان آ رہا ہے اُس سے ملنے کے لئے نہایت تمکنت سے تنکر کھڑا ہو گیا۔ جسے دیکھ کر بطیطہ کو بھی حیرت ہوئی۔ اور کہا اے شیخ تو نے کس دل و گردے اور کس قوت کے گھمنڈ پر مجکو لشکر سے نکالنے کی جُرأت کی اور میرے غضب و انتقام کا کچھ خیال نہ کیا۔

شیخ عثمان۔ (محمد علی کے سامنے سر جھکا کر) حضور! میں معافی کا خواستگار ہوں۔ مینے اپنے آقا عثمان بک بردیسی کے حکم کی تعمیل کر دی۔ وہ مظفر و منصور میرے ساتھ آئے ہیں۔ اُنہیں سے سوال کیجئے وہ جواب دینگے۔ پھر اپنی بیٹی بطیطہ کی طرف دیکھکر کہا آؤ باہر چلیں۔ ان دونوں کو پوشیدہ

باتیں کرنی ہیں جنکو سبھی نہ سننا چاہیئے۔ ہم اپنا کام پورا کر چکے۔ عثمان بک نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ میرے آدمی اب میدان میں مال غنیمت جمع کر رہے ہیں۔ میں بھی ان کے پاس جاؤں گا۔ عمدے ریشمی کپڑے سونے کے برتن جڑاؤ خنجر قیمتی ہتیار جمع کئے ہیں جنکو تم دیکھکر بہت خوش ہوگی۔ شیخ عثمان باتیں کرتا ہوا اطیطو خیمہ کی طرف لئے جاتا تہا۔ کہ عثمان بک بردیسی محمد علی کے پاس جا پہونچا۔ تھوڑی دیر تک دونوں لڑکے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ عثمان بک نے کہا۔ محمد علی؟ یہ ہماری تیسری ملاقات ہے۔ پہلی مرتبہ ہم اتفاقاً تمسے قوالہ میں ملے۔ اسوقت ہم دونوں کم سن تھے۔ بچوں کی طرح باتیں کیں۔ لیکن وہ واقعہ مجھے مدتوں نہیں بھولا۔ بار ہا اس تیز نظر اور ہیبت ناک تبسم والے لڑکے کو یاد کرتا تہا دوسری مرتبہ حال ہی میں ابوقیر کی کشت وخون کے بعد ملاقات ہوئی۔ اسوقت تم میرے جانی دشمن تھے لیکن تم نے میرے ساتھ دوستانہ برتاؤ کیا۔ اور اپنے سپاہیوں سے جان بچائی۔ مینے تمسے کہا تہا میں تمہارے احسان کو یاد رکھوں گا۔ اور ہمیشہ تمہارا دوست رہوں گا۔

محمد علی۔ بیشک تمنے کہا تہا۔ اور اب مجھے میرے لشکر سے گرفتار کرا کے اسکا ثبوت بھی دیدیا تمنے جنگلی جانوروں کی طرح شکار کر کے مجھے دنیا بھر میں رسوا کیا۔

بردیسی۔ دوست ہا یہ نہ کہو۔ اس واقعہ کو نہ تمہارے ساتھی جانتے ہیں اور نہ میرے آدمیوں کو خبر ہے میں قسمیہ کہتا ہوں۔ کہ میرے اور شیخ عثمان اور اس کی لڑکی کے سوا کسی کو اس واقعہ کی خبر ہوگی۔ یہ دونوں قبر سے زیادہ بات چھپانے والے ہیں اور امانت سے زیادہ امین ہیں۔ اس کی تم کچھ فکر نہ کرو۔ مجھے اپنی بات پوری کر لینے دو۔ یہ ہماری تیسری ملاقات ہے۔ کیا اسکا سبب تمکو معلوم ہے۔ میں نے تمہارے گرفتار کرانے میں کیوں پوری کوشش کی ہیں تمسے وعدہ کر چکا تہا۔ کہ میں تمہارا دوست رہونگا۔ اس لئے مینے دشمنوں کی طرح تمسے جنگ کرنا مناسب نہ سمجہا۔ کیونکہ شاید کوئی گولی بہک کر تمہارے لگجائے اور تم گرجاؤ بھلا اس صورت میں تمہارا دوست کیونکر ہو سکتا تھا۔ میں نہیں جانتا کہ کیوں میرا دل تمہاری طرف بہت مائل ہے۔

میں چاہتا ہوں کہ تمہارے ساتھ ہو کر لڑوں تمہارے مقابلہ میں نہ لڑوں۔

اے محمد علی! جب ہم تم ملجائینگے کسی کو ہمارے مقابلہ کی جرأت نہ ہوگی۔ اور ہم تمام ملک پر مسلط ہوجائینگے یہ ملک امن وامان اور آسائیش کا ملک ہے۔ مینے یہ آرزو دنیں تمہاری دوسری ملاقات سے معلوم کی میں نے ایک آواز سنی جو کہہ رہی تھی۔ کہ محمد علی تمہارا دوست ہونا چاہیئے۔ ہاں مینے تمہاری آنکھوں میں ایک عجیب وغریب روشنی دیکھی۔ جس کی وجہ سے میں تمسے بہت محبت کرنے لگا۔

Marfat.com

کیونکہ ایسا ہی نور میں نے ایک اور آدمی کی آنکھوں میں دیکھا تھا۔ جو ہمارا دشمن تھا۔ لیکن مجھے اس کی جدائی کا اب تک افسوس ہے۔

محمد علی۔ وہ کون تھا۔

بردیسی۔ وہ فرانسیسی شہنشاہ بوناپارٹ تھا۔ بڑا باہمت شخص تھا۔ تم ویسے ہی ہو اور دنیا کو جس نگاہ سے وہ دیکھتا تھا تم بھی دیکھتے ہو۔ تمہاری طرح اوس نے بھی اپنی سپاہ اور قوت کا اندازہ کر کے ہفت اقلیم کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ لیکن اس سے ایک بہت بڑی غلطی سرزد ہوئی اسوجہ سے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اُس نے ممالیک سے عداوت مول لے لی۔ تم کو چاہیئے کہ جس غلطی کا وہ مرتکب ہوا۔ اُس سے بچو اور ہمارے دوست بن جاؤ۔

اس نائب اور اوس کے آدمیوں سے علیحدگی اختیار کر لو۔

تم بلند حوصلہ۔ عالی ہمت۔ اور اولوالعزم ہو۔ تمکو اس قوم سے میل جول رکھنا مناسب نہیں۔

محمد علی بردیسی کی باتوں کو سنتا اور خیال کرتا تھا کہ گویا میں خواب دیکھ رہا ہوں۔ ایک مرتبہ چیخ کر کہا آہ۔ یہ مجھے زیبا نہیں۔ ہاں یہ مجھے زیبا نہیں۔

بردیسی۔ (بات کاٹ کر) مجھے بات پوری کر لینے دو۔ تم جانتے ہو کہ میں اس وقت کہاں سے آ رہا ہوں۔ دیکھو میرے کپڑوں پر تمکو میرے خون کے دھبے نظر آتے ہیں۔ یہ اسی خون کے دھبے ہیں جو میں نے آج بہایا۔ اگر تمکو میرے بیان میں شک ہو دمنہور کے میدان میں جا کر دیکھ لو وہ اب تک یوسف بک کے ساتھیوں سے پٹا پڑا ہے۔

ہمنے مقتولین کا شمار کیا۔ ان کے تین ہزار آدمی کھیت رہے۔ اور ممالیک میں سے صرف ساٹھ آدمی کام آئے شائد تم اسکو باور نہ کرو۔ لیکن اسمیں سرمو فرق نہیں ہمکو اس موقعہ میں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔ یوسف بک کے ساتھیوں میں سے جو مقتول یا مجروح ہو کر نہیں گرے۔ اُنہوں نے بھاگ کر قاہرہ کا رُخ کیا۔ تاکہ اپنے سردار کو جا کر خبر کریں۔ کہ آٹھ سو ممالیک نے نائب کے سب سے بڑے جنگی حصہ کو شکست دے دی۔

ہاں! یوسف بک خود بھی اپنی جان لیکر بے غیرتی سے قاہرہ کیطرف بھاگ گیا۔ جنگ میں مقابلہ کے وقت صفیں آراستہ ہوئیں تھیں۔ یوسف بک کا لشکر ہمارے سامنے تھا۔ اوس کے پیچھے توپخانہ تھا جب ہم اُسکے مقابل میں آئے۔ اُس نے گولہ اندازوں کو حکم دیا۔ اُنہوں نے ہمپر گولہ باری شروع کی۔ اس سے ہماری صفیں درہم برہم ہوگئیں۔ اور ہمیں خوف ہوا۔ کہ ہمارے آدمی ڈر کر بھاگ نہ جائیں مگر

Marfat.com

ن کو للکارا اور جوش دلایا۔ لیکن معلوم ہوا کہ دشمن کے سامنے مقابلہ کرنا دشوار ہے۔ میں اپنی خاص میوں کو لیکر چلا اور ان کو حکم دیا کہ میرے پیچھے پیچھے چلے آئیں۔ ابھی حریف اپنی توپوں کا رخ دوسری ف کرنے نہیں پایا تھا۔ کہ ہم اسکے بائیں بازو پر جا پڑے وہ پہلے سے اس مقابلہ کے لئے تیار نہ تھا یلئے اسکے پہلے حصہ میں جلد ہی کھلبلی مچ گئی اور اس کی سپاہ میں برہمی پھیل گئی۔ ہم ان میں گھس کر ہیں تلواروں کے گھاٹ اتارنے لگے ان پر ایسا رعب چھایا کہ قدم اکھڑ گئے اور بھاگ نکلے۔ ینے انکو پیچھے سے دھر لیا۔ اور دور تک انکے تعاقب میں چلے گئے۔

شیخ عنان اور اسکے ساتھیوں کو مال غنیمت اور مقتولین کے لوٹنے گھسوٹنے کیلئے چھوڑ دیا۔ ہونکہ ہمارے آدمی اس سے نفرت کرتے ہیں۔ انہیں صرف رسد و توپخانہ کافی ہے۔ ممالیک خوشی ے نعرے بلند کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آج عید کا دن ہے۔ جیسے یہ خبر جب نایب کے پاس پہنچے ں اور وہ کہے گا کہ برا ہوا سدن کا کیسا کمبخت و منحوس تھا

محمد علی! کیا تمکو اب معلوم نہیں ہوگیا۔ کہ مینے تمکو کیوں شیخ عنان کے ذریعہ سے تمہارے لشکر گاہ سے اٹھوا منگوایا۔ مینے دو وجہوں سے ایسا کیا۔ ایک بمقتضائے دوستی۔ دوسرے اپنے اتی نفع کیوجہ سے میں عنقریب اسکو تمسے بیان کردوں گا۔ مجھے معلوم ہوا کہ یوسف بک کو جب ملست ہوجاوے گی۔ وہ اپنی مدد کیلئے تمکو بلائیگا۔ مینے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اوس نے تمکو بلانے کے لئے قاصد بھیجا۔ اگر تم آتے بھی تو وقت گذرنے کے بعد پہنچتے اور تمسے سوائے بھاگنے ے اور کچھ نہ بن پڑتا کیونکہ تمہاری فوج راستہ ہی میں خستہ ہوجاتی۔ وہ ممالیک سے مقابلہ کرنیکی ابل ہی نہ رہتی۔ جو فتح کی خوشی میں مست ہورہے ہیں۔ مینے تمہاری محبت اور دوستی کا حق ادا کرنے لویہ کیا۔ مینے اپنی ذکاوت سے ابوقیر میں تمکو دیکھتے ہی تمہاری مہارت اور دلی امنگوں کو سمجھ لیا تھا۔ اور اوسی وقت حکم لگا دیا تھا۔ کہ تم بڑے بہادر سپاہی ہو۔

اگر تم میدان کارزار میں ممالیک کے سامنے ہوئے تو انہیں موت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ور اگر انہوں نے تمکو اپنی طرف مائل کر لیا تو پھر وہ اپنی خوش قسمتی پر جسقدر ناز کریں بجا ہے۔

محمد علی! میں تمسے استدعا کرتا ہوں کہ تم ہمسے ملجاؤ اور جنکی خیانت تم ابوقیر میں دیکھ چکے ہو ان کا ساتھ چھوڑ دو۔ میں یقین کرتا ہوں۔ کہ تم خود اس خونریز حادثہ سے جسمیں ممالیک دھوکہ سے بح کردئے گئے متنفر ہوگے۔ شاید تم چونکہ اسوقت ان کی خدمت میں ہو۔ اسلئے اسکا اقرار نہ کرو۔ لیکن میری طرح تمہارا بھی اصلی خیال یہی ہوگا۔ کہ وہ ان شہروں پر حکومت کرنیکے لائق نہیں

Marfat.com

ہیں۔ جہاں کہ امانت و دیانت کا دور دورہ ہے۔ اور یہ کہ ہمارا حق ہے کہ یہاں رہیں اور ان دخیلوں کو ملک کے باہر نکالدیں لیکن ان کے نکالنے کے لئے تمہارے جیسے زبردست ا... کی ضرورت ہے۔ ہمسے ملجاؤ ہم تمکو مراد بک کی جگہ میرا اپنا سردار اور افسر بنا لینگے اور قلعہ کا حاکم کر دینگے۔ تمہاری اطاعت کرینگے اور اپنا بھائی اور سردار کہیں گے۔ مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا اب تم کیا جواب دیتے ہو۔ عثمان بک بردیسی محمد علی کو دیکھتا اور شوق سے جواب ملنے کا منتظر تھا۔

محمد علی۔ (تھوڑی دیر خاموش رہ کر) کیا تم مجھسے جواب کی اسوقت امید رکھتے ہو۔ حالانکہ میں ترکی وردی پہنے ہوں اور خلیفہ کے افسر خاص کر اسکے نائب خسرو پاشا کی فوج کا افسر ہوں میں اس لباس میں ہوں جسکے پہننے سے پہلے اخلاص و امانت کی قسم کھا چکا ہوں۔ علاوہ اس کے میں اسوقت تمہاری قید میں ہوں۔ قیدی کو اپنے آقا کے خلاف اسکے مخالف سے عہد کرنا مناسب نہیں ہے اگر میں اسوقت تمہاری درخواست منظور کرلوں تو گویا اپنی آزادی خیانت سے حاصل کروں۔ اس خیال کو بالائے طاق رکھو۔ اور صاف صاف میری بات کا جواب دو۔

بردیسی۔ محمد علی تم میرے قیدی نہیں ہو بلکہ تم اسوقت آزاد ہو جیسا کہ میں تمہارے آزادانہ حرکات کو دیکھ رہا ہوں میں اس سے انکار نہیں کرسکتا۔ کہ مینے تمسے گفتگو کرنیکے واسطے جال بچھا کر تمکو یہاں بلوایا ہے۔ چنانچہ میں تمسے اسوقت گفتگو کر رہا ہوں۔ میں پھر کہتا ہوں کہ تم آزاد ہو تمسے کوئی روک ٹوک نہیں کرسکتا۔ جو تمہاری رائے ہو اسے ظاہر کر دو۔

محمد علی۔ تم ایسے غافل نہیں ہو کہ جو خیالات اس وقت میرے دل میں گذر رہے ہیں۔ انسے بیخبر ہو تم دیکھتے ہو کہ میں اس وردی میں ہوں۔ لشکر میرے انتظار میں ہے۔ جبتک میں ترکی عہدہ دار ہوں میری شان کے خلاف ہے کہ اپنے افسر کی اطاعت سے باہر قدم رکھوں اور فوج کو بغاوت پر آمادہ کروں۔

عثمان بک۔ جو شخص کسی کام کا ارادہ کرتا ہے۔ وہ فوراً نہیں حاصل ہو جاتا۔ انتظار کرو اور ہاتھ بڑھاؤ۔ میں چاہتا ہوں کہ جدا ہونے سے پہلے تم جیسے بہادر جوانمرد سے مصافحہ کرلوں۔

میرے جواب کا آٹھ دن انتظار کرو میں اس عرصہ میں اپنے ارادہ سے تمکو پوشیدہ طور پر مطلع کر دونگا۔ اگر تم چاہو تو قاصد مقرر کر دو۔ میں اسکے ہاتھ جواب کھلا بھیجدونگا۔ بردیسی نے اپنے زبردست ہاتھ بڑھا کر محمد علی سے مصافحہ کیا۔ مگر منھ سے کچھہ نہ بولا

محمد علی نے کہا مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں مجھپر پورا اعتبار نہیں ہے۔ زمانہ کیحالت دیکھکر

Marfat.com

تم محمد علی کی سچائی میں بھی شک کرنے لگے۔ لیکن زمانہ ہی پر چھوڑ دو وہی اس معدنِ صدق وصفا کو ثابت کر دکھائے گا۔

تیرے جواب کے منتظر رہنا میں ست نفیسہ کے ہاتھ بھیجوں گا۔

بردیسی۔ وہ تو ہمارے سابق سردار کی بیوہ اور ہماری آقا ہے۔ ہم سب اسکا ادب اور اسکی اطاعت کرتا ہیں

محمد علی۔ (مسکراکر) ہم اسکو جانتے ہیں۔ تمکو اسی کی معرفت جواب مل جائے گا۔ کیا اب تم مجھے جانے کی اجازت دیتے ہو؟

بردیسی۔ تمکو اختیار ہے۔ میں تمہارے ساتھ چلنے سے معذور ہوں کیونکہ لوگ ہمیں دیکھ لینگے اور ہمارے اتفاق کا راز طشت ازبام ہو جائیگا۔ اسی خیال سے میں تمسے پہلے جاتا ہوں۔ میرے ساتھی میرے منتظر ہونگے۔ تم خچر پر سوار ہو جانا۔ بطیطہ تمہیں پہونچا آئے گی۔ وہ راستہ سے خوب واقف ہے۔

ہاتھ بڑہاؤ دوبارہ مصافحہ کرلیں۔ خیمہ تک میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ وہاں تم تھوڑی دیر آرام کرنا۔ جبتک خچر تیار ہو جائیگا۔ دونوں ساتھ ساتھ چلے اور خیمہ میں داخل ہوئے۔ بردیسی نے شیخ غنان کو حکم دیا کہ محمد علی کو پہونچا دو۔ محمد علی نے خیمہ میں داخل ہوتے ہی دیکھا۔ کہ بطیطہ سر ہاتھ پر رکھے بیٹھی اُس مقام کو دیکھ رہی ہے۔ جہاں دونوں نے کھانا کھایا تھا۔ اوسے محمد علی کے آنے کی خبر تک نہ ہوئی جب محمد علی نے اوسے آواز دی وہ چونک کر اُسکی طرف متوجہ ہوئی۔ محمد علی نے دیکھا کہ اوسکے چہرہ پر رنج کے آثار نمودار ہیں۔ اور ہنسی اوسکے ہونٹوں پر نام کو نہیں۔ محمد علی نے کہا بطیطہ کیوں رنجیدہ ہو؟

بطیطہ۔ (سر زمین کیطرف جھکاکر) تم اب جاتے ہو۔ میرے والد خچر کس رہے ہیں۔ تم اب ہمسے بچھڑ جاؤگے۔

محمد علی۔ ہاں میں اب اپنی خدمت پر جاؤنگا۔ لیکن اونہوں نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ تم راستہ بتانے کے لئے میرے ساتھ جاؤگی۔

بطیطہ۔ (سرہلاکر) میں امید کرتی ہوں کہ تم اسے نامنظور نہ کروگے۔ کہ میں اپنے عوض والد کو تمہارے ساتھ کر دوں گی۔

محمد علی۔ کیوں؟ کیا تمہیں میرے ساتھ ایک گھڑی رہنا دشوار ہے۔ کیا تم میری کسی بات سے ناراض ہوئیں اور میرے ساتھ جانے سے تمکو نفرت ہوگئی۔ کیا تمکو مجھہ سے ڈر معلوم ہوتا ہے؟

بطیطہ۔ یہ بات نہیں ہے۔ لیکن تمسے جدا ہوتے وقت مجکو بہت رنج ہوگا۔ میں تمسے نہیں ڈرتی۔ بلکہ اپنے نفس سے ڈرتی ہوں۔ میں ڈرتی ہوں کہ تمہاری محبت کہیں زیادہ نہ بڑھ جائے۔ تم بڑے عہدہ دار بلند مرتبہ ہو۔ میں ایک غریب بدوی لڑکی۔

تمنے تواضع سے۔ میری مہمانی قبول کرلی۔ نہیں نہیں میرا نہ جانا ہی بہتر ہے۔ میں والد سے بھی

Marfat.com

کہہ چکی ہوں۔ کہ میں صبح کو تھک بہت گئی ہوں۔ اِسلئے میں نہیں جاسکتی۔ میری محبت کیوجہ سے نہ میدان کا جانا۔ اور اسباب غنیمت کا جمع کرنا چھوڑ دیا جب تم چاہو وہ تمہارے ساتھ ہو جائینگے۔

محمد علی۔ میں چاہوں؟ بطیطہ۔ کیا میں اپنے آپ کو سعادت عظمےٰ سے محروم کرنے کی خواہش کرسکتا ہوں۔ لیکن کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ اس سے میری محبت اور زیادہ ہوگی۔ تمنے اچھا کیا۔ اب یہ بتاؤ کہ میری طرح تم بھی مجھے یاد کروگی۔ کیا تم وعدہ کرتی ہو کہ محمد علی کو نہ بھولوگی؟۔

بطیطہ۔ ہاں وعدہ کرتی ہوں۔

محمد علی۔ کیا تم اپنے والد کے عہد پر قائم رہوگی۔ کہ خاوند کے سواء اور کوئی تمہارا بوسہ نہ لیگا۔

بطیطہ۔ ہاں۔ ہاں۔

محمد علی۔ اب مجھے چاہیئے کہ تمکو پیار کرلوں۔ بطیطہ کو اپنے سینہ سے لگا کر بوسہ لیا اور خیمہ سے باہر چلا آیا۔ لیکن بطیطہ کے جسم پر رعشہ سا چھا گیا اور زمین پر گر پڑی۔ اوسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ محبت کی جنت میں ہے۔

محمد علی نے باہر نکلکر شیخ عثمان سے کہا۔ کہ تم میرے ساتھ چلو۔ تمہاری بیٹی میں اسوقت سوار ہونیکی طاقت نہیں ہے۔

شیخ عثمان۔ ہاں وہ مجھے کہہ چکی ہے۔ اسکے بعد خچر کو اشارہ کیا وہ بیٹھ گیا۔ محمد علی اور شیخ عثمان اسپر سوار ہوئے۔ جب خچر اٹھ کر چلا۔ محمد علی نے بطیطہ سے کہا۔ تمکو خدا کے حوالہ کرتا ہوں۔ لیکن اوس نے کچھ جواب نہیں دیا۔ اور خیمہ سے باہر بھی نہ نکلی۔ کہ والد آنسو نہ دیکھ لیں۔ اپنی جگہ پر بیٹھے رنج و خوشی کے آنسو بہائے اور کہتی رہی" آہ وہ چلا گیا۔ مگر میرے دل میں ہمیشہ رہیگا۔ محمد علی اور شیخ عثمان خچر دوڑاتے ہوئے بیابان کے کنارہ پر پہنچ گئے۔

شیخ عثمان نے وہاں پہلے سے دو گھوڑے بند ہوا دئے تھے خچر سے اتر کر شیخ نے اوسے خیمہ کیطرف ہانک دیا۔ اور کہا میرا خچر خیمہ کا راستہ جانتا ہے۔ خود ہی وہاں چلا جائے گا۔ اور میری بیٹی کے سامنے جاکر کھڑا ہو جائے گا۔

پھر شیخ نے محمد علی کو گھوڑے پر سوار ہونیکا اشارہ کیا۔ ایک پر محمد علی دوسرے پر شیخ عثمان سوار ہوا اور اس شاداب سبزہ زار میں گھوڑوں کی باگیں چھوڑ دیں۔ کچھ دور تک چلنے کے بعد شیخ نے کہا کیا تمکو وہ سیاہ نقطہ نظر آتا ہے؟ وہی تمہارا لشکر گاہ ہے۔

کیا کچھ دور اور تمہارے ساتھ چلوں۔

محمد علی۔ نہیں میں تمکو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ مہمان نوازی کے شکریہ میں آپکو قبول

کرو گے۔ اور اشرفیوں سے بھری ہوئی ایک تھیلی شیخ کو نذر کی۔

شیخ۔ (تھیلی واپس کرکے) آپ بھی خوب باتیں کررہے ہیں۔ خود ہی کہتے ہیں۔ کہ میری مہمانی میں تھے۔ اور پھر نقد بھی دے رہے ہیں۔ مہمان کھانیکے دام نہیں دیا کرتے۔ بلکہ ہدیہ و تحفہ دیتے ہیں اگر آپ ایسا کرتے تو میں قبول کرلیتا۔ اور بطیطہ بھی لے لیتی۔

محمد علی۔ میں تم دونوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور جب تک زندہ رہونگا تمہاری حسن خدمت کو یاد رکھوں گا۔ یہ کہکر ران دبائی اور بات کی بات میں گھوڑا دوڑاتا ہوا تیر کیطرح اپنے لشکر کے پاس پہونچ گیا۔

گھوڑے سے اتر کر پیدل ہوگیا۔ اور گھوڑے کو چھوڑ دیا کہ اپنے آپ چلا آئے۔ اور خود رات کی تاریکی میں آہستہ آہستہ اپنے خیمہ کی طرف بڑھا۔ اسکے پاس پہونچ کر چپکے سے پردہ اوٹھا کے اندر چلا گیا۔ اندر کوئی آدمی نہ تہا۔ مگر باہر لوگ باتیں کر رہے تھے۔ یہ خاموشی سے انکی باتیں سُننے لگا۔ اس کے غائب ہوجانے پر چہ مے گوئیاں ہورہی تھیں اور تعجب ظاہر کیا جارہا تہا۔ ایک دوسرے سے سوال کررہا تہا۔ کہ آیا ہمیں جستجو کرنا چاہیئے۔ یا قاہرہ واپس چلنا چاہیئے۔

محمد علی۔ یہ باتیں سنکر مسکرا رہا تہا۔ اسکے بعد خیمہ کا پردہ اوٹھاکر باہر نکل آیا۔ اور ان کے سامنے آن کھڑا ہوا۔ اوس کے ساتھی اپنے افسر کو دیکھتے ہی خوشی اور مسرت کے نعرے بلند کرنے لگے۔ اور اُسکے گرد جمع ہوکر غائب ہوجانیکا سبب دریافت کرنے لگے۔

پاشا! آپ کہاں گئے تھے۔ خیریت تو تھی ہے؟"

محمد علی۔ (تُرش ہوکر) "ہیں! سپاہیوں کو اسکا مجاز کیا ہے۔ کہ وہ افسر کے حالات اور معاملات ملکی کے اسرار دریافت کریں!"

سب سپاہی خاموش ہوگئے اونہوں نے ندامت سے سر جھکا لیا۔ محمد علی نے ناخوشی کا انداز بدلکر دلدہی کے طور پر کہا۔ "چونکہ تم محبت کیوجہ سے دریافت کرتے ہو۔ اسلیئے میں اپنا واقعہ بیان کرتا ہوں۔" "میں کل یوسف بک اور اُسکی فوج کا حال دریافت کرنیکے لئے دمنہور گیا۔ میں اُسوقت پُہنچا جبکہ جنگ شروع ہوچکی تھی۔ مجھے اتنی فرصت نہ ملی۔ کہ یوسف بک کی مدد کو پہونچ سکوں اور نہ اس واقعہ کو دیکھکر مجھسے پیچھے ہٹا گیا۔ اگرچہ میری موجودگی کا وہاں کسی کو علم نہ تہا۔ لیکن مینے تلوار کھینچکر سپاہیوں کیساتھ لڑنا شروع کیا۔ مگر بدقسمتی سے فتح ہماری فوج کی قسمت میں نہ تھی۔ سب بھاگ گئے۔ اور میں یکہ وتنہا جیسا گیا تہا ویسے ہی واپس ہوا۔

اب ہم یہاں انتظار کرینگے۔ اگر ممالیک نے ہم پر حملہ کیا تو اُن کو اپنا جوہر دکھائیں گے۔ اور اگر کل کی فتح پر خوش ہوکر بیٹھ رہے تو ہم قاہرہ لوٹ جائینگے۔ اب تمکو حال معلوم ہوگیا۔ جاؤ سب سپاہیوں کو خبر کردو۔ لوگ یہہ سنکر محمد علی کی شجاعت و دلیری پر عش عش کرتے چاروں طرف پھیل گئے۔ محمد علی اپنے اس مردانہ واقع کو بیان کرکے اُن کے دلوں کا مالک ہوگیا۔ جب آدھی رات گذرگئی اور سپاہ سو رہی خود اپنے خیمہ میں گیا۔ اور بچھونے پر لیٹ گیا۔ لاکھ کوشش کی کہ کسی طرح نیند آجاوے اور تھکن سے آرام ملجائے۔ لیکن کسی کل چین نہ پڑتا تھا۔ جب کسی طرح نیند نہ آئی۔ اُٹھ کر خیمہ میں ٹہلنے لگا۔ طرح طرح کے خیالات اسکے دل میں گذرتے تھے۔ کبھی بطیطہ کا خیال آکر ستاتا تھا۔ کبھی عثمان کی باتیں دل کو پریشان کرتی تھیں۔

کبھی گذشتہ حوصلہ شکن واقعات کا موجودہ حالت سے موازنہ اور کبھی مصر اور اتراک و ممالیک کی حالت پر غور کرتا اور سوچتا۔ کہ کون فریق ملک کا خیر اندیش ہے۔ کہ اسکے ساتھ ہو جاؤں۔ مگر معلوم ہوا کہ ہر ایک اپنی ہوا و ہوس کا بندہ ہے۔ اور عمدہ ترلقمہ سمجھکر ہپ کرنیکی خواہش رکھتا ہے۔ نہ عدل کی پابندی ہے۔ نہ شریعت کا اتباع۔ غرض جبتک کہ خدا کسی خیر خواہ ملک کو نہ پیدا کرے جو اسکے بچانے کی کوشش کرے۔ اس کی حالت نہایت ہی خراب و ابتر ہے۔ شائد خدا نے مجھے اسی لئے بھیجا ہو کہ اسکو بچاؤں اُسکے زخموں کی مرہم پٹی کروں اسکے پامال باشندوں کو قعر مذلت سے اوٹھا کر عروج و ترقی کے آسمان پر پہنچادوں۔ اور خون آلود زمین پر جو لاشوں سے پُر ہے اپنا تخت نصب کردوں تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہوگیا۔ گویا اُس راہ کی جستجو کر رہا ہے۔ جو اسے منزل مقصود پر پہنچاوے۔

پھر اپنے دل میں کہنے لگا۔ ہاں میں اُس راہ پر چلوں گا جو میری غرض کے موافق ہو اور اپنے ذاتی نفع اور غرض و غایت کے پورا کرنے کی فکر کروں گا۔ میں ہوشیاری اور تدبیر کو اپنا وتیرہ بناؤں گا فتنہ و فساد کھڑا کرکے دشمن پر غالب آنا مجھے مناسب نہیں۔ اس سے میں غاصب اور واجب القتل سمجھا جاؤں گا۔ مجھے قوم میں رسوخ پیدا کرنا چاہیئے۔ تاکہ لوگ مجھ سے محبت کریں۔ اور اپنے ہاتھوں سے اوٹھا کر تخت پر بٹھادیں۔ اور میں شرعی حاکم ہو جاؤں۔

اے محمد علی اپنے ہوش و حواس سے کام لے اور اپنے مقصد حاصل کرنیکے لئے شیر کی سی دلیری اور چیتے کی سی چستی اختیار کر۔

جب صبح ہوئی جاسوسوں نے آکر خبر دی کہ دشمن کا کہیں پتہ نہیں ہے۔ محمد علی نے کہا اب ہم

Marfat.com

قاہرہ کو واپس جائینگے۔ یہ سنتے ہی سپاہی خوشی سے نعرے بلند کرنے لگے۔ محمد علی نے مسکرا کر کہا کہ میں اس واپسی سے خوش ہوں۔ تاکہ مالیک سے لڑنا نہ پڑے۔ لیکن کون جانتا ہے۔ کہ تھوڑے دن بعد ہم اُن سے نہ لڑینگے۔

شکست کی خبر قاہرہ پہونچ چکی تھی۔ نایب کی ہوا خواہ اسکو افسردگی سے اور اسکے مخالف نہایت مسرت سے سُنتے تھے۔ لیکن جب محمد علی اپنے لشکر کو لئے ہوئے قاہرہ میں پہونچا۔ سبھوں نے خوشی سے اسکا خیر مقدم کیا۔ اس نے سپاہیوں کو ان کے ہیڈ کوارٹروں پر روانہ کردیا اور انتظار کرنے لگا۔ کہ دیکھئے کیا ہوتا ہے۔

بھاگا ہُوا بقیہ لشکر بھی واپس آچکا تھا جسوقت محمد علی شہر میں داخل ہُوا۔ یوسف بک نے خسرو پاشا سے ملنے کی اجازت طلب کی اور معرکہ کا حال اور چالاکی سے اپنے بھاگ نکلنے کی کیفیت بیان کی۔ لیکن اوسے خوف ہُوا۔ کہ ہزاروں آدمی لیکر آٹھ سو کے سامنے سے بھاگنے پر ملامت ہوگی۔ اسلئے بدنامی کا ٹھیکرہ دوسروں کے سر پر توڑا۔

اور اپنی بات یوں ختم کی کہ اس جنگ میں خیانت ہوئی ہے۔ سارا قصور محمد علی اور طاہر پاشا کا ہے۔ کہ وہ میری مدد کو نہیں پہونچے میں تنہا لڑتا رہا۔ میں آپ سے دونوں کی شکائیت کرتا ہوں۔ اور آپ سے عرض کرتا ہوں۔ کہ محمد علی اور طاہر پاشا نے بہت بڑی خیانت کی یہی فوج کی تباہی اور بدنامی کے ذمہ دار ہیں باوجودیکہ وہ اس خطرہ سے آگاہ تھے جسمیں میں مبتلا تھا۔ پھر بھی وہ مجھسے آکر نہ ملے۔ وہ مجھے میرے مرتبہ سے گرانا چاہتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں۔ کہ جو شرف و عزت آپنے مجھے دی ہے۔ اس پر خود قابض ہو جائیں۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ ادن کو بلاکر جواب طلب کیجئے۔ کہ وہ اپنی برأت ثابت کریں۔

خسرو پاشا پر یوسف کی باتوں کا بہت اثر ہُوا خصوصًا اسلئے کہ وہ خود بھی بدگمان تھا اور خیال کرتا تھا کہ محمد علی میرا دشمن اور مجھسے انتقام لینے کے درپے ہے۔ یوسف سے کہنے لگا کہ کہتے ہو اے یوسف ؟

میں اپنی شرافت کی قسم کہا کر تمسے وعدہ کرتا ہوں۔ کہ میں اس معاملہ میں کوشش کرونگا۔ اور خود ہی اس کی تحقیقات کروں گا۔ اگر ان دونوں کی خیانت ثابت ہوگئی تو انکے حق میں بہت برا ہوگا۔

اس اثناء میں ایک مخبر نے آکر بیان کیا۔ کہ محمد علی اور اسکا لشکر واپس آگیا۔ پاشا نے

Marfat.com

مخبر کو حکم دیا کہ محمد علی کو میرے پاس بلا لاؤ کہ وہ اپنی کارگذاری بیان کر جائے۔ قاصد نے محمد علی کو یہ پیغام پہونچایا محمد علی نے نہایت سکون و وقار سے جواب دیا کہ جاؤ پاشا سے کہو کہ میں مع فوج کے کل قلعہ میں ملاقات کرونگا۔

آج وہ بہت تھکے ہوئے ہیں۔ اُن کو آرام لینے کی ضرورت ہے۔ اور میں تنہا جا نہیں سکتا۔ کل صبح کے وقت ہمارا انتظار کرو۔

محمد علی اپنی بات پر جما رہا جب صبح ہوئی فوج کو جمع کیا۔ اور اونکو لیکر قلعہ کی طرف چلا۔ سپاہی خسرو پاشا کے محل کے سامنے کھڑے ہو کر شور مچانے لگے "ہم اپنی تنخواہ لینے آئے ہیں" ہمکو کھانے اور روپیہ کی بہت سخت ضرورت ہے"۔ محمد علی اون کو چیختا چھوڑ کر افسروں کو ساتھ لئے ہوئے محل کے اندر گیا۔ دیکھا کہ خسرو پاشا اسکا انتظار کر رہا ہے۔ اُسنے کھڑے ہو کر فوجی قاعدے سے سلام کیا۔ اور پرانی عادت کے موافق پاشا کے بات کرنے اور بولنے کی اجازت دینے کا انتظار نہیں کیا۔ اور کہنے لگا کہ آپ سپاہیوں کا شور سن رہے ہیں۔ وہ اپنی تنخواہ لینے کے لئے آئے ہیں۔ ایک مدت سے اون کو تنخواہ نہیں ملی ہے۔

خسرو پاشا (غضب اور حقارت سے) میں دیکھتا ہوں کہ تو نے قوالہ والی لڑکے کی بدحیائی پھر اختیار کی محمد علی۔ ہم دونوں اپنی اصلی حالت پر قائم ہیں کچھہ بھی فرق نہیں ہُوا۔ اور عنقریب میں اسکو ثابت کر دکھاؤں گا۔ پاشا و محمد علی کے درمیان جو گفتگو ہوئی اسکو کسی نے نہ سنا لیکن سپاہیوں نے دیکھا کہ خسرو پاشا کا رنگ بدل گیا ہے۔ اور غصہ کی آگ آنکھوں میں بھڑک رہی ہے تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد کہا "اسوقت اپنے مکان چلے جاؤ۔ اور سپاہیوں کو اون کی جگہ پر بھیجدو۔ ایک ہفتہ کے بعد خزانچی کی معرفت تمہارے پاس میرا جواب پہونچ جائیگا۔ محمد علی پیٹھ پھیر کر اپنے آدمیوں کو ساتھ لئے ہوئے چلا آیا۔ جب سپاہیوں کے سامنے پہونچا چیخ کر کہا ہمنے ایک نیا وعدہ لیا ہے۔ اسکا انتظار کر لینا چاہیئے۔ سپاہی اپنے افسر کی دلیرانہ ہیئت کو دیکھکر سمجھہ گئے۔ کہ وہ نرمی کا منتظر نہیں ہے۔ اور بہت خوش ہوئے۔ وہ نائب کے تکبر سے بہت ناخوش تھے۔ اور چاہتے تھے کہ کاش محمد علی حکم دیدیتا۔ کہ اس متکبر کے سر پر محل کو ڈھا دو۔ اور چیخ کر کہنے لگے۔ کہ تمہارے حکم کیوجہ سے انتظار کرینگے اور جو کچھہ حکم دوگے اوس کی تعمیل کرینگے۔ اسکے بعد محمد علی نے انکو رخصت کر دیا۔ ہر ایک اپنے اپنے بستر پر چلا گیا۔

محمد علی مسکراتا ہوا اپنے قصر میں لوٹ آیا۔ اپنے دل میں کہتا جاتا تھا۔ کہ وقت قریب آگیا ہے اور

Marfat.com

کارروائی کی ساعت بہت نزدیک ہے۔
خسرو پاشا دیکھ لیگا۔جیسا کہ اوس نے کہا ہے۔
میں وہی محمد علی ہوں جو قوالہ میں تھا۔ہاں وہی ہوں جسنے انتقام کی قسم کھائی ہے۔

فصل شانزدھم

(نافرمانی کی تدبیر)

چہ خوش گفت یکتاش باخیل تاش | چو دشمن خراشیدی ایمن مباش

خسرو پاشا نے محمد علی سے ایک ہفتہ میں جواب دینے کا وعدہ کیا وہ جانتا تھا۔کہ اتنا وقت بقدر ضرورت مال جمع کرنیکے لئے کافی ہوگا۔لیکن اوس کی تقدیر نے دھکا دیا تھا مخبر نے آکر بیان کیا۔کہ طاہر اور ممالیک میں جنگ ہوئی۔نتیجہ یہ ہوا کہ فوج بھاگ نکلی بہت ساحصہ قتل ہوگیا۔ بقیہ السیف سپاہ کو لئے ہوئے طاہر پاشا قاہرہ آرہا ہے۔خسرو کی آنکھ سے آنسو نکل پڑے اور گھبراکر کہنے لگا۔نہیں اوسے یہاں نہ آنا چاہیئے۔یہاں جو سپاہ موجود ہے اُسکی تنخواہ کا ادا کرنا دشوار ہے۔اگر اس شوریدہ سر سپاہ کے ساتھ وہ فوج بھی آن ملی۔تو ہماری تباہی یقینی ہے خزانہ میں پھوٹی کوڑی نہیں۔طاہر پاشا کے پاس آدمی بھیجو۔کہ وہ سید ھا طنطا چلا جائے۔وہاں جاکر میرے حکم کا انتظار کرے۔اس وقت وہ یہاں ہرگز نہ آوے۔کیا وہ خیال کرتا ہے۔کہ قاہرہ تمام فوج کا لشکرگاہ ہوگیا ہے۔کیا محمد علی اور اوس کی سپاہ ہمیں مشکلات میں ڈالنے کے لئے کافی نہیں جو وہ اور آرہا ہے۔نہیں اسے ہرگز نہیں آنے دینا چاہیئے۔بخدا میں اُسکو یہاں آنے کی ہرگز اجازت نہیں دے سکتا۔اسی وقت قاصد بھیجکر میرا یہ پیام اسے پہنچا دو۔قاصد اپنے آقا کے حکم کی تعمیل کرنے فوراً دوڑا۔لیکن طاہر پاشا سے نہ مل سکا۔کیونکہ اسکے پاس ایک اور قاصد پہنچ چکا تھا۔ جسنے اپنے بھیجنے والے کا نام نہیں ظاہر کیا۔اوس نے جاکر خبر دی۔کہ اپنے آدمیوں کو لئے ہوئے قاہرہ جلد پہونچ جاؤ۔خسرو پاشا تمہاری تنخواہ روکنے کے لئے قاصد بھیجنے والا ہے۔کہ تم قاہرہ میں ہرگز نہ داخل ہو۔طاہر پاشا کو نہیں جانتا تھا۔کہ یہ خیر خواہی کا پیغام کس نے بھیجا ہے۔لیکن اسکو پہنچ جانا

قاصد کا شکریہ ادا کیا اور دوسرے راستہ سے قاہرہ میں داخل ہونیکا ارادہ کرلیا۔ تاکہ پاشا کے قاصد سے ملاقات ہی نہ ہو اور ایسا ہی ہؤا۔ کہ تیسرے دن قاہرہ میں اپنی فوج لئے ہوئے جا پہونچا۔ قاہرہ کے گلی کوچوں میں سپاہیوں کا شور بلند ہوگیا۔ یہانتک کہ خسرو پاشا کے کان میں بھی اس کی آواز پہونچی اور اسکے آنے کی خبر سُنکر از حد برافروختہ ہؤا۔ حضور صاحب خزانچی نے آکر بیان کیا کہ لشکر چھاؤنی پر نہیں گیا۔ بلکہ کھانا۔ کپڑا اور تنخواہ لینے کے لئے سیدھا قلعہ پر آیا ہے۔ خسرو پاشا نے کہا آہ کیا کروں۔ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔ میری عقل دنگ ہے۔ تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد خوش ہوکر خزانچی سے کہا ایک تدبیر ہے۔ وہ یہ کہ محمد علی کے معلومات بہت وسیع ہیں۔ نظر دور تک پہونچتی ہے۔ میں اس معاملہ میں اس سے مشورہ لوں۔ اگرچہ اس نے دشمنی کا اظہار کیا ہے۔ لیکن اُس سے مصالحت کرلینا ضروری ہے۔ ورنہ دونوں ملکر ہماری شوکت کو خاک میں ملادینگے پھر خزانچی کو حکم دیا۔ کہ تم خود اسکے پاس جاؤ۔ اور میری ملاقات کیلئے اُسے اسیوقت لے آؤ۔ اگرچہ ہم لشکر کی تنخواہ نہیں دے سکتے۔ مگر افسر کی تو دے سکتے ہیں۔ جب خزانچی باہر چلا گیا۔ خسرو پاشا اُٹھکر اپنے خاص خزانہ میں گیا۔ اور اشرفیوں کے دس توڑے نکال کر اس کمرہ میں لے آیا جس میں محمد علی سے ملاقات کرنیکا ارادہ تھا۔ خزانچی جب محمد علی کے قصر کے سامنے پہونچا محمد علی کے اردلی کے سپاہیوں کے قوی ہیکل جسم اور ترش رُو چہرے دیکھتے ہی دل دہل گیا اور کہنے لگا جسکے پاسبان ایسے ہوں اُس کے دشمن کی تباہی میں کیا شک ہے۔

پھر دل مضبوط کرکے آگے بڑھا اور محمد علی کے کمرہ میں پہنچکر اُسکو سلام کیا اور کہا میرے آقا خسرو پاشا چاہتے ہیں کہ آپ سے معذرت کریں۔ اور آپکا مشاہرہ جو باقی ہے اُسکو خود ہی ادا کردیں۔ مجھے آپکے بلانے کے لئے بھیجا ہے۔ امید کرتا ہوں کہ آپ تنہا جائینگے۔ اور سپاہ کو اپنے ساتھ نہ لیجائینگے کیونکہ انکا ساتھ جانا بہتر نہیں ہے۔ آپ سچ جانئے میں آپ کی بھلائی کا خواہاں ہوں۔ آپ مجھے مایوس نہ کیجئے اور میری درخواست کو شرف قبولیت بخشئے۔

محمد علی۔ (ہنسکر) تمکو مجھے بھی ویسا ہی سمجھنا چاہیئے۔ جیسا کہ میں تمہیں سمجھتا ہوں۔ تم کو میرا اندیشہ ہو۔ لیکن مجھے اپنا اندیشہ نہیں ہے۔ کیونکہ جو امانت و دیانت سے کارگذاری کرتا ہے اوسے کچھ خوف نہیں۔ آنراکہ حساب پاک است از محاسبہ چہ باک۔ تمہارے کہنے کے مطابق میں تنہا جاونگا اور اپنی جوانمردی تمہیں ثابت کردکھاؤنگا۔ لیکن اپنے آدمیوں کو اتنا بتانا ضروری ہے۔ کہ میں کہاں جاتا ہوں یہ کہکر اوٹھا اور نہایت شان سے چلا خزانچی اوس کے ساتھ تہا۔ جب صحن میں پہونچا

Marfat.com

سپاہیوں نے مرحبا سے اسکا خیر مقدم کیا۔ اُس نے کہا اے بہادرو ہ صبر کرو اور میرے واپسی کا منتظر رہو۔ میں خسرو پاشا کے پاس جاتا ہوں ایک گھنٹہ سے زیادہ نہ ٹھہروں گا۔ اگر مجھے اِس سے زیادہ دیر ہوئی۔ تو تم جانتے ہی ہو۔ کہ مجھے کہاں پاؤ گے خزانچی نے یہ سُنکر دانت بیس لئے اور اپنے دل میں کہا پاشا کو اس کی خبر کرنا ضرور ہے تاکہ اوسکو زیادہ روک کر دبال جان نہ مول لیلے۔ پھر محمد علی سے درخواست کی کہ مجھے اجازت ہو۔ تاکہ میں پہلے جاکر پاشا کو آپکے آنے کی خبر کر دوں۔ محمد علی اسکی غرض سمجھ گیا۔ اور کہنے لگا میں خیال کرتا ہوں تم مجھے ویسا ہی سمجھتے ہو جیسا میں تمہیں سمجھتا ہوں جاؤ اور پاشا کو خبر کر دو ہ۔

محمد علی سپاہیوں کیساتھ ٹہل ٹہل کر اُن کی دلجمعی کرتا رہا۔ پھر ادن سے کہا۔ میں پاشا کے پاس تمہارے متعلق گفتگو کرنے جاتا ہوں۔ شاید مجھے وہاں سے کوئی ایسی خبر ملے جس سے تم خوش ہو جاؤ صرف ایک گھنٹہ تک میرا انتظار کرو۔ یہ کہکر اپنے گھوڑے پر سوار ہُوا۔ اور قلعہ کا رُخ کیا۔ اور خزانچی کے پہونچنے کے تھوڑی دیر بعد پہونچ گیا۔ خزانچی نے دوڑ کر خسرو کو کل ماجرا سُنا دیا تھا اور کہدیا تھا۔ کہ حضور اسکو اپنے پاس نہ روکیں۔ کیونکہ اگر ایک گھنٹہ سے زیادہ دیر لگ گئی تو فوج آکر قلعہ کو ڈہا دیگی۔ اور آپکو معلوم ہے کہ ظاہراً پاشا کی فوج موقعہ کی منتظر ہے۔ ذرا سا اشارہ پر اُن نافرمانوں کی شریک ہو جاوے گی۔

خسرو پاشا نے سر ہلا کر کہا میں بڑا ہی بدبخت ہوں۔ میں نے تو الہ ہی میں کیوں نہ اس سپنولئے کا سر جوتے سے کچل دیا۔ جو آج میری اذیت کے درپے ہے۔ ہاں میں دیکھتا ہوں کہ وہ میرے ڈسنے کو دوڑتا ہے۔

لیکن میں اُسے روکوں گا اور اوس کے دانت اُکھاڑ ڈالوں گا۔ اتنے میں ایک خواجہ سرا آیا اور بیان کیا۔ کہ محمد علی دروازے پر کھڑا ہے۔ پاشا نے فوراً اپنی حالت بدل لی اور بناوٹ سے مسکرانے لگا۔ خزانچی اور خواجہ سرا کو حکم دیا۔ کہ دوسرے کمرے میں چلے جائیں۔ محمد علی آیا اور اُس نے فوجی طریقے سے سلام کیا۔ پاشا کھڑا ہو گیا۔

اور عادت کی موافق مسند پر تکیہ نہیں لگایا۔ بلکہ مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا کر چند قدم آگے بڑھا اور مصافحہ کرکے کہنے لگا مجھے بہت افسوس ہے۔ آخری ملاقات سے کچھ کدورت پیدا ہو گئی تم میرے دل کی بات نہیں جانتے ہو

محمد علی۔ (تحکم سے) جناب دھوکا نہ دیجئے میں خوب جانتا ہوں کہ آپ کے دل میں میری طرف سے

Marfat.com

کیا ہے محمد علی کی آنکھیں دیکھکر خسرو اسکا عندیہ پا گیا۔ لیکن اپنے حواس کو قابو میں لاکر
میرے دل میں تمہاری طرف سے نیک خیال ہے۔ مجھے تم سے بہت کچھ امیدیں ہیں۔ میں لقین کر
ہوں کہ تم میرے سچے خیر خواہ غلام ہو۔
محمد علی۔ پاشا کو تعجب سے دیکھکر سچے اور خیر خواہ غلام ؟ مجھے کبھی نہیں خیال ہوا کہ میں آپ
ہوں۔ بلکہ میں جانتا ہوں کہ میں تمہاری فوج کا سپہ سالار ہوں اور ہم سب سلطان کے نوکر ہیں۔
پاشا۔ سچ کہتے ہو ہم سب سلطان کے نوکر ہیں۔ لیکن میں اون کا نائب ہوں۔ اسلئے اگر سپہ سالار
محمد علی کے سامنے میں سلطانی جاہ و جلال کا اظہار کروں۔ تو کوئی شرم کی بات نہیں۔
خصوصاً جبکہ تم اس کا اقرار کر چکے ہو۔ اور طاعت اور اخلاص کی قسم کہا چکے ہو۔
محمد علی۔ میں اتبک سلطان کی طاعت و اخلاص اور تمہاری امانت پر قائم ہوں مجھے افسوس ہے
کہ میرے اخلاص کو جان کر بھی تم نفرت پیدا کرنیکے اسباب مہیا کرتے ہو۔ میں کیا کروں تمنے سپاہ کے
متعلق مشورہ کرنیکے لئے مجھے بلایا ہے۔ مدتیں ہوگئیں۔ اُن کی تنخواہ نہیں ملی۔ نہ اون کے پاس
پیٹ کی روٹی اور نہ تن کو کپڑا۔ وہ اپنا واجبی حق طلب کرتے ہیں۔ اور چونکہ میں اونکا افسر ہوں
میں بھی اُن کے اس جائز مطالبہ پر مجبور ہوں۔
پاشا۔ بہتر ہے مینے ایک ہفتہ میں جواب دینے کا وعدہ کیا ہے۔ ابھی اس میں سے صرف تین دن
گذرے ہیں۔ سپاہیوں کو انتظار کرنے دو۔ لیکن میں تمکو یہ دس توڑے دیتا ہوں۔ یہ تمہاری تنخوا
ہے میں نے یہ تمہیں اپنی جیب خاص سے دیا ہے۔
محمد علی۔ میں اسے قبول کرتا ہوں کیونکہ میرا حق ہے۔ اسے قبول کرتا اور شکریہ ادا کرتا ہوں۔
اگرچہ میرا یہ واجبی حق ہے۔
پاشا۔ اب تم خوش ہوگئے ہوگے اور کینہ تمہارے دل سے دور ہو گیا ہوگا۔
محمد علی۔ آپ کے انعام مجھپر پے درپے ہو رہے ہیں۔ پھر کینہ سینہ تک کیونکر پہونچ سکتا ہے آپ
میرے اخلاص کو بخوبی جانتے ہیں۔
خسرو پاشا۔ (مسکرا کر) اسوقت اپنے اخلاص کو ثابت کرو اور مشورہ سے میری مدد کرو تم ملک و شہر کے
حالات سے پوری طرح آگاہ ہو تم وہ باتیں دیکھتے سنتے ہو جو دوسرے کی آنکھ سے پوشیدہ اور کان سے
دور ہیں۔ تم مجھے کوئی ایسی ترکیب بتاؤ جس سے میں ضروری اخراجات کے لئے مال جمع کروں۔
محمد علی۔ میں آپکا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ آپ مجھپر اسقدر بھروسہ کرتے ہیں لیکن میں آپ جیسے

Marfat.com

دبر اور سردار کو بھلا کیا مشورہ دے سکتا ہوں۔ واقعی امر یہ ہے کہ میں نہیں جانتا کہ کیا جواب
دوں۔ آپنے بہت کچھہ مال جمع کیا اور علماء و مشائخ اور تاجروں پر ٹیکس لگائے۔ لیکن ایک بہت
بڑی آپ سے فروگذاشت ہوئی وہ یہ کہ عورتوں پر کیوں نہ ٹیکس لگایا۔
خسرو پاشا۔ (پیچھے ہٹ کر) عورتیں؟ وہ کونسا ٹیکس ہے جو عورتوں پر لگ سکتا ہے اور وہ کون عورتیں ہیں
محمد علی۔ امراء ممالیک کی عورتیں ہیں۔ آپنے انکو بے روک ٹوک قاہرہ میں رہنے کی اجازت دیدی ہے
بادشاہوں کی طرح محلوں میں آسائش کرتی ہیں۔
خسرو پاشا۔ لیکن میں تو امراء ممالیک کی عورتوں کو یہاں آزادی سے رہنے کی اجازت دے چکا اور
بات دیگر زبان کشادی کیونکہ میں جانتا ہوں کہ لونڈی غلام لڑکے چاکروں کی بہت بڑی جماعت
انکے یہاں زندگی بسر کرتی ہے۔ اگر وہ قاہرہ چھوڑدینگے سب اُن کے ساتھ چلے جائیں گے۔
محمد علی۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ اون کو یہاں سے نکالدیجئے۔ یا اُن کی آزادی چھین لیجئے یا انکو تکلیف
پہونچائیے۔ بلکہ میں یہ کہتا ہوں۔ کہ وہ اپنے جمع کئے ہوئے مال کا کچھ حصہ دے سکتی ہیں مثال کے طور
پر مراد بک کی بیوہ اپنے ذاتی مال سے ایک لشکر رکھ سکتی ہے یہ بات سے انکار نہیں کر سکتا۔ کہ
اسکی دولت کیوجہ سے تمام قوم اوس کی عزت و تعظیم کرتی ہے لوگوں کا قاعدہ ہے۔ جبتک آدمی مالدار
رہتا ہے اوس کی غلامی کرتے ہیں۔ اور جب مفلس ہو جاتا ہے تو اسکو ذلیل جانتے ہیں اور چھوڑ دیتے
ہیں۔ مجھسے لوگوں نے بیان کیا ہے۔ کہ مراد بک کی بیوہ ست نفیسہ کا قصر سونے چاندی سے پٹا پڑا ہے
جواہرات قیمتی برتنوں کا کچھ شمار نہیں۔ مال کثیر سے بھرے صندوق اور بیش بہا نفیس چیزیں اور مال
غنیمت جو مراد بک چڑھائیوں اور معرکوں سے لایا وہ الگ رہا۔
خسرو پاشا۔ (طمع میں آکر) سچ کہتے ہو۔ اگر ہمیں اس خزانہ کا تھوڑا سا حصہ بھی مل جائے تو ہماری حاجت
کو پورا کردے۔ لیکن اسکا چوری سے حاصل کرنا نامناسب ہے۔
کیا کوئی ایسی قانونی گرفت ہو سکتی ہے جس سے میں مال لے سکوں۔
محمد علی۔ نہیں مجھے کوئی ایسا طریقہ معلوم نہیں ہے۔ لیکن میں نے سنا ہے کہ ست نفیسہ ممالیک
کے سرداروں سے خفیہ سازباز رکھتی ہے۔ اگرچہ آپنے ممالیک کی عورتوں کو یہاں رہنے کی اجازت
دی ہے۔ لیکن میں نہیں خیال کر سکتا۔ کہ ان کو شورہ پشت ممالیک سے سازباز رکھنے کی بھی اجازت
دی ہو۔ میں جانتا ہوں۔ کہ عثمان بک بردیسی اور الفی بک تھوڑے دن ہوئے یہیں تھے دونوں
نے ست نفیسہ سے ملاقات کی۔ وہ دونوں اس سے بہت محبت رکھتے ہیں۔ کوئی انکو انکی ملاقات

Marfat.com

کرنے یا پاس جانے سے باز نہیں رکھ سکتا۔ میں نے خود ایک مرتبہ دونوں کو اسکے گھر سے نکلتے دیکھا
کون جانتا ہے۔ کہ وہ اُن کی مالی امداد کرتی ہو گی اور لڑائی پر نہ اُبھارتی ہو گی۔

خسرو پاشا۔ اگر یہ صحیح ہے تو میں اس حجت سے اسکا کچھ مال حاصل کر سکتا ہوں۔ میں آج ہی اُسکو بلاؤں گا۔ اور اُس سے سوال کرونگا کہ اپنے خرچ کا روزنامچہ دکھائے۔

محمد علی۔ اس معاملہ میں کسی قاضی یا شیخ کے بھیجنے سے کامیابی ہو گی۔ کیونکہ سب اسکے خیر خواہ ہیں اسکے ضرر کا کوئی خواہاں نہیں تمہارے پاس کوئی ثبوت نہیں جس سے اسکا جرم ثابت کر سکو۔ وہ خود بھی بہت ہوشیار ہے۔ خوب جواب دہی کرے گی۔

خسرو پاشا۔ (مسکراکر) میں خود اس سے گفتگو کروں گا۔ کیونکہ جب کسی کام کرنے پر آئے تو ثبوت گھڑتے کیا دیر لگتی ہے۔ ثبوت خود بنالیں گے۔

نہیں نہیں۔ پیادے اور پولیس کے آدمی ہزار دلیلیں گھڑ لیتے ہیں۔ اب تم جاؤ۔ میں تمہاری اس خیر خواہی کا بہت ممنون ہوں۔ میں ابھی اس پر عملدرآمد کرتا ہوں۔ تاکہ ست نفیسہ کو کچھ خبر نہ ہونے پائے۔

میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں اور ہمیشہ یاد رکھوں گا۔ کہ تم میرے ساتھیوں میں میرے سب سے زیادہ خیر خواہ اور چالاک ہو۔

دیکھو میں نے تمکو اپنا غلام نہیں کہا۔ بلکہ اپنے برابر کا کہتا ہوں۔ کیا تم اس سے خوش ہو اور دوست کہنے کی اجازت دیتے ہو۔

محمد علی نے اسکے جواب میں سر جھکا دیا زبان سے کچھ نہ کہا۔ اسکے بعد باہر چلا گیا۔ ابھی اس کو آئے ہوئے ایک گھنٹہ نہ ہوا تھا۔ دیکھا اس کے ساتھی صبر و خاموشی سے انتظار کر رہے ہیں۔
خواجہ سرا اسکے پیچھے اشرفیوں کی تھیلیاں لئے آرہا تھا۔ محمد علی جب اپنے قصر میں پہونچا۔ حکم دیا کہ دس سرداروں کو بلاؤ جب وہ آئے تو دیکھا۔ کہ محمد علی ایک دسترخوان کے کنارے کھڑا ہے جس پر اشرفیوں کی تھیلیاں رکھی ہوئی ہیں۔ محمد علی نے خندہ پیشانی سے انکا استقبال کیا اور کہنے لگا میں پاشا کے پاس تمہارے معاملہ میں گفتگو کرنے گیا تھا۔ اُس نے جواب دیا۔ ایک ہفتہ کی جو میعاد مقرر کی تھی وہ ابھی نہیں ختم ہوئی اسکا انتظار کرو۔ لیکن اوس نے میری کچھ تنخواہ دیدی ہے۔ کیونکہ میں جب سے آیا ہوں ابتک کچھ نہیں لیا ہے اُس نے مجھے یہ دس اشرفیوں کی تھیلیاں دی ہیں۔ میں اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ مجھے اُنکی سخت ضرورت ہے۔ لیکن مجھ سے یہ بھی نہیں ہو سکتا۔ کہ میں اپنی سپاہ

Marfat.com

کو تنگ دستی اور محتاجی میں دیکھوں۔ نہیں معلوم تمہاری تنخواہ کب بٹے۔ اسلئے میں اس مال کو بانٹ کر کہاؤں گا صرف پانچ ہتھیلیاں میں لیتا ہوں اور پانچ ہتھیلیاں اپنی جوانمرد اور خیر خواہ سپاہ کو دونگا۔ میں اپنے داروغہ کو مال تقسیم کرنیکے لئے بھیجتا ہوں یہ نہ سمجھنا کہ تمہاری تنخواہ میں مجرا لیا جائیگا۔ بلکہ میں اپنی طرف سے بطور ہدیہ اور اظہار خوشنودی کے دیتا ہوں۔ لوگوں نے ہمارے ہر دلعزیز افسر کی جے ہمارے مہربان افسر کی جے کے نعرے بلند کئے اُسکے بعد اُسکا دامن چومنے کے لئے لپکے۔ اُس نے اُن کو اس سے روک دیا اور حکم دیا کہ اپنے بستروں پر جاؤ لوگ خوشی سے اکڑتے ہوئے چلے اُنکے پیچھے داروغہ مال لیئے ہوئے تقسیم کرنے چلا۔ محمد علی مسکراتا ہُوا اُن کو دیکھتا اور اپنے دل میں کہتا تہا۔ کہ وہ میرے غلام ہو گئے میں نے اُن کو مول لے لیا۔ ہاں میری کھیتی بہت جلد بار آور ہو گی۔

اے خسرو تو میری رائے پر عمل کر اور ست نفیسہ پر ہاتھ ڈال جسکی تمام شہر عزت کرتا اور اُس کی غلامی کا دم بھرتا اور اس کی پاکبازی پر فخر کرتا ہے۔ اُس کی بزرگی پر ہاتھ ڈال دیکھ تیری بادشاہی کا دن آ گیا۔

محمد علی۔ اب ایک کام اور باقی رہ گیا ست نفیسہ کو خبردار کر دینا چاہیئے تاکہ وہ ہوشیار ہو جائے یہ کہکر کھڑکی سے باغ کی طرف چپکے سے کھسک گیا اور چور دروازہ کھول کے بازار میں جا پہونچا۔ کملی اوڑھے ہوئے تنگ گلیوں میں چلا جا رہا تہا۔ گلیاں خالی تھیں۔ اسلئے اسکو چھپنے میں اور بھی مدد ملی ست نفیسہ کے محل پر پہونچ کر ایک تنگ دروازے سے اندر گھس گیا۔ دیکھا کہ ایک عورت بیٹھی ہوئی اونی کپڑا بن رہی ہے اس سے پوچھا۔ کیا تو اس گھر کے داروغہ یوسف کی ماں ہے۔

بڑھیا۔ (گھبراکر) ہاں میں وہی ہوں۔ خدا کے لئے مجھے بتاؤ کہ تم کو میرے بیٹے سے کیا کام ہے۔ کیا کسی نے اس کی چغلی کہائی ہے۔ تم سچ جانو وہ لڑائی میں نہیں گیا تہا وہ قاہرہ سے باہر ہی نہیں نکلا وہ اپنی سیدہ کا سچا خادم ہے۔

محمد علی۔ میں یہہ سب جانتا ہوں میں اس سے ایک نہائت ضروری بات کہنے آیا ہوں وہ کہاں ہے۔

بڑھیا۔ اپنی سیدہ کی خدمت میں ہے۔ اگر تم چاہو تو میں ابھی بلا لاؤں۔ یہ کہکر ایک دوسرے دروازہ سے نکلگئی اور تہوڑی دیر میں اپنے بیٹے یوسف کو لیکر آ گئی۔

محمد علی۔ (یوسف سے مخاطب ہوکر) یوسف تم مجھے پہچانتے ہو۔

یوسف۔ جناب میں آپکو پہچانتا ہوں۔ کون ایسا ہے جو سپہ سالار محمد علی کو نہ جانتا ہو۔

Marfat.com

محمد علی - کیا تمکو اپنی سیدہ سے کچھہ محبت ہے ؟ محمد علی نے دیکھا کہ یوسف جواب دینے میں جھجکتا ہے تو کہا کیا تم اپنی سیدہ کو اس طرح دوست رکھتے ہو جیسے خیر خواہ غلام اپنے آقا کو ۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اس کی بہت بڑی خدمت بجالاؤ ۔

یوسف - ہاں جناب میں اسکا خیال رکھتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ اپنے دل و جان سے اسکی خدمت کروں

محمد علی - اچھا میری بات کان دھر کر سنو ۔ یوسف ! جو بات میں تمسے کہنا چاہتا ہوں وہ بہت بڑا راز ہے جسے میں تمہاری سیدہ کی محبت کی وجہ سے بتاتا ہوں ورنہ اسکا کہنا کچھہ نہیں چاہتا ۔ ہاں اسکو راز سمجھکر چھپائے رکھنا ۔ اور یہ کسی سے نہ کہنا کہ میں نے مجھے یہ بتایا ہے ۔ جاؤ اپنی سیدہ سے کہدو کہ روپیہ پیسہ جواہرات اور جو کچھہ قیمتی اسباب ہو اسکو جلدی سے کسی محفوظ جگہ میں رکھدے ۔ اس مکان میں کچھہ پوشیدہ خانے اور کوٹھریاں ضرور ہونگی جنکو کوئی نہ جانتا ہوگا ۔ اس سے کہو فوراً ان میں چھپادے ۔ لیکن خبردار اُسسے یہہ نہ بتانا کہ میں نے تمکو خبر دی ہے ۔ بلکہ کہنا مجھے خواب میں ایسا معلوم ہوا ہے ۔ محمد علی جب اپنے کام سے فارغ ہوگیا اپنی گلی اوڑھ کر واپس ہوا ۔ سپاہیوں کا مال تقسیم ہوچکا تہا ۔ وہ کہانے پینے میں مصروف تھے ۔ اسکو کسی نے نہ دیکھا ۔ وہ اپنے کمرہ میں پہونچکر لیٹ گیا اور دل میں کہتا جاتا اگر یا بانکو ست نفیسہ کا مال ہاتھ آتا تو میرے حق میں بہت برا ہوتا ۔ اور میرا کیا کام نکل جاتا لیکن اب نہیں ہوسکتا ۔

اے خسرو ! اب تیرے زوال کا وقت آگیا ۔ اگر تو ست نفیسہ کی ذرا بھی اہانت کی تو اور بھی زیادہ خطرہ میں پڑ جائیگا ۔ اور تو دیکھہ لیگا کہ سارا شہر تیرے اوپر کس طرح تلوار کھینچکر چڑھ آتا ہے ۔ تیرا آخری عمل ہے جب تو قعر ذلت میں گر جائیگا ۔ اسوقت معلوم ہوگا کون تیری پستی کا باعث تہا ۔ پھر اپنی نگاہ اُفق کی طرف اوٹھائی ۔ اور کہا اے جوہرہ ! تو اپنی ٹھنڈی قبر میں آرام سے سو ۔ میں نے انتقام لینا شروع کردیا ہے

فصل ہفتدہم

وارد خسرو نے محمد علی کی خبر کو بالکل نصیحت کا لغو نہیں سمجھا بلکہ اسیوقت اوٹھکر اپنی سیدہ کے پاس گیا ۔ اور تہوڑی دیر میں خزانہ اور جواہرات اور قیمتی اسباب پوشیدہ حجروں میں جو دیواروں کی تہ میں بنے ہوئے تھے رکھکر مقفل کردیا ۔ وارد نے مرنے سے پہلے یہ حجرے اپنی بی بی کو بتا گیا تہا ست نفیسہ اور اوس کے وارد خسرو یوسف بک کے سوا کسی کو ان پوشیدہ حجروں کا علم نہ تہا جب اسباب کے رکھنے سے

Marfat.com

فراغت ہوگئی اور ست نفیسہ اپنے کمرہ میں داخل ہوئی یوسف بک اوسکے پیچھے پیچھے گیا۔ اور اوس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھکر حجروں کی کنجیاں اُس کے سامنے پیش کیں۔

نفیسہ۔ (یوسف کیطرف تعجب سے دیکھکر) تم کیا چاہتے ہو؟ مجھے کنجیاں کیوں دیتے ہو؟ انہیں پاس رکھو انکی حفاظت کرو

یوسف۔ (ست نفیسہ کیطرف تعجب سے دیکھکر قریب تہا کہ راز فاش کردے) حضور؟ کیا آپ مجھپر اسقدر بھروسہ کرتی ہیں، کہ اس بیشمار دولت کی کنجیاں میرے سپرد کرتی ہیں۔

نفیسہ۔ (نہایت مہربانی سے) کیوں نہیں؟ میں اپنے شوہر کے عزیز داروغہ کو جسکو انہوں نے اپنا تمام کاروبار سپرد کردیا تہا اپنی کل دولت سپرد کرتی ہوں۔ یوسف؟ سنو اور میری بات یاد رکھو جب میں مرجاؤں۔ ۔ ۔

یوسف۔ (بے اختیار) جب میں مرجاؤں؟ حضور آپ کیا فرماتی ہیں۔

نفیسہ۔ (نرم آواز سے) کیا تم خیال کرتے ہو کہ میں ہمیشہ بیٹھی رہوں گی؟ کیا میں اپنے شوہر مراد بک کی طرح گوشت پوست سے نہیں بنی ہوں سنو؟ جب میں مرجاؤں۔ یہ کنجیاں عثمان بک بردیسی کے سپرد کردینا اور اُس سے کہدینا کہ یہ میری مرغوب دولت ہے اور ان حجروں میں تحفے ہیں جنکو میں اپنے دوستوں کو دینا چاہتی ہوں۔ یوسف میں تمکو اپنی وصیت پوری کرنیکے لئے مقرر کرتی ہوں۔ میں تمکو ایک کتاب دونگی جسمیں ان لوگوں کے نام لکھے ہیں جنکو میں تحفے دینا چاہتی ہوں۔ اسکے موافق تقسیم کردینا۔ پھر اوٹھکر اپنے خزانہ میں گئی اور وہاں سے ایک چھوٹی سی کتاب اوٹھا لائی جسپر خالص سونے کا قیمتی جواہرات سے جڑا ہوا غلاف چڑہا ہوا تہا۔ اور کہنے لگی اس کتاب میں ان لوگوں کے نام لکھے ہوئے ہیں جنکو میں اپنے تحفوں کی وصیت کرتی ہوں۔ میرے مرنے کے بعد انکو یہ تحفے دئے جائیں۔ جیسا اسمیں لکھا ہے تم اوس کی تعمیل کردینا لیکن یہ کتاب تم اپنے پاس رکھنا۔ اس پر قیمتی پتھروں سے میرا نام لکھا ہوا ہے۔ فرانسیسی سپاہ کے جنرل بوناپارٹ نے مجھے ہدیہ میں دی تھی اسکو حفاظت سے رکھنا اور میرا نام جب پڑھنا مجھے یاد کرلینا۔

یوسف۔ (اپنے درد کو نہ چھپا سکا اور رونے کے لہجے لگا) میری مالکہ! یہ رحم کیجئے آپ کے مرنے کے خیال سے میری روح پرواز کرتی ہے۔ مجھپر رحم کرکے موت کے ذکر کو رہنے دیجئے۔

نفیسہ۔ (مسکراکر) ہٹو اسکو چھوڑو اب اس کا ذکر نہ کرینگے۔ تم اپنے دل کو سنبہالو۔ مردانہ عورتوں کی طرح نہ روؤ۔ اپنے آنسوؤں کو روکو۔ مجھے یہ نہیں دیکھے جاتے ہیں۔

یوسف (آنسو پونچھکر) میرے حواس درست ہوگئے۔ آپ جو حکم دیں اوس کی تعمیل کرنیکو تیار ہوں۔

نفیسہ۔ (تھوڑی دیر خاموش رہکر گویا کہ وہ اُس اثر کو چھپانا چاہتی ہے جو یوسف کی محبت و شفقت بھری نگاہوں سے جو اوسکے دل پر تیر کا کام کررہی تھیں پیدا ہوا تھا۔ اب میری ایک ہی آرزو رہگئی ہے

Marfat.com

میں چاہتی ہوں اسے پورا کردو۔

یوسف۔ آپ جو چاہیں حکم دیں۔ آپ جانتی ہیں۔ کہ آپکا ذرا سا اشارہ میرے لئے آسمانی حکم کے برابر ہے جسکی اطاعت مجھپر فرض ہے۔ اگرچہ اسکی تعمیل میں میری جان ہی کیوں نہ جائے۔ مجھے حکم دیجئے کہ مرجاؤں

نفیسہ۔ (مرنے کا نام سُنکر لرز اُٹھی اور بات کاٹکر کہنے لگی) تو تم خود موت کا ذکر کرنے لگے۔ نہیں نہیں ہرگز نہ مرو تمکو اسکا فکر نہ کرنا چاہئیے۔ تمہاری ابھی اُٹھتی ہوئی جوانی ہے۔ یوسف سنو میں چاہتی ہوں کہ میرے بہترین گھوڑے پر سوار ہو کر عثمان بک بردیسی کے لشکر میں جاؤ۔

یوسف۔ (افسردہ ہوکر) نہیں آپ مجھے اسوقت یہ حکم نہ دیجئے۔ میں آپ سے عرض کرچکا ہوں۔ کہ ایک دوست نے ہمیں آنیوالے خطرہ سے آگاہ کردیا ہے۔ پھر آپ اپنے دارءغہ کو جس نے اپنے آقا مرادبک سے قسم کہائی ہے۔ کہ میں اپنی جان سے اس قصر اور اسکے رہنے والوں کی حفاظت کرونگا۔ دور جانے کا حکم دیتی ہیں۔ نہیں۔ اس خطرہ کے دور ہونے تک مجھے جانیکا حکم نہ دو۔ اسکے بعد آپ مجھے دُنیا کے کنارہ پر جانیکا حکم دیں تو میں آپکے حکم کی اطاعت کرونگا۔ میں اس خطرہ میں آپ کو تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔

نفیسہ۔ میں بھی جانتی ہوں۔ کیونکہ جو پیام میں عثمان بک کے پاس بھیجنا چاہتی ہوں وہ نہائیت اہم راز ہے۔ جسکے لئے میں تمہارے سواء کسی پر بھروسہ نہیں کرسکتی۔ میں تمکو ایک گھنٹہ کی مہلت دیتی ہوں۔ اسمیں تم اپنے جانیکا سامان کرلو اور قاہرہ سے چلے جاؤ۔ جب تک لشکر میں نہ پہنچ جاؤ راستہ میں کہیں آرام نہ کرنا۔

یوسف۔ مجھہ سے یہ نہیں ہوسکتا۔ خدا کے لئے مجھ پر رحم کرو اور خطرہ کے دور ہونے تک مجھے رہنے دو اسکے بعد میں چلا جاؤنگا۔

نفیسہ۔ (ترش رو ہوکر ناک بھوں چڑہاکر) یوسف میں تجھکو خیرخواہ فرمانبردار خیال کرتی تھی۔ اگرچہ میرے شوہر نے تجھے آزاد کردیا تہا۔ لیکن تونے قسم کہائی تھی۔ کہ ہمیشہ غلاموں کی طرح رہیگا۔ مجھے بہت افسوس ہے۔ کہ میں اپنے خیال کے بالکل برعکس دیکھہ رہی ہوں۔ یہ پہلا موقعہ ہے۔ جس میں تیری طاعت کی آزمائیش کرتی ہوں۔ مگر دیکھتی ہوں۔ کہ تو میرے حکم کو پس پشت ڈال رہا ہے۔ کہاں گیا تیرا وعدہ اور کہاں ہے تیری قسم۔ اب میں آخری مرتبہ کہتی ہوں۔ کہ اسوقت تو بردیسی کے لشکر میں چلا جا۔

یوسف۔ (نہائیت حسرت سے) آپ مجھے کُتے کی طرح نکالتی ہیں۔ کیا آپ چاہتی ہیں کہ لوگ مجھے بزدل نمک حرام کہیں۔

نفیسہ۔ کس کی مجال ہے جو اس قسم کی بات کہہ سکے؟

Marfat.com

یوسف۔ کیا آپ نہیں جانتیں۔ کہ جب میں لوٹ کر آؤنگا۔ میری طرف انگلیاں اوٹھینگی۔ کہ بزدل نمکحرام آگیا۔ اپنی سیدہ کو خطرہ میں مبتلا دیکھکر اُنکو اکیلا چھوڑ دیا۔ اور اپنی جان لے کر بھاگ گیا۔

نفیسہ۔ اگر لوگ تمہاری بابت ایسی افواہیں اوڑائیں گے تو میں اون کی تردید کر دونگی۔ اور ظاہر کر دونگی کہ مینے خود ہی زور دیکر تمکو بھیجا تھا۔ اب باتوں میں وقت ضائع ہو رہا ہے۔ تمکو چاہئے کہ میرے حکم کی تعمیل میں ذرا دیر نہ کرو۔

یوسف۔ کچھ مضائقہ نہیں۔ آپ مجھے جانیکا حکم دیتی ہیں۔ میں چلا جاؤں گا۔ مگر آپ اپنے غلام کا دل طعنے دے دے کر ٹکڑے ٹکڑے کیئے ڈالتی ہیں۔ آپ کو اس کی کیا پرواہ۔ بلکہ اگر میں اپنی زندگی غم و اندوہ سے کاٹوں۔ تو بھی آپکو کچھہ خیال نہ ہو۔ آپ تو مثل آسمان کے فرشتے کے ہیں جسے دوسروں کے درد دکھ کی کچھہ خبر نہیں۔ آپکا دل الماس کی طرح پاک صاف ہے۔ لیکن ویسا ہی سرد و سخت بھی ہے۔

نفیسہ۔ (ڈانٹ کر) یوسف تو مجھے سنگدل اور سرد مہری کا الزام لگاتا ہے۔ پھر تھوڑی دیر کیلئے خاموش ہوگئی دل کی چھپی ہوئی آگ کے شعلے اوٹھ کر آنکھوں میں چمکنے لگے۔ یوسف سے بھاگ کر الٹے ڈیگ پیچھے ہٹ گئی۔ یوسف دم بخود ٹکٹکی لگائے اسکی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ جلدی جلدی سانس لے رہی تھی جس سے سینہ اوبھرتا بیٹھتا تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ گرم سانسوں کو جو مونہہ تک چلی آتی ہیں۔ ضبط کر جائے۔ دفعتاً اوس نے اپنی حالت بدلی اور آگے آکر کہنے لگی یوسف تو نے بیجا ملامت کر کے میرے غصہ کو بھڑکا دیا۔ کسی کی مجال نہیں جو مرادبک کی بیوہ کو سنگدل سرد مہر کہہ سکے۔ تیرا آقا مجھے خوب جانتا تہا۔ میری محبت سے اچھی طرح واقف تہا۔ اگر اوس کے مرنیکے بعد میری بیدلی ظاہر ہوئی تو اسکا یہی سبب ہے۔ کہ مجھے اس سے محبت ہے۔ اور اُس کی یاد میرے دل میں باقی ہے۔ اسکا خیال رکھو اِسکے بعد کبھی ایسی بات کہنے کی جرأت نہ کرنا۔ اب فوراً میرے حکم کی تعمیل کرو۔

یوسف۔ بہتر میں ابھی جاتا ہوں۔ پیام پہنچا کر جسقدر جلد ممکن ہوگا واپس آجاؤنگا۔

نفیسہ نے تھوڑی دیر جواب میں تامل کیا۔ اور سیاہ لمبی پلکوں کو نیچے جھکا دیا۔ یہانتک کہ اوس نے دلی جذبات ظاہر کرنیوالی آنکھوں کو ڈھانپ لیا۔ اور چپکے سے آہ سرد کھینچکر کہا نہیں نہ لوٹنا۔

یوسف۔ (ایک چیخ مار کر) نہیں نہ لوٹوں۔

نفیسہ۔ یوسف میری بات سنو مجھے تمہارا بہت خیال رہتا ہے جبکہ تمہارے دوست و احباب معرکوں میں دشمن سے مقابلہ کر رہے ہوں۔ میں تم جیسے جوان کو روک رکھنا ظلم سمجھتی ہوں۔ تم کہتے ہو کہ اپنی سیدہ کو تنہا خطرہ میں چھوڑ جانا میرے واسطے موجب ننگ و عار ہوگا۔ لیکن میں کہتی ہوں کہ تمہارے جیسے

Marfat.com

جوان کے لئے ترقی و اکتساب فخر سے باز رہنا اور عیش و آرام میں گمنام زندگی بسر کرنا سراسر ننگ و عار ہے۔ اپنے آقا مراد بک کو یاد کرو کہ تلوار اُنکے ہاتھ سے کبھی ایک دن بھی جدا نہیں ہوئی۔ طبل جنگ بجتے ہی وہ میدان میں سب سے آگے ہوتے تھے۔ اگر اُن سے کوئی کہتا کہ آپ کیوں لڑنے کی تکلیف کرتے ہیں اپنے قصر میں جاکر آرام فرمائیں اور لوگ آپ کی طرف سے لڑلیں گے۔ اسکا کیا جواب ہوتا تھا یوسف تمکو بھی اُنکے قدم بقدم چلنا چاہیئے۔ مینے عثمان بک کو جو کچھ لکھا ہے اُس سے تمکو آگاہ کئے دیتی ہوں میں نے اُنکو لکھا ہے کہ میں اپنے عزیز خیرخواہ سچّے خادم اور اپنے گھر کے داروغہ کو تمہارے پاس بھیجتی ہوں۔ امید کرتی ہوں۔ کہ تم اسے اپنے ساتھ معرکہ میں لیجاؤگے۔ میں نے اُنکو یاد دلایا ہے۔ کہ میں انکے پاس وطن عزیز کی خدمت کے لئے اپنے سچّے خادم کو بھیجتی ہوں۔ اور امید کرتی ہوں کہ وہ تمکو معراج ترقی کے پہلے زینہ پر پہونچا دینگے تاکہ تم عزت و نام آوری حاصل کرسکو۔ اور اپنے مردانہ جوہر کو ثابت کر دکھاؤ۔

یوسف۔ (روکر) آہ وہ حسرت زادہ مجھے کتوں کی طرح نکالے دیتی ہے۔ مجھے اجازت نہیں دیتی کہ میں اسکے دروازہ پر مرجاؤں۔

نفیسہ۔ (غمگین آواز سے) یوسف ہ! ایسا ہرگز نہیں۔ میں تمہیں کتّے کی طرح نہیں نکالتی ہوں بلکہ میں تمہیں وہ راستہ دکھاتی ہوں جسپر چلکر تم ملک کے سردار اور امیر بنجاؤ۔ نام آوری اور حکومت کی لذّت خانہ داری کی لذت سے بڑھکر ہے۔ تم اسی غرض کے حاصل کرنیکی کوشش کرو اور اسکو پیش نظر رکھو۔ اس سے تم بڑے آدمی ہوجاؤگے۔ شعرا تمہاری تعریف کے گیت گائینگے۔

یوسف۔ میں اسی امید پر تمہاری جدائی کے دن کاٹوں گی۔ اسے اپنے آخری فقرہ اور آواز کے لہجہ سے یہ اندیشہ ہوا کہ اسکا راز فاش ہوا جاتا ہے۔ اسلئے اُسنے اپنی بات کو یوں پورا کیا۔ کہ میں تمکو اپنے شوہر کے خیرخواہ دوست کی طرح چاہتی ہوں۔ جاؤ۔ اسی وقت چلے جاؤ۔ میرے ان کلمات کو الوداعی کلمات سمجھو۔ جب لڑائی میں جاؤ تو مجھے یاد کرنا۔ اور یاد رکھنا کہ تمہاری کامیابی میرے فخر کا سبب ہوگی۔

یوسف۔ (حسرت و افسوس سے) اے میری سیّدہ میں جاتا ہوں۔ اے ستّ نفیسہ میں مرنے کے لئے جاتا ہوں۔

نفیسہ۔ مرنے کے لئے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ تم موت کا خیال نہ کرو۔ تم ہرگز نہ مروگے۔

یوسف۔ موت سے کیونکر چھٹکارا ہو سکتا ہے۔ آپ مجھے موت کے مونھ میں بھیج رہی ہیں نہیں نہیں

Marfat.com

یہ خیال نہ کیجئے کہ میں خوف کی وجہ سے ایسی باتیں کر رہا ہوں۔ میرے آقا نے بار ہا میرے متعلق
پ سے بیان کیا ہے کہ میں موت کو کچھ نہیں سمجھتا اور نڈر دل لیکر خطرات میں گھس جاتا ہوں صف
ال میں کھڑے ہونے اور زخمیوں اور لاشوں کو پامال کرنے سے خوش ہوتا ہوں۔ مگر اسوقت میں نے
لئے جاتا ہوں۔ دشمن کی گولیوں کا نشانہ بنوں گا۔ شائد میں اپنی زندگی کے وبال سے چھوٹ جاؤں
نفیسہ۔ (اپنے جذبات کو روک کر) یوسف ہ میں اسوقت تک خیال کرتی تھی کہ تمہاری سیدہ ہوں۔
سف۔ (دردناک آواز سے) ہاں اسوقت تک آپ میری سیدہ تہیں۔ لیکن اب کیسے کیطرح نکالتی ہیں
نفیسہ۔ خواہ تم میرے پاس ہو یا مجھسے الگ ہو لیکن تم میری ہو۔ تمکو میری اطاعت کرنا چاہیئے تم
زاد ہو مگر پھر بھی مقید ہو۔ انہیں قیود کی قسم دیکر میں تمسے کہتی ہوں کہ موت کو نہ تلاش کرو۔ بلکہ
بلندی اور نام آوری طلب کرو میں چاہتی ہوں کہ تم امیر اور یوسف بک بنکر لوٹو۔ اسطرح میں
تمہاری واپسی کی آرزومند ہوں اور اسوقت ... اتنا کہنے کے بعد تھوڑی دیر ٹھہر گئی۔ اور
ں بات بنائی۔ اب تمہیں میری خواہش معلوم ہوگئی۔ تم مجھسے قسم کھاؤ۔ کہ موت کی خواہش نہ کروگے
سم کھاؤ۔ کہ بہادروں کی طرح اپنے ملک اپنے قوم اور نام آوری کے لئے لڑوگے۔ خودکشی نا امیدی
زدلوں کا کام ہے جسپر خدا کی لعنت اور دوزخ کا عذاب ہے۔ قسم کھاؤ۔ کہ میری مرضی کے مطابق کروگے
ر اپنی جان کو بچاؤگے۔ کیونکہ وہ بہت قابل قدر ہے۔ یاد رکھو کہ تمہاری سیدہ نفیسہ تمکو اسکا حکم
یتی ہے۔

یوسف۔ میں آپ کی اطاعت کرنیکا وعدہ کرتا ہوں اور قسم کھاتا ہوں۔ کہ اپنی نا امیدی کے خلاف
کوشش کرونگا۔ زندہ رہونگا۔ اور آپکے حکم کی تعمیل کرونگا۔ تاکہ لوٹ کر آپکے موںھ سے تعریف کا کلمہ
سنوں۔ آپ اپنے غلام کی خبریں عنقریب سن لینگی۔ شائد میں آپکا دل خوش کرسکوں۔ اب میں
آپکا مقصد سمجھ گیا۔ آپ میری خیر اندیش ہیں چاہتی ہیں کہ گمنام یوسف نہ رہے اور یوسف بک بنکر
آئے۔ میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ آپکی آرزو پوری کرے۔ اور میری طرف سے آپکو جزائے خیر عنایت کرے
اپنے مجھسے زیادہ میرا خیال کیا۔ میں اب سب سمجھ گیا۔ دیر کرنے اور کمزوری ... ہو جانے کی
معافی چاہتا ہوں یہ کہکر اُسنے اپنے ہاتھوں سے موںھ چھپا لیا اور سر ... لٹکا دیا۔ نفیسہ ...
اسے دیکھ رہی تھی۔ لیکن وہ ان آثار کو نہ دیکھ سکی جو رنج و خوف کی وجہ سے اس کے چہرہ پر نمودار
ہوئے۔ جب وہ بلدہ اوسکا چہرہ کھلا نفیسہ نے اپنا موںھ پھیر لیا۔ یوسف نے کہا معاف کیجئے۔ گذشتہ
تعاقب کی ... نے مجھے کمزور کردیا تھا۔ اور میں اسی پر رونے لگا۔ لیکن اب سب جاتا رہا۔ میرے حواس درست

Marfat.com

ہوگئے میں تعمیل حکم کرونگا۔ اور خودکشی سے باز رہونگا۔ اور اگر مرگیا تو ازحد خوشی ہوگی۔ اب میں رخصت ہوتا ہوں پھر گھٹنوں کے بل اُسکے سامنے گرگیا اور اسکے دامن کو بوسہ دیکر اوٹھا اور باہر چلا گیا۔ اور نگاہ اوٹھا کر دوبارہ اُسکی طرف نہیں دیکھا۔ لیکن ست نفیسہ اُسکو برابر دیکھتی رہی۔ اپنے دونوں ہاتھ پھیلادئے گویا اوسکو روکنا چاہتی ہے۔ اور اُس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی جنکو وہ دیر سے روکے ہوئے تھی۔ پھر کہنے لگی آہ میں اسے چاہتی ہوں خدا جانتا ہے کہ میں اسی چاہتی ہوں خدایا اسکو فتح وظفر کیساتھ میرے پاس واپس لا۔ مجھے اسکی محبّت اور اُن مصایب کا نعم البدل دینے کی توفیق دے جو اسکو میری وجہ سے اوٹھانے پڑیں۔ الٰہی تو اسکو صحیح وسالم امیر بناکر میری پاس واپس لانا۔ کہ میں اسکو اپنا شوہر بناؤں کیونکہ میں اسے چاہتی ہوں۔

تھوڑی دیر کے بعد قصر سے یوسف کی سواری نکلنے کی آواز آئی۔ اُس نے ایک آہ سرد بھرکر ان کلمات کو بار بار کہنا شروع کیا۔ الٰہی تو اسکا محافظ ہو اور صحیح وسالم اسکو میرے پاس واپس لائیو۔ تو جانتا ہے میں اسکو دل وجان سے چاہتی ہوں اسکے بعد پلنگ پر پڑ رہی اور رومال لے کر اپنا موںھ چھپالیا اور رونے لگی۔

فصل ہشتدہم

گرفتاری

یوسف کو گئے ہوئے ابھی دو گھنٹہ نہیں ہوئے تھے۔ کہ دو لونڈیاں نفیسہ کے کمرہ میں آئیں۔ اُن کے چہروں پر خوف وہراس کے آثار نمایاں تھے۔ نفیسہ پلنگ پر پڑی ہوئی سسکیاں لے رہی تھی۔ اُن کے آتے ہی آنسو پونچھ پانچھ کر سنبھل کر بیٹھ گئی۔ ایک لونڈی نے عرض کیا۔ کہ بیگم صاحبہ دروازہ پر کچھ لوگ کھڑے ہیں۔ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔

نفیسہ۔ (اوٹھکر) تمہاری کیا حالت ہے۔ کون مجھ سے ملنے آیا ہے؟

لونڈی۔ حضور یہ قاضی صاحب اور اون کے ساتھ چار سرکاری پیادے ہیں۔

نفیسہ۔ (برافروختہ ہوکر) تو کیا بکتی ہے۔ کیا سرکاری پیادے۔ بے اجازت میرے گھر میں گھس آئینگے

Marfat.com

وہ کیا چاہتے ہیں ؟ تو نے اُن سے آنکی وجہ کیوں نہیں دریافت کی
لونڈی ۔ قاضی نے مجھسے بیان کیا ہے ۔ کہ وہ پاشا کا پیام لیکر آئے ہیں ۔
نفیسہ ۔ اگر اسکے لئے آئے ہیں تو آنے دے لونڈی نے دروازہ کھولدیا اور قاضی مع چار پیادوں کے اندر داخل ہوا
قاضی (نفیسہ کے سامنے سر جھکاکر) حضور ! پاشا نے آپکو ملنے کے لئے قلعہ میں اسیوقت بلایا ہے ۔ آپ میرے ساتھ چلیئے
نفیسہ ۔ وہ مجھے کیوں بلاتا ہے ۔ اسکو مجھسے کیا غرض ۔
قاضی ۔ مجھے یہ نہیں معلوم اونہوں نے مجھے یہ خط دیا ہے ۔ یہ کہکر اوس نے ایک سربمہر خط نکالکر پیش کیا ۔
نفیسہ ۔ (اطمینان سے اسکو دیکھکر) بیشک یہ پاشا کی مہر ہے ۔ کچھہ مضائقہ نہیں ۔ میں اسیوقت چلتی ہوں میری سواری دروازہ پر لگانے کا حکم دیدو ۔

نفیسہ کے کلام میں اسقدر ہیبت و حکومت کی شان تھی کہ قاضی کو بجز تعمیل کے اور کچھہ نہ بن پڑا ۔ خود ہی باہر گیا اور ایک آدمی کو گاڑی لانے کے لئے بھیجکر اوسکے پاس واپس آیا اور کہنے لگا کہ مجھے یہ بھی حکم ہے کہ آپ کی غیبت میں آپکے مکان پر پہرہ بٹھادوں تاکہ کوئی آ جا نہ سکے ۔
نفیسہ ۔ تمہارا جو جی چاہے کرو ۔ پاشا خود مختار ہے جو کچھہ اسکے دل میں آتا ہے کرتا ہے ۔ اسکے لئے کوئی قانون قاعدہ نہیں ہے لیکن تم جو کہتے ہو کہ کسی کو آنے جانے نہ دو ۔ اسکی مجھے کچھہ پرواہ نہیں یہ اوروں سے جاکر کہو ۔ میں ان باتوں سے نہیں ڈرتی ۔ لیکن میں جانتی ہوں کہ اُنہوں نے عورتوں کو ساتھ لینے سے نہ منع کیا ہوگا کیونکہ مراد بک کی بیوہ بے خواصوں کے نہیں نکل سکتی ۔
قاضی ۔ مجھے اس سے روکنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے ۔ آپ جسے چاہیں لیجا سکتی ہیں ۔
نفیسہ ۔ میرے ساتھ یہ دو لونڈیاں جائیں گی ۔

اسکے بعد وہ نہائیت وقار سے اوٹھی اور برآمدہ میں نکلکر دونوں لونڈیوں کو ساتھ چلنے کا حکمدیا اور باقی خادموں کی طرف دیکھکر کہا ۔ تم کسی بات سے نہ ڈرنا ۔ قاضی تمہاری حفاظت کے لئے اپنے سپاہی چھوڑ جائے گا ۔ پھر ہے اشارہ کرکے سب کو رخصت کیا ۔ اور نقاب ڈال کر گاڑی میں سوار ہوگئی قاضی اوسکا رعب و داب دیکھکر اپنی اس کارروائی سے نادم ہوا ۔ اور مؤدب اسکے سامنے کھڑا ہوگیا جب وہ اپنی خواصوں کو لیکر اندر بیٹھ گئی ۔ گاڑی کا دروازہ بند کردیا ۔ اور خود اوس کے پیچھے ہو لیا ۔

جب گاڑی چلنے لگی نفیسہ نے اپنی مسند پر تکیہ لگالیا اور سوچنے لگی ۔ یہ سوچ اپنے متعلق نہ تہا ۔ بلکہ اپنے لاروغہ کے متعلق جسکو ابھی تھوڑی دیر ہوئی روانہ کرچکی تھی ۔ اپنے دلمیں کہنے لگی خدا کا شکر ہے کہ میں اسی پہلے سے روانہ کرچکی تھی ۔ ورنہ اگر وہ اسوقت یہاں ہوتا اور یہ ماجرا دیکھتا ۔ اوس سے صبر نہ ہوتا ۔ بلکہ وہ ایسی تدبیر کر بیٹھتا جسکا انجام بُرا ہوتا ۔ مجرموں کی طرح گرفتار ہو جاتا ۔ اب میں نے اسے بچادیا اور کسی برائی کا اندیشہ نہیں رہا ۔ گاڑی چلتے چلتے سڑک بازار میں پہنچی ۔ جہاں آدمیوں کی بہت بھیڑ تھی ۔ لوگوں کو گاڑی کا آنا بہت ناگوار ہوا ۔ اون کی آمد و رفت میں خلل پڑ گیا ۔ اور شور مچا کر اعتراض اور افسوس کرنے لگے بست نفیسہ نے

Marfat.com

اون کا غل عنا ڑا منسکر گھوڑے کا پردہ ہٹا دیا۔ اور چہرہ سے نقاب دور کر دی۔ لوگ اوسے دیکھ کہنے لگے ہماری سیدہ ست نفیسہ مراد بک کی بیوہ ہیں۔ سبھوں نے اس آواز کو ایک دوسرے تک پہونچا دیا۔ خرید و فروخت بالکل بند ہو گئی۔ اور لوگ دوڑ دوڑ کر گاڑی کے پاس آنے اور دریافت کرنے لگے۔ کہ ہماری سیدہ نے کیوں اسطرف گذرنے کی تکلیف اوٹھائی۔ یہ معلوم کر کے کہ وہ پاشا کے حکم سے قلعہ جا رہی ہیں۔ سب اپنا اپنا کاروبار چھوڑ اُسکے ساتھ ہوئے۔ جیوں جیوں آگے بڑھتے جاتے تھے۔ لوگ اون کے ساتھ ملتے جاتے تھے۔ قلعہ تک پہونچتے پہونچتے بہت بڑی بھیڑ ہو گئی۔ جب گاڑی قلعہ کے دروازہ پر پہونچ گئی دربان نے دروازہ کھولا۔ اور اُسکے اندر جاتے ہی فوراً بند کر لیا تاکہ لوگ اندر نہ جا سکیں۔ یہ دیکھ کر لوگوں کو یقین ہو گیا۔ کہ دال میں کچھ کالا ہے۔ اور پوری قوت سے چیخنے لگے۔ کہ ست نفیسہ کو گرفتار کر لیا۔ ہم اسکو ان کے ہاتھوں سے چھڑا لینگے۔ گاڑی تھوڑی دور ہی آگے بڑھی تھی۔ کہ ست نفیسہ اور اوس کی لونڈیاں پیدل ہو لیں۔ آگے آگے قاضی تھا اوس کے پیچھے یہ جا رہی تھیں جس قصر میں پاشا رہتا تھا۔ قاضی نے اونکو اُسکے برآمدہ میں پہونچا کر کہا۔ اطلاع کرنے تک یہیں ٹھہریے۔ ست نفیسہ نے اپنا نقاب ڈال لیا تھا بے خوف و ہراس برآمدہ کے بیچ کھڑی تھی۔ اسکے چہرہ پر شاہانہ جاہ و جلال برستا تھا۔ لیکن لونڈیاں روتی ہوئی آئیں اور پوچھنے لگیں کہ اگر آپ کے قلعہ میں آنیکا نتیجہ خوفناک ہوا

لونڈیاں۔ پاشا نے ہمیں ساتھ نہ رہنے دیا تو کیا ہوگا۔ ست نفیسہ نے اُن سے کہا آنسو نہ بہاؤ اور نہ اپنا خوف ظاہر کرو۔ میں نہیں چاہتی کہ پاشا اسے دیکھکر خوش ہو۔ اور جب تک دل سے خوف نہیں نکل گیا۔ برابر اُن سے باتیں کرتی اور جرأت دلاتی رہی۔ اتنے میں قاضی دوبارہ آیا اور کہا۔ پاشا ملاقات کیلئے۔

ست نفیسہ۔ کیا میں تنہا جاؤں۔

قاضی۔ ہاں وہ تمہارے ساتھ کسی کا جانا نہیں چاہتا۔ ست نفیسہ بے پرواہی ظاہر کر کے اسی درد میں گھسی جسکی طرف قاضی نے اشارہ کیا تھا۔ قاضی نے اُسکے جانیکے بعد پردہ ڈال دیا۔

خسرو شہ نشین میں تکیہ لگائے سگار پی رہا تھا اور دروازہ کو دیکھ رہا تھا۔ ست نفیسہ جب اندر داخل ہوئی اور اسکو اس حال میں دیکھا۔ اپنی جگہ پر کھڑی ہو گئی اور اس جاہ و جلال سے پاشا کیطرف دیکھا کہ اس کی ہیئت بدل گئی۔ اپنی درشتی نہ ظاہر کر سکا اور اوسکے استقبال کے لئے آگے بڑھ کر سلام کیا۔

ست نفیسہ۔ میں تجھے سلام کا جواب نہ دونگی کیونکہ تو نے مجھے دستہ کے ساتھ بلوایا ہے اور اس سے مجھے بھی تعجب ہوا کہ سلام و جواب کے لئے تو نے مجھے اس حالت سے بلایا۔

Marfat.com

خسرو پاشا۔ مینے تمکو صرف سلام کرنے کیلئے نہیں بلایا۔ مہربانی کرکے اس مسند پر بیٹھ جاؤ۔ تاکہ برابر بیٹھکر گفتگو کریں۔

ست نفیسہ۔ برابر بیٹھ کر دوست اور مصاحب باتیں کرتے ہیں لیکن بدقسمتی سے میں کسی میں نہیں ہوں خیر کچھ مضایقہ نہیں یہ کہکر آگے بڑہی اور کرسی پر بیٹھ گئی۔ اور خسرو پاشا کھڑا رہ گیا۔ ست نفیسہ نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ کہ شہ نشین پر بیٹھ جاؤ۔ اور کہنے لگی اونچی جگہ پر صرف نایب ہی کو بیٹھنا چاہیئے۔ آپ اس پر تشریف رکھیں

خسرو پاشا۔ میں چاہتا تھا کہ آپ سے اجازت لیکر آپ کے پاس بیٹھتا اور دوستوں کی طرح باتیں کرتا۔ لیکن اسکو آپ پسند نہیں کرتیں اور چاہتی ہیں کہ آپکے سامنے نایب اور پاشا نیار ہوں۔ خیر کچھ حرج نہیں مینے آپ کو اپنے پاس بلایا ہے۔

ست نفیسہ۔ بات کاٹ کر۔ یہ نہ کہو کہ مینے بلایا ہے۔ بلکہ یہ کہو کہ تمنے نامہذب طریقہ سے یہاں لانیکا حکم دیا

خسرو پاشا۔ آپ اس سے کبیدہ خاطر نہ ہوں۔ میں آپسے ایک اہم معاملہ میں گفتگو کرنیوالا ہوں جو بدقسمتی سے آپ کی جانب منسوب کیا گیا ہے۔ آپ جانتی ہیں کہ غلاموں کے افعال کے جواب دہ اونکے آقا ہوا کرتے ہیں۔ اسیوجہ سے مینے آپکو بلایا ہے۔ کہ آپ کے داروغہ یوسف کی حرکت کا آپ سے جواب طلب کروں

ست نفیسہ۔ غلام اگر کوئی برا کام کرے اور آقا اوسکو اپنے پاس سے نہ نکالدے تب تو وہ جواب دہ ہوسکتا ہے۔ اب بتائیے میرے داروغہ نے کیا برا کام کیا۔

داروغہ کا نام سنتے ہی ست نفیسہ پر خوف طاری ہوگیا تہا۔ لیکن خوش قسمتی سے اوسکے چہرہ پر نقاب پڑا ہوا تہا۔ اسوجہ سے خوف و دہشت کے جو کچھ آثار نمایاں ہوئے اون کو پاشا نہ دیکھ سکا اور ست نفیسہ سے کہنے لگا۔ کہ آپکا داروغہ یوسف میری فوج کو نافرمانی پر ابہارتا اور اس کی ترغیب دیتا ہے۔

ست نفیسہ۔ اوچیخ کر۔ بالکل جہونٹ اور بہتان ہے۔ میرے داروغہ نے ہرگز ایسا نہیں کیا۔ وہ بہترین سے راست باز اور امانت دار ہے۔ اس جہوٹی چغلی کو ہرگز سچ نہ جانو۔

پاشا۔ اس خبر کی تصدیق ضروری ہے کیونکہ مجھے اچھی طرح سے معلوم ہوگیا ہے۔ کہ اوسنے ایک میرے ارمنی سپاہی کو ورغلاتا تھا۔ کہ مجھے چھوڑکر بردیسی کے لشکر میں ملجائے۔ اگرچہ یوسف اوسکو بہت لالچ دلاتا رہا۔ لیکن خوش قسمتی سے اس سپاہی نے اس درخواست کو نامنظور کیا۔ اور سب آکر مجھسے بیان کردیا اگر آپ زیادہ ثبوت چاہتی ہیں تو دیکھئے یہہ کہکر اپنی جیب سے ایک پرچہ نکالا اور اوسکو کھول کر دو ہری دکہایا۔ اور کہنے لگا یہہ خط یوسف نے صادق آغا کے پاس بھیجا تہا۔ اس میں اوس نے وعدہ کیا ہے۔ کہ اگر بردیسی کے لشکر میں چلے جاؤگے تمہاری تنخواہ دوگنی کردیجائے گی۔ کیا آپ اس ثبوت پر اکتفا کریں گی کیونکہ یہ اسکے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور اس پر اس کی مہر ہے۔

Marfat.com

ست نفیسہ۔ میں یقین کرتی ہوں۔ کہ اسمیں کوئی فریب ہے اور وہ اس کمینہ تہمت سے بالکل بری
آپ مجھے یہ خط دیجئے تاکہ میں دیکھوں کیونکہ میں اپنے داروغہ کا خط اور مُہر پہچانتی ہوں۔
خسرو پاشا۔ (خط کو جیب میں رکھ کر) دکھانے کی کوئی ضرورت نہیں مجھے اسکے جرم کا یقین ہے اور
اسکا نام خیانت ہے۔ اس خیانت کیوجہ سے وہ سزا کا مستحق ہو گیا۔ اور میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ غلاموں
کے افعال کی ذمہ دار اونکے آقا ہیں۔ اسلیئے آپ اپنے خادم کے جرم کی جواب دہ ہیں۔
ست نفیسہ۔ یہ درست نہیں۔ کیونکہ یوسف میرا خادم نہیں ہا۔ میں اس سے کچھ سروکار نہیں رکھتی
نہ اسوجہ سے کہ اس سے کوئی گناہ سرزد ہوا۔ یا اُس نے خدمت میں کوتاہی کی۔ بلکہ چونکہ میں اس کی
خیراندیش ہوں۔ اور جانتی ہوں۔ کہ وہ اسلیئے نہیں پیدا ہوا کہ میری خدمت میں اپنی زندگی گذارے
اور آئندہ اقبال مندی سے محروم رہے۔ اسلیئے میں نے اوسے آزاد کر دیا تاکہ اوسے اپنی شجاعت کے
اظہار اور کامیاب ہونیکا موقع ملجائے اور تلوار کھینچکر اپنی بہادری ثابت کر دکہائے۔ لہذا وہ بردیسی
کے لشکر میں شامل ہونے کے لئے گیا ہے۔
خسرو پاشا۔ (رکمدر ہوکر) آپ تو خود ہی اقرار کر رہی ہیں کہ مراد بک کی بیوہ ست نفیسہ اپنے گھر
فوج مرتب کرتی اور ہمارے دشمن کے پاس بھیجتی ہے۔
ست نفیسہ۔ کیا آپ یہ امید رکھتے ہیں۔ کہ سردار ممالیک کی بیوہ لشکر مرتب کر کے اپنے شوہر کے دشمنوں
کے پاس بھیجے گی۔ میں جانتی ہوں۔ کہ آپنے میری بات ہرگز نہیں سمجھی۔ سنو میں لشکر مرتب کرنے میں نہیں
لگی رہتی۔ یوسف کو میرا خاوند کم سنی میں لے آیا تھا۔ بیٹے کی طرح سے اس کی پرورش کی۔ جب میرے شوہر
کا انتقال ہو گیا۔ وہ میرے ہی مکان پر رہا۔ لیکن آخر میں اسکا دل اس گمنامی کی زندگی سے بہت اکتا
گیا۔ اسلیئے اوس نے خواہش کی کہ میں اُسے خدمت سے آزاد کر دوں۔ مینے ایسا ہی کیا۔ میں آپکو یقین
دلاتی ہوں کہ وہ اس تہمت سے بری ہے اس نے یہ خط ہرگز نہیں لکھا۔ کیونکہ یوسف لکھنا جانتا ہی
نہیں۔ پھر یہ خط اوسکا کسطرح ہو سکتا ہے۔ ہاں وہ کاغذ پر قلم چلانا نہیں جانتا۔ لیکن وہ اپنی تلوار
سے ایسے نقوش کرتا ہے کہ دشمنوں کے موئنہ سے کبھی نہیں مٹتے
پاشا۔ تم بہت بیباکی اور ڈھٹائی سے گفتگو کر رہی ہو۔
ست نفیسہ۔ مگر تمہارے برابر ابھی میں نہیں پہونچی۔ تم نہیں جانتے کہ تم باکدامن شریف عورت
سے باتیں کر رہے ہو۔ اور اوسکو خیانت و عیب لگاتے ہو۔
پاشا۔ میں نے تمہاری ذرا بھی اہانت نہیں کی۔ تم خود اقرار کر چکی ہو۔ کہ غلاموں کے افعال کی ذمہ دار

Marfat.com

ن کے آقا ہیں پس تمنے خود اپنے اوپر جرم عائد کر لیا ہے۔ میں تمسے اپنی پہلی بات یہ کہتا ہوں کہ تمہارے
زم یوسف نے میری فوج کو سرکشی پر اُبھارا ہے۔ میں اسکے سوا تمپر کوئی اور الزام نہیں لگاتا۔

ت نفیسہ۔ (نقاب الٹ کر) ہاں اس سے زیادہ تو نے میرے ساتھ بدسلوکی کی ہے میری طرف دیکھ تو نے
ے رسوا کیا۔ میں مراد بک کی بیوہ ہوں۔ تو نے مجھے پیادوں سے پکڑوا بلایا۔ ہاں تو نے شریف خاندانی عورت
اہانت کی ہے۔ کیا تو ملک کے رسم و رواج سے آگاہ نہیں ہے۔ کیا تو نہیں جانتا۔ کہ جب تو کسی عورت کو
ادوں سے پکڑوا بلائیگا۔ اس کی شرافت پر ایسا داغ لگ جائیگا۔ جو قیامت تک نہیں چھوٹ سکتا وہ
بل و خوار ہو جائیگی قوم اوسکو ہدف ملامت بنائے گی اور آدمیت اُس سے جاتی رہے گی۔

پاشا۔ تمکو اس سے برافروختہ ہونا ہرگز نہ چاہیئے۔ جو تم بیان کرتی ہو۔ مینے ہرگز نہیں کیا۔ میں نے تمہارے
بلانے کے لئے قاضی صاحب کو روانہ کیا۔ تمکو اس رعایت سے خوش ہونا چاہیئے تہا۔ لیکن ہمکو ان جھگڑوں سے
لیا ہم تمکو تمہارے غلام کے جرم کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں۔ ہمیں تو اسوقت دوسرے معاملہ سے بحث ہی
در اس کی خیانت کا تمکو الزام دیتے ہیں۔ تمکو اسکی سزا بھگتنا چاہیئے۔

ت نفیسہ۔ اچھا تم میرے قتل کا حکم دیدو۔ تم مجھے قتل کرو تمہیں معلوم ہو جائیگا۔ کہ مصر بلکہ ساری دُنیا
تمکو قاتل کے نام سے پکارے گی۔

پاشا۔ تم اپنی باتوں سے میرے غصہ کو بھڑکاتی ہو۔ تمکو چاہیئے تہا۔ کہ اپنے خادم کیلئے معافی کی درخواست
کرتیں اور مجھسے التجا کرتیں کہ میں اس خط کو پہاڑ ڈالو جس سے اسکا جُرم ثابت ہوتا ہے۔ اور فوج کو خوش
کرنیکے لئے مجھے کچھ مال دیتیں۔

ت نفیسہ۔ مراد بک کی بیوہ کے پاس مال کہاں۔ تمنے میرے گھر پر سپاہی مقرر کئے ہیں۔ انکو حکم دیدو
میرے گھر میں مال تلاش کریں اور جو کچھ اُنہیں ملجائے لے لیں۔ میں پہلے ضرور مالدار تھی۔ لیکن لڑائیوں
اور فوج کے مصارف میں سب خرچ ہو گیا۔ اور فرض کرو تمہارے خیال کے موافق میرے پاس مال ہے لیکن
تم یقین رکھو کہ میں اوسے اپنے شوہر کے دشمنوں کو دینے سے نیل میں ڈال دینے کو بہتر جانتی ہوں۔
اب مجھے تمسے کچھ کہنا نہیں ہے۔ ہاں میرا داروغہ یوسف اس تہمت سے بری ہے۔ اور جو اوسپر تہمت لگاتا ہے
وہ جھوٹا ہے۔ اگر تم اب بھی مجھے سزا دینے پر اڑے ہوئے ہو تو جو کچھ تمہیں کرنا ہو کرو۔ خیانت کی سزا موت کے
سوا کچھ نہیں ہے لیکن میں تمہیں آگاہ کرتی ہوں کہ اگر تمنے مجھے قتل کیا۔ تو آفتاب غروب ہونیسے پہلے پہلے تم
ذلت و خواری۔ محتاجی و تنگدستی کے ساتھ نکال دئے جاؤگے۔ دُور سے اس شاداب ملک کو جسمیں اسوقت
عیش و عشرت کر رہے ہو حسرت کی نگاہوں سے دیکھو گے۔ اور تم اپنی قسمت کو پھر روؤ گے۔

Marfat.com

پاشا۔ اگر ہم میں مجرموں کو سزا دینے کی قوت ہے تو اس پر غور و فکر کرینگے۔ یہہ کہکر کھڑا ہوگیا۔ اور دروازے کی طرف جاکر خواجہ سرا کو آواز دی اور اُس سے کہا۔ کہ اس عورت کو پرانے قلعہ میں شیخ حسینی کے یہاں لیجاؤ اُن سے کہدینا کہ اچھی طرح حفاظت کریں۔ اور کسی کو اسکے پاس نہ آنے دیں۔

ست نفیسہ۔ (خوجی کیطرف متوجہ ہوکر) نہیں یُوں کہنا وہ مجھے حراست میں رکھے۔ اور اس وحشت ناک قید خانہ کی حفاظت کرے۔ خیر میں رخصت ہوتی ہوں اور قید خانہ میں جاتی ہوں۔ اور دعا کروں گی کہ خدا نے تمہیں دل دیا ہے تو اوسکو خوش رکھے۔ اسکے بعد ست نفیسہ نے اپنے منہہ پر نقاب ڈال لیا اور کمرے سے باہر نکلی دیکھا۔ کہ اسکی دونوں لونڈیاں اسکا انتظار کررہی ہیں۔ اُس نے انکو اپنے پیچھے آنیکا حکم دیا اور خود اون کے آگے آگے چلی۔ گویا کوئی بیگم اپنے محل میں سیر کررہی ہے جب اپنی گاڑی کے پاس پہونچی۔ اوس پر سوار ہونیکا ارادہ کیا۔ قاضی نے اسے روک لیا اور کہنے لگا۔ کہ گاڑی کی کوئی ضرورت نہیں یہ شیخ حسینی کی حویلی اسی چھوٹے دروازے کی پشت پر ہے۔

ست نفیسہ۔ میں تمہارا مطلب سمجھہ گئی۔ تم ڈرتے ہو۔ کہ کہیں جو لوگ باہر کھڑے ہیں مجھے دیکھکر زیادہ برافروختہ نہ ہوجائیں۔

قاضی۔ مجھے اسکا کچھہ علم نہیں۔ مجھے جو احکام ملے ہیں اون کی تعمیل کررہا ہوں۔

ست نفیسہ۔ میں تمہاری چالوں سے بے خبر نہیں ہوں۔ تمہاری کارروائیوں پر ہنسی آتی ہے کامیاب وہی ہے جو آخر میں ہنسے۔ قاضی نے رستہ کیطرف دروازہ کہول دیا اور ست نفیسہ اسمیں داخل ہوئی اسکی لونڈیاں بھی اسکے ساتھہ گئیں اور خوش تھیں۔ کہ اون کو ساتھہ جانے کی اجازت مل گئی۔ قلعہ کے دروازے پر سب کھڑے ست نفیسہ کی راہ دیکھہ رہے تھے۔ جب انتظار کرتے کرتے بہت دیر ہوگئی اور وہ نہیں آئی لوگوں نے شور مچاکر دروازہ پر تھپیڑ مارنا اور اپنی سیدہ کو طلب کرنا شروع کیا۔ لیکن قلعہ کی دیوار پر سپاہیوں کو بندوقوں کا رُخ اپنی طرف کئے ہوئے دیکھکر پیچھے ہٹ گئے۔ اور دوسری سڑک پر جمع ہوکر زور زور سے چیخنے لگے۔ کہ ست نفیسہ کو قید کرلیا۔ اس کی اہانت کی ہم اپنی بزرگ پاک دامن سیدہ کو طلب کرتے ہیں۔ ہم اُسکی عزت کو واپس لینا چاہتے ہیں۔ ان لوگوں نے اسقدر شور مچایا۔ کہ شیخ حسینی کو سخت خطرہ کا اندیشہ ہوا۔ اور مصمم ارادہ کرلیا۔ کہ اگر اونہوں نے مجھپر ذرا بھی حملہ کیا۔ میں ست نفیسہ کو اون کے حوالہ کردونگا جب شام ہوگئی اور لوگوں کا شور و غل حد سے بڑھ گیا علما و مشائخ جمع ہوئے اور لوگوں کو سمجھانے لگے۔ کہ شور کم کرو۔ ہم خود نایب کے پاس ست نفیسہ کی رہائی کی درخواست کرتے ہیں۔ سب لوگ خاموش تو ہوگئے۔ لیکن کوئی اپنی جگہ سے ہلا نہیں تمام رات قلعہ کے دروازوں پر کھڑے رہے

Marfat.com

صبح ہوتے ہی مشایخ و علماء نایب کے پاس گئے اُس نے اون کو اندر آنیکی اجازت دیدی۔یہ لوگ اسکے پاس گئے۔اُسنے انکا خیر مقدم کیا۔اور آنیکا سبب دریافت کیا۔اور کہا کہ میں تمہاری خواہش پوری کرنیکے لئے ہر طرح سے تیار ہوں۔

شیخ اعظم۔(کھڑے ہوکر) ہم اپنی اور اپنی قوم کی طرف جو قلعہ کے سامنے کھڑی ہے۔درخواست کرتے ہیں کہ ست نفیسہ کو چھوڑ دیجئے۔اور جس مکان سے وہ ذلت کیساتھ نکالی گئی ہے اوسکو عزت کیساتھ وہیں پہونچا دیجئے۔جو سپاہی اسکے مکان پر مقرر کئے گئے تھے۔اونہوں نے بھیڑیوں کی طرح اسکے مکان کو تباہ کرڈالا ہے۔کل اسباب اِدہر سے اُدہر کردیا۔کوئی چیز اپنی جگہ پر نہیں رہی انکا خیال تہا۔کہ ان کو قیمتی چیزیں ملیں گی۔لیکن ان کو کچھہ ہاتھ نہ آیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ وہ اُسے بہت مالدار خیال کرتے تھے۔اور اُسکو ناقابل عفو گناہ کا مجرم سمجھتے تھے اسی وجہ سے اون کو اس کی جرأت ہوئی۔

پاشا۔یہ بات نہیں ہے۔بلکہ ست نفیسہ پر اسکے داروغہ یوسف کے ساتھ جرم میں شرکت ثابت ہوئی ہے وہ جرم یہہ ہے۔کہ یوسف نے میرے سپاہی کو بہڑکایا کہ وہ مجھے چھوڑکر سرکش ممالیک کیساتھ ملجائے مجھے اسکا ثبوت یوسف کے خط سے ملا جو میں آپکو دکہا سکتا ہوں مینے ست نفیسہ کو صرف اپنی فوج کے شر سے محفوظ رکھنے کے لئے بلایا ہے۔کیونکہ اگر وہ اسے پاجاتے تو اسکے ساتھ بُری طرح سے پیش آتے مجھے اسکی باتوں سے یہہ معلوم ہوگیا کہ وہ اپنے داروغہ کے فعل کو تسلیم کرتی ہے اور وہ اس خیانت میں شریک تھی۔وہ اسوقت میرے اختیار میں ہے۔اسکو سزا دینا ضروری ہے۔لیکن میں تمہاری خاطر سے اسکے ساتھ نرمی اور درگذر کرسکتا ہوں۔بشرطیکہ وہ میری فوج کا مشاہرہ ادا کردے۔اگر اوس نے ایسا کیا۔تو میں اسکی خیانت کو بہلا دونگا۔اور اسکے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرونگا۔

شیخ۔لیکن ہماری شریعت مطہرہ میں اس قصاص کا کہیں پتہ نہیں۔اگر ست نفیسہ واقعی مجرم ہے جیسا ارسکا بیان ہے تو مال اسکا معاوضہ نہیں ہوسکتا۔خیر جو کچھہ بھی ہو۔ہمکو خود اسکی تحقیقات کرنی ضروری ہے۔تاکہ ہم حکم لگا سکیں کہ ہماری سیدہ مجرم ہیں یا نہیں۔

خسرو پاشا۔(برافروختہ ہوکر) کیا تم میرے بیان پر اکتفا نہیں کرتے ؟ میں تمکو یقین دلاتا ہوں۔کہ وہ مجرم ہے اسکے ثبوت میں میرے پاس قوی دلائل موجود ہیں میرا بیان خود کافی شہادت ہے۔اسکو اپنی زندگی مال دے کر خریدنا چاہیئے۔

شیخ۔ہم تمام قوم کیطرف سے کہتے ہیں کہ ہم آپکے حکم پر اعتبار نہیں کرتے بلکہ ہم ست نفیسہ کی بات

اقرار کا سننا ضروری ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ شرع کے موافق حکم دیں۔ ہمکو اجازت دیجائے کہ ہم خود جاکر تحقیقات کریں کہ وہ جرم کا اقرار کرتی ہے یا اپنی برأت کا ثبوت پیش کرتی ہے۔

پاشا۔ میں تمکو منع نہیں کرتا۔ اسکے پاس جاؤ۔ میں اتنا کہے دیتا ہوں کہ اسکا زبانی انکار معتبر نہیں۔ بلکہ اسکو چاہیئے۔ کہ جس طرح میں بدلایل اسکا جرم ثابت کرتا ہوں۔ اسطرح وہ بھی بدلایل اپنی برأت ثابت کرے جاؤ وہ شیخ حسینی کی حویلی میں ہے۔ علماء و مشائخ شیخ حسینی کی حویلی پر گئے۔ ست نفیسہ نے نہایت استقلال سے اُن سے ملاقات کی۔ اِن لوگوں نے جو کچھہ سنا تہا اُس سے بیان کیا اور جو تہمت اس پر لگائی گئی تھی اوسکا حال دریافت کیا۔

ست نفیسہ۔ (مسکرا کر) تم جانتے ہو کہ میں بالکل بے گناہ ہوں۔ علاوہ اسکے میں اپنے خاوند مراد بک کی قسم کہاتی ہوں کہ جو اتہام مجھپر لگایا گیا ہے مجھے اسکا کچھہ بھی علم نہیں۔ لیکن میں پاشا کا منشاء سمجھہ گئی وہ مجھسے اپنی فوج کی تنخواہ جو اُسپر چڑہی ہوئی وصول کرنا چاہتا ہے۔ اس خواہش سے تم خود سمجھہ سکتے ہو کہ اس کی نیت کیسی ہے اسے معلوم ہوا ہے کہ میں مالدار ہوں اسلیئے اسے خیال ہوا۔ کہ وہ عورت کو دھمکا کر اُس کا مال لے لیگا۔

جاؤ اُس سے کہدو کہ میرے پاس مال نہیں ہے۔ اگر وہ اسکے عوض میں جان لینا چاہے تو لے لے جب وہ میرے قتل کا حکم دیگا میری روح رب العزت کے سامنے جائیگی اور اُس ظالم خودسر کی شکایت کرے گی۔

شیخ۔ ہم آپکے زمانے کو سچ جانتے ہیں۔ علاوہ اسکے اگر قدرت کی تمام دولت تمہارے پاس ہوتی۔ اور تم اسے اس ظالم سرکش کے خوف سے چھپا ڈالتیں یا دریا میں ڈال دیتیں تو بھی ہم تمکو کچھہ ملامت نہ کرتے۔ اب ہم اسکے پاس جاتے ہیں۔ دیکھیں کیا حکم دیتا ہے۔ تم مطمئن رہو ہم آخری وقت تک تمہارا ساتھ دینگے اور تمہیں بچائینگے

ست نفیسہ نے انکا شکریہ ادا کیا۔ اور وہ وہاں سے رخصت ہوکر پاشا کے پاس پہنچے اس سے بیان کیا۔ کہ ست نفیسہ ہمارے نزدیک بے گناہ ہے۔ علاوہ اسکے جیسا تم خیال کرتے ہو اوسکے دولت نہیں ہمیں یہ بھی معلوم ہوا کہ تمہارے سپاہیوں نے اسکا تمام گھر چھان مارا۔ مگر کچھہ نہ ملا۔

پاشا۔ (غمگین ہوکر) ہاں اسوقت مجھے بھی معلوم ہوگیا۔ کہ ان کو کوئی قیمتی چیز نہیں ملی۔ اسکے بعد ٹہلنے اور اپنے دل میں کہنے لگا۔ بہت برا ہوا میرے تباہ کرنے کے واسطے محمد علی نے خودغرضی سے ایسی رائے دی۔ میں جانتا ہوں کہ وہ مجھسے دشمنی رکھتا ہے۔ آہ میری عقل پر پتھر پڑگئے۔ میں نے اس عورت کیساتھ کیوں برائی کی۔ لیکن اب کرچکا دفعتاً اس سے پہرنا مناسب نہیں تدبیر سے کام لینا چاہیئے۔ لیکن محمد علی کی بہی شامت آگئی مشائخ کی طرف بڑہا اور حکمانہ لہجہ میں کہنے لگا۔ ابتک انکی بے جرمی میرے نزدیک نہیں ثابت ہوئی۔ لہذا اسکو

Marfat.com

سزا دینا ضروری ہے۔

شیخ۔ (پاشا کی طرف دیکھکر) ہم انصاف کرانے آئے ہیں۔ خود مختاری کو نہیں برداشت کرسکتے۔ تمہارے عدل سے ہونٹھ موڑنے سے ہماری یعنے حاملان شرع متین کی اہانت ہے۔ ہم اب یہاں نہیں ٹھہر سکتے اپنے ہمراہیوں کی طرف دیکھ کر کہا۔ ہمارے یہاں ٹھہرنے میں کچھہ فائدہ نہیں چلو جامع ازہر چلکر مشورہ کریں کہ ہمیں کیا کرنا چاہئیے۔

خسرو پاشا۔ (تحکم سے) تمہارا جو جی چاہے کرو لیکن یہ یاد رکھو کہ اگر شورش یا ذرا امن کے خلاف کارروائی ہوئی میرے پاس گولے اور گولیاں تیار ہیں۔ جنسے باغیوں کی اچھی طرح گوشمالی اور تادیب ہو جائیگی۔

شیخ نے پاشا کو کچھ جواب نہیں دیا۔ بلکہ لاپروائی اور غصہ کی نگاہ سے دیکھ کر رخصت ہؤا اور تمام مشائخ اس کے پیچھے ہوئے۔

فصل نوزدہم

تنخواہ روزینہ

جب علما پاشا کے قصر سے نکلے راستہ میں محکمہ اوقاف کا مہتمم مصطفےٰ اور بعض سربرآوردہ لوگ ملے اُنکو کل واقعہ کی خبر ہو چکی تھی یہ پاشا اور علما کے نزاع کو مٹانے کے لئے چلے آرہے تھے۔ جب اونسے ملاقات ہوگئی۔ سمجھانے لگے کہ آپ لوگوں کو سمجھہ بوجھ کر کام کرنا چاہئیے۔ جہانتک ہوسکے پاشا کو ناخوش نہ کیجئے وہ بڑا سخت آدمی ہے۔ اس کی فوجی قوت بہت زبردست اور خونخوار ہے۔

ایک سربرآوردہ عالم۔ جبتک ہم حق پر ہیں قوت سے نہیں ڈرتے۔ ہم نہیں چاہتے کہ ہماری شریعت پامال اور ہماری معظمہ و محترمہ سیدہ کی ایک ظالم خودسر کی خودرائی سے اہانت ہو۔ ہم قوم کے وکیل ہیں ہمکو اپنے فرائض کا ادا کرنا لازمی ہے۔

مصطفےٰ۔ آپ دور اندیشی سے کام نہیں لیتے۔ شہر اور اہل شہر کو مصیبت میں نہ پھنسائیں مجھے جانے دیجئے میں تریج میں پڑکر سیدہ کو چھوڑوا دونگا خدا کے لئے میرے آنیکے منتظر رہئیے۔ جب شیخ نے انتظار کرنیکا وعدہ کرلیا۔ مصطفےٰ اخسرو پاشا سے ملنے کے لئے گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد خوشی سے مسکراتا ہؤا آیا اور کہنے

لگا خدا کے فضل سے میں کامیاب ہوگیا نایب نے ست نفیسہ کو رہا کرنیکا حکم دیدیا۔ اب آپ اوسے اسی وقت لا سکتے ہیں۔ آپ کے چہرے پر کیوں بل پڑے ہوئے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ اس خوش خبری سے خوش نہیں ہوئے۔

شیخ۔ بلکہ میں اس رہائی سے رنجیدہ ہُوا کیونکہ پہلے جو میرا خیال تہا کہ پاشا نے بلاوجہ اسکو روک رکہا ہے وہ پختہ ہوگیا اسکے جو جی میں آتا ہے کرتا ہے۔ اسکو قوم کی مرضی اور قانون کی پیروی کا کچہہ خیال نہیں۔ خیر کچہہ مضائقہ نہیں آؤ سیدہ کے پاس چلیں۔

مصطفےٰ اسلر (شیخ کو ٹھہراکر) لیکن نایب نے ایک شرط کی ہے وہ یہ کہ ست نفیسہ اپنے مکان میں نہ جائے کیونکہ اسے معلوم ہُوا ہے کہ باغی ممالیک کے سردار اسکے پاس آتے رہتے ہیں اور چونکہ اسکا مکان شہر سے دور ہے اسلئے اسکی پوری حفاظت نہیں ہوسکتی۔ بلکہ اسکے علیحدہ رہنے کیوجہ سے ممالیک کا اسکے پاس آنا جانا بہت آسان ہے۔ لہذا وہ چاہتا ہے کہ کچہہ دنوں کے لئے اپنے مکان کو چہوڑدے اور سردست شیخ السادات کے مکان میں رہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ وہ اس درخواست کو رد نہ کرے گی۔

شیخ السادات۔ میں سمجہہ گیا پاشا اس کو بلا شرطیں لگائے نکلنے نہ دیگا۔ لیکن چلو دیکہیں انجام کیا ہوتا ہے میں امید کرتا ہوں کہ ست نفیسہ اپنے پرانے دوست کے گھر میں تشریف آوری سے ناراض نہ ہونگی۔

سب لوگ شیخ حسینی کی حویلی کی طرف چلے۔ اسکو کل واقعہ کی پہلے سے خبر ہوگئی تھی۔ وہ ان کے استقبال کے لئے نکلا ست نفیسہ اسکے ہمراہ تھی۔ ست نفیسہ جب انکے سامنے آئی مسکرا کر اپنا سر جھکالیا اور شکریہ ادا کرنیکے بعد شیخ السادات سے کہا۔ کیا آپ مجھے اپنی مہمانی میں قبول کرتے ہیں۔ کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ یہ گھر سے نکالی ہوئی آپکے پاس قیام کرے۔

شیخ السادات۔ بسروچشم۔ آپکی موجودگی سے میں خیال کرونگا۔ کہ میرے دوست مرادبک زندہ ہیں اور مجھسے ملنے آئے ہیں یہ کہکر ست نفیسہ کا ہاتھ پکڑکر اسکے ساتھ چلا۔ مشائخ ان دونوں کے پیچھے ہوئے۔ جب ست نفیسہ اپنی گاڑی کے پاس پہونچی اپنی لونڈیوں سمیت گاڑی کے اندر بیٹھ گئی اور سب لوگ قلعہ کے دروازہ کی طرف بڑہے۔ جو لوگ باہر کھڑے تھے ست نفیسہ کو آتے دیکھ کر اوس کے جے کارے بلند کرنے لگے۔ گاڑی کو ہاتھوں ہاتھ جے کارے کے نعرے بلند کرتے ہوئے لے جاتے تھے ان کی آواز سے آسمان گونج اوٹھا۔ خسرو اسکی صدا اپنے مقفل کمرے میں سنکر کہنے لگا۔ ان نافرمانوں کو اسکی سزا جلد بھگتنی پڑے گی۔

محمد علی اپنے کمرے میں بیٹھا تہا۔ یہ سب کچہہ ہوگیا مگر اُسنے اپنے کمرہ سے باہر قدم نہیں رکہا۔ اور نہ اپنی فوج کو ہلنے دیا۔ جب یہ صدا اوسکے کان میں پہونچی مسکرا کر کہنے لگا۔ میری تدبیر کارگر ہوئی۔ یہ شور و غل میری ہی نصیحت کا نتیجہ

...خسرو تو کیسا پولٹیکل مین ہے۔ مینے تجکو باتوں باتوں میں اوڑادیا۔ لوگ خیال کرتے تھے۔ کہ تو پائیہ تخت قاہرہ کا عادل ...ناہ ہے اور تیرے ہاتھوں سے آزادی اور عدل و آرام کے منتظر تھے۔ لیکن مینے اُن کی آنکھیں کھول دیں اور وہ تجھے پہچان گئے کہ تو ظالم و خودسر ہے۔ اور عورت و مرد سب تجہسے ناراض ہو گئے۔ یہ کہکر اپنے کمرہ میں ٹہلنے ...جتنا شور بڑھتا جاتا اوسکی خوشی بڑہتی جاتی اور اپنے دل میں کہتا۔ کہ پاشا اسوقت بیحد برہم ہوگا۔ اور مجھ پر ...ت پیستا ہوگا۔ اور بدلہ لینے کی قسمیں کہارہا ہوگا۔ اوسے معلوم ہوگیا ہوگا۔ کہ اسکا عزیز دوست محمد علی اپنی ...ن کارروائیوں میں اس قوالہ والے گستاخ لڑکے سے ملتا جلتا ہے۔ ہاں اے خسرو؟ تونے اپنی چالوں سے ...ے بدل دیا اور اس شیردل گستاخ لڑکے کو لومڑی کا لباس پہنادیا اور اس لومڑی پر اپنی مہربانیوں کو ظاہر کیا۔ ...اُسکو خیرخواہ غلام سے یاد کیا اور یہ نہ جانا کہ وہ ایک دن اپنا لباس اوتار کر تیرے پہاڑنے کے لئے خونخوار شیر ...بائیگا۔ اے پاشا دیکھ اب یہ ہفتہ بھی ختم ہوتا ہے۔ بردیسی کو بھی حسب وعدہ میرا جواب ضرور پہنچ جائے گا۔ ...روہ اُس کو سن لے گا۔

اے پاشا؟ تیرا جسم اسی قلعہ کے اندر جسمیں تو پڑا ہے کانپ اوٹھے گا۔

اسکے بعد ایک اور ہیبت ناک شوروغل کی آواز آئی جو پہلے سے کہیں زیادہ تہی۔ اس میں کسی عورت یا بچہ کی ...واز ملی ہوئی نہ تھی۔ اسکو سُنتے ہی محمد علی نے اپنا دروازہ بند کرلیا تاکہ کوئی اسے دیکھ کر میعاد مقررہ گذرنے ...، پہلے نکلنے پر مجبور نہ کرسکے اور چپ چاپ کھڑے ہوکر کان لگا کر سننے لگا۔ تہوڑی دیر کے بعد اوسے معلوم ...ہوگیا۔ کہ یہ سپاہیوں کی آواز ہے۔ دروازہ کھولکر اپنے غلام کو بلایا۔ اور اسکو حکم دیا کہ جلد جاکر اسکا سبب ...دریافت کرلاوے۔ غلام باہر گیا اور محمد علی اسکا انتظار کرنے لگا۔ وہ شور رفتہ رفتہ قریب ہوتا جاتا تہا اور اس ...سے یہ کلمات سنائی دیتے تہے کہ "ہمیں مال دو" "ہمارا روزینہ دو" "ہم بہوک سے مرے جاتے ہیں" "ہماری تنخواہ دو"

محمد علی اپنے دل میں کہنے لگا یہ طاہر پاشا کا لشکر معلوم ہوتا ہے۔ طاہر بہت ہی حریص ہے۔ یورش کر کے قلعہ ...پر چڑھ آیا ہے۔ نائب کو اوتار کر خود اوس کی جگہ مسندنشین ہونا چاہتا ہے۔ خیر جو کچھ کرتا ہے کرے۔ میں کچھ دخل ...نہ دونگا اسکا نتیجہ بھی میرے حق میں مفید ثابت ہوگا۔

...ست نیغسہ نے میرا ایک قدم جمادیا اب طاہر پاشا میرا دوسرا قدم جمانے کی کوشش کررہا ہے۔ اے محمد علی؟ ...صبر کر صبر۔

اتنے میں غلام نے آکر خبر دی کہ طاہر پاشا کا لشکر باغی ہوگیا ہے وہ اپنی تنخواہ لینے کے لئے قلعہ میں آیا ...تہا۔ پاشا نے اُسکو میرمنشی کے پاس بھیجدیا وہ اوسکے مکان پر پہونچے اوس نے ملنے سے انکار کردیا سپاہی ...زبردستی اسکے مکان میں گھس گئے۔ جب اوس نے دیکھا کہ وقت نازک آگیا ہے اُسنے کہا کہ تم محمد علی کے پاس جاؤ

وہ فوج کو تنخواہ تقسیم کرنیکے لئے دس توڑے خزانہ سے لے گیا ہے۔ یہ سنکر سپاہی شور مچاتے دھمکیاں اور قسمیں کھاتے ہوئے کہ ہم بے لئے ہوئے نہ ٹلیں گے چلے۔ انکو اس حیلہ و حوالہ سے سخت غصہ آرہا ابھی بات ختم نہ کرنے پایا تھا کہ یہ صدا اسکے کان میں پہونچی۔ ہم خیرات نہیں مانگتے ہیں۔ ہم اپنی تنخواہ لینے آئے محمد علی ہماری تنخواہ دیدے۔ میر منشی نے ہمسے بیان کیا ہے کہ مال اوسی کے پاس ہے" محمد علی فوراً اوٹھا اور کھڑ کھول کر کھڑا ہوا۔ سپاہیوں کی طرف دیکھکر بجلی کی طرح کڑک کر کہا بھائیو" میر منشی نے تمکو دم دیا ہے۔ میرے پاس مال نہیں ہے۔ ٹھہرو میں تمہارے پاس آتا ہوں۔ یہ کہکر اپنے ہتیار اوتار کر کمرہ میں رکھدئے اور یہ کہا کہ میں اونکو دکھادونگا۔ کہ میں اونسے نہیں ڈرتا ہوں اور بے ہتیار لگائے انکے سامنے جاتا ہوں۔ محمد علی جلد جلد آگے بڑھا چلا جاتا تہا۔ سپاہیوں نے اُسے گھیر لیا اُس نے اُن کو ہاتھ سے اشارہ کرکے کہا مجھسے دور رہو کیا تم نہیں جانتے کہ میں سپہ سالار ہوں۔ اگرچہ میں تمہارا افسر ہوں لیکن تمہاری طرح میں بھی پاشا کا ملازم ہوں

ایک سپاہی۔ کیا تمکو بھی ہماری طرح کوری باتوں اور جہوٹے وعدوں پر ٹالا جاتا ہے۔

محمد علی۔ صاحبو! ذرا ٹھہر جاؤ۔ سوچو تو سہی کہ تمکو افسر سے سوال کرنیکا کیا حق ہے۔ پھر بھی میں تمکو جواب دینے میں تامل نہیں کرتا سنو۔ کئی مہینوں کے بعد اونہوں نے مجھے دس تھیلیاں دیں۔ پھر بھی میری تنخواہ باقی رہ گئی۔ لیکن میرے سپاہیوں سے پوچھو مینے اس مال کو کیا کیا۔ مینے وہی کیا جو ایسے وقت میں افسر کو کرنا چاہیئے مینے اُس مال کو آپس میں بانٹ لیا پانچ تھیلیاں مینے اپنے ضروریات اور قرض خواہوں کے لئے رکھلیں باقی پانچ تھیلیاں سپاہیوں کو بانٹ دیں۔ یہ میں اُن کی تنخواہ میں نہیں وضع کرونگا۔ بلکہ مینے اپنی طرف سے بطور انعام دی ہیں۔ اسکے سوا مینے ایک حبہ نہیں لیا۔ میرے سپاہیوں سے پوچھو انکو میری بات کا یقین آجائے گا۔

ایک سپاہی۔ ہم کسی سے نہیں پوچھتے۔ ہم بہادر محمد علی کو سچا جانتے ہیں۔ خدا اسکو سلامت رکھے۔ تمام سپاہیوں نے ملکر یہی کہا اور دیر تک یہی صدا بلند ہوتی رہی۔ پھر ایک سپاہی نے کہا آؤ اب میر منشی کے پاس چلیں اور جبراً اُس سے مال وصول کریں۔ یہ کہکر وہ تیزی سے چلے محمد علی پہلے سے بھی زیادہ خوش خوش اپنے مکان پر واپس ہوا۔ اپنے دل میں کہتا جاتا تہا۔ کہ تو نے بہت اچھا کیا۔ طاہر پاشا کو جب خبر ہوگی کہ میں اپنے سپاہیوں کو مال تقسیم کرتا ہوں بہت غصہ ہوگا۔ شورش کا طوفان آہستہ آہستہ بڑھتا جاتا ہے۔ اودھر ساحل پر میں پہونچا چاہتا ہوں اوس پر لیجانے کے لئے کشتی قریب آگئی ہے اب مجکو صرف پتوار چلانے کی دیر ہے۔ میں جلد ہی اونکو چلاؤں گا۔ اپنے کمرہ کے پاس پہونچکر غلام کو حکم دیا۔ کہ میرے ماتحت افسروں کو بلاؤ وہ فوراً بلانے چلا گیا سب آگئے تہوڑی دیر تک اونسے باتیں کرتا رہا اور اون کو حکم دیا کہ اسوقت اپنی جگہ پر موجود

ہیوں کو باہر نکلنے اور باغیوں کے ساتھ ملنے نہ دو تین گھنٹہ تک اس حکم پر عمل در آمد رکھو اگر اسکے بعد دوسرا
پہونچے تو اون کو اختیار ہے باہر جاکر جو چاہیں کریں۔ باغی لوٹ کر از بکیہ میں میرمنشی کے مکان پر پہنچے
سکو گھیر لیا اور کہنے لگے کہ اگر مال نہ دیگا تو ہم تجھے قتل کر ڈالیں گے۔ میرمنشی نے ہانپتے کانپتے کھڑکی میں
ے ہوکر التجا کی کہ میری بات سن لو جب وہ خاموش ہوگئے۔ اُسنے کہا اتنے دن اور ٹھہر جاؤ کہ میں مال
ام کرلوں۔ انتظار کا نام سنتے ہی فوج برہم ہوگئی اور برا بھلا کہنا شروع کردیا بعض کہتے تھے۔ ہم بھوک سے
جاتے ہیں۔ ہمسے ایک گھڑی بھی انتظار نہیں ہو سکتا بعض کہتے تھے آؤ اسکا گھر جلا دیں تب مال
یگا۔ میرمنشی کو جب سپاہیوں کے لوٹنے کی خبر معلوم ہوئی تھی اوس نے ایک آدمی پاشا کے پاس بھیجدیا
بتائیے اب میں کیا کروں۔ میرے بچانے کی کوئی تدبیر نکالیئے۔ جب یہ پیام پاشا کے پاس پہنچا اُس نے
آج بڑا ہی سخت دن ہے۔ ابھی اس عورت کے جھگڑے سے فرصت ملی تھی کہ فوج بگڑ گئی۔ خیر میں اپنا ہی
ری ثابت کردونگا اور جو میری طرف بری نیت سے بڑھیگا اوسکو فنا فی النار کردونگا۔ سپاہیوں کو حکم دیا
سلح ہوکر قلعہ کی دیواروں پر کھڑے ہو جائیں اور توپیں بالکل تیار رہیں۔ اسکے بعد قاصد سے کہا جاؤ میرمنشی
لہد دو باغیوں کو میرے پاس بھیجدے میں اون سے نپٹ لونگا جسوقت میرمنشی کے پاس قاصد پہنچا فوج
یام صبر لبریز ہو چکا تھا اور انہوں نے باغ کی دیواروں پر چڑھنا شروع کردیا تھا میرمنشی نے قاصد کو
کی میں کھڑا کر کے کہا کہ نائب کے پاس سے اسیوقت پیام آیا ہے کہ فوج کو میرے پاس بھیجدو میں اون کا
مالبہ پورا کردونگا۔

پاہیوں نے اسکو سچ جانا اور خدا کا شکریہ ادا کیا کہ اوس نے ہماری بات نائب کے کان تک پہونچا دی۔
اپنے وعدہ کو ضرور پورا کریگا۔ یہ کہکر فوراً قلعہ کی طرف روانہ ہوئے جب قلعہ کے پاس پہنچے اسکے دروازے
ند پائے۔ دربانوں کے پاس جاکر کہا۔ پاشانے ہمکو بلایا ہے۔ ہم اوسکے حکم سے آئے ہیں دروازہ کھولدو
سکا جواب اوپر سے توپوں اور بندوقوں کے فیر نے دیا۔ سپاہیوں نے چلا کر کہا۔ بھائیو ہم ظالموں کا برا ہو
ہوں نے ہمارے ساتھ دغا کی ہے۔ پھر سپاہی تلواریں کھینچکر اور سنگینیں چڑھا کر قلعہ کے دروازہ پر لوٹ
ے نائب کی فوج اور طاہر پاشا کی سپاہ میں اکثر کشت وخون ہو رہا تھا کہ محمد علی نے اپنے سپاہیوں کے لیئے تجویز
ھنٹہ کا وقت مقرر کیا تھا گذر گیا اب وہ بھی بپھرے ہوئے شیر کی طرح اپنے ساتھیوں کی مدد اور قلعہ والوں کو قتل کرنیکو
ئے دوڑے۔ پھر ایک مال ور وزینہ کی صدا بلند کرتا تھا موت کا بازار خوب گرم ہوا۔ اور بہت آدمی کام آئے
طاہر پاشا اور محمد علی اپنے اپنے گھروں میں بیٹھے سب سن رہے تھے۔ طاہر پاشا دور اندیش نہ تھا وہ اس شورش
میں شریک ہونیکے لئے گھر سے چلا جب قلعہ کے پاس پہنچا۔ پاشا کے پاس پیام بھیجا۔ کہ میں پاشا سے ملنا اور اس

Marfat.com

شورش کو بجھانا چاہتا ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد قاصد نے جواب دیا کہ پاشا کو صلح کی کوئی ضرورت نہیں وہ باغیوں کے ساتھ صلح کرنا نہیں چاہتا تھا۔ تم اپنے گھر چلے جاؤ۔ میں بلا کسی کی اعانت کے ان سرکشوں سے آپ کو بچا سکتا ہوں۔

طاہر پاشا نے سر جھکا لیا اور کہا اگر پاشا کی یہی مرضی ہے تو خیر میں اوسکے حکم کے موافق اپنے مکان واپس جاتا ہوں۔ پھر وہاں سے نکلکر اپنے سپاہیوں کے پاس آیا اور افسروں کو آواز دے کر کہنے لگا میں اسوقت پاشا کے پاس گیا تھا۔ مینے بہت کوشش کی کہ معاملہ سلجھ جائے۔ مگر وہ توپ و بندوق ہی سے تمسے معاملہ طے کرنا چاہتا ہے اور تمہارے روزینہ کے عوض میں تمہارا خون دیگا۔ اُسنے دیکھا کہ اس تقریر سے سپاہیوں کا جوش حد سے بڑھ گیا ہے۔ اسلیئے اوس نے اپنی بات کو یوں ختم کیا۔ کہ نائب نے مجھ سے یہ بھی کہا ہے۔ کہ تمہارا منشی تمہاری تنخواہ درست کر سکتا ہے۔ ہمارے ساتھ آؤ اوس کے پاس چلیں اور بجبر اُس سے وصول کریں۔ سب میر منشی کے مکان کی طرف چلے اور پہنچتے ہی تبروں سے اوس کے دروازے اور کھڑکیاں چیر ڈالیں اور مکان کے اندر گھس گئے میر منشی خوف سے کانپتا ہوا سامنے آیا اور کہنے لگا خدا کیلئے مجھپر رحم کرو۔ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ یہ رجسٹر پڑے ہیں ان کو دیکھ لو تمہیں خود ہی معلوم ہو جائیگا۔ سپاہیوں نے کہا ہم تجھکو اور تیرے رجسٹروں کو اپنے افسر کے پاس لیجائیں گے وہ ان کی پڑتال کریگا۔ اسکے بعد انہوں نے اسکو اور جو کچھ رجسٹر کاغذات ملے لے لیا اور طاہر پاشا کے پاس لے چلے ان لوگوں کا گذر محمد علی کے مکان کے سامنے سے ہُوا۔ محمد علی نے انکو دیکھا اور مسکرا کر کہنے لگا بغاوت کی آگ خوب زور پکڑ گئی اسکا بجھانا نہائیت دشوار ہے۔ طاہر پاشا اس شورش کا سرغنہ بنا ہے دیکھیئے کیا نتیجہ ہوتا ہے۔

فصل ستم

(محاصرہ)

باغی فوج جوش میں بھری ہوئی قلعہ کی طرف بڑھی۔ رات بھر کشت و خون کرتی رہی قلعہ کے اندر گھسنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ توپ اور بندوقوں کی برابر باڑھ قلعہ سے درغ رہی تھی۔ قلعہ کے اندر

Marfat.com

گھسنے کا مصمم ارادہ کرلیا۔ توپ اور بندوقون کی برابر باڑہ قلعہ سے دغ رہی تھی جو صف سامنے آتی فورًا تہ و بالا ہوجاتی لیکن اوسی وقت دلیری سے دوسری صف آگے بڑہکر کھڑی ہوجاتی۔ محمد علی اپنے گھرہی مین رہا باہر نہین نکلا وہ کہتا تھا مین اس کارروائی کا جوابدہ نہین ہوسکتا۔ مجھے باہر نکلنے کی کیا ضرورت علاوہ اس کے میرے نکلنے سے کچھہ فایدہ بھی نہین ہوسکتا کیونکہ فوج اگرچہ مجھے بہت چاہتی ہے لیکن اسوقت اس کا سر پھرا ہوا ہے۔ انکو ٹھنڈا کرنا محال ہے طاہر پاشا رات بھر کاغذون کی پڑتال کرتا رہا۔ صبح کو باہر نکلا اور سپاہیون سے کہا کہ میر منشی نے خیانت نہین کی واقعی اس کے پاس کچھہ نہین ہے۔ نائب ہی نے سارا مال ہضم کیا ہے۔ جو مال سپاہیون کی تنخواہ کے لیئے دارالسلطنت سے آیا اوسے بھی اور جو یہان وصول ہوا سب دبا بیٹھا ہے۔ اگر تم کو مال چاہیئے تو اوسکو نائب کے خزانہ سے طلب کرو وہین صندوقون مین بھرا رکھا ہے ہمارے ساتھ آؤ ہم تمہارے آگے ہوتے ہین اسکا برا ہو۔ اس نے اس کشت وخون کا آغاز کیا اب اپنے کیئے کا مزا چکھے۔ سپاہیون نے طاہر پاشا کی بات ایک دوسرے کو پہونچا دی۔ اُن مین ایک نیا جوش پیدا ہوگیا۔ خصوصًا جبکہ اونکو معلوم ہوگیا کہ طاہر پاشا ان کے پیشرو ہین۔ بعض دوڑکر ایک دوسرے کی مدد سے قلعہ کی دیوار پر چڑہ گئے وہان حفاظت کرنیوالے تھوڑے تھے قبل اس کے کہ وہ اپنی مدد پر اورونکو بلاسکین اُنہون نے انکو قتل کرڈالا۔ اور جھپٹ کر قلعہ کا دروازہ کھولدیا دروازہ کھلتے ہی سیلاب کی طرح باغی فتح ونصرت اور مال کے نعرے بلند کرتے ہوئے گھس آئے۔ کچھہ ہی آگے بڑھے تھے کہ نائب کا خزانچی فوج لیکر سامنے آیا۔ طاہر پاشا نے اُسے ڈپٹ کر کہا کہ ہتھیار ڈالدے اس پر کچھہ ایسا رُعب چھا گیا کہ اس نے ہتھیار رکھدیئے۔ اسکے ساتھیون نے بھی اسکا اتباع کیا خسرو پاشا اپنے کمرہ مین بیخبر دلکو بہلا رہا تھا۔ کہ تھوڑی دیر مین باغی عاجز آجائینگے۔ اور میری فوج انکو مار مار کر سیدھا کر لیگی۔ پھر جب وہ میرے پاس معافی کی التجا کرینگے مین اونکے سرون کو کاٹ کر قلعہ پر آویزان کردونگا

تاکہ دوسروں کو عبرت ہو۔ تھوڑی دیر کے بعد دفعتہً اسکا بدن کانپ
کیونکہ شور وغل اور بندوقوں کے چلنے کی آواز اسکو اپنے قصر کے نیچے ہی سے
ہوئی اور غلام نے آکر خبر دی کہ حضور بہت بڑی خیانت ہوئی۔ خزانچی اور
اس کے ساتھیوں نے ہتھیار ڈالدیئے اور باغیوں نے قصر گھیر لیا ہے۔
پاشا اپنی جگہ سے اوچھل پڑا۔ اور تلوار لیکر یہ کہتا ہوا دروازے کیطرف بڑھا کہ
میں ابھی اونکو اُلٹے پیروں بھگائے دیتا ہوں۔ جاؤ محمد علی کو خبر کرو کہ اپنی فوج
لیکر چلا آئے۔ نمک حرام طاہر پاشا سے وہ اچھی طرح بدلہ لے سکتا ہے۔ محمد علی
خائن نہیں ہے۔ وہ جانتا ہے کہ میں اوسکی قدر کرتا ہوں اور اوسکو بڑے بڑے
قیمتی ہدیئے دیتا ہوں۔ اے خواجہ آ میرے خاص سپاہیوں کو بُلا اور اونسے
کہہ کہ توپوں کا رُخ باغیوں کی طرف کردیں۔ خواجہ نے سپاہیوں کو حکم پہونچا دیا۔
انہوں نے باغیوں پر گولہ باری شروع کر دی۔

لیکن محمد علی نہ آسکا۔ اُس نے اپنے غلام کو حکم دیدیا تھا کہ کسی کو میرے پاس
آنے دینا۔ جب کوئی قاصد جاتا اور محمد علی سے ملنا چاہتا غلام اُس سے یہ کہہ دیتا کہ
وہ سخت بیمار ہیں کسی سے مل نہیں سکتے۔ گویا محمد علی کو پیش آنے والے واقعات
کی خبر ہو گئی تھی۔ یا یہ کہ جوش وخروش نے اس کی طبیعت پر کچھ ایسا اثر کیا کہ اسے
سخت بخار آنے لگا۔ دو دن تک وہ بے ہوش چارپائی پر پڑا رہا۔ اس کے بعد
جب ہوش آیا تو اس نے نہایت پست آواز میں طبیب سے پوچھا کہ طاہر پاشا
اور نائب میں کیسی گذری۔ طبیب نے کہا کہ باغی فوج نے قلعہ کو بہ زور فتح کرکے
خسرو پاشا کے قصر کا محاصرہ کر لیا۔ پاشا مجبوری بھاگ گیا۔ یہ سنتے ہی محمد علی کے
جسم پر رعشہ طاری ہو گیا۔ اور وہ پھر چارپائی پر گر پڑا۔ اور طبیب نے اپنی بات
یوں پوری کی کہ ہاں نائب بہ مجبوری بھاگ گیا۔ وہ مدد کے لئے تمہارا انتظر
تھا۔ جب انتظار کرتے کرتے تھک گیا تو ناچار حرم اور خادموں کے ساتھ اپنے
چور دروازہ سے نکل صحرا کی راہ لی۔

محمد علی طاہر پاشا نے کیا کیا!

طبیب۔ اس نے اپنے آپ کو قایم مقام کے لقب سے نامزد کر دیا ہے۔ میں

Marfat.com

نے قضاۃ و مشایخ شہر کو اس کے لئے خلعت لیجاتے دیکھا ہے کہ خلعت پیش کر کے
اپنی اطاعت کا اظہار کریں۔

محمد علی نے زور سے قہقہہ مارا۔ طبیب کو خیال ہوا کہ بخار کی وجہ سے دماغ مختل
ہو گیا ہے اس نے تبرید کا ایک نسخہ لکھا اور دوا دیکھنے کے لئے خود باہر گیا
طبیب دروازے سے باہر پہونچا تھا کہ محمد علی چارپائی سے اچھل پڑا اور کہنے
لگا اب میں بیمار نہیں رہا۔ کام کرنے کا وقت آ گیا۔ اور ایک غلام کو بلا کر حکم دیا
تم جانتے ہو کہ مملوک دریائے نیل کے کنارے بدرشین کے پاس ٹھیرے ہوئے
ہیں۔ جلد وہاں جاؤ۔ عثمان بک بردیسی کو دریافت کر لینا اور اُنسے کہنا کہ کام کا
وقت قریب آ گیا ہے۔ پندرہ دن پہلے جسنے جیزہ کے بڑے اہرام کے پاس تم سے
ملاقات کی تھی وہ تم سے پھر وہین ملنا چاہتا ہے۔ اس سے ملنے کے لئے تیار رہو
وہ مع اپنے لشکر کے آئیگا۔ سمجھگئے! میرے سامنے ان الفاظ کو جو مین نے تم سے
کہے دہراؤ تاکہ مجھے یقین ہو جائے کہ تم سمجھ گئے ہو۔

جب غلام محمد علی کی تقریر لفظ بلفظ بیان کر چکا محمد علی نے کہا ہان درست۔
یہی پیام جلدی پہنچاؤ۔ سستی نہ کرنا وقت تنگ ہے اور معاملہ بہت نازک۔
غلام ابھی گھر سے باہر نہ گیا تھا کہ طاہر پاشا کا قاصد آیا کہ طاہر پاشا تمکو اسی وقت
قلعہ مین بلاتے ہین۔ محمد علی نے سر جھکا کر کہا چلو مین ابھی آیا۔ جب قاصد چلا گیا
محمد علی نے اپنے خادمون کو بلایا انھون نے اسے وردی پہنائی۔ پھر وہ گھوڑے
پر سوار ہوا۔ اور آٹھ سپاہی ساتھ لیکر قلعہ کو روانہ ہوا۔ جب قصر مین داخل
ہوا دیکھا کہ طاہر پاشا خسرو پاشا کی مسند پر تکیہ لگائے اسکا پائپ پی رہا ہے
محمد علی کو دیکھ کر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور کہا محمد علی! تم نے دیکھا کہ آدمی کیا کچھ کر
سکتا ہے اور زمانہ کسطرح رنگ بدلتا ہے۔ دیکھو مین خسرو پاشا کا خاص پائپ
پی رہا ہون اور اسی کی ریشمی مسند پر بیٹھا ہوا ہون۔

محمد علی۔ مین آپ کو سچے دل سے مبارکباد دیتا ہون۔ اور دعا کرتا ہون کہ آپکی
عزت ہمیشہ قایم رہے۔

طاہر پاشا۔ یہ کہان جاتی ہے خوش نصیبی جوانمردی کے ساتھ ہے۔ اگر تم میری

Marfat.com

برابر جرات ہوتی تو آج تم ہی میری جگہہ پر ہوتے اور تمہارے ہی ہاتھ بازی رہتی کیونکہ میری بنسبت تم اس سعادت و اقبال کے زیادہ اہل و مستحق تھے۔ تمکو کوشش کی بھی ضرورت نہ تھی صرف ہاتھ بڑھا کر لے لینے کی دیر تھی۔

محمد علی۔ لیکن ﴿ بخت و دولت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ ﴾ تقدیر نے آپکی مساعدت کی۔ مین اسکی توقع کی بھی جرات نہ کرسکا جو مجھسے نہ صرف دور تھی بلکہ مین اس کا اہل بھی نہ تھا۔ مین جانتا ہون کہ مجھ مین اس بار کے اُٹھانے کی طاقت نہین۔

طاہر پاشا (مسکرا کر) لیکن مین اس بار کو اوٹھا سکتا ہون اور اسکا ذمہ وار ہوسکتا ہون۔ تمام قاہرہ نے میری سرداری کا اقرار کرلیا ہے۔ صرف تم باقی رہ گئے ہو۔

محمد علی (طاہر پاشا کے سامنے) مین سب سے پہلے آپکا مطیع اور آپکی قائمقامی تسلیم کرتا ہون۔

طاہر پاشا (ہنسکر) دوست مین تمہارا شکرگزار ہون اور چاہتا ہون کہ مجھے احکام صادر کرنے کی اجازت دو اور اسی وقت ممالیک کے سردار سے کہلا بھیجو کہ مین صلح کرنا چاہتا ہون۔ میری آرزو ہے کہ اتفاق ہوجائے اور خونریزی کا دروازہ مسدود ہوجائے۔ تم جانتے ہو کہ جب ہم ممالیک سے اتفاق کرینگے تو ہماری حکومت پایدار ہوجائیگی اور ہم باسانی ترکون کی حکومت سے آزاد ہوسکین گے۔

محمد علی (عاجزی کے ساتھ) مین آپکی رائے سے متفق ہون۔

طاہر پاشا۔ اچھا تو پھر میرا پیام اسی وقت پہونچا دو۔ محمد علی یہ کہتا ہوا کہ آپکا حکم واجب الاتباع ہے باہر چلا آیا اور دروازے پر پہونچکر مسکرایا اور اپنے دل مین کہنے لگا کہ طاہر پاشا نہین جانتا کہ اسے کیا کرنا چاہیئے۔ وہ نہین جانتا کہ اس پیام سے میری کوششون پر پانی پھر جائیگا۔ جس کام مین مین ایک مدت سے لگا ہوا ہون وہی میرے سپرد کیا ہے۔ طاہر دھوکا نہ کھا۔ یہ نہ سمجھہ کہ قلعہ کی دیوارون پر چڑھ جانے سے تو تخت کے لایق ہوگیا۔ یاد رکھ کہ تو بے راہ چل رہا ہے۔

Marfat.com

...ن دن کے بعد محمد علی کا قاصد بردیسی کے پاس پہونچا۔ اور اپنے آقا کا پیام
...ونچا دیا۔ عثمان کا چہرہ چمکنے لگا۔ اور کہا کہ محمد علی نے اپنے وعدہ کو پورا کیا۔ اب
...نقریب وہ ہم سے مل جائیگا۔ چلو جیزہ مین چل کر اس دوست کا انتظار کرین
...ن دن مین ممالیک جیزہ پہونچگئے۔ اور دریائے نیل کے کنارے ڈیرے
...ا دیئے۔ چوتھے دن بردیسی نے دیکھا کہ ایک سوار چند سپاہیون کو ساتھ لئے
...نکر کیطرف آرہا ہے۔ بردیسی نے اس کو پہچانا اور شیخ عثمان کو ساتھ لیکر اسکی
...ستقبال کے لئے بڑھا۔ جب قریب پہونچا۔ محمد علی کو سلام کیا اس نے محبت آمیز
...جہ مین جواب دیا۔ پھر دونون ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے کھڑے رہے۔ تہوڑی
...یر کے بعد محمد علی نے مسکرا کر کہا۔ ہم دونون اسوقت پچھلے زمانہ کو یاد کر رہے ہین
...ے مجھے وہ نام ابتک نہین بھولا جس کے یاد رکھنے کو تم نے قوالہ مین کہا تھا۔
...ر دیسی۔ محمد علی! مین بھی تمہارے نام کو نہین بھولا۔ مین بہت خوش ہون کہ جن
...ولڑکون مین وہان نا ملایم گفتگو ہوئی تھی۔ اسوقت وہی سچے دوستون کیطرح یکجا ہین
...یا تم اسکی تصدیق کرتے ہو؟

محمد علی۔ ہان ہم دوست ہین۔ دوستی کا عہد مستحکم کرنے کے لئے میرا ہاتھ موجود ہے
بردیسی۔ مین بھی مصافحہ کے لیئے ہاتھ بڑھاتا ہون۔ اور اپنے لشکر مین آپ کو داخل
ہونے کا خیر مقدم کرتا ہون۔ لیکن تمہاری فوج کہان ہے؟ ہمین معلوم ہوا تھا کہ تم
اپنی فوج لیکر آؤگے ہم تمہارے بہادر سپاہیون کا انتظار کر رہے ہین۔

محمد علی۔ وہ میرے حکم کے منتظر ہین اور ابھی آتے ہین۔ مین اپنے آجانے اور تم سے ملجانے
کی خبر دینے کے لیئے آگے چلا آیا۔ تمہین معلوم تھا کہ ان دنون قاہرہ مین سخت ہل چل رہی
مین امید کرتا ہون کہ شاید نے قایم مقام طاہر پاشا کی فوج کو بھی تمہاری طرف توڑ
لانے مین کامیاب ہوجاؤن۔ تھوڑا سا انتظار کرو۔

بر دیسی۔ اے عزیز اور پیارے دوست؟ مین تمہارا شکریہ ادا کرتا ہون اور تمہاری
ذات پر فخر کرتا ہون اور تمہارے اشارہ پر چلنے کو تیار ہون۔

اس کے بعد دونون دوستانہ باتین کرتے رہے۔ اور ممالیک اپنے نئے حلیف کے
...ے گرد حلقہ باندھکر اس کا خیر مقدم کہتے۔ اور مبارکباد دیتے رہے۔

Marfat.com

بغاوت کی آگ قاہرہ مین سلگ رہی تھی اور طاہر پاشا اور بھڑکا رہا تھا۔ وحشی سپاہ ہاتھ سے نکل چکی تھی جس کا قابو مین لانا طاہر پاشا کی قوت سے باہر تھا۔ سپاہیون کے دستے روزینہ طلب کرنے کے لیئے نئے قایم مقام کے قصر پر آتے اور پہلے سے زیادہ اڑتے۔ طاہر پاشا نے دیکھا کہ خزانہ بالکل خالی ہے جو کچھہ اس مین تھا خسرو پاشا اپنے ساتھہ لیگیا۔ سپاہیون کو لینا دینا پڑا۔ اس نے ٹالنے کی کوشش کی۔ مگر کچھہ کارگر نہ ہوئی ناچار اس نے بڑے بڑے دولتمندون اور ساہوکارون کو بلوایا اور اُنسے سپاہیون کی تنخواہ کیواسطے روپیہ قرض مانگا۔ انھون نے دینے سے انکار کیا۔ اور کہا ہمارے پاس روپیہ نہین ہے۔ پاشا نے بعض کو کوڑون سے اور بعض کو بندوق سے ٹھنڈا کردیا۔ اور جب سپاہی انتظار کرتے کرتے تھک گئے اپنے دو افسر موسے آغا اور سمٰعیل آغا کو آخری مرتبہ تنخواہ طلب کرنے کے لیئے بھیجا۔ طاہر پاشا نے انکو آنے کی اجازت تو دیدی مگر اُن سے نہایت روکھے پن اور کبیدگی کے ساتھہ ملا اور سخت لہجہ مین ان سے آنے کا سبب دریافت کیا۔ انھون نے جواب دیا کہ ہم چاہتے ہین کہ آپ مہربانی کرکے سپاہ کی تنخواہ دیدیجیے کہ اسی سے مشکلات کا خاتمہ ہے۔ اور فوج کے شور و شر سے نجات سپاہیون مین اب ذرا انتظار کی طاقت نہین رہی۔

طاہر پاشا۔ یہ تمہین اور میرے سامنے یہ جرات ؟ سپاہی یہ خیال کرتی ہین کہ مین دھمکیون مین آجاؤنگا۔ جاؤ اُنسے کہدو کہ نہ مین دیتا ہون اور نہ دینا چاہتا ہون۔ باغیون سے کہدو کہ جو شخص میرے پاس یہ درخوست لیکر آئیگا مین اُسی کا سر کاٹکے اس کے حوالہ کردونگا۔

سماعیل آغا۔ اگر تم ہم کو ہی دینا چاہتے ہو تو تم کو بھی اسکی ضرورت ہے۔ ہم ہی کرتے کو تیار ہین۔ لو ہوشیار۔ یہ کہکر دونون نے حملہ کیا۔ اور چشم زدن مین طاہر کا سر کاٹ کر اسے لیئے ہوئے باہر فوج مین آگئے۔ انھون نے نہایت جوش سے انکا استقبال کیا اور قصر پر ٹوٹ پڑے۔ طاہر پاشا کے آدمیون نے انکو روکنا چاہا۔ مگر انھون نے تلوارون سے انکی گردنین اُڑادین اور قصر مین گھسکر اُسے لوٹ لیا۔ قایم مقامی پر بیس دن بھی نہ گذرے تھے کہ طاہر پاشا کا نام و نشان تک مٹ گیا۔

جب یہ خبر محمد علی کو پہونچی اس نے مسکراکر شاہان بگ سے کہا مین نے تمسے کہا نہ تھا

کہ انتظار کرو۔ دیکھتے ہو کیا نتیجہ ہوا۔ اب ہم کو جلد قاہرہ پہونچنا چاہیئے۔ فوج قاہرہ جانے کا نام سن کر ایک دم اُٹھ کھڑی ہوئی۔ خوشی کے نعروں سے آسمان گونج گیا آگے آگے عثمان بک اور محمد علی تھے اور ان کے پیچھے ساری فوج۔ محمد علی نے شیخ عنان کے خچر کو دیکھ کر شیخ سے پوچھا کہ اس پر جو دوشیزہ لڑکی سوار ہوا کرتی تھی۔ وہ کہاں ہے

شیخ۔ وہ خیمے میں میری واپسی کا انتظار کر رہی ہے۔

محمد علی۔ ابھی تک وہ تمہارے خیمہ میں ہے؟ کیا اس کو اب تک کوئی ایسا آدمی نہ ملا جو اسکو پیار کرتا۔ اور اسکو اپنی دلہن بناتا!

شیخ۔ نہیں۔ پیام تو بیشتر آئے جن میں اکثر نوجوان خوبصورت، دولتمند تھے جن کی اسی دولت کی وجہ سے بڑی دھوم کے معرکے سے اس کے لیئے لایا تھا۔ رال ٹپکی پڑتی تھی۔ لیکن اس نے سب کو خشک جواب دیدیا۔ اس کا قول ہے کہ وہ ایک سے محبت رکھتی ہے۔ جس کے سوا وہ کسی سے شادی نہ کریگی۔ لیکن اس کا نام لینا نہیں چاہتی۔

محمد علی۔ شیخ تم نے بہت اچھا کیا۔ جب تم لوٹ کر اس کے پاس جانا تو میرا سلام کہدینا اور کہنا کہ جس کی تم منتظر ہو وہ جلد تمہارے پاس آنے والا ہے۔ تم کو پیار کریگا۔ اور اپنی بی بی بنائیگا۔ اس سے کہنا کہ خدا کی رحمت سے ناامید نہو پردیسی عنقریب آیا چاہتا ہے میرا سلام نہ بھولنا۔ محمد علی شیخ کو رخصت کر کے آگے بڑھا۔ اور سرداروں کے ساتھ قاہرہ پہونچا۔ اہل شہر استقبال کے لیئے آئے اور محمد علی کو مقدمۂ فوج میں دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اور اسکا خیر مقدم کیا۔ اور امن و امان قایم کرنے کی اس سے درخواست کی محمد علی نے خندہ پیشانی سے انکو جواب دیکر امن و امان قایم کرنے کا وعدہ کیا۔ پھر ارمنی سپاہ کے افسروں سے مشورہ کر کے مالیک کو قلعہ میں بھیجدیا۔ اور وہی ان کا قیام گاہ مقرر کیا۔ مالیک قلعہ میں داخل ہوئے انکی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اور نہیں سمجھتے تھے کہ اس محسن دوست کے احسان کا کیا بدلہ دیں۔ محمد علی اپنے مکان کو آیا اور اپنے خاص کمرے میں پہونچکر قلعہ کی طرف ہاتھ اوٹھائے اور کہنے لگا اے مالیک تم میری مہمانی میں ہو اور خیال کرتے ہو کہ تم مصر کے سردار ہو لیکن میں تم کو اپنے ملک سے ویسا ہی نکالدونگا جیسے تم نے پہلے نائب خسرو کو نکالا ہے۔ ابھی وقت نہیں آیا ہے لیکن آیا چاہتا ہے اور جو آنے والا ہے وہ بہت ہی قریب ہے۔

فصل بست ویکم - (انتقام)

کئی بار نکلنے کے بعد ممالیک آخر پھر شہر قاہرہ مین واپس آئے اور وہان کے حاکم امن و امان ہوا - لوگ اپنے اپنے کاروبار مین مصروف ہوئے - تجارت کو فروغ ا کاروبار کی گرم بازاری ہوئی سب کا خیال تھا کہ یہ امن محمد علی کی بدولت نصیب ہوا ہے وہ خود بھی بازارون اور گلی کوچون مین پھرتا اور بے سرپاہ کو امن عامہ مین خلل انداز سے روکتا - ممالیک نے اسماعیل بک کو اپنا سردار مقرر کیا - اور قصر مین اسکو رہنے کی جگہ دی - عثمان بک بردیسی اور محمد علی اس کے مشیر کار او مصاحب تھے - البانی او ارمنی سپاہ اپنے سردار محمد علی کو بہت چاہتی تھی - اور اس کے اشارون پر چلتی تھی -

خسرو پاشا - ملک مین گشت لگاتا اور آدمیون کو جمع کرتا پھرتا تھا - جو لوگ ممالیک کے دشمن اور اُن کی تباہی کے خواہان تھے اس کے پاس جمع ہو گئے - اُس نے بھی موقع کو غنیمت سمجھا - اور انہین بہت کچھ دے لیکے اپنا گرویدہ بنا لیا - انہین کو ساتھ پھرتا - اور لوگون کو اُبھار اُبھار کر اپنے ساتھ ملاتا جاتا - اس طرح اس نے بہت بڑی جمعیت فراہم کرلی - اور انکو لیکر دمیاط کے قلعہ مین پناہ گزین ہو گیا - جب اُسے طاہر پاشا کے قتل کی خبر پہونچی تو اس نے خیال کیا کہ شاید اب زمانہ میرے موافق ہو گیا ہے - اور مین پھر اپنے گذشتہ جاہ و جلال پر پہونچ جاؤنگا - اس خیال سے و اپنے ہمراہیون کو لیکر قاہرہ کیطرف بڑھا - جب محمد علی کو یہ حال معلوم ہوا تو بردیسی اور اسمٰعیل بک کے پاس گیا - اور مشورہ کے بعد یہ طے ہوا کہ قبل اس کے کہ وہ یہان آئے رستہ ہی مین اسے روکنا چاہیئے - چنانچہ حسن بک کی ماتحتی مین ایک دستہ فوج خبرگیری کے لیئے روانہ کی گئی - اس کے بعد البانی - آرمنی - ترکی - مملوکی - بدوی سپاہ چلی - خسرو پاشا نے حسن بک اور اس کی فوج اور ذخیرہ پہ دفعۃً بمقام فرسکور حملہ کر دیا - او منظفر و منصور شہر مین داخل ہوا - اور فوج لوٹ مار کے لئے پھیل گئی جب قتل و غارت سے فراغت ہوئی خسرو نے حکم دیا کہ برابر بڑھتے چلو - جب دشمن کے لشکر کے آنے کی خبر سُنی اس نے دمیاط جانا مناسب سمجھا - وہان پہونچکر اس کی محافظت کا تہیہ کیا - جو کچھ توپین اس کے پاس تھین انکو شہر پناہ پر چڑھا دیا - شہر مین آنے کے واسطے

Marfat.com

جو پل بند ہا تھا دو بڑی بڑی توپین اس کے سامنے لگا دین۔ اور جسقدر سامان جنگ ورسد مہیا کرسکا فراہم کرکے دشمن کا انتظار کرنے لگا۔ سپاہ کی ہمت بڑہانے اور جوش پیدا کرنے مین کوشش کرتا رہا۔ لیکن یہ کچہ بہی کارآمد نہ ہوئی۔ کیونکہ عظیم الشان لشکر کے آنیکی خبر معلوم ہوچکی تھی۔ جو سیلاب کیطرح اس کے تہ و بالا کرنے کے لئے بڑہا چلا آتا تھا جس کی خبرین سُنکر دل ہی دل مین سہمے جاتے تھے۔ محمد علی اور پردیسی کا لشکر بڑہتا ہوا دمیاط کے سامنے آپہونچا۔ اور ان توپون کو دیکھ کر جو پل کے سامنے لگی ہوئی تھین انکو یقین ہوگیا کہ پل کا عبور کرنا نہایت دشوار ہے۔ اس لئے دریائے نیل سے جانے کے لئے تدبیر سوچنے لگے۔ محمد علی نے کہا کہ دریا کے پار جانا ضروری ہے۔ اور اس مین کوئی ایسا مقام بہی ضرور ہوگا جہان دریا پایاب ہو اگر کوئی اپنی جان پر کھیل کے شہر مین جائے تو وہان کے باشندون سے ایسے مقام کا ضرور پتہ لگ جائے گا۔ ایک نوجوان محمد علی کی باتین سُن رہا تھا۔ اسنے آگے بڑہکر کہا مین اس خدمت کو قبول کرتا ہون۔ اور اپنے آپ کو اس خطرہ مین ڈالنے کے لئے تیار ہون۔ مین دمیاط جاؤنگا اور وہان سے اس مشکل کو حل کرلاؤنگا۔ پردیسی نے اس نوجوان کو دیکھا تو وہ ست نفیسہ کا داروغہ یوسف تھا۔ پردیسی نے اس سے کہا یوسف! خدا تم پر رحمت کرے۔ تم نے اس خطرہ کا اندازہ بھی کرلیا ہے۔ جس کے پورا کرنے کے لئے تم تیار ہو۔

یوسف۔ ہان حضور! اگر مین اس خدمت مین کامیاب ہوا تو یہ خدا کی مہربانی ہے اور اگر اس بہانہ میری موت لکھی ہے تو اس سے بڑھکر میری کیا خوش قسمتی ہوسکتی ہے کہ اپنا فرض ادا کرنے مین جان دون۔

یوسف نے اپنے کپڑے اور ہتھیار اتارے اور کسانون کے کپڑے پہن خربوزون کا ٹوکرہ سر پر رکھ علی الصباح دمیاط کو روانہ ہوا۔ خربوزون کی صدا لگاتا ہوا شہر مین پہونچ گیا۔ راستہ مین کسی نے اس سے کچھ تعرض نہین کیا۔ ایک سڑک پر بیٹھکر خربوزے فروخت کرنے لگا۔ اور اپنے اس کام کے سوا اور باتون کی نظاہر کچھ پرواہ ہی نہ کی۔ بعض لوگون نے اس نو وارد لشکر کا ذکر کیا۔ اس نے خبر پا کر اپنی نہایت عقیدت مندی ظاہر کی۔ اور بیان کیا کہ میری بھی تمنا ہے کہ یہ کامیاب ہوجائے

یہ سُن کر لوگون کو اس کی طرف سے اطمینان ہوگیا۔ اور کچھ آدمی اس کے گرد جمع ہوکر جنگ کے متعلق گفتگو کرنے لگے۔ اُنہون نے اپنی خواہش ظاہر کی کہ ہم چاہتے ہین جنگ جلد ختم ہوجائے۔ ایک نے کہا مجھے اندیشہ ہے کہ کہین وہ دریا کو عبور کرکے ہمارے اوپر نہ چڑھ آئین۔ کیونکہ اگرچہ پل پر سے آنا دشوار ہے۔ مگر فلان فلان مقام پایاب ہے جن سے عبور کرنا نہایت آسان ہے خصوصاً اِس موسم مین۔

یوسف نہایت شوق سے ان باتون کو سُن رہا تھا۔ لیکن اس نے اپنے چہرے پر اسکا کچھ بھی اثر ظاہر ہونے نہ دیا۔ اور باقی دن اسی حالت مین گذرا۔ شام ہوتے ہی اسی طرف گیا جس کا ذکر اس کے سامنے ہوا تھا۔ خربوزے کے ٹوکرے کو دریا مین ڈالدیا اور پانی سے اُتر کر اس سے پار نکل گیا۔ اور دوڑ کر محمد علی اور بردیسی کو کل واقعہ کی خبر دی۔

بردیسی۔ یوسف؟ شاباش۔ تم نے قابل انعام کام کیا۔ مین تمکو اس خدمت کے صلہ مین بک کا خطاب اور اپنے خاص محافظ دستہ یعنی سوماییک کی سرداری دیتا ہون

یوسف نے بردیسی کے سامنے سر جھکا کر شکریہ ادا کیا۔ اور خوش ہوکر دل مین کہنے لگا مین کسقدر خوش نصیب ہون۔ نفیسہ کو جب یہ خبر پہنچے گی کتنی خوش ہوگی اسوقت میری خوشی کا کیا اندازہ ہوگا۔ جب مین اس کے پاس جاؤنگا اور اس کے سامنے گھٹنے ٹیک کر کہونگا کہ آپ نے مجھے جنگ مین شریک ہونے کا حکم دیا۔ مین گیا اور شریک ہوا آپ نے فخر حاصل کرنے کا حکم دیا۔ مین نے قابل فخر کام کیا۔ آپ نے حکم دیا کہ مین منصب حاصل کرون اسکو بھی حاصل کرلیا اور یوسف بک ہوا۔ اب آپ کے پاس اس امید سے حاضر ہوا ہون کہ آپ یوسف بک کو اپنی خدمت مین رکھین اور جدائی کا حکم نہ دین۔

دوسرے دن کل لشکر یوسف بک کے پیچھے پیچھے اس مقام کی طرف چلا جہان سے دریا پایاب تھا۔ پہلے یوسف بک دریا مین اترا اس کے پیچھے بردیسی و محمد علی اور ان کے پیچھے کل لشکر جب سب فوج پار اُتر گئی محمد علی نے یوسف بک کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور کہنے لگا مین تمہارا شکریہ ادا کرتا ہون تمہاری اس خدمت کو کبھی نہ بھولونگا خسرو پاشا کا آخری وقت آگیا ہے۔ اس کے بعد محمد علی نے اپنے چند البانی جوانون کو حکم دیا کہ

جو توپین پل کے سامنے لگی ہین جا کر ان ہے رُخ بدلدو سپاہی اس سمت دوڑ کر گئے وہان کے پاسبانون کو خبر بھی نہ ہونے پائی کہ انہون نے تلوار و خنجر کے وارون سے انکا کام تمام کر دیا۔ اور توپون کے رُخ شہر کیطرف کر دیئے۔ توپون کے دغنے پر ہی تمام فوج شہر پر ٹوٹ پڑی اور سخت خونریزی کے بعد محمد علی کو کامل فتح حاصل ہوئی۔ اثنائے جنگ مین محمد علی اور پردیسی نہایت ہوشیاری سے کام کرتے رہے۔ سخت لڑائی کے موقعون مین گھستے جنکو مدد کی ضرورت ہوتی اس کی مدد کرتے۔ پردیسی کا دشمن کے ایک فریق سے مقابلہ ہوا جسکے مقدمہ مین خسرو پاشا تھا وہ نہایت سرگرمی سے مصروف پیکار تھا۔ اس نے قسم کھائی تھی کہ یا تو مرجاؤنگا یا بچاؤ کی کوئی صورت نکال لونگا کہ اتنے مین اس کے گھوڑے کے ایک گولی لگی اور وہ گر گیا۔ مگر گھوڑے کے گرتے ہی وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور اپنے ساتھیون سے للکار کر کہنے لگا کہ نا اُمید کوشش کرتے ہوئے میرے ساتھ قلعہ مین چلے چلو۔ پردیسی نے سامنے آکر کہا خسرو! تو اپنی مراد کو نہ پہونچے گا۔ اور تلوار کھینچکر چاہا کہ ایک ہی وار مین کام تمام کردے کہ ایک آہنی ہاتھ نے اُسکا ہاتھ پکڑ لیا۔ محمد علی کو کہتے سُنا۔ پردیسی خدا کے لیئے یہ قیدی تم مجھے دیدو۔ پردیسی نے محمد علی کی اس درخواست سے متعجب ہوکر اس کی طرف دیکھا۔ لیکن اپنے دوست کی صورت دیکھ کر سمجھ گیا کہ وہ اس کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے اس نے مسکرا کر کہا تمکو دیا۔ محمد علی آگے بڑھا اور خسرو پاشا کی تلوار لیکر دو ٹکڑے کر دی۔ اور شانہ پکڑ کر خسرو کی طرف دیکھا۔ خسرو تم میرے قیدی ہو۔

خسرو پاشا۔ منہ سے کچھ نہ بولا لیکن محمد علی کو ایک نگاہ اوٹھا کر دیکھا جس سے اوسکے دلی خیالات نمایان تھے۔ پھر سر جھکا لیا۔ اسے یقین ہوگیا کہ مجھ مین اب مقابلہ کی قوت نہین ہے۔ مین دشمن کے ہاتھ گرفتار ہوگیا۔ خسرو کے گرفتار ہوتے ہی جنگ کا خاتمہ ہوگیا سپاہی اپنے اپنے قیام اور آرام کے لیئے اِدھر اُدھر جگہ تلاش کرنے لگے۔ محمد علی نے اپنے قیدی کو لیجا کر ایک تنگ مکان مین قید کر دیا۔ او سپاسبان اس کی نگرانی کیواسطے مقرر کرکے اپنے سپاہیون کے پاس واپس آیا۔ انکی ضروریات کو دیکھ بھال کے بعد پھر اپنے قیدی کے پاس گیا۔ خسرو کے دونون غلامون کو دروازہ پر پایا جو ابھی تک اپنے آقا کے اسیطرح خیرخواہ وا مین تھے۔ محمد علی مکان کے اندر گھسا چلا گیا۔ خسرو پاشا

Marfat.com

کی نظر جب محمد علی پر پڑی۔ اس نے ایک آہ سرد بھری اور اپنا ہاتھ کمر پر ڈالا کہ تپنچہ نکال خودکشی کرے محمد علی کچھ دیر تک اس کے سامنے چپ کھڑا حقارت سے ہنستا رہا جس کی چوٹ تیر کیطرح خسرو کے دل پر لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد محمد علی نے کہا خسرو؟ میری طرف دیکھ مین اب تک اس نقاب سے اپنے چہرے کو چھپائے ہوئے تھا۔ جو تو نے میرے چہرے پر ڈالدی تھی۔ لیکن اب مین نے اس کو اپنے چہرے سے ہٹا دیا ہے لے میری اصلی صورت کو دیکھ!!

خسرو۔ مین اس محمد علی کو دیکھ رہا ہون جس پر احسان کرکے ایک پلٹن کا سردار بنایا۔ اور وہ اپنے چہرے سے شرم کی نقاب ہٹا کر مجسم بغض و حسد بن گیا۔

محمد علی۔ نہین۔ بغض و حسد نہ کہو۔ مین مجسم انتقام ہون۔ خسرو؟ مین تیرہ برس سے اس گھڑی کا انتظار کر رہا تھا۔ کیا تو گمان کرتا ہے کہ مین تمام دُنیا کے بدلہ مین اسکو ہاتھ سے دیدونگا؟

خسرو۔ نہین۔ مین جانتا ہون کہ تم اس کو تمام جہان کے عوض بھی ہاتھ سے نہ دو گے اور یہ بھی جانتا ہون کہ اس لونڈی کو جسے مین نے تمہاری آنکھون کے سامنے قتل کر ڈالا ایک نگاہ دیکھنے کیلئے تم اپنے اتنے برسون کے انتظار اور حیلہ و مکاری اور اس کامیابی اور بیحد خوشی کو بیچ ڈالوگے۔ لیکن اسکا ملنا غیر ممکن ہے۔ محمد علی! حقیقت مین تم کامیاب نہین ہوئے۔ بلکہ مین کامیاب رہا۔ مین تمہاری ان باتون سے بہت خوش ہون مجھے معلوم ہوگیا کہ جو زخم پہلے تمہارے سینہ مین لگا تھا وہ ابھی تک نہین بھرا اسکے گہرے تمہارے گوشت کو برابر نوچتے رہتے ہین۔ تمہارے دیکھنے ہی سے مجھے اس بات کا یقین ہوتا ہے۔ تم بغض و انتقام نہین بلکہ بدنصیبی اور ناکامی کی مجسم تصویر ہو۔ مین تمہارے جلانے کے لئے کہتا ہون کہ تمہاری محبوبہ جو بہرہ ڈوب کر مر گئی مین نے ہی اس کے غرق کرنے کا حکم دیا تھا۔ تو مجھے میرے اس فعل کی پاداش مین قتل کر ڈالو۔ مین نہایت خوشی اور لذت کیساتھ مرونگا۔ کیونکہ مین جانتا ہون کہ تمہارا زخم اب تک ہرا ہے اور ہمیشہ ہرا رہیگا

ان باتون کے سننے سے محمد علی کے چہرے کا رنگ زرد ہوگیا۔ دانت بجنے لگے۔ بدن پر کپکپی چھا گئی۔ اور خنجر کھینچ کر خسرو کے سر پر کھڑا ہوگیا۔ آنکھون سے چنگاریان نکل رہی تھین۔ لیکن وہ فوراً پیچھے ہٹا اور خنجر کو میان مین کرکے خسرو کیطرف دیکھ کر کہنے لگا مین

Marfat.com

سمجھ گیا کہ تو کیون مجھے برافروختہ کر رہا ہے تو ننگ و عار سے بچنے کے لیئے موت کی خواہش
کرتا ہے اور اپنے مرنے سے خوش ہے۔ تو جانتا ہے کہ میرے زخم اب تک نہین بھرے
یہ تیرا خیال غلط ہے میرے زخم اب بھر گئے ہان جو ہرہ کی محبت کی قسم بھر گئے۔ اے خسرو
تو قاتل ہے۔ قاتل کی سزا موت کے سوا کچھ نہین۔ لیکن مین تیری طبیعت کو پہچانتا ہون
تیرے گناہ کے مقابلہ مین قتل بہت ہی ہلکی سزا ہے۔ لہذا مین تجھکو قتل نہ کرونگا۔ بلکہ
ذلت و خواری کے خنجر سے قیمہ کرونگا۔ تجھے میرے ہاتھون توہین کے تلخ و ناگوار گھونٹ
پینے پڑین گے۔ مین تجھکو بقید حیات قاہرہ لیجاؤنگا تاکہ وہان تجھسے اچھی طرح انتقام
لے سکون۔

خسرو (نہایت اطمینان سے) محمد ان دھمکیون کی کچھ پروا نہین۔ اسوقت کیا اٹھا رکھا
ہے جو آیندہ کا انتظار ہے۔ یہ خیال نہ کر کہ میرے وہان لیجانے سے میری شرافت مین بٹہ
لگ جائیگا۔ بلکہ وہان جانے سے مجھے حکومت کا زمانہ یاد آئیگا۔ وہ زمانہ جب مین تیرا حاکم
تھا۔ تجھکو اس عہدے پر مقرر کیا جس کی وجہ سے اسوقت تو پھولے نہین سماتا ہے جبکہ
تو میرے سامنے زمین پر ناک رگڑتا تھا۔ میدان کارزار کے قیدی کو کیا ننگ و عار ہو سکتا
ہے۔ بہر حال مین کسی حالت مین مبتلا ہون۔ مگر تیرا آقا اور سردار ہونگا۔

محمد علی (ہنسکر) قاہرہ پہونچکر وہان والون پر اسے ثابت کر دینا اور دیکھنا کہ کوئی متنفس
بھی تیری سرداری کو تسلیم کرتا ہے یا کوئی تمہارے چھوڑانے کو اٹھتا ہے۔ اور تمہاری امید
کے خلاف ظاہر ہو تو یاد کرنا کہ یہ بھی محمد علی کا انتقام ہے۔ اگر مین تیرے ابھارنے سے اس
وقت تجھے قتل کر ڈالون تو پھر تجھے اسکا مزا کس طرح چکھاؤن۔

خسرو! زندہ رہ اور اپنی کرتوت کا مزا چکھ۔ تو نے مجھے برسون عذاب مین رکھا ہے اب
میرا عذاب ختم ہو گیا تیری باری ہے۔ جب تک تجھ مین ذلت و خواری اوٹھانے کی طاقت ہے
زندہ رہ اور رسوائی و ذلت کا جامہ پہنکر قاہرہ چل۔

فصل بست و دوم (قاہرہ کی واپسی)

لشکر مظفر و منصور قاہرہ کو روانہ ہوا۔ امن و امان کا دور دورا ہوا۔ خوشی و شادیانہ
مین گھر گھر جشن ہوئے۔ دمیاط و رشید کے قلعے ممالیک البانیون کے قبضہ مین آئے ۔

ترک مغلوب ومقتول ہوئے۔ بقیہ السیف بھاگ کر خورشید پاشا حاکم اسکندریہ کے دامن مین جا چھپے۔

قاہرہ مین سپاہ کا داخلہ نہایت شان وشوکت سے ہوا۔ چار ہزار ممالیک کے آگے آگے عثمان بک بردیسی نہایت جاہ وجلال سے آرہا ہے۔ محمد علی البانی وارمن سپاہ کا پیشرو ہے۔ محمد علی کے برابر ہی ایک آدمی سنہری وردی مین گدھے پر سوار ہے ہونٹون کو دانتون سے چباتا ہے۔ پیشانی پر بل پڑے ہین۔ زرد چہرے پر غیظ وغضب کے آثار ہویدا ہین۔ مگر مجبور ہے یہ وہی خسرو پاشا ہے جو قاہرہ کا گورنر تھا خلقت کی کثرت سے آمد ورفت کے راستے مسدود ہین۔ مرحبا ومبارکباد کے نعرون سے آسمان گونج رہا ہے۔ محمد علی اور اس کے قیدی کو دیکھتے ہی شور وغل کی کوئی حد نہ رہی۔ محمد علی کے جے کارون نے آسمان سر پر اُٹھالیا۔ خسرو ان صداؤن کو سُنکر دانت پیستا اور دل ہی دل مین کہتا تھا کہ میری حکومت کے زمانہ مین میرا کسی نے اس گرمجوشی سے استقبال نہ کیا۔ محمد علی نے اس حالت کو دیکھ لیا۔ اور خسرو سے کہا پاشا! مین تمہارے اسوقت ساتھ ہونے سے بہت خوش ہون۔ تم رات کی تاریکی مین بھاگ نکلے تھے تمکو کوئی دیکھ نہ سکا۔ مین اب تمکو دن دوپہر تمہارے قصر مین پہونچاؤنگا تاکہ سب دیکھین۔ لیکن مین نہایت افسوس کرتا ہون کہ تم اب اس قصر مین نہین رہ سکتے کیونکہ اس مین اسماعیل بک قیام کرین گے۔ تم اس کی ایک کوٹھڑی پر قناعت کرو جو مین تمہارے لئے مخصوص کردونگا۔

خسرو۔ محمد علی! تم میرے لئے کچھ اہتمام نہ کرو اور یہ جانو کہ مین تمہارے دیکھنے سے قبر مین رہنے کو پسند کرتا ہون۔

محمد علی (قہقہہ مارکر) آپ میری صورت دیکھنے کے روادار نہین ہین۔ مین تو آپ ہی کا ساختہ پرداختہ ہون۔ مین خود آپکی خدمت کرونگا۔ آپ میرے آقا ہین۔ آپ میرے سوا کسی کو نہ دیکھین گے مین ہی آپ سے بات چیت کرونگا۔ اچھا اب قلعہ کا دروازہ آگیا آپ آگے تشریف لے چلئے سردارون کو آگے ہی چلنا مناسب ہے۔ یہ کہکر محمد علی نے اپنی گھوڑے کی باگ کھینچ لی اور گدھے کو آگے کرکے تلوار کی نوک سے ایک چونکا دیا۔ وہ چمک کر قلعہ کے اندر گھس گیا۔ سپاہی اس حرکت سے بہت خوش ہوئے۔ اور زور سے قہقہہ مارا۔

Marfat.com

...رو کا چہرہ سُرخ ہوگیا اور آنکھ سے آنسو ٹپکنے لگے۔ پھر چند ممالیک نے آگے بڑھکر اُسے گدھی
...سے اُتار لیا۔ محمد علی نے ان سے کہا اسے لے جاؤ اچھی طرح نگرانی کرنا۔ یہ خاص میرا قیدی
...۔ خبردار اس کی حفاظت میں غفلت نہ کرنا۔ اور نہ کسی طرح تکلیف پہونچانا۔ ممالیک نے
...۔ لیجاکر ایک کوٹھڑی میں بند کردیا۔ اور پاسبان نگرانی کے لیئے مقرر کردیئے خسرو کوٹھڑی
...جاکر زمین پر بیٹھ گیا۔ اور گذشتہ واقعات سوچنے لگا اور جوہرہ کے قتل کا نقشہ آنکھوں
...سامنے پھر گیا۔

اب قاہرہ کمال زیب و زینت پر تھا۔ باشندوں کے دل باغ باغ تھے۔ کوئی ایسا نہ
جو لشکر منصور کی واپسی سے خوش نہ ہو۔ ہر ایک لوازم شادمانی ادا کر رہا تھا۔ انہیں میں
...دبک کی بی بی نفیسہ جو شیخ السادات کے مکان سے اپنی حویلی میں آچکی تھی۔ اُس نے
...نے مکان کو جھنڈیوں اور گلدستوں سے آراستہ کیا۔ لشکر کے داخلہ کا نظارہ دیکھنے کو
...اپنے زرنگار کمرے کی کھڑکی کے پاس بیٹھ گئی۔ سپاہ اس کے مکان کے سامنے سے گذر
...تھی کہ اسے اپنے دل میں غیر معمولی حرکت محسوس ہوئی۔ گویا اس نظارہ نے اس کے
...بیدہ جذبات کو بیدار کردیا۔ دیکھا کہ اسکا داروغہ یوسف مع اپنے دستے کے آرہا ہے
...کے دیکھتے ہی ایک آہ سرد بھری اور پیچھے ہٹ کر مسند پر پڑرہی اور کہنے لگی آہ؟ میں اُسکو
...نا چاہتی ہوں۔ کس قدر میرا نفس اسکا مشتاق ہے۔ لیکن افسوس میں اس کے سامنے اسکا
...زار نہیں کرسکتی ورنہ بردیسی اسکو اسی وقت قتل کرڈالے یا الفی اس کی جان کے پیچھے پڑ
...ئے۔ آہ؟ اے میرے پیارے شوہر تو ہی اپنی محبت کو بڑھا دے۔ اے دل تو
...ی ہو اور اپنی کمزوری کا اظہار مت کر نفیسہ باہر کے واقعات سے بالکل بے خبر تھی۔
...سف بک نے اپنے ہمراہیوں کو قصر کے سامنے روک لیا اور گھوڑے سے اُتر کر ایک
...ام کے ذریعہ اندر جانے کی اجازت طلب کی۔ نفیسہ اسوقت ہوش میں آئی کہ غلام اجازت
...ب کرنے کے لیئے آیا۔ اس نے غلام سے کہا اسے آنے دو۔ اور لونڈیوں کو حکم دیا کہ پاس
...کمرے میں منتظر بیٹھی رہیں۔ اور دروازے کو کھلا رہنے دیں۔ تاکہ مغلوب جذبات ہوکر
...ی جذبات کو نہ ظاہر کرسکے۔ اس کے بعد یوسف آیا۔ نفیسہ نے اسے پہلے سے زیادہ
...میل وشکیل پایا۔ یوسف آگے بڑھکر گھٹنوں کے بل بیٹھ کے چادر کے دامن کو چومنے لگا۔
...ور عرض کرنے لگا کہ میں آپ کے حکم سے جنگ پہ گیا تھا۔ وہاں سے واپسی کے بعد میرا پہلا

فرض یہ تھا کہ آپ کی خدمت مین حاضر ہون۔کیا مین آپ کے دہن مبارک سے مبارکباد کے کلمات سن سکتا ہون۔

نفیسہ۔یوسف بک؟ خوش آمدید۔یہ لقب (بک) کس قدر شیرین ہے۔لیکن تم میرے سامنے کیون زانو ٹیکتے ہو۔اٹھو۔بہادرون کو عورتون کے سامنے زانو ٹیکنا کسیطرح زیب نہین۔

یوسف۔حضور۔مین اس مرتبہ پر پہونچنے سے پہلے آپکا غلام تھا۔لہذا اب بھی برابر اسی طرح غلام رہون گا۔اور غلامون کے لئے آقاؤن کے سلام کا اس کے سوا کوئی طریقہ نہین ہے یہ کہکر قدم چومنے کے لئے آگے بڑھا۔نفیسہ پیچھے ہٹ گئی۔اور ہاتھ بڑھا کر کہا۔یوسف اوٹھو مین تمکو حکم دیتی ہون کہ ایسا نہ کرو۔بیچارہ یوسف یہ کہتا ہوا اُٹھ بیٹھا کہ آپ نے حکم دیدیا اور مین آپ کی نافرمانی کرنا نہین چاہتا۔لیکن میری اتنی درخوست ہے کہ آپ مجھے اپنی خدمت مین پھر منظور کرلین۔

نفیسہ۔تم میری خدمت گذاری کروگے۔نہین یہ ہرگز نہین ہوسکتا۔مراد بک کی بی کی کیا اوقات کہ بڑے بڑے رتبے والے اسکے غلام ہون۔نہین تمہین اپنی اس ترقی کو جس مین تم نے ابھی قدم رکھا ہے۔کمال تک پہونچانا چاہے۔تمکو اتنے ہی پر بس نہ کرنا چاہیئے۔بلکہ ایسی کوشش کرو کہ اپنے آقا کے مرتبہ کو پہونچو۔

یوسف (نہایت مایوسی سے) کیا آپ مجھے دوبارہ نکالتی ہین۔آپ نے مجھے کہا تھا کہ مین لڑائی مین شریک ہون۔مین نے اس کو پورا کیا۔موت کے منہ مین گھسا۔اپنے آپ کو خطرون مین ڈالا۔باوجود اس کے آپ کے حکم کی تعمیل کرنے کے لیئے اپنی جان کی حفاظت کرتا رہا۔جب میری طرف کوئی گولی آتی آپ کے نام کو سپر بناتا۔آپ کی خدمت مین حاضر ہونے اور قدمبوسی کے اشتیاق اور شرف ملازمت کی امید مین برابر لڑائی مین ثابت قدم رہا۔یہان تک کہ فتحمند ہو منصب پایا۔لیکن افسوس آپ کی درگاہ مین حاضر ہونے اور آپ کی باتین سننے سے تمام اُمیدین خاک مین مل گیئن۔آپ مجھے پھر اپنے پاس سے جدا کرتی ہین اور مجھسے الگ رہنا چاہتی ہین۔

نفیسہ۔یوسف؟ ہوش مین آؤ۔سنو تمہارا قیام میرے پاس کسی طرح مناسب نہین۔تمکو عنقریب اس کی وجہ معلوم ہو جائے گی۔اسوقت تم اپنی فوج مین واپس جاؤ۔لوگ تمہارے

منتظر ہیں یاد رکھو ابھی جنگ کا خاتمہ نہین ہوا۔ تمہین بہت سے مشکلات پیش آوین گی۔ خیر تم خدا کے حکم سے غالب آؤ گے۔ اور فتح و نصرت کے تاج سے اپنے سر کو آراستہ کرو گے۔

یوسف مجھے نہ دُنیا سے واسطہ نہ تاج کی حرص۔ نہ فتح و نصرت میرا مقصد ہے مین تو یہی چاہتا ہون کہ آپ کے پاس رہون۔ آپ کو دیکھا کرون اور.....

نفیسہ (بات کاٹ کر) خاموش۔ لونڈیان پاس کے کمرے مین موجود ہین۔ مین نہین چاہتی کہ وہ تمہاری باتین سنین۔ اب ملاقات ہوچکی جاؤ۔ اپنے سپاہیون سے جا ملو

یوسف۔ میری گستاخی معاف کیجئے۔ یہ دیسے ساتھ ایسا سختی کا برتاؤ نہ کیجئے۔ کیا آپ کے دل مین شفقت نہین ہے۔ کیا آپ رحمت سے نا آشنا ہین۔ کیا آپ محبت کے نام سے بے خبر ہین.... آپ کو اپنے عزیز کی قسم مجھے اپنے پاس رہنے کی اجازت دیجیے تمام عمر آپ کی خدمت کرتا رہونگا۔ اور آپ سے وعدہ کرتا ہون کہ کبھی کچھ نہ کہونگا۔ بلکہ آپ کی پاکیزہ صورت دیکھنے پر اکتفا کرونگا۔

نفیسہ۔ میرے ارادے بدلنے کی کوشش مت کرو۔ تمہین اسوقت ضرور جانا پڑیگا

یوسف۔ آپ مجھے دور کرتی ہین۔ اور دوسرون کو پاس آنے کی اجازت دیتی ہین آپ پردیسی اور آلفی کو نہین روکتین۔ وہ دونون آپ سے ملتے اور باتین کرتے ہین کیا مجھی کو اس نعمت سے محروم کرنا ہے۔

نفیسہ۔ یوسف بک ؟ مین ان دونون کو بھی روک دونگی۔ اب سے وہ مجھے نہ دیکھ سکین گے۔ مین خدا کی اور... (قریب تھا کہ کہنے لگے اپنی محبت کی لیکن اس نے سنبھل کر کہا) اپنی شرافت کی قسم کھاتی ہون کہ وہ میرے گھر نہ آوین گے۔ اور نہ مین اب اُن سے ملونگی۔

یوسف بک۔ نہین۔ اگر انکے روکنے سے میری آمدورفت بھی بند ہوجائے تو آپ انکو نہ روکئے۔ مین امید کرتا ہون کہ آپ انکو آنے دین گی۔ اور مین بھی انہین کیطرح حاضر ہوکونگا۔ یوسف کی گفتگو مین سننے سے اور محبت الفت کے جذبات ایسے نہ تھے کہ نفیسہ پر پوشیدہ رہتے۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر کہا مین قسم کھا چکی کہ اب وہ میرے گھر مین نہ آوین گے۔ لیکن تم جب کبھی مدد چاہتے ہو۔ یوسف نفیسہ کی ان باتون کے

سنتے ہی گویا دوسرے عالم مین پہونچ گیا۔ اور اسکا ہاتھ پکڑکر صورت دیکھنے لگا۔ گویا کہ خاموش گفتگو کر رہا ہے۔ نفیسہ کو فوراً خیال ہوا کہ جتنا اقرار کرنا چاہتی تھی اس سے زیادہ کرچکی۔ لہذا اس نے آہستہ سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ اور کہنے لگی۔ یوسف بک؟ اب جاؤ۔ تم جب چاہو ملاقات کرسکتے ہو۔ لیکن اسوقت چلے جاؤ۔ یہ کہکر کمرے کے باہر چلی گئی جب اس کمرے مین پہونچی جس مین لونڈیان اسکا انتظار کررہی تھین۔ اسے خیال ہوا کہ یوسف اس کی نشستگاہ کو ضرور بوسہ دیگا۔ اسو لونڈیون سے چھپانے کے خیال سے پردہ چھوڑ دیا۔ یہ خیال اسکا بالکل درست نکلا۔ پردہ گرتے ہی یوسف بک زمین پر گر پڑا۔ اور اس مقام کو چومنے لگا۔ جہان وہ بیٹھی تھی پھر ہاتھ پھیلاکر کچھ کہنا چاہا لیکن ہوائی غمازی کے خوف سے جو اسکے منہ کے پاس سے گذر رہی تھی ٹھہر گیا۔ اور اٹھکر اپنے سپاہیون کے پاس چلاگیا۔ سپاہی اس کو دیکھ کر بہت متحیر ہوئے۔ کیونکہ انھون نے اس کو کبھی اسقدر بشاش نہ دیکھا تھا۔ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوکر دستے کے آگے آگے چلا۔ تاکہ لشکر سے جاملے۔

نفیسہ کو جب معلوم ہوگیا کہ وہ چلاگیا اور اس کے گھوڑے کی ٹاپون کی آواز سُن لی تو اسی کمرے مین جس ملاقات کی تھی لوٹ آئی اور زمین پر بیٹھ کے ہاتھ پھیلاکر کہنے لگی۔ اے یوسف بک؟ مین تجھے پیار کرتی ہون بے تیرے زندگی مین کوئی مزا نہین۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے صحیح سلامت تجھے دکھلا دیا۔

فصل بست و سوم ۲۳

محمد علی بردیسی

نفیسہ نے یوسف بک سے جو کہا تھا کہ جنگ کا ابھی خاتمہ نہین ہوا۔ بہت ہی درست تھا زمانہ نے اس کی دوراندیشی کو بہو بہو ثابت کر دکھایا۔ قاہرہ مین امیر الممالیک اسمٰعیل بک حاکم تھا۔ مگر نفوذ و اقتدار محمد علی و بردیسی کا تھا۔ اسمٰعیل نام کا حاکم تھا۔ کام جو کچھ کرتے تھے وہی دونون کرتے تھے۔ انھون نے ملک کی تقویت اور جنگ و جدال سے الگ

Marfat.com

رہنے کی قسم کھالی تھی۔

ترکی سپاہ جو اسکندریہ مین بماتحتی خورشید پاشا فراہم تھی۔ ناہرہ کی طرف بڑھنے کا قصد کرتی تھی۔ تاکہ ملک فتح کرکے سلطان کے زیر حلومت لائے۔ وقتاً فوقتاً بردیسی و محمد علی ان کے مقابلے کو جاتے اور کامیاب ہوکر واپس آتے۔ محمد علی و بردیسی کے درمیان رفتہ رفتہ پختہ محبت ہوگئی بظاہر معلوم ہوتا کہ بردیسی صاحب حکومت ہے۔ لیکن حقیقت مین محمد علی صاحب رائے و تدبیر تھا۔ اور یہ بات تمام ملک مین مشہور ہوگئی تھی جب کبھی کسی تاجر یا رئیس کو حکام سے مشورہ لینے کی ضرورت پڑتی اسکو محمد علی ہی سامنے نظر آتا وہی انکی شکایتون کو سنتا اور انصاف کرتا۔ رفتہ رفتہ یہی خیال سفرائے دول وسفرائے انگلستان و فرانس کے دلون مین جم گیا۔ سب اسی کو جانتے اور اسی سے گفتگو کرتے تھے۔ اکثر یہ لوگ اس سے پوشیدہ معاملات مین بات چیت کرتے بردیسی کو اس کی کچھ بھی خبر نہ ہوتی ہان جسقدر وہ خود ہی اسکو بتا دیتا۔ مگر کون جانتا ہے کہ وہ اصل واقعہ سے خبردار کرتا تھا۔ بردیسی محمد علی پر پورا بھروسہ کرتا تھا لیکن اسماعیل بک اس کے بالکل خلاف تھا۔ وہ اپنی متجسس نگاہون سے تاڑ گیا تھا کہ محمد علی ممالیک کا خیرخواہ نہین ہے۔ وہ اکثر بردیسی کو متنبہ کرتا جب کبھی اس سے ملتا یہی کہتا کہ عثمان؟ میری نصیحت مانو۔ اس شخص پر پورا بھروسہ نہ کرو۔ ہوشیاری سے اس کے ساتھ کام کرو۔

لیکن بردیسی تعجب سے سر ہلاکر کہتا۔ اسمٰعیل؟ اس قسم کے شکوک میرے دل مین نہ ڈالو۔ دُنیا مین اس سے بڑھکر میرا کوئی سچا دوست نہین۔ مین اسے اپنی جان کیطرح دوست رکھتا ہون۔ دُنیا کی کوئی قوت اسکو مجھسے جدا نہین کرسکتی۔ اسماعیل بک اسکے جواب مین کہتا کہ تم بہت جلد نادم ہوگے جب دیکھ لوگے کہ وہ ممالیک کو ہلاکت و بربادی کی طرف دھکیل رہا ہے۔ مین کہتا ہون کہ وہ خیرخواہ دوست نہین ہے۔ زمانہ تم کو میری بات سچی کر دکھائیگا۔ پھر اسوقت تم نادم ہوگے۔ لیکن مین جانتا ہون کہ وقت نکلجانے کی بعد ہوگا۔

فصل بست و چہارم

ممالیک کی ضد

الفی بک انگلستان کی سیاحت سے واپس آکر مصر مین خفیہ داخل ہوا۔ جو مالیک اسکے منتظر تھے۔ انکو جمع کر کے نصیبین مین اقامت کی۔ اور اس حصہ پر قبضہ کر لیا۔ لوٹ مار اور زبردستی سے رعایا کے مال چھینتا یہی اسکی گذراوقات تھی۔

خورشید پاشا کا زور سکندریہ مین بڑھتا جاتا تھا۔ وہ قاہرہ پر فوج کشی اور محمد علی کی سرکوبی کی تیاری کر رہا تھا۔ اس نے آستانہ علیہ سے قاہرہ پر فوج کشی کی منظوری طلب کی تھی تاکہ مالیک کو نکالکر خسرو کو اسکے منصب پر پہونچاوے۔ مصر کی حالت خود بھی دگرگون ہو رہی تھی کیونکہ اسمٰعیل بک و عثمان بک کو مال کی ضرورت ہوئی۔ انہون نے تاجرون پر ٹیکس بڑھا دیئے۔ اور مالیک نے چارونطرف پھیلکر لوگون کے مال پر دست درازی شروع کر دی۔ شہر والے ظلم سے تنگ آکر مالیک کی دست اندازی سے چیخ اٹھے بردیسی معاملہ کو نازک سمجھکر محمد علی کے پاس گیا۔ اور فوج کی تنخواہ ادا کرنے کے لیئے مال فراہم کرنے اور اہل شہر پر ٹیکس مین تخفیف کرنے کے لئے مشورہ طلب کیا جس کی وجہ سے اکثر سرکشی پر آمادہ ہوجایا کرتے تھے۔ محمد علی نے وعدہ کیا کہ مین کوئی مناسب طریقہ سوچونگا۔ جب معلوم ہوجائیگا بتا دونگا۔ فوجین ہر طرف سے اپنے وظایف لینے کے لیئے بدہم چلی آتی تھین۔ محمد علی سے زائد تعلق ہونیکی وجہ سے اس کے پاس آکر شکایت کرتین اور مدد کی خواستگار ہوتین۔ وہ سخت افسوس ظاہر کرتا اور کہتا تمہاری اس حالت سے مین بہت غمگین ہون لیکن بدقسمتی سے میرے پاس کچھ نہین ہے۔ میری جو تنخواہ مقرر ہے وہ خود میری ضروریات کو مکتفی نہین ہوتی۔ علاوہ اس کے وہ ٹھیک وقت پر نہین ملتی تم اسماعیل بک و عثمان بک کے پاس جاؤ وہی تمہارا معاملہ چکا سکتے ہین۔ جب سپاہی محمد علی کی تقریر سنتے اپنے سر جھکا لیتے۔ اور محمد علی کے مقصد کو سمجھ جاتے تھے۔ سب ملکر بردیسی نے جھروکے سے سر نکال کر دیکھا کہ سپاہیون سے ارد گرد کے گلی کوچے اور سڑکین پٹی پڑی ہین۔ اس نے سپاہیون سے آنے کی وجہ دریافت کی۔ سبھون نے ایک ساتھ چلا کر کہا ہم بھوکے ہین۔ اپنی تنخواہ لینے آئے ہین۔ بردیسی نے کہا اسوقت اپنے اپنے ٹھکانے چلے جاؤ۔ دو دن بعد تمہاری پوری پوری تنخواہین تمہارے پاس پہونچ جائین گی۔ ایک فسر نے کہا ہم ایک لمحہ انتظار نہین کر سکتے بے لئے یہان سے نہین ٹلین گے۔ باقی لشکر نے اسی کو دہرایا۔ اور بڑھتے ہوئے آگے بڑھے جاتے تھے کہ گھر مین گھس جائین کہ ایک آواز مثل بجلی

Marfat.com

(آ)ہٹ کے سُنائی دی۔ کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے۔ اے سپاہیو؟ یہ کیا ہے؟ تمہاری یہان کیا غرض ہے؟ تم کیون اپنے سردار کے گھر مین گھسنے کی جرات کرتے ہو۔ سپاہیون نے دیکھا کہ محمد علی انکے سامنے ہے۔ غیظ و غضب کے آثار چہرے پر نمایان ہین۔ جس سے دوسری باتون کا پتہ چلتا تھا۔ جو اُنپر پوشیدہ نہین تھین۔ وہ فوراً خاموش ہو گئے اور دروازے سے ہٹ آئے۔ پردیسی یہ دیکھ رہا تھا اسکا چہرہ چمکنے لگا۔ اور کہا اے خیرخواہ دوست تم سلامت رہو۔ محمد علی مکان مین داخل ہو چکا تھا۔ اس نے سلام کیا اور کہنے لگا عثمان بک؟ مین معافی چاہتا ہون مجھے یہ گمان بھی نہ تھا کہ فوج آکر مال طلب کرکے تمکو پریشان کریگی۔ یہ لوگ پہلے میرے پاس آئے تھے۔ میرے پاس کچھہ انکو دینے کے لئے نہین تھا۔ مین نے انکو واپس کر دیا۔ مجھے یہ خیال بھی نہ گذرا کہ یہ لوگ تمہارے پاس آنیکی جرات کرین گے۔

پردیسی (نیچی نظرون سے محمد علی کیطرف دیکھ کر) محمد علی! مین تمہارا شکریہ ادا کرتا ہون۔ خدا تم جیسے سچے خیرخواہ دوست کو سلامت رکھے۔

محمد علی (سپاہیون کے سنانے کے لئے بلند آواز سے) عثمان بک! افسرون کے فرائض سپاہ کے ساتھ ساتھ ہین۔ انہون نے جو کچھہ کیا بمقتضی تنگ آمد بجنگ آمد کے کیا۔ لہذا مین انکی اس بے باکی سے معافی کا خواستگار ہون اور اُمید کرتا ہون کہ اسی وقت انکے جایز مطالبہ کا پورا خیال کیا جائے۔ ہم نے انکو باشندون کو ستانے اور لوٹ مار سے روک رکھا ہے۔ اب اگر ہم انکا مشاہرہ بھی بند کردین تو بہت ہی نامعقول بات ہوگی اس لئے مین اُمید کرتا ہون کہ آپ جو کچھہ دے سکتے ہون اسی وقت دیدیجئے۔

سپاہیون نے محمد علی کا ایک ایک لفظ سُنا۔ اور محمد علی کی جے کا نعرہ بلند کیا۔

پردیسی۔ دوست! سچ جانو بخدا میرے پاس کچھہ نہین ہے۔ پردیسی (سپاہیون کی طرف دیکھ کر) سپاہیو! اپنی اپنی جگہون پر چلے جاؤ۔ مین وعدہ کرتا ہون کہ کل تمہارا مطالبہ ادا کر دونگا۔ سپاہیون نے اس وعدہ کا کچھہ خیال نہ کیا۔ اور کھڑے ایک دوسرے سے باتین کرتے رہے۔

محمد علی (سپاہیون کی طرف رخ کرکے) اس وعدہ کو سُننے کے بعد بھی تم یہان کھڑے ہو کیا اپنے افسر پردیسی کے وعدہ کو سچ نہین جانتے۔ اب جاؤ کل کا انتظار کرو۔

Marfat.com

سپاہی اسی وقت واپس ہوئے اور اپنے اپنے قیام گاہون کا رُخ کیا۔ عثمان بک محمد علی کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور کہنے لگا۔ دوست! تم نے مجھے بہت بڑی مصیبت سے بچایا لیکن مین نے ان سے کل کا وعدہ کیا ہے۔ لہذا اب کوئی ایسی تدبیر بتاؤ جس سے اپنا وعدہ پورا کر سکون۔

محمد علی۔ جب کل ہوگی پھر کسی دِن پر ٹال دینا۔ مین مال ملنے تک تمہاری اس مین مدد کرتا رہون گا۔ اسوقت ایک تدبیر مال وصول کرنے کے بھی ذہن مین آتی ہے۔ اگرچہ اس کام سے مطلب برآری ہوجائیگی مگر پرخطر ضرور ہے۔

بردیسی۔ محمد علی! کہو۔ جلد کہو۔ کچھ خوف نہ کرو۔ اگر مال ملنے کی کوئی صورت نکل آئے تو پھر مجھے خطرون کا کوئی اندیشہ نہین۔

محمد علی۔ تم نے شہر والون پر بہت کچھ محصول اور ٹکس لگائے۔ مگر اجنبیون اور فرنگیون کو کیون چھوڑ رکھا ہے۔

بردیسی۔ (گھبرا کر) اجنبیون اور فرنگیون پر؟ ایسا تو کبھی نہین ہوا۔

محمد علی۔ اب تم پہل کرو۔ اور انکو دینے پر مجبور کرو۔ وہ یہان آکر بے انتہا دولت حاصل کرتے ہین مگر حکومت کو کچھ نہین دیتے۔

بردیسی۔ محمد علی ٹھیک کہتے ہو۔ مین ابھی محاسب کو بلا کر حکم دیتا ہون کہ ان لوگون سے مال وصول کرنے کا تہیّہ کرے۔ یہ کہہ کر محاسب کو بلایا اور محمد علی نے اپنے گھر کی راہ لی۔ راستہ بھر دل ہی دل مین کہتا جاتا تھا۔ عثمان! تو اس رائے کی پیروی کرکے ہی تجھے اور تیری جماعت کو اس گڑھے تک پہونچا ویگی۔ جو مین نے تم لوگون کے لیئے کھود رکھا ہے یاد رکھو یہ ٹکس آیندہ گل کھلائیگا۔

محمد علی اس چال مین بازی لیگیا۔ بردیسی نے ٹکیس وصول کرنے والون کو فرنگیون کے مکانون پر روانہ کیا۔ جو ہر ایک سے پانسو درم طلب کرتے تھے۔ سب نے اس مطالبہ کو ناگوار سمجھا اور بالاتفاق نفرت کے ساتھ انکار کیا۔ سفرائے دول قلعہ کیطرف بردیسی سے ملنے اور اس حکم کے متعلق گفتگو کرنے گئے سال کی ضرورت اور وعدہ پورا کرنے کے خیال نے بردیسی کو ایسا اندھا کر دیا تھا کہ اس نے ملنے سے ہی انکار کر دیا۔ اسے مال جمع کرنے کے سوا کچھ نہ سوجھتا تھا۔

Marfat.com

سفرا نے یہ حالت دیکھ کر قاہرہ چھوڑنے کا ارادہ کر لیا۔ اور مع اپنے ہمراہیوں کے
سکندریہ چلے گئے۔ پھر جو لوگ رہ گئے ٹیکس وصول کرنے والوں نے ان سے بجبر وصول
کیا۔ فرانس کا سفیر قاہرہ چھوڑنے سے پہلے بہت دیر تک محمد علی سے گفتگو کرتا رہا
لوگوں کو اس کی گفتگو کا حال معلوم نہوا کہ کس معاملہ میں تھی۔ ہاں چلتے وقت محمد علی نے اتنا
بلند آواز سے کہا تھا کہ صرف تھوڑا انتظار کرو پھل پک چکے ہیں۔ گرا چاہتے ہیں خورشید
پاشا سے کہدینا کہ میں ان کے لئے رستہ صاف کر رہا ہوں۔ میں سلطان کا سچا خادم
ہوں۔ اگرچہ زمانہ اس کے خلاف ظاہر کر رہا ہے۔ ہاں بتاکید کہدینا کہ میں وقت پاکر
کارروائی میں ذرا کوتاہی نہ کرونگا۔

دوسرے دن صبح کو سپاہیوں نے آکر بردیسی سے مطالبہ کیا۔ بردیسی نے ٹیکس
سے جو کچھ فراہم ہوگیا تھا۔ اس سے نصف تنخواہ ادا کر دی۔ سپاہیوں نے کل تنخواہ
سختی سے مطالبہ کیا۔ بردیسی نے کہا اس سے زیادہ نہیں جمع ہوسکا جو کچھ باقی رہ گیا
ہے اُسے بھی جلد ادا کر دونگا۔ سپاہی ناراض ہوکر چلے گئے۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد
پہلے سے زیادہ شور مچاتے باقی کی درخوست کرتے ہوئے آئے۔ سپاہیوں کے دلوں
میں نافرمانی اور بغاوت کی آگ بھڑک رہی تھی۔ جب عثمان بک نے دیکھا کہ سپاہیوں
کے خوش کرنے سے مفر نہیں تو اس نے ٹیکس وصول کرنے والوں کو حکم دیا کہ شہر والوں
کے پاس جو کچھ ملے زبردستی چھین لو۔ یہ گھروں اور دوکانوں میں گھسے اور اُن کے
مالکوں سے بزور مال لیگئے۔ اور انکی واویلا اور فریاد کی کچھ پرواہ نہ کی۔ جب اہل
شہر تنگ آگئے انھوں نے اپنے مکانوں اور دوکانوں کو بند کرکے جامع ازہر کا رُخ
کیا۔ اور وہاں جاکر مشورہ کیا۔ اور قسم کھائی کہ مرنا قبول کرینگے۔ مگر یہ ظلم برداشت نہ
کرینگے۔ تمام شہر میں بغاوت کا جھنڈا بلند ہوگیا۔ علما نے چاہا کہ لوگوں کے اس جوش
خروش کو فرو کریں۔ مگر ایک نہ سُنی۔ اور چلا کر کہا ہم میں ان بیجا ٹیکسوں کے ادا کرنے
کی طاقت نہیں ہے اور نہ ہم ادا کرنا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ اسی حالت میں تھے کہ محمد علی
اپنے چند سپاہیوں کے ساتھ ان کے پاس آیا۔ اور ہاتھ سے اشارہ کیا جس سے دفعۃً
خاموش ہوگئے۔ اور سکوت چھاگیا۔ محمد علی نے کہا میں عثمان بک کے پاس گیا تھا اور
اس سے کہا تھا کہ یہ ظلم و تعدی بند کرو۔ اس نے منظور ہی کر لیا ہے۔ عنقریب ٹیکس

Marfat.com

وصول کرنے والون کو اس بیجا ٹیکس کی وصولی سے منع کر دیگا۔ تم اپنے اپنے گھر جاؤ
اور بے خوف وخطر اپنے کام شروع کرو۔ بردیسی کے وعدہ پر بھروسہ کرو۔ اس نے
جو کچھ وعدہ کیا ہے پورا کریگا۔ لوگون نے یہ سُنکر محمد علی کے حق مین دعا کی۔ اور سب
اس کی طرف بڑہے۔ اُن مین بڑا خوش قسمت وہ تھا جسے اس کے ہاتھ یا دامن کو بوسہ
دینے کا موقع مل گیا۔ محمد علی سمجھ گیا کہ اس نے ان کے دلون مین مما لیک اور ان کی طرف سے
حکومت جسقدر ناخوشی پیدا کر دی ہے اسی قدر اپنا سکہ ان کے دلون مین جما لیا ہے
جب وہ کسی مقام سے گذرتا سب تعظیم کو کھڑے ہو جاتے اور سلام کرکے اس کے حق
مین دعا کرتے برخلاف مما لیک کے کہ قوم انکو بغض وعداوت کی نگاہ سے دیکھتی تھی۔
اور وہ اسے محسوس کرتے تھے۔

کچھ دلون کے بعد فرانسیسی سفیر مع خورشید پاشا کے وکیل کے واپس آیا۔ اور
قاہرہ مین رات کو بھیس بدلکر داخل ہوا۔ اور تنگ گلیون مین نہایت ہوشیاری
اور بیداری سے گذرتا ہوا محمد علی کے مکان پر پہونچا۔ اور اندر جاکر رات بھر محمد
سے گفتگو کرتا رہا صبح ہونے سے پہلے سفیر تنہا چلا گیا۔ اور وکیل کو محمد علی کے مکان پر
چھوڑ گیا۔ وکیل نے محمد علی کو چند اوراق دیئے۔ محمد علی انکو پڑھتا جاتا اور خوش ہوتا جاتا
تھا۔ پڑھنے کے بعد وکیل سے کہا مین ایک درخوست کرتا ہون۔ وکیل نے کہا تمہارا
جو جی چاہے مجھے دریغ نہ ہو گا۔ محمد علی نے کہا مین چاہتا ہون کہ خسرو پاشا کے متعلق
جو فرمان ہے اس کو مین خود پڑھکر سنا دون۔ وکیل نے کہا تمہاری خوشی۔ یہ تو تم نے
اپنے استحقاق سے بہت ہی کم بات کہی۔ لیکن مین یقین کرتا ہون کہ خورشید پاشا
قاہرہ مین آتے ہی تمکو پاشا کا خطاب اور تمہاری کارگذاری کا تمکو صلہ دین گے۔ محمد علی
نے اپنا منہ پھیر لیا تاکہ وکیل اس کی خوشی کو نہ دیکھ سکے۔

دوسرے دن صبح کو سپاہیون کی ایک جماعت نے شہر کے اُس حصہ کو جہان مما لیک
کے سردار رہا کرتے تھے۔ جاکر گھیر لیا۔

اسمٰعیل بک وعثمان بک نے قلعہ کا رہنا چھوڑ دیا تھا۔ اور شہر مین اپنے اپنے محلات
مین رہتے تھے تاکہ عیش وآرام سے گذر کرین۔ اور اہل شہر بھی دبکتے رہین۔ بردیسی اپنے
محل مین نفیسہ کے روکھے جواب کے ملال کو ناچ رنگ مشغول ہوکر بھلا رہا تھا اور جو کسی

اور گرجی لونڈیاں اس کے سامنے ناچ اور گا رہی تھیں کہ بندوق کی باڑھ چلی اور معلوم ہوا کہ گولیاں اسی کے مکان پر پڑی ہیں۔ بردیسی حقیقت حال دریافت کرنے کے لئے جلدی سے باہر کے کمرے میں گیا دیکھا کہ مکان سپاہیوں سے گھرا ہے اور بندوقوں کے رُخ اسی کے مکان کی طرف ہیں۔ اُس نے تعجب اور گھبراہٹ میں کہا یہ کیا؟ یہ تو البانی اور ارمنی سپاہی ہیں۔ (محمد علی کو دیکھ کر) اُف محمد علی بھی تو سپاہیوں کے ساتھ ہے۔ اسی نے ہماری بربادی کا سامان کیا ہے۔ آہ۔ آہ میں کیا کروں۔ نہیں نہیں میں اُن پر اپنی بہادری ثابت کر دونگا۔ انہیں بھی معلوم ہو جائے گا کہ میں آسانی سے جان دینے والا نہیں۔ یہ کہکر اپنے آدمیوں اور خادموں کے پاس آیا۔ اور انکو مقابلہ پر آمادہ کر کے حکم دیا کہ دروازوں کو بند کر لو۔ کچھ سپاہی بھی اس مکان پر رہا کرتے تھے۔ اُن کو بلا کر فیر کرنے کا حکم دیا۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ اسوقت اُسے پورا یقین ہو گیا کہ یہ بھی محمد علی کے بھیجے ہوئے ہمیں ہلاک کرنے آئے ہیں۔ اب بچاؤ کی کوئی صورت نہیں رہی پھر غم و غصہ میں ہونٹ چبانے لگا۔ اور باقی ماندہ مالیک کے پاس آکر حکم دیا کہ جسقدر جلد ممکن ہو مستورات اور قیمتی چیزیں اور ضروری اسباب کو گاڑیوں اور اونٹوں پر لاد کر بھاگنے کے لئے تیار رہو۔ یوسف بک بردیسی کا ہیش رو تھا۔ اس نے بردیسی سے کہا آپ کچھ خوف نہ کیجئے۔ میں اپنی جان سے آپکی حفاظت کرونگا۔ بردیسی نے پھر اپنے ممالیک کے پاس آکر انکو مستعد کیا انہوں نے جواہرات اور مال کے صندوق اور قیمتی فرش اور ریشمی کپڑے اونٹوں پر لاد لئے۔ اور عورتوں اور بچوں کو گاڑیوں پر سوار کیا۔ اور عثمان بک اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ یوسف بک و بقیہ ممالیک اُس کے دائیں بائیں ہو لئے اور سب پیچھے کے چور دروازے سے نکل کر چل دیئے۔ مکان سے کچھ دور ہی گئے تھے کہ سپاہیوں نے انکو دیکھ لیا یہ سمجھ گئے کہ مال و اسباب لئے ہوئے بھاگے جاتے ہیں۔ اور انکا پیچھا کیا۔ عثمان بک یوسف بک اور باقی ممالیک مقابلہ کے لئے پیچھے ہٹ آئے۔ فریقین میں جنگ شروع ہو گئی۔ عثمان بک نے سپاہ گری و شہسواری کے خوب خوب جوہر دکھلائے۔ اس کی تلوار سروں کو یوں کاٹنے لگی جیسے درانتی گھاس کو۔ یوسف بک نے بھی اس سے کچھ کم دادِ شجاعت نہیں دی۔ وہ مفرورین کو بچانے کے لئے سپاہیوں کے پیچھے ببر سے کی طرح دوڑتا پھرتا تھا۔ مگر اس کے ایک گولی لگی جس سے وہ بے دم ہو کر پشت پر

Marfat.com

سے زمین پر گرا۔ اور اس کے سینہ سے ایک دردناک آواز نکلی اور منہ سے خون جاری ہوگیا۔ اتنے میں غلام اونٹ اور گاڑیاں لیکر دو نکل گئے تھے۔ بردیسی اون کے پیچھے دوڑا۔ سپاہیون نے اسکا تعاقب چھوڑ دیا۔ وہ اور اُس کے ہمراہی برابر بھاگتے ہوئے چلے گئے اور جیزہ مین پہونچکر دم لیا اور دشمنون کی طرف سے بے خوف ہوئے۔ بردیسی کے کئی زخم آئے تھے۔ داہنے ہاتھ اور رخساروں سے خون جاری تھا۔

محمد علی نے بردیسی کے مال واسباب سمیت نکل جانے کا کچھ خیال نہ کیا اور اپنے سپاہیون سے کہا اُن کے سب مال واسباب لیکر بھاگ نکلنے سے کوئی ہرج نہین ہوا۔ ان کے اسطرح چلے جانے سے مین بہت خوش ہون۔ بشرطیکہ وہ یہان پھر نہ آوین

بردیسی نے گھوڑے سے اترنے سے پہلے شہر کو جو پس پشت ہوگیا تھا روتے ہوئے حسرت واندوہ کی نگاہ سے دیکھا۔ اور پھر افسوس کیساتھ کہا تعجب ہے۔ اے محمد علی تو اور میرے ساتھ خیانت کرے۔ یہ زمانہ کی نیرنگیان ہین۔ افسوس۔ صد افسوس۔ لشکر مفرورین کے تعاقب کے بعد بردیسی کے مکان پر آیا اور اس امید سے کہ شاید کچھ رہا سہا مال ہاتھ لگ جائے اندر گھسا۔ بردیسی کے کئی مکان تھے سپاہیون نے سبھون کو خوب لوٹا۔ اور نہایت بے رحمی سے تباہ کیا۔ اس سے فارغ ہوکر اسمٰعیل بک کے محل پر پہونچے۔ اُسے عثمان بک کی مصیبت کا حال معلوم ہوگیا تھا۔ اس نے بھی بھاگنے کا سامان کیا اور لشکر پہونچنے سے پہلے مکان چھوڑکر چلدیا۔ سپاہیون نے خالی مکان پاکر اس کی بھی وہی گت کی جو عثمان بک کے محل کی کرچکے تھے۔

دوسرے دن صبح کو ممالیک اپنے غیور سردار عثمان بک بردیسی کے گرد جمع ہوکر مشورہ کرنے لگے غصہ و رنج کے آثار اُن کے چہرون سے ہویدا تھے کیونکہ انہین اپنے پیارے شہر قاہرہ مین دوبارہ جانے کی کوئی امید باقی نہ رہی تھی۔

اسی شب کو محمد علی نے اپنے نوکرون کو کھڑے ہوکر کہا آج کے دن سے ممالیک کی دولت و حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔ پھر قاضی اور علما و فقہا کے بُلانے کو قاصد بھیجے تاکہ سلطان حکم سے جو آستانہ سے آیا ہے انکو مطلع کرے۔ وہ لوگ فوراً آئے اور محمد علی کو منتظر پایا۔ اور دیکھا کہ خورشید پاشا کا دکیل بھی موجود ہے۔ اس نے کھڑے ہوکر سلطانی فرمان سنایا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ سلطان نے خورشید پاشا کو اپنا نائب اور تمام قلمرو مصر کا حاکم

Marfat.com

مقرر کیا ہے سب کو اس کی اطاعت و فرمانبرداری لازم ہے - یہ نیا حاکم عنقریب دکل، قاہرہ پہونچکر قلعہ وغیرہ پر اپنا قبضہ کرلیگا - اور تمام رعایا برایا سے اطاعت و خیرخواہی کا عہد و پیمان لے گا - فرمان واجب الاذعان سُنکر علماء و رؤسا سبھی نے طاعت و فرمانبرداری کا اظہار کیا - اور کہا کہ اب ہمین یقین ہے کہ اس نئے نائب کے آنیسے نیا دور شروع ہو گا - اسکا آنا امن و امان کا عنوان اور ان مظالم و خونریزیون کا جنکا ملک مدتون سے برداشت کرتا چلا آرہا ہے نعم البدل ہو گا - اس کے بعد حاضرین عوام کو ان احکام سے مطلع کرنے اور اطاعت پر مستعد کرنے کے لئے مسجدون کو روانہ ہو گئے -

محمد علی اپنے باڈی گارڈ کے افسر اور دو سپاہیون کو جو دو خنجر لئے ہوئے کھڑے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی دور دراز سفر کا ارادہ رکھتے ہین ساتھ لیکر قلعہ کیطرف چلا وہان پہونچکر اپنے ساتھیون کو پیچھے چھوڑ دیا - اور خود اس کوٹھڑی کیطرف گیا جس مین خسرو مقید تھا خسرو اسوقت سو رہا تھا محمد علی تھوڑی دیر کھڑا اپنے قیدی کو دیکھتا رہا - پھر اسکو آواز دی خسرو اُٹھ - نائب مصر اُٹھ - خسرو پاشا بیدار ہو کر کہنے لگا کون ہے ؟ مجھے کون پکارتا ہے ؟

محمد علی - آپکا غلام محمد علی جسکو آپ نے اس مرتبہ پر پہونچایا - آپکو پکار رہا ہے -

خسرو پاشا ہانپتا اُٹھا اور کہا مین تیری آواز پہچان گیا تھا - مین جانتا ہون کہ تو میرا کام تمام کرنے آیا ہے -

محمد علی - دسرلاک نہین - اگر مین قتل کرنا چاہتا تو کبھی کا تجھکو دوسرے عالم میں بھیج چکا ہوتا تاکہ وہان جاکر اپنے گناہون کا مزہ چکھے مگر خسرو ؟ مین تجھے قتل کرنے نہین آیا بلکہ تجھے وہ فرمان سُنانے آیا ہون جو آستانہ علیہ سے تیرے متعلق صادر ہوا - سُن یہ ہے وہ فرمان جسے ہمارے آقا سلطان المعظم نے بھیجا ہے -

خسرو پاشا دسرجھکاکر یہ میرے قتل کا حکم ہو گا کیونکہ اگر میرے حقوق کے واپسی اور پہلے جاہ و جلال کے ملنے کا حکم ہوتا تو اس کے سُنانے کے لئے محمد علی ہمارے پاس نہ آتا اچھا سنا دیا ہے -

محمد علی نے سلطانی فرمان کو کھولا اور پڑھکر سنایا جسکا ماحصل یہ تھا کہ خسرو پاشا

نے اپنی خدمات کو اچھی طرح ادا نہین کیا۔ اور دشمن کے سامنے بھاگ جانے اور اپنے فرض کو باستقلال و پامردی ادا نہ کرسکنے اور اس شہر مین جسکا حاکم تھا پانچ آنیسے اوس نے اپنی ناقابلیت کو پورے طور پر ثابت کردیا ہے۔ وہ اس منصب عظیم کا جو ہم نے اسے عطا کیا تھا ہرگز اہل نہین۔ لہذا حکم ہے کہ آیندہ وہ روپوش ہو جائے۔ دارالسلطنت یا کسی شہر مین جو ہمارے زیر حکومت ہے اپنی صورت نہ دکھائے۔ اس حکم سے وہ جلاوطن کیا گیا۔ اور آیندہ کوئی اسکا ذکر ہمارے سامنے نہ کرے اس کے لئے جزیرہ ایمبرو معین کیا جاتا ہے۔ جہان ہی اُسے تا بمرگ رہنا ہے جائے

محمد علی جب فرمان سُنا چکا خسرو پاشا کو دیکھا کہ وہ سامنے دم بخود خاموش کھڑا ہے۔ محمد علی نے کہا۔ ایمبرو؟ ایمبرو کو پہچانتے ہو؟ ایمبرو قوالہ کے سامنے ایک پہاڑی جزیرہ ہے۔

خسرو؟ میرا شکریہ ادا کر جبن نے ہی اسکو تیرے قیام کے لئے پسند کیا ہے۔ جانتا ہے مین نے کیون اسے انتخاب کیا؟ اس لئے کہ اس مین قید کئے جانے سے تو اپنے قیدخانہ کے کھڑکی سے قوالہ اُسکا سمندر اور بوسیفالوس کے پہاڑیون کی چوٹی دیکھ سکے گا۔ ہان تو سمندر اور اسکا ساحل دیکھیگا۔ تو اس جگہ کو دیکھے گا جہان میذ سخت پریشانی سے رات گذاری اس جگہ کو دیکھے گا۔ جہان تو نے جو ہرہ کو غرق کرایا۔ اس جگہ کو دیکھ دیکھ کر مجھے یاد کرنا اور باقی زندگی دردناک عذاب مین مبتلا رہکر گذارنا۔ یاد کر تو ہی قاتل ہے اور تو نے ہی ایک نیک سرشت جوان کو بدخلق وحشی درندہ بنایا ایمبرو مین رہنے سے مت ڈر۔ تنہائی کی زندگی سے مت گھبرا۔ وقتاً فوقتاً میری خبرین تیرے پاس پہونچتی رہین گی تاکہ تجھے معلوم ہوتا رہے کہ مین نے کیسی کچھ عظمت حاصل کی اور تو تعجب کرے کہ وہی لڑکا جسے تو بے شرم گستاخ یا حقیر غلام کہا کرتا تھا کس مرتبہ پر پہونچگیا۔ تو عنقریب سن لیگا کہ تیرے پروردہ نے تیرا منصب لے لیا ہے۔ میری طرف سے قوالہ اور اس پیارے ساحل اور جوہرہ کی گہری نیلگون قبر کو سلام پہونچانا بھول نہ جانا۔ مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا۔ اب میری طرف سے ایک افسر تجھے اسکندریہ لے جائیگا۔ اور وہان سے تیرے ساتھ جہاز پر سوار ہوکر تیرے دائمی قیام گاہ یعنی ایمبرو مین پہونچا دیگا خسرو؟ اب رخصت ہوتا ہون یہ کہکر پشت پھیری

Marfat.com

ور اس کوٹھڑی سے باہر نکل آیا۔ اور اس قیدی کو پھر آنکھ اوٹھا کر نہ دیکھا جو بت بنا
ڑا تھا جسکے چہرے پہ مُردنی چھا گئی تھی۔ محمد علی کے چلے جانیکے بعد خسرو بیہوش ہو کر زمین
پر گر پڑا کیونکہ محمد علی کی دلدوز باتون نے اُسے مردہ بنا دیا تھا۔ جب افسر نے آکر دیکھا
تو وہ بے ہوش پڑا تھا۔ وہ جھنجھوڑ کر اسے ہوش مین لایا پھر باہر نکال کر گدھے پر
سوار کیا۔ اور اسکندریہ پہونچا۔ وہان کشتی انتظار مین تیار کھڑی تھی اس پر سوار کر دیا
ور خسرو پاشا کو اس مکان مین پہونچا دیا۔ جو ابیر مین اس کے لئے تیار کیا گیا تھا۔ اور
کوٹھڑی مین وہ قید کر دیا گیا جس مین صرف ایک کھڑکی سمندر کی طرف تھی جس سے
ڈالہ اور وہ مقام جہان جوہرہ غرق کی گئی تھی نظر آتا تھا۔

فصل لبست وپنجم ۲۵ (آرزوئے موت)

گذشتہ باب کے خونی واقعات صبح سے شروع ہوئے اور دوپہر تک ختم ہوگئے
شہر مین ظہر کے بعد سکون ہو گیا۔ لوگ اپنے گھرون سے نکلے اور ایک دوسرے
اِن واقعات کا ذکر مذکور کرنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد قاضی اپنے گھوڑے پر
سوار ہو کر نکلا۔ آگے آگے نقیب بلند آواز سے پکارتا جاتا تھا کہ فساد کا وقت آخر ہوا
قتل وخون اور تباہی وبربادی کا خاتمہ ہو گیا۔ کل صبح کو نیا نائب یہان پہونچ جائیگا
اس کے استقبال کے لئے تیاری کرو۔ مکانون اور کوچہ بازار سے خون کے نشانات
مٹا دو۔ مالیک کی عورتو! اپنے مقتولون کو دفن اور زخمیون کو گھر مین لاکر مرہم پٹی
کرو اور نئے زمانہ کے ساتھ موافقت کے لیئے تیار ہو جس مین امن وامان کا دور دورہ
ہوگا عورتون کے دلون مین خوف وہراس سمایا ہوا تھا۔ یہ ڈھنڈورا سنکر انکو کچھ
اطمینان ہوا۔ اور مقتولون اور زخمیون کی تلاش مین نکلین۔ مقتولون اور زخمیون
کی بڑی تعداد عثمان بک کے گھر کے گرد تھی۔ یہ سب عثمان کے خاص آدمی تھے۔ جنہون نے اپنی
جانین اس پر قربان کین۔ ان برقع پوش عورتون مین ایک عورت بلند قامت خوش
رفتار ہے جسکے پاس سے وہ گذرتی اس کی تعظیم کے لئے سروقد کھڑا ہو جاتا معلوم ہوتا
یہ سیدہ نفیسہ مراد بک کی بیوہ ہے جو اپنی بہنون کے ساتھ زخمیون کی مدد کے لئے آئی ہے
جو لاش سامنے آتی یہ اُسے جھک کر اچھی طرح دیکھتی اور پہچانتی۔ اسی طرح دیکھتے دیکھتے

Marfat.com

یہ ایک لاش پر پہونچی جسے پہچان کر دفعتہً اُچھل پڑی اور منہ سے ایک چیخ نکل گئی
لونڈیون کو جو زخمیون کے اُٹھانے کے لئے ڈولی لئے ہوئے تھین پکارا اور حکم دیا کہ
ڈولی مین رکھ لو۔ یہ لاش زخمون سے چور چور اور خون مین شرابور تھی
کوئی اُسے پہچان بھی نہین سکتا تھا۔ لیکن نفیسہ نے اُسی وقت پہچان لیا کہ یہ اسکا
یوسف ہے۔ کیونکہ محبت کی نگاہین معمولی نگاہون سے کہین دوربین ہوتی ہین۔ نفیسہ
جھک کر اپنے ہاتھ سے اسکا خون پوچھنے اور زخمون پر پٹیان باندہنے لگی جو لونڈیون کے
پاس پہلے سے موجود تھین۔ دو غلامون کو حکم دیا کہ ڈولی کو اس کے ساتھ لیکر مکان
کو چلین۔ اور لونڈیون کو حکم دیا کہ برابر تلاش کرتی رہین۔ شاید کوئی ایسا زخمی مل جائے
جو مرہم پٹی کے قابل ہو اور خود ڈولی پر ہاتھ رکھکر اوس کے ساتھ ساتھ ہولی۔ اوسے
اس وقت تک یہ نہ معلوم تھا کہ زخمی لئے جاتی ہون یا مردہ اس نے گھر پہونچنے تک زبان
سے کچھ نہ کہا مکان پر پہونچکر ڈولی مکان کے بالائی حصہ مین جہان اس کے رہنے کا
خاص کرہ تھا رکھوالی اور غلامون نے اس لاش کو اُتار کر مسہری پر لٹا دیا اور ڈولی
لیکر اپنے ساتھیون کی مدد کے لئے چلے گئے۔ نفیسہ نے چند تکئے جلدی سے لاکر اس کے
کے ادہر اُدہر لگا دیئے۔ پھر وہان سے غائب ہوگئی۔ مگر تھوڑی دیر مین چاندی کا طشت
اور چند دوائین اپنے ہاتھ سے لیکر آئی اور اپنے یوسف کے زخمون کو جھک کر دھوتے
اور اُنکی مرہم پٹی کرنے لگی اس کو اس کام مین بہت مہارت تھی کیونکہ اپنے شوہر اول
کے زمانہ مین اس کی بہت کچھ مشق کر چکی تھی۔ اسکو کوئی دن لڑائی جھگڑے کے
بغیر نہین گذرتا تھا۔ نفیسہ اپنے کام مین سرگرمی سے مصروف تھی۔ نہ زبان سے کچھ
کہتی ہی اور نہ روتی۔ کیونکہ وہ جانتی تھی کہ یہ کام کرنے کا وقت ہے۔ اگر رونا ہی ہے
تو اس کے لئے بہت دن پڑے ہین۔ پھر نفیسہ نے اپنا ہاتھ یوسف کے سینہ پر رکھا
تو اسے دل کی نہایت خفیف حرکت محسوس ہوئی۔ پیشانی پر خوشی کے آثار ظاہر ہوگئے
اور یقین ہوا کہ ابتک زندہ ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی یقین ہوگیا کہ زخم
بہت کاری لگا ہے بچنے کی امید کم ہے۔ اس نے اپنے دل مین کہا خدا کے نزدیک کچھ دشوار
نہین۔ وہ ہر بات پر قادر ہے۔ وہ چاہے تو بوسیدہ ہڈیون کو زندہ کردے۔ علاوہ
اس کے زخمی کا قوی اور نوجوان ہونا اور اس کی تیمارداری اور محبت ایسے اسباب ہین

جو شفا و سلامتی کے ضامن ہو سکتے ہین۔
تھوڑی دیر بعد لونڈیان جتنے زخمی ملے انکو بھی لیکر آگیئن۔ اس نے حکم دیا کہ انکو پاس کے کمرون مین رکھو۔ اور تیمار داری کرو۔ خبردار مجھے نہ پریشان کرنا۔ جس زخمی کو مین لائی ہون وہ یوسف بک میرا داروغہ ہے۔ اس کی حالت بہت نازک ہے اسکو پوری آرام کی ضرورت ہے خبردار اسکو کسی طرح نہ چھیڑنا اور نہ کوئی ایسی حرکت کرنا جس سے چونک پڑے یہ حکم دیکر اپنے کمرے مین آئی اور دروازہ بند کرلیا۔ زخمی کے پاس بیٹھی اور دونون ہاتھ جوڑکر دُعا مانگنے لگی۔ مگر نگاہ زخمی کیطرف لگی ہوئی تھی۔ اس کے بعد پاس جاکے جھک کر اپنے سانسون کی گرمی اس کے لبون تک پہونچانے لگی گویا کہ وہ اپنی روح اس مین ڈالنا چاہتی تھی۔ اور اسکی سرد پیشانی کو اپنے گرم گرم آنسون سے گرم کرتی رہی۔ شاید اس کی دعا اسی وقت قبولیت کے درجہ کو پہونچ گئی کہ یوسف نے آنکھین کھولدین گویا کہ مرکر جی اُٹھا۔ یا محبت نے اس کی تن بے جان مین جان ڈالدی۔ وہ ٹکٹکی باندھکر دیکھنے لگا۔ اور دیکھا کہ نفیسہ کی آنکھین نہایت شفقت اور پیار سے اسے دیکھ رہی ہین۔ اس نے پست آواز سے پوچھا کیا تم میری سیدہ نفیسہ ہو یا مین مرکر جنت مین پہونچا ہون اور میرے پاس حور بیٹھی ہے جس کی آنکھین تمہاری ہی جیسی ہین۔

نفیسہ۔ نہین۔ یوسف؛ بلکہ تم زندہ ہو۔ اور اسی عالم مین ہو جس مین پہلے تھے

یوسف۔ مین اسے نہین باور کرسکتا۔ آہ یہ پراگندہ خواب کیون میری سوزش و عذاب کو بڑھاتے ہین۔ اتنا کہکر دوبارہ آنکھین بند کرلین۔ نفیسہ جھک کر پیشانی اور رخسارون پر اپنا ہاتھ پھیرنے اور پیار کے نامون سے پکار پکار کر کہنے لگی۔ یوسف تم زندہ ہو۔ سچ جانو یہ پراگندہ خواب نہین ہے۔ کیا تمہین میری خبر نہین؛ کیا تم کو اس بوسہ کا احساس نہین ہوتا۔ اس کے بعد اپنے لبون کو اس کے قریب لیگئی اور اس کے لبون کو نہایت گرم جوشی سے بوسہ دیا جس سے اسکا بدن کانپ اٹھا۔ اور دوبارہ آنکھین کھولدین۔ نفیسہ کے چہرے پر خوشی چھاگئی کہنے لگی۔ ہان تم زندہ ہو مرے نہین۔ نفیسہ موت پر غالب آئی۔ اس کے بوسہ نے یوسف کے بدن مین جان ڈالدی ہے۔

Marfat.com

یوسف۔ نفیسہ؟ کیا واقعی تم میرے پاس ہو کیا میری محبت دراز خود رفتگی کے خواب و خیال سچے ہو گئے؟ تعجب ہے یہ کیا ہوا۔ اور اس تغیر کی کیا وجہ ہوئی۔ اس کے بعد اس نے اپنے ہاتھ کو سر کی طرف اوٹھایا۔ اور زخم کا درد محسوس ہوا۔ گویا اسکو جو زخم پہونچا تھا یاد آگیا۔ اور افسردہ ہوکر کہنے لگا۔ آہ کام تمام ہوچکا سب چھوٹ گیا

نفیسہ؟ کہو کیا مین مرجاؤنگا؟

نفیسہ۔ پیارے ہرگز نہین۔ بلکہ تم زندہ رہوگے۔ ہان میرے لیے زندہ رہوگے۔

یوسف؟ شوق کے ساتھ تمہارے لئے زندہ ہونگا۔ نفیسہ؟ سچ بتا کیا مجھے واقعی چاہتی ہو؟

نفیسہ۔ جھک کر اور اسکو اپنے ہاتھون سے گھیر کر اور منہ پر منہ رکھ کر۔ یوسف؟ محبت پوچھتے ہو؟ کیا تمہین میری محبت کا علم نہین؟ کیا تم نہین جانتے کہ مین تمکو ایک زمانہ سے چاہتی ہون۔ بلکہ اسوقت سے جبکہ تمہارے آقا زندہ تھے ہان مین تمکو چاہتی ہون لیکن مین نے اپنی محبت کو چھپایا اور اپنے دل کی اس آواز کو جو میرے کان کے پردے پھاڑے ڈالتی تھی۔ خاموش کر دیا۔ مین خوش ہوئی تھی اور بلکہ اپنے آپ کو خوش قسمت جانتی تھی۔ جبکہ تم کو دیکھتی اور تمہاری آنکھون مین محبت کی نشانیان پاتی تھی۔ مین نے بہت کوشش کی اور اپنے لبون کو اس بھید کے ظاہر کرنے سے جو دل مین چھپا تھا روکا۔ مین چاہتی تھی کہ مرادبک کی بی بی کیطرح پاک دامن زندگی بسر کرون۔ ہان مین جانتی تھی کہ تم مجھے محبت رکھتے ہو۔ لیکن مین چاہتی تھی کہ تمہین مشتبہ حالت مین رکھون

نفیسہ باتین کرتی جاتی تھی۔ اور آنسو یوسف کے چہرے پر مینھ کی طرح گر رہے تھے

یوسف نے کہا نفیسہ؟ خدا کے لیے خاموش نہ ہو۔ مین جنت کا گانا سُن رہا ہون مجھے اس نعمت سے محروم نہ کرو۔ ان نغمون کو پھر دہراؤ۔

نفیسہ۔ یوسف؟ تم مجھ سے کیا کہلانا چاہتے ہو۔ جو کچھ تھا مین نے سب کہدیا۔ مین تمکو ایک زمانہ درازسے چاہتی ہون۔ جب میرے شوہر مرادبک کا انتقال ہوا مین نے اُنکے سر پر ہاتھ رکھ کر قسم کھائی کہ مین مرتے دم تک تمہاری امانت بن کر رہون گی اور کسی کی نہ بنونگی۔ تمہین میرے اس قسم کی وجہ معلوم ہے؟ مین نے مقتضائے محبت

Marfat.com

کے برخلاف یہ قسم کھائی اور یہی ہمارے درمیان پردہ ہو گیا - کیونکہ مین نہین چاہتی تھی کہ ایک نوجوان میری وجہ سے اپنی زندگی کو قربان کر دے - بدقسمتی سے مین خیال کرتی تھی کہ مراد بک کی بیوہ نفیسہ اور اس کے دارو غہ یوسف کے درمیان ایک بہت گہری خندق ہے - جسکا عبور کرنا محال ہے - مین تمکو چاہتی تھی مگر نہ چاہتی تھی کہ لوگ تمہاری نسبت کہین کہ تم نے اپنے آقا کی دولت و ثروت کے لالچ سے میرے ساتھ نکاح کیا - کیونکہ مین تم سے سن مین زیادہ ہون کوئی یہ کہہ ہی نہین سکتا کہ تم نے میرے ساتھ سچی محبت کیوجہ سے نکاح کیا - مین نے اس کو ناپسند کیا - کہ میری وجہ سے میرے یوسف کا نام سکی محبت کی قربان گاہ پر ایک زمانہ تک سربسجود رہی اور جس کی صحت و خوشنودی کے لیے اپنی جان کو قربان کرتی رہون گی بدنام ہو -

یوسف - نفیسہ؟ اس کی کیا وجہ؟ کیون مجھے تلخ عذاب مین مبتلا کیا؟ میری آرزو اور خوش قسمتی یہی تھی کہ مین تمہارے پاس رہتا - مین تمہاری پرستش کرتا - تم نے مجھے دیکھا تک نہین - لیکن مین اس وقت کیون گفتگو کرون - خدا کے لئے تم اپنی بات کی طرف رجوع کرو اور کہو تم مجھے پیار کرتی ہو - آہ مین اسکو باور نہین کر سکتا یہ میرے گمان سے باہر ہے -

نفیسہ یہ گمان سے باہر ہو مگر حقیقت حال یہی ہے - مین نے بہت دن - بہتیری راتین جاگ جاگ کر اور خدا سے دعا کر کے کاٹی ہین کہ وہ میرے عزم کو مستحکم کرے - بسا اوقات مین اسطرف ہاتھ پھیلاتی جدہر تم سوتے ہوتے کہ فرشتے تمکو اٹھا کر میرے پاس پہونچا دین - پھر جب صبح ہوتی مین سکون و وقار اختیار کر لیتی - مین اپنے نفس پر قابو پا جاتی تمکو اس آگ کی جو میرے سینہ مین بھڑک رہی تھی کچھ خبر نہ ہوتی اسکے بعد نیا دور شروع ہوا - میرے پاس پردیسی اور اتی آنے اور ..... کرنے لگے - انکی بڑی غرض یہ بھی تھی کہ میرے مال و دولت پر قابض ہو جائین - اس وقت مین جان گئی کہ تمہاری جان پر بہت بڑا خطرہ ہے - کیونکہ مین جانتی تھی کہ ممالیک کے سردار سخت سنگدل اور رحم سے بالکل ناآشنا ہین - اگر ان دونون کو معلوم ہو جاتا کہ مین تمہاری طرف مائل ہون یہ تمکو ایک گھڑی زندہ نہ چھوڑتے اس خیال نے اور مجھے اخفائے تعلق پر مجبور کیا - جب مین نے تم کو پردیسی کے لشکر مین شامل ہونے کا حکم

دیا تم نے مجھے بے حس و سنگدل کہا۔ حالانکہ میرا مقصد صرف شبہ کا دور کرنا تھا تاکہ دو
نہ کہہ سکیں کہ میں نے تمکو ایسے وقت میں اپنے گھر روک رکھا اور میری غرض یہ بھی تھی
کہ تم شہرت و مرتبہ حاصل کر لو چنانچہ تم نے ایسا ہی کیا۔ اور میرے پاس لوٹ کر آئے
مین نے تمہاری محبت کا اقرار کیا۔ لیکن تمہارے آنیسے چند لمحے پہلے بردیسی میرے پاس
ملنے آیا۔ اور اپنی درخواست پیش کی مگر میں نے قطعی انکار کر دیا۔ اگر تمہیں منظور
کر لیتی تو تمہین بتاؤ تمہین کیا مصیبت پیش آتی۔ اب چونکہ ہم پر یہ سخت مصیبت آپڑی
اور ہمارے گھرون کا خیانت نے صفایا کر دیا اور خون سے بھر دیا۔ امرا شہر چھوڑ کر پراگندہ
ہوگئے تم صرف یہان رہ گئے اس لئے جو کچھ میرے دل میں تمہاری محبت چھپی ہوئی تھی
یا جو کچھ اس بارے میں مین نے مصیبتیں برداشت کیں اون کے ظاہر کرنے میں مجھے کوئی
اندیشہ نہیں۔ مین نے جن باتون کے چھپانے کی قسم کھائی تھی ان سب کو ظاہر کئے دیتی ہون
خدا بڑا مہربان برائیون کا چھپانے والا ہے۔ ہم دونون محبت میں برابر ہیں۔ میں نے
اس محبت پر اس بوسہ سے مہر لگائی جسکو میرے لبون نے تمہارے دہن پر دیا ہے۔ یوسف
آیندہ زمانہ تمہیں مسکرا مسکرا کر دیکھ رہا ہے تم جلد تندرست و مسرور ہوگے۔

یوسف میری سیدہ؟ مین بالکل تندرست ہوگیا۔ اپنی خوش قسمتی پر نازان ہون کہ
تم مجھے چاہتی ہو مجھے معلوم ہوتا ہے...... اتنا کہنے پایا تھا کہ اس کے لب بند ہوگئے
اور بدن پر رعشہ طاری ہوگیا۔

نفیسہ (بدحواس ہوکر) یوسف؟ پیارے یوسف؟ خدا کے لئے مجھے نہ چھوڑو۔ میرے
ساتھ رہو۔

یوسف بدشواری تمام آنکھیں کھولکر اور نفیسہ کو محبت و شفقت بھری نگاہ سے دیکھکر
میری جان میں تمہارا فرمانبردار ہون آخر وقت تک بلکہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہون گا
کیونکہ محبت ابدی ہے۔

اس کے بعد لب جنبش کرنے سے رک گئے۔ آنکھیں نفیسہ کے چہرے پر لگی ہوئی تھیں
جن میں زندگی کا نور جھلک رہا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ تاریک ہونے لگیں اور پیشانی سرد
پسینے سے تر ہوگئی۔ گویا موت کا پردہ تھا۔ آہستہ آہستہ اس کے چہرے پر گر رہا تھا۔ آخری
مرتبہ اس کے لبون میں پھر جنبش پیدا ہوئی۔ یہ جنبش نہیں تھی بلکہ ایک بات تھی جسکے کہنے

Marfat.com

لئے اس نے اپنی انتہائی قوت صرف کرکے اسے ادا کیا اور کہا میں تمہیں چاہتا ہوں! اسکے بعد اس کی روح پرواز کر گئی۔ اور جسم ہمیشہ کے لئے ٹھنڈا ہو گیا۔ نفیسہ نے جھک کر اس پیارے چہرے کو غور سے دیکھا جس سے زندگی کے آثار جدا ہو رہے تھے۔ اس نے دیکھا کہ اسکا آخری تبسم زایل ہو رہا ہے۔ اتنے میں موت کے فرشتہ نے اس کی سانسوں پر نفیسہ کے آخری بوسہ کی مہر کر دی۔ اس پر نفیسہ روئی دھوئی نہیں۔ بلکہ اپنا دوپٹہ سر سے اتار کر یوسف کے چہرے پر ڈالدیا اور نہایت سکون و ادب سے کہا پیارے یوسف! سو رہو میرے دوپٹہ کو اوڑھکر سو رہو پیارے تم چل بسے تمہارے ساتھ میری خوش قسمتی بھی رخصت ہوئی۔ تمہارے بعد میں تنہائی و غربت میں بسر کرونگی۔ میرا خزانہ اور بے شمار دولت وہیں دفن رہے گی جہاں تمہارے ہاتھوں نے دفن کر دیا ہے تاکہ زمین کے نیچے تمہاری محبت کی نشانی رہے۔ جیسے میں زمین پر تمہاری محبت کی یادگار نمونہ ہوں تم نے اپنے ہاتھوں سے میرا خزانہ دفن کیا ہے۔ میں اپنے ہاتھوں اس سے زیادہ قیمتی اور عزیز کو دفن کرونگی یوسف! میں تمہارے ساتھ اپنی جوانی محبت و شرافت کو دفن کرونگی۔ لوگ مجھے بد نصیب بیوہ دنیا سے کنارہ کش بے خواب و بے آرام کے سوا کچھ نہ دیکھینگے یوسف آرام سے سو رہو۔ جان سے بھی زیادہ پیارے سو رہو عنقریب ایک دن میرا رہوگے اور مجھے اپنے پاس پاؤ گے پھر ہماری ملاقات ابدی ملاقات پایدار ثابت ہوگی پیارے ہماری دونوں کی جدائی ہے پھر جلد ملجائیں گے۔ پھر یوسف منہ سے کپڑا اٹھا کر سر و پیشانی پر ایک گرم بوسہ دیا۔ اور کپڑا منہ پر ڈالکے کمرے سے باہر چلی آئی۔

فصل بست و ششم (خورشید پاشا)

نیا نائب یعنی خورشید پاشا قاہرہ میں پہونچ گیا۔ اور قلعہ کی طرف روانہ ہوا [illegible] جہاں [illegible] نے اسکا استقبال کیا اور اسی قصر میں جہاں متعدد [illegible] پہلے مسند حکومت پر بٹھا دیا خورشید پاشا نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ محمد علی کو اپنا وزیر بنایا اور اسکو پاشا کا خطاب دیا جس کی منظوری اس نے آستانہ علیہ سے منگوا لی تھی۔ ظاہر میں امن و امان قایم ہو گیا۔ مگر یہ زمانہ بھی دیر پا نہ ثابت ہوا کیونکہ خورشید پاشا کو [illegible] کی طرح فوج کے اخراجات کے لئے مال کی ضرورت ہوئی۔ [illegible] پیدا کرنے کے

Marfat.com

لیے ناکافی تھے - اس نے بھی اگلون کی طرح نئے گران ٹیکس بڑہانے کا ارادہ کیا - باشندے برداشتہ خاطر ہو کر کف افسوس ملتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے - اور سب اپنی ضرورتو مین محمد علی کی طرف رجوع کرنے لگے - وہ انکے معاملات مین غور کرتا اور اچھی طرح ان سے پیش آتا اور انکے دلون کو خوش رکھتا - اکثر ان لوگون کی حمایت مین خورشید پاشا سے مخالفت کرتا - ان باتون سے چھوٹے بڑے کے دل مین اس کی محبت پیدا ہو گئی - اس کی تعظیم و توقیر اور خورشید پاشا کی تحقیر کرنے لگا - خورشید پاشا کو بھی محمد علی پاشا پر حسد ہوا اور دل مین اس کی برائی کے درپے ہوا - محمد علی بھی پاشا کے اس کینہ سے واقف ہو گیا - اور دونون مین دشمنی ہو گئی -

ممالیک نے بھی اس اثنا مین اپنی پراگندہ قوت کو یکجا کر لیا - اور اپنے اعوان و انصار کے ساتھ جیزہ کے میدان مین آپڑے ص اور دشمن کو پامال - ممالیک ہر وقت اسی کے منتظر رہتے کہ موقع ملے اور قاہرہ پر حملہ کر کے اسپر قبضہ کر لین - لیکن انکو اس سے بھی زیادہ محمد علی پاشا سے انتقام لینے کا خیال تھا - جب ان کو محمد علی اور نائب کی جنگ کا حال معلوم ہوا تو وہ خورشید پاشا کی خوشامد اور اپنی جانب سے اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار کرنے لگے - آخر مین انکو معلوم ہوا کہ عثمانی بیڑہ ملک پر تسلط بٹھانے اور امن و امان قایم کرنے کے لئے اسکندریہ مین آیا ہے - تو ممالیک کے سردارون نے امیر البحر اور خورشید پاشا سے نامہ و پیام شروع کیا اور ایک مکتوب اس مضمون کا بھیجا کہ ہمین معلوم ہوا ہے کہ دولت علیہ عثمانیہ کا منشا یہ ہے کہ ملک سے جنگ و جدال اور خونریزی کو مٹا کر امن و امان قایم کرے - اس لئے ہم لوگ اپنے آپ کو اس خدمت کے سرانجام دینے اور محمد علی پاشا اور اس کے رفقا کے شر سے ملک کو نجات دلوانے کے لئے آپکی حضور مین پیش کرتے ہین سرمایہ فساد و جنگ و جدال کا موجب یہی مذکورہ بالا گروہ ہے -

خورشید پاشا نے اس کو بہت پسند کیا اور خوش ہوا کہ محمد علی پاشا اور اسکے رفقا سے پیچھا چھوڑانے کے لئے ایک مددگار مل گیا - اس سے پہلے اس نے محمد علی کے بیجا تصرفات کی شکایت آستانہ علیہ کو بھیج کر یہ درخواست بھی کی تھی - کہ یا تو محمد علی پاشا اپنے عہدہ سے معزول کر دیا جائے یا مع فوج اسکو کسی اور جگہ بدل دیا جائے

ص ہر شخص اسی فکر مین تھا کہ کسیطرح گم شدہ عزت پھر حاصل کرے -

Marfat.com

مگر جب اس نے دیکھا کہ کل فوج محمد علی کے ساتھ محبت رکھتی اور اس کی خدمت و رضا جوئی کو مقدم جانتی ہے - اس کے دل میں اور کینہ بڑھ گیا - اور اس نے ایک نئی فوج لائیون کی بھرتی کی اور اسی کو اپنی خدمت و پاسبانی کے لئے مقرر کیا - یہ غیر منتظم فوج تھی اور لوٹ مار کی عادی - یہ پہلا ہی موقع تھا کہ ولایتی مصر میں ظاہر ہوئے اور ایک ساتھ بلکہ اہل ملک کے دلون میں رعب بٹھاتے تھے - خورشید پاشا انکی نامعقول حرکتون پر انکی پیٹھ ٹھوکتا - اور ماہ بماہ انکی تنخواہیں ادا کرتا رہتا - اور دوسرون کو ایک حبہ دیتا جب اسے مال کی ضرورت پڑتی انکو کسی قریب کے قصبہ یا شہر میں بھیجدیتا - وہ لوٹ مار وہان سے رقم مطلوب لا حاضر کرتے - یہ آخری کارروائی اہل ملک کو بہت ناگوار ہوئی - اس ظلم و غلامی کا برداشت کرنا ان کے امکان سے باہر تھا - ناچار وہ بالاتفاق اس کارروائی پر اعتراض اور اس ظلم ناروا کے برداشت کرنے سے انکار کرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے - شہر کے قاضی اور بڑے بڑے علما کی زبانی اپنا پیغام خورشید پاشا کے پاس کہلا بھیجا - خورشید پاشا نہایت تند مزاجی سے پیش آیا اور کہا میں تمہارا تمہاری قسمت کا مالک اور تمہارا حاکم ہون - جو کچھ میں چاہتا ہون وہی ہونا چاہیئے فرمانبرداری و اطاعت کے سوا تمہارا کوئی کام نہیں - اگر میرے اس کہنے پر بھی تم نہ مانے تو میں توپ سے تمہیں اڑا دونگا -

قاضی - ہم نے جب تم کو حاکم بنایا تھا تم اسوقت عادل تھے - اب ہم نہیں چاہتے ہین کہ ہمارا حاکم ایک خودسر ظالم ہو - یہ کہکر قاضی واپس ہوا - سب علما و فقہا اسکے پیچھے ہو لئے - جب سڑک پر پہونچے لوگون کو منتظر پایا - قاضی نے اُن سے کہا ہمیں یقین ہو گیا کہ حاکم عدل کرنا نہیں چاہتا اور نہ وہ حق کی پیروی کریگا - ہمارا فرض ہے کہ ایسے حاکم کو معزول کر دین × × × آؤ ہم اپنے ہر دلعزیز عدل پرور محمد علی پاشا کے پاس چلیں اور اسی کو اپنا حاکم بنائیں - یہ مشورہ کر رہے تھے جنہون نے ایک ساتھ کہا ہم ظالم کی اطاعت نہ کرینگے - چلو محمد علی کے پاس چلو - اسی وقت قوم کی قوم امنڈتے ہوئے سیلاب کی طرح محمد علی کے مکان کی طرف بڑھی اور جاکر محمد علی کے مکان کو گھیر لیا - قاضی اور علما مکان کے اندر گئے محمد علی اُن سے خندہ پیشانی و حسن خلق سے پیش آیا - انھون نے کہا ہم اپنی طرف اصالتاً اور قوم کی طرف سے وکالۃً

یہ ظاہر کرنے آئے ہین کہ آج سے ہم خورشید پاشا کو حاکم نہین جانتے ہین اور نہ اس کے احکام کی اطاعت کرین گے۔ اس کا ظلم ہمارے تحمل سے بڑھ گیا۔ ہم نے اس کے معزول کرنے کا عہد کر لیا ہے۔ ہجم غفیر مکان کے باہر کھڑا چلا رہا تھا کہ اس ظالم کا معزول کرنا ضروری ہے اسکا حاکم رہنا بالکل مناسب نہین۔ ہم اس کی اطاعت ہرگز نہ کرین گے۔ محمد علی انکی باتون کو سنتا رہا۔ اس کے چہرے پر مختلف آثار ظاہر ہوتے رہے۔ پھر اس نے قاضی سے کہا۔ تم نے اس کے معزول کرنے پر تو اتفاق کر لیا مگر اسکا بھی کچھہ خیال کیا کہ اس کی جگہ پر کسی کا مقرر کرنا ضروری ہے۔

محمد علی نے اس سوال کو ایسے سنجیدگی اور اطمینان سے پیش کیا کہ کوئی اس کی دل کی آواز کو نہ سن سکا۔ اور پھر ان کے جواب کا انتظار کرنے لگا۔ اور جان گیا کہ حصول مدعا کا وقت قریب آگیا جس کے خواب دیکھا کرتا اور بچپن سے جسکی آرزو کیا کرتا تھا۔ اور جس کے لئے اپنی زندگی اور کوشش صرف کر چکا ہون۔ قریب تھا کہ قاضی کے جواب دینے تک اسکا سانس نہ رک سکے۔ لیکن اتنے مین قاضی نے کہا ہان ہم اسے جانتے ہین۔ ہم نے محمد علی پاشا کو اپنا حاکم پسند کیا ہے۔ ہان ہم خورشید پاشا کو معزول کر کے اسکی جگہ پر تمکو حاکم بنانا چاہتے ہین۔ ہم کیا کوئی بھی اس سے ناواقف نہین کہ تم کو قوم اور ملک کا کتنا پاس ہے تم انکی راحت و آرام مین اپنی جان لڑاتے ہو۔

محمد علی (چند قدم پیچھے ہٹ کر) مین گویا وہ اپنے تئین اس قابل نہ سمجھتا تھا کہ اتنے بڑے عہدہ کیواسطے منتخب کیا جائے۔ ساتھہ ہی اوس کے چہرہ پر زردی چھا گئی۔ مگر وہ زردی جو آدمی کو انتہائے خوشی کیوقت لاحق ہوتی ہے۔ پھر کہا مین انہین تمہارے انتخاب کو مین نہین قبول کر سکتا۔ مین اس منصب عظیم کے لائق نہین۔

قاضی۔ بلکہ تم اس سے زیادہ کے قابل ہو۔ یہ قوم کی درخواست ہے تمہین اسے ضرور قبول کرنا پڑیگا۔ مین قوم کیطرف سے اور ملک کی فلاح کے لئے محمد علی پاشا تمکو والی مصر اور حاکم قاہرہ بناتا ہون۔ پھر وہ جلدی سے کھڑکی کھولکر برآمدہ مین گیا جو لب سڑک تھا جہان سب کھڑے ہوئے تھے۔ اور پکار کر کہا بہائیو ہم نے خورشید پاشا کو معزول کر کے اس کی جگہ پر محمد علی پاشا کو والی و حاکم مقرر کیا۔ کیا تم اس پر اتفاق کرتے ہو۔

Marfat.com

سکے جواب میں سب نے ایک ساتھ کہا جس سے آسمان گونج اُٹھا اور سننے والے
یہ الفاظ سمجھ میں آئے) کہ یہی ہمارا ارادہ ہے۔ ہم خورشید پاشا کو معزول کرنا
ہتے ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ محمد علی کے سوا کوئی ہمارے ملک پر حکومت کرے۔ ہمارے
اکم محمد علی پاشا کی عمر دراز ہو۔ محمد علی پاشا منصف مزاج حاکم زندہ رہے۔
اضی (کمرے میں واپس آکر) آپ نے اپنے کانوں قوم کی آواز سُن لی۔ اور انکا ارادہ
علوم کر لیا۔ انہوں نے تمکو اپنا حاکم بنا لیا۔ وہ تمہارے سوا کسی کو پسند نہیں کرتے۔ میرے
ساتھ بر آمدے تک چلو تاکہ سب دیکھ لیں۔ اور نئے ہر دلعزیز سردار کو مبارکباد دیں
محمد علی (تھوڑی دیر تامل کرنے کے بعد) اگر یہ ہونا ضروری ہے تو میں قضائے
الٰہی کو کیونکر روک سکتا ہوں۔ قوم مجھے بلاتی ہے۔ مجھے صرف منظور رہی کرنا ہے خدا
میری مدد کرے اور مجھے خیر اندیشی کی باتیں سوجھا دے اور اسی پر عمل کی توفیق عنایت
رے"۔ قاضی محمد علی کو لئے ہوئے برآمدہ میں آیا۔ اس کے آتے ہی ہزاروں آدمیوں
نے جو وہاں موجود تھے کہا۔ ہمارے نئے حاکم کی عمر دراز ہو۔ ہمارا نیا قائم مقام زندہ
رہے۔ سلطان کا عادل نائب سلامت رہے۔ محمد علی پاشا کی عمر دراز ہو۔
خورشید پاشا اس شور کو سُنکر چین بجبین ہوا۔ دل میں حسد وبغض کی آگ بھڑکنے
لگی۔ چند آدمیوں کو قوم کی طرف بھیجا کہ اُن سے جا کر کہیں کہ میرے سوا یہاں کوئی حاکم نہیں
سلطان المعظم نے مجھے اس ملک میں اپنا نائب مقرر کیا ہے۔ نافرمان غاصب محمد علی کے
بارے میں عنقریب احکام صادر ہونے والے ہیں۔ لہٰذا میں اپنے اس عہدہ کو بغیر
سلطانی حکم کے نہیں چھوڑ سکتا۔ میں تمکو نصیحت کرتا ہوں کہ تم اس سرکش باغی کے دھوکے
میں آکر اپنے سر پر سلطانی عتاب کو نہ لو۔ جو میری نصیحت کو قبول کرے۔ باغیوں سے
علیحدہ ہو جائے اور میرے پاس چلا آئے۔ کچھ لوگوں پر رعب چھا گیا وہ جماعت سے
الگ ہو گئے۔ اور انتظار کرنے لگے کہ دیکھئے آستانہ سے کیا احکام آتے ہیں۔ اور کیا
انجام ہوتا ہے۔ محمد علی نے اس کی کچھ پرواہ نہ کی۔ دیکھا کہ قوم آسے امارت کا منصب
لینے اور خورشید پاشا کے شہر کو بدلنے کی طرف دھکیل رہی ہے اس نے اپنے البانی سپاہیوں
کو بلوایا اور انکو لیکر قلعہ کی طرف چلا۔ خورشید پاشا نے قلعے کے دروازے بند کروا لئے
تھے۔ اور سپاہیوں کو قلعہ کے اندر ٹھہرا رکھا تھا۔ محمد علی نے قلعہ کا حصار کر لیا۔ فریقین

Marfat.com

مین چھیڑ چھاڑ شروع ہوئی۔ چار دن تک یہی حالت رہی پانچوین دن شام کو آستانہ علیہ سے اس شکایت
کا جواب آگیا جو خورشید پاشا نے وہان سے لکھی تھی اور خورشید پاشا اسکا نہایت بیقراری
سے انتظار کر رہا تھا۔ اور جواب کی تاخیر سے بہت ہی متحیر تھا۔ تاخیر کا یہ سبب ہوا کہ خورشید
پاشا کی شکایتی عرضداشت جب آستانہ علیہ میں پہنچی۔ صدر اعظم نے ایک قپودجی باشی کو خفیہ
طور پر مصر کی طرف روانہ کیا۔ اور اسکو فہمایش کر دی کہ خود تمام واقعات کی تفتیش اس
خوبی سے کرے کہ کسی کو خبر نہ ہونے پاوے اور جو کچھ ٹھیک ٹھیک حال ہو تحقیق کرکے
اس کی رپورٹ کرے کہ کون حق پر ہے اور کس مین حاکم ہونے کی صلاحیت ہے۔ قپودجی
باشی نے آکر اپنی خدمت کو نہایت دیانت و ہوشیاری سے ادا کیا۔ اور آستانہ پہنچکر
حقیقت حال کو صدر اعظم کے سامنے پیش کیا۔ صدر اعظم نے مصر کے حالات کی رپورٹ سلطان
کے سامنے پیش کی کہ شاہی فرمان صادر ہو۔ یون مصر کے حکم مین دیر ہو گئی تھی۔

جب سلطانی وکیل پہونچا محصورین و محاصرین دونون نے جنگ موقوف کر دی
اور اس نے قاضی القضات مشایخ عظام امراے ذی شان کو بلواکر سلطانی فرمان جو
شاہی مُہر سے مزین تھا پڑھکر سنایا۔ اس مین محمد علی پاشا کے والی مصر اور سلطان کے
نائب ہونے کی تقرری اور خورشید پاشا کی معزولی اور اسکندریہ جانے کا حکم تھا۔ کہ
وہان جاکر شاہی احکام کا انتظار کرے۔

وکیل نے فرمان مذکور کی ایک نقل خورشید پاشا کے پاس بھیجدی اور اسے حکمدیا
کہ قلعہ سپرد کر دے اور جلد قاہرہ سے اسکندریہ جانے کا سامان کرے۔ خورشید پاشا
نے سپرد کرنے مین درنگ کرنا چاہا اور کہا مین وکیل سے خاص طور پر ملنا چاہتا ہون مگر
اوسنے منظور نہ کیا اور تاکید کی کہ سلطانی حکم کی جلد تعمیل کرو۔ مجبورًا اسے ماننا پڑا۔ اور
قلعہ کے دروازے کھولنے کا حکم دیدیا اور کہدیا کہ اب مقابلہ نہ کرو۔ اور خود اپنے
معتبر آدمیون کو ساتھ لیکر دوسرے دروازے سے نکل گیا۔ ایک چھوٹی سی کشتی ساحل کے
کنارے اس کے انتظار مین تھی وہ فوراً اس پر سوار ہوکر بولاق پہونچا وہان سے
کشتی پر سوار ہوکر اسکندریہ کو روانہ ہوا۔ اور وہان سلطانی حکم پاکر آستانہ پہونچا
جس وقت خورشید پاشا اپنے ہمراہیون سمیت قلعہ کے پچھلے دروازے سے نکل رہا تھا۔
عین اسی وقت محمد علی اپنے سپاہیون کو لیے ہوئے صدر دروازے سے قلعہ مین داخل

Marfat.com

ہوا۔ قوم نے ابھی تک مبارکباد و دعاؤن کی صدا کو بند نہ کیا تھا۔ وہ ان صداؤن کو سُنتا ہوا اسی کمرہ مین پہونچا جس مین خسرو پاشا سے اس کی ملاقات ہوئی تھی محمد علی نے کھڑکی کو کھولا اور اس کی نگاہ شہر قاہرہ اور اس وسیع میدان پر پڑی جس مین دریائے نیل بل کھاتا ہوا لمبا چلا جاتا تھا۔ میدان کے ایک طرف بلند بلند اہرام نظر آئے جو گویا اتنی دور دراز مسافت سے گردن بلند کرکے اپنے نئے بادشاہ کی خدمت مین آداب بجالارہے تھے۔ شور کی آواز ابھی کان مین برابر چلی آتی تھی۔ بلکہ ہر لحظہ کچھ نئی آوازین سُنائی دیتی تھین۔ جو پہلی آواز کے ساتھ ملکر محمد علی کی درازی عمر کی صدا بلند کرتی تھین۔ اسوقت محمد علی کے چہرہ پر غیر معمولی چمک دمک پیدا ہوگئی۔ اور اس کی صورت بالکل بدل گئی۔ گویا نئی روح اس کے قالب مین پڑگئی تھی۔ کہنے لگا مین اپنی مراد کو پہونچ گیا۔ مصر کی پادشاہت ملگئی۔ قوم مجھے خوشی و مسرت کے نعرون سے سلام کرتی اور درازی عمر کی دعائین دیتی ہے۔ امان اب کہان ہو؟ کیا آسمان سے اپنے بیٹے کے اس مرتبہ کو دیکھتی ہو۔ اب آپ خوش ہون کہ آپ کا خواب پورا ہوگیا۔ اے محمد علی؟ تونے بہت رنگ بدلے۔ اپنے اصل حال پر طرح طرح کے نقاب ڈالے۔ ہر زمانہ کے موافق بنتا رہا۔ اب اپنی اصلی حالت کیطرف رجوع کر اپنا فطرتی رنگ اختیار کر جیسا پیدا ہوا تھا ویسا ہی بن تاکہ مشیت خداوندی پوری ہو۔ اے مصر! اے وہ ملک جسکی مصیبت زدہ ہونے پر اس کے زخم شاہد ہین جن سے اب تک خون بہ رہا ہے۔ مین تیرے زخمون کی مرہم پٹی کرونگا۔ تیری عزت تیری برتری۔ تیری مسرت۔ تیری فلاح وبہبودی پھر تجھے دونگا۔ مین تجھے پستی سے اُٹھاکر آسمان کی بلندی پر پہونچاؤن گا۔ تجھے دنیا کا تازہ اور بزرگی کا نشان بناؤن گا۔ ہان مین خدا کے حکم سے ایسا کرونگا۔ مین خدا کی قسم کھاتا ہون کہ مین اپنی اس قسم کو ضرور پورا کرونگا۔ خدایا تو میری مدد کر مصر مین امن و امان کا زمانہ نے محمد علی کا ساتھ دیا۔ اس نے بھی مصریون سے جو کچھ وعدے کئے تھے انکو پورا کیا۔ مصر و باشندگان مصر نے جو چین وآرام اس کے عہد مین پایا وہ کسی حاکم کے عہد مین نہین نصیب ہوا تھا۔ کاروبار کو ترقی ہوئی۔ لوگ دن رات عیش وآرام سے بے فکر گذر کرنے لگے۔ انھین خیال ہوتا کہ ہماری زمین جنت نعیم بن گئی۔ محمد علی نے نیچے کچھے ولایتیون کو جو خسرو کے بعد

Marfat.com

رہتے تھے۔ وسط افریقہ کی طرف نکالدیا۔ کیونکہ اسے یقین تھا کہ لوٹ مار کی جو عادت انکو پڑگئی ہے وہ نہین جاسکتی کچھہ فوجی اثنائے جنگ مین بھاگ کر ادہر ادہر غارت گری و قزاقی سے بسر کرتے تھے انکو بلاکر پھر فوج مین بھرتی کیا۔ اور شایان شان ترقی دی۔ خراج ٹیکس انصاف کیساتھ اتنا مقرر کر دیا جو حکومت اور سیف و قلم کے ضروری اخراجات کے لیئے کافی ہو۔ ساتھ ہی تمدن و شائستگی کے اصول ملک مین رائج کئے۔ بدانتظامی و خودسری کو یکقلم اُٹھا دیا۔ خود حکومت کے معاملات کو دیکھتا۔ عمال کی کام کی نگرانی کرتا۔ جیسے مجرم کو سزا دینے مین ذرا بھی پس و پیش نہ کرتا۔ حسن کارگذاری پر انعام دینے مین بھی اسے تامل نہ ہوتا۔ ابتدائے حکومت مین اکثر قتل کے حکم دیئے۔ اکثر مفسدہ پردازون اور خودسر سپاہیون کی گردنین کٹواکر قلعہ کی دیوار پر لٹکوادین۔ کہ دوسرون کو عبرت ہو۔ اسکا یہ اثر ہوا کہ سب اس سے ڈرنے لگے کل ملک نے طوعاً و کرہاً اطاعت قبول کرلی۔ ممالیک نے دیکھا کہ ہماری آرزوئین اب خاک مین ملا چاہتی ہین۔ وہ قاہرہ سے اور دور نکل گئے ینبانکے اطراف مین سکونت اختیار کی جہان انکی قوت بڑہتی گئی اور وہ اس امید پر کہ شاید زمانہ کبھی موافقت کرے۔ اور قاہرہ پر غالب آنے اور گذشتہ حکومت واپس لینے کا موقع مل جائے ہروقت تیاری کرتے رہتے تھے۔ یہ خبر نہ تھی کہ قدرت نے محمد علی کو ان کے نیست و نابود کرنے پر مامور کر دیا ہے۔

محمد علی نے حکم دیا کہ قلعہ کی شکست و ریخت کی مرمت کیجائے۔ جس قصر مین مین خود رہتا تھا اس مین ایک درجہ اوپر اور بنوایا۔ اور لکڑی کی مخروطی کھڑکیان اس مین لگوائین۔ نفیس اور زرنگار پتھرون سے اسے مستحکم کیا اور قیمتی پتھرون سے اسکا فرش بنوایا۔ اس کے گرد باس باغ لگوایا۔ جس مین عمدہ عمدہ درخت و گل و بوٹے لگوائے۔ جب لوگ اسطرف سے گذرتے تو ایک کہتا تم کو کچھہ خبر ہے کہ یہ کیا اور کیون بن رہا ہے دوسرا جواب دیتا کیون نہین ایسی کھڑکیان حرم سرا مین ہوتی ہین۔ معلوم ہوتا ہے ہمارے پاشا کو جسطرح ملک کے انتظام کی فکر ہے خانہ داری کا بھی خیال ہے۔ لوگ ان باتون کو بہت خوشی سے ایکدوسرے سے بیان کرتے کیونکہ فاتح کا ملک مین اپنے حرم کے لئے قصر و محلات کا بنوانا ہی اسکی ضمانت ہے کہ اب امن

Marfat.com

وامان رہے گا۔ اور جنگ وجدال کا خاتمہ ہو کر عدل وانصاف کی برکتین عام ہوجائینگی
ارک کے سوا محمد علی نے ایک بہت عالی شان قصر ازبکیہ مین بھی بنوایا جو خوبصورتی
اور گلکاری اور صناعی مین اپنا آپ ہی نظیر تھا۔ اور اسکی دیوارون کو ریشمی کپڑون
اور گران بہا قالینون سے آراستہ کیا۔ اور لوگ اس عالیشان عمارت کو دیکھتے
اور کہتے ہمارے پاشا نے اپنی پہلی بی بی اور اولاد کو بلوایا ہے۔ وہ بہت جلد سمندر
کے راستے سے آئینگے۔ اسی لئے بولاق مین ایک کشتی اس قطع کی تیار ہورہی ہے
جیسے بادشاہون کے یہان کا استقبالی کمرہ ہوتا ہے۔

دوسرا کہتا۔ تم پہلی بی بی کہتے ہو کیا اُن کے کئی بی بیان ہین۔ پہلا حقیقت
حال کی تو کسی کو خبر نہین۔ لیکن میری سمجھ مین نہین آتا کہ ایک بیوی کو دو مکانون
کی ضرورت ہو۔ جن مین سے ایک قلعہ مین ہے دوسرا یہ ازبکیہ مین۔ کیا ہوا جو ہمارے
پاشا کی کئی بی بیان ہون ہمارے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت مین بھی تو
اس کی اجازت ہے۔

مگر اصلیت کسی کو معلوم ہی کیونکر ہوسکتی تھی۔ محمد علی اپنے دلی خیالات کسی پر ظاہر
نہین ہونے دیتا۔ اور لوگون سے بہت کم بات چیت کرتا تھا۔ وزیرون اور عمال سے
بھی بقدر ضرورت معاملات کے متعلق گفتگو ہوتی تھی۔ ہان حسن وزیر مال سے اکثر بات
چیت ہوتی رہتی۔ اس لئے کہ محمد علی کو اس سے خاص محبت تھی۔ اکثر اسے اپنے ساتھ
لیجاتا۔ ایک دن حسن کے ساتھ قلعہ کی عمارتون کو دیکھتے دیکھتے بولا۔ حسن! تم جانتے
ہو اس مکان مین کون رہے گا۔

حسن۔ مینے سُنا ہے کہ حضور نے اپنے صاحبزادون کو بلوایا ہے۔ مین خیال کرتا ہون
کہ آپ اس عمارت مین انکو رکھینگے۔

محمد علی۔ ٹھیک کہتے ہو۔ میرے تینون لڑکے یہان رہینگے۔ اب تو وہ جوان ہوگئے
ہونگے۔ کیونکہ مجھے انکو دیکھے ہوئے پانچ برس ہوگئے۔ حسن! میرا دل انکے دیکھنے
کے شوق مین بیقرار ہوا جاتا ہے۔ کیا تم خیال کرسکتے ہو کہ وہ مجھے دیکھ کر پہچان لینگے
حسن۔ آپ مین کچھ تغیر نہین ہوا ہے۔ مین دیکھتا ہون کہ آپ ویسے ہی ہین جیسا مینے
آپ کو پہلی مرتبہ ابوقیر مین دیکھا تھا۔

محمد علی۔ ہان مین نے تمکو پہلی مرتبہ وہین دیکھا اور پہچانا تھا۔ تم ہی ایسے رفیق ہو کہ اسوقت سے آجتک کبھی مجھ سے علیحدہ نہین ہوئے۔ حسن! تم ہی ایک ایسے ہو جس پر مین پورا بھروسہ کرتا ہون اور خدا سے دعا مانگتا ہون کہ زندگی بھر یون ہی نباہ دے

حسن۔ میری بھی خدا سے یہی دعا ہے کہ دشمنون کو ایسا موقع نہ ملے کہ وہ حضور کو میری طرف سے بدگمان کر سکین۔ مین خدا کی قسم کھا کر کہتا ہون کہ مرتے دم تک حضور کا خیر خواہ رہون گا۔ مجھے اگر خوف ہے تو صرف اسی کا کہ دشمن آپ کے اس اعتماد کو جو مجھ پر ہے کہین ایسا نہ ہو کہ نہ دیکھ سکین۔

محمد علی (حسن کیطرف دیکھ کر) حسن! مین چغلخورون کی بات نہین مانتا اور نہ سنتا ہون بلکہ اسی کو سچ جانتا ہون۔ جس کی خود تحقیق کر لیتا ہون۔ مین اس سے انکار نہین کر سکتا کہ تمہاری چغلیان اور شکایتین میرے پاس نہین پہونچین۔ لیکن تم سے وعدہ کرتا ہون کہ میرے پاس جو شکایت آئیگی مین تمکو اس سے آگاہ کر دونگا۔ اگر شکایت غلط ثابت ہوئی تو پھر چغلخور کی شامت ہے۔

محمد علی نے صرف اپنے وزیر مال حسن کو اس کی اجازت دے رکھی تھی کہ اس کے ساتھ قلعہ مین سیر کے لئے جایا کرے۔ لیکن ازبکیہ کے حرم سرا مین کسی کو بھی جانے کی اجازت نہ تھی۔ یہانتک کہ اپنے دوست حسن کو بھی وہان کبھی نہ لے گیا۔ بلکہ خود تنہا جاتا۔ اور کام کی نگرانی کرتا اور دیکھتا کہ سامان کی ہر چیز سلیقہ سے اپنی جگہ پر رکھی گئی یا نہین۔ ایک مرتبہ محمد علی قصر کے بڑے کمرہ مین گیا جو بہت کشادہ تھا۔ اور دروازے کو مقفل کر کے ادب سے اندر قدم رکھا معلوم ہوتا تھا گویا وہ کسی مقدس معبد مین جا رہا ہے۔ اس ہال مین پہونچتے ہی اس کی حالت بدل گئی۔ لبون پر مسکراہٹ چہرے پر چمک دمک پیدا ہو گئی یہ حالت اس کی اسوقت بھی نہ ہوئی تھی کہ حسن سے اپنی اولاد کا تذکرہ کیا تھا۔ اس کمرہ کا سامان اپنی طرز مین بالکل انوکھا تھا۔ اس مین کوئی زیب و زینت اور آرائش کی چیز نہ تھی۔ زمین پر معمولی چٹائی کا فرش بچھا تھا جیسے کسان وہان کے پیال سے بنتے اور غربا اپنے مکانون مین بچھاتے ہین۔ جا بجا چند مسندین لگی تھین۔ جنپر اون کی عربی بچھادرین پڑی ہوئی تھین۔ دیوارون پر بجائے ریشمی پردون کے کتان کے پردے تھے جن سے خیمے وغیرہ بنائے جاتے ہین بیچ کمرہ مین ایک خیمہ نصب تھا۔ اس کا بیرونی حصہ سادہ

Marfat.com

کتان کا تھا اور اندر مختلف رنگ کے کتان کے کپڑے لگے ہوئے تھے - اسے دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی بدو کا خیمہ صحرا سے اُکھاڑ کر یہان نصب کر دیا گیا ہے۔ اس خیمہ کے اندر ایک موٹے کمل کا پردہ ڈالکر دو حصون مین منقسم کر دیا گیا تھا۔ پہلے حصہ مین لکڑی کی ایک چھوٹی سی میز تھی - جس پر ایک کشتی اور رکھانے کے برتن پیالے - رکابیان - گلاس - لوٹا وغیرہ رکھے تھے اور اس کے گرد مسند لگی تھی - جسپہ ایک کملی جسے عرب سوتے وقت اوڑہتے ہین رکھی تھی - غرض کہ اس کی ظاہری حالت محتاجی وغربت پر دال تھی - لیکن اگر دیکھنے والا پرکھنے والی نگاہ سے دیکھتا تو اسے معلوم ہو جاتا کہ اونی سحاف کا استر حریر کا ہے - اور کشتی جسکا رنگ لکڑی کا معلوم ہوتا ہے وہ خالص چاندی کی اور جو برتن اسپر رکھے ہین وہ کھرے سونے کے ہین - رنگ پھیر دیئے جانیکی وجہ سے وہ حقیر ٹھیکرے معلوم ہوتے ہین - محمد علی خیمہ کے اس حصہ مین آیا اور اس سامان کو دیکھ کر بہت خوش ہوا - اور مسکرانے لگا - اس کے بعد اندرونی حصہ کی طرف بڑھا - اور پردہ اوٹھا کر تھوڑی دیر ٹھہر گیا - گویا کہ کوئی اس سے کہ رہا ہے کہ یہی وہ خیمہ ہے جس مین مردون کا قدم رکھنا درست نہین - لیکن خیر مین تمکو اندر آنے کی اجازت دیتا ہون - اور اُمید کرتا ہون کہ تم اس سے باہر نہ نکلو گے - محمد علی دروازے کے پاس رُک کر اس خیمہ کو دیکھنے لگا - معلوم ہوتا تھا کہ یہ وہی خیمہ ہے جس مین بطیطہ نے اسے رکھا تھا - وہی فرش ہے جسپر وہ آرام کرتی تھی - ویسا ہی ایک اونی کمّل رکھا تھا - جس مین سفید و سیاہ دھاریان تھین - ادھوڑی کی جوتیان رکھی تھین - لیکن درحقیقت یہ جوتیان کامدار مخمل کی تھین - جس مین قیمتی جواہرات لگے ہوئے تھے - اور وہ فرش ولحاف اطلس وحریر کا تھا - خیمہ کے ایک گوشہ مین چھوٹا سا صندوق بھی رکھا تھا جو بطیطہ کے اس سنگھاردان سے مشابہ تھا - جس مین وہ اپنا زیور رکھا کرتی تھی جو اس کے والد نے طنطہ کے بازار سے خرید دیا تھا - یا صحرا کے قدیم گورستان مین ممیا کی لاشون کے ساتھ عربون کے ہاتھ لگ گیا تھا - لیکن اس صندوق مین موتیون کے ہار سونے کا مرصع زیور جگمگاتا ہوا تاج رکھا تھا - جس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ اس کے بنانے والے نے اپنی محبت ثابت کرنے کے لیئے آسمان کے ستارے توڑ کر اس مین جڑے ہین - ان چیزون کے دیکھنے سے محمد علی کو ایسی مسرت ہوئی کہ جوہرہ کے پاس آخری شب بسر کرنے

کے بعد کبھی نہ ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر خاموش کھڑے رہنے کے بعد یہ کہتا ہوا کہ میری مرضی کے موافق سب سامان تیار ہوگیا۔ اب مکان میں مکین کے آنے کی دیر ہے۔ بیرونی دروازے کے پاس پہونچکر اسے خیال ہوا کہ اسوقت میری ہیئت اس جوان کی سی ہے جس کے پاس کوئی عجب تحفہ آیا ہو نہ حاکم کی سی جو ملک پر حکومت کرتا ہو اس خیال سے اس نے فوراً اپنے تیور بدل لیے اور سلطنت کے کاروبار اور معمولی اشغال میں مصروف ہوگیا۔

اُسی دن شام کو محمد علی نے اعیان مملکت سے کہا کہ کاروبار کی کثرت سے جو تکان پیدا ہوگیا ہے اس کے دور کرنے کے لیے میں کچھ آرام لینا چاہتا ہوں۔ سلاملک کے نام سے محمد علی نے پہلے بھی ایک عمارت دریائے نیل کے کنارے بولاق کی محاذ میں بنوائی تھی۔ جب وہ خسرو پاشا کی ماتحتی میں افسر فوج تھا اب وہ قلعہ کو چھوڑ کر چند دنوں کے لیئے وہیں چلا گیا۔ اور اپنے ساتھ صرف اپنے ایک غلام احمد نامی کو لیگیا۔ جب دونوں سلاملک میں پہونچ گئے۔ محمد علی اپنے غلام احمد سے تخلیہ میں کچھ باتیں کرتا رہا۔ اس کے بعد سونے کے لئے چلا گیا۔ احمد ایک خچر پر سوار ہوا۔ اور راتوں رات ٹہلتا چلا گیا۔ صبح کی پو پھٹتے ہی محمد علی اُٹھا اور کھڑکی کھول کر ریگستان بیابان کی طرف دیکھنے اور احمد کی واپسی کا نہایت بے صبری سے انتظار کرنے لگا۔ کبھی منہ بگاڑتا کبھی اسطرح ہنستا۔ دل میں باتیں کرنے لگتا جیسے کوئی لڑکا اپنے دوست کے آنے کا منتظر ہو۔ جب آدھا دن گذر گیا دیکھا کہ غلام آرہا ہے۔ محمد علی اس سے ملنے کے لئے اتر کر باغیچہ میں آیا۔ اور جلدی سے بڑھکر پوچھا احمد؟ خیمہ ملا۔

احمد۔ حضور؟ ہاں۔ خچر خود وہاں پہونچگیا۔

محمد علی۔ تم نے وہاں کس کو دیکھا؟

احمد۔ میں نے صرف شیخ عنان کو دیکھا۔ محمد علی نے اپنے چہرے کے تغیر اور ہونٹ کے کپکپاہٹ اپنے غلام سے چھپانے کے لئے منہ پھیر لیا۔ پھر حواس درست کرکے پوچھا کیا شیخ تنہا تھا؟

احمد۔ ہاں حضور وہ شیخ تنہا خیمہ میں تھا۔ میں اس کے پاس بیٹھ کر دیر تک باتیں کرتا رہا۔

محمد علی۔ کہو اس نے کیا کہا۔ کیا اس نے یہ بھی بیان کیا کہ اس کی لڑکی نے شادی کرلی؟

Marfat.com

احمد۔ ہرگز نہین۔ مین نے کنایتہً اس کی بیٹی کے متعلق آپ کے فرمانے کے بموجب چند سوال کئے۔ جن کے جواب مین اس نے کہا کہ اس کی بیٹی کی حالت بالکل بدل گئی ہے۔ اسکا جسم لاغر۔ رنگ زرد ہو گیا ہے اور وہ آب وہوا بدلنے کے لئے اپنی ہمجولیون کے پاس بدر شین مین چلی گئی ہے کہ شاید ان مین رہکر بہل جائے اور غم غلط ہو۔ کل ہی اسکا پیام آیا تھا۔ کہ مجھ سے یہان نہین رہا جاتا۔ مین آپ کے پاس واپس آتی ہون۔ چنانچہ جب مین شیخ کے پاس پہونچا وہ خیمہ کے دروازے پر کھڑا اپنی لڑکی کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ خود اس کے پاس ملنے اس خوف سے نہین جاتا کہ کہین اس کے پیچھے سے کوئی خیمہ مین گھسکر اسکا مال و اسباب نہ لوٹ لے۔

محمد علی۔ تمہین اس کے باپ کے خیمہ کے پاس اس کی واپسی کا انتظار کرنا چاہیئے تھا۔

احمد حضور! مین نے جب تک اسے سامنے آتے نہین دیکھ لیا۔ اس کے باپ کے پاس کھڑا باتین ہی کرتا رہا۔ شیخ نے اُسے پہچانا اور مجھ سے کہا لو وہ میری بیٹی واپس آرہی ہے۔ جب مجھے اسکا یقین ہو گیا مین اس سے رخصت ہو کر اور آپ کو اسکی خبر پہونچانے کے لئے واپس ہوا۔

محمد علی۔ احمد! یہان سے کتنی دیر مین شیخ عنان کے خیمہ تک پہونچ سکتے ہین۔

احمد۔ آپ نے جو خچر مجھے سواری کو دیا تھا۔ اور جسے آپ نے اخیر مین شیخ عنان سے مول لیا۔ وہ رستہ خوب پہچانتا ہے۔ اور ہوا کی طرح دوڑتا ہوا دو گھنٹے مین پہونچ جاتا ہے۔

محمد علی۔ دو گھنٹے۔ اچھا آفتاب غروب ہونے سے ایک گھنٹہ بعد میرا انتظار کرو ہم تم دونون چلین گے۔ وہ خچر میری سواری کے لئے تیار رکھنا۔ تم میرے گھوڑون مین سے ایک عمدہ اور تیز گھوڑا اپنے لئے پسند کر لو۔

فصل بست و ہفتم ۲۷

معاوضہ

شام ہوتے ہی شیخ عنان سونے کے لئے اپنے خیمہ مین چلا گیا۔ کیونکہ اسے سویرے

Marfat.com

ہی اپنے قبیلہ والون کے ساتھ بکریان اور گھی فروخت کرنے کے لیے طنطا جاتا تھا۔
بطیطہ کا بھی ارادہ تھا کہ باپ ہی کے ساتھ جاکر بازار طنطا سے ضروری چیزین خرید
لائے۔اس لیے وہ بھی بالون مین کنگھی کرکے ریشمی کپڑے برقعے۔جوتی کل سامان درست
ہاتھون مین مہندی لگا سفر کے خیال سے جلدی سو رہی اپنی عادت کے موافق بطیطہ
نے چہرے کی زینت۔ہونٹون کے رنگنے کا کچھ خیال نہ کیا۔کیونکہ اب اس نے بے پردگی
چھوڑ دی تھی۔نقاب منہ پر پڑا رہتا اور کوئی اس کی صورت دیکھ ہی نہ سکتا۔شیخ
عنان نے اس سے اس تبدیلی کا سبب جو محمد علی کی گرفتاری کے بعد پیدا ہوئی تھی۔
دریافت کیا تو اس نے کچھ جواب نہ دیا۔مسکرا کر بات ٹال دی گویا محمد علی کے دیکھنے سے
اس کے دل مین جو درد پیدا ہوگیا تھا۔اس کی وجہ سے وہ لوگون کی نگاہ سے ڈرنے
لگی تھی۔اور چاہتی تھی کہ اپنے احساس کو مخفی رکھے۔چنانچہ اس نے قسم کھالی تھی۔کہ
اس غریب الوطن کے بعد جس کی نگاہ نے اُسے نیم بسمل کردیا تھا۔کسی مرد کے سامنے نہ آئیگی۔
بطیطہ اپنے خیمہ مین عادت کے موافق سو رہی۔شیخ عنان بھی خیمہ کے اگلے حصہ مین
سو گیا۔دونون خواب غفلت مین ایسے ڈوبے کہ باد تند کی بھی کچھ پرواہ نہ رہی۔
جس کے تیز جھونکے خیمہ سے ٹکرا کر ستون تک کو ہلا دیتے۔اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ خیمہ
اب زمین سے جدا ہوا۔ہوا خوب زور سے چل رہی تھی۔مگر شیخ کو کچھ خبر نہ تھی۔یہان
تک کہ خیمہ کا ایک کونا اٹھا اور ایک مرد طویل القامت چپکے سے خیمہ کے اندر گھسا اور
قریب آکر کھڑا ہوگیا۔لیکن اُسے اسکا بھی کچھ علم نہ ہوا اور نہ اس پستہ قد کی کچھ
خبر ہوئی۔جو اپنے ساتھی کے انتظار مین پاس ہی کھڑا تھا۔اس طویل القامت نے مضبوط
رسیون سے شیخ عنان کے ہاتھ پاؤن اس پھرتی سے کس دیئے کہ اسے کچھ خبر ہی نہ ہونے
پائی۔اور شیخ اسوقت بیدار ہوا کہ بولنا چاہا اور نہ بول سکا۔کیونکہ اس نے اس کے منہ
مین کپڑا بھر کر اسے مثل لکڑی کے کندہ کے بنا دیا تھا۔جو نہ بول سکتا ہے نہ حرکت کرسکتا ہے
اور چونکہ اس کے منہ پر بہت بڑا ڈھاٹا کسا ہوا تھا۔اس لئے شیخ اسے بالکل نہ پہچان سکا
اور خیال کیا کہ یہ کوئی چور ہے جو اس کے مال و اسباب لینے کے لئے آیا ہے تھوڑی دیر
مین دیکھا کہ خیمہ کا ایک کونا اُٹھا اور اسکا پستہ قد ساتھی بھی اندر داخل ہوا۔اسوقت
شیخ کو پورا یقین ہوگیا کہ یہ کمبخت چور ہین جو میرا مال و اسباب لوٹنے آئے ہین۔وہ

Marfat.com

دم بخود اور پریشان تھا کہ کچھ نہ کرسکتا تھا خصوصاً جب دوسرا خیمہ کے دوسرے حصہ کی طرف بڑھا تو شیخ کی بے چینی کی کوئی حد نہ رہی۔ کیونکہ شیخ کی کل جمع جتھا وہین رکھی تھی۔ دوسرا آدمی جب اندر گیا اوس نے بطیطہ کو سوتے پایا۔ اس کے سامنے کچھ دیر کھڑے ہوکر اس کے حسن و جمال کو چاند کی اس روشنی مین جو خیمہ کی ایک جانب سے آرہی تھی۔ دیکھتا رہا۔ اس کے بعد جھک کر ریشمی ڈوریون سے اسے قید کرلیا۔ جب اس نے بولنے کا ارادہ کیا تو اس نے جلدی سے اس کے منہ کو ریشمی رومال سے بند کرکے اس کے گردن مین باندہ دیا۔ اور اپنے دونون ہاتھون پر اُٹھاکر چپکے سے کان مین کہا۔ بطیطہ! کچھ خوف مت کرو۔ تمہاری جان حفاظت مین ہے۔ یہ کہکر اسے معلوم ہوا کہ اس آواز کے سنتے ہی بطیطہ کا بدن پھڑکنے لگا۔ گویا کہ اُس نے آواز پہچان لی۔ لیکن اس کے اس خیال کو کون قوی کرسکتا تھا۔ یا وہ کسطرح یقین کرسکتی تھی کہ وہ پردیسی چور کی طرح اس کے پاس آئیگا۔ وہ غرق حیرت تھی اور سمجھ مین نہین آتا تھا کہ کیا کہے یا کرے۔ ابھی اس نے اپنے اس خچر کو بھی نہ دیکھا تھا۔ جو اس کے خیمہ کے سامنے اس کے انتظار مین کھڑا تھا۔ یہ وہی خچر تھا جسپر بطیطہ محمد علی کو لادکر لائی تھی جیسے کہ آج وہ اوسپر اسے سوار کئے لئے جاتا ہے۔ لیستہ قد (محمد علی پاشا) خچر پر سوار ہوا اور اس نے بطیطہ کو اپنے آگے بٹھا لیا۔ اور خچر کو للکارا۔ اور وہ دراز قد (محمد علی کا غلام احمد) اپنے آقا کی حفاظت کے لئے گھوڑے پر سوار ہونگی ہلوار ہاتھ مین لے ہمرکاب ہولیا۔ رات صاف اور پرفضا تھی۔ چاند کی روشنی نے اسے منور کر رکھا تھا۔ دونون سوار تیزی سے چلے جارہے تھے۔ ابوالہول کے پاس پہونچکر محمد علی نے اپنے قیدی سے کہا ہم صحرائی وہی کے سامنے ہین۔ کیا تم اُسے دیکھنا چاہتی ہو؟ مین تمہاری وجہ سے بہت غمگین ہون اور چاہتا ہون کہ تمہارے منہ سے اس پر دستہ کو اٹھا دون۔ لیکن ڈرتا ہون کہ کہین انتقام لینے کیلئے میرے بازو مین کاٹ نہ کھاؤ۔ کیا تم وعدہ کرتی ہو کہ ایسا نہ کروگی؟ بطیطہ کا جسم دوبارہ اُچھلنے لگا۔ اس نے سر ہلایا اور دل ہی دل مین بہت خوش ہوئی۔ کیونکہ اوسے معلوم ہوگیا کہ یہ وہی باتین ہین جو اس نے اپنے قیدی محمد علی سے کہی تھین۔ جب اس کو ہاتھ پاؤن باندھے۔ منہ بند کئے خچر پر سوار لئے آرہی تھی۔ محمد علی اسے سمجھ گیا اور کہنے لگا تم اپنا سر ہلاتی ہو

مین تم پر اعتبار کر کے تمہارا منہ کھولے دیتا ہون۔ یہ کہکر اس نے جلدی سے رومال سر سے کھولدیا۔ بطیطہ نے آنکھ کھولی چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔ ایک نے دوسرے کی صورت کو دیکھا۔ اور ایک ہی نگاہ مین بطیطہ سب رنج و غم اور جدائی کے صدمے بھول گئے بلکہ اس نے اپنی خوشگوار قید اور والد کی مصیبت کو بھی فراموش کر دیا۔ اس نے محمد علی کا منہ اپنے منہ سے قریب ہوتے دیکھ کر اپنا رُخ پھیر لیا۔ محمد علی نے مسکرا کر کہا دیکھو ہمارے سر کا سایہ زمین پر ایک دوسرے کو بوسہ دے رہا ہے ہم اس کو سایہ تک کیون محدود رکھین۔ آپس مین کیون نہ ایک دوسرے کو بوسہ دین۔

نہایت مسرت سے قریب تھا کہ بطیطہ از خود رفتہ ہو جائے۔ وہ ان کلمات کو یاد کرتی تھی جنکو محمد علی نے دوہرایا تھا۔ اس نے سر ہلا کر کہا تم اُسے نہ بھولے ہوگے جو مین نے تم سے کہا تھا کہ مین اپنے والد سے قسم کھا چکی ہون کہ مجھے وہی بوسہ دیگا جو مجھے اپنی زوجہ بنانے کے لئے اپنے خیمہ مین لیجائیگا۔

محمد علی۔ کیا ابتک تم اپنی بات پر قایم ہو؟

بطیطہ۔ محمد علی! ہان۔ اسی وجہ سے مین تمہین اس سے روکتی ہون کیونکہ تم مجھے نہ اپنے خیمہ کی طرف لیجا سکتے ہو اور نہ اپنی زوجہ بنا سکتے ہو۔ لیکن افسوس مین جان گئی تم مجھے میرے باپ کے خیمہ سے کیون اُڑائے لئے جاتے ہو۔ تم مجھے اپنی لونڈی بنانا چاہتے ہو۔

محمد علی۔ بطیطہ! ٹھیک کہتی ہو۔ مین تم کو لونڈی بنانا چاہتا ہون۔ لیکن صرف محبت کی لونڈی۔ کیونکہ مین جانتا ہون کہ تم مجھے چاہتی ہو۔

بطیطہ۔ (غصہ سے جھنجلا کر) مین تجھے نہین چاہتی۔ اور نہ مین لونڈی بننا چاہتی ہون مین بدویت کی آزاد شہزادی ہون۔ قبیلہ والے بھی مجھے اسی نام سے پکارتے ہین۔ مین تم سے پھر کہتی ہون اہل عرب کے لوگ غلامون کی طرح خرید و فروخت نہین کئے جاتے اور نہ مین کسی کی لونڈی بنون گی۔

محمد علی۔ تم عنقریب محبت کی لونڈی ہو جاؤ گی۔

بطیطہ (شدت غم سے زار زار رونے لگی اور بولی) مین اب تمہاری محبت سے بیزار ہون۔ مین تم کو بُرا جانتی ہون۔ ہان اے محمد علی! مین تمکو بُرا جانتی ہون۔ مین تم کو

Marfat.com

کسی طرح بوسہ کی اجازت نہ دونگی - مین اس چور سے بیزار ہون جو مجھے لونڈی بنانے کے لیئے میرے باپ کے خیمہ سے چرالایا -

محمد علی - (نرمی سے) بطیطہ! مین نے تم سے یہ وعدہ لیکر کہ تم میری بانہہ مین اپنے دانتون سے نہ کاٹوگی - تمہارے چہرے سے رومال کھولدیا تھا - اب مین دیکھتا ہون کہ تم میرے دلکو اپنی باتون سے زخمی کر رہی ہو - سنو اگر تم نے پھر اس سختی سے گفتگو کی تو مین تمہارا منہ بند کردونگا -

بطیطہ - ایسا ہی کر میرے منہ کو بند کردو - میرے ہونٹون کو ان باتون سے سی دو میری نگاہون کو اپنی صورت دیکھنے سے روک دو -

محمد علی - بہتر مین ایسا ہی کرتا ہون - اس نے یہ کہکر وہ رومال سراپا چہرے پر ڈالدیا اور کہا کہ بطیطہ! مین یہ اس لئے کرتا ہون کہ نسیم میری محبت مین مزاحمت نہ کرے اور مجھ سے پہلے میری محبوبہ کے رخسارون کا بوسہ نہ لیسکے مین تمہارے چہرے کو چھپائے دیتا ہون - تاکہ ستارے تمہاری صورت دیکھنے مین بہرے شریک نہ ہون مین چاہتا ہون کہ چاند تمہارے جمال کو نہ دیکھے -

بطیطہ - افسوس! مجھ سے یہ نہین ہوسکتا کہ میرے سوا کوئی اور اس جمال کو دیکھے اور پرستش کرے - ہان تم میرے لئے ہو میری لونڈی ہو جاؤ! مین تمہارا غلام ہون اگرچہ تمہارا آقا ہون - تم سرملا رہی ہو - تمہارا جو جی چاہے کرو - تم میری ہو اور مین تمہارا ہون -

آگے آگے خچر اوس کے پیچھے احمد گھوڑے پر سوار میدان طے کرتے ہوئے چلے جاتے تھے - یہانتک کہ چاندنی زرد ہوگئی - ستارے چھپنے لگے - صبح کی روشنی نمودار ہوگئی - آفتاب نکلتے نکلتے محمد علی ازبکیہ کے قصر مین جا پہونچا - خچر دروازے پر کھڑا ہوگیا احمد نے گھوڑے سے اترکر دروازہ کھولا - محمد علی نے بطیطہ کو دونون ہاتھون پر اٹھا لیا - اور خچر کے بیٹھتے ہی اس پر سے اترکر بطیطہ کو لئے ہوئے باغیچہ مین چلا گیا -

غلام قصر مین اس وقت تک پڑے سو رہے تھے - محمد علی اپنے محبوبہ کو لئے محل کے چور دروازے سے اندر داخل ہوا - احمد اس کے پیچھے پیچھے تھا - دونون زینہ پر چڑھکر خاص کمرہ مین پہونچے - جب غلام کو یقین ہوگیا کہ میرا آقا سلامتی کے ساتھ بہ

Marfat.com

گیا وہ خچر اور گھوڑے کی خبرگیری کے لئے لوٹ آیا۔ بطیطہ نے مکان کی شان وشوکت اور آراستگی کچھ نہ دیکھی۔ اور اگر وہ زربفت کے پردے اور چاندی کے جڑاؤ برتن وغیرہ دیکھتی بھی تو اُسے کچھ دل بستگی نہ ہوتی جنکے دیکھنے کی کم سنی سے عادی تھی۔ محمد علی سے بھی یہ پوشیدہ نہ تھا۔ وہ جانتا کہ جس دوشیزہ پاکدامن کو اپنے ہاتھون پر لئے جاتا ہون۔ وہ کس خیال کی ہے۔ محمد علی نے اُسے لیجاکر ایک تخت پر رکھ کر دروازہ بند کرلیا اب آفتاب نکل چکا تھا اس کی شعاعین کنواڑون کی درازون سے اندر آرہی تھین محمد علی نے بطیطہ کے چہرے سے رومال اُٹھا اور ہاتھ پاؤن کھول کے کہا۔ بطیطہ! اٹھو نئی زندگی تمہارا استقبال کرتی ہے۔ بطیطہ اپنے آپ کو..... آزاد دیکھ کر اٹھی اور کھڑے ہو کر چارونطرف نگاہ دوڑانے لگی۔ دیکھا کہ ایک خیمہ اس کے باپ کے خیمے سے بالکل مشابہ نصب ہے۔ اس مین اور اُس مین ذرہ بھر بھی فرق نہین۔ اس کے بعد اس نے محمد علی کی طرف اس انداز سے دیکھا کہ جو کچھ اس کے دلی جذبات تھے اس پر ظاہر ہوگئے۔ محمد علی نے اسے سینہ سے لگاکر کہا۔ بطیطہ! کیا ابتک تم اپنی قسم پر قایم ہو۔ کہ اس شخص کے سوا جو تمہین اپنی بی بی بنانے کے لئے اپنے خیمہ مین لیجائے کسی کو بوسہ نہ دوگی۔

بطیطہ۔ (خوش خوش) ہان مین اپنی قسم پر قایم ہون۔ خدا گواہ جو مین اس کے خلاف کرون۔ محمد علی نے اسے ہاتھون پر اُٹھا لیا۔ اور اس خیمہ مین لئے چلا گیا جسکا حال ہم پہلے بیان کرچکے ہین۔ اور کہا بطیطہ! یہ میرا خیمہ ہے مین تمکو اس مین اپنی زوجہ کیطرح داخل کرتا ہون۔ کیا اب مجھے بوسے کی اجازت ہے۔ اس دوشیزہ نے کچھ جواب نہ دیا۔ بلکہ اپنے آپ کو اس کے سینہ پر ڈالدیا۔ اور محمد علی اُسے لئے ہوئے خیمہ کے دوسرے حصہ مین چلا گیا۔

فصل بست و ہشتم ۲۸

خاتمہ

آج شہر مین عجیب چہل پہل ہے۔ مکانون پر جھنڈیان اور گلدستے لگے ہین کوچہ اور بازار ہر طبقے اور قوم کے آدمیون سے پر ہین۔ لوگ ہاتھون مین گلاب و پھول لئے

ہین۔ قلعہ اور اسکا قصر رشک خلد بریں ہو رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی دیوارین حریر و دیبا سے بنی ہین۔ گل و بوٹون سے سجا ہے۔ کیونکہ محمد علی پاشا کے بیٹون کی آمد آمد ہے سب لوگ بولاق کیطرف جا رہے ہین۔ دریائے نیل کے کنارے آنے والون کے انتظار مین کھڑے ایک دوسرے سے باتین کر رہے ہین۔ اب لوگون کو معلوم ہوا کہ ہمارے پادشاہ کی دو ہی بیان ہین۔ جو ازبکیہ کے قصر مین موجود ہے وہ دوسری بی بی معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ پہلی سے اولاد ہے جو انکو لئے ہوئے خاص کشتی مین آ رہی ہے۔

محمد علی پاشا بھی خدم و حشم کے ساتھ قلعہ سے نکلا لوگون کو خوش دیکھ کر محتاجون کو خیرات دیتا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ چاہتا ہے کہ اس کی خوشی سے سب خوش ہون۔ وہ اپنے گھوڑے پر سوار منصب داران عظام کو جلو مین لئے ہوئے لب دریا پہونچا۔ وہان استقبال کے لئے دو جگہین تیار تھین۔ ایک لڑکون کے خیمہ مقدم کے لئے دوسری بیوی کے لئے امرا وزرا کھڑے ہوکر دریا کیطرف دیکھ رہے ہین۔ محمد علی کی نگاہ سب سے زیادہ متجسس تھی اسکی کشتی کے سرخ نشانات سب سے پہلے دیکھے اور اپنے وزیر حسن سے جو پاس ہی کھڑا تھا کہنے لگا حسن! وہ آگئے تھوڑی دیر مین اپنے بچون کو دیکھ لونگا۔ جو لوگ انکے پاس کھڑے تھے۔ اونہون نے ان باتون کو سن لیا اور آپس مین دہرانے لگے۔ اس کے بعد حاضرین نے ہر دلعزیز بادشاہ اور اسکی اولاد کے درازی عمر کا نعرہ بلند کیا۔

کشتی ساحل سے آلگی۔ محمد علی کے تینون بیٹے خشکی پہ اتر آئے۔ ماشاء اللہ وہ اب جوان ہوگئے تھے۔ ان کے چہرون سے ذکاوت و اولوالعزمی کے آثار عیان تھے انہون نے آگے بڑھکر لکڑی کے مکان مین جو خیمہ مقدم کے لئے تیار کیا گیا تھا اور جو مرطرح سے آراستہ تھا قدم رکھا۔ محمد علی کے دل مین بھی شفقت پدری نے جوش مارا۔ وہ اپنی شان و شوکت اور مرتبہ کو بھول کر گھوڑے سے اتر پڑا۔ اپنے بیٹون سے ملا۔ اور انکو ایک ساتھ سینہ سے لگا لیا۔ انہین پیار کرتا جاتا تھا اور آنکھون سے آنسو بہتے جاتے۔ اور اس نظارہ کا حاضرین کے دل پر بھی اثر ہوا۔ اور وہ زور شور سے آنے والون کو مبارکباد اور درازی عمر و دولت کی دعائین دینے لگے۔ کہ اب انکو اپنے ملک و قوم کی بہبودی کا پورا یقین ہوگیا۔

Marfat.com

محمد علی کے بیٹے ان گھوڑوں پر سوار ہو کر جو انکے لئے تیار تھے۔اپنے والد کے ہمراہ روانہ ہوئے۔قلعہ سے سلامی سر ہوئی۔ان کے پیچھے فوج کا دستہ تھا جس کے آگے فوجی باجا بجتا جاتا تھا جسکی خوش کن صدائیں غمگین دل کو بھی شادان و فرحان کئے دیتی تھیں پیچھے پیچھے خلقت کا اژدہام تھا۔انہوں نے تو قلعہ کا رُخ کیا۔لیکن وہ کشتی شاہزادوں کو اُتار کر دوسرے مقام کیطرف بڑھی جو پہلے کیطرح آراستہ تھا۔لیکن وہان چند خواجون کے سوا کوئی مرد نہ تھا۔عورتون کا بیشمار مجمع تھا تاہم مین کوئی شریف عورت ایسی نہ ہوگی جو پاشا کے محل استقبال کو نہ آئی ہو۔محمد علی کی زوجہ نے کشتی پر کھڑے ہو کے حاضرین پر نظر ڈالی۔اس شان و شوکت سے اسے کچھ واسطہ نہ تھا۔وہ اپنی متجسس نگاہون سے صرف ایک اور ہی کو تلاش کر رہی تھی جسکے یہان نہ ہونیسے اسے تعجب ہوا۔مگر خود ہی اس نے اپنے دل مین کہا کہ آہ! مین بھول گئی۔بادشاہ اپنے فرایض کا پابند ہے وہی اسے شخصی جذبات اور خانگی خیالات ادا کرنے سے روکتے ہین خیر کچھ مضایقہ نہین۔اس کے بعد وہ اس لکڑی کے مکان میں آئی۔عورتون نے خوشی کے نعرون سے اس کا خیر مقدم کیا۔اور کہا عائدہ بیگم ہمارے حاکم کی بیگم ہر دلعزیز سلامت رہین ہماری ہر دلعزیز سیدہ کی عمر دراز۔عائدہ سب طرف سر جھکا جھکا کر شکریہ ادا کرتی۔اور آگے بڑھتی جاتی۔گاڑی کے پاس پہونچکر اسپر سوار ہوئی اور پردے چھوڑ دیئے۔اب اس کے سینہ سے ایک دردناک آواز نکلی اور جن آنسوؤن کے پی جانے کی کوشش کر رہی تھی وہ آنکھون سے نکل پڑے اپنے دل مین کہا آہ! کاش مین تو الہی مین رہتی! غریب محمد علی کی اسجگہ کی ملاقات اور اسکا سینہ سے لگاکر مرحبا کہنا مجھے اس شان و شوکت سے زیادہ محبوب ہے سیدہ کی سلامی مین بھی شاہزادون کیطرح توپین سر ہوئین انکی آوازین سننے اور قلعہ کے قریب ہونے سے اسکی بدن پر لرزہ پیدا ہوتا تھا ہر قدم پر وہ کہتی جاتی تو مین تجھ سے رخصت ہوتی ہون اے خوشی و خوش نصیبی کے وقت! مین تجھے الوداع کہتی ہون گویا کہ ایک دھیمی آواز اس کے کان مین گونج رہی تھی کہ زناشوئی کی خوشی اور خانگی عیش رخصت ہوا۔

عایدہ حرم کے دروازے سے لونڈیون اور خواصون سے گذرتی ہوئی قصر میں

Marfat.com

داخل ہوئی - ایک خواجہ سرا اسکو تخت تک لیگیا جب وہ اس پر بیٹھ گئی تو وہی عورتین جنہون نے اسکا استقبال کیا تھا اپنی اپنی نذر پیش کرنے کے لئے اس کے سامنے دوزانو بیٹھ گئین - وہ سونے چاندی کے برتن گران بہا جواہرات - ریشمی کپڑے پیش کرتی جاتین اور وہ شکریہ کیساتھ انکو قبول کرتی جاتی - اور انکی باتون کا شایستگی سے جواب دیتی جاتی تھی - ان عورتون مین سے کوئی بھی ایسی نہ تھی جو اس بیگم کی محبت دل مین لیکر نہ نکلی ہو - جب یہ دربار ختم ہوگیا ایک خواجہ نے آکر عرض کی کہ اب آپ اس مکان مین تشریف لیچلئے جو آپ کے قیام کے لئے تیار کیا گیا ہے - وہ اُٹھکر لونڈیون اور خادماؤن کی صفون کے درمیان سے جو اس کے سامنے دوزانو بیٹھی تھین گذری - عائدہ تنہا رہنا چاہتی تھی - مگر اسکا خیال غلط نکلا - اس نے دیکھا کہ بہت سی خواصین اس کے پاس کپڑے بدلوانے آگئین -

عائدہ نے اپنے دل مین کہا آہ معلوم ہوتا ہے کہ حاکمون کی بی بیان خلوت کے مزے سے محروم ہی رہتی ہین - تو مین سخت بدنصیب ہون - اگر یہ ہر وقت میرے ساتھ سنتراول کی طرح رہینگی خواصون نے اسے زردوزی لباس جس مین قیمتی جواہرات ٹکے ہوئے تھے پہنا کر صدر کمرے کیطرف جانے کا اشارہ کیا جو بادشاہ سے ملنے کا کمرہ تھا -

عائدہ کا دل خوشی سے اُچھلنے لگا جلدی سے دروازے مین گھسی اور اسے بند کر لیا - وہ خیال کرتی تھی کہ اسکا شوہر وہان انتظار کر رہا ہوگا وہان کسی کو نہ پاکر سن رہگئی - اگر محمد علی سامنے کا دروازہ کھول کر نہ آجاتا تو وہ زمین پر بیہوش ہوکر گر جاتی اب عائدہ نے محمد علی کیطرف دیکھا اس کی وہان کی اور یہان کی حالت مین زمین آسمان کا فرق تھا - وہ جس صورت کو پہچانتی تھی وہ ترش و افسردہ تھی - مگر اب اس سے اقبال وخوشی کے آثار نمودار تھے وہ جس موٹے و بدنما لباس کے دیکھنے کی خوگر تھی اس کی جگہ قیمتی اودی لباس زیب تن تھا - جسپر سنہری لیس ٹکی ہوئی اور مرصع تمغے آویزان تھے - محمد علی نے آگے بڑھکر عائدہ کا ہاتھ پکڑ لیا - عائدہ پیچھے ہٹ گئی - اور خیال کیا کہ اس نے دوستون کی طرح ملاقات کی شوہرون کی طرح نہین کی - محمد علی نے اس سے کہا پیاری عائدہ! مین تمہین خیر مقدم کرتا ہون - میرا دل مدت کے بعد تمہین دیکھنے سے بہت

Marfat.com

خوش ہوا۔

عائدہ (محمد علی کا ہاتھ زور سے پکڑ کر) ہاں بہت دن گذر گئے کیا تمہیں یاد ہے کہ کتنے سال گذر گئے۔کیا تمہیں بھی یہ مدت کٹھن گذری ہے؟

محمد علی۔ ہاں پانچ سال ہوئے۔اس میں بہت کچھ بدل گیا۔

عائدہ (اپنا ہاتھ کھینچکر) ہاں بہت کچھ بدل گیا۔ میں نے اُن کو دیکھ بھی لیا۔

محمد علی۔ ہاں۔ لیکن میرا دل اور تمہاری محبت نہیں بدلی۔ میں تمکو اب تک پیار کرتا ہوں اور ہمیشہ کرونگا۔

عائدہ میں تمہیں اپنی پہلی زوجہ اور اپنے بیٹوں کی ماں کی طرح پیار کرتا ہوں۔

عائدہ نے سر جھکا لیا۔ محمد علی کے ان وحشتناک الفاظ نے اس کے دل پر تیر کا کام کیا۔ وہ پہلی زوجہ کا مفہوم سمجھ گئی۔ لیکن وہ کیا کرسکتی تھی شریعت سے بھی چند شادیاں کی اجازت ہونا اسے معلوم تھا۔ وہ سمجھ گئی کہ دوسری شادی محبت کو ذبح کر ڈالتی ہے عشق صداقت محبت کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ فریفتگی زبانی باتوں پر محدود ہو جاتی ہے۔ عائدہ نے ایک آہ سرد کھینچی اور زبان سے کچھ نہ کہا۔

محمد علی۔ ہاں۔ تم ہمیشہ میری پہلی پیاری زوجہ اور میرے بچوں کی ماں اور میری عزیز بیوی ہو کر رہو گی۔

عائدہ (آنکھیں بند کرکے اور کانپ کر) بہتر ہے۔ میں تمہاری فرمانبرداری کرونگی۔ لیکن میں صرف صداقت (میل جول کے پہلے زینہ) پر اکتفا نہیں کرسکتی اور نہ میں تمہیں تمہاری طرح چاہتی ہوں بلکہ میں تمکو اپنا آقا اور تمام عالم میں اپنا یکتا محبوب جانتی ہوں

محمد علی نے دونوں ہاتھ گلے میں ڈال کر عائدہ کو بوسہ دیا۔ اور عائدہ کی حالت دگرگوں ہو گئی۔

محمد علی نے خیال کیا کہ اب بات کا ٹالنا ضروری ہے۔ اس لئے اس نے گفتگو کے موضوع کو بدل دیا۔ اور اپنے بچوں کا ذکر شروع کر دیا۔ اور کہا وہ سلامتی سے پہنچنے کی مبارکباد دینے کے لئے اندر آنے کے منتظر کھڑے ہیں۔ یہ کہ کر دروازے کیطرف گیا۔ اور اُسے کھول دیا۔ لڑکے ہاتھوں میں ایک ایک پوٹلی لئے ہوئے اندر گھسے

محمد علی (انکو اپنے پاس بٹھا کر) بیٹو! تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ اس میں کیا لائے

ا۔ بڑا لڑکا (ابراہیم) اباجان؟ کیا آپ مجھ سے دریافت فرماتے ہین؟ مین تو آپ سے
پ کے لئے ایک تحفہ لایا ہون۔ اگر اجازت ہو تو پیش کرون۔ مین آپ کے قدم بہ
دم چلنے کی کوشش کرتا تھا۔ اکثر سیویون آپ کے حالات مجھ سے بیان کیا کرتے
تھے۔ انہین نے مجھے بتایا کہ آپ تیرنے اور کشتی چلانے مین بڑی مہارت رکھتے ہین۔ مین بھی
آپ کی طرح موجون سے کھیلتا اور سمندر کے طوفان پر غالب آنیکی کوشش کیا کرتا تاکہ
جہازرانی و شناوری مین کامل ہوجاؤن

محمد علی۔ (ابراہیم کی آنکھون مین اقبال و خوش نصیبی کے آثار دیکھ کر اور مسکرا کر)
ابراہیم! مین تمہاری باتون سے بہت خوش ہوا۔ اپنی بات پوری کرو۔ ہان تم
موجون سے کھیلتے۔

ابراہیم۔ جی ہان مین نے اس کی مشق کی اور بروستا مین سب ملاحون سے بازی لیگیا۔
مین نے غوطہ زنی مین ایسا کمال پیدا کیا کہ کوئی میری برابری نہین کرسکتا تھا۔ نہین نیز
یہ تحفہ جسکو مین نے سمندر کی عمیق تہ سے نکالا ہے اپنے دعوی کے ثابت کرنے کو لایا ہون
یہ ایک تھیلے مین کسا ہوا ملا تھا مین اسے تیر اکر خشکی پر لایا۔ اور کھولنے پر یہ دیکھ کر کہ
اس مین انسان کی ہڈیون کا ایک ڈھانچ ہے بہت حیرانی ہوئی۔ مگر غوطہ زنی کے کمال کا
یہ بہت بڑا انعام تھا۔ اس لئے مین بھی آپ کی خدمت مین اپنے کمال کے ثبوت مین
لیتا آیا۔

محمد علی کا چہرا زرد ہو گیا۔ اور ملول ہو کر کہنے لگا۔ سمندر کی تہ سے!۔ ابراہیم!
سچ کہو کیا تم اسوقت بروستا کے ساحل پر غوطہ نہین لگا رہے تھے؟

ابراہیم۔ جی ہان۔ آپ جانتے ہین کہ وہ کنارہ بہت ہی بلند ہے اور اس کے پاس
بہت گہرا کنڈ ہے۔ اسی کنڈ مین مین غوطہ زنی کی مشق کر رہا تھا۔ وہین مجھے یہ تھیلا ملا۔
مین اسے تیر اکر کنارے لایا۔ اور جب کھولا تو اس مین آدمی کا ڈھانچ نکلا۔ یہ اسی
کا ایک حصہ ہے۔

یہ سن کر محمد علی کے ہونٹ کانپنے لگے۔ چہرے پر کدورت وملال کے آثار نمایان ہوگئے
اور وہ (کبیدہ خاطر و پریشان ہو کر) بولا تھیلے مین آدمی کا ڈھانچ تھا! اس مین سے
تم کیا لائے؟ ۔

Marfat.com

ابراہیم لمبے لمبے سیاہ بالون کا ایک مجموعہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی عورت کی لاش تھی۔

محمد علی کو اتنی تاب نہ رہی کہ اس پوٹلی کو بیٹے کے ہاتھ سے لیلے۔ ابراہیم نے ہی اسے اس کے سامنے زمین پر رکھدیا۔ مگر باپ کی یہ حالت دیکھ کر اسے سخت تعجب ہوا عایدہ اس انقلاب کو دیکھ رہی تھی اس نے آواز دیکر ابراہیم کو اپنے پاس بُلالیا۔ اس آ نے محمد علی کو بھی چونکایا۔ اور اس نے دوسرے بیٹون کی طرف دیکھ کر کہا۔ اسماعیل تم کیا لائے ہو۔ طوسون! تمہارے پاس کیا ہے؟

اسماعیل۔ مین بھی آپ کے پاس قوآہ سے ایک یادگار رلایا ہون۔ مین نے سُنا تھا کہ آپ دشوار گذار پہاڑیون پر چڑھنے مین بہت مشاق تھے مینے چاہا کہ مین بھی آپ کے نقش قدم چلون۔ مجھے معلوم ہوا کہ آپ کے سوا بروستا کے پاس والی پہاڑی پر کوئی آسانی نہین چڑھ سکتا تھا چنانچہ مین نے اس کی مشق کی اور اس مین خوب مہارت بہم پہونچا ایک دن مجھے اسکی چوٹی پر ایک عجیب و غریب غار ملا۔ مین اس کے لمبے تنگ سوراخ مین گھسا۔ جو کچھ مینے وہان دیکھا اُس کا حال سُن کر آپکو بہت ہی تعجب ہوگا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس غار مین پہلے کچھ لوگ رہتے تھے کیونکہ اس کشادہ غار مین کپڑے لتے برتن پھیلے ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔ مین اکثر وہان جاتا اور اپنا عزیز وقت وہان صرف کرتا۔ جب مین آخری مرتبہ وہان گیا مینے چاہا کہ اس مین سے کوئی چیز بطور یادگار آپ کے واسطے لیتا چلون۔ چنانچہ یہ خوبصورت جام آپ کے پاس لایا ہون جو مجھے وہان دستیاب ہوا تھا۔

طوسون۔ مین آپ کے پاس ریشمی زردوزی شال لایا ہون۔ مینے ایسی عمدہ نایاب شال نہین دیکھی۔ لیکن افسوس اس مین کچھہ سیاہ دھبے ہین جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اسپر خون گرا ہے۔

اسماعیل و طوسون نے اپنے اپنے ہدیئے باپ کے قدمون مین رکھدیئے۔ محمد علی بے حس و حرکت خاموش کھڑا تھا۔ اسکا رنگ بالکل زرد ہوگیا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سنگ مرمر کی ایک مورت کھڑی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد کچھہ کہنا چاہا مگر زبان نے یاری نہ دی۔ لڑکون کو ہاتھ سے اشارہ کیا کہ جاؤ۔ لڑکے باپ کی یہ حالت دیکھ کر سہم

گئے۔ اور جلدی سے ان کے پاس چلے گئے۔ اور عائدہ انکو لئے ہوئے کمرے سے باہر ہوگئی
محمد علی تخلیہ مین ان تحفون کو دیکھنے لگا۔ اسپہ جنون کی سی کیفیت طاری تھی پہلی
اُس نے ابراہیم کی تھیلی کو کھولا۔ جوہرہ کے لمبے لمبے سیاہ خوبصورت بال دیکھکر
سینہ سے ایک دردناک آواز نکلی۔ جو پہلی محبت کے موقع پہ غم واندوہ کی صدا تھی
پھر اس نے اس جوڑہ کو منہ سے لگالیا اور کئی بار بوسہ دیا گویا وہ اسوقت کو یاد
کر رہا تھا جب یہ بال جوہرہ کے سر پر تھے اور اس نے اسکو بوسہ دیا تھا اس کے بعد
جام ہاتھ مین لیا۔ اور خیال کیا کہ یہ وہی جام ہے جس مین جوہرہ نے کئی بار پانی پیا تھا
پھر اس کے کنارے کو زبان پر رکھ لیا گویا کہ وہ اس کے دہن کے ان آثار کو چوس رہا
ہے جو اس مین باقی رہگئے ہین۔ پھر ریشمی شال ہاتھ مین لی یہ وہی شال تھی جسے اس
نے اپنے دوست میسولیون سے مول لیا تھا۔ اور جسے جوہرہ ہر وقت کندھون پر ڈالے رہتی
تھی مصیبت کی رات کو بھی یہ اسکے دوش پر تھی۔ محمد علی نے اسے غور سے دیکھا اور خون کے
آثار دیکھکر سمجھ گیا کہ خسرو کے دونون غلامون کے گرفتار کرنیسے پہلے اس نے بہت کچھ جدوجہد
کی اور یہ خون اسی کے شانون سے خنجر کے چرکے سے نکلا ہے۔ شال کا کنارہ کٹا ہوا دیکھا اسے
اور بھی یقین ہوگیا۔ کہ یہ جوہرہ کا خون ہے جو اس نے میری خاطر بہایا۔ محمد علی نے ان ہیون
کو بوسہ دیکران رنجیدہ یادگارون کو ہاتھ مین لیلیا۔ انکی طرف دیکھتے دیکھتے عالم خیال مین
سوار اجگہ پہونچا جسے کوئی نہین جان سکتا تھا۔ یعنی خیال ہی خیال مین وہ بچپن کے زمانہ اور
بروستا کی پہاڑیون کی خلوت تک پہونچگیا۔ گذشتہ واقعات اور عثمان کی یاد آنکھون کے
سامنے پھر گئی۔ اس کے بیٹون نے آکر یہی کہا تھا کہ عثمان انتقال کرچکا ہے اس لئے اس نے کہا
عثمان! تمہین موت مبارک ہو تم بیماریون سے نجات پاگئے۔ مین بھی بہت کچھ رنج اٹھا چکا ہون
لیکن مجھے کچھ اب راحت و آرام نصیب ہے۔ اور آیندہ زیادہ کی امید کہ زمانہ میرے ساتھ سلوک
کر رہا ہے۔ ہان اب اے گذشتہ! رخصت ہو اور مجھے آیندہ کے لئے تیاری کرنے دے۔
محمد علی! ہوش مین آ۔ آدمی بن۔ گذشتہ واقعات ختم ہوچکے۔ اے جوہرہ! تو نے اپنا آخری
سلام میری اولاد کے ہاتھ بھیجدیا۔ پیاری! اب رخصت لے۔ آخری مرتبہ رخصت کہتا ہون
کیونکہ اب مین موجودہ اور آیندہ زندگی کا بادشاہ ہون۔
یہ کہکر محمد علی نے اپنے آپکو سنبھالا۔ اور آنسو پونچھکر دوسرے کمرے مین جہان اسکی

Marfat.com

بی بی عائشہ اور بیٹے بیٹھے تھے چلا گیا اور مسکرا کر بولا لڑکو آؤ۔ میں تمہیں اپنے ملک کا پایہ تخت یعنی قاہرہ دکھلاؤں۔ یہ دنیا کے سب شہروں سے خوبصورت ہے۔ پھر لڑکوں کا ہاتھ پکڑے باہر چلا گیا۔ بیوی بیچاری کا کچھ بھی خیال نہ کیا۔ جو محبت و شفقت سے اُسے دیکھ رہی تھی اسکی آنکھوں میں گرم گرم آنسوؤں ڈبڈبا رہے تھے۔ جو اُن کے جانے کے بعد ہی رخساروں پر ڈھلک پڑے۔ محمد علی اپنے بیٹوں کو لئے کمروں میں ہوتا ہوا جنکی زیب زینت دیکھ کر وہ تعجب کرتے جاتے تھے۔ قصر کی چھت پر پہونچا جہاں سے وسیع قاہرہ انکی آنکھوں کے سامنے آگیا جسکے بیچ سے دریائے نیل بل کھاتا بہ رہا تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ صاف چاندی کا ایک منہ ہے ایک طرف سنہرا بنا ہوا ہے جس کے خاتمہ پر جیزہ کے بڑے بڑے اہرام بنے ہیں۔ لڑکوں نے دیکھ کر کہا۔ آہا! اباجان! یہ کیسا اچھا اور وسیع منظر ہے۔

محمد علی۔ بیٹا! اس سے بہت وسیع اور خوبصورت ہے۔ جو کچھ تم دیکھ رہے ہو یہ میرے قبضہ میں ہے مجھے ابھی امید ہے کہ تم اس کے حاکم ہوگے۔ اور میرا خاندان عظیم الشان طریق حکومت کریگا میرے بعد میری اولاد میں سے کوئی نہ کوئی یکے بعد دیگرے اسکا مالک ہوتا رہیگا میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ میں اپنے تخت کو کسی طرح ہرگز نہیں چھوڑونگا جسطرح میرے پیشرو چھوڑ گئے اور ان چوٹیوں کو جنپر قاہرہ کا خوبصورت قلعہ بنا ہے۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ اپنی اولاد کو مصر کا قیامت تک کے لئے حاکم بنا جاؤنگا۔ تاریخ میں ہمیشہ یوں ذکر ہوتا رہیگا کہ محمد علی مصر کا پہلا بادشاہ ہے۔ جس نے اپنے بعد اپنی اولاد اور خاندان کے لیے حکومت کو میں چھوڑ دی پیارے بیٹو! مجھسے وعدہ کرو کہ جب تم حاکم ہوگے عدل اور میری پیروی کروگے۔

لڑکے۔ اباجان! ہم قسم کھاتے ہیں اور وعدہ کرتے ہیں۔

محمد علی۔ خوش خوش اپنے لڑکوں کو دیکھکر اور آسمان کیطرف نگاہ اُٹھاکے) خدایا! تونے اس قسم کو سن لیا۔ الہ العالمین! تونے اپنے فضل سے مجھے اپنے خاندان کیلئے بزرگی کا دروازہ کھولنے کی توفیق دی۔ الٰہی! تو میری اولاد کو اپنا وعدہ پورا کرنے کی توفیق عنایت کر۔ اپنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے تو میری اور انکی مدد فرما اے میرے مالک! تو مجھے کسی بادشاہ یا سلطان کا محتاج نہیو ملک مجھے اور میرے بعد میری اولاد کو آزاد و خود مختار رکھیو۔ الٰہی! میرے بازو کو قوی کر اور مجھے بہبودی کا رستہ دکھا۔ تو ارحم الراحمین ہے۔

تمت

Marfat.com

تمہارا ساری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

سلام علیٰ نجد ومن حل بالنجد

دنیا کے انقلابات کی حد و پایاں نہیں۔ کس کس طرح زمانہ اپنے پہلو الٹتا بلٹتا رہتا ہے اور بازیگر فلک اپنے رنگا رنگ کے پردے کس طرح ہر آن بدلتا رہتا ہے تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ یعنی یہ زمانہ ہم لوگوں کے درمیان اس کو دست بدست پھراتے رہتے ہیں۔

عرب کے ریگستانوں نے گو لیل ونہار کے ہزاروں تماشے دیکھے ہیں۔ مگر شاید اس تماشے سے بڑھ کر کوئی تماشا نہ ہوگا کہ تاریک ذرّوں نے ایک چمکتے سورج (وجودِ نبوی ﷺ) کے پرتو سے روشن ہو کر ساری دنیا کی آنکھوں کو اپنی چمک دمک سے روشن کر دیا۔ اور خود اُن کے گوشہ گوشہ کو مطلع انوار بنا دیا۔ اور عین اس وقت جب وہ دشت وجبل اور بحر و بر کو منور کر چکے۔ خود ایسے ماند پڑ گئے کہ دنیا کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ ان قوموں نے۔ جو اس نور سے منور ہوئیں۔ یہ سمجھا کہ ان ریگستانی ذرّوں کی تابانی کے مقابلہ میں اُن کی چمک اور تابانی نگاہوں کو خیرہ نہ بنا سکیں گی۔ اس لئے ان کا تاریک اور ماند ہی رہنا اچھا ہے۔

عربوں کی سیاسی قوت کا زوال

اوّل تو ابو مسلم خراسانی کی تلواروں نے عربوں کی سیاسی قسمت کا ۱۳۲ھ میں خاتمہ کر دیا اور جو نئی سلطنت عباسیہ اسکے بل بوتے پر قائم ہوئی۔ وہ عربی حکومت کے بجائے عجمی شہنشاہی بن گئی۔ اور رفتہ رفتہ سازش پسند عجمیوں نے سادہ مزاج اکھڑ عربوں کو سیاست اسلامی کے دائرہ سے خارج ہی کر دیا۔ بعد معتصم نے ترکوں کو بروئے کار لا کر عربوں کے آزادی پسند سادہ دل حریت طلب قبیلوں کو ہمیشہ کے لئے پھر عراق وشام ومصر کے زرخیز علاقوں سے نکال کر عرب کے صحرا در یگستان ... والیہ ...

بادیہ نشینان عرب کی خاموشی

اس عرصہ میں دنیا کی اسلامی قوموں نے بڑے بڑے انقلابات پیدا کیے بادشاہیاں بنائیں قصر وایوان تیار کیے۔ مدرسے اور دارالعلوم تعمیر کیے۔ کرۂ ارض کے طبقے الٹ پلٹ کئے سمندروں کے سینے چیرے پہاڑوں کی چٹانیں گرائیں۔ توڑیں۔ یہ سب شور وغل وزور شور اور جوش وخروش جزیرہ نمائے عرب کے اردگرد ہوتے رہے لیکن عرب کا بادیہ نشین اور شتربان بدستور اپنے صحرا اور نخلستان میں بے پروا سوتا رہا۔

بالآخر جب دنیا کی دوسری مسلمان قومیں اپنی اُن تابانیوں کو جو چاند کی طرح عرب کے سورج سے حاصل کی گئی تھیں کھو بیٹھیں اور توحید وسنت کا سررشتہ اُن کے ہاتھوں سے چھوٹ گیا۔ اور وہ ہر بلند قبہ اور ستون کی طرف جھکنے لگے۔ تو اللہ تعالیٰ نے پھر انہیں ذروں میں اُن کی اُن روشنیوں کو جو زیر پردہ ہوگئی تھیں۔ بے نقاب ہوجانے کا حکم دیا۔

عرب کی نشاۃ ثانیہ

مدینہ منورہ کی مسجد نبوی جو معلم نبوت کے عہد سے آج تک حق کے پکارنے والوں اور وحی الٰہی کے پیغاموں کے پہنچانے والوں کے شور وہنگامہ سے معمور رہی ہے جنہیں عرب کی نشاۃ ثانیہ یا دوبارہ زندگی کا سرچشمہ بننا تھا اور یہیں کی ایک شاخ دلی کے کنارے جمنا میں آکر شامل ہوگئی۔ اور شاہ ولی اللہ صاحب کے خانوادے نے ہندوستان کے ظلمکدہ کو دوبارہ مطلع توحید سے منور کیا۔ اور دوسری شاخ آب زمزم سے مل کر عرب کے صحراؤں اور ریگستانوں میں پھیلی۔

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب

شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کا نام مذہبی وجوہ سے زیادہ سیاسی اسباب سے کم اسلامی قوموں میں مشہور ہوا ہے۔ یہ ایک عالم نجد کا رہنے والا۔ اور مدینہ منورہ کا ایک طالب علم ۱۲۰۳ء میں مشغول تھا۔ اس زمانہ [illegible] عرب کے [illegible] ترکی، چرکسی، کردی اور غلام بادشاہوں کے رسوم ورواجات اور اثرات سے بدترین قسم کے بدعات میں مبتلا ہوگیا تھا۔ اور بوجہ اسلام کی مرکزیت عامہ کے جو بلا یہاں پیدا ہوتی ہے، وہ چند ہی سالوں کے بعد تمام دنیائے اسلام کو لپیٹ جاتی ہے۔ سب سے پہلی ضرورت یہ تھی کہ اس خطۂ اقدس کو آلائشوں سے مبرا کیا جائے۔

Marfat.com

وہابی تحریک

شیخ محمد بن عبدالوہاب نے جو دعوت شروع کی۔ اس کا خلاصہ یہ ہے :-

۱۔ خدا کی تمام صفات صرف اُسی کی ذات کے ساتھ مخصوص ہیں اور اُن میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہے۔

۲۔ خدا کی ذات و صفات کے متعلق قرآن اور حدیث صحیح میں جو نصوص ہیں۔ اُن پر تاویل کئے بغیر اُسی طرح ایمان لانا چاہیئے جس طرح اُن کے الفاظ اپنے لغوی معنوں کے لحاظ سے ظاہر کرتے ہیں۔ اور ان کی حقیقت طلبی کے ہم درپے نہ ہوں۔

۳۔ تمام پیغمبر بشر ہیں۔ اور صفات ربانی سے خالی ہیں۔

۴۔ اولیائے الٰہی کی ایسی تعظیم اور ان کے متعلق ایسی عقیدت نہ رکھنی چاہیئے جو صرف پیغمبروں کے لئے یا خاص خدا کے لئے مخصوص ہیں۔

۵۔ مقابر اور مزارات کی ایسی تعظیم نہ کی جائے جو بت پرستانہ ہو۔

۶۔ اُن چیزوں کو جو خدا کی قدرت میں ہیں غیر خدا سے طلب نہ کیا جائے۔ اور نہ مُردوں سے دعا و استعانت مانگی جائے۔

۷۔ قبروں پر قبے۔ گنبد وغیرہ عمارتیں یا پختہ چبوترے نہ بنوائے جائیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن سے منع فرمایا ہے۔ اور اُن کے ذریعہ سے قبر پرستی پیدا ہوتی ہے۔

۸۔ غرض تمام بدعات و مشرکانہ رسوم کا استیصال کیا جائے اور کتاب و سنت کی اتباع کی جائے۔

امام محمد بن سعود

غرض یہ اور اسی قسم کے چند اصول تھے جن کی دعوت و تبلیغ میں شیخ محمد بن عبدالوہاب نے اپنی عمر صرف کی۔ اس کی دعوت و تبلیغ پر لبیک کہنے والوں میں نجد کے ایک امام [illegible] امام محمد بن سعود تھے جن کی نسبت سے ابن سعود کا یہ خاندان پیدا ہوا ہے۔

وہابی تحریک کی بدنامی کے اسباب

ابن سعود کے علم کے نیچے نجد کے تمام قبائل جمع ہوگئے۔ اور ترکوں۔ انگریزوں اور شریف مکہ وغیرہ کے لئے یہ خطرۂ عظیم بن گئے۔ ترکوں کے لئے اس طرح کہ یہ عراق پر حملہ آور ہوتے۔ اور انگریزوں کے لئے [illegible]

Marfat.com

کہ انہوں نے بحر عرب اور خلیج فارس کے سواحل اور شہروں پر جو انگریزوں کی فوجی اور تجارتی ضرورتوں کے لئے مفید تھے۔ قبضہ کرلیا۔ اور شریف مکہ کے مقابلہ میں تو انہوں نے اس لئے کہ حرمین محترمین کو اپنے قبضہ میں لاسکیں۔ خونریز حملہ کیا اور کامیابیاں حاصل کیں۔ ترکی کی طرف سے مصر کے خدیو محمد علی پاشا کی فوج کے ساتھ ساتھ انگریزا ور فرانسیسی افسران فوج اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے متعدد افسر شامل ہوگئے۔ اور اس طرح نجدی وہابیوں کی سیاسی اور فوجی قوت کا قلع قمع کیا گیا۔ یہی وہ اسباب ہیں جن کی بنا پر وہابیوں کو ہندوستان، مصر، عرب اور ترکی میں ہر طرح بدنام کرنے کے لئے پرزور پروپیگنڈا کیا گیا۔ ہندوستان میں اس کے کچھ مدت بعد مولانا شاہ اسماعیل شہید کی سپہ سالاری میں مجاہدین کی فوج قائم ہوئی جس نے سکھوں سے جنگ کی۔ چونکہ مولانا شہید کی دعوت بھی اسی قسم کی تھی۔ اور وہی جذبات کام کررہے تھے۔ اس لئے انگریزوں کو خاص طور سے وہابیوں کو بدنام اور رسوا کرنے کی حاجت تھی۔ چنانچہ آپ کو معلوم ہے۔ کہ غدر کے بعد ہندوستان میں وہابی اور باغی دونوں برابر کے لفظ تھے۔

انقلاب عظیم

اللہ! اللہ!! کیا انقلاب عظیم ہے کہ وہی وہابی جنکے خلاف کل ترک سربکف، مصری لشکر آرا، عرب ہنگامہ خیز اور انگریز اپنے جال بچھا رہے تھے۔ آج ترک ان کی فتح پر خوشی کا اظہار کر رہے ہیں۔ اخوت و مودت کے رشتے مضبوط کر رہے ہیں، مصر دوستی کیلئے مصافحہ کا ہاتھ بڑھا رہا ہے، عرب جنگ و جدل سے تنگ آکر اب اپنے امن اور خوش حالی اور عرب قوم کے اجتماع اور اتحاد کیلئے سلطان ابن سعود کی ذات کو نعمت عظمیٰ تصور کرتے ہیں، ہندوستان کے قبوریین کے علاوہ تمام تعلیم یافتہ روشن خیال متدین حضرات، مذہبی علمی مراکز اور قومی جماعتیں ان کے وجود کو حجاز کیلئے ایک نعمت غیر مترقبہ سمجھتی ہیں۔ انگریزی اخبارات۔ انگریز سیاح بھی تعریف میں رطب اللسان اور حکومت برطانیہ ان کے خلاف لب کشائی سے گریز کر رہی ہے۔

کل تک نجد اور اس کا سلطان ایک کم نام لفظ تھے۔ مگر چند مہینوں کے کارناموں نے ان کے نام [illegible] الدنیا تک بچہ بچہ کی زبان زد کر دیا۔ لیکن اس شہرت کے باوجود ابھی قبوریین [illegible] ان کے جاہل شیوخ طریقت کا ایک گروہ موجود ہے جس نے یہ دیکھکر کہ اب اور کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی تو وہابیت اور حنفیت کا فتنہ کھڑا کردیا اور عام مسلمانوں کو اس نازک وقت میں فرقہ دارانہ جھگڑوں میں مبتلا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اشتہارات و رسائل اور مضامین کے ذریعہ سلطان نجد اور اس کی قوم کے خلاف مذہبی الزامات تراش کر مجاہدین نجد سے عوام کو بدظن کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

Marfat.com

مبادا کہ عوام ان کی غلط اور گمراہ کن تحریروں سے کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو جائیں اور مشترکہ اسلامی مفاد کو خیر باد کہکر حنفی وہابی کے جھگڑوں میں غلطاں نظر آئیں۔ امام عبد العزیز اول - اور امام عبد اللہ بن شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب اور علامہ احمد بن ناصر المعمری النجدی اور شیخ محمد بن عبد اللطیف آل شیخ محمد بن عبد الوہاب کے رسائل کا ترجمہ ہدیہ ناظرین کئے دیتے ہیں جس سے حقیقت آشکارا ہو جائیگی اور ہر منصف مزاج ان کے عقاید و خیالات اور تحریک وہابیت کے متعلق آسانی سے رائے قائم کرسکیگا ؛

فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اولئک الذین هداهم الله واولئک هم اولوا الالباب ؁

کسی کتاب کو دوسری زبان کے قالب میں ڈھالنا جس قدر مشکل ہے وہ اہل علم سے مخفی نہیں لیکن اپنی بضاعت کے مطابق پوری کوشش کی گئی کہ کتاب کو سہل الفہم کیا جائے۔ اور عربی محاورات کو اس طریق پر اردو زبان میں ادا کیا جائے کہ پڑھنے والے کو دقت پیش نہ آئے' آیات اور احادیث کی عبارات کو نمایاں طریق پر لکھکر اردو ترجمہ ساتھ دیدیا گیا' بعض مقامات پر آیات واحادیث کی طرف اصل کتاب میں صرف اشارات تھے۔ ہمنے انہیں پورا پورا نقل کردیا کہ مضمون کتاب زیادہ واضح ہو جائے اور اشارات کی بجائے تصریحات مفید تریں ثابت ہوں۔

اس کتاب کے ترجمہ میں جن حضرات نے میری اعانت کی ہے ان کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں بالخصوص اپنے محترم بھائی مولانا محمد داؤد صاحب غزنوی . . . . کا ممنون ہوں جن کی مخلصانہ اور ہمدردانہ توجہات نے اس مشکل کام کو میرے لئے آسان کردیا۔ جزاهم الله خیر الجزاء ؁

امرتسر
یکم جنوری ۱۹۲۷ء

اسماعیل غزنوی
کان اللہ لہٗ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وہابی تحریک پر جس کا مقصد وحید احیاء شریعت اسلامیہ ہے ائمہ نجد اور علمائے کرام کے چند رسائل ہدیہ ناظرین کئے جاتے ہیں، جن میں سے پہلا رسالہ امام محمد بن سعود کے لڑکے امام عبد العزیز اوّل کا ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین ولا عدوان الا علی الظالمین وصلی اللہ وسلم علی خاتم الانبیاء والمرسلین وعلی الہ وصحبہ اجمعین:

عبد العزیز محمد بن سعود کی طرف سے حرمین، شام، مصر، عراق کے علماء کرام اور حضرات قضاۃ اور مشرق، مغرب کے تمام علمائے کرام کی خدمت میں "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"

آپ حضرات جانتے ہیں کہ خداوند قدوس و برتر نے مخلوق کو بے فائدہ اور بلا مقصد کے پیدا کیا اور نہ ان کو بے کار چھوڑ دیا ہے بلکہ ان کی پیدائش کا مقصد عبادت الٰہی ہے اسی لئے اللہ تعالےٰ نے اپنی اطاعت و فرمانبرداری کا حکم دیا اور اس سے سرتابی کرنے والوں کو سزا و عذاب سے ڈرایا اور یہ بھی بتادیا کہ اعمال کا بدلہ ضرور ہی ملیگا۔ اسکے عدل و انصاف کی وجہ سے بداعمالیوں کی سزا دوزخ کی شکل میں ہو یا اسکے فضل و کرم کی وجہ سے نیک اعمال کا بدلہ بہشت کی شکل میں ہو۔ اور خداوند قدوس نے اپنی ہر کتاب میں اور اپنے پیغمبروں کی زبانی اس چیز کی اطلاع فرمادی ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم کی آیات و احادیث نبویہ سے معلوم ہوتا ہے۔ قال تعالیٰ:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (وقال) وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا (وقال سبحانہ) وَقَضٰى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوْا إِلَّا إِيَّاهُ ۔ یعنی انسانوں اور جنوں کو صرف اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے۔ اور فرمایا۔ کہ ایک اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔ اور یہ بھی ارشاد کیا۔ کہ تمہارے رب نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ تم خدائے تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

اور لفظ "عبادت" ایک ایسا جامع لفظ ہے جس سے ان تمام انسانی اقوال و افعال سے تعبیر کیجاتی ہے جو خداوند تعالیٰ کے جلال و عظمت کیلئے مخصوص ہیں اور جنہیں اللہ تعالےٰ محبوبیت اور پسندیدگی کی نظر سے دیکھتا ہے۔ پس یہ "عبادت" ہی خداوند برتر کے نزدیک پسندیدہ اور محبوب ترین چیز ہے اور تمام پیغمبروں کو

Marfat.com

اسی کی تبلیغ کیلئے بھیجا۔ نوح علیہ السلام کو دیکھئے انہوں نے اپنی قوم سے یہی فرمایا۔ اُعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ۔ ایک اللہ کی عبادت کرو اسکے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ اسی طرح ہود، صالح اور شعیب علیہم السلام نے بھی اپنی اپنی قوم سے فرمایا۔ اُعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ۔ لفظ "اِلٰہ" اور لفظ "اللہ" میں یہ فرق ہے کہ "الٰہ" سے مراد ہر وہ چیز ہے جس کی عبادت کیجائے یعنی معبود حق اور معبود باطل دونوں پر بولا جاتا ہے اور لفظ "اللہ" صرف معبود برحق کیلئے مخصوص ہے۔ اسی لئے انبیاء کرام "اعبدوا اللہ" فرماتے رہے اور دوسرے معبودوں کی عبادت سے "ما لکم من الٰہ غیرہ" کہکر منع فرماتے تھے۔ پس الٰہ برحق یا سچا معبود صرف اللہ تعالےٰ ہے۔ قال اللہ تعالےٰ۔

فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (وقال تعالیٰ) وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ (وقال تعالیٰ) وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْہِ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ۔ تمکو معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ اور ہمنے ہر امت کے پاس اپنا رسول یہ پیغام دیکر بھیجا کہ ایک اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو (اور یوں بھی فرمایا) کہ اے محمد آپ سے پہلے جس قدر بھی رسول ہمنے بھیجے ہیں انہیں یہ وحی کی کہ میرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں پس میری ہی عبادت کرو۔

توحید کے اقسام

پس قرآن مجید، سنت نبوی اور ائمہ دین جیسے امام ابی حنیفہ، مالک، شافعی، احمد اور علاوہ ازیں دوسرے ائمہ سلف کے کلام سے جب ہم یہ سمجھ چکے اور معلوم کر چکے ہیں کہ "لا الٰہ الا اللہ" کا معنی یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ کو عبادت کیلئے مخصوص کیا جائے اور تمام معبودان باطلہ کو ترک کر کے "الوہیت" اللہ تعالیٰ کیلئے مخصوص کردی جائے۔ اور تمام وہ افعال عبادت جن کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دیا ہے۔ جب بھی غیر اللہ کیلئے کئے جائینگے تو یہ غیر اللہ کو "الٰہ" بنانے کے مترادف ہوگا اگرچہ ان افعال کا مرتکب ایسا عقیدہ رکھے یا نہ رکھے۔ مشرک تو مشرک ہی ہے وہ اپنے افعال شرکیہ کا نام شرک رکھے یا انکار کردے بہرحال وہ مشرک ہی ہے۔ اور توحید صرف یہی نہیں ہے کہ خداوند قدوس و برتر کے ان اوصاف وافعال پر ایمان لے آئیں کہ وہ زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا، رات اور دن کا لانیوالا، بندوں کو رزق عنایت کرنیوالا اور ان کے کاموں کی تدبیر کرنے والا ہے۔ کیونکہ اس توحید کا نام تو توحید ربوبیت ہے اور اس کا اقرار تو کفار نے بھی کیا ہے جیسا کہ سورہ یونس، زمر اور زخرف وغیرہ میں ذکر ہے۔ بلکہ عبادت کا لغوی معنی ذلت،

Marfat.com

عاجزی اور خوف ہے اور شرعاً عبادت سے مراد عاجزی ذلت اور خشوع و خضوع کے وہ تمام آداب بجا لانا جنکا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا اور اس کی عظمت و کبریائی کے لئے مخصوص کر دیئے گئے ہیں۔ مثلاً ایسے امور جنکے کرنے کی خدا کے سوا کسی کو قدرت نہیں ان میں خدا کے سوا کسی اور سے دعا مانگنا کہ وہ نفع دے یا دکھ تکلیف اور ضرر سے بچائے یا ایسے ہی کاموں میں غیر اللہ سے امید رکھنا اور اس پر بھروسہ کرلینا اور کامیابی کے لئے انکے نام پر جانوروں کی قربانی دینا یا ان کے نام کی نذر ماننا اور ان کے لئے دل میں خشوع و خضوع یا خوف و انابت رکھنا جو سب کے سب سجدہ تسبیح (سبحان اللہ) اور تہلیل (لاالٰہ الا اللہ) کی طرح اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہیں۔ اور توحید الوہیت ہی۔ اور ایک توحید دوسری توحید سے بے نیاز نہیں کرسکتی بلکہ ہر ایک توحید دوسری سے اس طرح مربوط ہے کہ ایک کی صحت دوسری کی صحت سے وابستہ ہے جب ہمیں یہ توحید معلوم کی اور اچھی طرح سمجھ گئے تو ہوا و ہوس کے بندے ہمارے خلاف کمربستہ ہو گئے ہمیں اسلام سے خارج کہنے لگے، ہمکو بدعتی قرار دیا گیا یہودیوں اور عیسائیوں سے زیادہ ہمیں اور ہمارے متبعین کو مضر بتایا گیا۔ حالانکہ ہم نے اپنے مخالفین سے نہ تو دوسرے معاصی نہ مسائل اجتہادیہ میں کسی قسم کی بحث و نزاع کا دروازہ کھولا بلکہ ہم میں اور ان میں اگر اختلاف یا نزاع تھا تو صرف توحید عبادت شرک اور ان کی تفصیلات میں تھا۔

اللہ تعالیٰ انبیاء کرام اور اولیاء میں فرق مراتب

ہم جس چیز کی دعوت و تبلیغ کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ مخلوق کے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مددگار اور کارساز نہیں ہے قیامت کے روز جس قدر شفاعت کرنے والے ہیں ان میں سے سب سے افضل ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں یا ان سے کم تر درجے میں ہوں کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی اجازت حاصل کئے بغیر شفاعت نہیں کرسکتے۔ مَنْ ذَا الَّذِی یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ - وقال تعٰ اَفَحَسِبَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَنْ یَّتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ اَوْلِیَاءَ - وقال تعٰ وَلَا یَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی وَھُمْ مِّنْ خَشْیَتِہٖ مُشْفِقُوْنَ - کون ہے جو بارگاہ الٰہی میں بغیر اجازت کے شفاعت کرسکے؟ (وقال تعٰ) کیا کافر یہ خیال کرتے ہیں کہ میرے سوا کسی اور کو اپنا کارساز بنالیں گے؟ (وقال تعٰ) انبیاء و اولیاء اسی کی شفاعت کرینگے جس کے لئے خداوند تعالیٰ پسند کرے۔

جب یہ صریح آیات موجود ہیں تو حقیقی طور پر شفاعت سب اللہ کے قبضے میں ہے بس اس دنیا میں شفاعت کا سوال صرف اللہ تعٰ سے ہونا چاہئے اور یہ دعا ہونی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نبی صلعم کی شفاعت ہمارے حق میں قبول فرمائے۔ اور نہ کسی نبی یا ولی کا یہ مقام ہے کہ خیر و برکت کے حاصل کرنے یا آفات و مصائب سے

Marfat.com

نجات دلانے میں اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق میں ان کو وسیلہ اور واسطہ بنایا جائے۔ اور نہ اللہ تعالیٰ کے حقوق مرتبت میں سے کوئی حق ان کو دیا جائے' اسلئے کہ حقوق الٰہی ان کے حقوق سے بالکل جداگانہ ہیں خداوند قدوس کا یہ حق ہے کہ اس کی عبادت اس طرح کیجائے جس طرح قرآن مجید میں بیان فرمائی ہے۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ معلوم ہوئی ہے اور انبیاء کرام کا یہ حق ہے کہ ان پر ایمان لائیں جو وہ کتاب ساتھ لائے ہیں ان پر ایمان لائیں' انکی نصرت و اعانت' عزت و توقیر کرنا' جو نور ہدایت ساتھ لائے ہیں اسکو قبول کرنا' انبیاء کو اپنے نفس اپنے مال و دولت اپنی اولاد حتیٰ کہ تمام لوگوں سے زیادہ محبوب جاننا۔ اور اس میں صادق اور متبع ہونے کی یہ علامت ہے کہ اسکے بتائے ہوئے طریقے پر چلیں اور اس شریعت پر ایمان لائیں جسے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سے لیکر آئے ہیں۔

(قال تعالیٰ) قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ مسلمانو! اگر تم اللہ سے محبت کرنیکے دعویٰ میں صادق ہو تو میری تابعداری کرو تب اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔

اور یہ کہ انبیاء کے معجزات پر ایمان لائیں اور یہ کہ انہوں نے فرض رسالت کو بخوبی سرانجام دیا اور امانت الٰہی کو انہوں نے ادا کیا' اور امت کی پوری خیرخواہی کی' اور ہمارے نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم سب سے افضل اور خاتم النبیین ہیں اور ان کی شفاعت پر اسی طرح ایمان لائیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذکر کیا ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بعد اہل توحید کیلئے حسب رضائے الٰہی ہوگی۔

اور قرآن مجید میں جو "مقام محمود" کا ذکر ہے تو وہ صرف ہمارے نبی صلعم کے لئے ہے۔

اور اسی طرح اولیاء کرام کا یہ حق ہے کہ ان کو محبت اور پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جائے اور ان کی کرامات پر ایمان لائیں۔ مگر ان کا یہ حق یا مرتبہ نہیں کہ ان کو ایسے کاموں کے لئے پکارا جائے کہ جن میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نفع یا نقصان کا مالک نہ ہو اسلئے کہ یہ عبادت ہے اور خداوند قدوس و برتر کے ساتھ مخصوص اور اسکے شایان شان ہے۔ اولیاء اللہ کے متعلق جو کچھ ذکر کیا گیا ہے یہ اسی صورت میں ہے کہ جب ان کی ولایت ہر طرح ثابت اور محقق ہو اور وہ اس طرح کہ ایسے شخص کے تمام اعمال و افعال اور حالات و مقالات پر اتباع سنت' تقویٰ اور خوف الٰہی نمایاں نظر آتا ہو' ورنہ آجکل تو ہر اس شخص کو ولی سمجھا جاتا ہے جس کے پاس لمبی تسبیح ہو' کھلی آستینوں کا کرتہ (کفنی) پہن رکھا ہو' تہبند ٹخنوں سے نیچے لٹک رہا ہو اور ایک ممتاز سی شکل بنا رکھی ہو' لوگوں سے اپنے ہاتھ چموائے۔ طبلہ اور سارنگی سے محفل کو رونق دے' مکر و فریب کے ساتھ لوگوں سے مال سمیٹے' رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور احکام شرعی سے بے نیاز اور بے پرواہ ہو۔

وہابیوں کے قتل کے اسباب

ہم (اہل نجد) تو قرآن کریم پر عمل کرنے کی دعوت دیتے ہیں جس میں ہدایت کا کافی سامان ہر اس شخص کے لیئے موجود ہے جس کے پاس باعبرت دل اور بابصیرت آنکھ ہے اور نظر و فکر اور غور و تدبر کی دولت ہی بس قرآن کریم خدا کی مخلوق پر حجت اور اس کا عہد مقدس ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کے وعدے اور وعیدیں جس نے احکام قرآنی پر عمل کیا اس کی کوشش کامیاب اس کی ہدایت و سعادت کھلی ہوئی حقیقت اور اس کی نیکی روشن امر ہے۔ اور مسئلہ توحید کوئی اجتہادی مسئلہ نہیں ہے اسلیئے اس میں نہ تو تقلید جائز ہے اور نہ عناد۔ ہم صرف انہی لوگوں کے لئے کفر کا فتویٰ دیتے ہیں جو توحید کے منکر اور مشرکانہ افعال کے مرتکب ہوتے ہیں کیونکہ انہوں نے توحید جیسے حکم خداوندی کو ٹھکرایا اور توحید کے برعکس شرک اکبر کو اپنا عمل قرار دیا۔ جسکے لئے سخت ترین وعید موجود ہے کہ شرک کو اللہ تعالیٰ ہرگز نہیں بخشیگا جس کی تفصیل آگے چل کر ہم لکھیں گے بس انہوں نے اس شرک کو دین الٰہی کہکر اس کا نام محض عناد و سرکشی سے وسیلہ رکھا۔ ہم چونکہ ارکان اسلامی کی لوگوں کو دعوت دیتے ہیں اسلیئے صرف ہماری ضد سے ارکان اسلامی پر عمل کرنا ہی چھوڑ دیا اور مشرکین سے دوستی پیدا کر کے ہمارے خلاف اکسایا اور ان کو ہم پر صرف اس لئے حملہ کرنیکے لئے کہا گیا کہ ہم خدا کے بتائے ہوئے دین کو چھوڑ کر ان کے مشرکانہ عقائد اور دوسرے ناپسندیدہ اعمال کو قبول کرلیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کو یہی منظور ہے کہ اپنے نور کو پورا کر کے رہیگا۔ ہم توحید کے مسائل بیان کرتے ہیں تو ہمارے مخالف ہمارے جواب میں اسکے سوا اور کچھ نہیں کرسکتے کہ ہم جن لوگوں کو پکارتے ہیں وہ ہمارے سفارشی اور وسیلہ ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ لوگ جو غیر اللہ کو پکارتے ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ جن کو ہم پکارتے ہیں وہ مردہ ہوں یا زندہ سب حاضر ہیں ان سے مصیبت کے دور کرنے، کرب شدت کے ہٹ جانے، مریضوں کی شدت، رزق کی فراخی، اولاد کی پیدائش، دشمنوں پر فتح کی دعا مانگتے ہیں۔ غرض ہمارے مخالف صرف مسئلہ شفاعت اور وسیلہ پر ہی کفایت نہیں کرتے جسپر ہم میں اور ان میں سخت اختلاف موجود ہے جس کی وجہ سے ہمارے آدمیوں کو قتل کیا گیا اور ہم کو بدعتی کہا گیا، ہمیں اور ہمارے متبعین کو یہود و نصاریٰ سے زیادہ مضر اور شر انگیز بتایا گیا۔

موحد یا مشرک کی شفاعت

اصل بات یہ ہے کہ شفاعت اگرچہ آخرت میں حق ہے اور شفاعت کے انواع واقسام احادیث میں مذکور ہیں اور ہر مسلمان کا اسپر ایمان لانا واجب ہے کہ نبی صلعم بلکہ دوسرے انبیاء اور اولیاء بھی شفاعت کرینگے۔ لیکن یہ ثابت نہیں کہ کن اشخاص کی ہوگی۔ ہاں یہ ثابت ہی کہ کن اوصاف کے لوگوں کی ہوگی اسلیئے شفاعت وصفاً ثابت اور شخصاً ثابت نہیں ہے۔ سوائے شفاعت عظمیٰ کے کیونکہ وہ تو تمام اہل محشر کے لئے ہوگی اور یہ شفاعت تو ہمارے مخالفین کی مقصود و مطلوب ہی نہیں۔

Marfat.com

پر کھڑے ہوتے اسکے لئے دعا مانگتے نہ یہ کہ اسکے وسیلہ سے دعا کریں بلکہ اسپر نماز جنازہ پڑھکر اس کی سفارش کریں نہ یہ کہ اس مردہ کو ذریعہ سفارش بنائیں۔ لیکن افسوس اہل بدعت اور اہل شرک نے اس سنت کا عکس اور الٹ "سنت" سمجھ لیا اور جو حکم دعا کا انکو دیا گیا تھا اس میں تغیر و تبادل کر دیا۔

ان کو حکم تھا کہ مُردوں کے لئے دعا مغفرت کریں انہوں نے نزدیک اور دور کے مُردوں سے دعا مانگنی شروع کر دی اور اسکے ساتھ ہی انکو فریاد رس سمجھ کر ان سے استغاثہ اور فریاد کرنے لگ گئے اور تکالیف و مصائب میں ان مُردوں کے نام کے وظیفے رٹنے لگ گئے۔ اور اس ذات اقدس کو چھوڑ بیٹھے جس کے قبضہ و اقتدار میں ہر چیز۔ اور جس کی حکمرانی ہر شے پر ہے۔ جو عاجزوں اور درماندہ لوگوں کو پناہ دیتا ہے اور اسکے مقابلے میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا۔

نبی صلعم نے قبروں کی زیارۃ اسلئے مشروع کی تھی کہ اس کے ذریعہ میت کے ساتھ احسان کیا جائے ان کے لئے دعا مانگی جائے اور آخرت کو یاد کیا جائے۔ لیکن اہل بدعت نے ان مقاصد کی جگہ اہل قبور سے دعا مانگی شروع کر دی اور دعا کے لئے (جو فی الحقیقت جوہر عبادت ہے) قبروں کو خاص اہمیت دی اسی لئے یہ لوگ قبروں کے پاس جس قدر خشوع خضوع اور حضور قلب سے نظر آئینگے وہ کہیں زیادہ ہوگا مسجدوں، نمازوں بلکہ آخرات کی عبادت کے خشوع و خضوع سے۔

نبی صلعم کے لئے دعا جب عام مسلمانوں کے لئے دعا مانگنا جائز اور ثابت ہے تو نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کہیں زیادہ اسکے مستحق ہیں کہ آپ پر درود و سلام بھیجا جائے، آپ کے لئے دعا وسیلہ کی جائے جیسا صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "جب موذن کی اذان سنو تو جواب میں وہی کہو جو موذن کہے اور اذان کے بعد مجھ پر درود و سلام بھیجو کیونکہ جس نے مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجا اللہ تعالےٰ اس پر دس دفعہ رحمت بھیجیگا۔ پھر میرے لئے اللہ تعالیٰ سے "وسیلہ" مانگو "وسیلہ" جنت میں ایک درجہ ہے جو اللہ کے ایک بندے کیلئے ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ میں ہی وہ اللہ کا بندہ ہوں [illegible] درجہ کا مستحق ہے۔ اور جس نے میری لئے اللہ تعالیٰ سے "وسیلہ" مانگا اسکے لئے قیامت [illegible] حلال ہو جائے گی۔

دنیا میں شفاعت طلب کرنے کی یہ صورت ہے کہ صحیح اعتقاد اور اعمال صالحہ کے ذریعہ اپنے آپ کو اس قابل بنائے کہ آخرت میں اسے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت میسر ہو نہ یہ کہ ان چیزوں سے بے نیاز ہو کر صرف زبان سے شفاعت کا سوال کرتا رہے۔

اور نبی صلعم کے لئے دعاء وسیلہ اذان کے بعد کرنا وہ تو آپ کے قدر و منزلت کے اظہار اور آپ کے ذکر خیر کے لئے ہے اور اسلئے کہ ہم اس ذکر خیر پر ثواب سے مشرف ہوں ورنہ "وسیلہ" تو اللہ تعالیٰ کے ہاں

آپ کے لئے ثابت اور متحقق ہے۔ بہر حال اسی دعا سے حضور کی پسندیدہ اور ناپسندیدہ دعاؤں میں فرق کیا جا سکتا ہے، کیونکہ جہاں تک ہمارا علم ہے ائمہ اربعہ یا کسی امام سے اس قسم کی کوئی روایت ثابت نہیں جس سے معلوم ہو کہ نبی صلعم فوت ہو جانے کے بعد کسی کے لئے دعا و استغفار یا اور کوئی دعا قضاء حاجت وغیرہ کی کرتے ہیں "

امام مالک رح کا ایک قول اسماعیل بن اسحاق مبسوط میں اور قاضی عیاض شفاء اور مشارق میں امام مالک رح کے بعض شاگردوں کا قول نقل کرتے ہیں "کہ میرے نزدیک نبی صلعم کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر دعا مانگنا جائز نہیں ہے بلکہ سلام کہے اور آگے نکل جائے"

مبسوط میں امام مالک کا ایک قول مفصل بھی منقول ہے "اگر کوئی شخص سفر سے واپس آئے یا سفر کا ارادہ کرے اور نبی صلعم کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر درود و سلام پڑھے تو آپ کے لئے حضرت ابوبکر رض اور حضرت عمر رض کے لئے دعا مانگے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اس پر کسی نے امام مالک سے پوچھا کہ مدینہ منورہ کے بعض لوگ نہ تو سفر سے واپس آئے ہوتے ہیں نہ سفر کا ارادہ ہی کئے ہوئے ہوتے ہیں، یوں ہی دن میں ایک بار یا کئی ایک بار حضور کی قبر کے پاس آ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ آپ کو سلام کہتے ہیں اور تھوڑی دیر دعا مانگتے ہیں۔ اس پر امام مالک رح نے فرمایا کہ ایسا فعل کسی صحابی نہ کسی اور بزرگ سے آج تک ہم نے سنا ہی اور یاد رکھو کہ امت کے آخر دور کی اصلاح بھی اسی سے ہو گی جس سے اسلام کے عہد اول کی اصلاح ہوئی اور اول امت یا صدر اسلام کے متعلق ایک بھی ایسی روایت نہیں جس سے معلوم ہو کہ اس طرح وہ لوگ آپ کی قبر کے پاس ایک بار یا دن میں کئی ایک بار آتے ہوں بلکہ صحابہ کرام اس کو مکروہ جانتے اور اسکی اجازت صرف ان لوگوں کو ہوتی جو سفر سے واپس آتے یا سفر کا ارادہ کرتے۔ آیۃ:۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔ اے نبی ﷺ ان لوگوں نے اپنی نافرمانی کر کے جب اپنے اوپر ظلم کیا تھا اگر اس وقت یہ لوگ آپ کے پاس آجاتے اور خدا سے معافی مانگتے اور رسول ﷺ یعنی آپ بھی ان کے لئے دعاء مغفرت کرتے تو یہ لوگ دیکھ لیتے کہ اللہ تعالیٰ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے "

اس آیت میں نبی صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا اور آپکا دعاء مغفرت کرنا ثابت ہوتا ہے۔ باقی رہا یہ کہ آپ کے فوت ہو جانے کے بعد آپ کی قبر کے پاس حاضر ہو کر دعاء مغفرت کرنا یا آپکا قبر میں کسی کے لئے دعاء مغفرت کرنا صحیح نہیں ہے اور نہ فقہاء میں سے کوئی اس کا قائل ہے کہ مردہ قبر میں کسی کے لئے دعا یا استغفار کرتا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر میں زندگی دنیاوی زندگی سے مختلف ہے

Marfat.com

جس کو "حیات برزخی" کہا جاتا ہے۔ اور آپ کے لئے حیات برزخی کا ثابت ہونا اس کو مستلزم نہیں کہ حیات دنیوی کی طرح آپ قبر میں بھی دعاء مغفرت کرتے ہیں، صحابہ کرام جو ہم سے زیادہ عالم اور حضور کے ساتھ ہم سے زیادہ محبت کرنے والے تھے کبھی بھی ان میں سے کوئی آپکی قبر کے پاس اسلئے نہیں آیا کہ آپ سے کچھ سوال کرے یا دعائے مغفرت کرائے یا مصائب و تکالیف میں آپ سے فریاد و استغاثہ کرے۔

مسند ابو یعلی موصلی میں حضرت علی بن الحسین رضی اللہ عنہما اپنے والد حسین رض سے اور حضرت حسین رض اپنے والد حضرت علی رض اور حضرت علی رض رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا "میری قبر کو عید یا میلہ گاہ نہ بناؤ اور نہ اپنے گھروں کو قبرستان کی طرح عبادت سے محروم رکھو، جہاں کہیں سے تم مجھے سلام بھیجو گے مجھے پہنچ جائیگا۔ اور ایسی ہی ایک اور حدیث سنن سعید بن منصور میں ابی سعید مولی المہدی سے مروی ہے، "کہ تم میری قبر کو عید یا معبد گاہ نہ بناؤ تم جہاں کہیں سے درود و سلام بھیجو گے مجھے پہنچ جائیگا اور اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ کہ ان میں کسی قسم کی عبادت نہ ہو" اور یہی حدیث سنن ابی داؤد میں حضرت ابو ہریرہ رض سے منقول ہے اور سعید بن منصور نے ابی سعید مولی المہدی اور حسن بن حسن بن علی سے روایت کی ہے یہ دونوں روایتیں اگرچہ مرسل ہیں (جو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک حجت ہیں) مگر ابو ہریرہ رض کی صحیح مرفوع حدیث اس کی مؤید ہے اسلئے یہ متفقہ طور پر حجت اور قابل استدلال ہے۔

شدّ رحال

آستانوں کی زیارت کے لئے شدّ رحال
اس میں کیا شان پرستاری اصنام نہیں (شبلی)

مقابر اور مآثر کی زیارت کیلئے سفر کرنے کے متعلق صحیح احادیث میں ممانعت موجود ہے حضرت ابو ہریرہ رض اور ابو سعید رض سے صحیحین اور کتب صحاح میں مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "کہ کسی مسجد کیطرف سوائے تین مسجدوں کے سفر نہ کیا جائے جن میں سے ایک مسجد الحرام، دوسری مسجد اقصیٰ اور تیسری مسجد نبوی ہے" ظاہر ہے جب تین مسجدوں کے علاوہ کسی اور مسجد کیطرف سفر کرنا منع ہے تو مقابر اور مآثر کیطرف تو بطریق اولے سفر نا جائز ہوگا۔ اور ان مساجد کی طرف بھی سفر نماز، دعا، ذکر الٰہی تلاوت قرآن مجید اور اعتکاف وغیرہ اعمال صالحہ کے لئے ہوگا۔ اور ان مساجد کے علاوہ دوسری مساجد کی طرف سفر کرنا باتفاق اہل علم ناجائز ہے۔ حتی کہ مسجد قبا کی طرف بھی دور دراز سے سفر کر کے جانا ناجائز ہے ہاں کہیں نزدیک ہی جیسا کہ مدینہ منورہ سے مسجد قبا کی طرف ارادہ کر کے جانا جائز اور مسنون ہے چنانچہ نبی صلعم ہر ہفتہ کے روز پیدل یا سوار مسجد قبا کو تشریف لیجاتے اور حضرت عبداللہ بن عمر رض بھی اس سنت کے مطابق

Marfat.com

عمل پیرا ہوتے، کیونکہ مسجد قبا کی تاسیس وبنیاد مسجد نبوی کی طرح تقویٰ وطہارت پر تھی۔ لیکن اس میں مسجد نبوی کو کمال اور مزید شرف وعظمت حاصل ہے اسی لئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہر جمعہ کے روز اپنی مسجد میں نماز جمعہ پڑھنے اور ہفتہ کے روز مسجد قبا میں تشریف لاتے۔

جب ان تین مساجد کے علاوہ دوسری مساجد کیطرف سفر کرنا شرعاً ممنوع ہے حالانکہ خود وہاں کے لوگوں کے لئے بعض حالات میں ان مساجد میں جانا واجب اور بعض حالات میں مستحب ہوتا ہے اور باوجودیکہ مساجد کی طرف چلکر جانے میں بے شمار فضائل مروی ہیں، تو پھر قبور کی طرف سفر کرکے جانا کیونکر شرعاً جائز اور موجب ثواب ہوسکتا ہے بلکہ یہ تو بطریق اولیٰ ممنوع ہوگا۔

اور آجکل کے ملوک وسلاطین نے جو بیہودہ رسوم اور بدعات جاری کر رکھی ہیں ان کو دیکھکر کوئی دھوکے میں نہ آجائے اور اس کو شرعاً جائز اور صحیح نہ تصور کرے۔

اور تمام وہ روایات جو نبی صلعم کی قبر کی زیارت کے متعلق دارقطنی میں مذکور ہیں سب کی سب موضوع اور جھوٹی روایات ہیں اور اکثر فن حدیث کے ماہر جیساکہ ابن الصلاح، ابن الجوزی، ابن عبدالبر، ابوالقاسم السہیلی، ابن العربی اور شیخ ابن تیمیہ رح اس سے متفق ہیں۔ ان حدیثوں کو ضعیف کہنے والے بہت تھوڑے معدودے چند علماء ہیں۔ یعنی اکثر نے ان روایات کو موضوع ہی لکھا ہے، خود دارقطنی ان روایات کی بیان کرنے میں دوسرے اہل سنن سے متفرد ہے، دوسرے ائمہ حدیث نے ان کے خلاف احادیث روایت کی ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ قبور کی زیارت پہلے ممنوع کردیگئی تھی اور بعد میں جو اجازت فرمائی وہ مطلق تھی لیکن دوسری صحیح احادیث میں قبروں کی زیارت کے لئے سفر کرنا ناجائز اور ممنوع قرار دیا، جیساکہ ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں۔

اور جب مسجد نبوی میں نماز پڑھنے اور تقرب بارگاہ الٰہی حاصل کرنے کے لئے کوئی شخص سفر اختیار کرے تو ظاہر ہے کہ اسکو بالتبع نبی صلعم کی قبر کی زیارت کا بھی موقعہ ملجائیگا۔ پس ایسی حالت میں زیارت قبر نبوی نہ صرف مشروع بلکہ مستحب ہوجاتی ہے اور اس میں کسی کو اختلاف نہیں بشرطیکہ زیارت کرتے ہوئے کوئی ناجائز اور غیر مشروع کام نہ کرے اور زیارت کرتے وقت آپ پر درود وسلام کہے، آپ کے لئے دعا وسیلہ کرے اسکے بعد حضرت ابوبکر رض اور عمر رض پر سلام کہے۔

قبر کے پاس کوئی شخص نماز پڑھنے کا قصد نہ کرے کیونکہ نبی صلعم نے ان لوگوں پر لعنت کی ہے جنہوں نے اپنی نبیوں کی قبروں کو مسجد یعنی نماز وعبادت کی جگہ بنالیا اور اللہ اور اسکے رسول کی کلام میں جہاں لعنت کا ذکر آیا ہے وہاں کراہت مراد نہیں لیجاتی بلکہ قطعاً حرام اور سراپا گناہ اور معصیت مراد ہوگی۔

حافظ ابن حجر رح رسالہ "الامداد بشرح الارشاد" میں فرماتے ہیں:۔

Marfat.com

ینوی الزائر المتقرب السفر الی مسجدہ صلے اللہ علیہ وسلم وشد الرحل الیہ لتکون زیارۃ القبر تابعۃ ۔ ایک زائر اور بارگاہ الٰہی کا تقرب چاہنے والا مسافر مسجد نبوی کیلئے سفر کی نیت کرے تاکہ حضور کی قبر کی زیارت بالتبع اسے حاصل ہو۔

انبیاء اور صلحا کی قبروں کو مسجد یعنی عبادت کی جگہ بنانا ہی بہت سی پہلی امتوں کی گمراہی کا سبب ہوا اور اسی وجہ سے وہ شرک میں مبتلا ہوگئیں' قرآن مجید میں "ود" سواع' یغوث کا ذکر موجود ہے۔ یہ صلحاء کے نام ہیں جن کی تصاویر اور مجسمے بنا کر لوگوں نے پرستش شروع کردی' جنکے متعلق ان کا عقیدہ تھا کہ یہ ہماری دعائیں اور درخواستیں سنتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پاس ہمیں سفارش کرتے ہیں۔

اس خطرہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم کہتے ہیں کہ انبیاء اور صلحا کی قبروں کے متعلق لکڑی یا پتھر کے بُت سے کہیں زیادہ خطرہ ہے کہ اگر وہاں عبادت کی اجازت دیدی جائے تو وہاں شرک ہونے لگے۔

اور اسی لئے آپ دیکھینگے کہ اہل بدعت اور مشرک صلحا کی قبروں کے پاس اس قدر عاجزی' خشوع' خضوع اور تضرع کا اظہار کرتے ہیں کہ ان کی نمازوں میں ان چیزوں کا عشر عشیر بھی نہیں نظر آتا ہوگا اور اہل قبور سے امیدیں وابستہ کرتے ہوئے ان سے دعا' فریاد اور استغاثہ کرتے ہیں اور دشمن پر فتحیابی فراخی رزق' صحت و تندرستی اور ادائے قرض کیلئے اہل قبور سے دعائیں کرتے ہیں اور ان کے نام نذر و نیاز دیتے ہیں کہ کسی طرح وہ راضی ہوں اور ہماری حاجتیں برآئیں اور اسی پر بس نہیں کرتے بلکہ صلحاء کی قبور پر سال بسال جمع ہو کر عرس کرتے ہیں انکی قبور کا طواف کرتے ہیں' قبور کو بوسہ دیتے ہیں اور اپنی پیشانیاں وہاں خاک پر رگڑتے ہیں اور اسکے سوا اور بھی بہت سی آداب و رسوم عبادت وہاں بجا لاتے ہیں' غرض ایسے تمام امور ان سے طلب کرتے ہیں جو بت پرست اپنے بتوں سے یہ کہکر طلب کیا کرتے تھے کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی اور شفیع ہیں سو یہ لوگ بھی انبیاء و صلحاء سے ان ... و ضروریات اور دفع بلیات کیلئے سوال کرتے ہیں جیسا کہ ایک موحد انتہائی مصیبت ... میں ایک خداوند قدوس و برتر کو پکارتا ہے اسی طرح یہ لوگ تکالیف و مصائب ... اور نبی صلعم کو پکارتے ہیں اور یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ ان قبروں کی زیارت سے پچھلے گناہ سب کے سب معاف ہو جاتے ہیں اور دوزخ سے نجات ملجاتی ہے۔ اور صرف قبور کے متعلق ہی ایسا اعتقاد نہیں بلکہ وہاں کے درختوں اور غاروں کے لئے بھی ایسا ہی اعتقاد رکھتے ہیں سو وہاں جاکر ان کا نام لیکر اور ان لوگوں کا نام لے کر جن کی طرف یہ غار اور جھاڑ منسوب ہوتے ہیں روتے اور چلاتے ہیں اور ان کی نسبت ایسے امور پورا کرنے کے اعتقادات رکھتے ہیں کہ جنپر سوائے رب العالمین کے اور کوئی طاقت نہیں رکھتا۔

غیر اللہ سے دعا مانگنا

قرآن کریم میں اللہ تعالٰے نے کئی ایک مقام پر دعا کو خالص عبادت قرار دیا ہے:-

وقال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جھنم داخرین۔ لوگو! تمہارا پروردگار فرماتا ہے کہ ہم سے دعا مانگو ہم تمہاری دعا قبول فرمائیں گے جو لوگ ہماری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں، عنقریب ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے؛

اسی آیت کو پڑھکر رسول اللہ صلعم نے فرمایا الدعاء ھو العبادۃ "کہ دعا ہی تو عبادت ہے" (ترمذی ابوداؤد)

دوسری آیت میں بھی دعاء مشرکین کو عبادت سے تعبیر کیا ہے:

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَهٗۤ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآىٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ۔ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِیْنَ۔ اور اس سے بڑھکر اور کون گمراہ ہے جو خدا کے سوا ایسے معبودوں کو پکارے جو قیامت تک اسکو جواب تک نہ دے سکیں اور جواب دینا تو درکنار ان کو تو ان کی دعا تک کی بھی خبر نہیں اور جب قیامت کے روز لوگ جمع کئے جائینگے تو یہ معبود الٹے ان کے دشمن ہو جائینگے اور انکی عبادت سے انکار کرینگے؛

اس آیت میں بھی غیر اللہ سے دعا کو عبادت فرمایا کہ " وکانوا بعبادتھم کافرین" غرض مشرکین اپنے معبودوں سے دعائیں مانگتے تھے یہ سمجھکر کہ یہ ہمارے معبود مقربین بارگاہ الٰہی ہیں یہ ہمارے شفیع اور بارگاہ رب العالمین میں وسیلہ ہوں گے۔ اسی کی تردید قرآن کریم میں کی گئی:-

قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا یَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِیْلًا اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ وَیَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَیَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا۔ اے نبی ان لوگوں سے کہہ دو کہ خدا کے سوا جن معبودوں کو تم شریک خدائی سمجھتے ہو مصیبت کے وقت ان کو بلا دیکھو تو تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ یہ نہ تو تم سے تکلیف دور کر سکیں گے اور نہ اس کو کسی طرح بدل ہی سکیں گے۔ یہ مشرکین جن کو حاجت روا سمجھکر پکارتے ہیں ان میں سے جو دوسروں کی نسبت زیادہ مقرب ہیں وہ بھی اپنے پروردگار کا اور بھی زیادہ تقرب حاصل کرنے کے ذریعے تلاش کرتے رہتے ہیں اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اسکے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں اور واقع میں تمہارے پروردگار کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے بھی

Marfat.com

اور قیامت کے روز ان مشرکین کو مخاطب کرکے کہا جائیگا:۔

وَقِيلَ لَهُمْ أَيْنَمَا كُنتُمْ تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ هَلْ يَنصُرُونَكُمْ أَوْ يَنتَصِرُونَ ۔ اور ان سے کہا جائیگا کہ خدا کے سوا جن کی تم عبادت کرتے تھے اب وہ کہاں ہیں کیا وہ تمہاری کچھ بھی مدد کرسکتے ہیں یا تمہاری طرف سے کچھ انتقام لے سکتے ہیں؟

باوجودیکہ مشرکین انتہائی مصیبت میں ایک خدا ہی کو پکارتے اور تمام دوسرے معبودوں کو چھوڑ دیتے لیکن بعض مصائب اور مشکلات میں چونکہ غیر اللہ کو پکارتے اور ان سے سوال کرتے اور ان کو مقربین بارگاہ الٰہی سمجھکر اپنا شفیع اور سفارشی بناتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس سے منع کیا اور صرف اسی ایک کو ہر کام اور ہر مشکل میں پکارنے اور صرف اسی ایک اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے کا حکم دیا کہ اس کے سوا کسی اور سے نہ دعا مانگیں نہ شفیع اور سفارشی بنائیں قال تعالیٰ۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِن شِرْكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُم مِّن ظَهِيرٍ ۔ اے نبی! ان لوگوں سے کہدو کہ خدا کے سوا جن معبودوں کو تم شریک خدائی سمجھتے ہو مصیبت کے وقت بلا دیکھو تو تمھیں معلوم ہوجائیگا کہ زمین و آسمان کی بادشاہی میں کچھ بھی ان کے ملک اور تصرف میں نہیں ہے اور نہ زمین و آسمان کے بنانے میں انکا کچھ ساجھا ہے اور نہ ان میں سے کوئی خدا کا مددگار ہے۔

یہ سب کچھ اسلئے خدا تعالےٰ نے ذکر کیا کہ وہ لوگ فرشتوں نبیوں اور صلحاء سے دعائیں مانگتے اور انکی تصویر بنا کر رکھتے کہ کسی طرح یہ ہم سے راضی ہوں اور ہمارے سفارشی بنیں۔ اور اس کی مختلف صورتیں تھیں۔ ایک فریق نے یہ کہا کہ ہم انسانی لغزشوں اور گناہوں میں اس قدر مبتلا ہیں کہ ہم اس کی اہلیت ہی نہیں رکھتے کہ بغیر کسی مقرب بارگاہ الٰہی کے واسطے کے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ دوسرا فریق کہتا ہے چونکہ فرشتوں اور نبیوں کو ایک خاص قدر و منزلت اللہ تعالےٰ کے ہاں حاصل ہے اسلئے ہم [illegible] بناکر ان کی محبت کا ثبوت دینا چاہئے کہ ہم سے وہ خوش ہوجائیں اور ہماری [illegible] اور درخواستوں کو بارگاہ الٰہی میں پہنچادیں۔ ایک اور فریق نے کہا کہ ہم فرشتوں نبیوں اور صلحاء کی تصویروں کو اس لئے سامنے رکھتے ہیں کہ ان کو دیکھکر ہمیں ان کی یاد آتی ہے۔ اور ایک فریق نے یہ کہا کہ جن کی ہم تصاویر اور مجسمے انبیاء اور صلحاء کے بنے ہوئے ہیں ہر تصویر اور مجسمے کیلئے خدا تعالیٰ کی طرف سے مؤکل مقرر ہیں سو جو شخص ان بتوں یا تصویروں کی طرف متوجہ ہوکر دعا مانگتا ہے اور ان کو اپنی امیدوں کا سہارا سمجھ لیتا ہے تو وہ مؤکل اللہ تعالےٰ کے حکم سے اس سائل کے سوال کو پورا کردیتا ہے اور جو ان بتوں یا تصویروں

Marfat.com

کے متعلق اس طرح حسن عقیدت نہیں رکھتا وہ تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

پس مشرک غیر اللہ سے ایسے امور کے متعلق دعا مانگتا ہے جن پر سوائے خدا تعالیٰ کے اور کسی کو قدرت نہیں مگر وہ غیر اللہ سے اسی امید پر دعا مانگتا ہے کہ اس سے وہ اپنے زعم کے مطابق فوائد اور منافع حاصل کریگا۔ مگر یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ کوئی شخص کسی کو اسوقت تک فائدہ نہیں پہنچا سکتا جبتک ان میں سے کوئی ایک وصف اس میں نہ ہو۔ اول تو یہ کہ جس سے سوال کیا جا رہا ہے وہ یا تو بذات خود مالک ہے اور اگر مالک نہیں تو معین و مددگار ہوگا نہیں تو کم از کم سفارش ہی کر دیگا لیکن خدا تعالیٰ نے ان تمام چیزوں کی نفی کر دی کہ میرے سوا نہ تو کوئی مالک ہے نہ میرا کوئی معین و مددگار ہے۔ اور نہ کسی کو از خود سفارش کا حق حاصل ہے۔ قال تعالیٰ۔

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ (وقوله) قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ (وقوله) قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ (وقوله) لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (وقوله) يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا وَّالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ (وقوله) مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ (وقوله) وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا۔ اے نبیؐ کہو کہ اس ایک اللہ تعالیٰ کے لئے ہی حمد و ثنا سزاوار ہے جس کی نہ اولاد ہے اور نہ اس کی مملکت میں اسکا کوئی شریک ہے۔ (وقولہ) اے نبیؐ ان لوگوں سے کہو کہ وہ کون ذات اقدس ہے جس کی حکومت ہر چیز پر ہے جو عاجزوں اور درماندہ لوگوں کو پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا۔ (وقولہ) اے نبیؐ! خدا کو یوں کہو اے سارے ملک کے مالک تو ہی جس کو چاہے حکومت دے اور جس سے چاہے چھین لے (وقولہ) آج کس کی بادشاہی ہے؟ ایک غالب و توانا خداوند قدوس کی (وقولہ) قیامت کا دن اس قدر ہولناک ہے کہ اس روز کسی شخص کو کسی کے متعلق کوئی اختیار نہ حاصل ہوگا اور اس دن حکومت صرف اللہ تعالیٰ کی ہی ہوگی۔ (وقولہ) اللہ تم روز جزا کا حاکم ہے (وقولہ) اور قیامت کے روز مارے خوف کے خدا کے آگے سب کی آوازیں بیٹھ جائیں گی پس آہستہ آہستہ آواز کے سوا کچھ نہ سنے گا اس دن کسی کی سفارش کام نہ آئیگی مگر اس کی [illegible] اس کا بولنا پسند فرمائے۔

ان آیات میں خدا تعالیٰ نے بتا دیا کہ اس کی مملکت میں کوئی اس کا شریک و سہیم نہیں نہ وہ کسی کی مدد و نصرت کا محتاج ہے نہ اس کی اجازت کے بغیر کوئی کسی کے لئے سفارش کر سکتا ہے اور نہ کسی ایسے شخص کی

Marfat.com

سفارش کرسکتا ہے جسکے لئے خدا تعالےٰ نہ چاہتا ہو؛

موحد کون ہے؟

صحیح معنوں میں موحد وہ شخص ہے جو زبان اور دل سے پورے اخلاص کے ساتھ خدا تعالیٰ کی الوہیت کا معترف ہو، جسکا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اسی کی عبادت کرے، اس کی محبت اور خوف سب کی محبتوں اور خوف پر غالب ہو، اس سے نفع وضرر کی امید رکھے، اسی پر توکل، اعتماد اور بھروسہ رکھے، اسی سے نصرت واعانت کا طلبگار رہو اور ایسے تمام امور میں جن میں خدا کے سوا اور کسی کو قدرت نہیں صرف اللہ تعالیٰ ہی سے دعا مانگے اور اسی کا سہارا تلاش کرے، اور اسی پر ہماری دوستی اور دشمنی کا دارومدار ہونا چاہیئے اور یہی مقام ہے الحب للہ والبغض فی اللہ کا۔ غرض خالق اور مخلوق، مالک اور مملوک، خدا اور اس کی نیک بندوں، انبیاء اور صلحاء میں حفظ مراتب اور تمیز حقوق کو ملحوظ رکھے کیونکہ معرفت الٰہی کیلئے یہ چیز نہایت ضروری بلکہ واجبات میں سے ہے۔ اور یہی مفہوم "لا الٰہ الا اللہ" کا ہے اسلئے کہ عربی لغت میں لفظ "الٰہ" کا معنے ہے دل سے جس کی عبادت کا ثبوت محبت، تعظیم واجلال، خشوع وخضوع سے دیا جائے اسلئے موحد وہ ہے جو اپنی تمام امیدیں اسی سے وابستہ رکھے اور خدا کی محبت اس طرح اس کے دل میں سما جائے کہ کسی اور چیز کی محبت، محبت الٰہی کو مغلوب نہ کر سکے بلکہ ہر چیز کی محبت اس کی محبت کے تابع ہو۔ مشرکین کا ذکر کرتے ہوئے خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ (وقال تعم) تَاللَّهِ إِنْ كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ إِذْ نُسَوِّيكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ۔ بعض لوگوں کی یہ حالت ہے کہ اللہ کے سوا اوروں کو بھی شریک خدا ٹھہراتے ہیں اور جیسی محبت خدا سے رکھنی چاہیئے ویسی محبت ان سے رکھتے ہیں اور جو ایمان والے ہیں ان کو تو سب سے بڑھکر خدا کی محبت ہوتی ہے (قال تعالےٰ) قیامت کے روز مشرک اپنے معبودوں سے جھگڑتے ہوئے کہیں گے [illegible] ہم تو صریح گمراہی میں تھے کہ ہم تم کو رب العالمین کے برابر سمجھتے تھے۔

اور یہ ظاہر ہے کہ مشرکین نے کسی کو بھی اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات میں شریک نہیں بنا رکھا تھا جیسا کہ آیات قرآنی میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ پس جو شخص لا الٰہ الا اللہ کا قائل ہے اسکو اپنے دل اور زبان سے صرف خدائے پاک کی الوہیت کا اقرار کرنا ہے اسی کو اس کا مستحق سمجھکر اپنا معبود برحق بنانا چاہیئے اور پوری طاقت کے ساتھ دل اور زبان سے غیر اللہ کی عبادت اور غلامی سے انکار کرکے رب السموٰت الارض

کی عبادت کی طرف متوجہ ہو جانا چاہئے اور اپنے عمل و قصد زبانی شہادت اور دلی ارادت، معرفت و محبت میں خالق و مخلوق آقا اور بندے میں فرق ملحوظ رکھے، اللہ کے حقوق کا علم حاصل کرے اس کی معرفت اور اس کے ذکر سے اپنی زبان اور دل کو مشغول رکھے اور اس طرح اپنے ایمان کو مستحکم کرے کہ خدا تعالے جس طرح اپنی ذات و صفات میں مخلوق سے مبائن اور منفرد ہے اسی طرح اپنی عبادت میں تمام مخلوق سے منفرد و یکتا ہے۔ پس اسی کی نصرت و اعانت کا طلبگار ہو اور اسی کی محبت میں دل سرشار ہو، اور تمام چوکھٹوں سے منہ پھیر کر اسی کے آگے سربسجود ہو، اسی پر توکل و اعتماد ہو۔ اور یہی مقام ایاک نعبد وایاک نستعین کا ہے اور یہی خصائص الوہیت ہیں جنکا موحد صادق اور مومن قانت اقرار کرتا ہے۔ جس طرح کائنات ارضی و سماوی کی پیدائش۔ مومن وفاجر کو عطاء رزق اور اسی کے ساتھ ساتھ تربیت روحانی کے لئے سلسلہ رشد وہدایت خصائص ربوبیت ہیں، جنکا اعتراف مومن و کافر اور صالح و فاجر کو ہے حتیٰ کہ ابلیس لعین نے بھی اس امر کا اقرار کیا۔ رب انظرنی الی یوم یبعثون یعنی اے میرے رب مجھے قیامت تک مہلت دے۔ اس میں اعتراف کرتا ہے کہ خدا ہی اسکا رب اور خالق و مالک ہے اور اسی کی ہر چیز پر حکومت ہے۔ اور اسی طرح مشرکین نے بھی خدا تعالے کی ربوبیت کا اقرار کیا ہے۔

قُلْ لِمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَا اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ؟ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ (وقال) وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؟ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ (وقال) فَاِذَا رَكِبُوْا فِى الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ (وقال) قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ (وقال) وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ؟ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ. قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ؟ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَا اٰبَاءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ۔ اے نبی ان لوگوں سے پوچھو کہ اگر تم کچھ بھی علم رکھتے ہو تو بتاؤ کہ زمین اور جو کچھ اس میں ہے یہ تمام کارخانہ کس کا ہے؟ وہ فوراً یہی جواب دینگے کہ اللہ تعالے کا (وقال تعا) اے نبی صلعم اگر آپ ان سے سوال کریں کہ کس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور سورج اور چاند کو مسخر کیا؟ تو یہ لوگ یہی جواب دینگے کہ اللہ تعالے نے (قال تعا) جب یہ لوگ کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں تو ایک اللہ ہی سے دعا مانگتے ہیں اور جونہی کہ ان کو سمندر کے تلاطم خیز موجوں سے نجات ملتی ہے تو یہ پھر بدستور شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں (وقال تعا) اے نبی صلعم! ان لوگوں سے پوچھو کہ اگر تمھیں کچھ علم ہے تو بتاؤ کہ کون ایسا قادر مطلق ہے جس کے ہاتھ میں

ہر چیز کا اختیار ہے اور وہ عاجزوں اور درماندہ لوگوں کو پناہ دیتا ہے اور اسکے مقابلہ میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا تو وہ فوراً جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ (وقال نعم) اسے نبیؐ! ان لوگوں کو ابراہیم علیہ السلام کا حال پڑھکر سناؤ کہ جب انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے پوچھا کہ تم کس چیز کی عبادت کرتے ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم بتوں کی پوجا کرتے ہیں اور انہی کی سیوا کرتے ہیں اس پر ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا کہ بھلا جب تم ان سے دعا مانگتے ہو تو کیا یہ تمہاری دعا سنتے ہیں یا تم کو فائدہ یا نقصان پہونچا سکتے ہیں؟ انہوں نے کہا یہ تو نہیں مگر ہم نے اپنے بڑوں کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔

غرض اس مضمون کی بہت سی آیات ہیں جن میں مشرکین کے اقرار ربوبیت کا ذکر ہے۔ مسند امام احمدؒ اور ترمذی میں حصین بن منذر سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے کہا کہ حصین! تم کتنے خداؤں کی عبادت کرتے ہو؟ حصین نے کہا سات خداؤں کی جن میں سے چھ زمین پر اور ایک آسمان پر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ سوال کس سے کرتے ہو؟ اور کس کو اپنی امیدوں کا مرجع اور منتہیٰ سمجھتے ہو؟ حصین نے کہا اسی خدا کو جو آسمانوں میں ہے پھر آپ نے فرمایا حصین! اسلام قبول کرلے میں تم کو نہائت مفید اور منفعت بخش باتیں سکھاؤں گا۔ اسکے بعد حصین نے اسلام قبول کیا اور آپ نے منجملہ اور باتوں کے یہ بھی سکھایا "اللھم الھمنی رشدی وقنی شر نفسی" یا اللہ مجھ کو میرے نفس کے شر سے بچا اور میری رشد وہدائت مجھے عطا کر۔

ان آیات واحادیث سے معلوم ہوا کہ مشرکین کا صرف ربوبیت کا اقرار کرنا ان کے لئے نفع بخش نہ ہوا اور نہ اس سے وہ اسلام میں داخل ہوسکے۔ کیونکہ الوہیت کا اقرار صحیح نہیں تھا۔ خدا تعالےٰ کے سوا اور بھی خدا تجویز کر رکھے تھے جنکو وسیلہ اور ذریعہ تقرب بارگاہ الٰہی سمجھکر پوجتے اور اسی بناء پر قرآن کریم میں ان کو مشرک کہا گیا اور وہ بھی حج کے موقعہ پر یوں تلبیہ کہتے "اللھم لبیک لبیک لا شریک لک الا شریکا ھو لک تملکہ وما ملک" یعنی اللہ کا کوئی شریک نہیں اور اگر ہے بھی تو ان کا اور ان کی ملک ہر چیز کا مالک اللہ تعالےٰ ہی ہے پس جس کسی نے خصائص ربوبیت کے اعتراف کے باوجود خصائص الوہیت میں کسی کو شریک کیا وہ مشرک ہے ایسا کرنے والا اسکو شرک سمجھے یا نہ سمجھے اور صرف خصائص ربوبیت کے اقرار سے کوئی شخص موحد نہیں ہوسکتا۔

شرک کی تفصیل

قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے مشرکین کی مذہبی حالت کا ذکر کرتے ہوئے یہ فرمایا۔ والذین اتخذوا

Marfat.com

مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِيَاءَ - جنہوں نے خدا کے سوا دوسروں کو اپنا مددگار بنایا - تو معلوم ہوا کہ مشرکین اپنے اللہ کے درمیان ان کو شفیع، واسطہ اور وسیلہ سمجھتے اور ان سے مدد کے خواہاں ہوتے ۔

صحیح بخاری اور مسلم میں ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ سب سے بڑھکر کونسا گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جس نے تجھے پیدا کیا اسکا کسی کو شریک بنائے ۔ میں نے کہا کہ اس سے کمتر گناہ کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کرے کہ اسے کھانا دینا پڑے گا ۔ میں نے کہا کہ اس سے کمتر اور کون گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اپنی ہمسائے کی بیوی سے زنا کرے ۔ اور اسی کی تصدیق و تائید میں یہ آیت نازل ہوئی :-

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ - خدا کے خاص بندے تو وہ ہیں جو اسکے سوا نہ تو کسی دوسرے کو پکارتے ہیں نہ بلا وجہ کسی ایسے جی کو قتل کرتے ہیں جسے خدا تعالے نے حرام کر رکھا ہو اور نہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں ۔

مسند امام احمد اور صحیح مسلم میں ہے کہ ابوہریرہؓ حضور سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا " اللہ تعالے تم لوگوں کے لئے تین باتیں پسند کرتا ہے - ایک تو یہ کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کا کسی کو شریک بناؤ دوسری یہ کہ تفرق و تشتت کو چھوڑ کر جماعتی زندگی پیدا کرو - تیسری یہ کہ جو تمہارا امیر ہو اس کی اطاعت اور خیر خواہی کرو - اللہ کا دین افراط و تفریط سے بچا ہوا ہے ۔

ان آیات و احادیث سے معلوم ہوا کہ سب سے بڑا گناہ شرک ہے اور وہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خالق رازق اور مربی ماننے کے بعد کسی کو شفیع، واسطہ، وسیلہ یا تقرب بارگاہ الٰہی کا ذریعہ سمجھکر خدا کی الوہیت میں شریک بنایا جائے - ان صفحات میں جس قدر تفصیل شرک کی گئی ہے - یہ تو " شرک اکبر " ہے اسکے علاوہ " شرک اصغر " بھی ہے جسکو ریا ء اور سمعۃ بھی کہتے ہیں یعنی اخلاص عمل مفقود ہو جائے اور لوگوں کے دکھانے اور سنانے کو عمل کرے - صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں سب سے زیادہ شرک سے بے نیاز ہوں جس کسی نے کوئی عمل کر کے میرے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کیا میں اسکو اور اسکے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں - خدا کے نام کے سوا کسی اور چیز کی قسم لینا بھی " شرک اصغر " ہے صحیح حدیث میں ہے کہ حضور نے فرمایا " خدا تعالے تم کو سختی سے منع فرماتا ہے کہ تم اپنے بزرگوں کے نام کی قسمیں کھاؤ اگر کوئی ضرور قسم کھانا ہی چاہتا ہے تو اللہ کے نام کی قسم کھائے نہیں تو خاموش رہے " (بخاری - مسلم - ترمذی - ابوداؤد - احمد - حاکم) ۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور سے کہا " ماشاء اللہ وشئت "

Marfat.com

جو خدا رسول کو منظور ہو۔ آپ نے فرمایا کیا تو نے مجھے خدا کا شریک بنا لیا ہے؟ یوں کہو "ما شاء اللہ وحدہٗ" جو ایک اللہ تعالیٰ کو منظور ہو۔

غرض اس قسم کی چیزیں "شرک اصغر" کہلاتی ہیں، اس سے اسلام سے تو کوئی خارج نہیں ہوتا لیکن معلوم کر لینے کے بعد اس سے فی الفور توبہ کرنی چاہیئے۔

توسّل

بارگاہ الٰہی کے قرب یا رضائے الٰہی کے حاصل کرنے کے لئے اگر کوئی جائز اور صحیح وسیلہ ہو سکتا ہے تو صرف ایمان صالح اور نیک عمل۔ قرآن کریم کی ان آیات کو دیکھئے کہ مومنین نے اپنے ایمان صالح کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کر کے مغفرت کی درخواست کی ہے۔ قال تعالیٰ:

رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ۔ رَبَّنَا وَآتِنَا مَا وَعَدْتَنَا عَلَىٰ رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ، فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِنْكُمْ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ بَعْضُكُمْ مِنْ بَعْضٍ۔ اے رب ہمارے ہم نے منادی کرنے والے کو سنا کہ ایمان کی منادی کر رہے تھے اور یہ سمجھا رہے تھے کہ اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لے آئے۔ پس اے ہمارے پروردگار ہمارے قصور معاف فرما اور ہم سے ہمارے گناہ دور کر اور نیک بندوں کے ساتھ ہمارا بھی خاتمہ بالخیر کیجیو۔ اور اے ہمارے پروردگار اپنے رسولوں کی معرفت جو وعدے تو نے ہم سے فرمائے ہیں ان کو پورا کیجئے اور قیامت کے دن ہم کو رسوا نہ کیجیو۔ تو کبھی وعدہ خلافی نہیں کیا کرتا، تو ان کے پروردگار نے ان کی دعا قبول کر لی اور فرمایا کہ ہم تم میں سے کسی نیک عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کرتے مرد ہو یا عورت اس بارے میں کوئی فرق نہیں کیونکہ تم ایک دوسرے کی جنس ہو۔

اور یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان اور عمل صالح والوں کی دعا قبول فرماتا ہے:

وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ۔ وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَيَزِيدُهُمْ مِنْ فَضْلِهِ وَالْكَافِرُونَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ (۴۲-۴) اور وہی تو ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور ان کی خطاؤں سے درگذر کرتا ہے اور جو کچھ تم عمل کرتے ہو ان سے واقف ہے اور ان لوگوں کی دعائیں قبول کرتا ہے،

Marfat.com

جو ایمان لائے اور عمل صالح کرتے ہیں اور اپنے فضل وکرم سے ان کو استحقاق سے زیادہ بھی ثواب دیتا ہے۔ ہاں منکرین کے لئے سخت عذاب ہے۔

اسی کی تائید میں صحیح بخاری کی حدیث دیکھئے عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا" کہ ایک وقت میں تین مسافر راستہ چل رہے تھے کہ اچانک بارش شروع ہوگئی اس لئے وہ تینوں پہاڑ کی غار میں جا بیٹھے' اتنے میں ایک بڑا پتھر لڑکتا ہوا آیا اور ٹھیک اس غار کے سامنے آپڑا جس سے غار کا راستہ بالکل بند ہوگیا۔ اب وہ تینوں مسافر آپس میں ایکدوسرے سے کہنے لگے" انظروا اعمالاً عملتموھا للہ صالحۃ فادعوا اللہ بھا لعلہ یفرجھا" اپنے اعمال پر نظر ڈالو اگر کوئی صالح عمل ہے جسے پورے اخلاص کیساتھ تم نے کیا ہو تو آؤ اس کو خدا کے سامنے پیش کرکے دعا مانگیں شائد اسکے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ ہماری دعا قبول فرمائے اور پتھر غار کے سامنے سے ہٹا دے' چنانچہ ایک نے ماں باپ کی شبانہ روز خدمت کا ذکر کرکے دعا مانگی دوسرے نے کہا کہ فلاں عورت جو مجھے محبوب ترین عورت تھی میں اس پر پورا قابو پا لینے کے بعد بھی زنا سے بچا رہا یا اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے یہ عمل تری رضا کیلئے کیا تھا۔ تیسرے نے کہا میں نے ایک مزدور کو ۱۶ رطل چاول کے عوض کام پر مقرر کیا مگر وہ اپنی اجرت لئے بغیر چلا گیا۔ میں نے اس کی اجرت کے چاولوں کو تجارت کے ذریعہ ترقی دی کچھ مدت کے بعد وہ مزدور آیا تو میں نے اس کا راس المال تمام منافع سمیت اسکے سپرد کردیا' اور یا اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے یہ عمل تیری ہی خوشنودی کیلئے کیا تھا۔ غرض ہر ایک کی دعا کے بعد غار کے سامنے سے پتھر کچھ سرکتا گیا حتیٰ کہ تیسرے کی دعا کے بعد غار کے سامنے سے بالکل ہٹ گیا اور راستہ صاف ہوگیا"

اسکے علاوہ اگر کوئی وسیلہ ہوسکتا ہے تو خدا تعالےٰ کے پاکیزہ صفات اور اس کے اسماء حسنیٰ چنانچہ فرمایا:۔

وَلِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْہُ بِھَا اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ۔ اگر تم صرف خدا تعالیٰ ہی کی عبادت کرتے ہو تو اسی کے خوبصورت اور پاکیزہ نام لے کر اس سے دعا مانگو۔

اب ظاہر ہے کہ دعا میں خدا ہی کے ناموں کو ذریعہ اور وسیلہ بنایا جاسکتا ہے نہ کہ مخلوق کے نام کو اور احادیث میں بھی اسی طرح دعا سکھلائی گئی ہے:۔

اللھم انی اسئالك بان لك الحمد لا الٰہ الا انت الحنان المنان بدیع السمٰوٰت و الارض یاذا الجلال والاکرام۔ اے زمین وآسمان کے پیدا کرنے والے' اے عظمت وجلال اور فضل وکرم کے مالک تو ہی برکت دینے والا اور احسان کرنے والا ہے۔ تیری حمدوثنا اور تیری الوہیت کا

واسطہ دیکر تجھ سے سوال کرتا ہوں۔
اس قسم کی اور بھی بہت سی دعائیں ہیں جن میں اسماء حسنٰے اور پاکیزہ صفات کا واسطہ دیکر دعا کی گئی ہے اور مندرجہ ذیل آیت کا بھی یہی معنی ہے :-
یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔ مسلمانو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس تک پہنچنے کے ذریعے تلاش کرتے رہو (اور سب سے بڑا وسیلہ اس تک پہنچنے کا یہ ہے) کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرو کہ تم کو کامیابی حاصل ہو۔ (۵-۵)-
پس تقویٰ۔ خوف وخشیت الٰہی۔ جہاد فی سبیل اللہ اور ایسے ہی اعمال صالحہ تقرب بارگاہ الٰہی کیلئے وسیلہ ہو سکتے ہیں اور اس کی مزید تائید بخاری شریف کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "جس کسی نے میرے دوست کی دشمنی کی اسکو میری طرف سے اعلان جنگ ہے اور سب سے زیادہ محبوب چیز جس سے بندہ میرا تقرب حاصل کرسکتا ہے وہ ادائے فرائض ہے" "وما زال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتیٰ احبہ" اسی طرح ہمیشہ نوافل کے ذریعہ میرا تقرب حاصل کرتا ہے حتی کہ میں اسکو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں اور جب میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو وہ میری مرضی کے مطابق سنتا اور دیکھتا ہے اور میری مرضی کے مطابق چلتا پھرتا اور چھوتا پکڑتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں اسکا سوال ضرور پورا کرتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ چاہتا ہے تو میں اسے ضرور پناہ دیتا ہوں"
اسی لئے جب کبھی آپکو کوئی اہم کام پیش آجاتا تو آپ نماز شروع کرتے اور یہی ارشاد خداوندی ہے
یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۔ مسلمانو! تم کو کسی طرح کی مشکل پیش آئے تو اس پر غالب آنے کے لئے صبر اور نماز سے مدد لو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے۔
ان آیات واحادیث سے معلوم ہوا کہ تقرب بارگاہ الٰہی کیلئے تقویٰ، خوف وخشیت الٰہی، جہاد فی سبیل اللہ، صبر واستقلال، نماز روزہ اور ایسے ہی اعمال صالحہ یا اللہ تعالےٰ کی پاکیزہ صفات اور اسکے اسماء حسنیٰ کا ذکر وسیلہ اور ذریعہ ہوسکتا ہے مگر خدا اور اس کی مخلوق میں کوئی بندہ وسیلہ اور شفیع نہیں ہوسکتا۔ اسی کی مذمت اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں کی ہے اور اسی لئے رسولوں کو بھیجا جیسا کہ پہلے ہم لکھ چکے ہیں اور یہی تو بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا "اجعل لنا الٰھًا

Marfat.com

کما الھم الھمۃ ؒ۔

خدا کو مخلوق کی قسم دینا

لیکن خدا کو مخلوق کی قسم دینا یعنے غیر اللہ کو واسطہ بنانا یہ بھی ناجائز اور ممنوع ہے اور تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے، رہا یہ امر کہ نہی تحریمی ہے یا تنزیہی۔ اس میں دو قول ہیں اور صحیح ترین قول یہی ہے کہ مکروہ تحریمی ہے، اور علامہ عز بن عبد السلام اپنے فتاوٰی میں اسی کو پسندیدہ اور قول مرجح فرماتے ہیں، بشر بن الولید امام ابو یوسف کے واسطہ سے امام ابو حنیفہ رح سے روایت کرتے ہیں کہ امام صاحب نے فرمایا:۔

لا ینبغی لاحد ان یدعوا اللہ الا بہ واکرہ ان تقول بمعقد العز من عرشك او بحق خلقك۔ کسی شخص کیلئے یہ جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اس کے ناموں کے سوا کسی اور نام سے پکارے اور میرے نزدیک تو یہ بھی مکروہ ہے کہ تو کہے اے خدا تجھ کو تیرے عرش کے عزت و اجلال کی قسم یا تیری مخلوق کے حق کا واسطہ دیکر سوال کرتا ہوں۔

اور یہی امام ابو یوسف رح کا فتوٰی ہے وہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ بحق فلاں یا بحق انبیاء ک و رسلک یا بحق البیت یا بحق المشعر الحرام کہنا میرے نزدیک مکروہ ہے ہاں "بمعاقد العز من عرشك" کہنا میرے نزدیک مکروہ نہیں کیونکہ یہ تو خدا ہی کی عزت و عظمت کی قسم ہے، قدوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مخلوق کے حق یا طفیل سے سوال کرنا جائز نہیں، اسی وجہ سے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا "اسئلك بفلان و بملائکتك و انبیاءك و نحو ذلك" کہ اے خدا میں تجھ سے فلاں کے طفیل سے، تیری فرشتوں یا نبیوں کے حق سے سوال کرتا ہوں، یہ اسلئے ناجائز ہے کیونکہ مخلوق کا خالق پر کوئی حق نہیں۔ (انتہی کلام القدوری)۔

اور جس حدیث کے یہ لفظ (بحق السائلین) پیش کئے جاتے ہیں تو یہ اوّل تو ضعیف ہی کیونکہ اس کی سند میں عطیۃ العوفی ہے اور وہ ضعیف راوی ہے اور اگر بالفرض اسے صحیح تسلیم کرلیا جائے تو اس کا معنے یہی کہ اے خدا میں تجھ سے اعمال سائلین کے حق سے سوال کرتا ہوں کیونکہ مخلوق پر اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ مخلوق اس کی عبادت کرے اور مخلوق کا یہ حق ہے کہ ان کے اعمال کو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور ان پر ثواب عنایت کرے اور یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اہل ایمان اور ارباب عمل صالح کی دعا قبول کریگا بلکہ اپنے فضل و کرم سے ان کے استحقاق سے اور بھی زیادہ دیتا ہے۔

Marfat.com

اور جب بندہ اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا دوست بنا لیتا ہے تو اسکے حق میں اپنے دوستوں کی سفارش قبول فرماتا ہے اور یہی محبت اور دوستی کا رشتہ ہے جو خدا تعالیٰ اور اس کی مخلوق میں ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ کے صالح بندے اس شخص کے دوست ہو جاتے ہیں اور ان میں محبت و موالات پیدا ہو جاتی ہے اور یہ سب کچھ اللہ کیلئے اور اس کی رضا کیلئے ہوتا ہے۔ اور اسکے برعکس جب کسی نے اللہ تعالیٰ کے سوا مخلوق میں سے کسی کو واسطہ بنایا یا خدا کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا تو یہ اور چیز ہے۔ جس طرح شفاعت شرکیہ اور چیز ہے اور شفاعت حقہ جو موحدین کو حاصل ہوگی اور چیز ہے۔

مخالفین کی دلیل (۱)

فریق ثانی نے ہمارے خلاف یہ دلیل پیش کی ہے اور اس سے ثابت کیا ہے کہ غیر اللہ سے دعا مانگنا ایک طرح کا وسیلہ ہے۔

(حدیث الاعمیٰ)

اللھم انی اسئلك واتوجہ الیك بنبیك محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بك علی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی اللھم شفعہ فی۔ (رواہ الترمذی و الحاکم وابن ماجہ عن عمران بن حصین)۔ یا اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری بارگاہ کی طرف نبی رحمت کے ذریعہ متوجہ ہوتا ہوں، اے محمد! میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور آپ کو اس دعا میں شامل کرتا ہوں کہ میری یہ ضرورت پوری ہو جائے۔ یا اللہ! تو حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دعا وسفارش قبول فرما!!

جواب

(اول) اسکے متعلق سب سے پہلے تو ہمارا یہ جواب ہے کہ اس حدیث کا ہمارے اختلافی مسئلہ سے تعلق نہیں۔ کیونکہ اس میں غیر اللہ سے دعا نہیں مانگی گئی، سوال صرف اللہ تعالیٰ سے ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال یا دعا نہیں کیگئی بلکہ یہ کہا ہے کہ "یا اللہ! اپنے نبی کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما"۔ پس ہمارے فریق مخالف کا استدلال نہ صرف غلط بلکہ الٹا کیا ہے۔ اور اس حدیث سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ قبروں پر گنبد وغیرہ بنانا، اور اس پر پردہ ڈالنا یا اسے چونہ گچ کرنا جائز ہے بلکہ یہ سب کبائر معاصی میں سے ہی جیسا کہ اہل علم نے عام طور پر حتیٰ کہ ابن حجر ہیتمی وغیرہ نے بھی لکھا ہے۔ اور کبیرہ گناہ کی تعریف یہ ہے کہ اسکے مرتکب کے لئے لعنت یا غضب یا عذاب دوزخ کا وعید آیا ہو اور کثرت سی ایسی

Marfat.com

احادیث صحیحین میں مروی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ قبروں پر ہر قسم کی عمارت بنانا حرام ہے' اور ایسا ہی قبر والوں سے دعا مانگنا یا ان سے نفع ونقصان کی امید رکھنا یا ان کے آگے التجا وسوال کرنا' ان کے نام کی نذر ونیاز دینا' ان کے نام عرضیاں لکھکر ان کی قبروں پر لٹکانا' ان کو "یاسیدی" اور "یامولائی" کہکر پکارنا اور ان سے سوال کرنا کہ ہماری فلاں ضرورت پورا کرو اور ہماری فلاں مشکل کشائی کرو حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ کیونکہ یہی وہ اسباب ذرائع تھے جن کی وجہ سے "لات" "وعزیٰ" پجنے لگے اور ان کے نزدیک تو سب سے بدتر اور سب سے زیادہ قابل ملامت ولعنت وہ شخص ہے جس نے ان کی نکتہ چینی کی یا ان کے افعال شنیعہ پر کسی قسم کا اعتراض کیا۔

اور جس کسی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کے اوامر ونواہی اور اس کی ساتھ صحابہ کرام کے عمل اور مسلک کو قبروں کے متعلق دیکھا ہے اور آج جو کچھ ہو رہا ہے اسکو بھی دیکھا ہے' وہ یقیناً ایکدوسرے کی نقیض اور ضد پائیگا۔

اور جبکہ آیت "فلا تجعلوا اللہ اندادا وانتم تعلمون" کا شان نزول یہ ہے کہ ایک یہودی عالم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے پاس آیا اور اس نے یہ خیال ظاہر کیا "کہ تمہاری جماعت بہت ہی اچھی جماعت ہوتی اگر تم خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناتے" کیونکہ تم "ماشاء اللہ" کے ساتھ ماشاء فلاں بھی کہدیتے ہو کہ جو خدا چاہے اور فلاں بزرگ چاہے" اس پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے بہت صحیح کہا ہے' تب اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل کی۔

فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰہِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور تم جانتے ہو کہ اسکا کوئی شریک نہیں ہے۔

اور ان لوگوں کا تو یہ حال ہے کہ خدا سے زیادہ محبت اپنی پیرو مرشد سے کرتے ہیں اگرچہ اس کا اقرار نہیں کرتے لیکن انکا حال اور ان کا عمل اس چیز کی شہادت دیتا ہے' کیونکہ وہ مسجد کی اتنی عزت نہیں کرتے جس قدر اپنے پیرو مرشد کی قبر کی تعظیم وتکریم کرتے ہیں' خدا کے نام کی جھوٹی قسم کھا جاتے ہیں لیکن اپنے پیرو مرشد کے نام کی جھوٹی قسم نہیں کھاتے' پس ان حالات میں جو دلیل انہوں نے ہماری خلاف پیش کی ہے وہ بالکل غیر متعلق ہے۔ ہم جس چیز سے منع کرتے ہیں اسکو اس دلیل سے کیا نسبت ہے؟

جواب دوم

یہ حدیث تو ہماری دلیل ہے کہ خدا کے سوا کسی اور کو نہیں پکارنا چاہئے' کیونکہ سائل نے اپنی دعا میں پہلے یوں کہا کہ "یا اللہ! میں تیری بارگاہ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں"۔ پھر اللہ تعالےٰ سے یہ سوال

Marfat.com

کہا کہ یا اللہ! میرے حق میں اپنے پیارے نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قبول فرما۔ اور یہ جو سائل نے کہا کہ "یا محمد انا نتوسل بك الى ربنا فاشفع لنا" تو یہ ایک حاضر کو خطاب ہے اور اسکا معنے توصرف یہ ہے کہ یا اللہ! میں تیری بارگاہ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تیرے نبی کی دعا کے ساتھ، اور اس دنیا میں شفاعت کے لفظ سے مراد دعا ہی ہے، اور اسی لئے سائل نے اپنی دعا کے آخر میں کہا "اللھم شفعہ فی" یا اللہ! تو اپنے نبی کی دعا میرے حق میں قبول فرما۔ اور اس میں تو کسی کو اختلاف نہیں، کیونکہ زندہ سے ہر وہ چیز مانگی جاسکتی ہے جس پر وہ قدرت رکھتا ہے، ہاں غیر حاضر اور مردہ سے کسی ایسی چیز کے لئے نہ دعا کی جاسکتی ہے نہ فریاد کی جاسکتی ہے جس پر وہ قدرت نہیں رکھتا۔ اور جو کچھ سائل نے کہا وہ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ زندہ و حاضر سے دعا طلب کی اور اللہ تعالیٰ سے آپ کی دعا و شفاعت کی دعا مانگی ہے۔ تو اس قسم کی دعا آپ کی موجودگی اور زندگی میں کی جاسکتی تھی اور اب جبکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس دار فانی سے دار البقا کی طرف رحلت فرما گئے ہیں جس پر قرآن مجید کی صریح نص موجود ہے اور امت کا اجماع ہو چکا ہے تو ایسی دعا کیونکر جائز ہو سکتی ہے؟

اسی لئے صحابہ کرام ایک دفعہ قحط سالی کے موقعہ پر دعاء استسقا کے لئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے گئے تھے کہ وہ بارش کے لئے دعا مانگیں جیسا کہ بخاری شریف میں انس بن مالک رضی سے روایت موجود ہے، صحابہ کرام نہ تو آپکی قبر کے پاس آئے نہ وہاں انہوں نے کھڑے ہوکر دعا مانگی۔ حالانکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو قبر میں حیات برزخی حاصل ہے؟

غرض دعا ایک عبادت ہے اور عبادت اسی طریق پر ہونی چاہیئے جس طرح شریعت میں ثابت ہو۔ اگر مُردوں سے دعا مانگنا یا مُردوں کو وسیلہ بناکر دعا مانگنا جائز اور مشروع ہوتا تو سب سے پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس سنت کو جاری کرتے، اور اگر آپ کی یہ سنت ہوتی تو صحابہ کرام سب سے زیادہ اس سے واقف ہوتے اور سب سے زیادہ اس سنت کے عامل و متبع ہوتے، لیکن نہ تو کسی صحابی نے اور نہ ان میں سے کسی نے ایسا کیا حالانکہ بارہا ان کو سخت ضرورتیں پیش آئیں اور بارہا مصائب کی گھٹائیں ان پر چھائیں، وہ لوگ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے معانی سب سے بہتر جانتے تھے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے ہم سے زیادہ شائق اور حریص تھے۔ بلکہ وہ تو بجائے اسکے ایسے کاموں سے روکتے اور قبر کو متبرک مقام سمجھ کر وہاں دعا کرنے سے منع کرتے۔ اور یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین ایسے بہترین زمانہ میں ہوئے جس کی شہادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دی کہ:-

خیرکم قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم۔ امت محمدیہ کے بہترین لوگ وہ ہیں جنہوں نے میرا زمانہ پایا پھر ان کے ملنے والے یعنی تابعین پھر تبع تابعین ؎

تیسرا جواب

ہمارے فریق مخالف کا یہ بھی خیال ہے کہ حدیث الاعمٰی اسکے لئے بھی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کو بھی وسیلہ بنایا جاسکتا ہے۔ مگر یہ قطعاً غلط ہے اور اسکے لئے کوئی دلیل نہیں ہے۔ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو آپکے فوت ہوجانے کے بعد یا آپکی غیر حاضری میں وسیلہ بنانا ثابت نہیں ہوا تو اس پر کسی اور کو قیاس کرنا کیسے صحیح ہوگا، پس نوح رسول اللہ اور ابراہیم خلیل اللہ اور موسیٰ کلیم اللہ اور عیسیٰ روح اللہ کو وسیلہ بنانا جائز نہ ہوگا، کیونکہ ایسا کہنا اولاً ثابت نہیں اور جس کے لئے ہمیں حکم نہیں ملا اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ دوم قیاس کی ضرورت وہاں ہے جہاں نص موجود نہ ہو اور جب نص موجود ہو تو قیاس صحیح نہیں ہوتا اور ایک ایسے جدید قول کی ہمیں کیا ضرورت ہے جس کے متعلق خطرہ ہے کہ وہ کہیں ذریعہ شرک نہ بنجائے اور پھر ایسی حالت میں جبکہ نبی علیہ السلام نے یہ فرمایا ہے کہ "اس امت میں شرک اس طرح پھیل جائیگا جس طرح چیونٹی رینگتی ہے۔ اور کسی کو معلوم بھی نہ ہوگا" اور یہ امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی اور سوائے ایک فرقے کے باقی سب کے سب دوزخی ہیں اور ناجی فرقہ وہی ہے جو متبع سنت رسول اللہ اور پابند مسلک صحابہ کرام ہوگا ؎

چوتھا جواب

وسیلہ یہ نہیں ہے کہ انسان خدا کے سوا کسی اور سے ایسے کاموں کی حاجت روائی کیلئے دعا مانگے جس پر خدا کے سوا اور کسی کو قدرت نہ ہو، یا ایسوں سے دعا مانگے جو اپنے آپ کے لئے نفع وضرر کا، زندگی وموت کا مالک نہ ہو! اور اسکی عاجزی وبےبسی کا یہ عالم ہو کہ اگر مکھی بھی کوئی چیز ان سے چھین کرلیجائے تو وہ اس کو چھڑا نہ سکیں اور اگر کوئی انکی قبر کا تابوت یا تابوت پر لٹکی ہوئی خوبصورت چیزیں جھاڑ وفانوس شترمرغ کے انڈے وغیرہ چرا کرلے جائے تو وہ اس سے چھین نہ سکیں ؎

دوسری دلیل

فریق مخالف نے غیر اللہ سے دعا مانگنے پر دوسری دلیل یہ پیش کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا:۔

اذا انفلتت دابۃ احدکم فی ارض فلاۃ فلینا دیا عباد اللہ احبسوھا وفی روایۃ اذا

Marfat.com

اعیت فلینا دیا عباد اللہ اعینوا۔ جب تم میں سے کسی ایک کا جانور جنگل میں چھوٹ جائے تو اُکو چاہیئے کہ اس طرح پکارے 'اے اللہ کے بندو! اس جانور کو روکنا اور ایک روایت میں یہ بھی ہے جبکہ تھکائے تو وہ پکار کر کہے اللہ کے بندو مدد کرو۔"

لیکن یہ استدلال انتہائی جہالت و ضلالت پر مبنی ہے اور بوجوہ ذیل مقاصد سے علیحدہ ہوکر زبردستی معانی پیدا کرنے کے مترادف ہے؛

پہلی وجہ یہ قطعاً وسیلہ نہیں ہے کیونکہ وسیلہ کا معنے تو یہ ہے کہ اعمال صالحہ کو تقرب بارگاہ الٰہی کا ذریعہ بنایا جائے اور یہاں یہ معنے تو چسپاں ہی نہیں ہوتا؛

دوسری وجہ یہ دونوں حدیثیں صحیح نہیں، پہلی حدیث کو طبرانی نے مسند کبیر میں ذکر کیا ہے لیکن اس کی سند منقطع ہے۔ سلسلہ راویوں کا بیچ میں سے ٹوٹ جاتا ہے۔ اور دوسری جس میں جانور کے چھوٹ جانے اور گم ہو جانے کا ذکر ہے اور جس کو امام نووی نے ابن سنی کیطرف منسوب کیا ہے وہ بھی صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی سند میں "معروف بن حسان" ہے اور حافظ بن عدی نے اسکو منکر الحدیث کہا ہے اور ان روایات کے ضعیف ہونیکے علاوہ اس میں ایسی کوئی دلیل نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ مُردوں کو پکارنا جائز ہے اور شیخ عبد القادر جیلانی رح اور ویسے ہی اور دور دراز ممالک میں مدفون بزرگوں کو پکارنا جائز ہے بلکہ ثابت تو یہ ہے کہ قبر کے پاس بھی کسی کو نہ پکارا جائے نہ انبیاء اولیاء کو پکارا جائے۔ اس حدیث کا مقصد تو صرف یہ ہے کہ کوئی آتا جاتا شخص اس کی آواز کو سُن کر جانور کو روک لے کیونکہ خدا کی زمین اسکے بندوں سے خالی نہیں اور خدا تعالےٰ ہی اپنے بندوں کی افواج غیر محصورہ کو جانتا ہے اور اگر کسی ایک معین شخص کو اس کا نام لے کر پکارے اور اس حدیث سے استدلال کرے تو یقیناً اس نے اللہ کے رسول پر جھوٹ اور افترا باندھا ہے۔ اور حدیث کا یہ بھی معنی نہیں کہ اُٹھتے بیٹھتے ہر حرکت و سکون پر ایسی پکار لگاتا ہے بلکہ یہ تو اس مسافر کے لئے ہے جو سامان اُٹھوانے یا لدوانے کے لئے مددگار کا خواہاں ہو یا اس کا جانور گم ہو گیا ہو تو وہ آواز دے کہ کوئی راہ گزر اور کوئی مسافر جو وہاں کہیں قریب ہو اس کی آواز پر آجائے اور اس کی مدد کرے؛

تیسری وجہ اللہ تعالےٰ نے قرآن حکیم میں یہ فرمادیا ہے کہ:-

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا آج تمھارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا ہے۔ تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لئے اسلام پسندیدہ مذہب قرار دیا ہے؛

Marfat.com

پس اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم اور اسکی بے پایاں رحمت سے جب دین کامل ہوچکا ہے تو پھر ایسی باتوں کا اختراع کرنا جو دین میں نہیں ہیں اور غلط قیاس کرنا قطعاً ناجائز اور حرام ہے ؎

چوتھی وجہ | جب صحیح حدیث قواعد شرعیہ کے مطابق شاذ ہو تو اس پر عمل نہیں کیا جاتا ہے کیونکہ ائمہ حدیث نے یہ فرمایا ہے کہ وہ حدیث صحیح قابل عمل ہے جسکو ثقہ معتبر اہل عدل وضبط نے اپنی جیسے معتبر راویوں سے روایت کیا ہو اور دوسرے ثقہ معتبر راویوں سے خلاف یا شذوذ نہ کیا ہو اور نہ اسمیں کوئی ایسی علت ہو جو اس میں نقص پیدا کردے۔ یہ تو صحیح حدیث کے لئے قیود وشرائط ہیں اور ایسی حدیث جو بجائے خود ضعیف ہو ائمہ حدیث نے اس کے راویوں پر جرح کی ہو اور پھر اس میں کسی وجہ سے استدلال بھی صحیح نہ ہو نہ دلالت مطابقی نہ دلالت تضمنی نہ دلالت التزام سے تو وہ حدیث کیوں کر استدلال میں پیش کی جاسکتی ہے۔ اور یہی وہ بہتان عظیم ہے اللہ کے رسول پر جو ہمارے فریق مخالف نے باندھا ہے (اعاذنا اللہ منہ) ؎

پانچویں وجہ | اپنے خیال کی تائید میں بعض ایسے واقعات کا ذکر کرتے ہیں جنکو وہ اپنے پیروں اور بزرگوں کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ فلاں بزرگ کا نام لیکر فریاد کرنے سے فلاں مصیبت دور ہوگئی تھی اور فلاں مقام پر فلاں تکلیف ہٹ گئی تھی۔ تو اس کے جواب میں اگر کوئی ان سے کہتا ہے "سبحان الذی بیدہ ملکوت کل شئ سبحانک ھذا بھتان عظیم" پاک ہے وہ ذات پاک جس کے قبضہ قدرت میں ہر چیز کی حکومت اور بادشاہی ہے اور کوئی اس کی حکومت میں شریک نہیں اور جو کچھ تم کہتے ہو خدا اس سے پاک ہے اور یہ محض بہتان ہے تو جھٹ اس پر لپک پڑتے ہیں اس کو اپنے ہاں سے نکال دیتے ہیں اس کو بدعتی اور منکر اولیاء اللہ وغیرہ وغیرہ الفاظ سے یاد کرنے لگ جاتے ہیں اور کہتے ہیں ارے تم نہیں جانتے کہ "اولیاء اللہ کے لئے خوف اور کوئی ہم وغم نہیں" اور موحد جب اسکی جواب میں کہتا ہے کہ بیشک صحیح ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی حکومت اور اس کی مملکت میں کسی کو رائی کے ایک دانے برابر بھی دخل نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔۔۔

ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ لَہُ الْمُلْکُ ۚ وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ مَا یَمْلِکُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ اِنْ تَدْعُوْھُمْ لَا یَسْمَعُوْا دُعَآءَکُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَکُمْ وَیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یَکْفُرُوْنَ بِشِرْکِکُمْ

یہ اللہ ہی تمہارا پروردگار ہے اسی کی بادشاہت ہے اور خدا کے سوا جن لوگوں کو تم پکارتے ہو وہ ایک ذرہ بھر بھی اختیار نہیں رکھتے۔ اگر تم ان کو پکارو بھی تو وہ تمہاری پکار نہیں سن سکتے اور اگر بالفرض سن بھی لیں تو تمہیں جواب نہیں دے سکتے اور قیامت کے دن وہ تمہارے مشرکانہ افعال

Marfat.com

سے انکاری ہونگے۔"

تو یہ آیت قرآن میں سے جو مدعی علم و انصاف ہیں اور اپنے آپ کو فراخ حوصلہ بتاتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ آیت تو بت پرستوں کے حق میں نازل ہوئی ہے اور اسکے جواب میں جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ود، سواع، یغوث، یعوق جو بت کہے جاتے ہیں یہ بھی تو نیک اور صالح بندوں کے نام ہیں، اور یہ قبر کے تابوت پر چھیتڑوں کا لٹکانا اور مردوں کا پکارنا یہ بھی تو بت پرستوں کا سا فعل ہے اور اہل علم کا اسپر اتفاق ہے کہ اگر کسی خاص واقعہ پر کوئی آیت نازل ہوئی ہے اور اسکے الفاظ عام ہیں تو وہ آیت اس خاص واقعہ کے ساتھ مخصوص نہ ہوگی بلکہ عام ہوگی، پس آیت "ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا" کہ اللہ تعالے تمکو حکم کرتا ہے کہ جس کی امانت ہو اسکو واپس کردو۔" اگرچہ خاص بیت اللہ کی چابی کے متعلق نازل ہوئی ہے لیکن یہ کسی طرح بھی جائز نہیں ہو سکتا کہ یہ کہا جائے کہ امانت میں خیانت حلال ہے۔ کیونکہ "ادوا الامانات" میں حکم تو باب کعبہ کی چابی کا ہے اور اسی کیلئے یہ آیت نازل ہوئی۔ اسی طرح یہ بھی جائز نہیں کہ بت پرستوں کے اعمال و افعال کے مرتکب ہوں اور دعویٰ کریں کہ ہم مشرک نہیں اور یہ کہکر ٹالدیں کہ جو آیات ہمارے خلاف پیش کی جاتی ہیں وہ تو بت پرستوں کے حق میں نازل ہوئی ہیں۔ اگرچہ عملاً ان میں اور بت پرستوں میں کوئی فرق نہو، اور حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

انا والجن والانس فی نبأ عظیم اخلق ویعبد غیری وارزق ویشکر غیری رحاکہ ترمذی بیہقی) میری اور جنوں اور انسانوں کی بہت بڑی حیرت انگیز بات یہ ہے کہ میں پیدا کروں اور عبادت کسی دوسرے کی کریں، میں رزق دوں اور نذر و نیاز و شکر کسی دوسرے کا ہو:

تو اسکے جواب میں کہتے ہیں کہ تمام مسلمان یہ کام کرتے ہیں اور ساری کی ساری امت تو گمراہ نہیں ہو سکتی کیا تم ہی موحد ہو اور ساری امت گمراہ ہے؟ اور کیا ہمارے باپ دادا سب بیوقوف [illegible] جواب یہ ہے کہ یہ کہنا کہ امت ساری کی ساری اس پر متفق ہے یہ تو صریح [illegible] حدیث اور تفسیر کی کتابیں موجود ہیں اور اس مضمون سے بھری پڑی ہیں کہ خدا کے سوا کسی دوسرے کو پکارنا اور ان سے ایسی چیزیں مانگنا جن کے کرنے کی خدا کے سوا کسی کو قدرت نہیں ناجائز اور حرام ہے بلکہ صاف اور صریح آیات و احادیث اور علماء امت کے اقوال موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر اللہ کو دفع بلیات اور طلب حاجات کیلئے پکارنا کھلم کھلا شرک ہے اور اللہ تعالےٰ نے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا:۔

Marfat.com

قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا (الی قولہ) وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ۔ اے نبی! لوگوں سے کہدو کہ آؤ میں تمہیں تمام وہ چیزیں پڑھکر سنا دوں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کی ہیں (جن میں سے ایک یہ بھی ہے) کہ تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

اور اسی مضمون کی مؤید احادیث اور اقوال علماء بھی ہیں۔

چھٹی وجہ مخلوق میں سے کسی ایک کے وسیلہ حاصل کرنے کے متعلق علماء کا یہ اختلاف ہے کہ آیا یہ حرام ہے یا مکروہ ہے زیادہ مشہور قول یہی ہے کہ حرام ہے جیسا کہ ابو محمد عز بن عبدالسلام نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ مخلوقات میں سے کسی کا ایک کو بھی وسیلہ بنانا جائز نہیں وہ انبیاء ہوں یا کوئی اور۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بنانے میں اس نے توقف کیا ہے کہ آیا یہ حرام ہے یا مکروہ؟ امام ابو حنیفہ رح اور ان کے شاگردوں کا قول ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

ساتویں وجہ یہ لوگ اپنے پیروں اور مشائخ سے اولاد خریدتے ہیں اور ان پیروں اور مشائخ کے نام پر تکئے بناتے ہیں اور ان میں پیروں کے نام کے جھنڈے کھڑے کرتے ہیں، طبلے اور سارنگی کے ساتھ مجلس سرود منعقد کرتے ہیں۔ اور لوہے کے گرزوں کے ساتھ اپنے آپ کو مارتے ہیں، اور ایک جماعت ان میں سے اپنے اپنے پیروں اور مشائخ کیطرف نسبت کرکے علوا۔ مرنیہ۔ قادریہ۔ رفاعیہ وغیرہ ناموں سے موسوم ہوتے ہیں اور یہ تمام نسبتیں ایسی ہی ہیں جن کے لئے خدا کی شریعت میں کوئی ثبوت نہیں، اور اسی طرح عبدالنبی عبدالرسول۔ عبدالحسین۔ عبدالعلی وغیرہ نام ایسے ہی ہیں جن کے لئے کوئی ثبوت نہیں، اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں ہمارا نام مسلمان رکھا ہے۔ اور اسی طرح تورات اور انجیل میں بھی اس امت کا نام امت مسلمہ رکھا گیا ہے، لیکن افسوس ان نادانوں نے اعلیٰ چیز (توحید) کو چھوڑکر ادنیٰ (شرک) چیز کو ترجیح دی۔ اور ان پیروں کے نام کی منتیں مانتے ہیں اور نذر و نیاز دیتے ہیں اور مدت تک انہی پیروں سے استغاثہ و فریاد کرتے رہتے ہیں کہ وہ ان کے بیماروں کو شفا دیں اور انکی تکلیف کو دور کریں، اور اس قسم کی مشرکانہ رسوم اس قدر عام ہو چکی ہیں کہ جاہل اور علماء تک مبتلا ہوگئے خصوصًا مکہ مکرمہ میں ایسے لوگ بکثرت موجود ہیں جنپر مشرکانہ رسوم و عادات غالب ہو چکی ہیں، اور کتاب وسنت کے مقاصد اور مطالب کے سمجھنے سے ان کے عقول عاجز و درماندہ ہو چکے ہیں۔ اور نہ ہی ائمہ دین کی کلام کو سمجھ سکے اور نہ ان کی کتابوں میں اصول دین یا فروعات میں سے ثابت کر سکے۔ پس جو انہوں نے استدلال پیش کیا ہے اس سے نہ تو ان مردوں سے توسل ثابت ہوتا ہے جن کا حال معلوم ہے کہ وہ جنت کے

بہترین مقام پر فائز ہو چکے ہیں اور نہ ان لوگوں سے جن کے متعلق معلوم نہیں کہ آخرت میں ان کا کیا حال ہوگا اور نہ یہ معلوم ہے کہ ان کا انجام کار کیا ہوگا؟ تو ایسی حالت میں مصائب و مشکلات میں غیر اللہ سے دعا مانگنا جس کا نام انہوں نے وسیلہ رکھا ہے کیونکر ثابت ہو سکتا ہے اور کیونکر اس حدیث سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔ یہ ایک کھلی ہوئی تحریف ہے۔" سبحانک ھذا بھتان عظیم "

موحدین پر الزامات

ان حالات کے دیکھنے سے آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ شیطان لعین نے صلحاء امت اولیاء کرام کی قبروں کو بتوں کا قائم مقام بنا کر عوام کے سامنے پیش کیا اور ذریعہ شرک بنایا جس کی وجہ سے آج یہ قبریں بے خوف و خطر پج رہی ہیں، اور ان مشرکانہ رسوم کے عموم نے یہ حالت پیدا کر دی ہے کہ جو شخص ان قبوریین میں سے کسی کو قبر پر میلا لگانے یا قبر کی عبادت کرنے سے منع کرے تو جھٹ اُن پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ یہ لوگ (موحدین) بزرگوں کی توہین کرتے ہیں اور ان کے شان و مرتبہ کو کم کرتے ہیں پس یہ جاہل مشرکانہ رسوم میں پھنسے ہوئے اپنے زعم باطل کی بنا پر اہل توحید کے قتل کرنے اور ہر ممکن طریق سے ایذا و تکلیف دینے کے درپے ہو جاتے ہیں۔ موحدین کا قصور اسکے سوا کچھ نہیں کہ وہ عوام جہال مشرکانہ رسوم میں مبتلا انسانوں کو ایک خداوند قدوس کی طرف دعوت دیتے ہیں اور تمام مشرکانہ رسوم کو غلط اور باطل سمجھکر اس سے منع کرتے ہیں۔ قبوریین اس حالت کو دیکھکر بھڑک اُٹھتے ہیں اور سخت غصہ و نفرت کی نگاہ اور بھجے دل سے موحدین کو دیکھتے ہیں۔ گویا ان کا قرآن کریم کی تعلیم پر ایمان ہی نہیں ہے" اور کبھی یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے (موحدین) عالی مقام بلند مرتبہ بزرگوں کی توہین کی ہے تو یہ لوگ ہلاکت و بربادی کے مستحق ہو گئے۔ اور اپنی جگہ پر یہ فیصلہ کر دیا کہ یہ لوگ (موحدین) کسی قسم کی عزت و حرمت اور قدر و منزلت کے لائق نہیں، اس خیال نے اس قدر وسعت اختیار کی کہ عوام جہال سے گذر کر ان کو بھی اپنا غلام و اسیر کر لیا جو علم و فضل کی طرف منسوب اور دین و مذہب کے پیشوا کہلاتے تھے اور افسوس کہ صرف اسی بنا پر ہم سے بغض و عداوت کی گئی اور طرح طرح کے الزامات اور بہتان تراشے گئے اور ہر طرح ہم کو مجرم بنانے کی کوشش کی گئی۔ دنیا کی کوئی بُرائی اور کوئی عیب ایسا نہ تھا جس کی نسبت ہماری طرف نہ کی گئی ہو، لوگوں کو بلا وجہ ہم سے متنفر کیا گیا اور ہماری دعوت و تبلیغ کے متعلق طرح طرح کے شکوک و شبہات پیدا کئے گئے۔ ہمارے مقابلے کے لئے مشرکین سے رشتہ محبت استوار کیا گیا اور ہمارے خلاف ان کو اکسایا گیا اور ان تمام ابلیسانہ چالوں کو اللہ کے دین کی نصرت و اعانت سمجھتے رہے اور اپنے آپ کو اللہ کے

Marfat.com

دین کے انصار اور اللہ کے رسول اور اسکی کتاب کے خادم سمجھتے رہے حالانکہ ان کی محبت و دوستی سے بے زار ہے کیونکہ اس کا فرمان ہے" ان اولیائہ الا المتقون" صرف متقی اور پرہیزگار ہی خدا کی محبت اور ولایت کے حلقے میں شامل ہو سکتے ہیں، متقین اور پرہیزگار کی جماعت وہی ہو سکتی ہے جو اللہ کی بھیجی ہوئی شریعت اور اسکے رسولوں کی موافقت کرتی ہے اور ان کے ہدایات کے مطابق عمل کرتی ہے۔ کتاب و سنت کی طرف دعوت دیتی ہے، نہ ان لوگوں کی طرح کہ جو بگلہ بھگت تن اجلا من میلا بنکر لوگوں کو نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین سے آپکے طریقے سے لوگوں کو روکتے ہیں اور اس میں طرح طرح کی کجی پیدا کرتے ہیں یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ انبیاء اور اولیاء کی عزت و احترام اور ان کے احکام کی اطاعت کرتے ہیں اور جس چیز کو وہ ناپسند سمجھتے ہیں اس سے گریز کرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ انبیاء کرام اور صلحاء امت کے سب سے زیادہ نافرمان اور ان کے طریقے سے بہت دور اور ان کی اطاعت و فرمان برداری سے بہت گریز کرنے والے ہیں۔ ان لوگوں کی مثال ٹھیک ان عیسایوں اور یہودیوں اور روافض کی سی ہے جو حضرت عیسیٰ حضرت موسیٰ حضرت علی رضی اللہ تعالے عنہم کے ساتھ محبت کا اظہار کرتے اور ان کی عزت و احترام بجالانے میں سب سے زیادہ مدعی ہیں۔ اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو ان اہل باطل کے مقابلے میں اہل توحید کہیں مستحق ہیں کہ وہ انبیاء اور اولیاء کی محبت کا دعویٰ کریں۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے طریقے اور آپکی سنت کے خادم اور مددگار کہیں اور اپنے قول اور عمل سے اسکا ثبوت پیش کریں۔

پس جس طرح مومنین صادقین ایکدوسرے کے دست و بازو اور محب و معاون ہوتے ہیں اسی طرح منافقین و مشرکین بھی ایک دوسرے کے یار و مددگار ہوتے ہیں اور جو شخص کلام الٰہی کو دل کی پوری توجہ کے ساتھ سوچنے اور سمجھنے کی کوشش کریگا اللہ تعالے اوسے شیاطین کے اتباع اور مشرکانہ رسوم سے نجات دیگا۔ جو آج خدا کی خالص عبادت اور نماز سے مانع ہو رہی ہیں اور دل کی قساوت کا باعث بن رہی ہیں اور جو شخص کتاب و سنت کیطرف اپنی توجہات کو پورے طور پر منعطف کر دیگا اور کتاب و سنت کی بتائی ہوئی ہدایت سے بہرہ ور ہوگا اور ان کی تعلیم کے مطابق عمل پیرا ہوگا اللہ تعالے اس کو ہر قسم کی بدعات، آراء فاسدہ، توہمات، تخیلات شیطانی و نفسانی وساوس اور اٹکلوں اور تُک بندیوں سے محفوظ و مصئون رکھیگا۔ اور جس کسی نے ان افعال شنیعہ کی عادت پیدا کرلی تو اس کے عوض میں ان تمام مضر اور غیر مفید نتائج سے دوچار ہونا پڑتا ہے جو ان عادات کیلئے لازمی ہیں، جس طرح کہ کوئی شخص اپنے دل کو خدا کی محبت و عظمت اور خوف و خشیت اور توکل و انابت سے جب معمور کرلیتا ہے تو وہ حسن پرستی اور عشق صوری سے بے نیاز اور آزاد ہو جاتا ہے اور جوں ہی کہ اس کا دل اس سے

اس سے عاری اور خالی ہوتا ہے تو وہ اپنی خواہشات کا غلام ہو جاتا ہے' پھر کیا ہوتا ہے؟ ہر خوبصورت چیز جو اسکے سامنے آتی ہے' اس کی ملک بن کر آتی ہے اور یہ اس کا غلام ہوتا ہے۔

پس توحید سے منہ پھیر کر دوسروں سے عشق و محبت کا رشتہ جوڑنے والا درحقیقت شیطان کا پجاری اور مشرک ہے اس کا ارادہ شرک کرنیکا ہو یا نہ ہو وہ اس کا مقر ہو یا منکر جیسا کہ صحیح مسلم میں ابی الہیاج اسدی حیان بن حصین سے روایت ہے" کہ علی رضؓ نے اس سے کہا کہ کیا میں تمھیں اس خدمت کے لئے مامور نہ کروں جسکے لئے مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مامور کیا تھا؟ کہ کوئی تصویر مٹائے بغیر نہ چھوڑوں اور نہ کوئی اونچی قبر حد شرعی کے برابر کئے بغیر چھوڑوں"

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کتاب الام میں فرماتے :-

"رأیت الائمۃ بمکۃ یامرون بھدم ما یبنی علی القبور" میں نے مکہ مکرمہ میں خود دیکھا کہ ائمہ وقت ان تمام قبوں وغیرہ کے گرا دینے کا حکم دیا کرتے تھے جو قبروں پر بنائے جاتے تھے۔

اور اس کی تائید حضرت علی رضؓ کی مذکورہ بالا حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ "ولا قبرا مشرفا الا سویتہ" کوئی اونچی قبر حد شرعی کے برابر کئے بغیر نہ چھوڑی جائے' اور جابر رضؓ کی صریح حدیث جسے مسلم نے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے قبر پر ہر قسم کی عمارت بنانے سے منع فرمایا ہے" اسی کی موئید ہے کیونکہ جن قبروں پر قبہ گنبد یا کسی قسم کی عمارت بنائی گئی ہے وہ سب کی سب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی معصیت اور نافرمانی پر مبنی ہیں' کیونکہ آپ نے قبر پر عمارت بنانے سے منع فرمایا اور انھوں نے عمارت بنائی آپ نے ایسی عمارتوں کے گرانے کا حکم دیا انھوں نے اس کی خوبصورتی اور تزئین کی کوشش کی' پس جو عمارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی پر مبنی ہو اسکے لئے کوئی عزت واحترام ہمارے ہاں نہیں ہے' وہ ایک غاصب اور لیٹرے کی بنائی ہوئی عمارت سے بلکہ مسجد ضرار جس کے گرانے کا حکم شریعت میں موجود ہے۔ سے کہیں زائد اس کی مستحق ہے کہ اسکو گرایا جائے اسلئے کہ اس کے مفاسد بہت زیادہ ہیں اور توحید کی حفاظت وصیانت اس کی مقتضی ہے۔

واللہ المستعان وعلیہ التکلان وھو حسبنا ونعم الوکیل وصلے اللہ علی افضل الخلق اجمعین وسلم علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین۔

Marfat.com

سیرۃ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہابؒ

اب ہم چاہتے ہیں کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب کے مختصر حالات کے متعلق آپکو معلومات پہنچائیں تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ وہ کس پائے کا انسان تھا۔ اور اُس کی زندگی کا مقصد کیا تھا تاکہ آپ پر اُن تمام مخالفانہ تحریرات کا اثر نہ ہو جو اُن کے مخالفین کی طرف سے شائع ہوتی رہتی ہیں جنہوں نے اُسے گمراہ اور کافر کہنے میں کبھی دریغ نہیں کیا۔

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کی تقریریں تصنیفات اور خطوط و مراسلات دنیا میں شائع ہو چکی ہیں اور اُن کے اصل مسودات بھی محفوظ ہیں۔ اس کی دعوت و تبلیغ اور اُس کی زندگی کا مشن اُن کتابوں سے معلوم ہو سکتا ہے۔ اُن کے شاگردوں اور اُن کے عقیدتمند حلقے کے اہل علم وفضل کے عقائد اور خیالات بھی معلوم ہیں۔ اور وہ وہی عقائد تھے جو صحابہ کرام سلف صالحین ائمہ دین، فقہ و فتاویٰ کے مستند علماء کے تھے۔ اللہ تعالےٰ کی ذات اور اُس کی صفات کمال جن کا ذکر قرآن کریم میں اور احادیث نبویہ میں موجود ہے اور جسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے شاگردوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حاصل کیا ہے۔ اُن تمام صفات الٰہیہ پر اُن کا ایمان ہے اور بغیر کسی قسم کی تحریف اور تاویل کے اُس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور نہ خدائے قدوس و برتر کی صفات کو مخلوقات کے صفات کے مشابہ قرار دیتے ہیں۔ وہ بےمثل بے کیف خدائے واحد پر ایمان رکھتے ہیں اور یہی وہ عقیدہ ہے کہ جس پر تابعین، تبع تابعین اور دوسرے اہل علم اور ائمہ دین گذر چکے ہیں جیسے سعید بن مسیب، عروہ بن زبیرؒ، قاسم بن محمدؒ، سالم بن عبداللہ، طلحہ بن عبیداللہ، سلیمان بن یسار اور ایسے ہی اور طبقہ اولیٰ کے علما جیسے مجاہد بن جبیرؒ، عطاء بن ابی رباحؒ، حسن بصریؒ، ابن سیرینؒ، عامر شعبی، جنادہ بن ابی امیہؓ، حسان بن عطیہؓ اور دوسرے طبقہ کے علماء میں سے جیسے علی بن حسین، عمر بن عبدالعزیزؒ، محمد بن مسلم زہری، امام مالکؒ ابن ابی زعبؒ، ابن ماجشونؒ، حماد بن سلمہؒ، حماد بن زید، فضیل بن عیاضؒ، عبداللہ بن مبارکؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام اسحاق بن ابراہیم، امام احمد بن حنبلؒ، امام بخاریؒ، امام مسلم اور ایسے ہی اور بہت سے علماء، فقہاء، محدثین ہر شہر اور ہر زمانے میں جو ہوتے رہے۔

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب نے توحید کے متعلق جو تعلیم دی ہے اور جس توحید کی طرف لوگوں کو دعوت دی ہے وہ کوئی ایسی چیز نہیں جس میں علمائے اسلام کو کچھ بھی اختلاف ہو جس کی توضیح اس طرح کیجا سکتی ہے کہ اسلام کا اصل الاصول لا الٰہ الا اللہ کا اقرار ہے اور یہی خدائے پاک پر ایمان لانے

کے لئے سب سے پہلا سبق ہے اور یہی کلمہ ایمان کی افضل ترین شاخ ہے۔ اس بنیادی اصل کے لئے تین چیزوں کا ہونا نہائت ضروری ہے سب سے پہلے لا الٰہ الا اللہ کا مفہوم سمجھنا اس کے بعد الوہیت کا اقرار کرنا اور اس اقرار کے مطابق اپنی عملی زندگی کو درست کرنا۔ اور یہ ایک ایسی توضیح ہے کہ جس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ شیخ موصوف نے اس پر کسی نئی چیز کا اضافہ نہیں کیا۔ اس اقرار کا نتیجہ یہ ہونا چاہئے کہ ایک خداوند قدوس کی عبادت کیجائے اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہرایا جائے نہیں بلکہ تمام غیر اللہ کی عبادت سے قطعی بیزاری کا اعلان کیا جائے۔ خدا کے سوا ہر ایک چیز کی عبادت سے احتراز کرے چاہے وہ کوئی فرشتہ یا نبی یا کیسا ہی مقرب بارگاہ الٰہی کیوں نہ ہو اسی مقصد کے لئے تمام جن و انس کو پیدا کیا گیا اور اسی توحید کی منادی کے واسطے تمام انبیاء و رسل کو دنیا میں بھیجا گیا۔ اور اسی مقصد کی تکمیل کے لئے آسمانی کتابیں نازل کی گئیں۔ اور یہی دین اسلام ہے جسکا معنے یہ ہے کہ ایک ہی خداوند تعالےٰ کے سامنے انسان جھک جائے اور ایک ہی خدا کے سامنے اپنے آپ کو سونپ دے۔ اور جو شخص خدا کے سامنے اور غیروں کے سامنے بھی جھکا وہ یقینا مشرک ہے اور جو شخص خدا کے سامنے بھی نہیں جھکا اس نے خدا کی عبادت اور اس کی غلامی بجالانے سے تکبر و نخوت کا اظہار کیا۔

قال تعالیٰ۔ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ

وقال تعالیٰ۔ وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ

ہمنے ہر امت میں ایک نہ ایک رسول بھیجا جس نے اپنی قوم کو یہ تعلیم دی کہ ایک اللہ کی عبادت کرو اور بتوں کی عبادت سے بچو اور یہ بھی فرمایا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے پہلے ہمنے کوئی رسول نہیں بھیجا جسے ہمنے یہ وحی نہ کی ہو کہ میرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں پس میری عبادت کرو۔ اور ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کریم میں یوں فرمایا ہے:۔ اذ قال لابیه وقومه اننی براء مما تعبدون الا الذی فطرنی فانه سیهدین ۔ وجعلها کلمة باقیة فی عقبهم لعلهم یرجعون

ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور قوم سے کہا کہ میں ان تمام چیزوں سے بیزار ہوں جس کی تم عبادت کرتے ہو سوائے ایک خدائے تعالےٰ کے جس نے مجھے پیدا کیا وہ مجھے ضرور اپنا راستہ بتائیگا۔ ابراہیم علیہ السلام کے بعد اُن کا ذکر خیر دنیا میں ہم نے زندہ اور باقی رکھا تاکہ لوگ اس کو سمجھیں اور حق کی طرف رجوع کریں۔

اور دوسری جگہ پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یوں ذکر کیا ہے:۔

Marfat.com

اَفَرَأَيْتُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ اَنْتُمْ وَاٰبَاؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْ اِلَّا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ ۔ کیا تم کو معلوم ہے کہ جس چیز کی تم اور تمہارے باپ دادا عبادت کرتے رہے وہ سب کے سب میرے دشمن ہیں ۔ میری محبت صرف ایک پروردگار عالم سے ہے ۔

اور حضرت آدم علیہ السلام کا اسوہ حسنہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا :۔

قَدْ كَانَ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْ اِبْرَاهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَاءُ مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ تمہاری اقتدا کیلئے بہترین نمونہ یا اسوہ حسنہ ابراہیم علیہ السلام کا وجود مبارک اور ان کے ساتھیوں کی زندگی میں ہے۔ جب ان لوگوں نے اپنی قوم سے یہ کہا ہم تم سے اور تمہارے معبودوں سے بیزار ہیں جنکی خدا کے سوا عبادت کر رہے ہو ہم میں اور تم میں کھلی عداوت اور دشمنی ہے تاآنکہ تم ایک خداوند تعالیٰ پر ایمان لاؤ۔

اور ایک اور جگہ پر یوں بھی اُس کا ذکر کیا :۔

واسئل من ارسلنا من قبلك رسلنا أجعلنا من دون الرحمٰن الهة يعبدون اور جن رسولوں کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا اُن کی تعلیم پوچھ دیکھو کیا ہم نے خدا کے سوا کوئی اور معبود بنائے ہیں جس کی عبادت کی جائے ۔

اور نوح علیہ السلام اور اسی طرح ہود، صالح، شعیب کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے کہ ان سب نے اپنی قوم سے یہی کہا :۔

اعبدوا الله ما لكم من اله غيره ۔ کہ ایک اللہ کی عبادت کرو اُس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور اہل کہف کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا :۔

انهم فتية امنوا بربهم وزدناهم هدى وربطنا على قلوبهم اذ قاموا فقالوا ربنا رب السمٰوٰت والارض لن ندعوا من دونه الٰهًا لقد قلنا اذاً شططا ۔ هٰؤلاء قومنا اتخذوا من دونه الهة لولا يأتون عليهم بسلطان بين فمن اظلم ممن افترى على الله كذبا ۔ کہ وہ چند جوان تھے جو اپنے پروردگار پر ایمان لے آئے اور روز بروز ہم ان کو زیادہ ہدایت دیتے گئے ۔ ہم نے اُن کے دلوں پر استقلال کی گرہ لگا دی کہ جب اُن کو بادشاہ وقت نے بت پرستی پر مجبور کیا تو وہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور بول اُٹھے کہ ہمارا پروردگار تو وہی ہے جو آسمان و زمین کا پروردگار ہے ۔ ہم تو اس کے سوا اپنی حاجت روائی کے لئے کسی دوسرے معبود کو پکارنے والے نہیں ہیں ۔ اگر ہم نے ایسا کیا تو ہم نے بڑی ہی بیجا بات کہی ۔ ایک یہ ہماری

Marfat.com

قوم کے لوگ ہیں جنہوں نے خدا کے سوا ...... دوسرے معبود اختیار کر رکھے ہیں۔ ان کے معبود ہونے کی کوئی کھلی دلیل کیوں نہیں پیش کرتے جو شخص خدا پر جھوٹ و بہتان باندھے اُس سے بڑھ کر ظالم کون ہے؟

اور قرآن کریم میں دو جگہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا:-

ان اللہ لا یغفر ان یشرك بہ - کہ اللہ تعالےٰ یہ گناہ کبھی نہیں بخشیگا کہ اُس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھیرایا جائے۔

اور ایک جگہ پر یوں بھی فرمایا:-

انہ من یشرك باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنۃ و ماواہ النار۔ کہ جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھیرایا۔ اللہ نے اُس پر جنت کو حرام کر دیا۔ اور دوزخ میں اُس کا ٹھکانا ہوگا۔

شیخ محمد بن عبد الوہاب فرمایا کرتے کہ ان آیات اور اس مضمون کی دوسری آیات میں وہ شرک بھی داخل ہے جو قبر پرست اور نبیوں، فرشتوں اور صالح بندوں کی پناہ طلب کرنے والے کرتے ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں عرب جس قسم کے شرک میں مبتلا تھے اور جس شرک کو مٹانے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھیجے گئے وہ یہی تھا کہ وہ انبیاء اور صلحاء سے دعائیں مانگتے انہی سے اپنی حاجت روائی کے لئے التجا و فریاد کرتے اور اُن کی قدر و منزلت اور تقرب بارگاہ الٰہی کو اپنی دعا کی قبولیت کے لئے وسیلہ بناتے جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا:-

ویعبدون من دون اللہ مالا ینفعھم ولا یضرھم ویقولون ھؤلاء شفعاؤنا عند اللہ

وقال تعالیٰ فلولا نصرھم الذین اتخذوا من دون اللہ قربانا الٰھۃ بل ضلوا عنھم وذلك افکھم وما کانوا یفترون۔ مشرکین عرب خدا کے سوا اُن کی عبادت کرتے ہیں کہ جو نہ اُن کو نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان اور کہتے ہیں کہ یہ لوگ تو ہمارے سفارشی ہیں خدا کے ہاں تو خدا کے سوا جن چیزوں کو انہوں نے تقرب خدا حاصل کرنے کے لئے اپنا معبود بنایا کیا ان کو اگر قدرت تھی تو انہوں نے عذاب کی وقت اُن کی کیوں نہ مدد کی وہ کرنا تو درکنار وقت پڑنے پر تو اُلٹے اُن کی نظر سے غائب ہی ہوگئے اُن کے جھوٹ اور بہتان طرازیوں کی حقیقت تھی جو اب ظاہر ہوئی۔

شیخ موصوف فرماتے یہ بات سب کو معلوم ہے کہ مشرکین نے اس عقیدہ کا کبھی بھی اظہار نہیں کیا کہ انبیاء اولیاء، صلحاء اور فرشتے خدا کی خدائی میں شریک ہیں یا زمین و آسمان کی پیدائش میں خدا کے ساتھی ہیں۔ اور نہ کبھی انہوں نے یہ کہا کہ مخلوقات خداوندی کے کسی ایک ذرہ میں یا دنیا کے انتظامات

Marfat.com

اور ایجاد مخلوقات اور تاثیرات اشیاء میں وہ بذات خود مستقل ہستی رکھتے ہیں جس کا ذکر قرآن کریم میں بھی اللہ تعالےٰ نے کیا ہے:-

ولئن سألتهم من خلق السموٰت والارض ليقولن الله قل افرأيتم ما تدعون من دون الله ان ارادني الله بضر هل هن كاشفات ضره اوارادني برحمة هل من ممسكات رحمته - قل حسبي الله عليه فليتوكل المتوكلون - اگر آپ ان مشرکین سے سوال کریں کہ زمین وآسمان کو کس نے پیدا کیا؟ تو کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔ تو پھر آپ ان سے کہئے کہ خدا کے سوا جنکو تم پکارتے ہو اگر اللہ تعالےٰ مجھے کسی دکھ میں ڈالنا چاہے تو کیا یہ اُس دکھ سے بچا سکتے ہیں اور اگر اللہ تعالےٰ اپنی رحمت میں مجھے لینا چاہے تو کیا یہ خدا کی رحمت کو روک سکتی ہیں؟ جب یہ نہیں تو پھر ان سے کہدیجئے کہ ایک اللہ مجھ کافی ہے اور اُسی کو اپنا کارساز سمجھکر اُس پر توکل واعتماد رکھیں۔

پس مشرکین کو اس کا اعتراف واقرار ہے اور کبھی انہوں نے اس میں اختلاف ونزاع نہیں کیا۔کہ زمین وآسمان کی پیدائش یا دنیا کے نظم ونسق میں کوئی خدا تعالےٰ کا شریک ہے۔اسی لئے صیغہ استفہام کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے اس کا ذکر کیا۔اور ان جملوں کے ساتھ اُن پر حجت قائم کی اور جو نفع وضرر کے مالک نہیں اُن کی عبادت کو غلط اور باطل قرار دیا۔ آیت قرآنی میں ضر اور رحمۃ کو صیغہ نکرہ کے ساتھ ذکر کرکے ان کے عموم کو ثابت کیا یعنی چھوٹے سے چھوٹا نفع یا نقصان بھی خدا کے سوا نہیں پہنچا سکتا دوسری جگہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے اسی مضمون کو دہرایا جو آیہ قل لمن الارض ومن فيها ان كنتم تعلمون الى قوله فانى تسحرون۔ اور ایک آیت میں فرمایا:-

وما يؤمن اكثرهم بالله الا وهم مشركون۔ ان میں سے اکثر کی یہ حالت ہے کہ وہ ایک طرف خدا پر ایمان ظاہر کرتے ہیں۔ اور ساتھ ہی وہ شرک بھی کرتے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ اور دوسرے مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں یہ فرمایا ہے کہ مشرکین جو خدا کی ربوبیت اور اُس کے ملک قدرت کا اقرار کرتے تھے اس آیت میں اُسی کی ایمان سے تعبیر کیگئی ہے۔ اور باوجود اس اقرار کے جو غیر اللہ کی عبادت کرتے تھے اُسکو مشرک ٹھہرایا۔

شیخ محمد بن عبد الوہاب نے فرمایا کہ قرآن کریم کے کئی ایک مقام پر تفصیل یہ موجود ہے کہ بعض مشرکین نے فرشتوں کو خدا کا شریک ٹھہرایا بعض نے انبیاء اور صلحاء کو بعض نے چاند ستاروں کو بعض نے بتوں کو۔ اور خداوند تعالےٰ نے اُن سب کی تردید کی اور سب کو خدا کی توحید کا

منکر اور غیر اللہ کا پجاری بتایا۔ چنانچہ فرمایا:۔

ولا یامرکم ان تتخذ والملئکۃ و النبیین اربابا من دون اللہ والمسیح ابن مریم وقال لن یستنکف المسیح ان یکون عبد اللہ ولا الملئکۃ المقربون وقال تعالیٰ اتخذ وا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ والمسیح ابن مریم

خداوند تعالیٰ تمہیں یہ حکم نہیں دیتا کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو اپنا رب بناؤ۔ کیا تمہارے مسلمان ہو جانے کے بعد وہ تمہیں کفر کا حکم دیگا۔ اور فرمایا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کبھی اس سے انکار نہیں کرینگے کہ وہ ایک اللہ کے بندے اور اسکے غلام ہیں اور نہ ہی ملائکہ مقربین کو اس سے انکار ہو سکتا ہے۔ یہود کے متعلق فرمایا کہ انہوں نے اپنے علماء و مشائخ کو اور عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کے سوا رب بنا لیا۔ اور اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات قرآن مجید میں موجود ہیں کہ جس سے ایک مومن صادق معلوم کر سکتا ہے کہ انبیاء و صلحاء کی عبادت شرک ہونے کے لحاظ سے یا غیر اللہ کی عبادت کے خیال سے ایسی ہے جیسا کہ چاند ستارے اور بتوں کی عبادت شرک ہے۔

شیخ موصوف نے یہ فرمایا کہ وہ عبادات جنہیں مشرکین نے اپنے معبودان باطل کے لئے جائز کر رکھا تھا۔ وہ یہی ہیں۔ محبت، خشوع و خضوع، توکل، دعا، وفریاد، خوف، وامید، طلب مدد، نذر و نیاز اور قربانی، خوف وامید کی بنا پر طواف اُن کو اپنی امیدوں کا مرجع سمجھنا۔ اُن کے فیوض واحسانات اور عنایات کے ساتھ دلوں کی وابستگی کرنا۔ اور یہی وہ چیزیں ہیں جنہیں اشرف العبادات سمجھنا چاہیئے۔ یہی وہ چیزیں ہیں جنہیں تمام اعمال اسلامیہ کا خلاصہ کہنا چاہیئے۔ اور جو عمل بھی اس سے خالی ہوگا وہ ناقص و مردود ہوگا۔ کفار و مشرکین میں سے جس کسی نے ان چیزوں کو خدا کے سوا کسی اور کے ساتھ بھی قائم کیا اُس کے مشرک ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے اور اس [illegible] قرآن کریم کی ان آیات میں کیا گیا ہے:۔

افمن یخلق کمن لا یخلق افلا تذکرون وقال تعالیٰ ام لھم الھۃ تمنعھم من دوننا لا یستطیعون نصر انفسھم ولا ھم منا یصحبون۔ وقال تعالیٰ ءاتخذ من دونہ الھۃ ان یردن الرحمٰن بضر وقال تعالیٰ والذین تدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئا وھم یخلقون کیا وہ ذات [illegible] جیسی ہو سکتی ہے جو کچھ بھی نہیں پیدا کر سکتی کیا اس پر بھی نصیحت نہیں پکڑتے [illegible]

کوئی اور خدا ہیں جو انہیں ہمارے عذاب سے بچا سکیں۔ نہ تو یہ آپ اپنی مدد کر سکتے ہیں اور نہ ہمارے مقابلہ میں کوئی ان کا ساتھ دیگا۔ اور فرمایا کیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو اپنا معبود بناؤں اگر اللہ مجھے نقصان پہنچانا چاہے۔ مگر یہ جو لوگ خدا کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں ان کی حالت یہ ہے کہ وہ کوئی چیز ہی پیدا نہیں کر سکتے۔ بلکہ وہ خود پیدا کئے ہوئے ہیں۔

اہل دوزخ کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالے نے ان کا یوں حال بیان کیا کہ جن معبودان باطل کی وہ دنیا میں عبادت کرتے رہے ان سے کہیں گے۔ آیت (تاللہ ان کنا لفی ضلال مبین اذ نسویکم برب العالمین) خدا کی قسم ہم صریح گمراہی میں مبتلا تھے جب کہ ہم تمہیں خدائے رب العالمین کے ساتھ برابر کرتے تھے۔

اور یہ معلوم ہے کہ کفار نے کبھی بھی اپنے معبودان باطل کو پیدائش تدبیر عالم اور تاثیر اشیاء میں کبھی بھی اللہ کے ساتھ برابر نہیں کیا تھا۔ مساوات صرف محبت خشوع و خضوع تعظیم و دعا اور اسی قسم کی عبادات میں تھی۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب رح نے فرمایا کہ اسی قسم کے مشرکین جو اولیاء اور صلحاء کی عبادت کرتے ہیں ہم ان کے مشرک ہونے کا فتوے دیتے ہیں۔ اور انہیں کافر سمجھتے ہیں۔ مگر جبکہ ان پر تعلیم نبوی (صلعم) کے رو سے حجت و استدلال قائم کریں اسکے سوا اور گناہ جو مرتبے اور فساد میں اس سے کم ہی اس کی وجہ سے ہم کافر نہیں کہتے اور نہ اہل قبلہ کو بمجرد عبادت قبور کی وجہ سے ہم کافر کہتے ہیں اور غالی قدریہ۔ جہمیہ۔ رافضیہ وغیرہ فرقے جنکو سلف امت نے ان کے غلو کی وجہ سے کافر کہا ہے۔ ہم دین کے اماموں اور مفتیوں کے اقوال و فتاویٰ سے اسباب میں خروج نہیں کرتے۔ بلکہ جو کچھ سلف صالحین نے ان کے متعلق کہا ہے وہی ہم کہتے ہیں۔ اور اللہ کے سامنے ان تمام لغویات سے جو خوارج نے کی ہیں اپنی بیزاری کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم معمولی گناہ پر مسلمانوں کو کافر کہیں۔

اور امام موصوف نے یہ بھی کہا کہ صرف کلمہ شہادت کے پڑھ لینے سے اور بغیر اسکے معنی جانے اور اسپر عمل کئے کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ایسی صورت میں یہ بنی نوع انسان پر ایک حجت ہوگی کہ کلمہ شہادت اسکو پہنچا اور اسنے نہ اسکو سمجھا نہ اسپر عمل کیا۔ بخلاف ان لوگوں کے کہ جو کہتے ہیں کہ ایمان کے لئے صرف اقرار کافی ہے جیسے کہ کرامیہ اور جہمیہ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان منافقین [illegible] کا اظہار کیا تھا۔ باوجودیکہ انہوں نے نہایت ہی مؤکد [illegible] اذا جاءک المنافقون قالوا نشہد انک

لرسول الله واللہ یعلم انك لرسولہ والله یشهد ان المنافقین لکذبون) جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم اس کی شہادت دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ آپ اسکے رسول ہیں اللہ اس بات کی بھی شہادت دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں منافقین نے شہادت اور لام تاکید اور جملہ اسمیہ کا استعمال کر کے نہائت مؤکد طریق پر شہادت رسالت دی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اُن کی تکذیب کی اور اسی طریقے سے مؤکد طریقے کے ساتھ تردید کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایمان میں اقرار صادق اور عمل صالح کا ہونا ضروری ہے۔ پس جس شخص نے لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دی اور غیر کی عبادت کی پس فی الحقیقت اُس کی کوئی شہادت نہیں، اگرچہ وہ نماز روزے کا پابند ہے۔ اور اگرچہ وہ زکوٰۃ دیتا ہے اور دوسرے اعمال اسلام کو بھی ادا کرتا ہے کیونکہ اللہ نے ان لوگوں کے متعلق جو بعض کتاب پر تو ایمان لے آئے اور بعض کو جھٹلا دیا فرمایا:

افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض۔ (وقال) ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذلك سبیلا اولئك هم الکافرون حقا۔ کیا تم بعض کتاب پر ایمان لاتے ہو اور بعض سے کفر کرتے ہو۔ دوسری آیت میں فرمایا۔ جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول سے انکار کرتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ اللہ اور اُس کے رسول میں تفریق ڈالدیں یہ کہتے ہیں کہ ہم بعض کتاب پر ایمان لاتے ہیں اور بعض سے کفر کرتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ بیچ میں ایک نیا راستہ پیدا کرلیں۔ مگر یہ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ یہ لوگ کھلے کافر ہیں۔

اقسام کفر

کفر دو قسم ہے ایک مطلق اور دوسرا مقید۔ پس مطلق کفر یہ ہے کہ تمام شریعت محمدیہ سے انکار کرے۔ اور مقید کفر یہ ہے کہ شریعت محمدیہ کے بعض سے انکار کردیا جائے۔ یہاں تک کہ بعض علماء نے اُسکو بھی کافر کہا ہے جو ایک فرعی مسئلے سے انکار کرے جس پر علماء امت کا اجماع ہو چکا ہے جیسا کہ دادے اور نانے کی وراثت کا مسئلہ ہے۔ اگرچہ وہ شخص نماز روزے کا پابند ہو۔ پس وہ شخص جو صلحاء سے دعا مانگے اور اُن کے لئے عبادت کرے وہ کیونکر مومن ہو سکتا ہے؟ اور یہ مسئلہ مذاہب اربعہ کی کتابوں میں موجود ہے۔

شیخ موصوف نے یہ بھی فرمایا کہ صحابہ کرام نے مانعین زکوٰۃ کو کافر قرار دیا اور اُن سے جہاد کیا

باوجودیکہ وہ کلمہ شہادت پڑھتے تھے۔ اور نماز۔ روزہ وحج کے پابند تھے۔ اور اسپر امت کا اجماع ہے کہ بنی عبید قداح کافر ہیں۔ حالانکہ وہ کلمہ شہادت پڑھتے تھے اور نماز کے پابند تھے۔ اور قاہرہ، مصر وغیرہ میں مساجد بناتے تھے۔ اور یہ بھی انہوں نے ذکر کیا کہ ابن جوزی نے ایک مستقل رسالہ اس موضوع پر لکھا کہ اُن سے جہاد واجب ہے۔ اور اس رسالے کا نام "النصر علی مصر" اور فرمایا کہ جس شخص کو علم اور دین کے ساتھ کچھ بھی مناسبت ہے وہ اس حقیقت سے بے خبر نہیں۔ پس قبر پرستوں کے متعلق یہ کہنا کہ وہ نماز پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں، قیامت کے متعلق ایمان رکھتے ہیں یہ صرف عوام کی آنکھ میں خاک جھونکنا ہے۔ اور اُن کے شرک کو رواج دینے کے لئے ایک عیارانہ کوشش ہے۔ اگرچہ قبر پرستوں کے ایمان و اسلام کے متعلق اُن کے حامی کوشش کریں۔ لیکن اللہ اور اس کا رسولؐ اور مومنین اس سے بری ہیں۔ اور تقدیر۔ جبر۔ امامت۔ تشیع اور اس قسم کے دوسرے مسائل اُن کے متعلق شیخ کا وہی عقیدہ ہے جو سلف صالح اور ائمہ دین کا تھا۔ شیخ ان تمام عقائد سے جو قدریہ۔ مرجیہ۔ جبریہ۔ روافض۔ شیعہ وغیرہ کے ہیں۔ ان سے اپنی بیزاری کا اظہار کرتے تھے وہ تمام اصحاب رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے دوستی رکھتے تھے۔ اور ان میں جو کچھ اختلافات تھے ان میں خاموشی ان کا شیوہ تھا اور اُن کا یہ عقیدہ تھا کہ وہ تمام لوگوں میں سے زیادہ اس کے مستحق ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن کی خطاؤں اور لغزشوں سے درگذر کرے۔ اور اللہ کی بخشش، احسان، فضل وکرم کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ کیونکہ اُن کے فضائل اور اللہ کے دین کے لئے جہاد اور اسلام کو اُن کا سب سے پہلے قبول کرنا۔ اور جو اُن کے ہاتھوں علم نافع اور عمل صالح کی برکت سے لاکھوں انسانوں کے دل مفتوح ہوئے اور اُن کے ہاتھوں مختلف ممالک پر اسلامی جھنڈا لہرایا۔ شرک، بت پرستی، آتش پرستی، کواکب پرستی اور ایسے ہی اور طرح طرح کی جہالتیں اُن کے مبارک ہاتھوں سے مٹیں۔

اور شیخ موصوف ان تمام افعال شنیعہ سے بیزاری کا اظہار کرتے جو روافض کا شیوہ ہے اور اُن کا عقیدہ تھا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد امت میں سب سے افضل ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ پھر عمرؓ پھر عثمانؓ پھر علی رضی اللہ عنہم تھے۔

اور شیخ موصوف کا یہ عقیدہ تھا کہ وہ قرآن مجید جسے جبرائیل امین لیکر آئے اور سید المرسلین خاتم النبیین کے دل پر اس کا القا ہوا وہ اللہ کا کلام ہے اور غیر مخلوق ہے۔ اور جہمیہ کی رائے سے بیزاری کا اظہار کرتے تھے۔ اُن کا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید مخلوق ہے۔ اور جمہور سلف سے اُن کے متعلق کفر کا فتویٰ نقل کرتے تھے۔ اور کلابیہ کی رائے سے بھی بیزاری کا اظہار کرتے جن کا عقیدہ ہے

Marfat.com

کہ کلام الٰہی ایک امر معنوی ہے جو کہ نفس باریتعالےٰ کے ساتھ قائم ہے۔ اور جبرائیل علیہ السلام جو کلام لیکر آئے ہیں یہ حکایت اور تعبیر ہے۔ اس معنیٰ نفس سے اور سب سے پہلے جس نے یہ خیال ظاہر کیا وہ ابن عبداللہ بن کلاب تھا۔ اور اس سے اشعری[1] اور قلانسی وغیرہ نے لیا۔

اور بدعات صوفیہ اور ارباب طریقت کے وہ تمام اعمال جو رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ہوں مثلاً خلاف شرع وظائف واذکار اور چلہ کشی وغیرہ سب ناجائز سمجھتے تھے۔ کسی فقیہ کی رائے یا عالم کے مذہب کیوجہ سے کسی حدیث کو چھوڑنا جائز نہیں سمجھتے تھے۔ حدیث رسول اللہ کی عزت اُن کے دل میں اس سے کہیں زائد تھی۔ کہ کسی ایک مجتہد کے قول کیوجہ سے اُسے چھوڑ دیا جائے جیساکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم کی حدیث کے ہوتے ہوئے کسی فقیہ یا مجتہد کی رائے ہمارے لئے حجت نہیں۔

ہاں ضرورت کے وقت اور ایسی حالت میں جبکہ احادیث رسولؐ کے متعلق واقفیت نہو یا اُسکی اہلیت نہو یا قواعد استنباط سے بے خبر ہو تو تقلید کی اجازت دیتے تھے۔ لیکن یہ بھی اجازت عام نہ تھی بلکہ نہائت ضرورت اور تکلیف کی حالت میں۔ اور قول مجتہد کو اُسوقت تک واجب العمل نہ سمجھتے جبتک کہ اُس کی کوئی دلیل کتاب وسنت سے ثابت نہو جاتی۔ جیساکہ عام طور پر غالی مقلدین کا مسلک ہے۔ آپ ائمہ اربعہ سے محبت رکھتے اور اُن کے علم وفضل امانت و دیانت کے معترف تھے۔ اور اُن کا عقیدہ تھا کہ ائمہ اربعہ اپنے فضائل اور مناقب کے لحاظ سے کسی زبان دراز اور یاوہ گو کی لغویت کی رسائی سے بہت بلند ہیں۔ اور آپ تمام اہل اسلام سے محبت رکھتے تھے۔ اور علماء اسلام کیا اہل حدیث، کیا اہل فقہ وتفسیر اور کیا اہل زہد وعبادت سب سے محبت کرتے اور ائمہ دین، سلف صالحین سے تفرد کو ناجائز سمجھتے۔ اور دین میں کوئی ایسی بات پیدا نہ کرتے جس کی کوئی اصل نہ ہوتا۔ اور جس کے لئے ائمہ حدیث اور اہل علم کے اقوال سے ثبوت ہوتا۔ اور ان احکام پر ایمان رکھتے تھے جو کتاب اللہ میں موجود ہیں۔ اور جو صحیح احادیث سے ثابت ہیں مثلاً مسلمانوں کا خون، اُن کی مال و دولت، اُن کی عزت وعصمت کو واجب احترام سمجھتے۔ اور ان میں کسی چیز کو بھی جائز ومباح نہ قرار دیتے تھے۔ مگر جسکو کہ شریعت نے روا رکھا یا جس کو رسول اللہؐ نے مباح الدم اور ناقابل اعتراض قرار دیا ہو۔ اور جس کسی نے شیخ موصوف کی طرف ان عقائد کے خلاف کسی اور چیز کی نسبت کی وہ کذاب اور مفتری ہے۔ ان سے بغیر علم اور واقفیت کی جو کچھ کہا

---

[1] کچھ مدت کے بعد اشعری اس عقیدہ سے تائب ہوگئے تھے اور سلف کے مطابق اپنے عقیدہ کا اظہار مستند تصانیف میں کیا۔ (مترجم)

Marfat.com

اللہ تعالےٰ کے ہاں کذّاب اور مفتریوں کے لئے جو سزا ہے وہ اُسے ضرور ملے گی۔

شیخ موصوف نے کلمہ توحید اور کلمہ اخلاص پر بہت مفید تقریریں اور بحثیں کی ہیں جن کا ماحصل یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں اور ہر قسم کی عبادت محض اللہ ہی کے لئے ہے اور کلمہ توحید کے یہی معنے ہیں۔ کیا بلحاظ لغت اور کیا بلحاظ محاورہ کے متکلمین وغیرہ نے جو اس کے معنے کئے ہیں وہ بلحاظ لغت کے صحیح نہیں۔ کیونکہ اِلٰہ حق وہی ہوگا جو قادر مطلق ہو اور کسی کا محتاج نہ ہو مگر یہ معنے کسی طرح بھی وضع لغت کے لحاظ سے صحیح نہیں۔ ہاں یہ معنی لازمی ہے نہ معنے حقیقی متکلمین اس حقیقت سے بے بہرہ رہے ہیں کہ ”اِلٰہ“ کے مفہوم میں الوہیت اور عبادت خالصہ مراد ہے۔ انہوں نے یہ خیال کیا کہ توحید ربوبیت اور قدرت کاملہ کا اقرار ہی انتہائی مقصد ہے۔ لفظ ”اِلٰہ“ سے اور توحید کے لئے صرف اتنا ہی کافی ہے۔ لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے متکلمین نے جو کچھ سمجھا وہ اصل اسلام اور ایمان میں قطعاً ناکافی ہے۔ سوائے اس صورت کے کہ اس کے ساتھ ساتھ توحید الوہیت کا بھی اعتراف ہو۔ ایک خدا کی عبادت ہو اور اُسی کے لئے محبت، خشوع وخضوع، تعظیم، توکل اور خوف و امید ہو۔ پس یہی اصل اسلام اور بنیاد ایمان ہے۔ (علامہ ابن قیمؒ نے نونیہ میں فرمایا:-

ان کان ربک واحداً اسبحانہ ۔۔۔ فاخصصہ بالتوحید مع احسان

او کان ربک واحداً انشاک لم ۔۔۔ یشرکہ اذا انشاک رب ثان

فکذاک ایضاً وحدہ فاعبدہ لا ۔۔۔ تعبد سواہ یا اخا العرفان

اگر ایک خدا تیرا پروردگار ہے تو تو صرف اسی ایک کی عبادت کر جس ایک خدا نے تجھے پیدا کیا اسکے ساتھ شریک مت ٹھہرا اسی طرح اس ایک کی عبادت کر اور کسی دوسرے کی عبادت نہ کر اے بھائی اگر تجھے کچھ بھی معرفت حاصل ہے'

اور اس قسم کے جملے بہت سے ائمہ تفسیر و حدیث اور سلف صالحین سے اجمالاً اور تفصیلاً منقول ہیں۔

شیخ موصوف نے کلمہ شہادت کے دوسرے حصے یعنی اشھد ان محمداً رسول اللہ میں ان تمام چیزوں کو لازم قرار دیا جنکو یہ شہادت مستلزم ہے مثلاً آپکی متابعت اور حقوق نبویہ کا حفظ و قیام آپکی محبت تعظیم وتکریم اطاعت ومتابعت اور آپکی سنت وطریقہ کو تمام طریقوں اور سنتوں اور اقوال پر مقدم سمجھے جس جگہ پر سنت رسول اللہ صلعم روکدے اسجگہ رک جائے جہاں تک پہنچائے وہاں پہنچے کیا اصول دین اور کیا فروعی مسائل کیا ظاہر شریعت اور کیا باطن شریعت غرض کہ خفی اور جلی احکام کلیات وجزئیات تمام کے تمام میں اطاعت سنت رسول اللہ صلعم پیش نظر ہو۔

Marfat.com

اس سے شیخ موصوف کے علم وفضل کا پتہ چل سکتا ہے وہ یقیناً صاحب کرامات شخص تھا اسنے محیر العقول طریقے پر اصلاح کی اتباع سنت کے میدان کا وہ زبردست شہسوار تھا کہ جس کے غبار کو بھی ہم نہیں پہنچ سکتے ان کے دشمنوں اور مخالفوں پر یہ شعر صادق آتا ہے :-

حسدوا الفتی اذلم ینالوا سعیه　　　فالقوم اعداء له وخصوم

کضرائر الحسناء قلن لوجهها　　　حسدًا و بغیا انه لدمیم

قوم کی قوم اس کی دشمن ہو چکی جب اس کے کمال و مرتبت کو نہ پہنچ سکے تو بغض و حسد کے کھوٹے ہتھیاروں پر اُتر آئے جس طرح حسنا کی سوکنوں نے اسکے مہ جبین چہرے کو محض حسد و بغض سے بدنما اور داغ دار کہا ۔

شیخ موصوف کے جو فضائل و مناقب ہیں وہ ارباب بصیرت اور اہل علم سے مخفی نہیں ہیں ۔ امام شافعی رحمہ اللہ تعالےٰ کا قول ہے ۔ جب میں لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ اصحاب رسول اللہ کو گالیاں دیتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سے صحابہ کرام کے حسنات میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ بھی ایسے وقت میں جبکہ ان کی عملی زندگی ختم ہو چکی اور افضل امت ابو بکر رض اور عمر رض جاہل اور بے ہودہ انسانوں کے لعن وطعن کے ہدف بنے اور جو کچھ شیخ موصوف کے عقائد ہم نے نقل کئے ہیں یہ ہی اقوال ہیں جو اہل سنت والجماعت کے بڑے بڑے علماء سے مجملاً و مفصلاً منقول ہیں ۔

عقائد اہل حدیث

چنانچہ شیخ ابو الحسن الاشعری اپنی کتاب مقالات الاسلامیین میں فرماتے ہیں " تمام اہل حدیث اور اہل سنت کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ ایک اللہ کا اقرار اور اس کے فرشتوں ۔ کتابوں ۔ رسولوں پر ایمان لائیں اور جو کچھ صحیح روایات سے رسول اللہ ؐ سے ثابت ہو اس میں سے کسی چیز کو رد نہ کریں اور اللہ ایک خدا ہے جو بے نیاز ہے ۔ نہ اس کی جورو ہے نہ اولاد ہے " محمد " اس کے بندے اور اسکے رسول ہیں اور جنت اور دوزخ ۔ برحق ہے ۔ قیامت آنے والی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں اور اللہ تعالیٰ مردوں کو قیامت کے دن اٹھائیگا اور اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہے جیسا کہ اس نے فرمایا " الرحمٰن علی العرش استوی " اللہ عرش کے اوپر بلند ہوا اور اسکے دو ہاتھ ہیں جس کی کوئی کیفیت نہیں بیان کرسکتے جیسا کہ اسنے فرمایا " لما خلقت بیدی " جس کو میں نے اپنی دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا اور جیسا کہ اسنے فرمایا " بل یداہ مبسوطتان " بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کرم و بخشش

Marfat.com

کیلئے کھلے ہوئے ہیں اور اسکے لئے منہ ہے جیسا کہ اسنے فرمایا "ویبقی وجہ ربک ذو الجلال و الاکرام" اور باقی رہیگا منہ رب تیرے کا جو عزت وجلال کا مالک ہے۔ معتزلہ اور خوارج کیطرح یہ نہیں کہا جائیگا کہ اللہ کی صفات اس کی غیر ہیں اور علماء اہل سنت نے اس کا اقرار کیا ہے کہ اللہ کیلئے علم ہے جیسا کہ اسنے فرمایا "انزلہ بعلمہ" اتارا قرآن مجید کو ساتھ علم اپنے کے اور جیسا کہ فرمایا "وما تحمل من انثی ولا تضع الا بعلمہ" جو کچھ عورت کے پیٹ میں ہے یا جو جنتی ہے سب خدا کے علم میں ہے۔ اور اسی طرح محدثین نے سمع اور بصر بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کی ہے اور معتزلہ کی طرح اس صفات کا انکار نہیں کیا اور اللہ کے لئے قوت بھی ثابت کی ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا:۔ اولم یروا ان اللہ الذی خلقھم ھو اشد منھم قوۃ" کیا وہ نہیں جانتے کہ جس خدا نے انہیں پیدا کیا ہے وہ ان سے زیادہ طاقت ور ہے۔ اور یہ بھی ان کا عقیدہ ہے کہ کوئی خیر و شر خدا کے حکم اور ارادے کے بغیر نہیں ہوتا اور یہ کہ تمام چیزیں خدا کے منشا کے ماتحت ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ" تم وہی چاہتے ہو جو اللہ چاہتا ہے اور جس طرح کہ مسلمان کہتے ہیں جو اللہ چاہے ہوتا ہے اور جو اللہ نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔ اور یہ کہ کوئی شخص کسی کام کو اللہ کے علم سے پہلے نہیں کر سکتا اور نہ کوئی شخص اسبات کی طاقت رکھتا ہے کہ اللہ کے علم سے باہر ہو جائے اور وہ کام کرے جس کا اللہ کے علم میں نہ ہونا لکھا ہے اور انکا اقرار ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی سب چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور بندوں کے اعمال کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ بندوں میں یہ قدرت نہیں کہ وہ کسی چیز کو پیدا کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے مومنین کو اپنی اطاعت کی توفیق بخشی اور کافروں کے حصے میں اس کی معصیت اور نافرمانی کی نامرادی اور روسیاہی ہے اسکا لطف وکرم اور نظر کرم مومنوں کے شامل حال ہے۔ اس کی عنایت سے مومنوں کو صلاحیت اور ہدایت نصیب ہوئی اور کافر اس کے لطف وکرم سے محروم رہے ان کے حصے میں صلاحیت وہدایت کے بجائے شقاوت وبدبختی آئی۔ اگر اس کی عنایت ان کے شامل حال ہوتی تو یہ بھی صلاحیت وہدایت سے بہرہ ور ہوتے۔ اللہ تعالےٰ اس پر قادر ہے کہ وہ کافروں کو صلاحیت عنایت کرے اور ان پر لطف وکرم کرے تا کہ وہ ایمان قبول کریں لیکن اسکے علم کے مطابق وہ کافر ہی رہیں گے اور ان کے حصے میں گمراہی شقاوت نامرادی اور ذلت ہے۔ اور خیر وشر سب کے سب اللہ کی قضا وقدر پر موقوف ہے۔ اہل حدیث اس کی قضاء قدر پر ایمان رکھتے ہیں وہ خیر وشر ہو وہ خوش آئند ہو یا ناخوش آئند اور ان کا ایمان ہے کہ وہ اپنے نفسوں کے لئے نفع ونقصان کے مالک نہیں۔ نفع ونقصان صرف

Marfat.com

اللہ تعالے کے قبضہ قدرت میں ہے جیسا کہ اللہ تعالے نے قرآن شریف میں کئی جگہ فرمایا۔ اپنی حاجات اور ضروریات اللہ تعالے کے سامنے پیش کرتے ہیں اور ہر وقت اور ہر حالت میں اپنے آپ کو اللہ تعالے کے سامنے فقیر عاجز اور محتاج سمجھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ قرآن مجید اللہ کا کلام غیر مخلوق ہے اور جو اس مسئلہ میں توقف کرے ان کے نزدیک بدعتی ہے۔ نہ یہ کہنا جائز ہے کہ تلفظ قرآن مجید مخلوق ہے اور نہ یہ جائز ہے کہ غیر مخلوق ہے . . . . اور وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالے کا قیامت کے روز اسی طرح دیدار ہوگا جس طرح چودھویں کی رات کو چاند کا۔ مومن دیدار سے مشرف ہوں گے اور کافر اس سے محروم ہوں گے جیسا کہ اللہ نے فرمایا کلا انھم عن ربھم یومئذ لمحجوبون۔ ہرگز نہیں وہ اس دن اپنے پروردگار سے دور کر دیئے جائینگے۔ یہ کہ موسیٰ علیہ السلام نے خدا کے دیدار کا دنیا میں مشاہدہ چاہا تو اللہ تعالے نے ایک پہاڑ کی طرف تجلی فرمائی جو انوار و تجلیات الٰہی سے ریزہ ریزہ ہو گیا جس سے معلوم ہو گیا کہ دنیا میں نہیں بلکہ صرف آخرت میں ہی دیدار الٰہی ہوگا۔ اور وہ کسی اہل قبلہ کو صرف گناہ کی وجہ سے کافر نہیں کہتے۔ چوری۔ زنا اور اس جیسے کبائر کے مرتکب کو جو ایمان رکھکر ان افعال کا مرتکب ہو کافر نہیں کہتے اور ان کے نزدیک ایمان اللہ ملائکہ اور اس کی کتابوں اسکے رسولوں اور دن قیامت پر اور تقدیر کی اچھائی۔ برائی پر اس خوش آیند اور ناخوش آیند پر ایمان لانا اور یہ ماننا کہ جو مصیبت ان سے ٹل گئی ہے وہ ان کے لئے آنیوالی ہی نہ تھی اور جو ان کو پہنچ چکی ہے وہ ٹلنے والی ہی نہ تھی۔

اور اسلام ان کے نزدیک اس امر کا اقرار ہے کہ کوئی عبادت کے قابل نہیں مگر ایک اللہ جیسا کہ حضرت جبرائیل کی مشہور حدیث میں مذکور ہے۔

اور ان کے نزدیک ایمان اور اسلام میں فرق ہے۔

اور وہ اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالے دلوں کا پھیرنے والا ہے اور وہ اقرار کہ ... اللہم کی شفاعت اپنی امت کے گناہگاروں کیلئے ہوگی۔ اور ان کا عذاب قبر پر ایمان ہے حوض ... اور حساب و کتاب سچ ہے اور ایک دن خدا کے سامنے کھڑا ہونا پڑیگا۔

اور وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ایمان اقرار اور عمل کا نام ہے وہ بڑھتا ہے اور کم ہوتا ہے۔ اور وہ یہ نہیں کہتے کہ ایمان مخلوق ہے یا غیر مخلوق ہے اور وہ کہتے ہیں کہ اسمائے الٰہی عین الٰہی ہیں۔

اور وہ کسی کبیرہ گناہ کے مرتکب کو دوزخی نہیں کہتے اور نہ وہ موحدین میں سے کسی کے متعلق یہ حکم کہتے ہیں کہ یہ ضرور جنت میں جائیگا۔ جہاں اللہ تعالے چاہیگا ان کو جگہ دیگا اور وہ کہتے ہیں کہ

Marfat.com

یہ خدا کے ہاتھ میں ہے اگر چاہے ان کو عذاب دے چاہے معاف کردے اور یہ ان کا یقین ہے کہ اللہ تعالٰے موحدین کی ایک جماعت کو آگ سے آزاد کریگا جیسا کہ احادیث میں وارد ہوا۔

دینی مسائل میں جنگ وجدل کو ناپسند سمجھتے ہیں خصوصًا تقدیر کے مسئلہ میں اور مسائل علم کلام میں مناظرے کو ایک نہایت ہی امر مذموم اور شنیع سمجھتے ہیں۔ ان روایات کو تسلیم کرتے ہیں جو صحیح ثابت ہوچکی ہیں اور اسی طرح وہ آثار جنہیں ثقہ اور عدل راویوں نے دوسرے ثقہ اور عدل راویوں سے نقل کیا ہے اور اسکی لم تلاش کرنے کے درپے نہیں ہوتے اور نہ اسپر شکوک وشبہات کا اظہار کرتے ہیں کیونکہ یہ بدعت ہے۔

اور انکا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے کہیں بھی بدی کا حکم نہیں دیا بلکہ اس سے منع کیا اور نیکی بھلائی کا حکم دیا۔ صحابہ کرام کے مرتبے کو خوب پہچانتے ہیں ان کے فضائل ومناقب کو پیش نظر رکھتی ہیں اور ان کے اختلافات سے چشم پوشی کرتے ہوئے خاموشی اختیار کرتے ہیں۔ سب سے افضل ابوبکرؓ پھر عمرؓ پھر عثمانؓ پھر علیؓ کو سمجھتے ہیں اور اقرار کرتے ہیں کہ وہی خلفائے راشدین المہدیین ہیں۔ رسول اللہ صلعم کے بعد تمام لوگوں سے افضل ان تمام احادیث کی تصدیق کرتے ہیں جن میں اللہ تعالٰی کا آسمان دنیا کی طرف نزول فرمانا ثابت ہے۔

کتاب وسنت ان کیلئے اصل الاصول ہیں جیسا کہ اللہ تعالٰے نے فرمایا۔ "فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ" اگر تمہارا کسی معاملے میں نزاع ہو تو اسکو اللہ اور اسکے رسول کے سامنے پیش کرو اگر تم اپنے ایمان میں سچے ہو اور ان کا عقیدہ ہی کہ اتباع سلف صالحین اور ائمہ دین ایک ضروری چیز ہے کوئی نئی بات ان کے دین میں نہیں نکالتی تب تک کہ اللہ تعالٰی کا اذن نہ ہو اور اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالٰے قیامت کے روز آئیگا جیسا کہ اسنے فرمایا "وجاء ربک والملک صفا صفا" آئیگا رب تیرا اور فرشتے صف درصف۔ اور اللہ تعالٰی اپنی مخلوق کے قریب ہوتا ہے جس طرح چاہتا ہے جیسا کہ اسنے فرمایا "ونحن اقرب الیہ من حبل الورید" ہم انسان کے شہرگ سے بھی قریب ہیں۔

عید۔ جمعہ۔ جماعت ہر امام کے پیچھے جائز سمجھتے ہیں۔ امام فاسق ہو یا فاجر اور مسح علی الخفین موزے سفر وحضر میں جائز سمجھتے ہیں اور مشرکین کے ساتھ جہاد کرنا فرض سمجھتے ہیں اسوقت سے جبکہ اللہ تعالٰے نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا اور اسوقت تک جبکہ ایک چھوٹی سی جماعت دجال کے ساتھ جہاد کریگی۔ اور مسلمان ظالم بادشاہوں سے بغاوت کو ناجائز جانتے ہیں اور ان کیلئے

Marfat.com

دعوت اصلاح ضروری خیال کرتے ہیں۔ اور ان کا ایمان ہے کہ دجال نکلیگا اور عیسیٰ علیہ السلام اسکو قتل کرینگے اور منکر نکیر حق ہیں۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی۔ اور دعا مسلمان مردہ کے لئے جائز ہے اور ان کی طرف سے صدقہ کرنے سے ثواب پہنچتا ہے۔ اور دنیا میں جادو موجود ہے مگر جادوگر کافر ہے اور نماز ہر مسلمان میت پر پڑھنا جائز سمجھتے مومن ہو یا فاسق و فاجر اور جنت و دوزخ پیدا ہو چکی ہیں اور جو شخص مرتا ہے اپنے اجل سے مرتا ہے اور جو قتل ہوتا ہے وہ اپنے اجل سے قتل ہوتا ہے۔ رزق سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے عنایت ہوتے ہیں وہ حلال ہوں یا حرام اور شیطان انسان کے دل میں وسوسہ شک اور خبط ڈالتا ہے۔ صلحاء اور اولیاء کو اللہ تعالیٰ کرامات سے مشرف کرتا ہے اور حدیث قرآن مجید کو منسوخ نہیں کرسکتی نابالغ مرے ہوئے بچوں کا حکم اللہ کے سپرد کرتے ہیں چاہے انہیں عذاب دے اور چاہے جو مناسب سلوک کرے۔ اللہ تعالیٰ بندوں کے تمام اعمال سے خبردار اور واقف ہے اور اسنے لکھ رکھا ہے کہ یہ کام ہو کر رہیگا۔ اور تمام کام اللہ کے اختیار میں ہیں۔ احکام الہیہ پر صابر و شاکر رہنا۔ اوامر کو بجالانا اور نواہی سے بچنا فرض سمجھتے ہیں اور اخلاص عمل اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی ان کے اعمال کی زینت ہے اور کبائر۔ زنا۔ جھوٹ۔ فخر۔ تکبر۔ لوگوں کو حقیر سمجھنا۔ سے بچنا ضروری سمجھتے ہیں اور ہر انکی عبث سے اجتناب اور تلاوت قرآن شریف اور کتب حدیث کی مشغولیت کتب فقہ کا مطالعہ ضروری سمجھتے ہیں اور ہر طرح کا حسن خلق۔ تواضع۔ انکساری کو پسند کرتے ہیں۔ ایذادہی۔ غیبت اور ایسے دوسرے قسم کے ایذادہ اعمال سے پرہیز کرتے ہیں۔

ان کے خیالات و عقائد اور معمولات کا یہ مجمل سا خاکہ ہے ان محدثین اور ائمہ دین کے اقوال کے مطابق ہمارا مذہب ہے اور یہی ہمارے معمول بہا ہیں وما توفیقنا الا باللہ وھو حسبنا اللہ الوکیل۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دوسرا رسالہ

مصنفہ

حضرت امام عبداللہ بن شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہما اللہ

۱۲۱۸ھ ہجری میں جب حضرت عبداللہ بن شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہما اللہ تعالیٰ حضرت امام سعود اول کے ہمراہ موحدوں کی ایک زبردست جماعت کے ساتھ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو اہل مکہ مکرمہ نے اہل نجد کے عقائد کے متعلق ان اعتراضات و اتہامات کی نسبت جو لوگ ان پر لگاتے تھے سوالات کئے تو آپ نے جواب میں علماء و امراء کی مجلس میں اپنا مسکت جواب دیا اور اس کو وضاحت سے بیان کیا کہ ہم اسی صحیح عقیدہ پر ہیں جس پر اس امت کے سلف صالحین اور ائمہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ تھے۔ اور فرمایا کہ اللہ اور اس کے پاک نبی (صلعم) کے دشمنوں نے ہم پر بہتان باندھے ہیں ہم کو یقین ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ان اتہاموں کے متعلق قیامت کے روز ان سے حساب ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ کے پاس اس امر کے جواب دہ ہوں گے:

اور ہمارا یقین ہے کہ جس کا اللہ اور اس کے رسول (صلعم) پر ایمان ہے اور وہ جانتا ہے کہ قیامت کے روز حساب دینا ہوگا۔ وہ کسی مومن مسلمان پر الزام اور بہتان لگانے کی جرأت نہیں کریگا۔ باقی ان الزامات کے متعلق ہمارا اللہ نگہبان ہے:

مفصل اعلان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین۔ والصلوٰۃ والسلام علی نبینا محمد الامین وعلیٰ آلہ وصحبہ والتابعین:

۱۲ محرم الحرام ۱۲۱۸ھ کو ہفتے کے دن ٹھیک دوپہر کے وقت موحد غازیوں کا ایک گروہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوا۔ اور شہر کے علماء اشراف اور عامۃ الناس

امیر سعود (اللہ تعالیٰ اُن کا حامی ہو) سے امان مانگی۔ اور اس سے پہلے انہوں نے امیر مکہ اور دوسرے اصحاب کے ساتھ مل کر فیصلہ کیا تھا کہ وہ امیر سعود (اور انکی قوم) سے جنگ کریں گے اور انہیں حج و زیارت سے روکیں گے۔

لیکن جب موحدین کے لشکروں نے اُن پر ہجوم کیا تو اللہ تعالےٰ نے اُن کے دل پر ہیبت طاری کر دی۔ وہ تتر بتر ہو گئے اور اُنہیں جان بچا کر بھاگ جانا ہی غنیمت نظر آیا۔ امیر سعود نے فتح کے بعد حرم شریف کے ہر شخص کو امان دیدی۔ اور ہم زیارت کے مسنون طریق سے لبیک کہتے ہوئے داخل ہوئے ہمارے دلوں میں مالک یوم الدین کے سوا اور کسی کا خوف نہ تھا۔ اگرچہ موحد قبائلیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی لیکن انہوں نے کوئی زیادتی نہ کی۔ کسی انسان کا خون اور کسی جانور کا شکار تو ایک طرف رہا کسی درخت کی ٹہنی تک نہیں کاٹی۔ البتہ سنت کے مطابق قربانی کے جانور ...

مجلس علماء میں مسائل اختلافی کا ذکر۔ جب ہم عمرہ سے فارغ ہو گئے تو اتوار کے دن دس بجے کے قریب امیر سعود نے علماء مکہ کے سامنے وہ چیز پیش کی جس کیلئے ہم نے جہاد شروع کیا تھا۔ امیر موصوف نے علماء پر واضح کر دیا کہ ہمارے اور ان کے درمیان صرف دو چیزوں میں اختلاف ہے۔ پہلی چیز خالص خدائےتعالیٰ کی عبادت اور پھر عبادت کے اقسام، اور کیا دعا بھی عبادت میں داخل ہے یا نہیں؟ اس کے ساتھ ہی اس شرک کے معنی کی تحقیق کرنا جس کیلئے ہمارے رسول اکرم نے لوگوں سے جہاد کیا۔ اور ارکان اربعہ کے فرض ہونے سے بھی پہلے آغاز نبوت سے لیکر آخری دم تک جس پر استمرار ا ز ورد یا وہ خالص توحید کی دعوت تھی۔ اور شرک کا ترک تھا!

دوسرا مختلف فیہ معاملہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ہے جس کا ان لوگوں کے پاس صرف نام باقی رہ گیا تھا باقی سب کچھ مٹ چکا تھا۔

بیعت

اس پر سب نے اجمالاً اور تفصیلاً ہمارے ساتھ اتفاق کیا۔ اور سب نے کتاب و سنت کی پیروی کی شرط پر امیر سعود سے بیعت کی۔ امیر نے سب کی بیعت قبول کر لی۔ سبکو معاف کر دیا۔ اور کسی کو معمولی سزا بھی نہ دی۔

امیر سعود کا حُسن سلوک

اہل مکہ سے امیر سعود انتہائی نرمی اور شفقت کا سلوک کرتے رہے خصوصاً علماء کے حال پر انکی بہت توجہ تھی۔ جلوت و خلوت دونوں میں انہیں تلقین حق فرماتے اور اپنی دلیلیں ان کے سامنے

Marfat.com

پیش کرتے۔ ہر موقع پر انہیں ایک دوسرے کو نیک کاموں کی نصیحت فرماتے اور اس کی ترغیب دیتے رہتے۔ نیز حق کے اظہار پر آمادہ فرماتے؛

مسلک

امیر موصوف نے علماء کی مجلس میں جو کچھ فرمایا تھا ہم نے بھی اپنا واضح کر دیا کہ جو چیز کتاب و سنت یا آثار سلف صالحین سے ثابت ہو جائے ہم اسے بدل و جان قبول کرنے کے لئے تیار ہیں سلف صالحین میں سب سے پہلے خلفاء راشدین آتے ہیں جن کی پیروی کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین من بعدی پس تم میری سنت اور میرے بعد خلفاء راشدین کی سنت پر قائم رہنا؛

خلفاء راشدین کے بعد ائمہ اربعہ مجتہدین ہیں۔ ائمہ اربعہ کے بعد وہ لوگ ہیں جنہوں نے ائمہ اربعہ سے علم حاصل کیا اور اسی طرح ہم تیسری قرن تک کے بزرگوں کے اقوال و آثار کے ماننے اور قبول کرنے کیلئے تیار ہیں۔ خود حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے خیرکم قرنی۔ ثم الذین یلونھم۔ ثم الذین یلونھم سب سے بہتر میرا زمانہ ہے پھر وہ جو اس کے بعد آئیگا۔ اور پھر وہ جو اس کے بعد آئیگا؛

ہم نے کہہ دیا کہ ہم حق کے تابع ہیں جس طرف حق ہوگا ہم اسی طرف جائیں گے۔ ہم کھلی دلیل کے تابع ہیں۔ اور اس کے قبول کرنے میں کسی کی مخالفت ہمیں روک نہیں سکتی۔ اور نہ ایسی مخالفت کی ہمیں پرواہ ہے۔ اس پر سارے حاضرین متفق ہو گئے کسی کو بھی اعتراض کی گنجائش نظر نہ آئی۔

مُردوں سے استعانت

پھر مردوں سے مرادیں مانگنے پر لوگوں سے دریافت کیا کہ کسی کو کوئی شبہ ہو تو پیش کرے۔ یا کوئی سوال کرنا چاہے تو وہ کر سکتا ہے۔ حاضرین مجلس میں سے بعض نے چند شبہات پیش کئے۔ ہم نے کتاب و سنت کے قاطع دلائل سے ان کو مسکت جواب دیدیا۔ اس کے بعد سب مطمئن ہو گئے۔ اور کسی کے دل میں ہمارے مقصد کے متعلق کوئی شک و شبہ باقی نہ رہا۔ لوگوں نے جان لیا کہ ہم ایسی باتوں کے منع کرنے میں حق بجانب ہیں یہ ایسی درخشاں سچائی ہے جو ہر قسم کے گرد و غبار سے پاک ہے۔

جب ان لوگوں نے بلا ہمارے کہنے اور اقرار لینے کے قسمیں کھا کھا کر ہماری تائید شروع کر دی۔ اور کہا کہ ان دلائل نے ہمارے سینے کھول دئے۔ ہمارے دل مطمئن ہو گئے اور ہمیں قطعی طور پر

Marfat.com

یقین ہو گیا کہ جو کوئی یا رسول اللہ (صلعم) یا- یا ابن عباس یا- یا عبد القادر جیلانی یا اور کسی بزرگ مخلوق کو پکارے یا اس کی دہائی دے- اس پکارنے سے اس کا مدعا دفع شر یا طلب خیر ہو یعنی ایسے امور میں امداد حاصل کرنا ہو جو خدا کے سوا کسی اور کے اختیار میں نہیں ہیں- مثلاً کسی بیمار کا تندرست کرنا یا دشمن پر فتح حاصل کرنا یا کسی دکھ سے محفوظ رہنا وغیرہ- تو ایسے امور میں خدا کے سوا کسی دوسرے سے امداد کا طلب کرنا شرک ہے- جو لوگ ایسا کریں وہ مشرک ہیں- شرک اکبر کے مرتکب ہیں- اگرچہ اُن کا عقیدہ یہی ہو کہ فاعل حقیقی فقط رب العزت ہے- اور ان صالحین سے دعا کرنے کا مقصد محض یہ ہے کہ ان کی سفارش سے مراد بر آئیگی- گویا یہ ایک واسطہ ہیں یعنی ان کا فعل بہر حال شرک ہے- اور ایسے لوگوں کا خون بہانا جائز ہے . . . اور ان کے اموال کا لوٹ لینا مباح ہے

صالحین کے قبور پر قبے

آج کل صالحین کی قبور پر جو گنبد اور قبے بنائے گئے ہیں وہ بھی بطور ایک بت کے ہیں- لوگ اُن سے مرادیں مانگتے ہیں- وہاں جا کر رو رو کر گڑگڑا کر درخواستیں پیش کرتے ہیں- مصائب کے وقت ان کو غائبانہ پکارتے ہیں- بالکل اسی طرح جس طرح زمانۂ جاہلیت میں مشرک پکارا کرتے تھے- ہماری اس مجلس میں مکہ مکرمہ کے مشہور حنفی مفتی شیخ عبد الملک قلیعی اور مالکیہ کے مفتی شیخ حسین مغربی اور عقیل بن یحیی علوی بھی موجود تھے-

دلائل سے لوگوں کو مطمئن کر دینے کے بعد ہم نے وہ تمام قبے اور تمام مقامات جن کی تعظیماً واعتقاداً پرستش ہوتی تھی یا جن کی طرف لوگ نفع کی خواہش اور نقصان کے دفع کے لئے جاتے تھے منہدم کرا دئے- اور قبروں کے اوپر کے تمام قبے وغیرہ گروا دئے یہاں تک کہ اس خطے میں غیر خدا کی پرستش کا کوئی مقام باقی نہ رہا- اس پر اللہ تعالے کا شکر ہے

اصلاحی قدم

اس کے بعد ہم نے تمام شراب خانے، بھنگڑ خانے، اور بدکاریوں کے تمام اڈے ایک ایک کر کے اُڑا دئے- اور منادی کرادی کہ تمام لوگ پانچ وقت کی نمازوں میں باقاعدہ حاضر ہوں اور کسی ایک مقلد امام کے پیچھے (ائمہ اربعہ میں سے) ملکر باجماعت نماز ادا کریں؛

اس طرح اجتماع کلمہ کا سامان ہوا- حرم پاک میں صرف ایک خدا کی عبادت ہونے لگی- لوگوں میں

Marfat.com

الفت پیدا ہوئی۔ کلفت دور ہوئی۔

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یہ سارے اصلاحی کام بلا کسی کا خون بہائے بلا کسی کو سزا دیئے بلا کسی کو بے عزت کئے پورے ہو گئے۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر

پھر حضرت شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ تعالیٰ کی تصانیف جن میں ہر مسئلے کو مفصل طور پر قرآن کریم اور حدیث شریف کے قطعی دلائل سے لکھا گیا تھا۔ اور جن کے پڑھنے سے سینوں میں ٹھنڈک پیدا ہوتی ہے علماء کے حوالہ کی گئیں۔ ان کے مطالب کو مختصر طور پر ایک رسالے میں جمع کر دیا گیا تاکہ عوام اس سے مستفید ہو سکیں۔ اور اپنے جلسوں اور محفلوں میں اسے پڑھیں۔ علماء ان کے معانی و مطالب بیان کریں۔ اس طرح توحید کی خوبیاں واضح ہوں تاکہ لوگ اس کو خوب مضبوط پکڑ لیں۔ شرک کی برائیاں بیان ہوں تاکہ عوام کے دلوں میں اس سے نفرت پیدا ہو اور ان برائیوں سے آگاہ ہو کر علم و یقین کی بنا پر اس کو ترک کریں۔ حسین بن محمد بن الحسین الابریقی الحنفی الحمزی نے اکثر واقعات اپنی آنکھ سے دیکھے۔ قبرہ فرید علماء مکہ میں شریک تھے۔ ہمارے ہاں اکثر آیا جایا کرتے تھے امیر سعود اور اہل علم سے بھی ملتے رہتے تھے۔ اور مسئلہ شفاعت کے متعلق سوالات کیا کرتے تھے۔

اصول دین

ہم نے انہیں بتایا کہ اصول دین میں ہمارا مذہب وہی ہے جو اہل سنت والجماعت کا ہے۔ اور ہمارا طریقہ سلف صالحین کا طریقہ ہے اسے ہم سب طریقوں سے زیادہ صحیح، زیادہ مدلل اور زیادہ محکم جانتے ہیں۔ اور ہم ان لوگوں کے خلاف زمانہ بعد کے لوگوں کے طریقہ کو بہتر سمجھتے ہیں۔

صفات باری تعالیٰ

ہم آیات و احادیث صفات باری تعالیٰ کو ان کے ظاہر پر محمول کرتے ہیں۔ ہم ان کے حقیقی علم کو خدا کے حوالے کرتے ہیں۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے جب کسی نے الرحمٰن علی العرش استویٰ (رحمان عرش پر مستوی ہے) کی بابت سوال کیا۔ تو آپ نے کیا خوب جواب دیا۔ کہ استواء

Marfat.com

معلوم ہے۔ اس کی کیفیت مجہول ہے۔ اس پر ایمان واجب ہے۔ اور اس کی بابت سوال بدعت ہے

خیر و شر

ہمارا عقیدہ ہے کہ نیکی اور بدی سب خدا کی مشیت کے ماتحت ہے۔ اور اس کی مرضی کے خلاف اس کے ملک میں کچھ نہیں ہو سکتا۔ بندہ اپنے افعال کے خلق پر قادر۔ ہاں اس کا منصب کسب۔ اس کسب پر جو ثواب مترتب ہوتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوتا ہے۔ اور جو عذاب دیا جاتا ہے وہ خدا کا عدل ہوتا ہے۔ بندہ کا خدا پر کوئی حق نہیں۔ ہم یقین رکھتے ہیں۔ کہ قیامت کے دن مومن لوگ بلا احاطۂ کیفیت اللہ تعالےٰ کا دیدار کریں گے۔

ہمارا مسلک

ہم فروعی مسائل میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ کے طریقہ پر ہیں۔ چونکہ ائمہ اربعہ (ابو حنیفہ، مالک، شافعی، احمد بن حنبل) رحمہم اللہ کا طریقہ منضبط ہے۔ اس لئے ہم انکے کسی مقلد پر انکار نہیں کرتے۔ ان کے سوا چونکہ اور لوگوں مثلاً روافض[1]، زیدیہ، امامیہ وغیرہ کے مذاہب منضبط نہیں ہیں اس لئے ہم ان کو تسلیم نہیں کرتے۔

ہم[2] لوگوں کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ چاروں ائمہ میں سے کسی ایک کی تقلید کریں۔

---

[1] لفظ روافض غالی شیعوں اور باطنیوں سب کو شامل ہے۔ صرف زیدیہ اور معتدل امامیہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں معلوم ہوتا ہے کہ اس رسالہ کے مصنف اور ان کے رفقا کو زیدیہ کی فقہ کی کتابیں دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔ ورنہ انہیں معلوم ہو جاتا کہ زیدیہ کی فقہی کتابیں مدون ہیں۔ اور یہی حال [illegible] ہے۔ فقہ اربعہ اور ان کی فقہ میں بہت تھوڑا فرق ہے۔ ان کے مجتہدین نے بہت کم ایسی باتیں [illegible] اجماع کے خلاف ہوں۔ کیونکہ وہ بھی اجماع اور عمل سلف صالحین سے حجت پکڑتے ہیں [illegible] دواوین مشہورہ سنت مثلاً کتب صحاح ستہ کو معتمد علیہ جانتے ہیں۔ نجد کے مشائخ کی طرح ہندوستان کے مقلدین بھی اسی طرح کہتے ہیں کہ خاص چار اماموں کی تقلید اس لئے واجب ہے کہ ان کی فقہ مرتب اور مدون ہے دوسروں کی فقہ مدون نہیں۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ اور دوسروں کی فقہ سے ناواقفیت کی دلیل ہے (مترجم)

[2] یہ جبر خلاف شریعت ہے۔ اللہ اور اس کے رسول نے کہیں ایسا حکم نہیں دیا۔ اور نہ خلفائے راشدین نے اپنے اپنے عہد مبارک میں کسی کو صدیقی یا فاروقی یا عثمانی یا علوی کہلانے پر مجبور کیا۔ حالانکہ علانیہ بعض مسائل

مطلق اجتہاد کے نہ ہم مستحق ہیں۔ اور نہ ہم میں سے کوئی اس کا دعویدار ہے۔ ہاں جب ہم کو اپنے مذہب کے خلاف کوئی پختہ دلیل کتاب وسنت سے ملجائے جو منسوخ یا مخصّص نہو اور نہ وہ کسی قوی تر دلیل سے معارض ہو۔ نیز چار اماموں[1] میں سے کسی ایک امام کا قول بھی ہو تو ہم اپنے مذہب کی روایات ترک کرکے نص صریح کو قبول کرلیتے ہیں۔ مثلاً دادے اور بھائیوں کی وراثت کے مسئلہ میں ہم دادے کو وراثت میں مقدم سمجھتے ہیں۔ اگرچہ حنبلی مذہب اسکے خلاف ہے۔ ہم نہ کسی کے مذہب کی تفتیش کرتے ہیں۔ اور نہ کسی کے مذہب پر بلا وجہ اعتراض کرتے ہیں۔ ہاں جس وقت ہم کو کوئی ایسی نص صریح مل جائے جو ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کے مذہب کے خلاف ہو۔ اور وہ مسئلہ ایسا ہو جس کا اثر شعائر اسلامیہ پر پڑتا ہو جیسے امام حنفی یا مالکی ہو تو ہم اس کو اطمینان کا حکم دیتے ہیں۔ اور دو سجدوں کے درمیان جلوس کے لئے کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ بات ظاہر ہے اسکے خلاف اگر شافعی امام بسم اللہ جہر سے پڑھے تو ہم اس کو منع نہیں کرتے۔ اور دونوں مسئلوں کے درمیان بڑا فرق ہے۔ بیشک جب نصّ صریح کی دلیل قوی ہو تو ہم اس پر عمل کرنے کے لئے کہتے ہیں۔ اگرچہ وہ اختیار کردہ مذہب کے خلاف ہو۔ مگر ایسا بہت کم ہوتا ہے۔ بعض مسائل میں اجتہاد سے کوئی امر مانع نہیں اور نہ یہ طریق عمل اجتہاد مطلق کے فقدان سے متناقض ہے۔ قرآن شریف کے سمجھنے میں ہم مشہور ومعتبر تفسیروں سے امداد حاصل کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک معتبر وجلیل القدر تفسیروں میں تفسیر ابن جریر اور اس کا مختصر مرتبہ ابن کثیر شافعی ہے۔ ہمارے نزدیک بغوی، بیضاوی، حداد، خازن اور جلالین وغیرہ بھی قابل قدر ہیں۔ اور احادیث کی شرحوں میں ہم ان بڑے بڑے اماموں کی تصنیفات کو مستند سمجھتے ہیں جنہوں نے احادیث کو خوب واضح بیان کیا۔ مثلاً عسقلانی وقسطلانی کی شرح بخاری اور امام نووی کی شرح مسلم اور مناوی کی شرح جامع صغیر اور ہم کتب احادیث خصوصاً صحاح ستّہ اور ان کے شروح کو بڑی محبّت سے چاہتے ہیں اور ان کے خواہشمند ہیں۔ ہم اصول وفروع کی کتب کو پسند کرتے ہیں۔ ہم علم قواعد، علم تاریخ، علم نحو، علم صرف اور راست کے تمام دوسرے علوم کو اچھا سمجھتے ہیں۔ اور ہم نے ان

(بقیہ حاشیہ) میں خلفائے اسلام کے خلاف لوگ عمل کرتے اور فتوے دیتے تھے۔ الحمد للہ کہ آج کل اس قسم کا کوئی جبر ممالکت نجد وحجاز میں نہیں ہے۔

[1] کتاب وسنت کی کسی محکم دلیل کو قبول کرنے کیلئے یہ شرط لگانا کہ وہ چار اماموں ...

میں سے کسی کی بربادی کا نہ کبھی کوئی حکم دیا ہے۔ اور نہ ہم ایسے حکم کو پسند کرتے ہیں۔ البتہ جو کتابیں شرک و بدعت کی راہ بتائیں وہ ہمیں ناپسند ہیں۔ مثلاً روض الریاحین، اور جن کتابوں سے عقائد میں خلل پیدا ہو ان کے بھی ہم دشمن ہیں۔ مثلاً علم منطق جس کو اکثر علماء نے حرام لکھا ہے۔ باوجود اس کے ہم ایسی باتوں کی چھان بین نہیں کرتے، ہاں ہم ایسی کتابوں کو تلف کرنے کا حکم دیتے ہیں جو لوگوں کا عقیدہ خراب کرنے کیلئے لکھی گئی ہوں؛

اظہار افسوس

بعض جاہل بدوؤں نے طائف میں جو بعض کتابیں ضائع کی ہیں ہم کو انکا دلی رنج ہے۔ اور حضرت امام نے ان لوگوں کو اس پر سخت ڈانٹا؛

قید و قتل

نہ ہم اہل عرب کو قید کرنا پسند کرتے ہیں۔ اور نہ کسی غیر عرب سے لڑائی ہمارا شیوہ ہے۔ ہم عورتوں اور بچوں کا قتل حرام سمجھتے ہیں؛

غلط الزامات

حق کو چھپانے اور لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے ہم پر حسب ذیل الزامات لگائے جاتے ہیں جن سے ہم قطعاً بیزار ہیں۔ اور ہم ہرگز ہرگز ان کے معتقد نہیں۔ مثلاً کہا جاتا ہے:-

۱- کہ ہم قرآن مجید کی تفسیر اپنی رائے سے کرتے ہیں۔

۲- اور ہم حدیثوں میں سے صرف انہی کو قبول کرتے ہیں جو ہماری رائے کے مطا[illegible]
. . . . اور ان کے لئے ہم شارحین حدیث کی کتا[illegible] کی طرف رجوع بھی گوارا نہیں کرتے۔

۳- ہم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے درجے سے گرا کر کہتے ہیں کہ وہ اپنی قبر میں بوسیدہ ہو گئے۔ اور نعوذ باللہ ہم کہتے ہیں کہ ہمارا ڈنڈا نبی کریم (صلعم) سے زیادہ مفید ہے۔

۴- اور ہم حضور کی شفاعت کے منکر ہیں۔

۵- ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو لا الٰہ الا اللہ کے معنے اس وقت تک معلوم نہ تھے

Marfat.com

جب تک کہ یہ آیت نہ اُتری (فاعلموا انہ لا الٰہ الا اللہ) باوجود اس کے کہ یہ آیت مدنی ہے۔

۶- ہم علمائے اسلام کے اقوال پر اعتبار نہیں رکھتے۔

۷- ہم اہل مذاہب کی کتابوں کو اس لئے جلا ڈالتے ہیں کہ ان میں حق و باطل ملا ہوا ہے۔

۸- ہم تجسیم کے قائل ہیں۔

۹- اور ہم اپنے عقیدے والوں کے سوا چھٹی صدی کے بعد کے تمام مسلمانوں کو کافر یقین کرتے ہیں۔ اور اس کے لئے یہ افترا باندھا گیا ہے کہ ہم کسی کی بیعت اس وقت تک قبول نہیں کرتے جب تک اس سے یہ اقرار نہ لیلیں کہ وہ پہلے مشرک تھا۔ اور اس کے والدین شرک پر فوت ہو گئے؛

۱۰- ہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے سے روکتے ہیں؛

۱۱- ہم مسنون زیارت قبور سے منع کرتے ہیں۔ اور جو ہمارے جیسا عقیدہ رکھے اس سے تمام بوجھ حتے کہ قرض تک دُور ہو جاتے ہیں؛

۱۲- ہم اہل بیتؑ کا کوئی حق فائق نہیں مانتے۔

۱۳- اور ان کو غیر کفو سے نکاح پر مجبور کرتے ہیں۔

۱۴- اور یہ کہ جب ہمارے پاس اپیل ہو تو ہم بعض بوڑھوں کو انکی نوجوان بی بیوں سے جدا ہونے پر مجبور کرتے ہیں تاکہ وہ نوجوان عورت کسی اور جوان سے شادی کرلے؛

ان الزامات کے لئے کسی شخص کے پاس کوئی دلیل موجود نہیں اور ہم ان خرافات کے جواب میں صرف یہ آیت پڑھتے ہیں کہ سبحانك هذا بهتان عظيم جو شخص ہماری طرف سے ایسی باتیں کہے یا ایسی باتوں کو ہم سے منسوب کرے تو وہ جھوٹا اور مفتری ہے۔ جو شخص ہمارے حال سے آگاہ ہے، ہماری مجلسوں میں بیٹھ چکا ہے، ہمارے خیالات معلوم کر چکا ہے وہ قطعی طور پر جانتا ہے کہ یہ تمام الزامات گھڑے گئے ہیں۔ اعداء دین اور اخوان الشیاطین نے ہم پر اس لئے افترا باندھا کہ لوگ ہم سے متنفر ہو جائیں۔ اور اخلاص توحید و ترک شرک کی طرف راغب نہ ہوں حالانکہ اخلاص توحید بے حد ضروری ہے۔ اور نص قرآنی ان اللہ لا یغفر ان یشرك به ويغفر ما دون ذلك سے ثابت ہے کہ ترک شرک کے بغیر مغفرت غیر ممکن ہے؛

۱- ہمارا عقیدہ ہے کہ جو شخص انواع کبائر مثلاً بغیر حق کے مسلمان کا قتل یا زنا یا سود خوری یا شراب نوشی کرے۔ اور بار بار ایسے گناہوں کا مرتکب ہو تو اس صورت میں بھی وہ دائرہ اسلام سے

Marfat.com

خارج نہیں ہوتا۔ اور قیامت کو اس کا عذاب دائمی نہ ہوگا بشرطیکہ وہ تمام انواع عبادات میں موحد ہو۔ اسی توحید پر وفات پائے؛

۲۔ نبیؐ کے متعلق ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور کا رتبہ ساری مخلوق سے علی الاطلاق بڑا ہے۔

۳۔ اور حضورؐ کی زندگی قبر میں برزخی زندگی ہے جو شہدا کی زندگی سے بہت اعلےٰ ہے۔ قرآن شریف کی آیات اس پر منصوص ہیں۔ یعنی آیات سے یہ منصوص ہے۔ کیونکہ حضورؐ شہداء سے بلاشک وریب افضل ہیں؛

۴۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ جب کوئی مسلمان آں حضرتؐ پر سلام کہے تو آپ اُس کا سلام سُنتے ہیں

۵۔ جو شخص اپنے نفیس اور قیمتی اوقات میں مسنونہ درود پڑھتا ہے تو وہ دونو جہانوں میں سرفراز و کامیاب ہوتا ہے اور اُس جیسا خوش نصیب اور نیک بخت اور کوئی نہیں ہوتا۔ خدا اُسکے غم و فکر دُور کردیگا جیسے کہ حدیث میں آیا ہے؛

۶۔ آپ کی زیارت سنت ہے مگر اتنی بات ہو کہ خاص ارادہ سفر مسجد نبوی اور اس میں نماز پڑھنے کیلئے کرے۔ اور اس کے ہمراہ اگر زیارت کا قصد بھی کرلے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

۷۔ ہم اولیاء کو برحق جانتے ہیں۔ اور ان کی کرامتوں کے منکر نہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ خدا کی طرف سے ہدایت پر ہیں۔ بشرطیکہ وہ شرع کے پابند ہوں۔ اور دین اسلام کے خلاف کوئی کام نہ کریں۔ مگر وہ زندگی میں یا مرنے کے بعد پرستش کے قابل نہیں ہوسکتے۔ اُن کی پوجا کسی حالت میں بھی درست نہیں۔

۸۔ زندگی میں ان بزرگوں سے دعا کرانی چاہیئے۔ بلکہ ہر مسلمان سے دعا کرائی جائے۔ حدیث میں آیا ہے کہ ایک مسلمان بھائی کی دعا دوسرے کے حق میں مستجاب ہے۔ حضرت صلعم نے حضرت عمرؓ و حضرت علیؓ کو اویس قرنی سے دعا مانگنے اور استغفار کرنے کے لئے فرمایا تھا اور اسی طرح کیا؛

۹۔ ہم قیامت کے دن نبیؐ کی شفاعت کو اسی طرح مانتے ہیں جس طرح کہ کتب سلف میں اس کی تشریح کی گئی ہے؛

اسی طرح ہم تمام انبیاء و اولیاء و ملائکہ و بچّوں کی شفاعت کو بھی مانتے ہیں۔ اس شفاعت کی دعا ہر وقت مانگتے ہیں۔ اور اپنے نیک ترین موحد بندوں میں سے جس کے لئے خدا چاہیگا اس شفاعت کی اجازت ہوگی۔ احادیث میں آیا ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزانہ دعا

مانگنا چاہیے کہ خدایا نبی کی شفاعت ہمارے نصیب فرما۔ خدایا نیک لوگوں کی شفاعت ہمیں روزی کر۔ اس قسم کی دعائیں صرف اللہ سے مانگنی چاہئیں۔ یعنی یوں کہنا درست نہیں کہ یارسول اللہ، یا ولی اللہ! میں آپ سے شفاعت چاہتا ہوں۔ یا میری مدد کیجئے۔ یا میری فریاد سنیئے۔ یا مجھے شفا دیجئے یا مجھے دشمن پر کامیابی عطا کیجئے۔ یا اسی قسم کی اور باتیں جو خدا کے سوا اور کوئی نہیں کرسکتا۔ اس قسم کی باتیں اقسام شرک میں سے ہونگی۔ کیونکہ ان کا قرآن و حدیث سے کوئی ثبوت نہیں اور نہ سلف صالحین میں سے ان کا کوئی ثبوت ہے۔ بلکہ قرآن شریف، احادیث نبویہ اور اجماع سلف سے ان کا شرک اکبر ہونا ثابت ہے۔ اور اس شرک پر رسول کریم نے لوگوں سے جہاد فرمایا ہے۔

خدا کے سوا کسی دوسرے کی قسم

اگر آپ قسم لغیر اللہ کی نسبت سوال کریں تو اس کا یہ جواب ہے کہ ہم قسم کھانیوالے کا حال دیکھینگے اگر اس کا ارادہ تعظیم لغیر اللہ ہے یا وہ اس غیر اللہ کو خدا سے بھی بڑھ کر جانتا ہے جس طرح آج کل کے بڑے جاہل مشرکوں کا ذریعہ ہے کہ وہ اپنے پیر یا شیخ پر تمام کاموں میں اعتماد رکھتے ہیں اور جب جھوٹے ہوں تو وہ ان پیروں اور شیخوں کی قسم نہیں کھاتے اس خوف سے کہ یہ پیر انہیں نقصان پہنچائیں گے۔ یا کسی معاملہ میں انہیں شک بھی ہو تو اپنے پیروں کی قسم نہیں کھاتے۔ اور اگر خدا کی قسم ان سے طلب کی جائے تو بے پرواہی کے ساتھ فوراً جھوٹی قسم کے لئے تیار ہو جاتے ہیں تو ایسا شخص باجماع کافر ہے۔ اور بڑا جاہل اور مشرک ہے اگر اس کا قصد تعظیم ہو۔ بلکہ زبان کی لغزش سے اس سے ایسا ہوا ہو تو یہ شرک اکبر نہیں۔ ایسے شخص کو منع کرنا چاہئے اور جھڑکنا چاہیے اور اسے استغفار کی تعلیم دینی چاہئے۔ اور ایسی فضول قسموں سے پرہیز کرنے کیلئے کہنا چاہئے۔

وسیلہ کا مسئلہ

جب کوئی کہے کہ خدایا بجاہ نبی یا بحق نبی یا بجاہ عباد الصالحین یا بحق تیرے فلاں بندے کے میں یہ چاہتا ہوں، تو یہ بدعت مذمومہ ہے اس کے لئے کوئی نص وارد نہیں ہوتی۔ یا جسطرح اذان کے وقت زور سے درود پڑھنے کیلئے بھی احادیث میں کوئی ذکر نہیں آیا۔

Marfat.com

محبّتِ اہلبیت

رہا اہلِ بیت کا مسئلہ تو نجد کے علاقوں میں سے درعیہ نامی ایک مقام کے علماء سے غیر فاطمی کے فاطمی سے نکاح کی نسبت سوال ہوا۔ علماء نے یہ جواب دیا کہ کتاب وسنت کے بموجب اہلِ بیت کی محبّت و مودت واجب ہے مگر اسلام نے سب میں مساوات کا درجہ قائم رکھا ہے۔ پس تقوےٰ کے بغیر کسی کو فضیلت حاصل نہیں۔ یعنی اگر اہل بیت متقی ہوں تو وہ سب سے افضل ہیں۔ مجلسوں اور راہ میں چلنے کے وقت اور دیگر مقامات میں اہل بیت کی تعظیم وتکریم ہم پر واجب ہے۔ اسی طرح علماء کی بھی عزت واجب ہے اور جب عمر وعلم میں لوگ قریب قریب مساوی ہوں تو مجلس میں اہل بیت کو صدر بنایا جاوے اور سب سے اوّل اُن کی عزت کی جائے۔ البتہ جو بعض ملکوں میں یہ رسم ہوگئی ہے کہ سیّد کا چھوٹا بچّہ یا جاہل بھی ایک دوسرے بڑے عالم سے بلند درجہ میں بٹھایا جاتا ہے۔ یا اگر اس کے ہاتھ کو بوقت مصافحہ بوسہ نہ دیا جائے تو اُس کو سخت عتاب کرتے ہیں بلکہ مارتے ہیں۔ تو ایسی باتوں کے لئے کوئی نص نہیں یعنی آیات قرآن وحدیث وارد نہیں۔ نہ اس کی کوئی دلیل ہے بلکہ یہ ایک منکر بات ہے اس کو دُور کرنا لازم ہے۔ اگر کسی سید کے ہاتھ کو اس کے بڑے عالم ہونے کی وجہ سے یا دیر کے بعد سفر سے آنے کی وجہ سے بوسہ دیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں مگر [illegible] آخری زمانہ کی جہالت میں یہ رواج جاری ہوگیا ہے کہ جب تک اس پر یا اس کے باپ دادا پر عقیدہ نہ ہو اُس کے ہاتھ کو بوسہ نہیں دیتے۔ یا متکبر لوگ غیروں سے اپنے ہاتھ پر بوسہ دینے کی خواہش کرتے ہیں۔ ان ضرورتوں کی بنا پر ہم نے مطلقاً اس کو منع کر دیا خصوصاً اُن کے لئے جن کا ذکر ہوا یعنی متکبر لوگوں وغیرہ کے لئے۔

قبّے کیوں گرائے گئے

اس میں ہمارا منشا و مقصد یہ تھا کہ امکانِ شرک [illegible] بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا کا قبہ یا مولد نبی کا قبہ یا دیگر بزرگوں کے قبّے جو گرائے گئے ہیں اس میں بھی ہمارا منشا صرف یہ ہے کہ لوگ شرک سے باز رہیں اور وہاں سجدے نہ کریں۔ نہ اُن سے امداد مانگیں بلکہ اگر امداد مانگیں تو اس واحد حی قیوم سے مانگیں جو ہر وقت سنتا جاگتا دیتا اور عرض قبول کرتا ہے۔

اور شرک خدا کی طرف نسبت ولد کرنے سے بھی زیادہ بُرا ہے۔ اس لئے کہ نسبتاً ولد حق مخلوق میں کمال ہے۔ لیکن شرک مخلوق کے حق میں بھی نقص ہے۔ خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ تم خدا کے ساتھ شریک مقرر کرتے ہو بھلا بتلاؤ تو سہی کہ تمہارے غلام اگر تمہارے مال میں شریک بنیں تو تم اس کو گوارا کر سکتے ہو؟ تو خدا کے ساتھ اس کے بندوں کو کس طرح شریک سمجھتے ہو۔ یہ کیسی عقل ہے؟

فاطمیہ کا نکاح غیر فاطمیہ سے اجماعاً جائز ہے۔ بلکہ اس میں کوئی کراہیت نہیں۔ حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کو اپنی بیٹی بیاہ دی تھی۔ اور دونوں بزرگوں کا فعل ہمارے لئے سند ہے۔ اور سکینہ بنت حسین بن علی نے چار ایسے آدمیوں سے شادی کی جو فاطمی نہیں تھے بلکہ ہاشمی بھی نہیں تھے۔ اور بغیر انکار کے سلف کا عمل ہمیشہ اس پر رہا ہے۔ ہاں کوئی خود اگر غیر کفو سے شادی کرنے سے پرہیز کرے تو ہم اس کو خواہ مخواہ غیر کفو سے شادی پر مجبور نہیں کرتے۔ اور عرب سب ایک دوسرے کے کفو ہیں۔ بعض ملکوں میں جو رواج ہو گیا ہے کہ اس کو منع کرتے ہیں یہ ان کے تکبر اور اپنے آپکو بڑا سمجھنے کی دلیل ہے کہ دوسروں کو اپنے برابر نہیں سمجھتے۔ بلکہ ایسا تکبر کرنے سے بعض وقت فساد ہو جاتا ہے۔ جس طرح کہ اکثر ہوا ہے۔

ہماری[1] رائے میں غیر کفو سے نکاح جائز ہے۔ زید نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت زینب سے نکاح کیا۔

اگر کوئی حق نہ ماننے والا اور راستی کو قبول نہ کرنیوالا یہ اعتراض کرے کہ تم جو قطعی طور پر کہتے ہو کہ جو کوئی یوں کہے۔ یا رسول اللہ میں آپ سے شفاعت چاہتا ہوں۔ تو وہ شخص مشرک ہوگا اور اُس کا خون مباح ہوگا۔ لہذا اس صورت میں غالب امت محمدیہ کو کافر کہنا پڑیگا۔ کیونکہ ان کے معتبر علماء نے اس بات کو مندوب و جائز قرار دیا ہے۔ بلکہ جو اس کے برخلاف کہے انہوں نے اس کی ملامت کی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ لازم نہیں۔ اور یہ مقررہ اصول ہے کہ لازم مذہب نہیں ہوتا۔ ہم خدا کو جہت علو و بلندی میں مانتے ہیں۔ مگر اس سے ہم مجسمہ نہیں ہو سکتے کیونکہ جہت علو احادیث سے ثابت ہے۔ اور مرے ہوؤں کی بابت ہمارا یہ قول ہے کہ یہ ایک جماعت تھی جو گذر گئی جس کو ہماری دعوت توحید پہنچ گئی۔ اور اس پر حق واضح ہو گیا۔ مگر پھر بھی وہ حق کو نہ مانے

---

[1] زینب قریشی تھیں اور زید غلام تھے اور ام المومنین ہونے سے پہلے زید سے نکاح کیا تھا (مترجم)

Marfat.com

اور ضد کرے اور غلط راہ پر اڑا رہے جس طرح اکثر لوگ توحید کو جان کر بھی ضد سے شرک پر اڑے
رہتے ہیں۔ اور حق کی طرف رجوع نہیں کرتے۔ اس طرح دیدہ و دانستہ مشرک بنے رہتے ہیں
ایسے لوگوں کو ہم کافر کہتے ہیں۔ ان میں غالب حصہ ان لوگوں کا ہے جن سے آج کل ہم جنگ
کر رہے ہیں۔ وہ واجبات سے روکتے ہیں۔ اور کبائر محرمات کے کھلم کھلا مرتکب ہوتے ہیں اور
گاہ بگاہ ہمیں قلیل التعداد جماعت کے فائدہ کے لئے لڑنا بھی پڑتا ہے۔ تا کہ ایسے خیالات وسیع
نہ ہو جائیں۔ اور وفات شدہ اشخاص کو ہم معذور سمجھتے ہیں۔ ان سے غلطی ہونا ممکن ہے۔ وہ
معصوم تو نہ تھے۔ خواہ مخواہ اعتراض کرنے والے غلطی پر ہیں۔ اور غلطی کرنا کوئی نئی بات نہیں۔
بلکہ ان سے بہتر لوگوں سے بھی غلطیاں سرزد ہوئی ہیں۔ مثلاً عمرؓ کو مہر کے مسئلہ میں جب ایک
عورت نے تنبیہ کی تو آپ نے رجوع فرمالیا۔ اس قسم کی بہت مثالیں ہیں جو تاریخ پر نظر ڈالنے
سے معلوم ہو سکتی ہیں۔ صحابہؓ سے بھی کبھی غلطی سرزد ہوتی تھی۔ حالانکہ انوار نبیؐ ان میں ساری
تھے اور خود نبیؐ ان میں موجود تھے۔ مثلاً انہوں نے کہا کہ ہمارے لئے بھی ذات انواط بنائے
جائیں جس طرح کہ دوسرے لوگوں کے ذات انواط ہے۔ اگر آپ یہ سوال کریں کہ یہ اس شخص کیلئے
ہے جو بھول چوک سے ایسا کرے۔ مگر جب اس کو تنبیہ کی جاوے۔ تو وہ فوراً باز آجائے۔ لیکن اس
شخص کی نسبت کیا فیصلہ ہے جو دلائل تحریر کرے۔ اور بزرگ اماموں کے اقوال سے واقف ہو جائے
مگر پھر بھی اس غلط راہ پر جما رہے۔ اور مرتے دم تک اس حالت سے بال برابر بھی نہ ہٹے۔ میں
کہتا ہوں ایسے شخص کو معذور سمجھنے میں کوئی مانع نہیں۔ ہم اس کو کافر نہیں کہتے۔ اور نہ ہم ایسے
اشخاص کو خطاکار سمجھتے ہیں۔ اگرچہ وہ اپنی خطا پر مستمر رہیں۔ کیونکہ آج کل کوئی ایسا مرد میدان
نہیں جو ایسے غلط مسائل کا مقابلہ تلوار اور نیزے اور زبان سے کرے۔ تو لوگوں پر حق کس طرح واضح
ہو سکتا ہے۔ اور ان پر حجت کیسے قائم ہو سکتی ہے۔ بلکہ اکثر مذکورہ مولفوں کا اتفاقی طریق
ہے کہ ایسے مسائل میں ائمہ سنت کے کلام کو مطلقاً ترک کر دیا ہے۔ اور جس کو اس کی خبر بھی ہو جائے
تو وہ بھی اس کلام کے اثر کرنے سے پہلے اس سے روگردان ہو جاتا ہے۔ اور ہمیشہ سے ان کے بڑے
چھوٹوں کو ایسی کتابوں کے دیکھنے سے ہی منع کرتے رہے تو حق لوگوں پر کس طرح منکشف ہو سکتا ہے
دوسری طرف سے بادشاہوں کا رعب ان کے دلوں میں حق بات کے موثر ہونے سے مانع ہے۔
بہت کم ایسے ہیں جن پر کلام توحید کا اثر ہو۔ حضرت معاویہؓ نے بھی حضرت علیؓ سے جدائی اختیار
کی بلکہ جنگ کیلئے تیار ہوئے۔ حالانکہ اجماعاً وہ اس میں خطا پر تھے۔ اور وہ اسی خطا پر گذر بھی گئے

Marfat.com

مگر اجماعاً کسی سلف سے بھی اُن کی تکفیر کی روایت منقول نہیں ہوئی۔ اور نہ اُن کو فاسق کہنے کی روایت کہیں آئی ہے۔ بلکہ ان کے لئے اجر اجتہاد ثابت کیا گیا ہے۔ اگرچہ وہ اس میں خطا پر تھے۔ اہل سنت میں یہی بات مشہور ہے۔ اسی طرح ہم بھی دیندار، نیک بخت، نیک سیرت، عالم و پرہیزگار و زاہد شخص کو کافر نہیں کہتے۔ اور جو شخص امت کی اصلاح کرے۔ علوم نافعہ پڑھائے۔ اور تالیفات کرے۔ اس کی تکفیر بھی نہیں کرتے۔ خواہ اگرچہ وہ ان مسائل وغیرہ میں خطا کار بھی ہو۔ جس طرح کہ ابن حجر ہیثمی کا حال ہے جن کے خیالات کا الدر المنظم سے پتہ چلتا ہے ان کے وسیع العلم ہونے کو ہم تسلیم کرتے ہیں اس لئے ہم ان کی کتابوں کو معتبر سمجھتے ہیں۔ مثلاً اربعین و زواجر وغیرہ۔ ہم ان کو مانتے ہیں اور ان کی نقل کردہ باتیں گوش دل سے سنتے ہیں۔ کیونکہ وہ علما ءسنیین میں سے ہیں۔ یہ خطاب ہمارا ایسے اشخاص کیلئے ہیں جو عقلمند ہوں، عالم ہوں، منصف و غیر متعصب ہوں۔ کہنے والے کی بات کو اچھی پاؤ۔ تو سنو اور قبول کرو۔ یہ نہ دیکھو کہ کون کہتا ہے۔ جو شخص حق اور غیر حق کی تمیز سے گذر کر محض اپنی مالوفات ہی کو لازم پکڑنے کا عادی ہے اس کی مثال ایسی ہے جس طرح کہ خدا نے فرمایا۔ کہ کافر کہتے تھے کہ مسلمانو! ہم تمہاری نصیحتیں نہیں سنتے۔ بلکہ جو رسم و رواج ہمارے باپ دادا کے وقت سے چلا آتا ہے ہم تو اسی پر قائم رہیں گے۔ تو ایسے شخص سے ہمارا خطاب نہیں۔ بلکہ ان کا پیٹ صرف موحدوں کی تلواریں سیدھا کریں گی۔ اور خدا کے فضل سے موحدوں کے لشکر ہمیشہ مظفر و منصور رہینگے اور اُن کے پرچم سعادت و اقبال کی فضا میں اڑتے رہیں گے۔ ظالم جلد معلوم کرینگے کہ وہ کس بدانجامی کو پہنچتے ہیں۔ اور خدا کی جماعت ہی غالب ہو کر رہیگی۔ اور خدا نے وعدہ فرمایا ہے کہ بیشک ہمارا لشکر ہی غالب رہیگا اور مومنوں کی نصرت و اعانت ہم پر واجب ہے۔ اور متقی لوگوں کیلئے ہمیشہ نیک نتیجہ ہے۔

بدعت

بدعت کی نسبت ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ جو مذہب میں نئی بات قرون ثلثہ کے بعد پیدا ہوئی وہ مطلقاً مذموم ہے۔ ہم بدعت کو حسن و قبیح یا پانچ اقسام میں تقسیم نہیں کرتے۔ ہاں اس اختلاف میں جمع کی صورت یہ ہے کہ کہیں کہ حسنہ وہ ہے جس پر سلف صالحین کا عمل تھا۔ اور اس میں سنت واجب و مندوب اور مباح سب کو شامل کریں۔ تو اس صورت میں بھی اس کو محض مجازاً بدعت

Marfat.com

کہا جائیگا۔اس کے سوا جو کچھ ہو گا وہ بدعت قبیحہ میں داخل سمجھا جائیگا۔اور اس میں محرمات و مکروہات بھی شامل ہو جائینگے؂

مذمومہ بدعتوں میں سے ہم جن سے لوگوں کو منع کرتے ہیں ان میں سے ایک اذان والی جگہ میں اذان کے بعد یا جمعہ کی رات یا رمضان میں یا عیدین میں چلا کر کچھ اور کلمات کہنا یا آیات یا درود شریف پڑھنا یا کوئی اور ذکر کرنا ہے تو یہ سب بدعت مذمومہ ہیں۔اس لئے ہم نے تذکیر و ترحیم وغیرہ کے تمام مقررہ طریقے جو مکّہ شریف میں مروّج تھے بند کر دئے۔اور تمام علماء مذاہب اربعہ نے تسلیم کیا کہ یہ سب بدعت میں داخل ہیں؂

ایک بدعت جمعہ کے خطبہ کے سامنے ابو ہریرہؓ کی حدیث پڑھنا ہے۔اور جامع صغیر کے شارح نے اس کے بدعت ہونے کی تصریح کی ہے؂

مجلس میلاد منعقد کرنا اور اس کو تقرب بارگاہ الٰہی کا ذریعہ سمجھنا بھی بدعت ہے۔کیونکہ اس کا کوئی ثبوت نہیں۔اور نہ آپؐ نے اس کو عبادت قرار دیا۔ہاں حالات ولادت نبی صلعم کا ذکر بطور علم تاریخ اور سیرت کے جائز ہے؂

ہم دکھلاوے کیلئے تسبیحیں ہاتھ میں رکھنے سے لوگوں کو منع کرتے ہیں۔اسی طرح مشائخ کے مقررہ وظیفے یا ابتدا سورتوں کا وظیفہ اور مہمات میں ان سے امداد حاصل کرنا یہ سب بدعات ہیں بلکہ کبھی یہ شرک اکبر تک بھی پہنچ جاتے ہیں۔لوگوں کو بتایا جاتا ہے کہ یہ طریقہ بدعت ہے۔اگر مان لیں تو بہتر، ورنہ حاکم ان کو سزا دیتا ہے تاکہ وہ باز آئیں۔اور منع ہو جائیں۔اور وہ وظیفے یا درود جو علماء نے قرآن و احادیث سے نکالے ہیں ان کو ہمیشہ پڑھنے سے کوئی منع نہیں کرتا۔حضرتؐ پر درود بھیجنا اور بلکہ اس پر ہمیشگی کرنا اور اس کو باعث ثواب دارین سمجھنا بہت درست اور باعثِ خیر و برکت ہے۔قرآن شریف یا استغفار پڑھنا بہتر ہے اور [illegible] والا ضرور ثواب پاتا ہے۔جتنا زیادہ درود پڑھے یا استغفار اور [illegible] قرآن مجید پڑھے اتنا ہی اسکو زیادہ ثواب ہوتا ہے۔مگر یہ شرط ہے کہ شرع کے حکم کے مطابق کرے۔اس میں اپنی طرف سے کمی یا زیادتی نہ کرے۔ثواب رسول کریم کے بتائے ہوئے اور تعلیم دئے ہوئے وظیفوں میں ہے۔خدا قرآن شریف میں فرماتا ہے اپنے رب کو خفیہ اور عاجزی سے پکارا کرو۔دوسری آیت میں فرماتا ہے کہ خدا کے پاک نام ہیں ان سے خدا کو پکارو۔

خدا جزاء خیر دے امام نووی کو کہ آپ نے کتاب اذکار کو جمع کر دیا ہے۔اور یہ کتنا کافی و شافی

Marfat.com

ہے۔ ایک بدعت بعض ملکوں میں یہ نکلی ہے کہ مولود شریف خوش الحان لوگوں سے پڑھاتے ہیں۔ اور صلوۃ تراویح کے بعد ایسا کرتے ہیں۔ اور عقیدہ ثواب کا رکھتے ہیں۔ بلکہ عام اس کو سنت ہی سمجھتے ہیں تو ہم ایسی باتوں سے منع کرتے ہیں۔ مگر تراویح کی نماز ہمیشہ باجماعت پڑھنا سنت ہے۔ اس میں کوئی ممانعت نہیں۔

بعض ملکوں میں ایک بدعت یہ ہے کہ رمضان شریف کے آخری جمعہ کو قضاء عمری پڑھتے ہیں یہ بدعت منکرہ ہے۔ ایسی باتوں سے لوگوں کو سخت طور پر منع کیا جاتا ہے۔ میت کو اٹھاتے وقت زور سے ذکر کرنا یا قبر پر مٹی ڈالتے وقت زور سے پڑھنا وغیرہ بھی بدعتیں ہیں۔ علاوہ ازیں جو باتیں سلف صالحین سے منقول نہیں ہم انکو ممنوع جانتے ہیں۔

شیخ طرطوشی مغربی نے ایک عمدہ دلنشیں کتاب لکھی ہے اس کا نام "الباعث علی انکار البدع والحوادث" ہے۔ دین کے طالب کو اس کتاب کے لئے مطالعہ ضروری ہے۔ ہم ان بدعتوں سے منع کرتے ہیں جن کو لوگ بطور دین و ثواب مذہب لئے ہوئے ہیں۔ اور جو باتیں بطور ثواب دینی نہیں بلکہ ملکی رواج سے ہیں جس طرح قہوہ پینا یا اشعار پڑھنا یا بادشاہوں کی مدح کرنا وغیرہ ایسی باتوں سے ہم منع نہیں کرتے جب تک یہ باتیں غیر کے ساتھ شامل نہ ہو جائیں مثلاً مسجد میں ذکر یا اعتکاف وغیرہ۔

حضرت حسانؓ نے حضرت عمرؓ کو جواب دیا کہ یہ شعر میں نے اس بزرگ کے سامنے پڑھے ہیں جو آپ سے بدرجہا بہتر ہیں۔ اور عمرؓ نے اس بات کو قبول کیا۔ ہر مباح کھیل جائز ہے۔ کیونکہ نبیؐ نے حبشیوں کو عید کے دن اپنی مسجد میں کھیلنے دیا۔ جنگ کے ایام میں جوش دلانے والے اشعار اور غزلیں پڑھنا درست ہے۔ یا جس سے بہادری پیدا ہو جس طرح جنگی طبل وغیرہ۔ مگر دیگر آلات لہو و لعب حرام ہیں۔ اور ان میں فرق ظاہر ہے شادی میں دف درست ہے۔ کیونکہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ میں صاف توحید والی شریعت لیکر آیا ہوں تاکہ یہود معلوم کریں کہ ہمارا دین نہایت وسیع ہے۔ اور ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ شیخ امام ابن قیم و شیخ امام ابن تیمیہ اہلسنت کے برحق امام ہیں اور ان کی کتابیں ہمارے نزدیک معزز ترین کتب میں سے ہیں مگر ہم ہر مسئلہ میں ان کی تقلید نہیں کرتے۔ کیونکہ رسول کریمؐ کے سوا کوئی ایسا نہیں کہ اس کی ہر بات قابل تسلیم ہو یہ خاصہ خاص پیغمبر خدا ہی کو حاصل ہے کہ آپکا ہر قول و فعل بلاچون و چرا قابل عمل تسلیم ہے چنانچہ چند مسائل میں ہماری ان سے (یعنے ابن تیمیہ اور ابن قیم سے) مخالفت سب کو معلوم ہے مثلاً طلاق

Marfat.com

ثلاثہ مجلس واحد میں بلفظ واحد، ہم نہیں کہتے ہیں - جس طرح ائمہ اربعہ فرماتے ہیں۔ اور وقف کو صحیح اور نذر کو جائز مانتے ہیں۔ اور نذر کو پورا کرنا جب معصیت نہ ہو لازم ہے۔

اور بدعتوں میں سے ایک بدعت یہ بھی ہےکہ نماز پنجگانہ کے بعد مشائخ کے لئے فاتحہ پڑھنا اور اُن کی مدح میں کمال مبالغہ کرنا۔ اور ان کا وسیلہ طلب کرنا جس طرح اکثر بلاد میں مروّج ہے اور اکثر عبادات کے مجمعوں کے بعد مدح وغیرہ پڑھنا اور عقیدہ رکھنا کہ اس سے کمال درجہ قرب خدا حاصل ہوگا۔ حالانکہ بعض موقعوں پر یہ منجر و باعث شرک ہو جاتا ہے۔ اور انسان کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ بعض دفعہ شرک کے خفاکی وجہ سے انسان سے شرک ہو جاتا ہے مگر وہ سمجھتا بھی نہیں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو حضرتؐ شرک سے ان الفاظ میں پناہ نہ مانگتے۔

”خدایا میں تجھسے پناہ مانگتا ہوں کہ تجھ سے ایسا شرک ہو کر اس کا مجھے علم بھی نہ ہو۔ اور نیز ایسے شرک سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں کہ مجھ سے سرزد ہو جائے اور مجھے اس کا علم ہو۔ بیشک تو ہی علّام الغیوب ہے۔“

ہمیشہ یہ دعا پڑھنی چاہئے اور حتی الامکان شرک سے بچنا چاہئے: حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے۔ کہ اسلام کا کڑا ایک ایک کرکے ٹوٹیگا۔ جب اسلام میں ایسے لوگ داخل ہو جائیں گے جو جاہلیت کو نہ جانتے ہوں۔ وجہ اس کی یہ ہوگی کہ وہ کریگا تو شرک مگر سمجھیگا کہ اس سے ثواب ملتا ہے۔ ایمان کے زوال اور تباہی خواری سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔

یہ تمام باتیں اس مذکورہ شخص کے سوال وجواب وبار بار آنے جانے سے تحریر میں آئیں میں نے کتاب کے دوبارہ دیکھنے کے بغیر اس کے بہت اصرار پر یہ چند سطور تحریر کردیں۔ حالانکہ جنگ سے زیادہ ضروری مصروفیتوں میں میں مبتلا تھا جو شخص ہمارے مذہب وعقیدہ کی [illegible] تحقیق کرنا چاہے اُس کو چاہیئے کہ وہ ہمارے پاس مقام درعیہ میں آکر اپنی پوری [illegible] وہاں آنے سے اور مختلف درس سننے سے اُس کی آنکھیں ٹھنڈی ہونگی اور دل خوش ہوگا۔ خصوصًا جبکہ درس علم حدیث وتفاسیر دیکھے وہاں شعائر دین کی پابندی دیکھکر اور ضعفاء اور کمزوروں پر رحم اور ایلچیوں اور مساکین سے نیک سلوک مشاہدہ کرکے نہایت خوش ہوگا۔

اور ہم طریقۂ صوفیہ سے منکر نہیں۔ اور نہ ہم رذائل ومعاصی متعلقہ بقلب وجوارح سے باطن کو پاک کرنے کے مخالف ہیں بلکہ ہم اس کی تائید کرتے ہیں بشرطیکہ قانون شرعی کے مطابق ہو اور اس کے خلاف نہ ہو۔ ہم صوفیہ کی غلط اور خلاف شریعت باتوں کی تاویل نہیں کرتے اور اُنہیں

موڑ توڑ کر خواہ مخواہ درست بنانے کی ناروا سعی بھی نہیں کرتے۔ اور ہم ہر بات میں سوائے خدا کے اور کسی پر بھروسہ نہیں کرتے۔ اور اسی پر ہمارا اعتماد ہے۔ وہی ہمارا کفیل و مددگار ہے وہی ہم کو کافی اور وہ بہترین دوست و مددگار ہے۔ آخر میں آں حضرت اور آپ کے آل و اصحاب پر درود و سلام ہو۔ فقط

عبداللہ بن شیخ محمد بن عبدالوہاب

عفا اللہ عنہ والمسلمین

تیسرا رسالہ

الفواکہ العذاب

فی الرد علی من لم یحکم السنۃ والکتاب

مرتبہ

شیخ احمد بن ناصر بن عثمان المعمری النجدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی نصر الدین بالحجۃ والسیف والتمکین وجعل لدینہ من ینفی عنہ غلو الغالین وتحریف المعتدین بالدلائل القاطعۃ والبراھین

رجب ۱۲۱۱ھ میں شریف مکہ غالب نے سلطان عبدالعزیز بن سعود (اوّل) سے یہ خواہش ظاہر کی کہ آپ ایک جیّد عالم ہمارے ہاں بھیجدیں تاکہ مسائل مختلف فیہا میں وہ علماء مکہ مکرمہ سے بطریق مناظرہ گفتگو کریں۔ شریف مکہ کی خواہش کے مطابق سلطان موصوف نے شیخ احمد بن ناصر بن عثمان حنبلی کو مکہ کی طرف روانہ کر دیا اور ان کی معیت میں فوج کا ایک محافظ دستہ بھی کر دیا

Marfat.com

شیخ موصوف کے پہنچنے پر غالب شریف مکہ نے ایک مجلس مناظرہ منعقد کی جسمیں حنبلیوں کے سوا باقی تمام فرقوں، شافعی، مالکی، حنفی کے علماء کو دعوت دی گئی۔ اور بہت بڑا تاریخی مناظرہ شیخ احمد موصوف اور علماء حرم کے درمیان ہوا۔ فریق ثانی کی طرف سے شیخ عبد الملک حنفی تھے یہ مناظرہ والی مکہ کی موجودگی میں ہوتا رہا۔ اور متعدد نشستوں میں ہوا۔ مناظرہ میں مکہ کے لوگ کافی تعداد میں شامل ہوتے رہے۔ الحمد للہ کہ حق ظاہر ہوا۔ اور اسی کو فتح و غلبہ نصیب ہوا اور باطل کو شکست ہوئی۔ اور فریق ثانی نے حق کو تسلیم کر لیا۔

مناظرہ تین مسئلوں میں تھا جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔ مگر ان تینوں مسئلوں میں جو جوابات شیخ موصوف نے دئیے ہیں وہ اپنی معقولیت اور جامعیت کے لحاظ سے ایسے عمدہ ہیں کہ امید کی جا سکتی ہے کہ اس سے مریض القلب انسانوں کو شفا ہو۔ اور جو فرقہ بندی سے بالاتر رہکر صحیح اور معقول دلیل کو پسند کرتے ہیں اور اسی کی اتباع کرتے ہیں ان کی خوشی اور مسرت کا باعث ہو۔ ان جوابات کا نام "الفواکہ العذاب فی الرد علی من لم یحکم السنۃ والکتاب" رکھا گیا

پہلا سوال شیخ عبد الملک حنفی کی طرف سے

(۱) کرب و مصیبت کے وقت اگر کوئی کسی نبی یا ولی کو پکارے یا اس سے امداد طلب کرے۔ یا۔ یا رسول اللہ۔ یا۔ یا ابن عباس۔ یا۔ یا محجوب وغیرہ اولیاء صالحین سے فریاد کرے تو اس کے متعلق تم لوگوں (نجدیوں) کی کیا رائے ہے؟

جواب

الحمد للہ احمدہ واستعینہ واستغفرہ واعوذ باللہ من شرور انفسنا و سیئات اعمالنا۔ من یھد اللہ فلا مضل لہ ومن یضلل فلا ھادی لہ واشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ و صحبہ ومن تبعہم باحسانا وقفی اثرھم الی آخر الزمان۔

حمد و ثنا کے بعد یہ معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالی نے ہمارے دین کو مکمل کر دیا ہے۔ اور پیغمبر نے پیغام رسالت کو پورا ہم تک پہنچا دیا ہے۔ خدا نے رسول کریم پر ہدایت نامہ اور مومنین کیلئے نصیحت نامہ کر کے نازل فرمایا۔ خدا قرآن پاک میں فرماتا ہے "لوگو آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی۔ اور تمام مذہبوں میں سے تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا"

Marfat.com

دوسری آیت میں فرماتا ہے "لوگو تمہارے پاس خدا کی طرف سے نصیحت اور دلوں کے گناہوں کی بیماریوں کو دور کرنے والی شفا آئی ہے اور ہدائت ورحمت مومنوں کے لئے ہے" پھر خدا نے فرمایا کہ اے میرے پیارے رسول میں نے تم پر ہر بات کو کھول کر بیان کرنیوالی کتاب بھیجی جو مسلمانوں کے لئے ہدائت وبشارت ہے۔ پھر خدا فرماتا ہے "جب میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آوے اور جس شخص نے میری ہدایت کو مانا۔ پس ایسا شخص نہ گمراہ ہوگا نہ بدبخت" پھر خدا فرماتا ہے کہ "جو شخص ذکر قرآن سے منہ پھیرے اُس کی زندگی تنگ وتلخ ہوگی۔ اور قیامت کے روز اندھوں میں اُٹھیگا۔" حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ جو شخص قرآن پڑھے اور اس پر عمل کرے خدا اسکا ذمہ دار ہے کہ یہ شخص دنیا میں گمراہ نہ ہوگا اور آخرت میں شقی نہ ہوگا۔ پھر خدا نے قرآن مجید میں فرمایا کہ "جو شخص ذکر رحمن سے غافل ہوجاوے اس کے ہمراہ شیطان ہوجاتا ہے۔ اور وہ اس کا بدترین ساتھی ہے۔ اور ایسے لوگوں کو یہ شیطان راہ راست سے روکتے ہیں۔ اور ان کا یہ خیال خام ہوتا ہے کہ ہم راہ راست پر ہیں" امام مالکؒ نے موطا میں روایت کیا ہے کہ رسول کریم نے فرمایا کہ میں تم میں دو زبردست چیزیں چھوڑ چلا ہوں جب تک تمہارا ان پر عمل ہوگا تم کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ ایک کتاب اللہ دوم سنت رسول اللہ۔ ابی درداء روایت کرتے ہیں کہ حضرت صلعم نے فرمایا لوگو میں تم کو ایسی روشن راہ پر چھوڑ چلا ہوں جس کا دن اور رات یکساں ہے میرے بعد اس سے کوئی نہ پھریگا مگر وہ شخص جو ہلاکت کی طرف جارہا ہے۔ دوسری حدیث میں حضرت فرماتے ہیں کہ جنت کے قریب کرنے والی کوئی چیز ایسی نہیں جو میں نے تم کو نہ بتلائی ہو اور نہ ایسی کوئی بات بتلائی چھوڑی ہے جو تم کو آگ کے قریب کرے۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ لوگو تم میری اور میرے بعد خلفاء راشدین کی سنت کو مضبوط پکڑو۔ اور اس پر قائم رہو اور نئی نئی بدعتوں سے بچو۔ کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ جو کتاب اللہ وسنت رسولؐ کو کان دھر کر سنیگا وہ ضرور ان میں ہدایت وشفا پائیگا۔ اُس شخص کی خدا نے مذمت کی ہے جو خدا کی کتاب کو چھوڑ کر کسی اور کے فیصلہ کو پسند کرے۔ خدا فرماتا ہے کہ "ان منافقوں کو جب خدا ورسول کے فیصلہ کی طرف بلایا جاتا ہے تو تم دیکھتے ہو کہ وہ کس طرح تم سے پھر جاتے ہیں"

اس بات کے معلوم کرنے کے بعد ہم یہ کہتے ہیں کہ قبروں کی زیارت میں جو بات شرعی طور پر رسول کریم نے مقرر فرمائی ہے وہ (۱) آخرت کا یاد کرنا (۲) میّت کے ساتھ احسان کرنا جو استغفار اور دعاء رحم وغیرہ کے ذریعہ سے ہوسکتا ہے۔

Marfat.com

بریدہ کی روایت سے صحیح مسلم میں آیا ہے کہ رسُول کریم مسلمانوں کو جب وہ مقابر کی طرف آنکلتے اس طرح کی تعلیم دیتے کہ السلام علےٰ اھل الدیار (قبرستان والوں پر سلام ہو) کہو۔ دوسرے الفاظ میں اس طرح آیا ہے کہ مومن مسلمان قبر والو تم پر سلام ہو۔ ہم بھی انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔ ہم خدا سے تمہارے اور اپنے لئے عافیت کی دعا کرتے ہیں۔ سنن ابوداوٗ میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسُول کریم نے فرمایا کہ جب تم میّت کیلئے دعا کرو تو اس کے لئے خالص دعا کرو۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسُول کریم نے فرمایا کہ جس مسلمان میت پر سو مسلمان نماز جنازہ پڑھتے ہیں اس کی شفاعت کرتے ہیں اور اس کے حق میں دعا مانگتے ہیں تو خدا تعالےٰ اُن کی دعا قبول فرماتا ہے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا۔ اب سوچو کہ جب وہ میّت ابھی جنازہ میں ہوتی ہے دفن بھی نہیں ہو چکتی تو ہم خدا سے اُس کے لئے دعا مانگتے ہیں۔ خود اُس میّت سے دعا نہیں مانگتے۔ نیز اس میّت کے حق میں سفارش و شفاعت کرتے ہیں۔ اس میّت کو شفیع نہیں بناتے۔ پس مناسب ہے کہ بعد از دفن بھی اُسی طرح کیا جائے جس طرح کہ قبل از دفن کیا گیا تھا کیونکہ اُس کی شخصیت میں تو کوئی فرق نہیں آیا۔

جو تعلیم رسُول کریم نے مشرکوں کو دی تھی اُسکو انہوں نے تبدیل کر دیا۔ بجائے اُس کیلئے دعا کرنے کے اُس سے دعا مانگنی شروع کر دی۔ اور بجائے اس کے حق میں خدا سے دعا و سفارش کرنے کے اب اس سے سفارش چاہنے لگے۔ اور زیارت قبور کو جس کو رسُول کریم نے میّت کے ساتھ احسان کرنے کے لئے مقرر فرمایا تھا لوگوں نے خود میّت سے مانگنے کے ساتھ تبدیل کر دیا۔ اور پھر خاص اس جگہ کو دعا کے لئے مخصوص کر دیا حالانکہ دعا اصل و مغز عبادت ہے۔ امام ترمذی نے حضرت انسؓ سے روایت کیا کہ رسُول کریم نے فرمایا کہ دعا اصل و مغز عبادت ہے اور نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ رسُول کریم نے فرمایا کہ دعا ہی عبادت ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی ... ہے کہ مجھے پکارو میں تمہاری دعا سنونگا۔ اس کو ابوداؤد، امام احمد، ترمذی، نسائی و ابن ماجہ نے روایت کیا۔ یہ بات محال و ناممکن ہے کہ مُردوں سے دعا مانگنا تو شروع ہو اور قرون ثلثہ جن کی بزرگی نص رسُول کریم سے ثابت ہے وہ اپنے زمانہ میں مُردوں سے نہ مانگتے ہوں۔ اور ان کے بعد کے زمانہ والے لوگوں کو یہ توفیق مل گئی ہو کہ وہ ایسا کرنے لگ پڑے حالانکہ پچھلے زمانہ کے لوگ وہ کہتے ہیں جو خود کرتے ہیں۔ اور جس بات کا اُن کو حکم نہیں وہ نہیں کرتے۔ جو کچھ بیان ہوا یہ سنت رسُول کریم اور طریقہ صحابہ و تابعین ہے۔ کیا کسی صحیح یا حسن روایت میں ان سے یہ ثابت ہے کہ جب ان کو کوئی حاجت پڑتی تو وہ

Marfat.com

قبور کے پاس جا کر اس کو بوسہ دیکر وہاں کھڑے ہو کر دعا کرے؟ وہاں جا کر دعا مانگنا ثابت نہیں تو ان سے فوائد مانگنا کہاں سے ثابت ہو سکتا ہے۔ اور تکلیفات کے دور کرنے کی اُن سے خواہش کرنا کہاں سے ثابت ہو سکتا ہے۔ اور یہ واضح و معلوم ہے کہ ایسی باتوں کے نقل کرنے میں بہت سے لوگوں نے ہمت کی اور اس کے باعث بھی بہت تھے حالانکہ بتعداد کثیر شہروں میں اصحاب رسول کریم کی قبریں تھیں اور ان کی بھی کثرت تھی۔ پس کسی نے بھی ان میں سے مصیبت کے وقت قبر کے پاس کھڑے ہو کر نہ امداد مانگی ہے۔ اور نہ اس جگہ کو دعا کے لئے منتخب کیا ہے۔ نہ وہاں سے شفا چاہی ہے اور نہ ان سے دشمن پر فتح مانگی ہے۔ نہ کسی صحابی نے بعد از وفات رسول کریم آپ سے فریاد چاہی ہے۔ اور نہ کسی اور نبی سے۔ صحابہ نہ قصداً انبیاء کے قبور کے پاس جا کر دعا مانگنے کو اچھا سمجھتے ہیں اور نہ قبور کے پاس نماز پڑھنے کو بہتر جانتے ہیں۔ اگر آپ صاحبان کے پاس ان امور میں کوئی پختہ سند یا صحیح یا حسن حدیث ہو تو بتا سکتے کہ ہمیں بھی معلوم ہو۔ بلکہ جو کچھ تم آج کل کرتے ہو ان بزرگان دین، صحابہ، تابعین و تبع تابعین وائمہ مجتہدین سے اس کے برخلاف ثابت ہے۔ تمہارے موافق کوئی بات نہیں۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب ملک میں سخت قحط پڑا تو آپ نے دعا استسقاء حضرت عباسؓ سے کرائی اور حضرت عباسؓ کی دعا کو وسیلہ بنایا۔ اور کہا کہ خدایا پہلے ہم تیرے پاک نبیؐ کا ذریعہ و وسیلہ کر کے دعا استسقاء مانگا کرتے تھے۔ اور ہم پر بارش ہوتی تھی۔ اب ہم نبیؐ کے چچا کو وسیلہ دعاء استسقاء مانگتے ہیں ہم پر باران رحمت نازل فرما۔ پھر ان پر بارش ہوتی تھی۔ امام بخاری نے اس روایت کو اپنی کتاب صحیح بخاری باب استسقاء میں بیان کیا ہے۔ ہم کو بوثوق معلوم ہے کہ نبیؐ نے اپنی امت کو مُردوں یا نبیوں اور صالحوں وغیرہ سے لفظ استغاثہ سے یا دیگر کسی طلب حاجت والے الفاظ سے دعا مانگنے کا حکم ہرگز نہیں فرمایا۔ بلکہ ہم جانتے ہیں کہ ایسی تمام باتوں سے منع ضرور فرمایا ہے۔ اور یہ وہ شرک اکبر ہے جسکو اللہ و رسول اللہ نے حرام کیا ہے۔

قرآن مجید میں خدا فرماتا ہے "مسجدیں خدا کی بندگی کے لئے ہیں تو تم خدا کے ساتھ کسی کو مت پکارو" دوسری آیت میں فرمایا ہے کہ "اس سے بھی زیادہ کوئی گمراہ ہوگا کہ خدا کے سوا ایسے اشخاص کو پکارے جو قیامت تک اس کو جواب نہ دے سکیں۔ اور وہ ان کے بلانے سے باخبر ہوں اور قیامت کے دن وہ ان کے دشمن ہوں اور ان کے پکارنے سے منکر ہوں۔ خدا قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ خدا کے ہمراہ کسی اور کو مت پکارو ورنہ تجھے عذاب ہوگا" پھر فرمایا ہے کہ "سچی پکار اُسی خدا کو چاہیے اور جن کو یہ مشرک پکارتے ہیں وہ ان کے کسی سوال کا جواب نہیں دے سکتے" پھر ارشاد باری تعالیٰ

Marfat.com

ہے کہ "خدا کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کو یا معبودوں کو نہ پکارو جو نہ نفع نہ نقصان تجھے دے سکتے ہیں اگر تو نے خدا کے حکم کے خلاف کیا تو اس وقت تو ظالموں میں سے ہوگا" پھر فرمایا "تمہارے باطل معبود ایک ادنٰے چیز کا اختیار بھی نہیں رکھتے۔ اگر تم ان کو پکارو تو وہ سنتے نہیں۔ اور اگر وہ سُنیں تو تم کو جواب نہیں دے سکتے۔ اور قیامت کو تمہارے اس شرک سے وہ منکر ہونگے پھر فرمایا کہ "اے رسول کریم (صلعم) ان مشرکوں کو بتلادے کہ جن باطل معبودوں کو تم اپنے خیال میں خدا سمجھتے ہو وہ معبود باطل تمہارے دُکھ کو نہ دُور کرسکتے ہیں نہ بدلا سکتے ہیں۔ جن بزرگوں کی یہ مشرک پرستش کرتے ہیں وہ تو خود خدا کے پاس وسیلہ ڈھونڈتے ہیں اور تقرب حاصل کرتے ہیں اور خدا کی رحمت کے امیدوار ہیں، اور عذاب خدا سے ترساں و لرزاں ہیں۔ بیشک خدا کے عذاب سے ڈرنا لازم ہے"

مجاہد نے آیت وسیلہ کی تفسیر یوں کی ہے کہ یبتغون الی ربھم الوسیلۃ سے مراد حضرت عیسٰیؑ و عزیرؑ و ملائکہ ہیں۔ ابراہیم نخعی کا قول بھی یہی ہے۔ ابراہیم نے فرمایا کہ حضرت ابن عباسؓ وسیلہ کی آیت میں فرمایا کرتے تھے کہ اس سے مراد عزیرؑ و مسیحؑ و شمس و قمر ہیں۔ سدی، ابوہریرہؓ اور ابن عباسؓ سے یوں روایت کرتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت عیسٰےؑ و عزیرؑ و بی بی مریم ہیں۔ عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ یہ آیت چند عرب کے حق میں اتری ہے جو کہ جنّات کی پرستش کیا کرتے تھے جن تو مسلمان ہو گئے۔ اور جو انسان ان کی پرستش کرتے تھے ان کو اپنے معبودوں کے مسلمان ہونے کی خبر بھی نہ تھی تب یہ آیت اُتری۔ امام بخاری نے اس کو کتاب التفسیر میں نقل کیا ہے اور آیت کے معنے میں یہ تمام قول صحیح ہیں۔ آیت عام ہے۔ اور شامل ہے ہر ایک معبود کو جس کی بغیر خدا کے پرستش ہوتی ہو۔ چاہے وہ ملائکہ ہوں، یا جن یا بشر ہوں سب کو یہ آیت شامل ہے۔ اور یہ معبود خود خدا کے پاس وسیلہ چاہتے ہیں۔ اور اس کی رحمت کے امیدوار اور عذاب سے ترساں ہیں۔ ہر وہ شخص جو کسی میّت یا غائب نبی کو یا صالحین کو پکارے آیت اس کے حق میں ہے۔

مشرک لوگ صالحوں کو پکارتے تھے اور ان سے طلب کرتے تھے اور [illegible] اور اپنے اور خدا کے درمیان واسطہ و وسیلہ سمجھتے تھے۔ اس پر بھی خدا نے ایسی دعا و پکار سے ان کو منع کیا اور خدا نے بیان فرمایا کہ جن کو تم پکارتے ہو وہ تمہارے دُکھ کو نہ تم سے دور کرسکتے ہیں اور نہ تبدیل کرسکتے ہیں۔ کلیتہً نہ اس دکھ کو اُٹھا سکتے ہیں اور نہ ہی ایک جگہ سے دوسری جگہ تبدیل کرسکتے ہیں کہ اسکی صفت یا مقدار کو کم کریں۔ یہ بھی اُن سے نہیں ہوسکتا اسی لئے تحویلا کا لفظ فرمایا۔ نکرہ استعمال کیا تاکہ انواع تحویل کو شامل ہو۔ پس ہر وہ شخص جسنے کہ انبیاء صالحین وفات شدگان کو یا ملائکہ

Marfat.com

یا جنات کو پکارا اور ان سے فریادرسی چاہی۔ اس نے ایسے اشخاص سے مدد چاہی جو اسکی فریادرسی نہیں کر سکتے۔ اور ان کے دُکھ و درد کو نہ دور کر سکتے ہیں اور نہ تبدیل کر سکتے ہیں۔ آج کل کے مشرکوں کی یہ عادت ہے کہ جب ان پر کوئی مصیبت آوے تو اپنے شیخ و پیر کا نام لیکر اس کو یاد کرتے ہیں۔ اور رو رو کر اس کو پکارتے ہیں۔ گڑگڑاتے ہیں اور عاجزی کرتے ہیں۔ اور پیر کے نام سے اُن کی اس طرح تسلی ہوتی ہے جس طرح بچے کو ماں کے نام سے تسلی ہو جاتی ہے۔ مصیبت کے وقت یوں بھی اُٹھتے بیٹھتے اپنے پیر کا نام لیتے ہیں۔ یا ابن عباس یا محجوب وغیرہ پکارتے ہیں۔ بعض ایسے مشرک ہیں کہ خدا کی قسم جھوٹی کھاویں گے۔ مگر جب ابن عباسؓ یا کسی اور بزرگ کا نام ہو تو کبھی جھوٹی قسم نہ کھاویں گے۔ اللہ کا ڈر نہیں۔ مگر اس پیر سے زیادہ خوف کھاتے ہیں کہ اگر جھوٹی قسم اس پیر کی کھائی وہ ہم کو نقصان دیگا۔ گویا خالق سے مخلوق کا ڈر اور اُس کی عزت انکو زیادہ ہے۔

جب دعا مولی میں یہ استہزار دین سے ہوتا ہو اور رب العالمین کے ساتھ یوں مقابلہ ہووے تو ان ہر دو فریق میں سے کون زیادہ لائق استہزار کے ہے۔ آیا جو مُردوں سے مانگتا ہے اور اُن سی فریاد کرتا ہے اور ایسے کاموں کی تعلیم دیتا ہے یا وہ شخص جو خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کو ہی پکارتا ہے جس طرح اُس کے رسولوں کا فرمان ہے۔

رسُول کی اطاعت و فرمانبرداری ہر حکم میں واجب ہے۔ اور ہم بفضل خدا سب سے زیادہ حکم رسُول کے ماننے والے ہیں۔ کیونکہ ہم جانب رسُول کی رعایت کرتے ہیں۔ اور جن باتوں کی خبر رسُول کریم نے دی ہے ہم ان کی دل و جان سے تصدیق کرتے ہیں۔ اور آپ کے احکام کی اطاعت کرتے ہیں۔ اور جس مطلب کے لئے آپ مبعوث ہوئے اُس منشاء کا ہم پورا لحاظ رکھتے ہیں اور اس کا اتباع کرتے ہیں۔ نہ اس بات کی جسکی عملاً آپنے مخالفت کی ہے۔ اس آیت کے بموجب کہ "مومنو تم پر جو تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے اسپر جمے رہو۔ اسکے بغیر اور دوستوں کی اطاعت مت کرو تم تھوڑی نصیحت قبول کرتے ہو" پھر خدا فرماتا ہے کہ "یہ قرآن مبارک کتاب ہے جس کو ہمنے نازل کیا ہے۔ اس کی تابعداری کرو۔ اور خدا سے ڈرو تاکہ تم پر رحم ہو"

ہم بفضل خدا دو بڑے اصول رکھتے ہیں۔ اول یہ کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں پس ہم اسی کو پکارتے ہیں۔ اور ہماری قربانی بھی اُسی کی رضا کیلئے ہے ہمکو اسی ایک خدا کی امید ہے اور ہمارا بھروسہ بھی اسی ذات پاک پر ہے۔

دوم ہم خدا کی عبادت اسی طریق سے کریں جو شرع میں آیا ہے۔ بدعتیوں کے طریق پر خدا کی

Marfat.com

عبادت نہ کریں۔ اور یہی دو اصول لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے سچے معنے ہیں۔
لا الہ الا اللہ کی شہادت متضمن اس بات پر ہو کہ خالص عبادت خدا کی ہو۔ تو دل و زبان و اعضا ہاتھ پاؤں کی محبت بغیر خدا کے اور کسی سے نہ ہو۔ خدا کے سوا کسی اور کی نہ اتنی محبت ہو نہ ڈر نہ عزت، نہ شوق، نہ خوف ہو۔ اور محمد رسول اللہ متضمن اس بات کو ہے کہ جو فرمودہ آنحضرتؐ ہیں ان کی دل و جان سے تصدیق کی جاوے۔ اور ہر ایک حکم میں اطاعت و فرمانبرداری ہو۔ جس بات کو رسول کریم نے ثابت کیا ہو اس کو ثابت کیا جاوے۔ اور جس کی نفی کی ہو اس کو منفی سمجھا جاوے۔ امام بخاری نے ابوہریرہ کی روایت نقل کی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا میری تمام امت جنت میں جاویگی مگر وہ شخص جس نے انکار کیا۔ لوگوں نے سوال کیا کہ کون انکار کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں گیا۔ اور جس نے نافرمانی کی وہ منکر ہوا۔

اس تمہید کے بعد ہم کہتے ہیں کہ ہمارا دین و عقیدہ و مذہب یہ ہے کہ جو شخص کسی نبی یا ولی یا کسی دیگر صاحب کو بوقت حاجت یا برائے رفع ضرر و جلب منفعت پکارے یہ وہ شرک اکبر ہے جس کے باعث خدا نے مشرکوں کو مشرک فرمایا جبکہ انہوں نے بھی اپنے لئے اولیاء و شفعاء مقرر کئے ہوئے تھے جن کو وہ اپنے خیال میں نفع رساں و دفع شر کا مالک سمجھتے تھے۔ کیونکہ خدا فرماتا ہے کہ "یہ مشرک خدا کو چھوڑ کر ایسے معبودوں کو پکارتے ہیں کہ جو ان کو نہ نفع دے سکتے ہیں نہ ضرر پہنچا سکتے ہیں۔ اور مشرک کہتے تھے کہ یہ ہمارے خدا کے ہاں سفارشی ہیں" رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "آپ ان مشرکوں کو فرما دیں کہ آسمان و زمین میں تو خدا کا کوئی شریک نہیں۔ کیا تم یہ خبر خدا کو دیتے ہو کہ ضرور اس کا شریک ہے۔ خدا شریک سے پاک ہے۔ اور ذات خدا مشرکانہ خیال سے برتر و بالا و بلند و ارفع ہے۔ پس جو اشخاص انبیاء یا اولیاء ابن عباسؓ و ابن محجوبؒ یا ابی طالب وغیرہ سے سوال کرتے ہیں۔ اور ان کو اپنا وسیلہ سمجھتے ہیں ... بادشاہوں کے درمیان پیغام رساں ہوتے ہیں۔ ان کو پکاریں ... کریں ان کو نفع رساں جانیں اور دافع مضرت سمجھیں۔ اس طرح کہ مخلوق انکو پکاریں اور وہ خدا کو پکاریں جس طرح امیر کے مقربین لوگوں کی حاجتیں امیر سے طلب کرتے ہیں جو ان سے زیادہ نزدیک ہوں۔ اور لوگ بباعث ادب خود بادشاہوں سے سوال نہیں کرتے۔ یا اس لئے کہ وہ بادشاہ کے مقربین ہوتے ہیں ان کے ذریعہ سوال کرنا زیادہ مناسب ہوتا ہے تاکہ جلدی قبول ہو۔ پس ان دنیاوی بادشاہوں کی طرح جنہے انبیاء و اولیاء کو بھی وسائط و وسیلہ بنایا

Marfat.com

یا سمجھا تو وہ کافر مشرک ہے۔ اس کا مال حلال ہے۔ اور خون مباح ہے۔ علماء رحمہم اللہ نے اسکی تصریح کی ہے۔ اور اجماعاً ایسا ہی حکم کیا ہے۔

اقناع و شرح قناع میں لکھا ہے کہ جس شخص نے اپنے اور خدا کے درمیان وسائط مقرر کئے اور اُن کو حوائج میں پکارا اور اُنپر اعتماد کیا اور ان سے سوال کیا۔ ایسا شخص اجماعاً کافر ہوا۔ اس لئے کہ یہ شرک بُت پرستوں کا طریقہ ہے جو کہتے تھے کہ ہم ان کی محض اس لئے عبادت کرتے ہیں تاکہ یہ ہمکو خدا کے قریب کر دیں۔

امام ابوالوفا علی بن عقیل حنبلیؒ نے فرمایا کہ جاہلوں پر جب تکلیفات آئیں تو شرع کے طریقہ سے پھر کر وہ اوضاع اختیار کئے جو انہوں نے خود اپنے لئے وضع کئے تھے تو یہ نئے طریقے اُن کو آسان معلوم ہوئے۔ کیونکہ یہ طریقے کسی اور کے حکم سے اختیار نہیں کئے تھے یہ امام فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک ایسے لوگ ایسے طریقوں کی وجہ سے کافر ہیں۔ مثلاً تعظیم قبور۔ اُنکی عزت کرنا۔ قبروں سے چمٹنا جس کو شرع نے منع فرمایا ہے۔ مثلاً وہاں آگ جلانا، ان کو چومنا، بوسہ دینا، اپنر خوشبوئی ملنا۔

(۱) حاجات کے وقت مُردوں کو پکارنا، قبروں پر رقعہ لکھنا کہ اے میرے مولا! میرا یہ کام اس طرح کردے، اور تبرکاً وہاں کی خاک اٹھانا، یا قبور پر خوشبوئی ڈالنا۔ سفر کے قبور کی طرف جانا اور درختوں پر جھنڈے لٹکانا، یہ لات وعزّے کے پوجنے والوں کی تقلید و اقتدا ہے۔ امام بغوی شافعیؒ نے اپنی تفسیر میں اس آیت کی تشریح میں یوں فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ " جو لوگ خدا کو چھوڑکر دوسروں کو پکارتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم اُن کی پرستش محض انکو اپنا خدا کے سامنے وسیلہ سمجھکر کرتے ہیں۔ کفار سے جب سوال ہوتا ہے کہ بتاؤ آسمان وزمین کا خالق کون ہے تو کہتے ہیں کہ خدا ہے۔ اور جب سوال ہوتا ہے کہ تم بُت پرستی کیوں کرتے ہو تو کہتے ہیں کہ ہم ان کو نہیں پوجتے۔ بلکہ ان کو اپنا وسیلہ جانتے ہیں۔ کیونکہ یہ ہماری خدا کے دربار میں سفارش کریں گے۔ حالانکہ یہ ان کا کفر تھا۔"

پس صاحب اقناع اور ابن عقیل کے اقوال پر غور کرنے سے ثابت ہوا کہ تعظیم قبور اور قبروالوں سے طلب حاجت کرنا یا انسے خطاب کرنا کفر ہے۔

اس آیت کی تشریح میں جس میں خدا فرماتا ہے " جو لوگ خدا کو چھوڑکر اوروں سے امداد حاصل کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم ان کو محض خدا کے سامنے سفارشی جانکر پکارتے ہیں۔"

مصنف تفسیر ابن کثیر نے فرمایا ہے کہ انہوں نے مقرب فرشتوں کی مورتیں اپنے خیال سے بنا کر انکی پرستش کی اور ان بتوں کو بمنزلہ ملائکہ تصور کیا۔ اس لئے خدا نے یہ آیت نازل فرمائی کہ یہ لوگ دراصل اپنے خیال میں ملائکہ کی پرستش کرتے ہیں تاکہ وہ ان کو امداد دیں۔ رزق عطا کریں یا اور دنیاوی مشکلات ان کے ذریعہ حل ہوں۔ آخرت کے تو وہ منکر تھے۔ قتادہ وسدی و مالک زید بن اسلم و ابن زبیر اس آیت کی تشریح میں ان کی شفاعت کے معنی کرتے ہیں۔ اس لئے مشرک لوگ جاہلیت میں حج کے موقع پر تلبیہ میں یوں کہتے تھے "خدایا ہم تیری خدمت میں حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں مگر ایک ایسا شریک ہے کہ اس کا بھی تو مالک ہے یہی عقیدہ پرانے اور نئے مشرکوں کا چلا آتا ہے۔ اسی عقیدہ کی تردید کے لئے تمام انبیاء تشریف لائے۔ انبیاء نے انہیں سخت منع کیا اور خدائے واحد کی پرستش کی تعلیم دی اور سمجھایا کہ یہ عقیدہ مشرکوں کا من گھڑت ہے خدا اس سے راضی نہیں بلکہ ناراض و ناخوش ہے۔ کیونکہ وہ وحدہٗ لاشریک فرماتا ہے کہ ہر امت میں ہمنے رسول اس لئے بھیجا تاکہ وہ لوگوں کو سمجھاوے کہ تم ایک خدا کی پرستش کرو اور شرک سے بچو۔ پھر فرمایا ہے کہ آپ سے پہلے تمام پیغمبروں کو میں یہی حکم دیتا رہا کہ میں ایک خدا ہوں خاص میری پرستش کرو۔ اور خدا نے فرمایا کہ آسمان کے تمام مقرب فرشتے وغیرہ سب خدا کے بندے اور اس کے سامنے سر جھکانے والے ہیں۔ بغیر اس کی رضا کے وہ کسی کی سفارش بھی نہیں کرسکتے۔ اور یہ فرشتے ایسے نہیں کہ جس طرح امراء بادشاہوں کے سامنے سفارش کرتے ہیں۔ چاہے بادشاہ کی رضا ہو یا نہ ہو۔ پس تم خدا کے لئے ایسی مثالیں مت پیش کرو۔ خداوند تعالیٰ ایسی مثالوں سے برتر و اعلیٰ ہے؟ انتہٰی۔

۵۔ اے رسول ان مشرکوں کو فرما دے کہ آسمان و زمین میں تم کو رزق کون دیتا ہے۔ یا سمع و بصر کا مالک کون ہے؟ اس کی تشریح امام بغوی نے یوں کی ہے کہ اگر تم یہ اعتراض کرو کہ سب چیزوں کا مالک جب وہ خدا کو مانتے تھے تو پھر کیوں بت پرستی کرتے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان مشرکوں کا یہ عقیدہ تھا کہ بت پرستی درحقیقت خدا پرستی ہی ہے۔ کیونکہ یہ ہمارے سفارشی ہیں یہ بزرگ یا ملائکہ ہم کو خدا کے نزدیک کردینگے۔ لیکن ان کے مختلف طریقے تھے۔ ایک فرقہ کا یہ عقیدہ تھا کہ ہم براہ راست خدا کی عبادت کی اہلیت ہی نہیں رکھتے۔ کیونکہ خدا بہت بڑی عظیم الشان ہستی ہے ہم بزرگوں کو وسیلہ بناتے ہیں کہ ہم جیسے ادنےٰ آدمی اُن کے ذریعہ بارگاہ الٰہی تک پہنچ سکیں ایک فرقہ کا یہ خیال تھا کہ فرشتوں کا اللہ تعالےٰ کے ہاں ایک خاص مرتبہ ہے ہم نے ان کے بت

Marfat.com

بُت بنا رکھے ہیں کہ ان کی عبادت سے خدا کا تقرب حاصل ہو۔ ایک گروہ کا عقیدہ تھا کہ یہ بُت صرف بطور قبلہ کے ہمارے سامنے ہوتے ہیں جیسا کہ کعبہ عبادت کے وقت قبلہ ہوتا ہے۔ ایک جماعت یہ کہتی تھی کہ ہر فرشتے کے ساتھ اللہ تعالے نے ایک شیطان بطور موکل کے مقرر کیا ہے جو بُت کی عبادت خوب اچھی طرح سے کرتا ہے شیطان اُس کی ضرورت پوری کر دیتا ہے۔ اور جو اُس بُت کی عبادت نہیں کرتا شیطان اسکو اللہ کے حکم سے تکلیف پہنچاتا ہے۔

ان ائمہ دین کی تصریحات کو دیکھیئے کہ ان مشرکین نے غیر اللہ کی عبادت صرف اس لئے کی کہ تقرب بارگاہ الٰہی حاصل ہو۔ اور انکو بطور شفیع پکارا اور ان سے دعا کی۔ اور یہ بھی کہا کہ یہی وہ شبہ ہے کہ جس میں عہد گذشتہ کے مشرکین اور آج کل کے مشرک مبتلا ہیں۔ اور اسی کی تردید تغلیط کے لئے اللہ تعالے نے انبیاء و رسل کو بھیجا۔ شیخ بکری نے آیۃ مذکورہ کے ذیل میں یہ لکھا ہے کہ کفار و مشرکین کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ انہوں نے اپنے معبودان باطل کو شفیع بنایا تھا اور ظاہر ہے کہ قرآن کریم نے اس کو کفر سے تعبیر کیا ہے۔ اور یہ بھی قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار نے جن کی عبادت کی اور طلب شفاعت کی اور ذریعہ تقرب بارگاہ الٰہی سمجھا حاشا وکلّا کہ انہوں نے ان معبودوں کو اپنا خالق یا رازق سمجھا ہو۔ بلکہ وہ سب کے سب اس کا اقرار کرتے تھے کہ بارش کا اُتارنے والا، اناج پیدا کرنیوالا، رزق دینے والا اللہ ہی ہے اور اس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے جیسا کہ فرمایا "ان مشرکوں سے دریافت فرما کہ آسمان و زمین میں رزق کون دیتا ہے اور کان و آنکھ کا مالک کون ہے۔ اور مُردہ سے زندہ اور زندہ سے مُردہ کون کرتا ہے اور تمام کاموں کا بند وبست کس کے قبضہ میں ہے؟ تو اس کے جواب میں سب مشرک یکزبان ہو کر کہیں گے کہ ان سب کا کرنیوالا ایک خدا ہے۔ پھر آپ ان کو فرماویں کہ پھر تم کیوں خدا سے نہیں ڈرتے کہ اُسکے ساتھ شرک کرتے ہو" پھر خدا فرماتا ہے کہ "اگر ان مشرکوں سے سوال کرو کہ آسمان و زمین کو کس نے پیدا کیا اور ان میں سورج و چاند کو کس نے مسخر کیا۔ تو سب کہیں گے کہ خدا نے کیا ہے۔ تو پھر توحید سے کیوں مُڑتے اور منکر ہوتے ہیں" پھر خدا نے فرمایا کہ مشرکو اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ یہ زمین اور اس کی تمام چیزیں کس کی ہیں۔ فوراً یہ کہیں گے کہ خدا کی ہیں۔ پھر آپ انکو کہیں کہ جان پہچان کر پھر کیوں نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ اور فرمایا:۔

"پوچھ ان مشرکوں سے سات آسمانوں اور عرش عظیم کا مالک کون ہے جواب میں مشرک کہیں گے کہ خدا ہی ہے۔ آپ اُن سے کہیں کہ پھر تم کیوں اس خدا سے نہیں ڈرتے۔ پھر فرمایا کہ:۔

Marfat.com

وہ مشہر کو اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ کہ ہر ایک چیز کا اختیار مند کون ہے - وہی بچاتا ہے - اس کو کوئی بچانے والا نہیں - سب کہیں گے کہ خدا ہی - آپ ان سے فرما دیں کہ جانتے بوجھتے ہوئے پھر تم پر نادانی کا کیا بھوت سوار ہو جاتا ہے کہ شرک کرتے ہو"

ان کے علاوہ اور بہت سی آیتیں ہیں کہ مشرک اپنے معبودوں کو خدا کے حضور اپنا سفارشی سمجھتے تھے پھر اسی عقیدہ کی بندش کیلئے خدا نے مختلف اوقات میں رسول بھیجے جنہوں نے انکو ان برے عقیدوں سے منع کیا"

شفاعت

خدا نے فرمایا کہ شفاعت کا اختیار سب خدا کے ہاتھ ہے - اور بغیر اُس کے اذن کے کسی کو اس کے پاس سفارش کی مجال نہیں - اور خدا بھی اس کو اجازت دیتا ہے جسکے اعمال و افعال درست ہوں - جب خدا بغیر توحید کے اور کسی چیز سے راضی نہیں تو شفاعت بھی ان قیود سے مقید ہوئی - خدا فرماتا ہے کہ کیا ان مشرکوں نے خدا کے سوا اوروں کو اپنا سفارشی سمجھ لیا ہے آپ ان کو کہدیں کہ اگر تمہارے یہ معبود نہ کسی چیز کے مالک ہوں اور نہ ان کو عقل ہو تب بھی تم ان کو اپنا سفارشی سمجھوگے - آپ ان مشرکوں سے فرمادیں کہ تمام شفاعت کا اختیار خدا کا ہے - دوسری آیت میں فرمایا کہ خدا کے سوا نہ کوئی تمہارا دوست اور نہ کوئی سفارشی ہے - پھر فرمایا کہ بغیر اذن خدا کون اس کے سامنے سفارش کر سکتا ہے - پھر فرمایا کہ "قیامت کے دن خدا کی رضا و اذن کے بغیر کسی کی سفارش نفع مند نہیں ہو سکتی" پھر فرمایا کہ "آسمان کے بہت سے ایسے فرشتے ہیں کہ بغیر اذن و رضائے خدا اُن کی شفاعت و سفارش کچھ بھی نفع رساں نہیں" پھر فرمایا کہ "خدا کے سامنے اس کے اذن کے بغیر کوئی سفارش فائدہ مند نہیں"

بخاری و مسلم میں دونوں جہانوں کے سردار اشرف المخلوقات سرور کائنات فخر موجودات سے یوں روایت آئی ہے کہ قیامت کو میں عرش کے نیچے آکر سر بسجود ہو کر اللہ کی حمد و ثنا کہونگا - مجھپر خدا کی حمد و ثنا کے وہ دروازے کھلجائینگے جو اس وقت میرے خیال میں بھی نہیں - جب تک خدا کی رضا ہوگی اُس وقت تک میں سربسجود رہونگا - ارشاد باری تعالے ہوگا کہ محمد! سر اُٹھائیے! آپ سوال فرمائیں میں قبول کرونگا - اور شفاعت کریں آپکی شفاعت منظور ہوگی - اور فرمایا کہ پھر میرے لئے ایک حد مقرر ہوگی - پھر امت کو میں جنت میں داخل کرونگا - پھر دوبارہ ایسا کردونگا - اسی طرح چار مرتبہ کا ذکر سرور کائنات نے فرمایا ہے جس آیت میں یہ ذکر ہے کہ اے رسولؐ پاک

Marfat.com

اس قرآن کے ذریعہ ان لوگوں کو ڈرا جو اپنے رب کے سامنے حاضر ہونے سے ترساں ہیں۔ ان کا سوائے خدا کے نہ کوئی دوست نہ سفارشی ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں امام بغویؒ نے فرمایا کہ اس آیت میں خدا نے شفاعت کی بالکل نفی ہی کر دی حالانکہ آخرت میں شفاعت ہوگی۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ چونکہ بغیر اذن خدا کے نہیں ہوگی۔ تو گویا خدا کے سوا شفاعت ہی موجود نہیں۔ اس میں مقصد مراتب کا بتانا ہے۔ اور نفی والا جملہ یحشروا کی ضمیر سے حال واقع ہوا ہے۔ اور یہ محل خوف ہے۔ مراد اس سے گنہگار مومن نہیں۔ اور جس آیت میں یہ ذکر ہے کہ اس دن رحمٰن کی رضا کے بغیر شفاعت بے سود ہے اس کی تشریح میں کہا ہے کہ آیت میں ثابت ہوتا ہے کہ شفاعت فقط مومنوں کے لئے ہے۔

اس آیت کی تشریح میں جس میں ذکر ہے کہ اے محمدؐ ان کو کہدو کہ آسمان و زمین کا مالک کون ہے۔ کہدے کہ خدا ہی ہے۔" حافظ عمادالدین بن کثیر نے فرمایا کہ اس آیت میں خدا نے اپنی الوہیت ثابت کی ہے ورنہ خالق زمین و آسمان تو وہ بھی مانتے تھے اور مدبر آسمان و زمین خدا کو جانتے تھے اپنے دوسرے معبودوں کو مخلوق خدا جانتے تھے جس طرح حج کے موقعہ پر ان کے تلبیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ کہتے تھے اے خدا ہم تیری خدمت میں حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں۔ مگر ایک ایسا شریک ہے کہ اس کا بھی تو مالک ہے اور وہ خود مالک نہیں۔ اور خدا نے فرمایا کہ مشرک کہتے ہیں کہ ہم ان معبودوں کی پرستش اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہم کو خدا تک پہنچا دیں۔ اسی بات کا انکار خدا نے فرمایا کہ تمھارا یہ خیال غلط ہے۔ بلکہ بغیر اذن خدا نہ کوئی سفارش کر سکتا ہے اور نہ کوئی سفارش فائدہ مند ہو سکتی ہے اوّل سے آخر تک ان خیالات کے رد کرنے کیلئے خدا نے رسول بھیجے ہیں اور انبیاء نے انکو ایسے عقیدوں سے منع کیا اور ماسوائے اللہ کی عبادت سے روکا۔ کفار نے ان انبیاء کی تکذیب کی اور نہ مانا۔ انتہی۔

مقصود یہ ہے کہ وہ کون سا شرک تھا جس کی بنا پر رسول کریمؐ نے مشرکوں سے جنگ کی۔ حالانکہ وہ بھی یہ کہتے تھے اور ان کا یہ عقیدہ تھا کہ ہم خدا کی طرف ان کے ذریعہ سے تقرب حاصل کرتے ہیں تاکہ خدا کے ہاں یہ ہماری سفارش کریں۔ وہ یہی شرک تھا کہ اپنے معبودوں کو واسطہ و سفارشی سمجھتے تھے اور مُردوں سے بوقت حاجت استغاثہ کرنا اور ان سے امداد چاہنا یہ بھی شرک اکبر ہیں سے ہی جس کی وجہ سے خدا نے مشرکوں کو کافر فرمایا۔

مقصد اس کلام کا یہ ہے کہ شفاعت بغیر اذن خدا نہیں۔ اور خدا کا اذن اس کے لئے ہے جس کے اعمال و اقوال کو خدا پسند فرماوے اور خدا توحید کو ہی پسند فرماتا ہے جس طرح گذشتہ

Marfat.com

دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔ رسل و ملائکہ خدا کے مقرب ہیں۔ خدا کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کرتے
جس کے لئے خدا کی مرضی ہوگی اسی کی سفارش ہوگی"

گویا سفارش درحقیقت خدا کی ہے کیونکہ اُس کی مرضی کے بغیر تو ہو ہی نہیں سکتی اس لئے اس
سفارش کو خاص اپنی طرف نسبت فرمایا۔ یہ خدا کے ارادہ سے ہے۔ اور ارادہ اس کے لئے ہے جس پر خدا کا
رحم ہے۔ یہ اس شفاعت کے برخلاف ہے جو مشرکوں کا عقیدہ تھا جسکو خدا نے باطل و غلط قرار دیا۔
چنانچہ خدا فرماتا ہے کہ "اُس دن کے عذاب سے ڈرو کہ کوئی نفس کسی نفس کو فائدہ نہیں دیسکیگا۔
اور نہ کسی کا جرمانہ قبول ہوگا۔ اور نہ کسی کی شفاعت سُنی جائیگی"

دوسری آیت میں فرمایا کہ "خدا کے راہ میں مال کو اُس دن کے آنے سے پہلے خرچ کرو کہ اُس دن
نہ خرید و فروخت ہوگی اور نہ دوستی اور نہ شفاعت کام آویگی"

لہذا کامیاب و نیک بخت اہل توحید ہی ہونگے جن کو سیّد الشفعاء پیغمبر خدا کی شفاعت قیامت
کے دن نصیب ہوگی جس طرح نصوص سے ثابت ہے۔ بخاری نے ابوہریرہ کی روایت نقل کی ہے
کہ رسول کریم نے فرمایا قیامت کو میری شفاعت کے لئے سب سے زیادہ سعید وہ شخص ہوگا۔
جس نے "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" خلوص قلب سے کہا۔ عوف بن مالک نے رسول کریم سے
نقل کیا کہ "رب کی طرف سے میرے پاس ایک آنیوالا آیا اُس نے مجھے اختیار دیا کہ یا نصف امت
جنت میں داخل کرالو یا شفاعت قبول کرلو۔ تو میں نے شفاعت کو قبول کرلیا۔ یہ شفاعت اُس شخص
کے حق میں ہوگی جو مرتے دم تک توحید پر قائم رہا ہو" اس کو ترمذی و ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

اہل توحید ہی اس شفاعت کے مستحق ہونگے۔ اور یہ کامیابی اُن کے نصیب ہوگی۔ جو کھرے
کھرے خالص سچے موحّد ہیں۔ اور تعلقات شرکیہ سے پاک ہیں۔ ان کو ہی خدا پسند فرمائیگا۔ چنانچہ
خدا نے فرمایا ہے کہ "انبیاء وغیرہ بغیر خدا کی پسندیدگی کے کسی کیلئے بھی شفاعت نہیں کرینگے"
جگہ فرمایا ہے کہ جس شخص کی بات و عمل کو جب تک پسند نہ کرلے اُس وقت تک کوئی شفاعت نہیں
کرسکتا۔ اُس دن شافع کو اذن ہوگا اور جس کے لئے شفاعت کی جاتی ہے اُس کو خدا پسند فرمائیگا۔
تب شفاعت ہوگی۔ نہ مشرک ہی خدا کو پسند ہے۔ اور نہ مشرک کا قول ہی پسند ہے۔ پس شفاعت
کنندگان کو ان کے حق میں شفاعت کی اجازت ہی نہیں ہوگی۔ کیونکہ خدا نے اس کو دو امر سے
معلق کیا ہے۔ اول جس کیلئے شفاعت ہو اُس سے خدا راضی ہو۔ دوم یہ کہ شافع کو اذن ہو۔ لہذا
جب تک یہ دونوں امور نہ ہوں شفاعت نہیں ہوسکتی۔ شفاعت حقیقت میں خاص خدا کے حکم

Marfat.com

سے ہے۔ اذن دینے والا، شفاعت قبول کرنے والا اور بندہ کے اعمال و اقوال کو پسند کرنے والا خدا ہی ہے اور یہ توفیق بھی خدا کی طرف سے کہ اس کو اس کے لائق بنایا کہ اس کی شفاعت منظور ہوئی اور اس نے ایسے نیک اعمال کئے جن کی بناء پر اس کو یہ درجہ نصیب ہوا۔ یہ سب خدا کے فضل سے ہے۔"

اہل توحید پر خدا کی مہربانی ہے کہ ان کے حق میں شفاعت قبول کرتا ہے۔ اور ان کے گناہ معاف فرماتا ہے اور انبیاء و اولیاء کے ذریعہ اس لئے ایسا کرتا ہے کہ اُن کی عزت و کرامت ثابت فرما دے کہ یہ میرے پسندیدہ بندے ہیں جن کی سفارش میں قبول کرتا ہوں جس شفاعت کی قرآن کریم نے نفی کی ہے وہ ہے جس میں شرک ہے۔ اور جو شفاعت ثابت ہے وہ اہل توحید کے لئے ہے چنانچہ ابوہریرہؓ والی مذکورہ بالا احادیث سے یہی ظاہر ہے۔ آیت۔ "کیا ان مشرکوں نے خدا کو چھوڑ کر اوروں کو شفعاء سمجھا ہے۔ اے رسول ان کو کہہ دے کہ اگرچہ تمہارے یہ معبود نہ کسی چیز کے مالک ہوں اور نہ ان کو عقل ہو۔ پھر بھی تم ان کو شفاعت کا مالک سمجھو گے۔ نہیں بلکہ شفاعت کا تمام اختیار خدا کا ہے۔" پھر دوسری آیت میں فرمایا " یہ مشرک بغیر خدا کے ایسے معبودوں کی پرستش کرتے ہیں جو نہ ان کو نفع پہنچا سکتے ہیں نہ ضرر دے سکتے ہیں۔ اور پھر کہتے ہیں کہ یہ ہمارے خدا کے یہاں سفارشی ہیں۔ آپ ان سے کہدیں کہ تم خدا کو آسمان و زمین کی چیزیں بتاتے ہو خدا کو تو کوئی زمین و آسمان میں سفارشی نظر نہیں آتا۔ خدا ان مشرکوں کے افترا سے پاک ہے۔" پس ان آیات میں بیان فرمایا کہ شفعاء ماننے والے مشرک ہیں۔ اور شفاعت ان کے بنانے سے نہیں بنتی بلکہ خدا کے اذن سے ہوگی۔ شافع کو اذن دیگا اور مشفوع لہٗ کو خدا پسند فرمائیگا جسطرح پہلے اس کا بیان گذرا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ کتاب و سنت سے یہ ثابت ہے کہ جو لوگ محبوب یا ابن عباسؓ یا انبیاء یا ملائکہ یا اولیاء کو اپنے اور خدا کے درمیان واسطہ جانتے ہیں تاکہ یہ انکے حق میں سفارش کریں۔ کیونکہ ان کا درجہ خدا کے بہت نزدیک ہے جس طرح بادشاہوں کے یہاں ہوتا ہے۔ بس ایسا عقیدہ رکھنے والا مشرک کافر ہے۔ اُس کا خون روا اور مال مباح ہے اگرچہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ پڑھے اور نماز روزہ پر بھی عامل ہو۔ اور خود کو مسلمان کہے پھر بھی اس کے اعمال باطل ہوئے۔ اس کی دنیا کی کمائی برباد ہوئی اور وہ یہ جہالت کئے بیٹھا ہے کہ وہ اچھا کرتا ہے۔ جو شخص آیات قرآن میں غور کرے اُسے صاف معلوم ہو گا کہ جن مشرکوں سے رسول کریم نے جنگ کی تھی وہ بھی مانتے تھے کہ آسمان و زمین تمام

Marfat.com

کائنات کا خالق مالک رازق خدا ہے۔ اور یہ تمام چیزیں خدا کی مخلوق ہیں۔ ان پر اسی کا حکم و قہر ہے اور اسی کے اختیار و اقتدار میں ہیں۔ جس طرح خدا نے خود مشرکوں کے عقیدے کو سورۂ یونس و سورۂ مومنین و عنکبوت وغیرہ سورتوں میں بیان فرمایا ہے۔ اور بصریح اس کو معلوم ہوگا کہ مشرک بھی اپنے پہلے زمانہ کے گذرے ہوئے صالحوں کو پکارتے تھے۔ چنانچہ خدا نے سورۂ سبحان و مائدہ وغیرہ میں یہ ذکر فرمایا ہے۔ اسی طرح وہ ملائکہ کو پکارتے تھے۔ اور ان کی پرستش کرتے تھے چنانچہ سورۂ فرقان و نجم میں مذکور ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ مشرکوں کا عقیدہ صرف شفاعت و تقرب الی اللہ تھا۔ چنانچہ ان کا بیان سورۂ یونس و زمر وغیرہ میں موجود ہے۔ اب یہ بات ظاہر ہوئی کہ قرآن مجید نے تین مسائل کی تصریح کی ہے۔ اوّل یہ کہ مشرک توحید ربوبیت کے قائل تھے یعنی خدا کو تمام کا رب مانتے تھے۔ دوم وہ صالحین کو پکارتے تھے۔ سوم یہ کہ ان کا ارادہ محض ان کی سفارش تھا۔ پس آج کل قبور کے پاس جو کچھ بوقت حاجت و مصیبت اور طلب منفعت کے لئے کیا جاتا ہے یہ وہی شرک اکبر ہے جس کے باعث خدا نے مشرکوں کو کافر ٹھیرایا۔ یہ مشرک بھی خدا کو مخلوق کے ساتھ مشابہ کرتے ہیں۔ ایسی باتوں کی تردید میں جو بیان قرآن مجید و اہل علم کے کلام میں مذکور ہے وہ اس قدر ہے کہ ہم اس کو تمام و کمال یہاں نہیں لکھ سکتے۔

وسیلہ

بادشاہ اور لوگوں کے درمیان جو واسطے ہوتے ہیں وہ تین قسم کے ہوتے ہیں۔ اوّل بادشاہ کو جن باتوں کی خبر نہ ہو اُن کی خبر کرنا۔ جو یہ کہے کہ خدا بھی بندوں کے احوال سے اُس وقت تک باخبر نہیں ہوتا جب تک انبیاء و اولیاء اس کو نہ بتائیں تو وہ کافر ہے۔ خدا پر تو آسمان و زمین کی تمام مخفی و ظاہر چیزیں خود آشکارا ہیں۔ دوم بادشاہ مددگار رول کے بغیر انتظام ملک و دفع اعداء نہیں کرسکتا۔ اس لئے اُس کو معاونین کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ بغیر ان کے عاجز ہوتا ہے۔ خدا ایسا نہیں۔ نہ اس کا کوئی مددگار ہے نہ معاون۔ وہ ان کی ضرورت ہی نہیں رکھتا۔ بلکہ وجود میں جتنی اشیاء ہیں خدا ہی ان کا خالق و مالک ہے۔ وہ تمام ماسوا سے غنی ہے۔ کل ماسوا اس کی محتاج ہے۔ بادشاہ ایسے نہیں بلکہ اپنے معاونین کے وہ خود محتاج ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ یہ معاونین بادشاہوں کے شریک ہیں۔ خدا کا ملک میں کوئی شریک نہیں وہ واحد لاشریک ہے۔ اور وہی لائق ملک و حمد کے ہے۔ اس لئے اس کی مرضی کے بغیر کوئی اس کے پاس شفاعت نہیں کرسکتا۔ نہ کوئی مقرب فرشتہ اور نہ کوئی مرسل نبی شفاعت کرسکتا

Marfat.com

ہے چہ جائیکہ اور کوئی کرسکے۔ جو شخص بغیر اذن کسی کے پاس سفارش کرتا ہے۔ گویا وہ اس کا حصول مطلوب میں شریک ہے۔ اور وہ اثر ڈال کر اپنی سفارش کے ذریعے سے اس سے اپنا مطلب نکالتا ہے۔ خدا کا کسی وجہ سے کوئی شریک نہیں ہے۔ سوم۔ بادشاہ کے لئے جب تک کوئی باہر سے تحریک دینے والا نہ ہو وہ رعیت پر احسان کرنے کے لئے متوجہ نہیں ہوتا یا جب تک بادشاہ کو اس کا ناصح یا اس کی تعظیم کرنے والا نہ سمجھاوے۔ یا ایسا شخص جس سے بادشاہ کو خوف ہو۔ یا اس سے کوئی امید نہ ہو تب تک بادشاہ رعیت کی بہتری کے لئے متوجہ نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس خدا ایسا نہیں بلکہ وہ تو ہر چیز کا مالک و رب وارحم الراحمین ہے۔ ماں سے زیادہ مہربان ہے۔ اور تمام اسباب اس کی مشیت سے ہیں جو وہ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے جو نہ چاہے نہیں ہوتا۔ خدا کی جب مرضی ہوتی ہے کہ ایک کو دوسرے سے نفع پہنچائے۔ تو ایک کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ وہ دوسرے پر احسان کرتا ہے۔ یا اس کے لئے دعا مانگتا ہے۔ یا اس کی سفارش کرتا ہے۔ یہ سب کام خدا کے ہیں۔ اور خدا نے ہی اس محسن کے دل میں احسان اور دعا کرنے والے کے دل میں دعا و سفارش کا خیال ڈالا۔ ایسا ہو نہیں سکتا کہ خدا کو اس کی مرضی کے برخلاف کوئی مجبور کرے یا جو خدا کو معلوم نہیں وہ خدا کو بتلائے۔

شفعاء جو خدا کے پاس سفارش کرتے ہیں۔ وہ اس کے اذن کے بغیر سفارش نہیں کرسکتے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔

بخلاف اس کے دنیاوی محتاج بادشاہوں کے پاس سفارشی ان کے ملک میں ان کا شریک ہوتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات وہ سفارشی بادشاہوں کے ملکی معاملات میں معاون و مددگار ہوتے ہیں ایسے لوگ بادشاہوں کے اذن کے بغیر بھی لوگوں کی سفارش کرسکتے ہیں۔ بادشاہ ان کی سفارش اکثر اس لئے سنتا و قبول کرتا ہے کہ اس کو بھی ان کی حاجت ہوتی ہے اور ان کے احسان کا بدلہ پورا کرنے کے واسطے ان کی سفارش قبول کرتا ہے۔ یہاں تک کہ بادشاہ اپنی بیوی و فرزند کی بھی سفارش اس لئے قبول کرتا ہے کہ وہ ان کا بہت سی باتوں میں محتاج ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر بیٹا و زوجہ اس کے برخلاف ہو جائیں تو اس کو بڑی تکلیف ہو۔ بادشاہ اپنے غلاموں کی سفارش بھی اس لئے قبول کرتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ پھر وہ اس کی پوری اطاعت نہ کریں۔ اور بھائی کی اس لئے کہ وہ اس کو نقصان نہ پہنچائے۔

انسانوں کی آپس میں کی تمام سفارشیں اسی قسم کی ہیں۔ دنیا میں کوئی کسی کی سفارش

Marfat.com

قبول نہیں کرتا جب تک کہ اس سے کوئی مطلب نہ ہو یا اس سے خوف نہ کرتا ہو۔ خدا نہ کسی سے امید کرتا ہے نہ کسی سے ڈرتا ہے اور نہ ہی کسی کا محتاج ہے۔ وہ اپنے ماسوا سے غنی ہے اور مخلوقات اس کی محتاج ہے۔ مشرک لوگ مخلوق میں سے نیک لوگوں کو اپنا سفارشی سمجھتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ ان کی تردید فرماتا ہے۔ کہ انہوں نے ایسے معبود مقرر کئے ہیں جو ان کو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔ ان کا خیال ہے کہ خدا کے یہاں یہ ہمارے سفارشی ہیں۔ اور خدا فرماتا ہے "کہ آسمان و زمین میں تو میرا کوئی شریک ہے نہ میرے سامنے سفارشی ہے۔ خدا ان مشرکانہ خیالات سے برتر و اعلیٰ ہے" پھر فرمایا کہ "تمہارے مزعومہ خدا نہ دُکھ دُور کر سکتے ہیں۔ اور نہ نفع رسانی کر سکتے ہیں۔ بلکہ اس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ ہٹا بھی نہیں سکتے۔ یہ اُن مشرکوں کا بیان ہے جو خدا کے یہاں اس کے نیک بندوں کو جو خود خدا کی رحمت کے امیدوار اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ اپنا سفارشی سمجھتے ہیں۔ اس لئے خدا نے خبر دی کہ خدا کے بغیر تم جن کو پکارتے ہو وہ نہ دُکھ دور کر سکتے ہیں اور نہ دکھ کو پھیر سکتے ہیں۔ بلکہ یہ خدا کے نیک بندے خدا کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور خدا کی نزدیکی چاہتے ہیں" پس جن ملائکہ و انبیاء کو یہ مشرک اپنا واسطہ سمجھتے تھے اس کی خدا نے نفی کی۔ جس کو خدا نے ہدایت کی ہے اس کے لئے ہمارا یہی بیان کافی ہے۔ اور جس کی آزمائش خدا کو منظور ہے اُس کے لئے کوئی حیلہ کارگر نہیں ہو سکتا۔ جس کو خدا ہدایت کرے وہی راہ راست پر ہوگا جس کو وہ گمراہ کرے تو آپ اس کیلئے نہ کوئی دوست اور نہ ہادی تلاش کر سکتے ہیں۔

دوسرا مسئلہ

لوگوں نے سوال کیا کہ اگر کوئی نہ زکوٰۃ دے، نہ نماز پڑھے صرف "لا الٰہ الا [illegible]" پڑھے کیا ایسا شخص مومن ہے؟

ہم اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ جو شخص "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کہکر بھی اپنے شرک پر قائم رہے۔ اور مُردوں کو بوقت حاجت پکارے اور دفع تکلیفات کے لئے ان سے امداد طلب کرے تو ایسا شخص مشرک کافر ہے۔ اس کا خون مباح اور مال لوٹنا روا ہے۔ اگرچہ یہ شخص لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے۔ نماز پڑھے، روزہ رکھے، اور دعوائے اسلام کا بھی کرے جیسا اوپر گذرا۔ لیکن اگر ایک شخص خدا کو واحد جانتا ہے اور شرک نہیں کرتا۔ مگر نہ نماز پڑھتا ہے نہ

Marfat.com

زکوٰۃ دیتا ہے۔ اور ان ہر دو کو واجب نہیں جانتا تو ایسا شخص اجماعاً کافر ہے۔ ہاں اگر ان کا واجب ہونا مانتا ہے۔ لیکن سستی سے نماز چھوڑ دیتا ہے ایسے شخص کے کفر میں علماء کا اختلاف ہے۔ اجماع علماء حجت ہے۔ یہ اجماع ضلالت پر نہیں ہوتا۔ اور جب علماء میں نزاع ہو اُس وقت فیصلہ اللہ و رسول کے کلام سے ہو گا۔ ایک عالم مطلقاً معصوم نہیں ہو سکتا۔ بلکہ بعض باتیں قابل تسلیم ہوتی ہیں بعض نہیں ہوتیں۔ یہ خاصہ رسول کریم کا ہے کہ آنجناب کی ہر بات قابل تسلیم و واجب تعمیل ہے۔ دوسرا کوئی شخص اُن کے ساتھ اس مرتبہ میں برابر نہیں ہو سکتا خدا فرماتا ہے:۔ "اپنے تنازعات میں آخری فیصلہ خدا و رسول کا قبول کیا کرو۔" علماء نے فرمایا کہ بعد از وفاتِ رسول کریم، خدا و رسول کا فیصلہ قرآن و حدیث کو کہتے ہیں۔ خدا فرماتا ہے کہ جس بات میں تمہارا اختلاف ہو جائے۔ اس کا فیصلہ اللہ سے کراؤ۔ خدا نے اس کی مذمت فرمائی جو کتاب اللہ کو چھوڑ کر تنازع کے وقت کسی غیر کو اپنا حکم و منصف بنالے۔ خدا منافقوں کی برائی کرتا ہے۔ اور فرماتا ہے کہ "ان منافقوں کو جب اللہ و رسول کے احکام کی طرف بلایا جائے تو آپ منافقوں کو آپ سے پھرتا ہوا دیکھتے ہیں۔"

اس کے بعد معلوم ہو کہ بغیر انکار سستی سے تارک صلوٰۃ کی نسبت علماء کا یہ اختلاف ہے۔ ابو حنیفہؒ و امام شافعیؒ کے دونوں میں سے ایک قول و امام مالکؒ یہ فرماتے ہیں کہ ایسے شخص کو کافر نہیں کہہ سکتے۔ اور انہوں نے عبادہ بن صامت کی اس روایت سے استدلال کیا ہے جس میں مذکور ہے کہ میں نے رسول کریم سے سنا آپ نے فرمایا کہ بندوں پر خدا نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں جو اُن کو بجا لاوے خدا کا عہد ہے کہ اس کو جنت میں داخل کریگا۔ اور جو ان کو نہ بجا لاوے اس سے خدا کا عہد نہیں اگر چاہے اس کو عذاب کرے یا معافی دیوے۔ اور ہمارے امام احمد بن حنبلؒ و شافعیؒ کی ایک رائے و اسحٰق بن راہویہ و عبداللہ بن مبارک و نخعی و حاکم و ایوب سختیانی و ابو داؤد طیالسی وغیرہ بڑے بڑے ائمہ و تابعین کی یہ رائے ہے کہ ایسا شخص کافر ہے۔ اسحٰق بن راہویہ نے اس کو اجماعی طور پر نقل کیا ہے۔ اس سے شیخ احمد بن حجر ہیثمی نے اپنی کتاب شرح الاربعین و کتاب زواجر عن اقتراف الکبائر میں جمہور صحابہؓ کا قول اسی طرح نقل کیا ہے۔ امام ابو محمد بن حزم نے فرمایا کہ تمام صحابہ و تابعین تارک الصلوٰۃ کو مطلقاً کافر کہتے تھے۔ اور اُس پر مرتد ہونے کا فتوے لگاتے تھے۔ چنانچہ انہی میں سے جو تارک الصلوٰۃ کو کافر کہتے ہیں ابو بکرؓ و عمرؓ و عبداللہ بن عمرو و عبداللہ بن مسعود و عبداللہ بن عباس و معاذ بن جبل و جابر

Marfat.com

بن عبداللہ و عبدالرحمن بن عوف و ابوالدرداؓ و ابوہریرہؓ وغیرہ صحابہ ہیں۔ ان مذکورہ بالا اصحاب کی رائے سے مخالف کسی صحابی کی رائے ہم کو معلوم نہیں۔ اور ان بزرگوں نے مذکورہ بالا حدیث کہ "اگر چاہے تو عذاب کرے اور چاہے تو بخشدے" کا جواب یہ دیا ہے کہ مراد اس سے عدم محافظت علی الصلوٰۃ فی اوقاتہا ہے۔ بر سبیل ان آیات واحادیث کے جو ان کی بابت و ترک کی بابت وارد ہوئی ہیں تارک صلوٰۃ کے کفر پر انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس کو صحیح مسلم نے جابرؓ بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ "رسول کریم نے فرمایا کہ آدمی کے شرک وکفر میں ترک صلوٰۃ کا فرق ہے"۔ بریدہ بن خصیب سے روایت ہے کہ اس نے کہا میں نے رسول کریم سے سنا کہ فرماتے تھے "ہمارے اور کفار کے درمیان وعدہ وفرق نماز ہے جس نے نماز ترک کی وہ کافر ہوا"۔ اس کو امام احمد و اہل سنن نے روایت کیا ہے۔ امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس کی سند شروط مسلم کے ماتحت ہے۔ رسول کریم کے آزاد کردہ ثوبان سے روایت ہے کہ آپ نے کہا میں نے رسول کریم سے سنا کہ بندہ اور کفر اور ایمان کے درمیان فرق نماز ہے۔ جب نماز ترک کرے وہ مشرک وکافر ہوتا ہے اس کی سند بھی شروط مسلم کے ماتحت صحیح ہے۔ اور عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ نبی کریم سے روایت کرتے ہیں کہ آنجناب نے ایکدن نماز کا ذکر فرمایا۔ پس آپ نے فرمایا جو ان نمازوں کی نگہداشت کریگا یہ نمازیں اس کے لئے نور و برہان ہونگی۔ اور قیامت کو باعث نجات ہونگی۔ جو محافظت نہ کرے اس کو نہ نجات نہ برہان اور نہ نور ہوگا۔ قیامت کے دن یہ شخص فرعون وہامان وقارون وابی خلف کے ہمراہ ہوگا۔ اس کو امام احمد وابن حبان و ابوحاتم نے اپنی صحیح کتاب میں نقل کیا ہے۔ عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ مجھے رسول کریم نے وصیت فرمائی۔ فرمایا اللہ کے ہمراہ کسی کو شریک نہ کرو اور عمداً نماز نہ چھوڑ۔ جس نے نماز ترک کی پس وہ ملت دین سے خارج ہوا۔ اس کو عبدالرحمن بن حاتمؒ نے اپنے سنن میں [illegible] ہے۔ معاذؓ بن جبل سے روایت ہے کہ رسول کریم نے فرمایا "جسنے عمداً [illegible] اس سے بیزار اور وہ خدا کے ذمہ سے خارج ہے۔ اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔ ابودرداؓ سے روایت ہے کہ مجھے رسول کریم نے وصیت فرمائی کہ قصداً نماز نہ ترک کروں۔ اور جسنے جان بوجھ کر نماز ترک کی اس سے خدا کا ذمہ دور ہوا۔ اس کو ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے۔ معاذؓ بن جبل رسول کریم سے یوں روایت فرماتے ہیں کہ آں جناب نے فرمایا تمام کاموں کا سردار اسلام ہے اور ستون اسکا نماز ہے۔ عبداللہ بن شقیق عقیلی سے روایت ہے کہ اصحاب رسول کریم نماز کے سوا اور

کسی عمل کے ترک کو کفر نہیں جانتے تھے۔ اس کو ترمذی نے نقل کیا ہے۔

ان مذکورہ احادیث و اجماع صحابہ وغیرہ سے ثابت ہوا کہ تارک صلوٰۃ کافر ہے۔ یہی مذہب جمہور علماء تابعین و تبع تابعین کا ہے۔ سستی سے جو نماز ترک کرے اُس کے قتل کرنے پر سب علماء کا اتفاق ہے۔ مگر امام ابوحنیفہؒ و محمد بن شہاب زہری و داؤد کہتے ہیں کہ تارک صلوٰۃ مفروضہ کو موت تک قید کیا جائے یا توبہ کرے۔ اور جس شخص نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرتؐ فرماتے ہیں "مجھے اُس وقت تک لوگوں سے لڑنے کا حکم ہوا ہے جب تک "لا الٰہ الا اللہ" پڑھیں جب "لا الٰہ الا اللہ" پڑھیں تو ان کا خون و مال مجھ پر حرام ہو گیا یعنے اب ان کا مارنا و لوٹنا ناروا ہے مگر حقوق اسلام میں خون کا بدلہ لیا جائیگا" یہ استدلال ان کا درست نہیں۔ اس لئے کہ یہ حجت ان لوگوں کی ہے جو تارک صلوٰۃ کے قتل کے قائل ہیں۔ چنانچہ اس کا بیان آئندہ آئیگا۔ جمہور نے تارک صلوٰۃ کے قتل پر کتاب و سنت سے استدلال کیا ہے۔ کتاب اللہ کی دلیل یہ ہے کہ خدا فرماتا ہے مشرک جہاں ہیں انکو قتل کرو۔ یہاں تک کہ خدا فرماتا ہے اگر یہ لوگ توبہ کریں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں تو ان کو معاف کردو چھوڑنے کی ایک شرط شرک سے توبہ کرنا ہے۔ دوم نماز۔ سوم زکوٰۃ جب یہ تینوں امور موجود نہ ہوں تو ان کے قتل سے رُک نہیں سکتے۔ اور نہ انکو چھوڑا جا سکتا ہے۔ ابن ماجہ میں حدیث ہے کہ جو شخص خاص خدا کی عبادت کرتا ہوا، نماز ادا کرتا ہوا اور زکوٰۃ دیتا ہوا دنیا سے چل بسے خدا اس سے راضی ہو گا۔ انسؓ فرماتے ہیں کہ مختلف باتوں و خیالات کے ظاہر ہونے سے پہلے جو دین خدا کی طرف سے انبیاء لائے اور لوگوں کو پہنچایا وہ یہی دین ہے۔ اس بات کی تصدیق اس آیت سے بھی ہوتی ہے کہ اگر توبہ کریں یعنی بُت پرستی ترک کر دیں اور نماز ادا کریں اور زکوٰۃ دیں تو ان کو چھوڑ دو۔ دوسری آیت میں یوں آیا ہے کہ اگر توبہ کریں اور نماز ادا کریں اور زکوٰۃ دیں تو یہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔ احادیث کی دلیل صحیحین میں ابن عمرو سے روایت ہے کہ نبیؐ نے فرمایا مجھے اُس وقت تک لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم ہے جب تک وہ "لا الٰہ الا اللہ" نہ کہیں۔ جب کہدیں تو ان کا مال بچگیا اور جان محفوظ ہو گئی۔ مگر اسلامی حقوق میں اگر خون کریں تو ان سے بدلہ لیا جائیگا اور اُن کا حساب خدا کے ساتھ ہے۔

عصمت مال و جان کو شہادتین و نماز و زکوٰۃ سے معلق کیا۔ حضرتؐ نے عمان والوں کو ایک خط بدیں مضمون لکھا کہ "یہ خط محمد رسول اللہ کی طرف سے عمان والوں کو لکھا جاتا ہے۔ بعد از صلوٰۃ و درود تمکو معلوم ہو کہ "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کا اقرار کرو، زکوٰۃ دو، اور مسجد بناؤ

ورنہ میں تم سے جنگ کرونگا۔ یہ روایت طبرانی و بزار کی حافظ ابن رجب حنبلی صاحب شرح اربعین میں لائے ہیں۔ ابن شہاب حنظلہ علی بن اسجع سے روایت کرتے ہیں کہ ابوبکرؓ نے خالدؓ بن ولید کو بھیجا اور حکم دیا کہ پانچ باتوں پر لوگوں سے جنگ کرو۔ جس نے ایک بات بھی ترک کی اس پر جنگ کرو۔ جس طرح پانچ کے لئے جنگ کرتے ہو۔ ایک "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" ہے۔ دوم نماز۔ سوم زکوٰۃ۔ چہارم روزہ رمضان۔ پنجم حج بیت اللہ شریف۔ سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ اگر لوگ صرف حج کو چھوڑیں تب بھی ہم اُن سے لڑیں گے۔ جس طرح ہم نماز و زکوٰۃ کے ترک پر لڑتے ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ کتاب و سنت و اجماع سے ظاہر ہے کہ جب تک شہادتین و نماز و زکوٰۃ نہ ہو اس وقت تک ان سے لڑنا جائز ہے۔ شرح اقناع میں لکھا ہے کہ تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جو جماعت شرائع اسلام میں سے کسی ایک بات سے بھی پھرے یا نہ کرے اُس سے جنگ واجب ہے یہاں تک کہ تمام دین خدا کا مانا جاوے جس طرح محاربین جنگی کفار سے لڑا جاتا ہے۔ اور ابوہریرہؓ والی حدیث "لا الٰہ الا اللہ" کہنے سے ان کے خون و مال بچگئے ہماری دلیل ہے نہ کہ تمہاری اور اس شبہ کو دوسری حدیث نے دُور کر دیا۔ اگر اور کچھ ہوتا صرف "الا بحقہا" ہوتا جب بھی تمہارے قول کے ابطال کے لئے کافی تھا۔ ہمارے علماء رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ کافر نے جب "لا الٰہ الا اللہ" کہا تو اُس نے اپنے خون کے بچاؤ کا سامان کر دیا۔ اُس وقت اس سے منع ہو جانا چاہیئے۔ اب اگر اس نے اس کو تمام کر دیا تو اس کی عصمت مستحق ہوگئی ورنہ باطل ہوگئی۔

حضرتؐ نے موقع کے مناسب احادیث فرمائی ہیں۔ جہاں یہ فرمایا ہے کہ جب تک لا الٰہ الا اللہ نہ کہے مجھے خدا کی طرف سے اُس کے ساتھ لڑنے کا حکم ہے۔ اس سے مسلمانوں کو یہ بتلانا ہے کہ حربی کافر جب کلمہ توحید پڑھ دے تو اُس سے منع ہو جاؤ کہ اس کا مال، خون معصوم ہوگیا ... کریم نے دوسری حدیث میں اس کی تشریح کر دی کہ جب تک شہادتین نہ کہے ... ادا نہ کرے اس وقت تک اس سے جنگ ہوتی رہیگی۔ گویا تمام و کمال عصمت اسی سے حاصل ہوتی ہے تاکہ یہ شبہ نہ رہے کہ مجمل اقرار اسلام ... ہے جس طرح بعض صحابہ کو بھی شبہ پڑا تھا پھر اس کو ابوبکر صدیقؓ نے واضح کر دیا اور دیگر صحابہؓ بھی آپ کے موافق ہو گئے۔

ابوہریرہؓ والی حدیث سے جو لوگ استدلال کرتے ہیں اُنکے فہم کی ... بھاری غلطی ہے۔ کیونکہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے درمیان مناظرہ ہوا حضرت عمرؓ اسی ابوہریرہؓ والی حدیث سے استدلال کرتے تھے

ابو بکرؓ نے بتلایا کہ یہ حدیث ہماری حجت ہے کہ مانع زکوٰۃ سے جنگ روا ہے۔ پھر حضرت عمرؓ و تمام صحابہ ابو بکرؓ کے موافق ہو گئے کہ مانع زکوٰۃ سے جنگ جائز ہے باوجود اس کے کہ وہ کلمہ اور نماز پڑھتے ہوں۔ ہم اس حدیث کو مع علماء کی تشریح کے پورا بیان کرینگے۔ اور بتلائینگے کہ تمہارے فہم فاسد کے موافق علماء میں سے کوئی بھی قائل نہیں۔ اور ایسا سمجھنا بالکل غلط و خلاف حکم کتاب و سنت و اجماع امت ہے۔

صحیحین میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ بعد از وفات رسول کریم عرب میں سے بہت سے لوگ کافر ہو گئے۔ عمرؓ نے ابو بکرؓ سے کہا کہ کلمہ پڑھنے والوں سے کس طرح جنگ کرتے ہو؟ جبکہ حضرتؐ نے فرمایا ہے جنگ اُس وقت تک ہے کہ کلمہ نہ پڑھیں۔ جب کلمہ پڑھ لیا تو ان کے ساتھ جنگ ناجائز ہو گئی۔ ابو بکرؓ نے فرمایا کہ میں تو اُس وقت تک برابر جنگ کرونگا جب تک وہ سب احکام بجا نہ لاویں۔ اگر نماز پڑھیں اور زکوٰۃ نہ دیں جب بھی میں اُن سے لڑونگا۔ کیونکہ زکوٰۃ حق مال کا ہے۔ بخدا اگر اونٹ کا ایک معمولی گوڈ بند بھی جو وہ رسول کریم کو زکوٰۃ میں ادا کرتے تھے اب ادا نہ کریں تو میں ضرور اُن سے جنگ کرونگا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم ہو گیا کہ ابو بکرؓ صحیح فرماتے ہیں۔ خدا نے آپکا سینہ روشن کر دیا۔ اور یہ حق ہے۔ اس حدیث کو بخاری نے کتاب الزکوٰۃ میں اور مسلم نے کتاب الایمان میں بیان کیا ہے۔ تمہارے قول کے غلط ہونے کی یہی دلیل کافی ہے کیونکہ ابو بکرؓ نے مجرد منع کو باعث قتل گردانا نہ انکار وجوب کو باعث جنگ سمجھا۔ امام نووی نے صحیح مسلم کی شرح میں اس کی تشریح باب باندھکر یوں کی ہے کہ جو لوگ کلمہ پڑھیں، زکوٰۃ دیں، نماز ادا کریں اور تمام احکام پیغمبر کو عملاً قبول کریں جب اُن کی جان سلامت اور مال محفوظ ہوگا الا بحق الاسلام باقی معاملہ اُس کا سپرد خدا ہے۔ اور حقوق اسلام میں سے جو نہ ادا کرے زکوٰۃ نہ دے یا دیگر فرائض بجا نہ لاوے تو اُس کے ساتھ جنگ جائز ہے۔ اور امام نے شرائع اسلام کی بابت اہتمام کیا ہے۔ پھر آگے چل کر فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی تشریح میں خطابی نے بہت عمدہ کہا ہے۔ کہتے ہیں کہ مرتد اس وقت دو قسم کے تھے۔ ایک وہ جو کافر ہو گئے۔ اور دوسرے جنہوں نے نماز و زکوٰۃ میں فرق کر دیا۔ زکوٰۃ سے منکر ہو گئے اور امام کو ادا کرنا واجب نہ جانتے تھے۔ اس کے ضمن میں ایسے لوگ بھی تھے جو زکوٰۃ کو معمولی بات جانتے تھے لیکن اس سے منع نہیں کرتے تھے۔ مگر ان کے رئیس ان کو اس بات سے روکتے تھے مثلاً بنی یربوع نے مال زکوٰۃ کو جمع کیا اور ابو بکرؓ کے پاس روانہ کرنے لگے تو مالک

Marfat.com

بن نویرہ نے ان کو
ہوا اور عمرؓ نے
پڑھنے سے
آخر حد ...
نماز یا ...

...لماں سے بھی جنگ جائز نہیں جو لاالٰہ الا اللہ پڑھتے
اور مانعین زکوٰۃ سے بھی صحابہؓ نے جنگ کی -
جو مسلمان تھی ان سے جنگ جائز نہ تھی اور

...سیاہ ہیں - تم بخاری کے باب الایمان
اور زکوٰۃ دی تو ان کو کچھ نہ کہو

...تے ہیں - اور ان دلہ کا ایک
...کے جنگ کرنے والی
...ہیں - اور نماز بھی
...یہ ہمارا

ابو بکرؓ کی .
آپ سے اتفاق کیا -
کو سب صحابہؓ نے پسند کیا - اور اس ...
لوگ یہ کہتے ہیں کہ جو لاالٰہ الا اللہ کہے چاہے نماز ...
نہیں ان کو اپنی غلطی ظاہر ہو گئی ہو گی - امام نووی امام شافعی ...
اس بیان سے ظاہر کر دیا کہ یہ غلط ہے کہ خالی کلمہ پڑھنے سے انسان بچ جاتا ہے -

مذکورہ بالا بیان بھی اسی بات کا شاہد ہے - حضرت عمرؓ نے بھی حدیث کے ظاہری الفاظ کو دیکھکر ایسا سمجھا تھا - مگر جب اسکے شرائط وغیرہ پر غور کیا تو ان کو معلوم ہوا کہ صحیح رائے ابوبکرؓ کی ہے - اور تمام صحابہ نے ان سے اتفاق کیا -

بات یہ ہے کہ ابوہریرہ والی حدیث مختصر ہے - اور عبداللہ بن عمر وانس نے اس کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے جس میں کلمہ کے ساتھ نماز ... اور انس کی روایت میں قبلہ کی طرف منہ کرنے کا بھی ذکر ہے ... ہمارا ذبیحہ کھاوے - اور ہمارے جیسی نماز بھی ادا کرے جب ان کے مال محفوظ ہونگے - اور ان کا خون کرنا حرام ہو گا - مگر بحق اسلام ان کا حال مثل دیگر مسلمانوں کے ہو گا - امام نووی فرماتے ہیں کہ ابن عمر وانس و ابو ہریرہ کی روایت میں اس حدیث کے ساتھ یہ لفظ بھی ہیں کہ مجھ پر اور میری شریعت پر ایمان لادیں جب ... معلوم ہوتا ہے کہ نہ حضرت عمر

Marfat.com

اس کی تصریح کی ہے۔ جب یہ تصریح علماء سے ثابت ہے کہ کسی بستی والوں کا بعض شعائر اسلام مثلاً اذان۔ جماعت۔ نماز عید وغیرہ چھوڑ دینے سے اس پر حملہ کرنا اور ان سے جہاد کرنا جائز ہو جاتا ہے تو جو شخص نماز چھوڑ دے وہ تو بطریق اولیٰ اس کا مستحق ہے۔ اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ جو شخص لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہدے بس اس کے لئے کافی ہے۔ اگرچہ وہ ایسی جماعت یا گروہ سے ہو جو نماز اور زکوٰۃ سے منع کرتے ہوں۔ بلکہ یہ تصریح کہتے ہیں کہ اہل بادیہ مسلمان ہیں ہم پر ان کا خون و مال حرام ہے حالانکہ ان کو اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ نہ تو اذان کہتے ہیں نہ نماز پڑھتے ہیں نہ زکوٰۃ دیتے ہیں۔ بلکہ ان کی ظاہر حالت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تو قیامت کے روز دوبارہ زندہ ہونے کے بھی قائل نہیں ہیں۔ سبحان اللہ! یہ کس قدر جہل اور بے خبری ہے۔

اللہ تعالیٰ کے کلام اور اس کے رسول کی کلام اور حدیث شریف کے شارحین کی کلام یہ جس میں ہدایت اس شخص کے لئے ثابت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی۔ اور ہم نے بیان کیا کہ عصمت کی شرط توحید اور نماز پنجوقتہ کا قائم رکھنا۔ زکوٰۃ کا وقت پر ادا کرنا۔ اور جو ان مذکورہ بالا کو بجا نہ لائے وہ شرعی سزا سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے مشرکوں کو مارو جہاں ملیں۔ اور ان کو پکڑو اور قید کرو۔ اور ان کو قابو کرنے کیلئے گھات میں بیٹھو۔ اگر وہ توبہ کریں اور نماز زکوٰۃ کو ادا کریں تو ان کو چھوڑ دو۔ اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ خدا کی توحید کی گواہی دیں۔ اور رسالت کا اقرار کریں نماز اور زکوٰۃ کو ادا کریں جب اس کی پابندی کریں تب انہوں نے مجھ سے امان حاصل کیا (مال اور خون میں دل کا تعلق یعنی اس کا حساب) وکتاب اللہ پر ہے۔

تارکِ نماز کے متعلق فقہاء کرام کے اقوال

لیکن فقہاء کا کلام ہم بالتفصیل بیان کرتے ہیں۔ مالکیہ کا قول ہے جن میں شیخ علی الاجہوری مختصر کی شرح میں بیان فرماتے ہیں جس نے فرض کو ترک کیا یعنے ایک پوری رکعت فرض کو ترک کیا جان بوجھکر۔ تو تلوار سے قتل کیا جاوے شرعی حد کو اعتبار سے مشہور قول میں۔ ابن حبیب اور ایک جماعت نے کہا۔ مذہب سے خارج ہے اور کافر ہو گیا۔ اسی کو اختیار کیا ابن عبد السلام نے۔ اور اذان کی فضیلت میں کہا بازری نے اذان کے دو معنی ہیں۔ ایک

Marfat.com

شعار اسلام کا اظہار ہے اور دوسرا معلوم کرنا کہ دارالاسلام ہے وہ فرض کفایہ ہے۔ اہل دہ سے جنگ کیا جاوے تاکہ وہ اس کو قائم کرلیں اگر اپنر غالب آنے سے امام عاجز ہو جائے اور اذان کے ادا کرنے پر راضی نہ ہوں۔ تو اپنر حملہ کیا جاوے۔

اور دوسرا معنے دعا اور نماز کی طرف بلانا اور نماز کا اعلان کرنا (یعنی نماز کیوقت کا) اور ابی نے مسلم کی شرح میں لکھا ہے۔ مشہور ہے کہ اذان اہل شہر پر فرض کفایہ ہے کیونکہ یہ اسلام کا شعار ہے۔ اسی واسطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب اذان نہ سنتے تھے تو اپنر حملہ کرتے تھے۔ اور اگر اذان سنتے تو آپ باز رہتے۔ مصنف نے کہا ہے ان کے ساتھ جنگ کیا جاوی اذان کے ترک پر۔ اور صرف واجبی امور کے ترک پر جنگ نہیں ہے بلکہ عام ہے خواہ امیر مستحب ہو۔ کیونکہ قاضی عیاض سے اس پر تصریح ہے۔ اور مصنف کے قول میں وتر واجب نہیں ہے۔ لہذا علماء نے اختلاف کیا ہے۔ غفلت سے سنتوں کے چھوڑنے میں آیا ان سے جنگ کیا جائے؟ .... سنتوں کے ترک پر ان سے جنگ کرنا اور مجبور کرنا قیام سنت پر صحیح ہے۔ کیونکہ غفلت سے سنتوں کا چھوڑنا ایسا ہے جیسے خود اپنے ہاتھ سے انکو مٹانا۔ اور نماز باجماعت کی فضیلت میں ابن رشید نے کہا ہے مردوں کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مستحب ہے اور فی ذاتہ فرض کفایہ اہل شہر پر ہے۔ اگر اس کو ترک کردیویں تو ان سے جنگ کیا جاوے۔ جیسے گذر چکا ہے۔ اور دوسرے نے کہا ہے اگر اہل شہر ترک کریں تو ان سے جنگ کیا جاوے۔ اور اہل حارہ پر جبر کیا جاوے۔ انتہٰے کلام۔

پس ان کے بیانات کو دیکھو اور غور کرو کہ تارک نماز قتل کیا جاوے بالاتفاق عندالمالکیہ اور صرف اس کے کفر میں اختلاف کیا ہے۔

ابن حبیب اور ابن عبدالسلام کے نزدیک یہ مختار ہے کہ کافر سمجھکر اُسے قتل کیا جاوے اِلخ ان کے کلام کو غور سے دیکھو اس جماعت کے حق میں جو اذان سے روکتی ہے۔ اور جماعت ... سے مساجد میں۔ وہ گروہ قتل کیا جاوے۔ پس کس قدر فرق ہے اس قول میں اور تمہارے قول میں کہ جو شخص فرائض ترک کرے باوجود اس کے وجوب کے اقرار کرنے کے ان سے لڑنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ توحید کا اقرار کرتے ہیں۔ بہرحال یہ شافعیہ کا قول ہے پس شیخ علامہ احمد بن ہمدان اذرعی نے کتاب قوت المحتاج فی شرح المنہاج میں بیان کیا ہے کہ جسنے نماز کو چھوڑا بجا لیکہ اس کے وجوب کا منکر ہے وہ بالاجماع کافر ہے اور یہ حجت جاری ہے

Marfat.com

ابوبکرؓ نے بتلایا کہ یہ حدیث ہماری حجت ہے کہ مانع زکوٰۃ سے جنگ روا ہے۔ پھر حضرت عمرؓ و تمام صحابہ ابوبکرؓ کے موافق ہو گئے کہ مانع زکوٰۃ سے جنگ جائز ہے باوجود اس کے کہ وہ کلمہ اور نماز پڑھتے ہوں۔ ہم اس حدیث کو مع علماء کی تشریح کے پورا بیان کرینگے۔ اور بتلائینگے کہ تمہارے فہم فاسد کے موافق علماء میں سے کوئی بھی قائل نہیں۔ اور ایسا سمجھنا بالکل غلط و خلاف حکم کتاب و سنت و اجماع امت ہے۔

صحیحین میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ بعد از وفات رسول کریم عرب میں سے بہت سے لوگ کافر ہو گئے۔ عمرؓ نے ابوبکرؓ سے کہا کہ کلمہ پڑھنے والوں سے کس طرح جنگ کرتے ہو؟ جبکہ حضرتؐ نے فرمایا ہے جنگ اُس وقت تک ہے کہ کلمہ نہ پڑھیں۔ جب کلمہ پڑھ لیا تو ان کے ساتھ جنگ ناجائز ہو گئی۔ ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میں تو اُس وقت تک برابر جنگ کرونگا جب تک وہ سب احکام بجا نہ لاویں۔ اگر نماز پڑھیں اور زکوٰۃ نہ دیں جب بھی میں اُن سے لڑونگا۔ کیونکہ زکوٰۃ حق مال کا ہے۔ بخدا اگر اونٹ کا ایک معمولی گوڈ بند بھی جو وہ رسول کریم کو زکوٰۃ میں ادا کرتے تھے اب ادا نہ کریں تو میں ضرور اُن سے جنگ کرونگا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوگیا کہ ابوبکرؓ صحیح فرماتے ہیں۔ خدا نے آپکا سینہ روشن کر دیا۔ اور یہ حق ہے۔ اس حدیث کو بخاری نے کتاب الزکوٰۃ میں اور مسلم نے کتاب الایمان میں بیان کیا ہے۔ تمہارے قول کے غلط ہونے کی یہی دلیل کافی ہے کیونکہ ابوبکرؓ نے مجرد منع کو باعث قتل گردانا نہ انکار وجوب کو باعث جنگ سمجھا۔ امام نووی نے صحیح مسلم کی شرح میں اس کی تشریح باب باندھکر یوں کی ہے کہ جو لوگ کلمہ پڑھیں، زکوٰۃ دیں، نماز ادا کریں اور تمام احکام پیغمبر کو عملاً قبول کریں جب اُن کی جان سلامت اور مال محفوظ ہوگا الا بحق الاسلام باقی معاملہ اس کا سپرد خدا ہے۔ اور حقوق اسلام میں سے جو نہ ادا کرے زکوٰۃ نہ دے یا دیگر فرائض بجا نہ لاوے تو اُس کے ساتھ جنگ جائز ہے۔ اور امام نے شرائع اسلام کی بابت اہتمام کیا ہے۔ پھر آگے چل کر فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی تشریح میں خطابی نے بہت عمدہ کہا ہے۔ کہتے ہیں کہ مرتد اس وقت دو قسم کے تھے ایک وہ جو کافر ہو گئے۔ اور دوسرے جنہوں نے نماز و زکوٰۃ میں فرق کر دیا۔ زکوٰۃ سے منکر ہو گئے اور امام کو ادا کرنا واجب نہ جانتے تھے۔ اس کے ضمن میں ایسے لوگ بھی تھے جو زکوٰۃ کو معمولی بات جانتے تھے لیکن اس سے منع نہیں کرتے تھے۔ مگر ان کے رئیس ان کو اس بات سے روکتے تھے مثلاً بنی یربوع نے مال زکوٰۃ کو جمع کیا اور ابوبکرؓ کے پاس روانہ کرنے لگے تو مالک

Marfat.com

بن نویرہ نے ان کو منع کر کے اُن میں ہی تقسیم کرا دیا۔ اِسی کی بابت صحابہ میں اختلاف پیدا ہوا اور عمرؓ نے ابوبکرؓ سے مناظرہ کیا۔ حضرت عمرؓ نے اس حدیث کو بطور سند پیش کیا کہ کلمہ پڑھنے سے اُن کا مال و خون ناروا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ظاہر کلام حدیث اسی طرح پر ہے مگر جب آخر حدیث اور اُس کے شرائط پر غور کیا دیگر احادیث کو ساتھ ملایا، تو یہ معنے نکلے کہ اگر ایک نماز یا زکوٰۃ بھی ادا نہ کرے جب بھی اُس سے جنگ جائز ہے۔

حضرت ابوبکرؓ نے یہ استدلال کیا کہ نماز نہ پڑھنے والے کے ساتھ تو آپ بھی جنگ کرنے کے قائل ہیں۔ جس طرح نماز حقِ بدن ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ حقِ مال ہے۔ حقِ بدن کے تارک کے ساتھ جنگ کرنے میں تو آپ متفق ہیں مگر تارک زکوٰۃ (جو حقِ مال ہے) کے ساتھ جنگ کرنے میں مجھ سے کیوں اتفاق نہیں کرتے۔ فرائض شرعی سب برابر ہیں۔ آخر حضرت ابوبکرؓ کی حجّت سب کو قوی معلوم ہوئی۔ اور سب نے ایسے لوگوں کے ساتھ جنگ کرنے میں آپ سے اتفاق کیا۔ اور متفق علیہ پر مختلف فیہ کو رد کیا۔ اسی لئے ابوبکرؓ کی حجت و برہان کو سب صحابہؓ نے پسند کیا۔ اور اس پر اتفاق کیا۔ یہی دلیل نص و برہان ہوئی۔ اب جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جو لا الٰہ الا اللہ کہے چاہے نماز و زکوٰۃ ادا نہ کرے اس کا خون و مال مباح نہیں ان کو اپنی غلطی ظاہر ہو گئی ہوگی۔ امام نووی امام شافعیہ نے اس باب کے [illegible] میں اس بیان سے ظاہر کر دیا کہ یہ غلط ہے کہ خالی کلمہ پڑھنے سے انسان بچ جاتا ہے۔ نیز خطابی کا مذکورہ بالا بیان بھی اسی بات کا شاہد ہے۔ حضرت عمرؓ نے بھی حدیث کے ظاہری الفاظ کو دیکھکر ایسا سمجھا تھا۔ مگر جب اسکے شرائط وغیرہ پر غور کیا تو اُن کو معلوم ہوا کہ صحیح رائے ابوبکرؓ کی ہے۔ اور تمام صحابہ نے ان سے اتفاق کیا۔

بات یہ ہے کہ ابوہریرہؓ والی حدیث مختصر ہے۔ اور عبداللہ بن عمر و انس نے اس [illegible] کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے جس میں کلمہ کے ساتھ نماز [illegible] اور انس کی روایت میں قبلہ کی طرف منہ کرنے کا بھی ذکر ہے [illegible] ذبیحہ کھاوے۔ اور ہمارے جیسی نماز بھی ادا کرے جب ان کے مال محفوظ ہونگے۔ اور ان کا خون کرنا حرام ہوگا۔ مگر بحق اسلام ان کا حال مثل دیگر مسلمانوں کے ہوگا۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ ابن عمر و انس و ابوہریرہ کی روایت میں اس حدیث کے ساتھ یہ لفظ بھی ہیں کہ مجھ پر اور میری شریعت پر ایمان لاویں جب [illegible] معلوم ہوتا ہے کہ نہ حضرت عمر

Marfat.com

نہ حضرت ابُو بکرؓ نے یہ زیادہ حصّہ حدیث کا سنا تھا اور نہ حضرت عمرؓ مخالفت نہ کرتے۔ اور حضرت ابو بکرؓ ضرور اس سے استدلال کرتے۔ ان تینوں صحابہ نے یہ ٹکڑا شاید کسی دوسری مجلس میں رسُولِ کریم سے سنا ہو گا +

حاصل کلام یہ ہے کہ ابو ہریرہؓ کی پوری حدیث تمہارا رد کرتی ہے اور ہماری حجت ہے تمہاری نہیں۔ اگر اور کوئی لفظ نہ ہوتا صرف **الّا بحقها** ہوتا جب بھی ہمارے لئے کافی دلیل تھی۔ کیونکہ نماز و زکوٰۃ بھی لا الٰہ الا اللہ کے بڑے حقوق میں سے ہیں۔ بلکہ مطلقاً یہی دو بڑے حقوق ہیں۔ ابو ہریرہؓ والی حدیث کے جو معنے تم کرتے ہو ایسے کسی شارح نے نہیں کئے حالانکہ یہ صحیح حدیث ہے۔ صحاح میں موجود ہے۔ بخاری کے محشی و شراح تقریباً چالیس ہیں۔ چنانچہ قسطلانی نے شرح بخاری کے خطبہ میں یہ ذکر کیا ہے۔ اور شرح مسلم میں بھی اسی طرح بیان ہوا ہے اب بتاؤ کہ ان شارحوں میں سے کسی نے بھی اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جو ترکِ فرائض کرے اس سے جنگ نہ کرو۔ حضرت عمرؓ و ابُو بکرؓ کا مناظرہ اور پھر اتفاق۔ یہ کافی دلیل ہے۔ نووی نے اس حدیث کی تشریح میں خطابی کا قول لکھا ہے کہ اس سے مراد بُت پرست ہیں کیونکہ اہل کتاب لا الٰہ الا اللہ کہتے ہیں پھر بھی ان سے جنگ ہوتی ہے اور ان پر سے تلوار اُٹھائی نہیں جاتی!

وحسابہ علی اللہ کے معنے یہ ہیں کہ جو کچھ وہ چھپاتے یا ظاہر کرتے ہیں۔ نووی نے کہا کہ جو اسلام ظاہر کرے اور کفر چھپاوے ظاہراً اُس کا اسلام مقبول ہو گا۔ اکثر علماء یہی کہتے ہیں امام مالک و امام احمد کہتے ہیں کہ زندیق کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔ خطابی نے اسی طرح لکھا ہے قاضی عیاض نے اس حدیث کی تشریح یوں کی ہے کہ اس سے مراد بُت پرست مشرک ہیں جو توحید کو نہیں مانتے انہی لوگوں کو شروع اسلام میں تبلیغ کی گئی اور ان سے جنگ کئے گئے۔ اور جو لوگ توحید کے قائل ہیں ان کے عصمت مال و خون کے لئے صرف کلمہ پڑھنا کافی نہیں کیونکہ دوسری حدیثوں میں یہ بھی آیا ہے کہ نماز پڑھے اور زکوٰۃ دے۔ اب خطابی۔ قاضی عیاض اور اس حدیث کے دیگر الفاظ سے یہ معلوم ہوا کہ لا الٰہ الا اللہ پڑھنا مشرکین عرب کے لئے تھا۔ جو لوگ اعتقاداً توحید کے قائل ہیں ان کے لئے صرف کلمہ پڑھنا کافی نہیں بلکہ رسُولِ کریم کی آوردہ شریعت پر عمل بھی کرے۔ [illegible] نے اس حدیث کو اس کے ظاہر پر محمول نہیں کیا [illegible] جنگ جائز نہیں کیونکہ وہ بھی [illegible]

Marfat.com

لا الٰہ الا اللہ کہتے ہیں۔ اسی طرح خارجیوں سے بھی جنگ جائز نہیں جو لا الٰہ الا اللہ پڑھتے ہیں حالانکہ حضرت علیؓ نے ان سے جنگ کی۔ اور مانعین زکوٰۃ سے بھی صحابہؓ نے جنگ کی۔ گویا کہ صحابہ غلطی پر تھے۔ اسی طرح قوم بنی حنیفہ جو مسلمان تھی ان سے جنگ جائز نہ تھی اور صحابہ نے نعوذ باللہ غلطی کی؛

یہ کتنی بڑی غلطی و جہالت ہے۔ بے علموں کے دل سیاہ ہیں۔ تم بخاری کے باب الایمان میں یہ بھی پڑھتے ہو کہ اگر ان مشرکوں نے توبہ کی اور نماز پڑھی اور زکوٰۃ دی تو ان کو کچھ نہ کہو اور چھوڑ دو۔ پھر تعجب ہے کہ محض اس حدیث سے استدلال کرو؛

آیت قرآن مجید و بخاری کی دو صحیح حدیثوں کا آپ کیا جواب دیتے ہیں۔ اور ان ادلّہ کا آپکے پاس کیا جواب ہے۔ امام ترمذی اس حدیث کے بعد مانعین زکوٰۃ سے ابوبکرؓ کے جنگ کرنے والی حدیث لائے ہیں۔ پھر باب باندھکر بیان کیا ہے کہ جب تک لا الٰہ الا اللہ نہ کہیں۔ اور نماز بھی قائم نہ کریں مجھے ان سے جنگ کرنے کا حکم ہے؛

انس بن مالک کی بیان کردہ حدیث میں یوں ہے کہ کلمہ پڑھے، قبلہ کی طرف منہ کرے۔ ہمارا ذبیحہ کھائے۔ ہماری طرح نماز ادا کرے۔ جب یہ سب کام کرے تو اس کا خون و مال حرام ہے۔ مگر بحق الاسلام جو مسلمانوں کا حال وہ ان کا۔ اور جو ذمہ داری اور بوجھ دوسرے مسلمانوں پر ہوگا وہ ان پر بھی ہوگا۔ ایسی ہی روایت معاذ بن جبل و ابوہریرہ سے بھی آئی ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اب ان نصوص۔ احادیث۔ اتفاق علماء و صحابہ وغیرہ سے ظاہر ہوا کہ فرائض میں سے کوئی بھی فرض جو ترک کرے اس کے ساتھ جنگ جائز ہے خواہ عقیدتاً وہ اس کو واجب ہی جانے۔ بلکہ علماء نے تو یہاں تک تصریح کی ہے کہ جو شہر والے اذان و اقامت ترک کر دیں بلکہ اگر جماعت کی نماز یا عید کی نماز کو بھی ترک کر دیں تو ان سے اس بات پر جنگ کرنا لازم ہے افسوس ہے کہ حرم کے علماء یہ کہیں کہ بس کلمہ پڑھ لیا۔ نماز چاہے پڑھے نہ پڑھے۔ زکوٰۃ اُس کا مال و نفس محفوظ ہوگیا سبحان اللہ خدا مقلب القلوب ہے۔ دلوں کو جدھر چاہتا ہے پھرا دیتا ہے۔ یہ صریح کلام اللہ۔ کلام رسول اللہ۔ اجماع صحابہؓ اور ائمہ کرام کے اقوال سے معارضہ کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟ ان کے کلام ان کی کتابوں میں موجود ہے کہ جو کوئی نماز ترک کرے وہ قتل کیا جائے۔ اور جو جماعت، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج سے گریز کرے اُس سے جنگ کیا جا یہاں تک کہ کل دین خالص خدا کا ہو جائے۔ اور اسی پر اجماع منعقد ہوا جیسا کہ ائمہ حنابلہ

Marfat.com

ہر اجماعی مسئلہ میں کہ اس سے انکار کیا جاوے۔ جس مسئلہ کا دینی ہونا معلوم ہو اگر غفلت سے ترک کیا تو قتل کیا جاوے حد شرعی سے صحیح قول یا مشہور ہیں۔ بہر حال اُس کا قتل اس واسطے ہے کہ اللہ تعالےٰ نے مشرکوں کے قتل کا حکم صادر فرمایا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر توبہ کریں اور نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں بس انکو چھوڑ دو۔ لہذا اس میں دلیل ہے کہ قتل رفع نہ ہوگا بجز ایمان اور قیام نماز اور ادائے زکوٰۃ۔ جیسے کہ پیچھے صحیحین کی روایت گذر چکی ہے۔ کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ۔ (اس میں چند اشارے ہیں) ان میں ایک یہ ہے کہ اس کے قتل کو ردۃ کہا ہے (مرتد ہے) اور ایک چھوٹی جماعت کے لئے ثابت ہے جن میں منصور تیمی اور ابن حزم ہے۔ اور رونق کی کلام سے ثابت ہے کہ یہ قول پختہ ہے کیونکہ رونق نے کہا ہے کہ جب تارک نماز قتل کیا جاوے تو اس کے مال اور دفن میں علما کے نزدیک دو قول ہیں۔ ایک وہ ربیعہ والا ہے جو شافعیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ اُسکا مال غنیمت ہے۔ اور مقبرہ اسلام میں دفن نہ کیا جاوے۔ دوسرا قول جو بازنی نے شافعیؒ سے نقل کیا ہے کہ مال اُس کے وارثوں کو ملیگا۔ اور مقبرہ اسلام میں دفن کیا جاویگا منصور نے اپنی کتاب مستغل میں کہا ہے کہ میں نے ربیعہ سے سوال کیا کہ ہم اس کے مال کو کیا کریں جب اس کو قتل کر دیویں۔ جواب دیا غنیمت ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے۔ روضہ کتاب میں کہا ہے تارک وضو صحیح قول میں قتل کیا جاوے شیخ ابو حامد نے اس کو جزم سے بیان کیا ہے۔ اور بیان میں ہے۔ اگر لباس پر قادر ہو کر ننگے بدن نماز پڑھے یا فریضہ بغیر عذر بیٹھکر ادا کیا تو قتل کیا جاوے۔ یہی حکم تشہد اور اعتدال قومہ اور جلسہ کا ہے۔ اس کو ابن استاذ نے بحر سے نقل کیا ہے۔

پس اگر یہ قول صحیح ہو گیا تو نماز کے ارکان اور شروط کا یہی حکم ہے یعنی اُن کے ترک پر قتل کیا جاوے مگر شرط یہ ہے کہ یہ ارکان اور شروط اجماعی ہوں۔

تیسری دلیل یہ ہے۔ اگر روزے اور زکوٰۃ سے رُک جاوے تو قید کیا جاوے استعمال حلال اشیا سے روکا جائے۔

امام حرمین نے کہا ہے جائز ہے کہ کیا جائے رُکنے والا اُس شے سے جو اسپر باعتبار خواہش نفسانی کے دشوار ہے جیسے کہ نماز سے رُکنے والا ہے پھر اگر انکار کرے تو اس کی گردن اُڑائی جاوے۔

مصنف نے کہا ہے اس کا قتل ایک نماز کے بدلے میں جائز ہے بشرطیکہ وہ نماز اس کے
وقت سے موخر کر دیوے۔ پس اس کے کلام کو غور سے دیکھ جسنے نماز کو غفلت سے ترک کیا۔ امام
ربیعہ نے شافعیؒ سے نقل کیا ہے کہ اس کا مال غنیمت ہے۔ اور اس کو مقبرہ اسلام میں دفن
نہ کیا جاوے۔ اور ابی حامد اور صاحب روضہ کے کلام کو غور سے دیکھو تارک وضو کے بارہ
میں اور صاحب بیان کی کلام اس کے حق میں جو دانستہ نماز ننگا پڑھے باوجود قدرت کے۔
اور فرائض بلا عذر بیٹھکر ادا کرے وہ قتل کیا جاوے۔ پس کس قدر فرق ہے اس قول اور اس
تمہارے قول میں کہ جسنے توحید لا الہ کا اقرار کیا اس کو قتل نہ کیا جاوے کسی طریق اور کسی عذر
سے۔ شیخ احمد بن حجر ہیتمی نے کہا تحفہ میں تارک نماز میں اگر نماز کو ترک کرے بحالیکہ اس کے فرض
کا منکر ہے) بالاجماع کافر ہے۔ یا غفلت سے ترک کیا بحالیکہ اس کے وجود کا معتقد ہے تو قتل
کیا جائے از روئے قرآن و حدیث کیونکہ قرآن و حدیث نے شرط مقرر کی ہے قتل در مقاتلہ
کے رکنے سے اسلام اور نماز اور زکوۃ کے ادا کی۔ اس لئے کہ زکوۃ کا حاصل کرنا امام کو آسان
ہے جنگ سے جو ادا کرنے سے انکار کرتے ہیں اور لڑتے ہیں۔ پس یہ جنگ زکوۃ کی نسبت
اپنے حقیقی معنوں میں ہوگی بخلاف نماز کے جنگ کے۔ کیونکہ نماز کا فعل ممکن نہیں ہے جنگ
کے ساتھ۔ کہا شیخ نے نماز جمعہ کے بارہ میں کہا گیا یہ فرض ہے مردوں پر۔ پس واجب ہوگی نماز جمعہ
وہاں جبکہ اس سے شعار الاسلام ظاہر ہو محلہ میں گاؤں میں اور قصبہ وغیرہ۔

پس اگر شعار اسلامی ظاہر نہو اس طرح پر کہ ترک جائیں سب کے سب یا بعض جیسا کہ بڑی
قریہ کے اہل محلہ۔ اگر شعار اسلامی ان کے بغیر ظاہر نہیں ہو سکتا ان کے فعل کے بغیر تو ان سے
جنگ کیا جاوے۔ ان سے امام یا اس کا نائب جنگ کرے۔ اسلامی نشان اور شعار کے اظہار کیلئے
اور باب اذان اور اقامت میں کہا ہے کہ سنت ہیں بعضوں نے کہا ہے فرض کفایہ
اہل بلد اگر دونوں کو چھوڑ دیں یا ایک کو تو اس صورت میں ان سے جنگ کی جاوے اگر شعار
کو ظاہر نہ کریں۔ اور عید کے بارے میں کہا کہ سنت ہے بعضوں نے فرض کفایہ کہا ہے اس پر
بھی ان کے تارکین سے جنگ کیا جاوے۔ انتہی کلامہ

اے انسان انکے کلام میں دربارہ قتل غور کر جو ترک نماز غفلت سے کریں۔ پھر غور کر انکے
قول پر کہ آیہ اور حدیث نے شرط لگائی ہے ترک جانے پر قتل اور قتال سے اسلام کی اور نماز
کے قیام اور ادا [illegible]

Marfat.com

ہوگئے ہوں اور زکوٰۃ سے اور بغاوت پر آمادہ ہوگئے ہوں۔ اس کے کلام پر غور کر جمعہ کے بارہ میں کہ واجب ہے جہاں شعار اسلامی ظاہر ہوتے کہ گاؤں میں بھی۔ اور ضرور ان سے جنگ کیا جاوے۔ اگر وہ رک جاویں۔ اذان اور اقامت کے بارہ میں بھی غور کر ضرور امام جنگ کرے ان دونوں کے تارک پر یا ایک کے تارک پر۔ باوجود ان کے فرض کفایہ ہونے پر۔ اور غور کر اس کی کلام پر ایک جماعت کے حق میں کہ وہ نماز عیدین سے رک گئے۔ پس کسقدر فرق ہے اس کلام میں اور اس شخص کے کلام میں کہ اہل شہر یا بادیہ جب کلمۂ توحید کا اقرار کریں تو ان کا قتال جائز نہیں ہے اگرچہ نماز نہ پڑھیں اور نہ زکوٰۃ ادا کریں سبحان اللہ کس قدر کھلی جہالت ہے۔

لیکن قول حنابلہ کا پس بیان کیا اقناع میں اور اسکی شرح کتاب الصلوٰۃ میں۔ جسنے اسکے وجوب کا انکار کیا۔ تو وہ کافر ہے۔ پس اگر وہ غفلت سے ترک کرے یا سستی سے نہ انکار سے تو اس کو امام یا اسکا نائب ادا کرنے پر بلائے۔ احتمال ہے کہ اس نے اس کو کسی عذر سے چھوڑا ہو اور اعتقاد رکھتا ہو اس کے معاف ہونیکا اس عذر سے۔ پس اس کو ڈرائے۔ پھر اگر اس کے پڑھنے سے انکار کرے حتے کہ وقت تنگ ہو جاوے واجب ہے اس کا قتل۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فاقتلوا المشرکین الخ الی قولہ فان تابوا الخ یعنے اگر توبہ کریں اور نماز وغیرہ پر اہتمام کریں۔ پس جبکہ نماز کو چھوڑ دیا۔ اور نہ شرط فخلوا سبیلہم بجا نہ لایا مباح الدم رہیگا بقولہ ؑ۔ جس نے جان بوجھکر نماز ترک کی بری ہے اس سے اللہ کا ذمہ اور اس کے رسول کا ذمہ۔ اس کو امام احمد نے مکحول سے روایت کیا۔ اور یہ روایت مرسل جید ہے۔ تین روز تک قبل طلب توبہ قتل نہ کیا جاوے مرتد کی طرح راحتہً۔ اگر توبہ کرے اس کے قتل سے تو بہتر ہے ورنہ اس کی گردن ماری جاوے تلوار سے کیونکہ حضرت جابرؓ نے نبی صلعم سے روایت فرمائی ہے کہ نبی نے فرمایا کفر اور مرد کے درمیان ترک نماز ہے۔ امام مسلم نے روایت کیا۔ حنابلہ نے اذان اور اقامت کے حق میں اگر ان دونوں کو اہل بلد نے ترک کیا تو ان سے قتل اور جنگ کریں۔ امام یا اس کا نائب چاہئے کہ وہ دونوں کو قائم کریں۔ کیونکہ یہ دونوں علامات دین ظاہری ہیں۔ پس عید کی نماز کی طرح ان کے ترک پر جنگ کیا جاوے۔ اور نیز جماعت کی نماز میں فرمایا کہ واجب عین ہے اسکے تارک کے قتل کا [illegible] کیا [illegible] اذان کی بابت ہوا۔ مگر اذان کے ترک پر جنگ [illegible] ہے اگر سب اہل شہر ترک [illegible] قتل [illegible] کو قائم کریں کیونکہ

Marfat.com

یہ عین واجب ہے بخلاف اذان اور کہا نماز عیدین کے بارہ میں یہ فرض کفایہ ہے اگر اس کو اہل بلد ترک کریں بغیر عذر کے چالیس مرد تک۔ تو امام ان سے جنگ کرے اذان کی طرح۔ کیونکہ یہ شعار اسلام ظاہر سے ہے۔ اسکے ترک میں دین کیساتھ سستی ہے۔ زکوٰۃ میں فرمایا جسنے از روئے بخل یا سستی زکوٰۃ کو روکے رکھا جبرًا لی جاوے قرض کی طرح۔ اگر اس نے مال چھپا دیا یا غائب کر دیا۔ اگر اسکا لینا ممکن ہو درحالیکہ امام کے قبضہ میں ہو تو اس سے بغیر زیادتی وضع کری اگر اس کا لینا ممکن نہ ہو تین دن توبہ طلب کی جاوے وجوبًا۔ اگر توبہ کرے اور زکوٰۃ دیدے تو امام اس سے رک جاوے۔ ورنہ باتفاق صحابہ قتل کیا جاوے۔ اور پر قتل مانعین زکوٰۃ کے۔ اگر ممکن نہ ہو بغیر جنگ وقتال۔ تو امام پر اس سے جنگ کرنا واجب ہے۔ اگر زکوٰۃ ادا کرے اپنے محل پر۔ انتہے کلامہ۔ پس اس کے کلام پر غور کر اور دیکھ اس شخص کے بارہ میں جو غفلت سے نماز کو ترک کرے بغیر انکار۔ طلب توبہ کیا جاوے ورنہ کافر جانکر قتل کیا جاوے۔ غور سے دیکھ اسکے کلام کو اہل شہر کے حق میں جب ترک کریں اذان اور اقامت اور نماز عید کو اس کے مجرد ترک پر جنگ کیا جاوے۔ پس یہ قول مالکیہ اور شافعیہ کا ہے اور حنابلہ کا۔ ہر ایک نے بیان کیا جو کچھ ہمنے ذکر کیا۔ پس جبکہ وہ رحمۃ اللہ علیہ تصریح کرنیوالے تھے ساتھ قتل اُس شخص کے جسنے لازم پکڑا شعار اسلام کو مگر بالضرور ین نے ترک کر دیا اذان کو یا نماز جماعت کو یا نماز عید کو پس اُسکا کیا حال ہے جو نماز کو کلیتہً ترک کر دیوے جیسے گاؤں والے نہ نماز پڑھتے ہیں نہ زکوٰۃ دیتے ہیں نہ روزہ رکھتے ہیں۔ بلکہ شارع کا انکار کرتے ہیں اور بعث بعد الموت کا انکار کرتے ہیں۔ اور یہی حالت اپنر غالب ہے مگر جسکو اللہ بچائے پر وہ قلیل ہیں اور اکثر ان کے اسلام سے ان کو بغیر اس کے کچھ نہیں۔ مگر توحید زبانی کے قائل ہیں باوجود اسکے علماء مکہ معظمہ انکی طرف سے جھگڑتے اور کہتے ہیں کہ وہ مسلمان ہیں اور ان کے خون اور مال حرام ہیں ساتھ حرمت اسلام کے اگرچہ وہ نماز نہ پڑھیں زکوٰۃ نہ دیں نہ روزہ رکھیں۔ مگر کلمہ توحید کے قائل ہوں۔ اور نہیں ہے مگر رد اللہ تعالیٰ کے قول کا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قتل کرو مشرکوں کو جہاں پاؤ اگر توبہ کریں نماز اور زکوٰۃ پر قائم ہوں تو انکا رستہ چھوڑ دو۔ اور یہ لوگ کہتے ہیں اس کا رستہ خالی کیا جاوے اگرچہ نماز نہ پڑھیں نہ زکوٰۃ دیں۔ صحیح میں نبی صلعم سے مروی ہے کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں جنگ کروں حتےٰ کہ توحید اور رسالت کا اقرار کرلیں نماز اور زکوٰۃ ادا کریں پس جب انہوں نے ایسا کیا تو مجھ سے اپنے مالوں اور خونوں کو بچالیا۔ یہ لوگ کہتے ہیں جسنے لا الہ الا اللہ کہا اسنے خون اور مال بچالیا۔ اگرچہ نماز زکوٰۃ کا قائل نہ ہو۔ اسطرح اللہ تعالیٰ انکے قلوب پر

Marfat.com

مُہر لگاتا ہے انکے دلوں پر جو یہ نہیں جانتے پس یہ ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اسکے رسول علیہ السلام کی سنّت اور یہی اجماع صحابہؓ قتل تارک نماز اور مانع زکوٰۃ پر۔ اور حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا واللہ میں اُس سے جنگ کرونگا جسنے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا اور بخدا اُس سے بھی جنگ کرونگا جسنے گھٹنہ باندھنے کی رسی بھی روک لی جو نبی صلعم کے زمانہ میں ادا کرتے تھے۔ ایک روایت میں بکری کا بچہ مذکور ہے ضرور اس سے جنگ کرونگا اس بچہ کے روکنے پر۔ یہ بھی علمار کا اجماع ہے۔ اور شرح اقناع میں لکھا ہے علمار نے اسپر اجماع کیا کہ ہر جماعت شریعت سے رکنے والی منجملہ احکام اسلام سے پس اُن کا قتال واجب ہے حتے کہ دین خالص اللہ ہی کیلئے ہو جاوے کالمحاربین اولیٰ وانہتے۔ اور ابو العباسؒ نے فرمایا قتال واجب ہے حتے کہ دین خالص للہ ہو جاوے اور کوئی فتنہ باقی نہ رہے۔ پس جب کبھی غیر اللہ کیلئے ہو قتال واجب ہے جو نسا گروہ رکنے والا بعض نماز مفروضہ سے یا زکوٰۃ یا صیام یا حج یا التزام تحریم دماء اور اموال اور شراب خواری و زنا۔ جوا یا نکاح محرمات سے یا التزام جہاد اہل کفار اور ضرب جزیہ اہل کتاب پر انکار کرے اور اس کے سوا من التزام واجبات دین محمدی صلعم یا محرمات کوئی عذر نہیں کہ جسکے لیئے انکے انکار پر فوراً قتال واجب ہے یا انکو چھوڑ دیوے جو ایک کا انکار کرے پس گروہ ممتنعہ سے جنگ کیا جاوے اگرچہ اقرار کرتا ہو۔ اور یہ وہ علم ہے جسمیں مجھے علمار امت میں اختلاف دکھائی نہیں دیتا ہاں فقہا نے اختلاف کیا ہے طائفہ ممتنعہ کے بارہ میں جبکہ وہ بعض سنن کے ترک پر جرأت کریں جیسے صبح کی دو رکعت سنت یا اذان اور اقامت جو اس کے وجوب کا قائل ہے اور باقی شعائر اسلام سے ہے پس کیا گروہ ممتنعہ سے انکے ترک پر جنگ کیا جائے یا نہ؟

لیکن واجبات یا محرمات مذکورہ وغیرہ۔ پس انکے قتال میں اختلاف نہیں ہے انتہے کلامہ۔ پس حنابلہ اور انکی تصریحات اور کلام پر غور کر کہ جو شخص شرائع اسلام میں سے ظاہر احکام سے رک جاوے جیسے نمازیں۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج اور ترک محرمات جیسے زنا اور شراب۔ خمر یا دیگر نشہ آور اشیار وغیرہ۔ پس انکا قتال واجب ہے۔ حتے کہ دین اللہ ہی کیلئے مستحکم ہو جاوے۔ اور اسلام کے سب شرائع کا التزام کریں اگرچہ باوجود اسکے شہادتین کی گواہی بھی دیں۔ اور بعض شرائع اسلام کا التزام کریں اگرچہ اس قبیل سے ہو جسپر علمانے اتفاق کیا ہے باقی صحابہ اور تابعین کے پس تمہارا یہ قول کہ جسنے لا الہ الا اللہ کہا اُسنے اپنا مال اور خون بچا لیا۔ اگرچہ فرائض کا تارک ہو۔ اور محرمات کا مرتکب ہو؟ بلکہ جسنے سیرت نبویؐ اور خلفاء راشدین مہدیین پر غور کیا وہ جان لیگا کہ یہ تمہارا قول فعل نبویؐ کے خلاف اور مخالف ہے۔ اور خلفاء راشدین اور صحابہ رضوان اللہ علیہم

Marfat.com

کے سراسر منافی ہے پس اے تعجب کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ نبی نے یہود سے جنگ کیا حالانکہ وہ لا الہ الا اللہ کے قائل تھے۔ انکو عورتوں کو قید کرتے تھے انکے خون و مال حلال جانتے تھے۔

کیا تمکو معلوم نہیں ہے کہ نبی نے بنی مصطلق سے جنگ کا ارادہ کیا جبکہ آپکو کہا گیا کہ انہوں نے زکوٰۃ کو روک دیا ہے اور اسکا قصہ کتب احادیث و تفاسیر میں مشہور ہے۔ اسکو مفسرین نے ذکر کیا ہے (یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَاءَکُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْا) کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ حضرت علیؓ نے غالیہ کو جلا دیا باوجودیکہ وہ لا الہ الا اللہ کے قائل تھے۔ کیا تمکو معلوم نہیں ہے کہ صحابہ کرام نے خوارج سے جنگ کیا اپنے نبی صلعم کے حکم سے باوجودیکہ نبی صلعم نے خبر دی کہ صحابہ اپنی نمازوں کو انکی نمازوں سے چھوٹا اور حقیر خیال کرینگے اور روزوں کو انکے روزوں سے حقیر جانیں گے اور اپنی قرأت کو انکی قرأت سے حقیر خیال کرتے تھے۔ اور فرمایا جہاں تم انکو لو وہیں قتل کرو۔ کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ صحابہؓ نے بنی حنیفہ سے مقاتلہ کیا۔ اور وہ لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی گواہی دیتے تھے اور نمازیں پڑھتے اور اذانیں دیتے اور روزے رکھتے تھے۔ کیا تمکو معلوم نہیں ہے کہ صحابہؓ نے بنی یربوع سے مقاتلہ کیا جنہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا باوجودیکہ وہ انکے وجوب کے مقر تھے۔ اور اپنے صدقات کو جمع کیا تھا اور ارادہ کیا کہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس بھیجدیویں تو مالک بن نویرہ نے انکو منع کر دیا اور انہی لوگوں کے بارہ میں حضرت عمرؓ نے شبہ پیش کیا۔ حتٰے کہ حضرت ابوبکرؓ نے انکو جلا وطن کر دیا اور فرمایا۔ بخدا اگر عقال کی رسی یا عناق کو جو رسول اللہ صلعم کے وقت میں دیتے تھے مجھکو دینے سے انکار کر دیا تو جبتک وہ حسب دستور سابق باقاعدہ معروف ادا نہ کرینگے تو بالضرور میں انسے مقاتلہ کرونگا۔ تو عمرؓ نے فرمایا واللہ باللہ حضرت ابوبکر کا اللہ تعالیٰ نے سینہ کھولدیا ہوا ہے۔ جہاد پر۔ بس میں نے یقیناً جان لیا کہ حضرت ابوبکرؓ حق پر ہیں اور پہلے مفصل مدلل اور مبسوطاً گذر چکا ہے۔ اور ہمنے بھی بلفظہ شرح مسلم ذکر کر دیا ہے فی باب الامر بقتال الناس حتٰے یقولوا لا الہ الا اللہ اور قیام نماز ادائے زکوٰۃ پر کاربند ہولیں۔ کیا تمکو معلوم نہیں ہے کہ رسول اکرمؐ نے براء کو ایک آدمی کی طرف بھیجا تھا جسنے اپنے باپ کی عورت سے نکاح کیا تھا کما رواہ الترمذی فی سننہ قال (باب فیما جاء فیمن تزوج امرأۃ ابیہ) کہا امام ترمذی نے ہم کو ابوسعید الاشج نے حدیث سنائی اسکو حفص بن غیاث نے خبر دی وہ اشعث سے وہ عدی بن ثابت سے وہ البراء صحابیؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہا مجھپر میرا باپ ابوبردہ گذرا اور اسکے ساتھ جھنڈا تھا۔ میں نے کہا کہاں کا ارادہ ہے جواب میں کہا مجھکو رسولؐ خدا نے اس آدمی کی طرف بھیجا ہے جسنے اپنے باپ کی بیوی سے شادی کر لی ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس کا

Marfat.com

سر اُتار لاؤں ۔ حدیث حسن غریب انتہے ۔ اور اگر ہم آیات و احادیث و آثار اور علماء کے کلام کا تتبع کریں فی قتال من قال لا الہ الا اللہ اذا ترک بعض حقوقہا ۔ تو کلام بہت طول پکڑ جاویگی پس کیونکر حال ہوگا اُس شخص کا جسنے کل اسلام کا انکار کر دیا اور اسکو جھٹلایا اور ریہر دانستہ مخول اڑایا مگر سوائے اسکے کہ وہ کلمہ توحید کے قائل ہوں اور کوئی شعار اسلامی کو اپنا ذریعہ ٹھیرائیں ۔ جیسے کہ یہ دیہاتی ۔ اور جو ہمنے بطور کفایت ایک منصف مزاج کیلئے ذکر کیا ہے تو ہمنے اللہ تعالیٰ کے کلام اور اس کے رسول صلعم کی احادیث اور اجماع صحابہ و اجماع علماء تبع تابعین کا ذکر کیا ہے ۔ پس اگر یہ جو ہمنے ذکر کیا ہے اسکے اور کوئی معنے ہوں جسکو ہم نے نہ سمجھا ہو تو مہربانی کرکے آپ ہمارے لئے واضح طور سے بیان کر دیویں قرآن مجید اور احادیث صحیحہ اور صحابہؓ اور اماماں دین کے کلام سے ۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس آدمی پر رحم فرماوے جسکو یقین ہو کہ وہ اللہ کے روبرو ہمکلام ہوگا جسکے پاس جنت اور دوزخ موجود ہے

تیسرا مسئلہ کہ آیا قبروں پر بنا جائز ہے یا نہیں ؟

صحیحین و سنن میں رسول اللہ صلعم سے ثابت ہے کہ آپنے منع فرمایا بناعلی القبور سے ۔ اور بناؤں کو ڈھا دینے کا حکم دیا کما رواہ مسلم فی صحیحہ حیث قال مسلم ۔ کہ ہمکو یحیی بن یحیی نے حدیث سنائی اسکو وکیع نے وہ سفیان سے وحبیب ابن ابی ثابت سے وابو وائل وابو الھیاج اسدی سے اُسنے کہا کہ مجھکو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ۔ کیا میں تجھکو نہ بھیجوں جسپر مجھکو رسول اللہ صلعم نے امیر کرکے بھیجا تھا کہ میں کسی صورت کو مٹائے بغیر نہ چھوڑوں اور نہ کسی بلند قبر کو برابر کئے بغیر چھوڑوں ۔ امام مسلم نے فرمایا کہ ہم کو حدیث ابو بکر بن ابی شیبہ نے سنائی اُنکو حفص بن غیاث نے حدیث سنائی وہ ابن جریج سے وہ ابی الزبیر سے وہ جابرؓ سے قال نہی الخ (منع فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ قبر پختہ اور اسپر بناء (قبہ) بنایا جاوے اور اسپر تاریخ لکھی جاوے قال ھارون بن سعید الایلی قال حدثنا وھب قال حدثنی عمرو بن الحارث ان ثمامۃ حدثہ قال کنا مع فضالۃ بن عبید (ملک روم میں بردوس ہمارا اصحاب فوت ہوگیا پھر فضالہ نے اسکی قبر برابر کرنیکا حکم دیا پھر کہا میں نے نبی صلعم سے سُنا ہے کہ آپ قبر کے برابر کرنیکا حکم دیتے تھے اور امام ترمذی نے فرمایا (باب ماجاء فی تسویۃ القبور) امام نے کہا ہمکو حدیث محمد بن بشار نے سُنائی انکو عبد الرحمن بن مہدی نے انکو سفیان نے حدیث سُنائی وہ حبیب سے وہ ابی ثابت سے وہ وائل سے اسنے کہا کہ علیؓ نے مجھکو فرمایا کیا میں تمکو اس کام پر نہ بھیجوں جسپر مجھکو رسول اللہ صلعم نے بھیجا تھا کہ کسی بلند قبر کو نہ چھوڑو بجز برابر کئے اور نہ کسی صورت کو مٹائے بغیر چھوڑ و قال الترمذی ۔ اسی باب میں جابرؓ سے بھی مروی ہے)

ابن ماجہ نے باب ماجاء فی النہی عن البناء علی القبور والتجصیص والکتابۃ علیہا)
کہا ہمکو زہیر بن مروان نے حدیث سنائی انکو عبدالرزاق نے وہ ایوب سے وہ ابی الزبیر سے وہ جابرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ منع فرمایا رسول اللہ صلعم نے قبروں کے پختہ کرنیسے: ابن ماجہ نے کہا ہم کو عبداللہ بن سعید نے حدیث سنائی انکو حفص بن غیاث نے وہ ابن جریج سے وہ سلیمان بن موسی سے وہ جابرؓ سے کہا منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قبروں پر کوئی شے بھی لکھی جائے: ابن ماجہ نے ہمکو حدیث محمد بن یحی نے سنائی انکو محمد بن عبداللہ رقاشی نے انکو وہب نے انکو عبدالرحمن بن زید نے وہ قاسم بن مخیمر سے وہ ابی سعیدؓ سے کہا منع فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ قبروں پر قبے بنائے جاویں وقال النوویؒ فی شرح مسلم امام شافعیؒ نے کتاب ام میں فرمایا کہ میں نے اماموں (حکام) کو دیکھا کہ مکہ معظمہ میں جو قبروں پر بناء وغیرہ ہوتی تھی اسکو گرانے کا حکم دیتے تھے۔ اس قول کی تائید ولا قبراً مشرفاً الا سویتہ کرتا ہے وقال الاذرعی رحمہ اللہ علیہ قوت محتاج میں صحیح مسلم میں ثابت ہے منع ہونا تجصیص اور بناء سے اور ترمذی وغیرہ میں ہے نہی کتابت سے۔ اور قاضی ابن کج نے فرمایا جائز نہیں ہے کہ قبروں پر قباب وغیرہ بنائے جائیں والوصیۃ باطلۃ۔ اور اذرعیؒ نے کہا بعید نہیں ہے کہ جزم بالتحریم اپنی ملک میں ہو یا غیر میں بغیر ضرورت اس شخص کے جسنے مناہی کو معلوم کیا بلکہ یہی قیاس حق ہے۔ اور وجہ بناء علی القبور فخر اور مشابہت متکبروں اور کفار کی ہے اور حرمت اسکے سوا بھی ثابت ہے۔

بہرحال وصیت کا بطلان قباب وغیرہ بڑی بڑے بنانے اور مال کثیر انپر خرچ کرنا۔ پس اسکے حرمت پر کوئی شک نہیں ہے اور تعجب در تعجب ہے اس ورثہ کا لازم کرنا حکام وقت اور وصیت پر اسکے ساتھ عمل کیا جائے۔ انتہی کلام الاذرعی رحمہ اللہ۔ اور جس نے رسول اللہ صلعم کی سنت میں جمع کیا قبروں میں اور جو اسکے ساتھ حکم کیا اور منع فرمایا جس سے۔ اور جسپر آپکے اصحاب تھے اور جسمیں تم ہو اپنی فعل سے ساتھ قبر ابوطالب اور رجوب وغیرہما پاویگا ایک ان دونوں کا مخالف دوسرے کے مناقض یہاں تک کہ کبھی بھی دونوں جمع نہونگے پس منع فرمایا رسول اللہ صلعم نے بناء علی القبور سے جیسا کہ اسکا ذکر پیشتر گذر چکا ہے۔ اور تم انپر بڑے بڑے قبے بناتے ہو۔ اور جو میں نے مقام معلاۃ میں بیس سے زیادہ قبے دیکھے ہیں۔ حالانکہ نبی صلعم نے منع فرمایا کہ انپر سوائے اصلی مٹی کے اور زیادہ نہ کیا جائے اور تم انپر تابوت کی مٹی کے سوا زیادتی کرتے ہو۔ اور لباس الجوخ اور اسپر بہت بڑا قبہ پتھروں اور چونے کا بناتے ہو:

امام ابوداؤد نے حدیث جابرؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلعم نے منع فرمایا ہے کہ قبر کو پختہ

Marfat.com

بنایا جاوے اور اسپر کچھ لکھا جاوے یا اسپر اور زیادتی کیجاوے اور منع فرمایا آنحضرت صلعم نے انپر تاریخ وغیرہ لکھنے سے جیسا کہ صحیح مسلم میں گذر چکا ہے۔ اور ابو عیسٰے ترمذی نے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
۔ ۔ ۔ ۔ ۔ قبروں کو پختہ کرنے اور انپر تاریخ وغیرہ لکھنے میں کہا ہمکو حدیث عبد الرحمٰن بن اسود نے سنائی۔ ان کو محمد بن ربیعہ نے سنائی وہ ابن جریج سے وہ ابی الزبیر سے وہ جابرؓ سے روایت کرتے ہیں کہا منع فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ قبروں کو پختہ بنایا جائے اور انپر لکھا جائے اور بنا کیجائے اور انکا لتاڑا جانا۔ ھذا حدیث حسن صحیح۔ اور یہ قبریں ہیں تمہارے نزدیک جنپر قرآن کریم اور اشعار لکھے ہوئے ہیں۔ وقال ابو داؤد (باب البناء علی القبور) امام نے فرمایا ہمکو حدیث سنائی امام احمد بن حنبل نے۔ ان کو عبد الرزاق نے حدیث سنائی ان کو ابن جریج نے خبر دی کہا مجھکو ابو الزبیر نے حدیث سنائی انہوں نے جابرؓ سے سنا انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ منع فرمایا رسول خدا صلعم نے قبر پر بیٹھنے سے اور پختہ بنانا اور انپر بناء بنانا۔ انتہی الخ اور لعنت فرمائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسنے قبروں پر دیا جلایا اور جسکو میں نے مکہ میں داخل ہونے کی رات میں دیکھا اکثر بہا للہ کہ مقبرہ میں سو سے زیادہ قندیلیں دیکھیں۔ باوجودیکہ سب کو معلوم ہوجانے کے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے فاعل پر لعنت فرمائی ہے اور ابن عباسؓ نے روایت کیا کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والوں پر اور انپر مسجدیں بنانے والوں پر اور چراغ جلانے والوں پر لعنت فرمائی ہے رواہ اہل السنن۔ اور اس سے بہت بڑھ چڑھکر بہ بدعت میں شرک اکبر ہے جو ان کے پاس کیا جاتا ہے۔ مُردوں کو پکارنا اور ان سے اپنی حاجت روائی اور مشکل کشائی کا سوال کرنا شرک اکبر ہے لیکن تم ہمکو بتاتے ہو کہ یہ ان کے پاس نہیں کیا جاتا اور ایسا ہمارے بیچ کوئی نہیں ہے جو انکو پکارے اور انسے سوال کرے اللھم اجعل ما ذکرہ حقا وصدقا اور ہم اللہ تعالے سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اپنے حرم شریف کو شرک سے پاک کرے۔ آمین۔ آمین۔ آمین ؎

بے شک مُردوں کو پکارنا اور ان سے سوال کرنا جلب فوائد اور کشف شدائد کے لئے شرک اکبر ہے جسکی نسبت مشرکین نے اللہ کی طرف کی کما تقدم بیانہ فی مسئلۃ الاولیٰ۔ اور حالانکہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ سب مساجد اللہ تعالی کے لئے مختص ہیں۔ ان میں اللہ تعالے کے سوا کسی کو مت پکارو وقال تعالی اَلَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِہٖ مَا یَمۡلِکُوۡنَ مِنۡ قِطۡمِیۡرٍ یعنے بُت وغیرہ ماسوا اللہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے برابر جو دھاگا ہوتا ہے اُس کی ملکیت بھی نہیں رکھتے۔ بفرض محال اگر تم ان کو پکارو تو تمہاری پکار کو نہ سنیں۔ اگر سُن بھی لیں تو تمکو جواب تک نہ دیویں گے اور قیامت کے دن

Marfat.com

تمہارے شرک کا انکار کر دیں گے۔ اور نیز فرمایا اللہ تعالیٰ نے کون بڑا گمراہ ہے اس سے جو سوا اس کے دوسروں کو پکارتا ہے جو قیامت تک سنیگا ہی نہیں۔ اور ان کی دعاؤں سے غافل ہی ہیں۔ اور جب قیامت کے دن لوگ جمع کیے جاویں گے تو وہ ان کے دشمن بن جاویں گے اور ان کی عبادت سے کافر ہو جاوینگے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے "لہ دعوۃ الحق" یعنے اللہ ہی کیلئے پکار حق ہے۔ اور وہ لوگ جو اور وں کو پکارتے ہیں وہ قبول نہیں کرتے ان کے لئے کچھ بھی۔ مگر اس کی طرح جس نے اپنا ہاتھ پانی کی طرف پھیلایا ہو۔ اور آرزو کرتا ہو کہ میرے منہ میں آجائے وہ تو (پانی) اس کے منہ کی طرف آنیوالا نہیں ہے (بعینہ) کافروں کی پکار سوائے گمراہی کے کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی۔

اور امام ترمذی نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا الدعاء مخ العبادۃ یعنے دعا عبادت کا مغز ہے۔ وعن النعمان بن بشیر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم الدعاء ھو العبادۃ یعنے دعا ہی عبادت ہے۔ پھر نبی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: وَقَالَ رَبُّكُمُ الخ یعنے تمہارے رب نے فرمایا مجھکو پکارو میں تمہاری پکار کو قبول کرتا ہوں۔ بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں بہت جلد جہنم میں ذلیل و خوار ہو کر داخل ہونگے۔ رواہ احمد وابوداؤد والترمذی علقمی نے جامع صغیر کی شرح میں لکھا۔ حدیث "الدعاء مخ العبادۃ" قال شیخنا فی النہایۃ شے کا مغز اس کا خلاصہ ہوتا ہے۔ بجز دو امر کے مغز نہیں پایا جاتا۔ ایک امتثال امر اللہ تعالیٰ کا جہاں فرمایا اُدْعُونِیْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ فھو محض العبادۃ یعنی وہ خالص عبادت ہے۔ دوسرا جب اپنے امور میں نجاح دیکھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے عمل ماسوا اللہ قطع ہو جاتی اپنی حاجت روائی خالص اسی سے چاہے اور یہ اصل عبادت ہے۔ کیونکہ عبادت کی غرض کار ثواب کا مرتب ہونا ہے۔ اور یہی اصل مقصود دعا کا ہے۔ وقولہ الدعاء ھو العبادۃ قال شیخنا قال الطیباسی خبر (العبادۃ) معرف باللام لائی گئی ہے تاکہ حصر پر دلالت کرے اور عبادت غیر دعا نہیں ہے وقال شیخنا قال البیضاوی۔ جبکہ اس بات پر حکم لگایا گیا ہے کہ دعا یہ حقیقت [illegible] ہے وہ اس لائق ہے کہ اس کا نام عبادت رکھا جاوے یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کا فاعل اللہ کی طرف رجوع کرنے والا ہے ماسوائے روگردان ہے۔ اس لے سوائے اسی سے امید نہیں رکھتا۔ اس کے سوا اور کسی سے

Marfat.com

نہیں ڈرتا اس پر یہ اسی آیہ کو دلیل لایا ہے یعنی وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ
کیونکہ یہہ بات دلالت کرتی ہے کہ وہ امر ہے اسی کا حکم کیا گیا ہے۔ جب مکلف اس کو
اپنی حاجت روائی میں لائے تو خواہ مخواہ اس کی دعا قبول کی جاویگی۔ اور اس پر مقصود
مرتب ہوگا۔ اور شرط پر (عبادت) جزا بھی مرتب ہوگی اور سبب مسبب پر۔ اور جب یہ موجود
ہو تو عبادت بھی اتم ہوگی انتہے کلام العلقمی رحمہ اللہ۔

اب کلام کا خاتمہ ان تین مسائل پر ہے۔ اگر تم ہمارے موافق ہو گئے کہ یہ مذکورہ مسائل
حق ہیں تو یہی مطلوب حاصل ہے۔ اور اگر تم لوگ یہہ دعوے کرو کہ حق اس کے برخلاف ہے تو
ہمکو اسکا جواب کتاب وسنت سے دو۔ کیونکہ لوگوں میں بھی دونوں محاکمہ کرنیوالے ہیں جن امور میں
تمہارا تنازع ہو جاوے کما قال اللہ تعالیٰ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ،
ہم نے دلائل کتاب وسنت سے کافی وافی شافی بیان کردیئے۔ نیز اماموں کا کلام
بھی مدلل ومفصل پیش کر دیا ہے۔ پس اگر تم ان دلائل کو تسلیم نکرو تو پھر ہم کو کتاب وسنت سے
مفصل ومدلل جواب دو تائید میں ائمہ کا کلام بھی پیش کرو جب آپ لوگ ان تینوں مسائل کا جواب
دے چکینگے تو ہم آپکو بقیہ مسائل کا جواب دینگے +

خاتمہ سخن ہم اس آیہ کریمہ پر کرتے ہیں۔ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ
صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا ۗ وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ
إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ۔ الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ
وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۗ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ والحمد للہ اولاً و اخراً کما یحب
ربنا و یرضی وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وسلم +

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

یا ارحم الراحمین

Marfat.com

چوتھا رسالہ

مؤلفہ

علامہ نجد شیخ محمد بن عبداللطیف آل شیخ محمد بن عبدالوہاب (رحمۃ اللہ علیہم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین ولا عدوان الا علی الظٰلمین واشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ الملک الحق المبین واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ وخلیلہ الصادق الامین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ التابعین ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین۔ وسلم تسلیما کثیرا۔

عاجز محمد بن عبداللطیف کی طرف سے یہ تحریر ان تمام حضرات کی خدمت میں پیش کیجاتی ہے جو کہ مکہ، یمن، عسیر اور تہامۃ وغیرہ مقامات میں سکونت پذیر ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھ اور ان سب کو ہدایت اسلامی سے مالا مال کرے۔ اور ہم سب کو متبعین سنت رسول اللہ میں سے بنائے۔ یہ تمام حضرات اور جو بھی اس تحریر کو دیکھیں میری طرف سے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ قبول فرمائیں۔

صاحب السعادۃ والسیادۃ امام عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن بن فیصل آل سعود نے ۱۳۳۹ھ میں ان امور کی تعلیم کیلئے ہمیں بھیجا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تم سب پر واجب کیا ہے اور انکی تعمیل ہی ذریعہ اور سبب دخول اسلام ہے اور انکا سیکھنا، انپر عمل کرنا، انمیں بصیرت حاصل کرنا دخول جنت کا سبب ہے، اور اس سے ناواقفی، روگردانی اور عدم قبول دوزخی ہونیکا سبب ہے۔ جب ہمیں تمہارے بعض علاقوں کیطرف جانیکا اتفاق ہوا تو ہمیں یہ دیکھکر بیحد افسوس ہوا کہ شیطان نے ان لوگوں کو بہکا [illegible] ہدایت سے یکسر محروم ہوگئے ہیں اور دن بدن گمراہی اور سرکشی میں کھنچے چلے جا رہے [illegible] ہیں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور امتِ مسلمہ کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیا۔ اُنپر جہل و نادانی غالب آگئی تو وہ شہواتِ نفسانی کے غلام ہوگئے اور ہر اُس مفسد کی دعوت کو لبیک کہا جسنے شکوک وشبہات کو پیش کیا۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ جہالت کے خطرناک گڑھوں میں جا گرے۔ اب اُنکی حالت یہ ہے کہ وہ بدقسمتی سے دوزخ کے کنارے پر جا کر کھڑے ہوگئے ہیں انمیں سے اکثر کے عقائد خراب ہو چکے ہیں۔ صلحاء کی قبروں کی عبادت شروع کر دی اور ہر کنکر کو شنکر سمجھنے لگے۔ فوت شدہ بزرگوں کی حد سے زیادہ تعظیم کرنے لگ گئے اور یہی وہ تمام عقائد فاسدہ تھے جو ... جاہلیت کے لوگوں ...

Marfat.com

اور امام المتقین مبعوث ہوئے۔

جب ہمنے یہ حالت دیکھی تو ہمپر واجب ہو گیا کہ ہم اپنے بھولے بھٹکے ہوئے بھائیوں کو دعوت حق دیں اور دلائل و براہین قاطعہ سے اپنر حق ظاہر کریں جیساکہ نبی صلعم صحابہ کرام اور تابعین و تبع تابعین کا طریقہ تھا۔ ہم نے آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ اور عقائد سلفیہ لکھکر تمام قبائل اور مختلف شہروں میں تقسیم کر دیئے جسکا مقصد محض یہ تھا کہ اللہ اور اسکے رسول کے دین کی خدمت ہو، اللہ کی کتاب کی اشاعت ہو اور اسکے بندوں کی خیر خواہی ہو۔ بعض لوگ ہماری جماعت وہابیہ کے متعلق لوگوں سے مختلف باتیں سنتے تھے لیکن وہ ہماری حقیقت سے واقف نہ تھے اسلئے ہماری طرف ایسے خیالات منسوب کئے جاتے تھے جنکے ہم قائل نہ تھے۔ ہمپر طرح طرح کے اتہامات لگائے گئے اور کئی قسم کے باطل اور لغو عقیدے منسوب کئے گئے جسکا مقصد محض یہ تھا کہ لوگ ہمسے متنفر ہو جائیں۔ اور ہماری دعوت توحید ناکام رہے۔ اس ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمنے ضروری سمجھا کہ ایک تحریر شائع کریں جسمیں ہم اپنے عقائد اور دینی مسائل کا ذکر کر دیں اور یہ ظاہر کر دیں کہ ہماری دعوت کیا ہے اور کس چیز کی طرف ہم دعوت دیتے ہیں اور کس مقصد کیلئے ہم جہاد کرتے ہیں۔

وہابی تحریک

آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہم جس چیز کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں اور جن عقائد کی پابندی اور جن اعمال کے التزام کیلئے ہم جہاد کرتے ہیں وہ یہ ہیکہ ہم خالص اسلام کی طرف دعوت دیتے ہیں اور ارکان و فرائض اسلام کی پابندی کیلئے لوگوں کو مجبور کرتے ہیں جسکا اصل اصول "اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ" ہے عبادت کے بہت سے اقسام ہیں۔ اور انہی میں سے دعا بھی ہے، بلکہ یہ اقسام عبادت میں خاص اہمیت رکھتی ہے۔ اور قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے کئی ایک مقام پر دعا کو عبادت سے تعبیر کیا ہے جیساکہ فرمایا:۔

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ تمہارا رب تم سے کہتا ہے کہ مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا کو قبول کرونگا جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔

اور اسی مضمون کی بہت سی آیات قرآن مجید میں موجود ہیں۔ اور حدیث شریف میں بھی ہے "الدعاء مخ العبادة" دعا عبادت کا مغز ہے۔ پس اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ صرف خدا سے دعا مانگی جائے، فوائد کے حاصل کرنے یا مصائب سے بچنے کیلئے اُسی سے فریاد کیجائے۔ اسی کے نام کی قربانی دیجائے۔ اسی کے نام کی نذر و نیاز ہو۔ اسی کا خوف، اسی پر توکل ہو۔ اسی سے نصرت و اعانت طلب کیجائے۔ اسی کی پناہ ... تمام مخلوق میں سے کسی کو ان حقوق میں سے کسی میں شریک نہ کیا جائے۔ وہ فرشتے ہوں یا نبی

یا اولیاء یا صلحا رہوں اسکے حق میں کوئی اُسکا شریک نہیں ہوسکتا۔ اور اسکا یہ حق ہے کہ ہر قسم کی عبادت اس کیلئے مخصوص کردی جائے، دلوں میں اسی کی محبت ہو اور اسی کا خوف جلال وعظمت ہو، اور اسی سے ہر قسم کی امید ہو یہی حکمت شرعیہ دینیہ ہے اور اسی مقصد کیلئے مخلوق پیدا کیگئی ہے قال تعالیٰ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے عبادت سے مراد توحید ہے کیونکہ اسی میں انبیاء اور امتوں کا اختلاف رہا۔ قال اللہ تعالےٰ:۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ وقال تعالیٰ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدُوْنِ وقال تعالےٰ وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ہمنے ہر امت میں رسول بھیجا کہ لوگوں سے کہیں اللہ کی عبادت کرو اور غیر اللہ کی عبادت سے بچو، یہ بھی فرمایا آپ سے پہلے جو کوئی رسول بھی آیا ہمنے اُسکو وحی کی کہ میں ہی معبود برحق ہوں پس میری ہی عبادت کرو۔ اور فرمایا کہ مسجدیں خدا کی عبادت کیلئے ہیں اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔

پس جس کسی نے غیر اللہ کو پکارا وہ غیر حاضر ہو یا میّت یا اس سے فریاد رسی کی خواہش کی تو اس کے مشرک ہونیمیں کوئی شک نہیں اور اگرچہ اس دعاء غیر اللہ سے مقصد یہ ظاہر کرے کہ یہ محض تقرب بارگاہ الٰہی کے ذریعہ کیلئے ہے اور اس سے مقصد صرف طلب شفاعت ہے۔ کیونکہ بہت سے لوگ اسی راستے سے شرک ہی کے گڑھے میں جا گرے ہیں۔ اور اس کا نام توسل اور شفاعت رکھا ہے۔ لیکن نام کے بدل دینے سے حقیقت نہیں بدل سکتی۔ اور نہ اسکا حکم بدل سکتا ہے۔ جب شیطان کو معلوم ہوا کہ نفوس (قدسیہ) اُس چیز کے نام لینے سے نفرت کرتے ہیں جسکو کہ مشرک پسند کرتے ہیں تو اُسنے اُن افعال کو دوسری صورت میں پیش کیا جسکو کہ نفوس قدسیہ اختیار کرلیں نبی صلعم نے فرمایا کہ میری امت کے کچھ لوگ شراب کے نام تبدیل کرکے اُسکو پئیں گے۔ اور اسی طرح زنا کو بھی کہ اُس کا نام نکاح رکھیں گے۔ اور اسماء کو بدل دینے سے انکی حقیقت زائل نہیں ہوتی۔ اسی طرح جو شخص امور شرکیہ سے کسی امر کا مرتکب ہو تو مشرک ہے اگرچہ اُسکا نام وسیلہ شفاعت رکھ لے۔ اور اس کی وضاحت کیلئے وہ قول ہے جسکو اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں نصاریٰ کے متعلق ذکر کیا ہے اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ہود نے اپنے علماء اور راہبوں کو اللہ کے سوا اور خدا بنا رکھا ہے۔ روایت کیا امام احمد امام ترمذی نے اور انکے سوا اور بھی راوی ہیں کہ عدی بن حاتم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے زمانہ جاہلیت میں نصرانی تھے تو اُسنے نبی صلعم کو اس آیت کو پڑھتے ہوئے سُنا، اُسنے کہا اے رسول اللہ صلعم یہودیوں نے اپنے احبار کی عبادت نہیں کی نبی کریم نے فرمایا جی ہاں اُنہوں نے اپنے اوپر حلال کو حرام کرلیا اور حرام کو حلال کرلیا اور یہی ان کی عبادت ہے۔ ابن عباس اور حذیفہ ابن یمان نے اس آیت کی تفسیر میں یہ کہا کہ انہوں نے انکی اس حد تک اتباع کی

کہ جو اُنہوں نے حلال و حرام بنایا اُسی کو حلال و حرام بنا دیا وہ لوگ جنکے متعلق خداوند تعالیٰ نے اس آیت میں خبر دی ہے اُن لوگوں نے احبار و رہبان کو رب اور خدا نہیں بنایا تھا اور اُن لوگوں کا یہہ خیال بھی نہیں تھا کہ یہ فعل اُن کا احبار کی عبادت ہے - اور اسی وجہ سے عدی نے کہا کہ یہودی اپنے احبار کی عبادت نہیں کرتے تھے۔ شے کا حکم حقیقت کی ماہیت کے تابع ہوتا ہے۔ اُس شے کے نام کے تابع نہیں ہوتا - اور نہ اُس شے کے فاعل کے اعتقاد تابع ہوتا ہے۔ اسلئے وہ لوگ اس بات کا اعتقاد رکھتے تھے کہ انکی اطاعت اس فعل میں انکی عبادت نہیں ہے اس میں وہ معذور نہیں رکھے جاوینگے - اور نہ اپنے فعل کے نام اور نہ اُس فعل کی حقیقت اور نہ اُس کے حکم کو زائل کرنیوالے ہونگے - اور اسی کی توضیح کرتا ہے وہ قول جسکو کہ ترمذی نے روایت کیا ہے - اور اسی کی تصحیح ترمذی نے ابو واقد اللیثی سے کی ہے - ابو واقد اللیثی نے کہا کہ رسول اللہ صلعم کے ہمراہ حنین کی طرف نکلے اور ہمیں کفر کو ترک کئے ہوئے تھوڑا ہی زمانہ گذرا تھا - مشرکین کی ایک بیری تھی جسکے نیچے وہ لوگ نشست برخاست کرتے تھے اور اُسپر اپنے اسلحہ یعنی ہتھیار جنگ لٹکاتے تھے - اس بیری کا نام ذات انواط مشہور تھا - ہم اُس بیری کے پاس سے گذرے - ہمنے کہا یا رسول اللہ صلعم ہمارے لئے بھی کوئی کھونٹی والی چیز کر دیجئے جیسا کہ ان کیلئے کھونٹیوں والی چیز ہے - نبی صلعم نے فرمایا اللہ اکبر یہ وہی طریقے ہیں قسم اُس ذات کی کہ جسکے دست قدرت میں میری جان ہے تم نے وہ بات کہی جو کہ بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ اے موسیٰ (علیہ السلام) ہمارے لئے بھی ایسے معبود ہونے چاہئیں تو انہوں نے جواب دیا کہ تم تو قوم جاہل ہو - نبی صلعم نے فرمایا تم ان لوگوں کے نقش قدم پر چلوگے؟ وہ لوگ یہ خیال نہیں کرتے تھے کہ جو ہمنے طلب کیا ہے وہ لا الٰہ الا اللہ کے قول کے منافی ہے تو اُن کی اس سے جہالت نفس حقیقت کو نہیں بدل سکی - اور نہ حکم شرعی اس سے بدل گیا -

جو شخص شریعت محمدیہ سے واقف ہے وہ جانتا ہے کہ قبروں کے پاس قبر پرست جو کچھ کرتے ہیں مثلاً اصحاب قبور سے دعا مانگی جاتی ہے - ان سے فریاد کی جاتی ہے اور انہی اصحاب قبور سے مدد طلب کیجاتی ہے - اور انکی قبروں کے نزدیک مجاور بن کے رہنا اور قبروں پر سجدہ کرنا اور ان کیلئے نذر ماننا یہ افعال بہ نسبت اُن لوگوں کے جنہوں نے اپنے احبار و رہبان کو معبود بنا لیا تھا اور وہ شرک کے نہیں زیادہ بڑھکر ہے - اور بہ نسبت اُن لوگوں کے قول کے جن لوگوں نے رسول اللہ صلعم سے عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ صلعم ہمارے لئے بھی کوئی ذات انواط ہو جیسی کہ ان مشرکین اور کفار کیلئے ہے یہ قول کہیں بدتر ہے - بعض علما محققین نے کہا ہے جبکہ

اس درخت کی طلب لوگوں نے رسول کریم صلعم سے محض ہتھیار لٹکانے اور اُس کے نیچے بیٹھنے کیلئے کی تھی۔ اور اُن کی غرض اُسکی عبادت نہیں تھی۔ اور نہ اُس درخت سے کوئی سوال کرتے جیسا کہ اہل قبور سے کیا جاتا ہے جو اس صورت میں رسول اللہ صلعم نے جواب دیا تھا اور اسکی مثال ایسی بیان کی ہے جیسا کہ قوم بنی اسرائیل کا بتوں کا موسیٰ علیہ السلام سے طلب کرنا۔ تو تمہارا ایسی صورت میں کیا گمان ہے جبکہ قبر کے پاس اعتکاف کیا جائے۔ اور اہل قبر کے وسیلے سے دعا مانگی جائے یا اُس قبر پر دعا مانگی جائے۔ درخت کی وجہ سے جو فتنہ پیدا ہوتا بہ نسبت اس فتنہ کے جو قبر کی تعظیم کی وجہ سے پیدا ہوگا کسقدر عظیم ہوگا۔ کاش یہ شیخ اور شرک اُس فتنہ عظمیٰ سے واقف ہوتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام وسائل کو جو مفضی الی الشرک تھے بند کر دیا جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آپ نے یہ دعا پڑھی (اے اللہ میری قبر کو بت مت بنانا جسکی پوجا کی جائے) اللہ تعالیٰ کا عذاب اُس قوم پر شدید ہے جنہوں نے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنا دیا اللہ تعالیٰ قبروں کی زیارت کرنے والیوں اور انپر مسجد بنانیوالوں اور چراغ جلانے والوں پر لعنت کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے کہ قبروں پر عید منائی جائے۔ آپنے منع فرمایا ہے کہ قبروں پر عمارت بنائی جائے اور حکم فرمایا تھا کہ قبروں کو زمین کے برابر کر دیا جائے۔ جیسا کہ امام مسلم نے روایت کی ہے۔ ابی الہیاج کہتے ہیں مجھے حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں تمکو اُس امر پر کیوں نہ مقرر کروں جسپر رسول اللہ صلعم نے مجھے مقرر کیا تھا (وہ کیا بات تھی) مت چھوڑو کسی تصویر کو مگر اسکو مٹا دے اور مت چھوڑ کسی اونچی قبر کو مگر اُسے برابر کر دے۔ اور نبی کریم نے قبر پر چونہ لگانے سے منع کیا ہے۔ اور قبر پر لکھنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ ہم اہل قبور کی حد سے بڑھی ہوئی تعظیم اور انمیں غلو کو ناپسند کرتے ہیں۔ ہم قبروں پر سے قبے اور گنبد گرا دیتے ہیں کیونکہ انمیں بھی حد سے بڑھی ہوئی تعظیم ہے جو فی الحقیقت ذریعہ شرک ہے اور یہی وہ باتیں ہیں جو عبادت قبور کا سبب ہیں۔ لوگوں نے انہی باتوں کو شرک کا ذریعہ بنا لیا ہے اور ان اولیاء کی حد سے بڑھی ہوئی تعظیم کرنے لگے ہیں پہلے تو انکو بزرگ بنانے لگے پھر انکے بعد جو آدمی آئے سو انکی عبادت کرنے لگے۔ بعض تو یہ جاہتے اپنی عقیدت کو ان قبروں سے بیان کرنے لگے اور انہی حاجت روائی انسے چاہنے لگے۔ اور اپنی مشکلوں کو دور کرنا اور اپنی مرادیں انکی طرف منسوب کرنے لگے اور پھر اس شرک کو ثواب جاننے لگے اور ... انکو ڈرایا دھمکایا اور انپر طرح طرح کے بہتان لگائے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے دین کی مدد کرنا ہے اور ہر مقام میں مدد کرنیوالا ہے لیکن وہ اپنے گروہ کا امتحان کرنا چاہتا ہے۔ یہ ہمارا اعتقاد اور دین ہے کہ اللہ تعالیٰ کیساتھ ایمان لانا اور اسکے فرشتوں کتابوں اور رسولوں کیساتھ اور قیامت کیساتھ اور ایمان قبور کیساتھ خیر ہو یا شر ہو اور

Marfat.com

ہم اللہ تعالیٰ کے ناموں اور صفتوں کے ساتھ ایمان لاتے ہیں۔ اس کی جلالت اور عظمت کو ہم ثابت کرتے ہیں بلا شرک۔ اور اللہ تعالیٰ کو معطل ہونیسے منزہ جانتے ہیں۔ اور ہم اس بات کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے جو تمام مخلوق پر۔ اور عرش اس کا آسمانوں پر ہے اور تمام مخلوق سے علیحدہ ہے اور کوئی جگہ اس کے علم سے خالی نہیں ہے۔ اور ہم اس لفظ پر ایمان لاتے ہیں کہ "اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی" پس استوا اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت کرتے ہیں لیکن اسکی کیفیت اور مثال کے درپے نہیں ہوتے۔ اسلئے کہ اپنی حقیقت کو وہی جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا۔ امام دار الہجرہ مالک ابن انس نے فرمایا اور ہم بھی انہی کی طرح کہتے ہیں جب ایک شخص نے انسے استوا کے متعلق دریافت کیا تو آپنے فرمایا الاستواء معلوم والکیف مجہول استوا تو معلوم ہے لیکن اس کی کیفیت معلوم نہیں ہے اور اسپر ایمان لانا واجب ہے۔ اور سوال کرنا اسکے متعلق بدعت ہے۔ مالکؒ نے استواء کو ثابت کیا اور اسکی کیفیت علم کی نفی کی۔ اور اسی طرح ہمارا اعتقاد خداوند تعالیٰ کے تمام اسماء اور اسکے صفات کے متعلق ہے یعنی ایمان باللفظ اور اثبات حقیقت اور علم کیفیت سے انکار۔ اور جامع قول اس کے متعلق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے ہیں اُس صفت کیساتھ کہ جس سے اُسنے خود اور اسکے رسول صلعم نے تعریف کی ہے اور ہم قرآن و حدیث سے تجاوز نہیں کرتے پس جس شخص نے خدا کو کسی سے تشبیہ دی وہ کافر ہوگیا اور جس شخص نے خداوند تعالیٰ کی اُس صفت سے انکار کیا جو اُسنے بیان کی ہیں وہ بھی کافر ہوگیا لیس کمثلہ شیئ وھو السمیع البصیر۔ وہ ذات پاک ہے نہ اُسکا کوئی ہمنام ہے اور نہ اُسکا کوئی مثیل ہے اور وہ اپنے آپکو اور دوسرونکو خوب جانتا ہے۔ اور بہت ہی سچی بات کہنے والا ہے۔ ہمارا اس حدیث پر ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر رات کو نزول کرتا ہے آسمان دنیا پر جبکہ پچھلی رات ہوتی ہے اور کہتا ہے کہ کوئی سوال کرنیوالا ہے کہ میں اُسکے سوال کو پورا کروں؟ اور کوئی گناہوں کی بخشش طلب کرنیوالا ہے کہ میں بخشوں؟ اور کوئی توبہ کرنیوالا ہے کہ میں اُسکی توبہ قبول کروں؟ اور ہم اسبات کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے نازل کیا گیا ہے اور مخلوق نہیں ہے۔ اسی سے شروع ہوا اور اسی طرف لوٹے گا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کیساتھ حقیقۃً تکلم کیا اور جبرئیلؑ نے اُسکو سُنا اور رسول اللہ صلعم پر نازل کیا اور ہم اشاعرہ اور اہل بدعت کے قول (یعنے کلام نفسی) کے قائل نہیں ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے کوئی شے اسکی قضاو قدر کے بغیر موجود نہیں ہوسکتی اور نہ کوئی قوت اسکے قضاو قدر کو روکنے والی ہے اور جو لوح محفوظ پر لکھدیا گیا ہے اُسکے خلاف نہیں ہوسکتا۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں عذاب کی آیتوں پر اور اُن احادیث پر جو نبی کریمؐ سے ثابت ہیں اور ہم اُس مسلمان کے بارہ میں جو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو خلود فی النار کے قائل نہیں ہیں جیسے [illegible]

Marfat.com

کہ نبی صلعم نے فرمایا آگ سے نکالا جائیگا وہ مومن جسکے قلب میں ایک ذرۃ ایمان کا ہوگا۔ اہل کبائر کا آگ سے نکالا جانا بشفاعت نبی کریمؐ کے ہوگا ان لوگوں کے حق میں جسکے لئے آپ شفاعت فرمائینگے۔ اور اسی طرح اہل کبائر کی ملائکہ اور انبیاء بھی شفاعت کرینگے۔ اور ہم احکام مطلقہ میں کوئی توقف نہیں کرتے بلکہ ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دوزخ میں اہل کبائر کو داخل کریگا۔ اور بعض ایسے ہونگے جو دوزخ میں داخل نہ کئے جائینگے۔ ایسے اسباب کیوجہ سے جو دخول نار سے مانع ہوں جیسے حسنات جو گناہوں کے مٹانیوالے ہیں اور مصائب جو گناہ ہونکا کفارہ ہو جاتے ہیں وغیرہ۔ اور ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ جو کرتا ہے وہ حکمت اور اسباب سے کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی ان اسباب کے مسببات کا پیدا کرنیوالا ہے۔ اور ہم کسی خاص شخص کیمتعلق دوزخی یا جنتی ہونیکا دعوےٰ نہیں کرسکتے اسلئے کہ اُس کی باطنی حقیقت کا ہم احاطہ نہیں کرسکتے کیونکہ ہم اُسکے خاتمہ اور باطن سے ناواقف ہیں لیکن ہم محسن کیلئے رحمت کے امیدوار ہیں اور ہم گنہگار پر خوف کرتے ہیں مگر اُس شخص کیمتعلق جسکے لئے آپنے شہادت دی ہو۔ اور ہم اہل اسلام میں سے کسیکو کافر نہیں کہہ سکتے ایسے گناہ کیوجہ سے جو شرک سے کم ہوا اور نہ ہم اُسکو گناہ کبیرہ کے مرتکب ہونیکی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج کرسکتے ہیں۔ اور ہم ان سب چیزوں پر ایمان لاتے ہیں جسکی خبر رسولخدا نے دی ہے اور جو کچھ بعد موت واقع ہوگا۔ ہم قبور کے فتنہ اور اُسکے عذاب اور اُسمیں راحت اور یہ کہ جسموں میں روحوں کو ڈالا جائیگا ایمان لاتے ہیں۔ پروردگار عالم کے سامنے قیامت کے دن ننگے پیر اور برہنہ پریشان لوگ کھڑے ہونگے سورج اُنسے قریب تر ہوجائیگا جسموں سے پسینہ بہہ رہا ہوگا حساب کیواسطے میزان قائم ہوگی اور نامہ اعمال کھولے جائینگے بعض دائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال لئے ہوگا اور بعض کے بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال ہونگے حوض کوثر پر ہمارا ایمان ہے اور پل صراط جہنم کی پشت پر قائم کیجائیگی لوگ اپنی اعمال کیموافق اُسپر سے گذرینگے۔ شفاعت نبی کریمؐ پر ایمان لاتے ہیں اور اسپر کہ وہ سب سے پہلے شافع ہونگے اور سب سے پہلے مشفع ہونگے۔ رسولخداؐ بغیر اجازت باری تعالیٰ شفاعت نہیں کرینگے قرآن میں ہے وَلَا يَشْفَعُونَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى اور نیز یہ بھی کلام پاک میں آیا ہے وکم من ملک فی السموٰت لا تغنی شفاعتہم شیئا الا من بعد ان یاذن اللہ لمن یشاء ویرضیٰ۔ باریتعالیٰ پاک ہے وہ توحید کے سوا اور کسی چیز کو پسند نہیں کرتا اور شفاعت [illegible] موحد کے اور کسی کیواسطے نہیں ہوگی چنانچہ حدیث میں ابوہریرہ سے روایت ہے ابوہریرہ نے پیغمبرؐ سے عرض کیا آپکی شفاعت کا زیادہ مستحق کون ہے آپنے فرمایا جس شخص نے خلوص قلب سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا تو یہ شفاعت مخلص لوگوں کیلئے خدا کی اجازت سے ہوگی اور مشرکین کیلئے نہیں۔ خدا نے فرمایا ہے مشرکین کیواسطے شفاعت کرنیوالوں کی شفاعت منظور نہ ہوگی۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ اللہ نے جنت کو پیدا کیا وہ بالفعل موجود ہے اور جنت متقین وفرمانبرداروں کیلئے تیار کیا ہے اور خدا نے ہی جہنم کو پیدا کیا ہے اور اسوقت موجود ہے اُسکو کفار اور نافرمان بندوں کیلئے تیار کیا ہے۔ اور ہم اسپر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ مومنین اپنے رب کو بچشم خود جنت میں دیکھینگے جس طرح کہ چودھویں رات میں چاند کو دیکھتے ہیں [illegible]

Marfat.com

جنتیوں کے چہرے اس روز تازے اور سرسبز خوش وخرم اور اپنے رب کو دیکھنے والے ہونگے۔ ایک دوسرے
موقع پر باری تعالیٰ نے فرمایا للذین احسنوا الحسنیٰ وزیادۃ اور آنحضرتؐ نے اسکی توضیح کی ہے آپنے فرمایا کہ
حسنیٰ سے مراد جنت ہے اور زیادہ سے مراد رویت باری تعالیٰ ہے اور یہ بھی ہمارا ایمان ہے کہ نبیؐ خاتم النبیین
ہیں آپکی امت میں حضرت ابو بکرؓ سب سے افضل ہیں پھر حضرت عمرؓ پھر حضرت عثمانؓ پھر حضرت علیؓ اور اسکے بعد عشرہ مبشرہ
اور انکے بعد اہل بدر اسکے بعد جنہوں نے شجرۃ الرضوان کے تلے آپسے بیعت کی تھی پھر تمام صحابہ۔ ہم رسول صلعم کے
اصحاب کیلئے استغفار کرتے ہیں اور انکے محاسن وفضائل کو ذکر کرتے ہیں ہم صحابہ کرام کے آپس کے اختلافات
سے چشم پوشی کرتے ہیں اور ازواج مطہرات جو کہ امہات المومنین ہیں انسے ہر برائی کو دور کرتے ہیں اور ان سب
ازواج میں افضل حضرت عائشہؓ ہیں اور ہم روافض واہل بدعہ کے اعتقاد سے بری ہیں۔ اور ہر امام کی
معیت فاجر ہو یا نیک ہو جب سے کہ رسولؐ مبعوث ہوئے ہیں اس امت کے آخری دجال کے مقابلہ تک جہاد کو جائز
سمجھتے ہیں اور امام المسلمین کی اطاعت کو واجب سمجھتے ہیں خواہ وہ امام فاجر ہو یا نیک ہو جبتک خدا کی نافرمانی کا حکم نکرے
بدعتیوں کو برا بھلا کہنا اور انسے دور رہنا ہم ضروری سمجھتے ہیں دین کے اندر کوئی جدت پیدا کرنا اسکو ہم بدعت
سمجھتے ہیں ہر مستطیع پر امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہم واجب سمجھتے ہیں مگر بصورت قدرت ہاتھ سے امر بالمعروف و
نہی عن المنکر کرے اور اگر ہاتھ سے متعذر ہو تو زبان سے روکے۔ اگر زبان سے متعذر ہو تو دل سے مکروہ سمجھے جیسا کہ حدیث
صحیح میں نبی صلعم سے آیا ہے جو شخص تم میں سے خلاف شریعت فعل ہوتے دیکھے تو اسکو ہاتھ سے روکنے کی کوشش کرے
اگر ہاتھ سے روکنے کی استطاعت نہ ہو تو زبان سے منع کرے۔ اگر زبان سے بھی منع کرنے پر قادر نہ ہو تو اسکو دل سے برا سمجھے۔
لیکن یہ ضعف ایمانی کی دلیل ہے۔ ہمارا اعتقاد ہے ایمان اقرار باللسان اور عمل بالارکان واعتقاد بالجنان۔ ایمان عبادت
سے زیادہ ہوتا ہے اور معصیت ونافرمانی سے کم ہو جاتا ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ ایمان کے کچھ اوپر ساٹھ یا کچھ اوپر ستر شعبے ہیں
اور اعلیٰ ان شعبوں کا لا الہ الا اللہ کہنا ہے اور ادنیٰ ان شعبوں کا راستہ سے موذی چیز کو ہٹانا ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے الیوم
اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا جب آپکے ذریعہ اللہ نے دین مکمل کر دیا اور آپنے اس
امانت کو ادا کر دیا دین الٰہی لوگوں کو پہنچا دیا آپ اللہ کے حکم سے وفات پا گئے اور آپکے لئے اللہ نے رفیق اعلیٰ کو پسند کر لیا۔
ہمارا عقیدہ ہے کہ آپکا رتبہ تمام مخلوق سے بہتر ہے اور آپ اپنی قبر میں زندہ ہیں لیکن برزخی زندگی کے ساتھ
اور شہداء کی زندگی سے کہیں بہتر آپکی زندگی ہے اور آپکی قبر پر جو آپکو سلام کہتا ہے آپ سنتے ہیں اور دنیوی زندگی
جیسی دنیا کے حالات کا علم ہوتا ہے چلنا پھرنا۔ کلام کرنا وغیرہ یہ آپکو حاصل نہیں صفات باری تعالیٰ کے متعلق ہمارا عقیدہ وہی ہے جو
اہل سنت والجماعت کا ہے ہم ان تمام صفات پر جو کتاب وسنت سے ثابت ہیں بغیر کسی تاویل کے ایمان لاتے ہیں فروعی مسائل میں ہم امام احمد بن حنبل
کے پیرو ہیں ہم اجتہاد کے مدعی نہیں ہیں اگر کوئی حدیث رسولؐ ہمیں معلوم ہو جائے تو بلا تامل اس پر عمل کرتے ہیں یہی ہمارے اعتقادات ہیں اور یہ ہمارا
دین ہے جو اسکے خلاف ہماری طرف نسبت کرے اسپر اللہ و ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہو ہمارا اور اسکا حساب اللہ کے پاس ہوگا
وحسبنا اللہ ونعم الوکیل وصلی اللہ علیٰ محمد النبی الامی وعلیٰ آله وصحبه والتابعین لهم باحسان

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عہد حکومت

مولٰنا

السلطان عبدالحمید خان ثانی الغازی

شہنشاہ ترکی

مصنفہ شہزادی ایس کے ڈی بلوگسنان خانم نگار اسلان

جسکو

مولوی محمد انشاء اللہ صاحب زمیندار انعام آباد ضلع گوجرانوالہ

ومالک اڈیٹر اخبار وطن لاہور

نے

ترجمہ کرکے باضافجات کثیر تالیف کیا

طبع پنجم
سنہ ۱۹۱۰ء میں
قیمت فی جلد
محمدیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپی